

جَمَالِیْنِ

فی شرح

جَلَالِیْنِ

جلد دوم

الشیخ عبد الرحمن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی ۵۹۱۴ھ

شاح

حضرت مولانا محمد جمال بک شہزی

استاذ دارالعلوم دیوبند

زمزم پبلشرز

کتابخانه اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

جمالین

فی شرح

جلالین

جلد دوم

یاشیخ عبد الرحمن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی ۵۹۱۱۲ھ

شاح

حضرت مولانا محمد جمال بلندی شہری

استاذ دارالعلوم دیوبند

ناشر

مکرم پبلشرز

نزد مقدس مسجد اُردو بازار دیوبند

حقوق مجملہ محفوظ ہیں

”جمالین“ فیض ”جلالین“ کے جملہ حقوق اشاعت و طباعت پاکستان میں صرف مولانا محمد رفیق بن عبدالمجید مالک زمزم پبلشرز کراچی کو حاصل ہیں لہذا اب پاکستان میں کوئی شخص یا ادارہ اس کی طباعت کا مجاز نہیں بصورت دیگر زمزم پبلشرز کو قانونی چارہ جوئی کا مکمل اختیار ہے۔

از

حضرت مولانا محمد کمال بلبل شہری

اس کتاب کا کوئی حصہ بھی زمزم پبلشرز کی اجازت کے بغیر کسی بھی ذریعے بشمول فوٹو کاپی برقیاتی یا میکائیکی یا کسی اور ذریعے سے نقل نہیں کیا جاسکتا۔
زمزم پبلشرز کراچی

ملنے کے دی گئے پتے

■ مکتبہ بیت العلم، اردو بازار کراچی۔ فون: 32726509

■ مکتبہ دارالہدیٰ، اردو بازار کراچی۔ فون: 32711814

■ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی

■ قدیمی کتب خانہ بالقابل آرام باغ کراچی

■ مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

■ Madrasah Arabia Islamia

1 Azaad Avenue P.O Box 9786,

Azaadville 1750 South Africa

Tel : 00(27)114132786

■ Azhar Academy Ltd.

54-68 Little Ilford Lane

Manor Park London E12 5QA

Phone: 020-8911-9797

■ Islamic Book Centre

119-121 Halliwell Road, Bolton BL1 3NE

U.K

Tel/Fax : 01204-389080

■ Al Farooq International

68, Asfordby Street Leicester LE5-3QG

Tel : 0044-116-2537640

کتاب کا نام ————— جمالین فیض جلالین جلد دوم

تاریخ اشاعت ————— مئی ۲۰۱۲ء

باہتمام ————— احکامی زمزم پبلشرز

ناشر ————— زمزم پبلشرز کراچی

صفحات ————— ۵۲۴

شاہ زیب سینٹرز و مقدس مسجد، اردو بازار کراچی

فون: 021-32729089

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com





الشیخ محمد جمال القاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند (الہند)

MAULANA MOHD. JAMAL QASMI
(PROF.)

DARUL ULOOM DEOBAND
DISTT. SAHARANPUR (U.P) INDIA
PIN 247554 PHONE. 01338-224147
Mob. 9412848280

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمالین شرح اردو جلالین کے حقوق اشاعت و طباعت باہمی ایک
سابقہ کے تحت پاکستان میں مولانا محمد رفیع بن عبد المجید صاحب
زمزم پبلشر کراچی کو دیے گئے ہیں لہذا پاکستان میں کوئی شخص
یا ادارہ جمالین کے مکمل یا جزئی اشاعت و طباعت کا مجاز نہ ہوگا
بصورت دیگر ادارہ زمزم کو قانونی چارہ جوئی کا اختیار ہوگا۔

محمد رفیع

استاذ دارالعلوم دیوبند

۱۸ دسمبر ۲۰۰۳ء ۱۱/۱۲/۲۵

فہرست مضامین جلد دوم

صفحہ نمبر	عناوین	صفحہ نمبر	عناوین
۱۷ متعہ کی بحث:	۱۷ متعہ کی صورت:
۱۷ حدیث میں متعہ کی ممانعت:	۱۸ قول فیصل در بارہ متعہ:
۱۹ نکاح کا اصل مقصد:	۱۹ متعہ ایک ہنگامی ضرورت تھی:
۲۰ ربط آیات:	۲۳ اعمال صالحہ صغائر کا کفارہ ہو جاتے ہیں:
۲۶ کبیرہ گناہوں کی تعداد:	۲۶ گناہ کبیرہ کے بارے میں معتزلہ اور اہل سنت کا اختلاف:
۲۷ معتزلہ کا اصل جواب:	۲۸ شان نزول:
۲۸ ایک بڑی اہم اخلاقی ہدایت:	۲۸ ربط آیات:
۳۳ مردوں کی حاکمیت:	۳۳ اسلام میں عورتوں کے حقوق اور ان کا درجہ:
۳۳ بائبل میں عورت کے حقوق:	۳۴ اسلام سے پہلے عورت کی مظلومیت:
۳۴ عورت کے بارے میں رومن نظریہ:	۳۴ عورت کے بارے میں یوحنا کا نظریہ:
۳۴ عورت کے بارے میں عیسائیت کا نظریہ:	۳۵ عورت کے بارے میں ہندی نظریہ:
۳۵ نافرمان بیوی اور اس کی اصلاح کا طریقہ:	۳۵ آیت مذکورہ کا شان نزول:
۳۵ اصلاح کا ایک چوتھا طریقہ:	۳۶
۳۶ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلوں کی نظیر:	۳۶
۳۷ اللہ کے فضل کو چھپانے کی صورت:	۳۷
۴۱ شان نزول:	۴۱ شراب کی حرمت:
۴۱ تیمم کے احکام:	۴۲ ربط آیات:
۴۶ مذکورہ آیت کا شان نزول:	۴۷ یہودی کنجوسی ضرب النثل ہے:
۴۷ کیا یہودی کو یاد نہیں رہا:	۴۷ شان نزول:
۴۸ عثمان بن طلحہ کی کہانی خود ان ہی کی زبانی:	۴۹ حق داری کو امانت سونپنی چاہئے:
۵۰ مذکورہ آیت کا شان نزول:	۵۳ ربط آیات:
۵۴ شان نزول:	۵۵ دوسرا واقعہ:
۵۵ تیسرا واقعہ:	۵۸ فائدہ عظیمہ:
۶۳ شان نزول:	۶۵ شان نزول:
۶۶ افواہیں پھیلانا گناہ اور بڑا فتنہ ہے:	۶۶ قبل از اسلام سلام کا طریقہ:
۶۶ اسلامی سلام تمام دیگر قوموں کے سلام سے بہتر ہے:	۶۹ شان نزول:
۶۹ پہلی روایت:	۶۹

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عناوین	صفحہ نمبر	عناوین
۸۹	صلوۃ خوف کا چوتھا طریقہ:	۶۹	دوسری روایت:
	آپ ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد صلوۃ خوف کا	۷۰	تیسری روایت:
۸۹	مسئلہ:	۷۰	خلاصہ کلام:
	محض دشمن کے خوف کے اندیشے کے پیش نظر صلوۃ خوف	۷۰	ہجرت کی مختلف صورتیں:
۸۹	جائز نہیں:	۷۵	شان نزول:
۹۲	نزول آیات کا پس منظر:	۷۵	واقعہ کی تفصیل:
۹۲	واقعہ کی تفصیل:	۷۶	قتل کی تین قسمیں اور ان کا شرعی حکم:
۹۳	مذکورہ واقعہ میں قرآنی اشارات:	۷۶	پہلی قسم:
۹۴	روداد کے مطابق فیصلہ کرنا گناہ نہیں:	۷۷	دوسری قسم:
۹۴	آپ ﷺ کو اجتہاد کا حق حاصل تھا:	۷۷	تیسری قسم:
۹۶	عصمت نبی کی خصوصی حفاظت:	۷۷	خلاصہ کلام:
۱۰۰	شرک و کفر کی سزا دہی کیوں؟	۷۸	خون بہا کی مقدار:
۱۰۰	شیطان کو معبود بنانا کا مطلب:	۷۹	عورت کا خون بہا:
	مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان ایک مفاخرانہ	۷۹	مومن کے قاتل کی توبہ:
۱۰۰	گفتگو:	۸۰	شان نزول:
۱۰۴	ربط آیات:	۸۰	عبرت ناک واقعہ:
۱۰۴	شان نزول:	۸۰	شان نزول:
۱۰۵	ازدواجی زندگی کے متعلق چند قرآنی ہدایات:	۸۳	شان نزول:
۱۰۶	حدیث:	۸۶	ربط آیات:
۱۰۹	عزت اللہ ہی سے طلب کرنی چاہئے:	۸۶	سفر اور قصر کے احکام:
۱۱۴	ہنک عزت سے ممانعت:	۸۷	شان نزول:
۱۲۰	ربط آیات:	۸۸	صلوۃ خوف آپ ﷺ کی اقتداء میں:
۱۲۰	شان نزول:	۸۸	صلوۃ خوف کے مختلف طریقے:
۱۲۱	ربط آیات:	۸۸	امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ طریقہ:
۱۲۱	یہود کی عہد شکنی:	۸۹	صلوۃ خوف کا دوسرا طریقہ:
۱۲۱	قتل عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہود کا اشتباہ:	۸۹	صلوۃ خوف کا تیسرا طریقہ:

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عناوین	صفحہ نمبر	عناوین
۱۴۰	عقد: عقد کسے کہتے ہیں؟	۱۲۱	اشتباه کی دیگر روایات:
۱۴۱	شعار کیا ہیں؟	۱۲۲	فرقہ نشین اور ملکانیہ کا اختلاف:
۱۴۱	شعار اللہ کا احترام:	۱۲۲	رفع عیسیٰ علیہ السلام اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کی روایات
۱۴۲	شان نزول:	۱۲۲	متواتر ہیں:
۱۴۲	شان نزول کا دوسرا واقعہ:	۱۲۳	نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ قطعی اور اجماعی ہے جس
۱۴۷	مردہ اور حرام گوشت والے جانوروں کی مضرت:	۱۲۳	کا منکر کا فر ہے:
۱۴۸	تیسری چیز لَحْمُ الْخِنْزِيرِ ہے:	۱۲۳	مفید بحث:
۱۴۸	بعض اجزاء کو پاک قرار دینے والے علماء کا استدلال:	۱۲۳	انجیل متی کا ایک مختصر سا بیان ملاحظہ ہو:
۱۴۸	مذکورہ استدلال کا جواب:	۱۲۴	ربط آیات:
۱۴۸	عیسائیوں کے نزدیک سور کا گوشت حرام ہے:	۱۲۸	ربط آیات:
۱۴۹	بائبل میں سور کے گوشت کی حرمت و نجاست:	۱۲۸	شان نزول:
۱۵۰	مابوس ہونے کا دوسرا مطلب:	۱۲۹	قرآن میں مذکور تمام انبیاء و رسل کے نام:
۱۵۱	دین مکمل کر دینے سے کیا مراد ہے؟	۱۲۹	تمام انبیاء و رسل کی مجموعی تعداد:
۱۵۱	احکامی آخری آیت:	۱۳۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں کا غلو:
۱۵۲	ربط آیات:	۱۳۱	اللہ تعالیٰ کو صاحب اولاد بنانے کا مطلب:
۱۵۲	شان نزول:	۱۳۳	اسطر اذ مطلق کی تعریف:
۱۵۲	شکاری جانور:	۱۳۳	اسطر ادکی دوسری تعریف:
۱۵۳	شکاری جانور کو سدھانے کے اصول:	۱۳۴	شان نزول:
۱۵۳	پہلی اصل:	۱۳۴	انبیاء افضل ہیں یا ملائکہ؟
۱۵۳	دوسری اصل:	۱۳۴	افضلیت ملائکہ کے بارے میں معتزلہ کا عقیدہ:
۱۵۳	تیسری اصل:	۱۳۵	طریق استدلال:
۱۵۳	چوتھی اصل:	۱۳۵	معتزلہ کے استدلال کا جواب:
۱۵۴	متفرق مسائل:	۱۳۶	اللہ کا بندہ ہونا اعلیٰ درجہ کی شرافت اور عزت ہے:
۱۵۵	ایک اصولی ضابطہ:		
۱۵۶	طہارت اور خبائث کا معیار:		
	اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت اور مناکحت کی اجازت	۱۳۸	سورۃ المائدہ
۱۵۶	میں مناسبت اور حکمت:	۱۴۰	زمانہ نزول:

سُورَةُ الْمَائِدَةِ

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عناوین	صفحہ نمبر	عناوین
۱۹۰	شان نزول:.....	۱۵۷	کتابیات سے نکاح کے بارے میں ائمہ کا اختلاف:.....
۱۹۱	مال مسروقہ کی مقدار پر ہاتھ کاٹنے پر اعتراض:.....	۱۵۸	جمہور کا مسلک:.....
۱۹۱	شان نزول:.....	۱۵۹	فاروق اعظم کی نظر دور بین:.....
۱۹۲	دوسرا واقعہ:.....	۱۵۹	محضنت کے معنی:.....
۱۹۲	شان نزول:.....	۱۶۳	ربط آیات:.....
۱۹۷	واقعہ کی تفصیل:.....	۱۶۳	کہنیاں غسل یدین میں داخل ہیں یا نہیں؟.....
۱۹۷	بنو قریظہ اور بنو نضیر کا مقدمہ آپ کی خدمت میں:.....	۱۶۴	مذکورہ حدیث پر اعتراض:.....
۲۰۰	شان نزول:.....	۱۶۴	مذکورہ اعتراض کا جواب:.....
۲۰۰	پہلا واقعہ:.....	۱۶۴	سرکامح اور ائمہ کا اختلاف:.....
۲۰۰	دوسرا واقعہ:.....	۱۶۵	عادلانہ گواہی کی اہمیت:.....
۲۰۵	شان نزول:.....	۱۶۵	غوث بن حارث کا واقعہ:.....
۲۰۵	شان نزول:.....	۱۶۹	پہلی عہد شکنی:.....
	قدرت کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے	۱۷۰	دوسری عہد شکنی:.....
۲۰۶	غفلت بڑا جرم ہے:.....	۱۷۱	انجیل میں آپ ﷺ کی بشارت:.....
۲۰۶	شان نزول:.....	۱۷۵	ملوکیت بھی نبوت کی طرح اللہ کا انعام ہے:.....
۲۱۳	ایک امی عربی کا تاریخ کی حقیقت کو صحیح صحیح بیان کرنا:.....	۱۸۱	قائیل و حائیل کا واقعہ:.....
۲۱۴	دونوں لعنتوں کا ذکر عہد عتیق اور عہد جدید میں:.....	۱۸۲	اس موقع پر اس واقعہ کو ذکر کرنے کا مقصد:.....
۲۱۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی لعنت کے الفاظ:.....	۱۸۳	شان نزول:.....
۲۱۴	بنی اسرائیل پر لعنت کے اسباب:.....	۱۸۷	دعاء وسیلہ:.....
۲۱۵	بہ نسبت یہود کے، نصاریٰ میں مجھ دو اسکبار کم ہے:.....	۱۸۸	سرقہ کے لغوی معنی اور شرعی تعریف:.....
۲۱۵	یہود و نصاریٰ میں وصف مشترک:.....	۱۸۸	مقدار مال مسروقہ جس پر ہاتھ کاٹا جائیگا:.....
۲۱۶	یہود کی قتل مسیح سے براءت:.....	۱۸۹	بہت سی اشیاء کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا:.....
۲۱۷	ہجرت حبشہ کے واقعہ کی تفصیل:.....	۱۸۹	اسلامی سزاؤں کے متعلق اہل یورپ کا وادیلاہ:.....
۲۱۸	حبشہ کی پہلی ہجرت:.....	۱۸۹	اسلامی سزاؤں کا مقصد:.....
۲۱۹	حبشہ کی جانب دوسری ہجرت:.....	۱۹۰	حدود شرعیہ کے نفاذ کی تاثیر:.....
۲۱۹	قریش کا وفد حبشہ میں:.....	۱۹۰	تہذیب نو اور حقوق انسانی کے دعویداروں کی عجیب منطق:..

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عناوین	صفحہ نمبر	عناوین
۲۴۴	در ثاء کی قسم کی مصلحت:	۲۱۹	صحابہ کی حق گوئی اور بیباکی:
۲۴۴	ابوموسیٰ اشعری کا واقعہ:	۲۲۰	نجاشی کا قریشی وفد کو دلوک جواب:
۲۵۲	مسیحیوں کا شرک:	۲۲۰	نجاشی کے دربار میں مسلمانوں کی دوبارہ حاضری:
۲۵۳	تَوَفَّیْتَنی کا مطلب:	۲۲۱	حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حبشہ سے مدینہ کو روانگی:
	سُورَةُ الْاَنْعَامِ	۲۲۳	ربط آیات:
۲۵۴	سورۃ انعام:	۲۲۴	شان نزول:
۲۵۷	فضائل سورۃ انعام:	۲۲۴	پہلا واقعہ:
۲۵۷	سورت کا نام:	۲۲۵	دوسرا واقعہ:
۲۵۷	سورۃ انعام کے مضامین کا خلاصہ:	۲۲۵	تیسرا واقعہ:
۲۵۹	شان نزول:	۲۲۵	مذکورہ آیت کا مطالبہ:
۲۶۳	ربط آیات:	۲۲۶	قسم کی اقسام اور ان کے احکام:
۲۶۶	شان نزول:	۲۲۶	پہلی قسم یمین لغو:
۲۶۷	شان نزول:	۲۲۶	دوسری قسم یمین غموس:
۲۷۲	شان نزول:	۲۲۶	تیسری قسم یمین منعقدہ:
۲۷۲	شان نزول:	۲۲۷	کفارہ قسم:
۲۷۹	شان نزول:	۲۲۷	جو اشراب کی دنیوی مضرتیں:
۲۸۱	شان نزول:	۲۲۸	شان نزول:
۲۹۰	شان نزول:	۲۳۲	شان نزول:
۲۹۱	ابراہیم علیہ السلام کے والد کے نام کی تحقیق:	۲۳۳	کعبہ کی مرکزی حیثیت:
۲۹۱	مغالطہ کی اصل وجہ:	۲۳۸	شان نزول:
۲۹۲	مشرکوں کو ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنانے کی وجہ:	۲۳۸	دوسرا واقعہ:
۲۹۹	شان نزول:	۲۳۹	آپ ﷺ کا کثرت سے سوال سے منع فرمانا:
۳۰۰	امام فخر الدین رازی کی رائے:	۲۳۹	کس قسم کے سوالات سے ممانعت ہے؟
۳۰۸	تسہیل مشکل:	۲۳۹	اپنی اصلاح پر اکتفاء کافی نہیں:
۳۰۹	رویت باری کا مسئلہ:	۲۴۰	شان نزول:
۳۱۰	شان نزول:	۲۴۱	کافر کی شہادت کافر کے حق میں قابل قبول ہے:

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عناوین	صفحہ نمبر	عناوین
.....	انسان پر شیطان کا پہلا حملہ اس کو نیگا کرنے کی صورت	۳۱۵	شان نزول:.....
۳۵۷ میں ہوا:.....	۳۱۵	کفار کی جانب سے ایک مغالطہ:.....
۳۵۷	لباس کی تیسری قسم:.....	۳۱۶	متروک التسمیہ مذبح کا حکم:.....
۳۶۰	ذینۃ اللہ سے کیا مراد ہے:.....	۳۱۶	امام احمد رحمہ اللہ علیہ کا مسلک:.....
۳۷۲	آداب دعا:.....	۳۱۶	امام مالک رحمہ اللہ علیہ کا مسلک:.....
۳۷۵	ربط آیات:.....	۳۱۶	امام بو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا مسلک:.....
۳۷۵	نوح علیہ السلام کا مختصر قصہ:.....	۳۱۶	امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کا مسلک:.....
۳۷۵	حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ:.....	۳۲۰	شان نزول:.....
.....	حضرت نوح علیہ السلام اور محمد ﷺ کے درمیان	۳۲۰	کافروں کی مکاری اور حیلہ جوئی کی ایک مثال:.....
۳۷۶	مشابہت:.....	۳۲۳	تفصیل:.....
۳۷۸	قوم عاد کی مختصر تاریخ:.....	۳۲۵	در بارہ نبوت جن، اسلاف کی آراء:.....
۳۸۳	قوم لوط کی مختصر تاریخ:.....	۳۲۶	جمہور کا فیصلہ:.....
۳۸۵	لواطت کی سزا:.....	۳۳۳	جانوروں کی حلت و حرمت کے اختلافی مسائل:.....
۳۸۷	مدین کی مختصر تاریخ:.....	۳۳۳	خنزیر اور کتے کی کھال کا حکم:.....
۳۸۸	حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت:.....	۳۳۴	بعض اختلافی مسائل:.....
۳۸۸	قوم شعیب اور ان کی بدکرداری:.....	۳۴۱	ربط آیات:.....
۳۹۳	آپ کے زمانہ کے حالات اور سورۃ اعراف:.....		
۳۹۶	قوموں کی تاریخ سے سبق:.....		
۳۹۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ:.....	۳۴۳	سورۃ اعراف
۳۹۸	فرعون موسیٰ کون تھا:.....	۳۴۶	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:.....
۴۰۱	سحر اور معجزہ میں فرق:.....	۳۴۶	مرکزی مضمون:.....
۴۰۳	قتل ابناء کے قانون کا دوسری مرتبہ نفاذ:.....	۳۴۷	اعراض کے متعلق ”بارکے“ کا نظریہ:.....
.....	بنی اسرائیل کی گھبراہٹ اور موسیٰ علیہ السلام کی خدمت	۳۴۸	عرض کو جوہر میں تبدیل کر دینا اللہ کی قدرت میں ہے:.....
۴۰۳ میں فریاد:.....	۳۵۲	انسانی تخلیق کا قرآنی نظریہ:.....
۴۱۲	دیدار الہی کا مسئلہ:.....	۳۵۳	ڈارون کے نظریہ ارتقاء کی حقیقت:.....
۴۱۷	حضرت ہارون علیہ السلام کا عذر:.....	۳۵۶	ربط آیات:.....

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عناوین	صفحہ نمبر	عناوین
۴۶۰	سورت کے مضامین:	۴۱۷	توریت میں حضرت ہارون علیہ السلام پر گوسالہ سازی کا الزام:
۴۶۰	رہط آیات:	۴۱۸	قرآن کی براءت:
۴۶۳	اہل ایمان کی چار صفات:	۴۲۲	بنی اسرائیل کے منتخب کردہ ستر آدمی کون تھے؟
۴۶۳	جنگ بدر کا پس منظر:	۴۲۳	آپ کے اوصاف توراۃ اور انجیل میں:
۴۶۴	غزوہ بدر کے واقعہ کی تفصیل:	۴۲۳	رسول اُمّی سے کیا مراد ہے؟
۴۶۵	اسلامی لشکر کی روانگی:	۴۲۴	تورات و انجیل میں آپ ﷺ کی صفات و علامات:
۴۶۵	لشکر کا معائنہ:	۴۲۴	نبیہی کی ایک روایت:
	قریش کی روانگی کی اطلاع اور صحابہ کرام سے مشورہ	۴۲۵	ایک دوسری روایت:
۴۶۵	اور حضرات صحابہ کی جاں نثارانہ تقریریں:	۴۳۳	رہط آیات:
۴۶۵	حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی جاں نثارانہ تقریر:	۴۳۳	یوم السبت میں مچھلی پکڑنے کا واقعہ:
۴۶۸	دونوں لشکر آئے سامنے:	۴۳۴	اسرائیل کی موجودہ ریاست سے مغالطہ:
۴۶۸	آپ کے لئے عرشہ سازی اور جنگ کی تیاری:	۴۳۴	قضیہ قدس اور اس کا تاریخی پس منظر:
۴۶۹	مشرکین کے مقتولین بدر کی لاشوں کو کنوئیں میں ڈلوانا:	۴۳۵	فلسطین اور مسلمان:
۴۶۹	مال غنیمت کی تقسیم:	۴۳۵	فلسطین اور بنو امیہ و بنو عباس:
	يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ	۴۳۵	صلیبی جنگوں کی ابتداء:
۴۶۹	وَالرُّسُولُ:	۴۳۵	سلطان صلاح الدین ایوبی اور بیت المقدس کی بازیابی:
۴۷۴	حباب بن منذر کا مشورہ:	۴۳۶	پہلی جنگ عظیم اور خلافت عثمانیہ:
۴۷۵	میدان بدر میں صحابہ پر غنودگی:	۴۳۶	صیہونی عزام اور سقوط بیت المقدس:
۴۷۵	شیطان کی ڈالی ہوئی نجاست:	۴۴۳	عالم ارواح میں عہد الست:
۴۷۶	میدان سے راہ فرار:	۴۴۳	عہد الست کی غرض:
۴۷۸	قیاس اقتزانی:	۴۴۳	بلعم بن باعوراء کے واقعہ کی تفصیل:
	برائی روکنے پر قدرت کے باوجود نہ روکنے والے بھی	۴۴۴	قدرت الہیہ کا عجیب کرشمہ:
۴۸۰	گنہگار ہیں:	۴۵۴	احادیث کی روشنی میں آیات کی تفسیر:
۴۸۰	امانتوں میں خیانت سے کیا مراد ہے؟		
۴۸۱	شان نزول:		

سورة الْاَنْفَالِ

سورة انفال

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عناوین	صفحہ نمبر	عناوین
۵۰۵	دشمن کے مقابلے کی تیاری:	۴۸۱	حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا مسجد میں خود کو مسجد کے ستون سے باندھنا:
۵۰۶	صاحب روح المعانی کی صراحت:	۴۹۰	مال غنیمت صرف امت محمدیہ کے لئے حلال ہوا ہے:
۵۰۶	آیت کا خلاصہ:	۴۹۱	مال غنیمت میں نفل کا حکم:
۵۰۶	حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے رائے گرامی:	۴۹۱	مال غنیمت میں ذوی القربی کا حصہ:
۵۰۶	اتفاق فی سبیل اللہ:	۴۹۱	خمس ذوی القربی:
۵۰۶	مسلمانوں کی بین الاقوامی پالیسی بزدلانہ نہ ہونی چاہئے:	۴۹۳	جنگی آداب و ہدایات:
۵۰۹	جہاد کی فضیلت:	۴۹۳	لشکر کفار کی بدر کی طرف روانگی:
۵۱۰	غزوہ بدر کے واقعہ کا خلاصہ:	۴۹۵	یہ ہدایت آج بھی باقی ہے:
۵۱۵	شان نزول:	۵۰۱	مدینہ کے یہود سے معاہدہ:
۵۱۷	ترک کا اصل مالک کون؟	۵۰۲	معاہدہ صلح کو ختم کرنے کی صورت:
۵۱۷	اسلام میں دو قومی نظریہ:	۵۰۲	ایفائے عہد کا ایک عجیب واقعہ:
۵۱۸	توضیح مزید:	۵۰۳	بلا اعلان حملہ کرنے کی اجازت کی صورت:

فہرست نقشہ مضامین

- ۱ نقشہ بحر ابیض متوسط ۱۷۷
- ۲ نقشہ ان قوموں کے علاقے کا جن کا ذکر سورۃ الاعراف میں آیا ہے ۳۸۰
- ۳ نقشہ خروج بنی اسرائیل ۴۱۳
- ۴ نقشہ یہودی ریاست جس کا خواب اسرائیل کے لیڈر دیکھ رہے ہیں ۴۳۸
- ۵ نقشہ قریش کی تجارتی شاہراہ ۴۶۲
- ۶ نقشہ مدینہ سے بدر تک کے راستہ کا ۴۶۷
- ۷ نقشہ جنگ بدر ۴۷۰

ملش



وَحُرِّمَتْ عَلَيْكَ الْمُحْصَنَاتُ أَيْ ذَوَاتُ الْأَرْوَاحِ مِنَ النِّسَاءِ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ قَبْلَ مُفَارَقَةِ أَزْوَاجِهِنَّ
 خَرَائِرَ مُسْلِمَاتٍ كُنَّ أَوْ لَا إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنَ الْإِمَاءِ بِالنِّسْبِ فَلَكُمْ وَطُوهُنَّ وَإِنْ كَانَ لِهِنَّ أَزْوَاجٌ
 فِي دَارِ الْحَرْبِ بَعْدَ الْإِسْتِبْرَاءِ كَتَبَ اللَّهُ نَضْبَ عَلَى الْمُضْطَرِّ أَيْ كَتَبَ ذَلِكَ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ
 وَالْمَفْعُولِ لَكُمْ مَأْوَرَاءُ ذَلِكَ أَيْ سَوَى مَا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ مِنَ النِّسَاءِ لَ أَنْ تَبْتَغُوا تَطْلُبُوا النِّسَاءَ بِأَمْوَالِكُمْ
 بِصِدَاقٍ أَوْ ثَمَنٍ مُحْصَيْنٍ مُزَوَّجِينَ غَيْرِ مُسْفَحِينَ زَانِينَ فَمَا فَمَنْ اسْتَمْتَعْتُمْ تَمَتَّعْتُمْ بِهِمْ مِنْهُنَّ بِمَنْ تَزَوَّجْتُمْ
 بِالْوَطَى فَاتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ مُهُورَهُنَّ الَّتِي فَرَضْتُمْ لِهِنَّ قَرِيبَةً وَأَحْبَابَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرْضَيْتُمْ أَنْتُمْ وَهُنَّ
 بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيزَةِ مِنْ حَطِّهَا أَوْ بَعْضِهَا أَوْ زِيَادَةٍ عَلَيْهَا إِنْ اللَّهُ كَانَ عَلِيمًا بِخَلْقِهِ حَكِيمًا ۝ فِيمَا دَبَّرَهُ لَهُمْ
 وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا غِنَالًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْخَرَائِرَ الْمُؤْمِنَاتِ هُوَ جَرَى عَلَى الْغَالِبِ فَلَا مَفْهُومَ لَهُ
 فَمِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ يَنْكِحُ مِنْ قَبْلِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَيْمَانِكُمْ فَانْكِحُوا بِظَاهِرِهِ وَكَلُوا السَّرَائِرَ إِلَيْهِ فَإِنَّهُ
 الْعَالِمُ بِتَفَاصِيلِهَا وَرُبَّ أَمَةٍ تَفْضُلُ الْحُرَّةَ فِيهِ وَهَذَا تَانِيسُ بِنِكَاحِ الْإِمَاءِ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ أَيْ أَنْتُمْ وَهُنَّ
 سَوَاءٌ فِي الدِّينِ فَلَا تَسْتَنْكِفُوا مِنْ نِكَاحِهِنَّ فَالْأَحْوَهُنَّ بِأَذْنِ أَهْلِهِنَّ مَوَالِيَهُنَّ وَاتُوهُنَّ أَغْطُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ
 مُهُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مِنْ غَيْرِ مَطْلٍ وَنَقْصٍ مُحْصَنَاتٍ عَفَائِفَ خَالَ غَيْرِ مُسْفَحَاتٍ زَانِيَاتٍ جَهْرًا
 وَلَا مَخْدِثَاتٍ أَخْدَانٍ أَخْلَاءَ يَزْنُونَ بِهَا سِرًّا فَإِذَا أَحْصَيْتُمْ زَوْجَنَ وَفِي قِرَاءَةِ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ تَزَوَّجَنَ
 فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ زَنَّا فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ الْخَرَائِرِ الْأَنْكَارِ إِذَا زَنَيْنَ مِنَ الْعَذَابِ الْحَدِّ فَيُجْلَدَنَّ
 خَمْسِينَ وَيُعْرَبْنَ نِصْفَ سَنَةٍ وَيُقَاسُ عَلَيْهِنَّ الْعَبِيدُ لَمْ يُجْعَلِ الْإِحْصَانُ شَرْطًا لَوْجُوبِ الْحَدِّ بَلْ لَا فَادَةَ
 أَنَّهُ لَا رَجْمَ عَلَيْهِنَّ أَضْلًا ذَلِكَ أَيْ نِكَاحُ الْمَمْلُوكَاتِ عِنْدَ عَدَمِ الطَّوْلِ لِمَنْ خَشِيَ خَافَ الْعَتَّةَ الزَّانَا وَ
 أَصْلُهُ الْمَشَقَّةُ سُمِّيَ بِهِ الزَّانَا لَنَّهُ سَبَّبَهَا بِالْحَدِّ فِي الدُّنْيَا وَالْعُقُوبَةُ فِي الْآخِرَةِ مِنْكُمْ بِخِلَافِ مَنْ لَا يَخَافُهُ
 مِنَ الْأَحْرَارِ فَلَا يَجِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا وَكَذَا مَنْ اسْتَطَاعَ طَوْلَ حُرَّةٍ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَخَرَجَ بِقَوْلِهِ مِنْ قَتِيلَتِكُمْ
 الْمُؤْمِنَاتِ الْكَافِرَاتِ فَلَا يَجِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا وَلَوْ عَدِيمٌ وَخَافَ وَأَنْ تَصِيرُوا عَنْ نِكَاحِ الْمَمْلُوكَاتِ خَيْرٌ لَكُمْ
 لَيْلًا يَصِيرَ الْوَلَدُ رَقِيقًا وَاللَّهُ عَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ بِالتَّوْسِيعَةِ فِي ذَلِكَ.

ع

ترجمہ: اور حرام کر دی گئی ہیں تمہارے لئے شوہر والی عورتیں یہ کہ ان سے ان کے شوہروں کی مفارقت کے بغیر
 نکاح کرو خواہ آزاد مسلمان عورتیں ہوں یا دیگر، مگر یہ کہ وہ باندیاں کہ جو گرفتار ہو کر تمہاری قید میں آجائیں تو تمہارے لئے جائز
 ہے کہ ان سے وطی کرو استبراء (رحم) کے بعد، اگرچہ دار الحرب میں ان کے شوہر موجود ہوں، اللہ نے (ان احکام کو) تم پر فرض
 کر دیا ہے نصب مصدریت کی وجہ سے ہے اے کتب ذلک، اور تمہارے لئے مذکورہ حرام کردہ عورتوں کے علاوہ حلال کر دی

گئی ہیں یہ کہ تم عورتوں کو اپنے مالوں کے ذریعہ مہر یا قیمت دیکر طلب کرو (اس طریقہ پر) کہ ارادہ نکاح کا ہونہ کہ (محض) شہوت رانی کرنے والے، اس لئے جن سے تم نے فائدہ اٹھایا ہے تو ان کو ان کا طے شدہ مہر دیدو جو تم نے ان کیلئے مقرر کیا ہے اور تم پر اس مقدار کے بارے میں کوئی گناہ نہیں جس پر تم اور وہ مہر مقرر ہونے کے بعد راضی ہو جاؤ کل کو ساقط کر کے یا کچھ کی زیادتی کر کے بے شک اللہ اپنی مخلوق کے بارے میں بڑا جاننے والا اور اس نظم کے بارے میں جو اس نے مخلوق کے لئے قائم کیا ہے بڑی حکمت والا ہے اور جو شخص تم میں سے آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو ایمان کی صفت غالب کی بناء پر ہے لہذا اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں ہے۔ تو وہ مسلمان باندیوں سے جن کے تم مالک ہو (نکاح کر لے) اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے لہذا اس کے ظاہری ایمان پر اکتفاء کرو، اور رازوں کو اللہ کے حوالہ کرو، اسلئے کہ وہ رازوں کی تفصیلات کو جانتا ہے، اور بہت سی باندیاں ایمان میں آزاد (عورتوں) پر فضیلت رکھتی ہیں اور یہ باندیوں کے نکاح سے مانوس کرنا ہے اور تم آپس میں ایک ہی تو ہو یعنی تم اور وہ دین میں برابر ہو لہذا ان سے نکاح کرنے میں عار محسوس نہ کرو اس لئے ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کر لو، اور دستور کے مطابق بغیر ٹال منول اور بغیر کمی کے ان کے مہر ان کو دیدیا کرو۔ حال یہ کہ وہ پاک دامن ہوں نہ کہ کھلم کھلا زنا کرنے والیاں اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والیاں، کہ جس کی وجہ سے خفیہ طور پر زنا کرنے والی ہوں۔ پس جب یہ باندیاں نکاح میں آجائیں اور ایک قراءت میں معروف کے صیغہ کے ساتھ ہے یعنی جب وہ نکاح کر لیں، پھر اگر وہ بے حیائی زنا کی مرتکب ہوں تب ان کی سزا آزاد غیر شادی شدہ کی آدھی ہے جب وہ زنا کریں تو ان کو پچاس کوڑے لگائے جائیں اور نصف سال کیلئے جلا وطن کر دیا جائے۔ اور اسی پر غلاموں کو قیاس کیا جائیگا، اور احسان و جوب حد کے لئے شرط کے طور پر نہیں ہے بلکہ اس بات کا فائدہ دینے کے لئے ہے کہ ان پر رجم قطعاً نہیں ہے (آزاد پر) قدرت نہ ہونے کی صورت میں باندیوں سے نکاح کا یہ حکم ان لوگوں کیلئے ہے جنہیں تم میں سے گناہ زنا، کا اندیشہ ہے اور عنت کے اصل معنی مشقت کے ہیں اور زنا کا نام مشقت اسلئے رکھا گیا ہے کہ زنا دنیا میں حد، اور آخرت میں سزا کا سبب ہے۔ بخلاف ان آزاد لوگوں کے کہ ان کو (زنا میں مبتلا ہو نیکا) خوف نہیں ہے، تو ان کے لئے باندیوں سے نکاح حلال نہیں ہے، اور یہی حکم اس شخص کا ہے جو آزاد عورت سے نکاح کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور یہی مذہب امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول مومنات کی قید سے کافرات خارج ہو گئیں اس شخص کے لئے بھی باندیوں سے نکاح حلال نہیں ہے اگرچہ قدرت مفقود ہو اور زنا کا خوف ہو۔ اور اگر تم باندیوں سے نکاح کرنے کو ضبط کرو تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے تاکہ بچہ غلام نہ ہو۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا اور اس معاملہ میں وسعت کے ذریعہ بڑا رحم کرنے والا ہے۔

تحقیق و ترمیم و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: وَ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمُحْصَنَاتُ، جمہور کے نزدیک فتحِ صاد کے ساتھ، اسم مفعول ہے، وہ عورتیں جنہوں نے نکاح کے ذریعہ اپنی شرمگاہوں کو محفوظ کر لیا ہو (یعنی شادی شدہ عورتیں) اس آیت کے علاوہ ہر جگہ کسائی نے صاد کے کسرہ

کے ساتھ بصیغہ اسم فاعل پڑھا ہے۔

قَوْلُهُ: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ، حُرِّمَتْ کے اضافہ کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ الْمُحْصَنَاتُ کا عطف اُمَّهَاتُكُمْ پر ہے مُحْصَنَاتُ (یعنی شوہر والی عورتیں) بھی سلسلہ محرمات میں داخل ہیں، الْمُحْصَنَاتُ، اسم مفعول جمع مؤنث کا صیغہ ہے واحد مُحْصَنَةٌ ہے قرآن کریم میں اِنْصَان چار معنی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ ① شادی شدہ عورتیں ② آزاد عورتیں ③ پاک دامن عورتیں ④ مسلمان عورتیں، یہاں پہلے معنی یعنی شادی شدہ عورتیں مراد ہیں، مفسر علام نے ذَوَاتُ الْاَزْوَاج کہہ کر اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قَوْلُهُ: اَنْ تَذْكُوْهُنَّ، اس اضافہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سُئِلَ: حرمت افعال میں ہوتی ہے نہ کہ ذوات میں حالانکہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمُحْصَنَاتُ سے ذات کی حرمت مفہوم ہو رہی ہے؟

جَوَابُ: مفسر علام نے اَنْ تَذْكُوْهُنَّ، کا اضافہ کر کے اسی سوال کا جواب دیا ہے یعنی مُحْصَنَاتُ سے نکاح کرنا حرام ہے نہ کہ ان کی ذات۔

قَوْلُهُ: قَبْلَ الْمُفَارَقَةِ اس اضافہ کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ بعد المفارقت نکاح کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے خواہ عورت آزاد ہو یا باندی۔

قَوْلُهُ: بِالسَّبْيِ اس میں اشارہ ہے کہ بلا مفارقت، وطی اسی باندی سے جائز ہے جو گرفتار ہو کر آئی ہو اور اگر خرید کردہ ہے اور وہ شادی شدہ ہے تو اس سے بلا مفارقت زواج وطی جائز نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: نَصَبٌ عَلَى الْمَصْدَرِيَّةِ، اس میں اشارہ ہے کہ، كِتَابَ اللّٰهِ مصدریت کی وجہ سے منصوب ہے كِتَابَ کا عامل كَتَبَ، حُرِّمَتْ سے مستفاد ہے، اس لئے کہ تحریم اور کتاب اور فرض ایک ہی معنی میں ہیں مفسر علام نے كَتَبَ ذَلِكَ، کہہ کر اسی عامل محذوف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قَوْلُهُ: وَاُحِلَّ لَكُمْ، اس کا عطف كِتَابَ اللّٰهِ کے عامل مقدر پر ہے، اگر فعل مقدر كَتَبَ پر عطف ہو تو أُحِلَّ، معروف ہوگا اور اگر حُرِّمَتْ، پر ہو تو أُحِلَّ، مجہول ہوگا۔

قَوْلُهُ: هُوَ جَرِيُّ عَلَى الْغَالِبِ، اس اضافہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سُئِلَ: المؤمنات کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ کتابیات سے نکاح درست نہیں ہے۔

جَوَابُ: المؤمنات کی قید غالب کے اعتبار سے ہے ورنہ نکاح کے بارے میں جو حکم آزاد المؤمنات کا ہے وہی حکم آزاد کتابیات کا بھی ہے، لہذا اس کا مفہوم مخالف مراد لینا درست نہ ہوگا۔

قَوْلُهُ: مُحْصَنَاتُ، یہ فائیکوھن کی ضمیر سے حال ہے نہ کہ صفت اسلئے کہ ضمیر نہ موصوف واقع ہوتی ہے اور نہ صفت، مشہور قاعدہ ہے الضمیر لا یوصف ولا یوصف بہ۔

قَوْلُهُ: غَيْرَ مُسَافِحِينَ یہ حال موکدہ ہے، مُسَافِحِينَ، مُسَافِحٌ، کی جمع ہے بمعنی زانی۔
قَوْلُهُ: أَخَذَانِ یہ خذنگی جمع ہے بمعنی دوست۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحِ

اس رکوع میں محرمات کا ذکر ہے، محرمات کی چار قسمیں ہیں جن میں تین محرمات ابدیہ ہیں ① محرمات نسبیہ ② محرمات رضاعیہ ③ محرمات بالمصاہرۃ، ان کی تفصیل سابق میں گذر چکی ہے ④ محرمات غیر ابدیہ۔ اس چوتھی قسم کا ذکر والمحصنت من النساء سے کیا ہے محصنت سے مراد شوہر دار عورتیں ہیں، عورت جب تک کسی کے نکاح میں ہو تو دوسرے شخص کے لئے اس سے نکاح جائز نہیں اس سے بخوبی واضح ہو گیا کہ ایک عورت بیک وقت ایک سے زائد شوہر دار نہیں ہو سکتی، الا ما ملکت ایمانکم یہ جملہ المحصنت من النساء سے استثناء ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر دار عورت سے کسی دوسرے شخص کا نکاح جائز نہیں ہے الا یہ کہ وہ عورت مملوکہ باندی ہو کر آجائے اگرچہ اس کا شوہر دار الحرب میں موجود ہو چونکہ عورت کے دارالاسلام میں آ جانے کی وجہ سے اس کا نکاح، سابق شوہر سے ختم ہو گیا ہے یہ عورت خواہ کتابیہ ہو یا مسلمہ اس سے دارالاسلام کا کوئی بھی مسلمان نکاح کر سکتا ہے مگر استمتاع ایک حیض آنے کے بعد ہی جائز ہوگا، اور حاملہ ہے تو وضع حمل ضروری ہے، اس کے بغیر استمتاع جنسی درست نہ ہوگا، اور اگر حکومت کی جانب سے مال غنیمت میں حاصل شدہ باندی کسی فوجی سپاہی کو مال غنیمت کے طور پر دیدی جائے تب بھی اس سے جنسی استمتاع جائز ہے مگر یہ استمتاع بھی وضع حمل یا ایک حیض آنے کے بعد ہی جائز ہوگا۔

جو عورتیں جنگ میں گرفتار ہوں انکو پکڑتے ہی ہر سپاہی ان کے ساتھ مباشرت کا مجاز نہیں، بلکہ اسلامی قانون یہ ہے کہ ایسی عورتیں حکومت کے حوالہ کردی جائیں گی، حکومت کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو ان کو رہا کر دے اور اگر چاہے تو ان سے فدیہ لے، چاہے ان کا تبادلہ ان مسلمان قیدیوں سے کرے جو دشمن کے ہاتھ میں ہوں اور چاہے تو انھیں سپاہیوں میں تقسیم کر دے، سپاہی صرف اسی عورت سے استمتاع کا مجاز ہے جو حکومت کی طرف سے باقاعدہ اس کی ملک میں دی گئی ہو۔

جنگ میں پکڑی گئی عورتوں کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اہل کتاب میں سے ہوں، ان کا مذہب خواہ کچھ بھی ہو جب تقسیم کے بعد جس کے حصے میں آئیں ان سے استمتاع کر سکتا ہے۔

جو عورت جس کے حصہ میں آئے وہی شخص اس سے استمتاع کر سکتا ہے کسی دوسرے کو اسے ہاتھ لگائے کا حق نہیں، اس عورت سے جو اولاد ہوگی وہ اسی شخص کی جائز اولاد سمجھی جائیگی جس کی ملک میں وہ عورت ہے، اس اولاد کے قانونی حقوق وہی ہوں گے جو شریعت میں صلبی اولاد کے لئے مقرر ہیں صاحب اولاد ہونے کے بعد وہ عورت فروخت نہ ہو سکے گی وہ عورت ام ولد کہلائے گی اور مالک کے مرتے ہی خود بخود آزاد ہو جائے گی۔

مالک اگر اپنی مملوکہ کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کر دے تو پھر مالک کو دیگر خدمات لینے کا تو حق رہتا ہے لیکن جنسی

تعلقات قائم کرنے کا حق نہیں رہتا۔

اسیران جنگ میں سے اگر کوئی اسیر حکومت کسی شخص کو دیدے تو حکومت کو اس سے واپس لینے کا حق نہیں رہتا۔
کِتَابُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ، یہ مصدریت کی وجہ سے فعل محذوف کے ذریعہ منصوب ہے ای کَتَبَ اللّٰهُ ذَلِکَ عَلَیْکُمْ کِتَابًا،
یعنی جن محرمات کا ذکر ہوا ہے ان کی حرمت اللہ کی طرف سے ہے اور یہ خدائی قانون ہے جو تمہارے اوپر لازم ہے۔
اَنْ تَبْتَغُوا بِاَمْرِ الْحُکْمِ، یعنی محرمات کا یہ بیان اس لئے کیا گیا ہے کہ تم اپنے مالوں کے ذریعہ حلال عورتیں تلاش کرو اور ان کو
اپنے نکاح میں لاؤ، ابو بکر بصری رحمہ اللہ احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ نکاح مہر
کے بغیر نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ اگر زوجین آپس میں یہ طے کر لیں کہ نکاح، مہر کے بغیر کریں گے تب بھی مہر لازم ہوگا دوسری بات یہ
معلوم ہوئی کہ مہر وہ چیز ہوگی جس کو مال کہا جاسکے، احناف کا مذہب یہ ہے کہ دس درہم سے کم مہر نہ ہونا چاہیے ایک درہم ساڑھے
چار ماشہ یا ۳ گرام ۶۲ ملی گرام کے برابر ہوتا ہے اور دس درہم ۳۶ گرام اور ۲ ملی گرام کے مساوی ہوں گے۔

متعہ کی بحث:

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً (یعنی بعد از نکاح) جن عورتوں سے استمتاع کر لو تو ان کے مہر
دیدو، یہ دینا تمہارے اوپر فرض کیا گیا ہے، اس آیت میں استمتاع سے بیویوں سے ہمبستر ہونا مراد ہے، اگر محض نکاح ہو جائے مگر
شوہر کو طبعی کا موقع نہ ملے بلکہ وہ اس سے پہلے ہی طلاق دیدے یا عورت کا انتقال ہو جائے تو نصف مہر واجب ہوتا ہے اور اگر
استمتاع کا موقع مل جائے تو پورا مہر واجب ہوتا ہے، اس آیت میں اسی حکم کی طرف خصوصی توجہ دلائی گئی ہے۔
لفظ استمتاع کا مادہ م، ت، ع، ہے جس کے معنی استفادہ کرنے اور فائدہ اٹھانے کے ہیں فائدہ خواہ مالی ہو یا جسمانی،
اس لغوی تحقیق کی روشنی میں فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ کا سیدھا اور صاف مطلب پوری امت کے نزدیک خلفاء عن سلف وہی ہے جو اوپر
بیان کیا ہے لیکن فرقہ امامیہ کے نزدیک اس سے اصطلاحی متعہ مراد ہے اور وہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں، حالانکہ اصطلاحی
متعہ کی صاف تردید قرآن کریم کی آیت بالا میں لفظ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ سے ہو رہی ہے۔

متعہ کی صورت:

اصطلاحی متعہ جس کے جواز کا فرقہ امامیہ مدعی ہے یہ ہے کہ ایک مرد کسی عورت سے یوں کہے کہ اتنے دن یا اتنے وقت کے
لئے اتنی رقم کے عوض میں تم سے متعہ کرتا ہوں، متعہ اصطلاحی کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے، محض مادہ اشتقاق کو دیکھ کر یہ فرقہ
مدعی ہے کہ اس آیت سے حلت متعہ کا ثبوت ہو رہا ہے۔

جواز متعہ کی نسبت حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی جانب بھی بعض حضرات نے کی ہے جن میں صاحب ہدایہ اور امام سرحی
صاحب مبسوط بھی شامل ہیں لیکن یہ نسبت تسامح ہے جیسا کہ شراح ہدایہ نے تصریح کی ہے کہ صاحب ہدایہ سے یہ تسامح ہوا ہے۔

البتہ بعض حضرات کا دعویٰ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آخر تک حلت متعہ کے قائل تھے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی جانب جواز متعہ کی نسبت میں بڑی قیل وقال ہوئی ہے بعض اکابر حنفیہ جن میں پیش پیش ہدایہ کے نامور شارح ابن ہمام ہیں نے اس انتساب کو غلط ٹھہرایا ہے النسبة الى مالك غلط (فتح القدیر) ونقل الحل عن مالك لا اصل له. (روح)

اور بڑی بات یہ ہے کہ مالکیہ کی کتابوں سے بھی اس فتوے کے جواز کی تائید نہیں ہوتی بلکہ براہ راست یا بالواسطہ اس کی مخالفت ہی نکلتی ہے۔ وَأَمَّا مَتْعَةُ النِّسَاءِ فَهِيَ مِنْ غَرَائِبِ الشَّرِيعَةِ لَا تَهَا ابِيحَتْ فِي صَدْرِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ حُرِّمَتْ بَعْدَ ذَلِكَ اسْتَقَرَّ الْأَمْرُ عَلَى التَّحْرِيمِ (ابن عربی) وَالْأَنْكَحَةُ الَّتِي وَرَدَ النَّهْيُ فِيهَا أَرْبَعَةَ نِكَاحٍ مِنْهَا الْمَتْعَةُ (بدایہ المجتہد) تواترت الأخبار عن رسول الله ﷺ بتحريمه. (بدایہ المجتہد)

حدیث میں متعہ کی ممانعت:

سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حدیث نبوی میں اس کی صاف ممانعت آچکی ہے، مسلم میں ایک طویل حدیث سبرہ بن معبد جہنی سے نقل ہوئی ہے جس کے آخر میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي آذَنْتُ لَكُمْ فِي الْإِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَاءِ وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ حَرَّمَ ذَلِكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْئٌ فَلْيُخْلِ سَبِيلَهُ، وَلَا تَأْخُذُوا بِمَا اتَّيَمُّوهُنَّ شَيْئًا.

ترجمہ: اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دے رکھی تھی لیکن اب اللہ نے اس کو قیامت تک کے لیے حرام کر دیا ہے، سو جس کسی کا اس پر عمل ہو وہ اب اس سے باز آجائے اور جو کچھ تم نے ان عورتوں کو دیا ہے وہ ان سے واپس نہ لو۔

دوسری حدیثیں بھی بخاری و مسلم وغیرہ میں نقل ہوئی ہیں ان کا حاصل بھی حکم متعہ کی حرمت ہے اسی لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فتوائے جواز سے رجوع منقول ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما صح رجوعه الى قولهم (ہدایہ) قیل ابن عباس رضی اللہ عنہما رجوع عن ذلك (معالم) اب فقہائے اہل سنت کا حرمت متعہ پر اتفاق ہے اور ان کے تمام مفسرین نے اسی شق کو اختیار کیا ہے، اختلاف صرف فرقہ امامیہ (شیعہ) تک محدود رہ گیا ہے۔

بعض لوگوں کا یہ دعویٰ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آخر تک حلت متعہ کے قائل رہے صحیح نہیں امام ترمذی نے باب ماجاء فی نکاح المتعة کا باب قائم کر کے دو حدیثیں نقل کی ہیں۔

① عن علي بن ابي طالب أنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ مَتْعَةِ النِّسَاءِ وَ عَنْ لَحُومِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ

خَيْبَرٍ.

تَرْجَمَت: حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر عورتوں سے متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔

۲ یہ حدیث بھی امام ترمذی نے نقل کی ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال انما كانت المتعة في اول الاسلام حتى اذا نزلت الآية الا على ازواجهم او ما ملكت ايما نهم قال ابن عباس رضی اللہ عنہما فكل فرج سواهما فهو حرام۔

تَرْجَمَت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں متعہ اسلام کے عہد اول میں مشروع تھا یہاں تک کہ آیت کریمہ الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم، نازل ہوئی تو وہ منسوخ ہو گیا، اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ زوجہ شرعیہ اور مملوکہ کے علاوہ ہر طرح کی شرمگاہ سے استمتاع حرام ہے۔

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کچھ عرصہ تک متعہ کے جواز کے قائل رہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سمجھانے سے (جیسا کہ صحیح مسلم، ج: ۱، ص: ۴۵۲ پر ہے) اور آیت شریفہ الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم سے متنبہ ہو کر رجوع فرمایا جیسا کہ ترمذی کی روایت سے معلوم ہوا۔ (معارف)

قول فیصل در بارہ متعہ:

متعہ کے بارے میں قول فیصل محدث حازمی کا ہے جسے ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں نقل کیا ہے۔

حازمی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ کو ان لوگوں کے لئے جائز نہیں کیا جو کہ وہ اپنے وطن یا گھروں میں بیٹھے ہوں، آپ نے اسے صرف ضرورت ہی کے موقعوں پر جائز کیا ہے، اور آپ نے اپنی آخری عمر میں حجۃ الوداع کے موقع پر اسے ہمیشہ کے لئے حرام قرار دے دیا چنانچہ اس بارے میں ائمہ اور ملک کے علماء میں سے کسی کو بھی اختلاف نہیں بجز شیعوں کے ایک فرقہ کے۔

(ماجدی)

نکاح کا اصل مقصد:

نکاح کا اہم مقصد حصول اولاد اور نسل انسانی کی بقا ہوتی ہے نہ کہ محض شہوت رانی، اسی لئے قرآن مجید نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ قید نکاح میں لائیکا مقصد عفت و عصمت کا حصار فراہم کرنا ہونہ کہ محض مستی نکالنا، اور متعہ مذکورہ باتوں سے خالی ہوتا ہے، متعہ چونکہ ایک محدود وقت کے لئے کیا جاتا ہے اس لئے نہ اس سے حصول اولاد مقصود ہوتی ہے اور نہ گھربسانا اور نہ عفت و عصمت

اور یہی وجہ ہے کہ فریق مخالف اس کو زوجہ وارث قرار نہیں دیتا اور نہ اس کو ازواج معروفہ کی گنتی میں شمار کرتا ہے، چونکہ مقصد قضاء شہوت ہوتا ہے اس لئے مرد اور عورت نئے نئے جوڑے تلاش کرتے رہتے ہیں اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ متعہ عفت و عصمت کا ضامن نہیں ہے بلکہ دشمن ہے۔

قرآن کریم نے محرمات کا ذکر کرنے کے بعد یوں فرمایا ہے کہ ان کے علاوہ اپنے اموال کے ذریعہ حلال عورتیں تلاش کرو اس حال میں کہ پانی بہانا یعنی محض مستی نکالنا اور شہوت رانی کرنا ہی مقصد نہ ہو۔

متعہ ایک ہنگامی ضرورت تھی:

تاریخی روایتوں اور حدیثوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنگ یا طویل سفر کے موقع پر عقد موقت یا عارضی نکاح کی یہ اجازت محض سپاہیوں کے لئے ہنگامی اور وقتی ضرورت کے پیش نظر ایک باریا چند باردی گئی تھی اور بعض صحابہ ایک عرصہ تک اسی خیال میں رہے، باقی مستقل حکم عدم جواز ہی کا ہے (ماجدی) اسی کی تائید عبداللہ بن مسعود کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس کی بخاری اور مسلم دونوں میں نقل ہوئی ہے۔

كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْسَ مَعَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا أَلَا نَخْتَصِمُ فَنَهَا نَا عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا إِنْ نَسْتَمْتِعَ
تَرْجُمہ: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں تھے اور بیویاں ہمارے ہمراہ نہ تھیں تو ہم لوگوں نے کہا کہ ہم خود کو خسی
کرا لیں تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا اور ہمارے لئے متعہ کی اجازت دیدی۔

اور مندرجہ ذیل روایت بھی سلمۃ بن اکوع کے حوالہ سے صحیحین میں نقل ہوئی ہے۔

رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ أُوطَاسٍ فِي الْمُتْعَةِ ثَلَاثًا ثُمَّ نَهَى عَنْهَا.

تَرْجُمہ: رسول اللہ ﷺ نے غزوہ اوطاس کے سال متعہ کی اجازت تین رات دیدی تھی مگر اس کے بعد اس کی ممانعت کردی۔

مُسْتَمْتِعًا: متعہ کی طرح نکاح موقت بھی حرام ہے صرف لفظ نکاح کا فرق ہے۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَا ضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِضَةِ، اس کا مطلب یہ ہے کہ باہمی رضامندی سے مہر مقرر کرنے کے بعد اس میں دونوں فریقوں کی رضامندی سے کمی بیشی ہو سکتی ہے، بیوی اگر چاہے تو پورا یا کچھ حصہ معاف کر سکتی ہے اور شوہر کے لئے بھی جائز ہے کہ مقرر کردہ مقدار سے زیادہ دیدے۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ (الایہ) سابق میں نکاح کے احکام کا بیان تھا، اس لئے اسی کے ذیل میں اب شرعی لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنے کا ذکر شروع ہوا، اسی کے ضمن میں باندی اور غلام کی حد زنا کا بھی حکم بیان کر دیا کہ ان کی حد آزاد کی نصف ہوتی ہے۔

طَوُّ، قدرت اور غناء کو کہتے ہیں آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس کو آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی قدرت نہ ہو تو مومن باندیوں سے نکاح کر سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جہاں تک ہو سکے آزاد عورت سے نکاح کرنا چاہئے اگر باندی سے نکاح کرنا پڑ ہی جائے تو باندی مومنہ ہو۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مسلک ہے کہ آزاد عورت پر قدرت ہوتے ہوئے باندی یا کتابیہ سے نکاح مکروہ ہے۔ دیگر ائمہ مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آزاد پر قدرت کے باوجود باندی سے نکاح حرام ہے اسی طرح کتابیہ باندی سے نکاح بالکل جائز نہیں۔ (معارف)

فَانْكِحُوهُنَّ بِأَذْنِ أَهْلِهِنَّ وَأَنَّهُنَّ أَجُورُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، (یعنی) باندیوں سے نکاح ان کے مالکوں کی اجازت سے کرو اگر وہ اجازت نہ دیں تو نکاح صحیح نہ ہوگا اسلئے کہ باندی کو خود اپنے اوپر ولایت حاصل نہیں ہوتی یہی حکم غلام کا بھی ہے کہ وہ اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتا۔ پھر فرمایا کہ باندیوں کا مہر خوبی کے ساتھ ادا کر دو باندی سمجھ کر ٹال مٹول نہ کرو، امام مالک کے نزدیک زمرہ باندی کا حق ہے، دیگر ائمہ کے نزدیک زمرہ مالک کا حق ہے۔

مُحْصَنَاتٍ غَيْرِ مُسْفِطٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ یعنی مومن باندیوں سے نکاح کرو تا کہ وہ حصار نکاح میں محفوظ (محصنات) ہو کر رہیں آزاد شہوت رانی کرتی نہ پھریں اور نہ چوری چھپے آشنائیاں کریں، پھر بھی اگر وہ حصار نکاح میں محفوظ ہونے کے بعد بد چلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں کی ہے، اس سے غیر شادی شدہ آزاد عورتیں مراد ہیں ان کی سزا سو کوڑے ہیں، اور اگر شادی شدہ آزاد مرد یا عورت زنا کرے تو اس کی سزا رجم ہے رجم کی چونکہ تنصیف نہیں ہو سکتی اسلئے چاروں اماموں کے نزدیک حکم یہ ہے کہ غلام یا باندی خواہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ اگر ان سے زنا سرزد ہو جائے تو ان کی سزا پچاس کوڑے ہیں۔

ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ (الایہ) یعنی باندیوں سے نکاح کرنے کی اجازت ایسے لوگوں کے لئے ہے جو جوانی کے جذبات پر قابو رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں اور بدکاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو، اگر ایسا اندیشہ نہ ہو تو اس وقت تک صبر کرنا بہتر ہے جب تک کہ کسی آزاد خاندانی عورت سے شادی کے قابل نہ ہو جائیں۔

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَجْمَعًا وَيُطَهِّرَ الْبَاطِلَ وَيُزَكِّيَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ النَّهْوَةَ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ فِيمَا ذُبِرَ لَكُمْ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۚ كَرَّرَ لِيُبَيِّنَ عَلَيْهِ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ النَّهْوَةَ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَالنِّسَاءُ وَالْمَجْسُوسُ أَوْ الرِّزَاةُ ۚ أَنْ تَمْلِكُوا مِلًّا عَظِيمًا ۝ تَعَدَّلُوا عَنِ الْحَقِّ بِإِزْتِكَابٍ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ فَتَكُونُوا مِثْلَهُمْ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ فَيَسْهَلْ عَلَيْكُمْ أَحْكَامُ الشَّرْعِ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ۝ لَا يَضُرُّ عَنِ النِّسَاءِ وَالشَّهَوَاتِ ۚ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ بِالْحَرَامِ فِي الشَّرْعِ كَالرِّبَا

وَالْغَضَبُ إِلَّا لَنْ أَنْ تَكُونَ تَقَعُ حَجَازَةً وَفِي قِرَاءَةِ بِالنَّصْبِ أَنْ تَكُونَ الْأَمْوَالُ أَمْوَالُ تِجَارَةٍ صَادِرَةٌ
عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَطَيْبِ نَفْسٍ فَلَكُمْ أَنْ تَأْكُلُوهَا وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ بِإِزْتِكَابٍ مَا يُؤَدِّي إِلَى هَلَاكِهَا أَيَّا
كَانَ فِي الدُّنْيَا أَوِ الْآخِرَةِ بِقَرِينَةٍ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝۱۰ فِي مَنَعِهِ لَكُمْ مِنْ ذَلِكَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ أَى
مَنْهَى عَنْهُ عُدْوَانًا تَجَاوَزَ الْإِلْحَالَ حَالٍ وَظُلْمًا تَاكِيدٌ هُوَ نُصْلِيهِ نَدْخِلُهُ نَارًا يَحْتَرِقُ فِيهَا
وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝۱۱ هَٰذَا لَنْ تَجْتَنِبُوا كِبَارًا مِمَّا تَنْهَوْنَ عَنْهُ وَهِيَ مَسَاوِرَةٌ عَلَيْهَا وَعَيْدٌ كَالْقَتْلِ وَالزَّوْنَا
وَالسَّرِقَةِ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ هِيَ إِلَى السَّبْعِمِائَةِ أَقْرَبُ تَكْفِيرُ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ الصَّغَائِرُ
بِالطَّاعَاتِ وَنَذِخْلَكُمْ مَدْخَلًا بِضَمِّ الْمِيمِ وَفَتْحِهَا أَى إِذَا خَلَا أَوْ مَوْضِعًا كَرِيمًا ۝۱۲ هُوَ الْجَنَّةُ
وَلَا تَتَمَتَّعُوا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْ جِهَةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَعَلَّ الْيُودِيَّ إِلَى التَّحَاسُدِ وَالتَّبَاغُضِ
لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا بِسَبَبٍ مَا عَمِلُوا مِنَ الْجِهَادِ وَغَيْرِهِ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ مِنْ طَاعَةٍ
أَزْوَاجَهُنَّ وَحِفْظِ فُرُوجِهِنَّ نَزَلَتْ لَمَّا قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ لَيْتَنَّا كُنَّا رِجَالًا فَجَاهِدْنَا وَكَانَ لَنَا مِثْلُ أَجْرِ الرِّجَالِ
وَأَسْأَلُوا بِهَمْزَةٍ وَذُونَهَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ مَا اخْتَجْتُمْ إِلَيْهِ يُعْطِيَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝۱۳ وَمِنْهُ مَحَلُّ
الْفَضْلِ وَسُؤَالِكُمْ وَلِكُلِّ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ جَعَلْنَا مَوَالِيَّ أَى عَصَبَةٌ يُعْطُونَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ
لَهُمْ مِنَ الْمَالِ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ بِالْأَيْدِ وَذُونَهَا أَيْمَانُكُمْ جَمْعُ يَمِينٍ بِمَعْنَى الْقَسَمِ أَوِ الْيَدِ أَى الْخُلَفَاءُ الَّذِينَ
عَاهَدْتُمُوهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عَلَى النُّصْرَةِ وَالْإِزْتِ فَاتَّوَهُمُ الْآنَ نَصِيبُهُمْ حَظُّهُمْ مِنَ الْمِيرَاثِ
وَهُوَ السُّدُسُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝۱۴ مُطْلَعًا وَمِنْهُ حَالُكُمْ وَهُوَ مَنْشُوخٌ بِقَوْلِهِ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ
بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے لئے تمہارے دین کے احکام اور تمہارے معاملہ کی مصلحتیں خوب کھول کھول کر بیان کرے، اور تم کو تم سے پہلے لوگوں انبیاء کے حلال و حرام میں حالات (طریقے) بتا دے تاکہ تم ان کی اتباع کرو (اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے) کہ تم کو ان معصیوں سے کہ جن پر تم تھے اپنی طاعت کی طرف پھیر دے اللہ تمہارے حالات کا جاننے والا اور جو نظم اس نے تمہارے لئے قائم کیا ہے اس میں باحکمت ہے اور اللہ کو منظور ہے کہ تمہارے حال پر توجہ فرمائے اس (جملہ کو) مکرر لایا ہے تاکہ مابعد کو اس پر مبنی کیا جائے، اور جو لوگ خواہشات کے بندے ہیں یعنی یہود اور نصاریٰ اور مجوس اور زنا کار وہ چاہتے ہیں کہ حرام چیزوں کا ارتکاب کرا کے تم کو حق سے پوری طرح برگشتہ کر دیں، اور اللہ کو منظور ہے کہ تمہارے ساتھ تخفیف کرے کہ تمہارے لئے احکام شرع آسان کر دے۔ اور انسان تو کمزور پیدا کیا گیا ہے کہ عورتوں اور شہوتوں سے صبر نہیں کر سکتا، اے ایمان والو تم آپس میں ایک دوسرے کا مال شرعاً حرام طریقہ سے مثلاً سود اور غصب کے طریقہ سے مت کھاؤ ہاں البتہ اگر

کوئی تجارت تمہاری باہمی رضامندی سے ہو جائے (تو کھا سکتے ہو) اور ایک قراءت میں (تجارت) کے نصب کے ساتھ ہے یعنی اموال تجارت یعنی آپسی رضامندی اور خوش دلی کے ساتھ وجود میں آئے تو تم کو اس کے کھانے کی اجازت ہے۔ ہلاک ہونے والی چیز کا ارتکاب کر کے خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو وہ ہلاکت خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں (ان اللہ کان بکمر حیمًا) کے قرینہ کی وجہ سے بے شک اللہ تمہارے حق میں بڑا مہربان ہے تم کو اس ہلاکت سے منع کرنے کی وجہ سے، اور جو کوئی ممنوع کا ارتکاب کرے گا حلال کو ترک کر کے (تجاوذا) حال ہے اور بطور ظلم کے یہ تاکید ہے تو ہم اس کو عنقریب آگ میں ڈالیں گے کہ اس میں جلتا رہے گا، اور یہ اللہ کے لئے آسان ہے اور اگر تم ان بڑے گناہوں کے کاموں سے جن سے تم کو منع کیا گیا ہے بچتے رہے اور بڑے گناہ وہ ہیں جن پر وعید وارد ہوئی ہے مثلاً قتل، زنا، چوری، اور ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ سات سو کے قریب ہیں، ہم تمہارے چھوٹے گناہوں کو طاعت کے صلہ میں معاف کر دیں گے اور تمہیں ایک معزز مقام میں کہ وہ جنت ہے داخل کریں گے (مذخلًا) میم کے ضمہ اور فتح کے ساتھ داخل کرنا اور مقام دخول۔ اور تم ایسی چیز کی تمنا نہ کرو جس میں اللہ نے بعض کو بعض پر دنیا اور دین کی بہت سی فضیلت دے رکھی ہے تاکہ آپس میں حسد اور بغض پیدا نہ ہو۔ مردوں کے لئے ان کے اعمال کا ثواب ہے جو انہوں نے جہاد وغیرہ کی صورت میں کئے ہیں اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال کا ثواب ہے جو انہوں نے اپنے شوہروں کی فرمانبرداری اور اپنی ناموس کی حفاظت کی صورت میں کئے ہیں (یہ آیت) اس وقت نازل ہوئی جب حضرت ام سلمہ نے تمنا کی کہ کاش ہم مرد ہوتے تو ہم جہاد کرتے اور ہم کو بھی مردوں کے مانند اجر ملتا، اور اللہ سے اس کا فضل طلب کرو ہمزہ اور بدون ہمزہ کے، جس کے تم محتاج ہو گے وہ تم کو دے گا بے شک اللہ ہر چیز سے بخوبی واقف ہے ان ہی میں محل فضل اور تمہارا سوال بھی ہے اور جو مال والدین اور اقرباء ان کے لئے چھوڑ جائیں ہم نے اس کے لئے وارث مقرر کر دیئے ہیں جن کو وہ مال دیا جائیگا، اور جن لوگوں سے تمہارے عہد و پیمان ہو چکے ہیں تو ان کو اب میراث کا حصہ دیدو اور وہ چھٹا حصہ ہے۔ ایمان، یمین کی جمع ہے یعنی قسم یا عہد یعنی تمہارے وہ حلفاء کہ جن سے تم نے زمانہ جاہلیت میں نصرت اور ارث پر معاہدہ کیا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر مطلع ہے اور ان ہی میں تمہارا حال بھی ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول ”وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ“ سے منسوخ ہے۔

حَقِيقُ تَرْكِیْبِ تَسْمِیْلِ تَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ، لِيُبَيِّنَ، يُرِيدُ کا مفعول بہ ہے اور لام زائدہ برائے تاکید ہے۔
 قَوْلُهُ: شَرَائِعَ دِينِكُمْ، شَرَائِع، کے مقدر ماننے میں اشارہ ہے کہ لِيُبَيِّنَ کا مفعول محذوف ہے۔
 قَوْلُهُ: يَرْجِعُ بِكُمْ عَنِ الْمَعْصِيَةِ، يَرِيدُ کی تفسیر بر جمع سے کرنے کا مقصد ایک سوال کا جواب ہے۔
 سَيَأْتِي: توبہ قبول کرنے کا مقصد ہوتا ہے معصیت سے درگزر کرنا اور معصیت شریعت کے وارد ہونے کے بعد ہوتی ہے اور

شریعت ابھی وارد ہوئی نہیں، اسلئے کہ سابق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ تمہارے لئے شریعت بیان کرنا چاہتا ہے، لہذا جب ابھی شریعت وارد نہیں ہوئی تو شریعت کی خلاف ورزی بھی نہیں ہوئی اور جب خلاف ورزی نہیں ہوئی تو معصیت بھی نہیں ہوئی اور جب معصیت نہیں ہوئی تو توبہ قبول کرنے کے کوئی معنی نہیں۔

جواب: مفسر علام نے یتوب کی تفسیر بَرَّج سے کر کے مذکورہ سوال کے جواب ہی کی جانب اشارہ کیا ہے، جواب کا حاصل یہ ہے کہ یتوب کا مطلب ہے یوجع، باز رکھے اور تم کو جابلی طور طریقوں سے پھیر دے۔

قَوْلُهُ: تَكُونُ کی تفسیر تَقَع سے کر کے اشارہ کر دیا کہ کَانَ تامہ ہے اور تجارة نصب کے ساتھ بھی ہے اس صورت میں کَانَ ناقصہ ہوگا اور اس کا اسم محذوف ہوگا اور تجارة اس کی خبر ہوگی، تقدیر عبارت یہ ہوگی، اَلَا اَنْ تَكُونَ التَّجَارَةُ تَجَارَةً، اَلَا اَنْ تَكُونَ مَشْتَقًّیٰ مُنْقَطَعٌ ہے اسلئے کہ مشتق منہ جو کہ اموال ہے مشتق یعنی تجارة کی جنس سے نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: اَمْوَالِ التَّجَارَةِ لفظ اموال کا اضافہ کان کو ناقصہ ماننے کی صورت میں ہوگا، اور اس اضافہ کا مقصد کان کے اسم پر اس کی خبر کے حمل کو درست قرار دینا ہوگا، ورنہ تو مطلب یہ ہوگا کہ تم اپنے مالوں کو نہ کھاؤ مگر یہ کہ وہ تجارت ہوں حالانکہ تجارت کھانے کی چیز نہیں ہوتی۔

قَوْلُهُ: صَادِرَةٌ، اس اضافہ کا مقصد ایک سوال کا جواب ہے۔

سُئِلَ: تِجَارَةٌ کا صلہ عن نہیں استعمال ہوتا بلکہ بَاء استعمال ہوتا ہے؟

جواب: عَنْ، تِجَارَةٌ کا صلہ نہیں ہے بلکہ صادرة مقدر کا صلہ ہے لہذا کوئی اشکال نہیں۔

قَوْلُهُ: بِقَرِينَةٍ اس اضافہ کا مقصد ان لوگوں پر رد ہے جو ہلاکت صرف قتل ہی کو مانتے ہیں حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ ہلاکت عام ہے دنیوی ہو یا اخروی خواہ قتل نفس کی صورت میں ہو یا ارتکاب معصیت کی صورت میں خواہ حسی ہو یا معنوی، اور اس عموم کا قرینہ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُم رَحِيْمًا، ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت دنیا اور آخرت دونوں کے لئے عام ہے نہ کے بعض قسم کی ہلاکتوں کے ساتھ خاص ہے۔

قَوْلُهُ: هِيَ اِلَى سَبْعِمِائَةٍ اَقْرَبُ یعنی کبار کی تعداد سات سو کے قریب ہے (مگر ستر کا قول اقرب الی الصحتہ ہے)۔

تَفْسِيْرُ وَتَشْرِیْحُ

رابط آیات:

سورت کے آغاز سے یہاں تک بلکہ سورہ بقرہ میں مسائل و معاشرت کے تعلق سے جو ہدایات دی جا چکی ہیں ان سب کی طرف مجموعی اشارہ کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ یہ معاشرت، اخلاق و تمدن کے وہ قوانین ہیں جن پر قدیم ترین زمانہ سے ہر دور کے انبیاء اور ان کے صالح پیروکار عمل کرتے چلے آئے ہیں۔

ان آیتوں میں اللہ جل شانہ اپنا انعام واحسان جتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان احکام کی مشروعیت میں تمہارے ہی منافع ومصالح کی رعایت رکھی گئی ہے اگرچہ تم اس کی تفصیل کو نہ سمجھو، اس کے بعد ان احکام پر عمل کرنے کی ترغیب ہے، اور گمراہ لوگوں کے ناپاک ارادوں پر متنبہ کیا گیا ہے کہ یہ لوگ تمہارے بدخواہ ہیں جو تمہارے ہی خواہ بن کر آئے ہیں۔

جو لوگ قبیح شہوات ہیں وہ تم کو بھی راہ حق سے ہٹا کر گمراہ کرنا چاہتے ہیں تم ان سے ہوشیار رہنا، بعض مذہبوں میں اپنی محرم عورتوں سے بھی نکاح کر لینا درست ہے، اور بعض ملحدین تو اس دور میں قید نکاح کو بھی ختم کر دینے کے حق میں ہیں، اور بعض ممالک میں تو عورت کو متاع مشترک قرار دیئے جانے کی باتیں ہو رہی ہیں، ایسی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جو سراپا نفس کے بندے اور خواہش کے غلام ہیں، اسلام کا کلمہ پڑھنے والے بعض ضعیف الایمان لوگ جو ان ملحدوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں ان کی باتوں میں آکر اپنے دین کو فرسودہ خیال کرنے لگتے ہیں، اور ملحدین کی باتوں کو انسانیت کی ترقی سمجھتے ہیں اور نادانستہ طور پر ماڈرن نظریات کے حامی ہو جاتے ہیں اور اس خام خیالی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ کاش ہمارا دین بھی اس کی اجازت دیتا۔

(العیاذ باللہ)

یرید اللہ ان یخفف عنکم، یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری تکلیف ومشقت کے پیش نظر تمہارے لئے ہلکے احکام کا ارادہ فرماتے ہیں اسی لئے نکاح کے بارے میں ایسے نرم احکام دیئے ہیں جن پر عمل کرنا آسان ہو انسان چونکہ خلقی طور پر ضعیف ہے، اسلئے کہ نفس، خواہش شہوات اسکے اندر خلقت موجود ہے، اسی کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے آسانیاں رکھی ہیں۔

طرفین کی رضامندی سے طے کرنے کا اختیار دیدیا، اور ضرورت کے وقت ایک سے زائد عورتوں سے نکاح کی بھی اجازت دیدی بشرطیکہ دامن عدل ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالِکُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ، اے ایمان والو اپنے آپس کے مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ، باطل میں دھوکہ، فریب، جعل سازی، ملاوٹ کے علاوہ تمام وہ کاروبار بھی شامل ہیں جن سے شریعت نے منع فرمایا ہے، جیسے قمار، ربا وغیرہ اسی طرح ممنوع اور حرام چیزوں کا کاروبار کرنا بھی باطل میں شامل ہے مثلاً بلا ضرورت فوٹو گرافی، ویڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو فلمیں اور فحش کیتشیں وغیرہ ان کا بنانا، بیچنا، مرمت کرنا سب ناجائز ہے۔

اَلَا اِنَّ تَکُوْنُ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْکُمْ، دوسروں کا جو مال باہمی رضامندی سے کھایا جائے خواہ تجارت کی صورت میں ہو یا اور دیگر کسی طریقہ سے، سب معاش کے طریقوں میں تجارت چونکہ افضل طریقہ ہے اسی لئے بطور خاص تجارت کا ذکر کیا ہے ورنہ ہدیہ بہ ملازمت، اجرت وغیرہ سب حلال مال میں داخل ہیں۔

حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے حلال وطیب مال کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا، عمل الرجل بیدہ وکل بیع مبرور، رواہ احمد والحاکم حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهداء (ترمذی) سچا تاجر جو امانتدار ہو وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، التاجر الصدوق تحت ظل العرش يوم القيامة.

(رواہ الاصبہانی، ترغیب)

ولا تقتلوا انفسکم، اس کے معنی ہیں تم خود کو قتل نہ کرو، اس میں باتفاق مفسرین خودکشی داخل ہے اور ناحق دوسروں کا قتل بھی، اور ارتکاب معصیت بھی جو دنیوی اور اخروی ہلاکت کا باعث ہے۔

اِنْ تَجَنَّبُوا کِبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نَکْفِرْ عَنْکُمْ سَيِّئَاتِکُمْ (الایۃ) کبیرہ گناہ کی تعریف میں علماء کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک وہ گناہ کبیرہ ہے جس پر حد مقرر ہے، بعض کے نزدیک وہ ہے جس پر قرآن یا حدیث میں سخت وعید یا لعنت آئی ہے یا جس پر جہنم کی وعید آئی ہو۔

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی دو قسمیں ہیں کبیرہ اور صغیرہ۔ اگر کوئی شخص ہمت کر کے کبیرہ گناہ سے بچ جائے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کے صغیرہ گناہوں کو وہ خود معاف فرمادیں گے، فرائض و واجبات کا ترک بھی کبائر میں داخل ہے۔

اعمال صالحہ صغائر کا کفارہ ہو جاتے ہیں:

کفارہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اعمال صالحہ کو صغیرہ گناہوں کا کفارہ بنا کر اس کا حساب بے باق کر دیں گے، مگر گناہ کبیرہ صرف توبہ ہی سے معاف ہوتے ہیں۔

کبیرہ گناہوں کی تعداد:

کبیرہ گناہوں کی تعداد میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابن حجر مکی نے اپنی کتاب ”الزواجر“ میں ان تمام گناہوں کی فہرست اور ہر ایک کی مکمل تشریح بیان فرمائی ہے، جو مذکورۃ الصدق تعریف کی رو سے کبائر ہیں، ان کی اس کتاب میں کبائر کی تعداد چار سو ستر سٹھ تک پہنچی ہے ابن حجر کے علاوہ دیگر علماء نے بھی اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں، مثلاً ”الکبائر للذهبی“ الزواجر عن اقتراف الكبائر للہیثمی وغیرہ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے کسی نے کبیرہ گناہوں کی تعداد سات بتلائی تو آپ نے فرمایا سات نہیں سات سو کہا جائے تو مناسب ہے، مذکورہ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جس نے گناہ کے بڑے ابواب شمار کرنے پر اکتفاء کیا ہے تو تعداد کم لکھی ہے اور جس نے ان کی تفصیلات و انواع و اقسام کو پورا لکھا ہے تو اس کے نزدیک تعداد زیادہ ہو گئی، اسلئے اس میں کوئی تعارض نہیں ہے آپ ﷺ نے بھی مختلف مقامات پر کبائر کو بیان فرمایا ہے، حالات کی مناسبت سے کہیں تین اور کہیں چھ اور کہیں سات اور کہیں اس سے بھی زیادہ بیان فرمائے، اس لئے علماء امت نے یہ سمجھا ہے کہ کسی تعداد میں انحصار مقصود نہیں ہے۔

گناہ کبیرہ کے بارے میں معتزلہ اور اہل سنت کا اختلاف:

معتزلہ اور ان کے موافقین نے مذکورہ آیت کے مضمون سے یہ سمجھ لیا ہے کہ اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے یعنی کبیرہ گناہ ایک بھی نہ کرو گے تو پھر صغائر خواہ کتنے بھی ہوں ضرور معاف کر دیئے جائیں گے، اور اگر صغائر کے ساتھ کبیرہ ایک بھی شامل ہو گیا تو اب معافی ممکن نہیں سزا ضرور ملے گی، اور اہل سنت کہتے ہیں کہ مذکورہ دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کو معافی اور مواخذہ کا اختیار بدستور حاصل ہے، اول صورت میں معافی کا لازم ہونا اور دوسری صورت میں مواخذہ کو واجب سمجھنا معتزلہ کی کم فہمی ہے، گو اس آیت کے ظاہری الفاظ سے سرسری طور پر معتزلہ کا مذہب رائج معلوم ہوتا ہے، اس کا جواب کسی نے تو یہ دیا ہے کہ انتفاء شرط سے انتفاء مشروط کوئی ضروری امر ہرگز نہیں، اور کسی نے یہ جواب دیا ہے کہ آیت میں مذکور کبائر سے اکبر الکبائر یعنی شرک مراد ہے، اور کبائر کو لفظ جمع کے ساتھ لانا شرک کی مختلف انواع کے اعتبار سے ہے۔

معتزلہ کا اصل جواب:

یہ تو ظاہر ہے کہ ارشاد خداوندی ”إِنْ تَجْتَنِبُوا كِبَائِرَ مَا تَنْهَوْنَ عَنْهُ نَكْفُرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ“ جو یہاں مذکور ہے اور آیت والذین یجتنبون کبائر الاثم والفوا حشاً الا اللہم جو سورہ نجم میں مذکور ہے ان دونوں ارشادوں کا مدعا ایک ہے صرف لفظوں میں قدرے فرق ہے لہذا جو مطلب ایک آیت کا ہوگا وہی دوسری کا لیا جائے گا، سورہ نجم کی آیت کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس کا ارشاد بخاری وغیرہ کتب حدیث میں صاف موجود ہے عن ابن عباس قال ما رأيتُ شيئاً أشبهه بالسلم مما قال ابو هريرة عن النبي ﷺ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزَّانَا اِدْرَاكَ ذَلِكَ لَا مُحَالَةَ فزنا العين النظر وزنا اللسان المنطق والنفس تمنى وتشتهى والفرج يصدق ذلك ويكذب به، اس حدیث سے مذکورہ دونوں آیتوں کی حقیقی مراد معلوم ہوگئی، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لم اور علیٰ هذا القیاس سیئات دونوں کا مفہوم ایک ہے، حضرت ابن عباس نے جو نکتہ اور جوابات اس سے نکالیے وہ ایسی عجیب اور مدلل ہیں کہ جس سے دونوں آیتوں کا مضمون محقق ہو گیا، اور اسی سے معتزلہ کا جواب بھی ہو گیا، جس کی وضاحت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ سورہ نجم کی آیت میں جو لم، فرمایا اس کے معنی کی تعین کے متعلق حدیث ابو ہریرہ سے بہتر کوئی چیز نہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے ذمہ جو زنا کا حصہ مقرر فرمایا ہے وہ اس کو ضرور مل کر رہے گا سو فعل زنا میں آنکھ کا حصہ دیکھنا ہے اور زبان کا حصہ باتیں کرنا ہے یعنی ایسی باتیں کرنا کہ جو زنا کے مقدمات اور اسباب ہیں، اور نفس کا حصہ یہ ہے کہ زنا کی تمنا اور خواہش کرے، لیکن فعل زنا کا تحقق یا بطلان دراصل شرمگاہ پر موقوف ہے یعنی اگر شرمگاہ سے زنا کا صدور ہو گیا تو آنکھ زبان اور دل سب کا زنا متحقق ہو جائیگا، اور اگر باوجود جملہ اسباب و مقدمات کے شرمگاہ سے فعل کا صدور نہ ہوا بلکہ زنا سے توبہ واجتناب نصیب ہو گیا تو اب تمام وسائل زنا کہ جو فی نفسہ مباح تھے فقط زنا کی تبعیت کے باعث گناہ قرار

دیئے گئے تھے وہ سب کے سب لائق مغفرت ہو گئے یعنی ان کا زنا ہونا باطل ہو گیا، یعنی ان کا قلب ماہیت ہو کر بجائے گناہ کے عبادت بن گئے اسلئے کہ فی نفسہ تو وہ اعمال نہ معصیت تھے اور نہ عبادت بلکہ مباح تھے اس لئے کہ وہ زنا کے لئے وسیلہ بنے تھے معصیت میں شمار ہو گئے تھے جب زنا کے لئے وسیلہ نہ رہے بلکہ زنا ہی بوجہ اجتناب معدوم ہو گیا تو اب ان وسائل کا زنا کے ذیل میں شمار ہونا اور ان کو معصیت قرار دینا انصاف کے صریح خلاف ہے، مثلاً ایک شخص چوری کے ارادہ سے مسجد میں گیا مگر مسجد میں پہنچ کر اس کو تنبیہ ہوا اور چوری سے توبہ عبادت کا ذریعہ بن گئی، اس حدیث ابوہریرہ کو سن کر حضرت ابن عباس سمجھ گئے کہ کم وہ باتیں ہیں کہ جو دراصل گناہ نہیں مگر گناہ کا سبب اور ذریعہ بن کر گناہ ہو جاتی ہیں، تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ بڑے گناہ سے تو بچتے ہیں البتہ، کم، کا صدور ہو جاتا ہے مگر بڑے اور اصلی گناہ کے صدور سے پہلے ہی وہ تائب ہو جاتے ہیں، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جیسے حدیث ابوہریرہ سے سورہ نجم کا مطلب سمجھ لیا ہم کو بھی چاہئے کہ وہی معنی ابن عباس کے ارشاد کے مطابق آیت سورہ نساء کے بے تکلف سمجھ لیں، جس کے بعد الحمد للہ نہ ہم کو اس کی ضرورت ہوگی کہ اس آیت کی توضیح میں گناہ کبیرہ کی مختلف تفسیریں نقل کریں، اور نہ معتزلہ کے استدلال کے جواب کا فکر ہوگا۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ (الابہ)

شان نزول:

ایک روز حضرت ام سلمہ نے عرض کیا کہ مرد جہاد میں حصہ لیتے ہیں اور شہادت حاصل کرتے ہیں، ہم عورتیں ان فضیلت والے کاموں سے محروم ہیں، ہماری میراث بھی مردوں سے نصف ہے (اخرجہ عبدالرزاق وسعيد بن منصور وعبد بن حميد والترمذی) اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے جو جسمانی طاقت و قوت اپنی حکمت کے مطابق عطا کی ہے جس کی بنیاد پر وہ جہاد بھی کرتے ہیں اور دیگر بیرونی کاموں میں حصہ بھی لیتے ہیں یہ ان کے لئے اللہ کا خاص عطیہ ہے ان کو دیکھ کر عورتوں کو مردانہ صلاحیت کے کام کرنے کی آرزو نہیں کرنی چاہئے البتہ اللہ کی اطاعت اور نیک کاموں میں خوب حصہ لینا چاہئے۔

ایک بڑی اہم اخلاقی ہدایت:

اس آیت میں ایک بڑی اہم اخلاقی ہدایت دی گئی ہے جسے اگر ملحوظ رکھا جائے تو اجتماعی زندگی میں انسان کو بڑا امن نصیب ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو یکساں نہیں بنایا بلکہ ان کے درمیان بے شمار حیثیتوں سے فرق رکھے ہیں جہاں انسان اس فرق کو نظر انداز کر کے اور اس کے فطری حدود سے بڑھا کر اپنے مصنوعی امتیازات کا اس پر اضافہ کرتا ہے وہاں ایک قسم کا فساد برپا ہوتا ہے، آدمی کی یہ ذہنیت کہ جسے کسی حیثیت سے اپنے مقابلہ میں بڑھا ہوا دیکھے بے چین ہو جائے، یہی اجتماعی زندگی میں رشک و حسد، رقابت و عداوت، مزاحمت و کشاکش کی جڑ ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو فضل اسے جائز طریقوں سے حاصل نہیں ہوتا تو وہ اسے ناجائز طریقوں سے حاصل کرنے پر اتر آتا ہے اللہ تعالیٰ اس آیت میں اسی ذہنیت سے بچنے کی تاکید فرما رہے

ہیں، مطلب یہ کہ جو فضل اس نے دوسروں کو دیا ہے اس کی تمنا نہ کرو البتہ فضل کی دعا کرو وہ اپنے فضل و حکمت سے جس فضل کو اپنے علم و حکمت سے تمہارے لئے مناسب سمجھے گا عطا فرما دے گا۔

ولکل جعلنا موالی مما ترك الوالدان (الآیہ) موالی مولی کی جمع ہے مولیٰ کے متعدد معنی ہیں دوست، آزاد کردہ غلام، آزاد کرنے والا، بچا زاد، پڑوسی، لیکن یہاں اس سے مراد ورثاء ہیں، مطلب یہ ہے کہ ہر مرد اور عورت جو کچھ چھوڑ جائے اس کے وارث ان کے والدین اور دیگر قریبی رشتہ دار ہوں گے، اس آیت کے محکم یا منسوخ ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، ابن جریر طبری اس کو غیر منسوخ مانتے ہیں اور ابن کثیر نیز دیگر مفسرین کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے۔

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ يُؤَدُّونَهُنَّ وَيَأْخُذُونَ عَلَى أَيْدِيهِنَّ يَمَاقِصُ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ
ای بتفضیلہ لہم علیہن بالعلم والعقل والولاية وغير ذلك وبما اتفقوا علیہن من اموالہم والصلحت
منہن فینتک مطیعات لازواجہن حفظت للعیب ای لفروجہن وغيرہا فی غیبہن ازواجہن یمکھظھن
اللہ حیث اوصی علیہن الأزواج والی التي تخافون نشوزهن عصیانہن لکم بان ظہرت اماراتہ فعضوھن
فخوفوھن من اللہ واهجروھن فی المصاحج اغتزلوا الی فراش الخران اظہرن النشوز واضربوھن ضربا
غیر مبرح ان لم یرجعن بالہجران فان اطعنکم فیما یراد منہن فلا تبعوا تطلبوا علیہن سبیلا
طریقا الی ضربہن ظلما ان اللہ کان علیا کثیرا فاحذروہ ان یعاقبکم ان ظلمتموھن وان خفتم
علیتھن شقاق خلافت بینہما بین الزوجین والإضافة للإتساع ای شقاقا بینہما فابعثوا الیہما
برضاہما حکما رجلا عدلا من اہلہ اقاربہ وحکما من اہلہا ویوکل الزوج حکمہ فی طلاق وقبول
عوض علیہ وتوکل ہی حکمہا فی الاختلاع فیجتہدان ویأمران الظالم بالرجوع أو یفرقان ان رأیاه قال
تعالی ان یریدا ای الحکمان اصلاحا یوفق اللہ بینہما بین الزوجین ای یقدرہما علی ماھو الطاعة من
اصلاح أو فران ان اللہ کان علیما بکل شیء خبیرا بالبواطن کالظواهر واعبدوا اللہ وجدوہ
ولا تشركوا بہ شیئا واحسنوا بالوالدین احسانا براولین جانب وبذی القربی القرابة والیتیمی والسکین
والجار ذی القربی القرب منک فی الجوار والنسب والجار الجنب البعید عنک فی الجوار والنسب
والصاحب بالجنب الرفیق فی سفر او صناعة وقیل الزوجة وابن السبیل المنقطع فی سفرہ
ومما ملکت ایمانکم من الارقاء ان اللہ لا یحب من کان مختالا متکبرا فخورا علی الناس بما اوتی الذین
مبتدا یمخلون بما یجب علیہم ویأمرون الناس بالمخل بہ ویکتمون ما اثم اللہ من فضیلہ من العلم
والمال وھم الیہود وخبر المبتدا لہم وعین شدید واخذنا الکفرین بذلک وبغیرہ عذابا مہینا ذل اہانہ

وَالَّذِينَ عَظِفَ عَلَى الَّذِينَ قَبْلَهُ يُنْفِقُونَ آمَوالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ مُرَائِينَ لَهُمْ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ
كَالْمُنَافِقِينَ وَأَهْلَ مَكَّةَ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا صَاحِبًا يَعْمَلُ بِأَمْرِ كَهُولًا فَسَاءَ بِئْسَ قَرِينًا ۝ هُوَ
وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا زَوَّجَهُمُ اللَّهُ أَىٰ أَيْ ضَرَّرَ عَلَيْهِمْ فِى ذَٰلِكَ وَالِاسْتِفْهَامُ
لِلْإِنْكَارِ وَلَوْ مُضْذَرِيَّةٌ أَىٰ لَا ضَرَرَ فِيهِ وَإِنَّمَا الضَّرَرُ فِيمَا هُمْ عَلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ۝ فَيَجَازِيهِمْ بِمَا عَمِلُوا
إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ أَحَدًا مِّثْقَالَ ذَرَّةٍ أَصْغَرَ نَمْلَةٍ بَآنٍ يَنْقُصُهَا مِنْ حَسَنَاتِهِ أَوْ يَزِيدُهَا فِى سَيِّئَاتِهِ وَلَنْ تَكُ
الذَّرَّةُ حَسَنَةً مِنْ مُّؤْمِنٍ وَفِى قِرَاءَةٍ بِالرَّفْعِ فَكَانَ ثَامَةً يُضَعِفُهَا مِنْ عَشْرِ إِلَى أَكْثَرٍ مِنْ سَبْعِمِائَةٍ وَفِى قِرَاءَةٍ
يُضَعِفُهَا بِالتَّشْدِيدِ وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ مِنْ عِنْدِهِ مَعَ الْمُضَاعَفَةِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ لَا يَقْدِرُهُ أَحَدٌ فَكَيْفَ حَالُ الْكُفَّارِ
إِذَا حُتِّمَ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدٌ يَشْهَدُ عَلَيْهَا بِعَمَلِهَا وَهُوَ نَبِيُّهَا وَحُتِّمَ يَا مُحَمَّدُ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدٌ ۝ يَوْمَ مِيزِ
يَوْمَ الْمَجِئِ يَوْمَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوْا الرَّسُولَ لَوْ أَىٰ أَنْ تُسَوَّىٰ بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ وَالْفَاعِلِ مَعَ حَذْفِ إِحْدَى
التَّائِينَ فِى الْأَصْلِ وَمَعَ إِذْغَابِهَا فِى السِّينِ أَىٰ تُتَسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ بَآنٍ يَكُونُوا تَرَابًا مِثْلَهَا لِعَظَمِ هَوْلِهِ
كَمَا فِى آيَةِ أُخْرَى وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَلَيْتَنِى كُنْتُ تَرَابًا وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ۝ عَمَّا عَمِلُوهُ وَفِى وَقْتِ الْآخِرِ
يَكْتُمُونَ وَاللَّهُ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ.

وَقِيلَ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا

فِى

ترجمہ: مرد عورتوں کے حاکم ہیں ان کی تادیب کرتے ہیں اور انکو (نا پسندیدہ باتوں سے) باز رکھتے ہیں، اس سبب سے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر علم میں اور عقل میں اور ولایت وغیرہ میں فضیلت دے کر اور اس سبب سے کہ مرد عورتوں پر اپنے مال خرچ کرتے ہیں پس نیک فرمانبردار عورتیں اپنے شوہروں کی اطاعت گزار خاوند کی عدم موجودگی میں بحفاظت الہی اپنی ناموس وغیرہ کی نگہداشت رکھنے والیاں ہیں اس طریقہ پر کہ شوہروں کو ان کی حفاظت کی تاکید فرمائی۔ اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں خوف ہو اس طریقہ پر کہ اس کی علامات ظاہر ہوں، تو انہیں نصیحت کرو یعنی ان کو اللہ سے ڈراؤ، اور ان کو بستروں میں (تہا) چھوڑ دو یعنی اگر وہ نافرمانی کا مظاہرہ کریں تو ان سے بستر الگ کر لو اگر وہ بستر الگ کرنے پر بھی باز نہ آئیں تو انہیں مار کی سزا دو جو (شدید) تکلیف دہ نہ ہو، اور اگر وہ ان سے تمہارے مقصود میں تمہاری اطاعت کریں تو پھر تم انکو ظلمنا زد کوکب کرنے کے بہانے مت تلاش کرو بے شک اللہ تعالیٰ بڑی بلندی اور بڑائی والا ہے لہذا تم اس کی سزا سے ڈرتے رہو، اگر تم عورتوں پر ظلم کرو گے اور اگر تمہیں خاوند اور بیوی کے درمیان کشمکش (آن بن) کا اندیشہ ہو (شفاق بینہما) کے درمیان اضافت بطور اتساع ہے (اصل میں) شفاقاً بینہما ہے۔ تو ایک منصف، مرد والوں میں سے اور ایک منصف، عورت والوں میں سے ان کی رضامندی سے ان کے پاس بھیجو، اور شوہر اپنے منصف کو طلاق اور (طلاق پر) قبول عوض کا اختیار دیدے، اور بیوی اپنے منصف کو خلع کا اختیار دیدے پھر دونوں (حکم، اصلاح) کی کوشش کریں، اور ظالم کو ظلم سے باز آنے کا حکم کریں، یا اگر مناسب سمجھیں تو ان کے درمیان

جدائی کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور اگر دونوں حکم صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ زو جین کے درمیان موافقت کرادیں گے، بایں طور کہ صلح یا فراق میں سے جو کہ طاعت ہے اس کی ان کو قدرت دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے باخبر ہے یعنی مخفی چیزوں سے ظاہر چیزوں کے مانند باخبر ہے۔

اللہ وَحْدَهُ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو (یعنی) ان کے ساتھ نیکی اور فروتنی سے پیش آؤ، اور قرابت داروں کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں اور پاس والے پڑوسیوں یعنی جو تم سے پڑوس میں یا نسب میں قریب ہیں کے ساتھ اور دور والے پڑوسی کے ساتھ یعنی جو تم سے پڑوس یا نسب میں دور ہوں اور ہم مجلس کے ساتھ یعنی جو ہم سفر یا ہم پیشہ ہو اور کہا گیا ہے کہ مراد بیوی ہے، اور مسافر کے ساتھ جو سفر جاری رکھنے سے عاجز ہو گیا ہو، اور ان کے ساتھ جو تمہاری ملکیت میں ہیں (غلام اور باندیاں) یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کر نیوالوں اور مال وغیرہ جو انکو عطا کیا ہے اس کی وجہ سے دوسروں پریشانی خوروں کو پسند نہیں کرتا اور جو لوگ واجبات میں بخیلی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخیلی کرنے کو کہتے ہیں اَلْاِیْمٰنِ مبتداء ہے، اور اللہ تعالیٰ نے جو ان کو اپنے فضل سے علم و مال وغیرہ عطا کیا ہے اس کو چھپا لیتے ہیں اور وہ یہود ہیں، اور مبتداء کی خبر لُھْم وَعِیْدٌ شدید، ہے اور کافروں کے لئے ہم نے اس کی وجہ سے اور اس کے علاوہ کی وجہ سے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اپنا مال لوگوں کو دکھانے کیلئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے جیسا کہ منافقین اور اہل مکہ اور جس کا رفیق شیطان ہو تو وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے جیسا کہ یہ لوگ ہیں۔ تو وہ بدترین رفیق ہے۔ بھلا ان کا کیا نقصان تھا اگر یہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے اور اللہ نے جو ان کو دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے یعنی اس میں کوئی نقصان نہیں تھا۔ بلکہ نقصان اس میں ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ اللہ انہیں خوب جانتا ہے لہذا ان کے اعمال کی جزاء ان کو دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر (یعنی) صغیر ترین چوٹی کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا بایں طور کہ اس کی نیکیاں کم کر دے یا اس کے گناہوں میں اضافہ کر دے اور اگر مومن کی نیکی (ایک) ذرہ کے برابر ہو تو اسے دس گنے سے سات سو گنے سے بھی زیادہ بڑھا دیتا ہے۔ اور ایک قراءت میں حسنہ نفع کے ساتھ ہے تو اس صورت میں تَلْکُ، تامہ ہوگا اور ایک قراءت میں 'یُضَعِّفُهَا' تشدید کے ساتھ ہے، اور خاص اپنی رحمت سے مضاعفہ کے علاوہ بہت بڑا اجر دیتا ہے کہ اس پر کسی کو قدرت حاصل نہیں، پس کفار کا کیا حال ہوگا؟ کہ جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے کہ وہ ان پر ان کے عمل کی شہادت دے گا اور وہ اس امت کا نبی ہوگا، اور آپ کو لانے کے دن اے محمد ہم ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے (یومئذ سے یوم المبعیٰ مراد ہے) جس روز کافر اور رسول کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش! ان کو زمین کے ہموار کر دیا جاتا (تسوی) مجہول اور معروف کے صیغہ کے ساتھ ہے، اصل میں ایک تاء کو حذف کر کے، اور تاء کو سین میں ادغام کر کے، اِی قَتَسُوْیْ بہم، کہ وہ زمین کے مانند ہو جاتے، اس دن کی ہولناکی کی وجہ سے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے، "یَقُولُ الْکَافِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تَرٰبًا" اور اللہ سے کوئی بات چھپانہ سکیں گے یعنی اپنے اعمال میں سے کوئی عمل چھپانہ سکیں گے، اور دوسرے وقت میں چھپا سکیں گے، کہ کہیں گے واللہ ربنا ما کنا مشرکین۔

تحقیق و ترکیب تسمیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: قَوَّامُونَ، یہ قَوَّام کی جمع ہے، صیغہ مبالغہ کا ہے یعنی سر پرست، مصلح۔ نگران۔

قَوْلُهُ: لِفُرُوجِهِنَّ اس میں حَافِظَاتُ کے مفعول محذوف کی طرف اشارہ ہے مفسر علام نے للغیب کی تفسیر فی غَیْبَةٍ سے کر کے اشارہ کر دیا کہ لام بمعنی فی ہے۔

قَوْلُهُ: بَانَ ظَهَرَتْ أَمَارَاتُهُ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سُئِلَ: ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں سے اگر نافرمانی کا اندیشہ ہو تو ان کے بارے میں نصیحت اعتزال اور ضرب وغیرہ کے احکام ہیں حالانکہ احکام کا ترتیب صرف اندیشہ اور خوف پر نہیں ہوتا بلکہ وقوع پر ہوتا ہے، اس سوال کا جواب مفسر علام نے اِنْ ظَهَرَتْ أَمَارَاتُهُ سے دیدیا کہ عورت سے جب نافرمانی کا ظہور ہو تو اس وقت یہ احکام جاری ہوں گے۔

قَوْلُهُ: ضَرْبًا غَيْرَ مُبْرِجٍ، ای الضرب الذی لا یکسر عظمًا ولا یشین عضوًا، ای ضرباً غیر شدید۔

قَوْلُهُ: وَالْأَصَافَةُ لِلْإِتْسَاعِ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سُئِلَ: مصدر کی اضافت فاعل یا مفعول کی طرف ہوتی ہے اور یہاں شقاق کی اضافت بین کی طرف ہو رہی ہے جو کہ ظرف ہے۔

جَوَابُ: ظرف میں اتساع درست ہے اسلئے کہ مشہور قاعدہ ہے یجوز فی الطرف مالا یجوز فی غیرہ، نیز ظرف، مفعول کے قائم مقام ہے، جیسے یاسارق اللیل، میں۔

قَوْلُهُ: وَ أَحْسِنُوا۔

سُئِلَ: مفسر علام نے أَحْسِنُوا کس فائدہ کے لئے محذوف مانا ہے؟

جَوَابُ: اس سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا مقصود ہے۔

سُئِلَ: یہ ہے کہ وبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا، جملہ خبریہ ہے اس کا عطف وَاعْبُدُوا اللَّهَ پر ہے جو کہ جملہ انشائیہ ہے عطف خبر علی الانشاء درست نہیں ہے۔

جَوَابُ: مفسر علام نے أَحْسِنُوا فعل امر مقدر مان کر اشارہ کر دیا کہ معطوف بھی جملہ انشائیہ ہے لہذا اب کوئی اعتراض نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: الْجُنُبُ بِضَمَّتَيْنِ، بمعنی بعید پڑوسی اس کا اطلاق مذکر و مؤنث و ثنئیہ و جمع سب پر ہوتا ہے۔

قَوْلُهُ: وَالصَّاحِبُ بِالْجَنْبِ بفتح الجیم و سکون النون بمعنی رفیق، کارخیر کا ساتھی، مثلاً تعلیم صنعت و حرفت و سفر وغیرہ کا ساتھی۔

قَوْلُهُ: الَّذِينَ الْخِ مبدءاً ہے اس کی خبر محذوف ہے، جس کو مفسر علام نے، لَهُمْ وَعِيدٌ شَدِيدٌ، سے ظاہر کر دیا ہے اور بعض حضرات نے الَّذِينَ کو هُمْ مبدءاً محذوف کی خبر قرار دیا ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

رابط آیات:

عورتوں کے متعلق جو احکام گذر چکے ہیں، ان میں ان کی حق تلفی کی ممانعت بھی مذکور ہوئی اب آگے مردوں کے حقوق کا ذکر ہے۔

مردوں کی حاکمیت:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ، اس میں عورتوں پر مردوں کی حاکمیت کا بیان ہے اس میں حاکمیت کی دو جہتیں بیان کی گئی ہیں، ایک وہی ہے جو مردانہ قوت اور ذہنی صلاحیت ہے جس میں مرد عورت سے فطری طور پر ممتاز ہے، یہ خدا داد فضیلت ہے اس میں مرد کی سعی و عمل اور عورت کی کوتاہی اور بے عملی کو کوئی دخل نہیں۔

دوسری جہت کسی اور اختیاری ہے، جس کا مکلف شریعت نے مرد کو بنایا ہے اور عورت کو اس کی فطری کمزوری کی وجہ سے معاشی جھمیلوں سے دور رکھا ہے، عورت کی سربراہی کے خلاف قرآن کریم کی یہ نص قطعی بالکل واضح ہے، جس کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے ”وہ قوم ہرگز فلاح یاب نہیں ہوگی جس نے اپنے امور ایک عورت کے سپرد کر دیئے۔“ (بخاری، کتاب المغازی)

فَائِدَةٌ: آیت میں حاکمیت کی دو جہتوں کے بیان سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کسی کو ولایت و حکومت کا استحقاق محض زور و تغلب سے قائم نہیں ہوتا، بلکہ کام کی صلاحیت و اہلیت ہی اس کو حکومت کا مستحق بنا سکتی ہے مردوں کو عورتوں پر مذکورہ فضیلت جنس اور مجموعہ کے اعتبار سے ہے، جہاں تک افراد کا تعلق ہے تو بہت ممکن ہے کہ کوئی عورت کمالات علمی اور عملی میں کسی مرد سے فائق ہو اور صفت حاکمیت میں بھی مرد سے بڑھ جائے، مگر حکم جنس اور مجموعہ پر ہی لگے گا۔

اسلام میں عورتوں کے حقوق اور ان کا درجہ:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ، یعنی عورتوں کے حقوق مردوں کے ذمہ ایسے ہی واجب ہیں جیسے مردوں کے عورتوں کے ذمہ، اس آیت میں دونوں کے حقوق کی مماثلت کا حکم دیکر اس کی تفصیلات کو عرف کے حوالہ کر کے جاہلیت جدیدہ و قدیمہ کی تمام ظالمانہ رسوم کو یکسر ختم کر دیا، البتہ یہ ضروری نہیں کہ دونوں کے حقوق صورتہ بھی مماثل ہوں، بلکہ عورت پر اگر ایک قسم کی ذمہ داری لازم ہے تو اس کے بالمقابل مرد پر دوسری قسم کی ذمہ داری واجب ہے، عورت امور خانہ داری اور بچوں کی تربیت و حفاظت کی ذمہ دار ہے، تو مردان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کسب معاش کا ذمہ دار ہے، عورت کے ذمہ مرد کی خدمت و اطاعت ہے تو مرد کے ذمہ عورت کے اخراجات کا انتظام۔

بائبل میں عورت کے حقوق:

بائبل نے عورت کو کیا درجہ دیا ہے اس کا اندازہ بائبل کی مندرجہ ذیل عبارتوں سے بخوبی ہو سکتا ہے۔
 خداوند خدا نے عورت سے کہا اپنے خصم (شوہر) کی طرف تیرا شوق ہوگا، اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔ (پیدائش ۳: ۱۶)
 اے بیویو! اپنے شوہر کی ایسی تابع رہو جیسے خداوند کی، کیونکہ شوہر بیوی کا سر ہے، جیسے کہ مسیح کلیسا کا سر ہے، اور وہ خود بدن کا بچاؤ والا ہے، لیکن جیسے کلیسا مسیح کے تابع ہے ایسے ہی بیویاں ہر بات میں اپنے شوہر کے تابع ہیں۔ (افسیون ۵: ۲۲-۲۴)
 قرآن خدا کا کلام ہے اور ہمیشہ حق ہی کہتا ہے، وہ کلیسا کی کونسلوں اور منوسرتی کی طرح عورت کی تحقیر و تذلیل کا ہرگز قائل نہیں، لیکن ساتھ ہی اسے جاہلیت قدیم و جاہلیت جدید کی زن پرستی سے بھی اتفاق نہیں، وہ عورت کو ٹھیک وہی مرتبہ و مقام دیتا ہے جو نظام کائنات میں خالق نے اسے دے رکھا ہے عورت بہ حیثیت عبد اور مکلف مخلوق کے مرد کے مساوی اور ہم رتبہ ہے لیکن انتظامی معاملات میں مرد کے تابع اور ماتحت ہے۔

اسلام سے پہلے عورت کی مظلومیت:

عورت کی مظلومیت کی تاریخ اتنی ہی طویل اور قدیم ہے جتنی کہ خود ظلم کی، مطلب یہ ہے کہ جس وقت سے ظلم شروع ہوا اسی وقت سے عورت مظلوم رہی ہے، اسلام نے آکر نہ صرف یہ کہ عورت کی مظلومیت کو ختم کیا بلکہ اس کو اس کا جائز مقام دے کر وقار اور سر بلندی بخشی۔

عورت کے بارے میں رومن نظریہ:

رومن زمانہ میں عورت مشترک قومی ملک سمجھی جاتی تھی، جس سے ہر شخص کو استفادہ کا حق ہوتا تھا۔

عورت کے بارے میں یوحنا کا نظریہ:

عورت کے بارے میں یوحنا کا نظریہ یہ تھا کہ عورت شرکی بیٹی اور امن و سلامتی کی دشمن ہے۔

عورت کے بارے میں عیسائیت کا نظریہ:

عیسائی نظریہ کے مطابق عورت انسان تو درکنار حیوان بھی نہیں، ۵۸۶ء میں تمام عیسائی دنیا کے علماء یورپ میں اس مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے جمع ہوئے کہ عورت میں روح ہے یا نہیں، بہت بحث و مباحثہ اور رد و کد کے بعد یہ طے ہوا کہ عورت میں روح ہے۔

عورت کے بارے میں ہندی نظریہ:

ہندو قدیم تہذیب میں شوہر کے انتقال کے بعد عورت کو اچھوت اور منحوس سمجھا جاتا تھا اور ایسے حالات پیدا کر دیئے جاتے تھے کہ وہ زندگی پر جل کر مرنے کو ترجیح دیتی تھی، بیوہ عورت کا بستر الگ کر دیا جاتا تھا اس کو اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ وہ دوسرے کے بستر پر بیٹھ سکے، اس کے برتن الگ کر دیئے جاتے تھے، شادی بیاہ یا کسی خوشی کی تقریب میں بیوہ عورت کی شرکت منحوس سمجھی جاتی تھی، یہی وہ حالات اور اسباب تھے کہ جن کے پیش نظر وہ ایسی ذلت کی زندگی پر موت کو ترجیح دیتی تھی، اور مذہبی ٹھیکیداروں نے اسے مذہبی تقدس کا نام دے رکھا تھا، اور جو عورت حالات کی مجبوریوں کی وجہ سے شوہر کے ساتھ اس کی چٹا میں جل جاتی تھی اس کو شوہر کی باوفا (پتی ورتا پتی) شمار کیا جاتا تھا۔

نافرمان بیوی اور اس کی اصلاح کا طریقہ:

قرآن کریم نے ان کی اصلاح کے تین طریقہ بیان فرمائے ہیں، وَاللّٰتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ، یعنی عورتوں کی طرف سے اگر نافرمانی کا صدور یا اندیشہ ہو، تو پہلا درجہ ان کی اصلاح کا یہ ہے کہ نرمی سے ان کو سمجھاؤ اور اگر وہ محض سمجھانے سے باز نہ آئیں تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ ان کا بستر الگ کر دو تا کہ ان کو شوہر کی ناراضگی کا احساس ہو اور اپنے فعل پر نادم ہوں فی المضاجع، کے لفظ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جدائی صرف بستر میں ہونہ کہ مکان میں، قومہ اس میں عورت کو رنج بھی زیادہ ہوگا اور فساد بڑھنے کا اندیشہ بھی نہ بڑھے گا۔

جو عورت شریفانہ تنبیہ سے متاثر نہ ہو تو پھر معمولی ضرب تادیبی کی بھی اجازت ہے جس سے اس کے بدن پر نشان نہ پڑے، اور چہرہ پر مارنے سے مطلقاً منع فرمایا، ہلکی تادیبی مار کی اگرچہ اجازت ہے مگر اس کے ساتھ ہی حدیث میں ارشاد ہے وَلَئِنْ يَضْرِبَ خِيَارُكُمْ، بھلے مرد عورتوں کو مار کی سزا نہ دیں۔

آیت مذکورہ کا شان نزول:

زید بن زبیر نے اپنی لڑکی حبیبہ کا نکاح حضرت سعد بن ربیع سے کر دیا تھا آپسی کسی نزاع سے حضرت سعد نے حبیبہ کو ایک طمانچہ مار دیا حبیبہ نے اپنے والد سے شکایت کی والد ان کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے حکم دیا کہ حبیبہ کو حق حاصل ہے کہ جس زور سے سعد نے ان کو طمانچہ مارا ہے وہ بھی اتنی ہی زور سے ان کو طمانچہ ماریں۔

یہ دونوں حکم نبوی سکر انتقام کے ارادہ سے چلے اسی وقت آیت مذکورہ نازل ہوئی، آنحضرت نے ان دونوں کو واپس بلوا کر حق تعالیٰ کا حکم سنایا اور انتقام لینے کا پہلا حکم منسوخ فرمادیا۔

اصلاح کا ایک چوتھا طریقہ:

اگر گھر کے اندر مذکورہ تینوں طریقے کارگر ثابت نہ ہوں تو یہ چوتھا طریقہ ہے اور یہ طریقہ ہے حکمین کا، اگر حکمین اور زوجین اصلاح کے سلسلہ میں مخلص ہوں گے تو یقیناً ان کی سعی اصلاح کامیاب ہوگی، تاہم ناکامی کی صورت میں حکمین کو تفریق بین الزوجین کا اختیار ہے یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

فقہاء میں سے ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ ثالث فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں رکھتے البتہ تصفیہ کی جو صورت ان کے نزدیک مناسب ہو اس کے لئے سفارش کر سکتے ہیں ماننا یا نہ ماننا زوجین کے اختیار میں ہے، ہاں البتہ اگر زوجین نے ان کو طلاق یا خلع یا کسی اور امر کا فیصلہ کرنے کا وکیل بنایا ہو تو البتہ ان کا فیصلہ تسلیم کرنا زوجین کے لئے واجب ہوگا، یہ حنفی اور شافعی علماء کا مسلک ہے، دوسرے فریق کے نزدیک دونوں بچوں کو موافقت کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہے مگر علیحدگی کا فیصلہ نہیں کر سکتے یہ حسن بصری اور قتادہ اور بعض دوسرے فقہاء کا قول ہے، ایک تیسرا فریق ہے جس کا قول ہے کہ ان بچوں کو ملانے اور جدا کرنے کے پورے اختیارات ہیں، یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعید بن جبیر وغیرہ کی رائے ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلوں کی نظیر:

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلوں کی نظیریں جو معلوم ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرات بیچ مقرر کرتے ہوئے عدالت کی طرف سے ان کو حاکمانہ اختیار دیدیا کرتے تھے، چنانچہ عقیل بن ابی طالب اور ان کی بیوی فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ کا مقدمہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں پیش ہوا تو انہوں نے شوہر کے خاندان میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور بیوی کے خاندان میں سے حضرت معاویہ بن ابی سفیان کو بیچ مقرر کیا اور ان سے کہا کہ اگر آپ دونوں کی رائے میں ان کے درمیان تفریق کر دینا ہی مناسب ہو تو تفریق کر دیں، اسی طرح ایک مقدمہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاکم مقرر کئے گئے اور ان کو اختیار دیا چاہیں ملا دیں اور چاہیں جدا کر دیں، اس سے معلوم ہوا کہ بیچ بطور خود تو عدالتی اختیارات نہیں رکھتے البتہ اگر عدالت ان کو بیچ مقرر کرتے وقت انہیں اختیارات دیدے تو پھر ان کا فیصلہ ایک عدالتی فیصلے کی طرح نافذ ہوگا۔

قَوْلُهُ: وَالْجَارِ الْجُنُبِ یہ جملہ قرابتدار پڑوسی کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے ایسا پڑوسی کہ جو قرابتدار نہ ہو، مطلب یہ کہ پڑوسی سے بحیثیت پڑوسی کے سلوک کیا جائے خواہ رشتہ دار ہو یا نہ ہو، احادیث میں بھی اس کی بڑی تاکید آئی ہے۔

قَوْلُهُ: وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ، اس سے مراد رفیق سفر اور شریک کار اور بیوی نیز وہ شخص ہے جو فائدہ کی امید پر کسی کی قربت یا ہم نشینی اختیار کرے۔

فخر وغرور اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، حدیث شریف میں یہاں تک آیا ہے کہ وہ شخص جنت میں نہیں جائیگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان)

جو چیزیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں حائل ہوتی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ مہلک خود بینی اور خود پسندی نیز نمائش اور حب جاہ۔

فخر وغرور کے بعد تیسرا بڑا مانع بخل ہے مالی بخل کا مراد ہونا تو ظاہر ہی ہے دولت علم دین میں بخل کو بھی بعض حضرات نے اسی میں داخل کیا ہے۔

اللہ کے فضل کو چھپانے کی صورت:

یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کو چھپانا ہے کہ آدمی اس طرح رہے کہ گویا اللہ نے اس پر فضل نہیں کیا ہے مثلاً اللہ نے کسی کو دولت دی ہو اور وہ اپنی حیثیت سے گر کر رہے نہ اپنی ذات پر اور نہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے اور نہ بندگان خدا کی مدد کرے نہ نیک کاموں میں حصہ لے لوگ دیکھ کر سمجھیں کہ بیچارہ بڑا ہی خستہ حال ہے، یہ دراصل نعمت کی سخت ناشکری ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَنْعَمَ نِعْمَةً عَلَى عَبْدٍ أَحَبَّ أَنْ يَظْهَرَ أَثَرُهَا عَلَيْهِ“ اللہ جب بندے کو نعمت دیتا ہے تو وہ پسند کرتا ہے کہ اس نعمت کا اثر بندے پر ظاہر ہو، یعنی اس کے کھانے پینے، رہنے سہنے، لباس اور مسکن اور اس کی داد و دہش ہر چیز سے اللہ کی دی ہوئی نعمت کا اظہار ہوتا رہے۔

فَكُنْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا، ہر امت میں سے اس کا پیغمبر اللہ کی بارگاہ میں گواہی دیگا کہ یا اللہ ہم نے تیرا پیغام اپنی قوم کو پہنچا دیا تھا اب انہوں نے نہیں مانا تو ہمارا کیا قصور؟ پھر ان سب پر نبی کریم ﷺ گواہی دیں گے کہ یا اللہ یہ سچے ہیں اور آپ یہ گواہی قرآن کی بنیاد پر دیں گے جس میں گزشتہ تمام امتوں اور ان کے نبیوں کے حالات بیان فرمائے ہیں جن میں اس بات کی شہادت دی گئی ہے کہ تمام نبیوں نے خدائی پیغام اپنی اپنی امتوں کو مکافقہ پہنچا دیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ أَيْ لَا تُصَلُّوا وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ مِنْ الشَّرَابِ لِأَنَّ سَبَبَ نُزُولِهَا صَلَاةَ جَمَاعَةٍ فِي حَالِ السُّكْرِ حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ بَأَنْ تَصْحُوا وَلَا جُنُبًا بِإِنْسِلَاجٍ أَوْ انْزَالٍ وَنَضْبُهُ عَلَى الْحَالِ وَهُوَ يُطْلَقُ عَلَى الْمُفْرَدِ وَغَيْرِهِ إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ طَرِيقِ أَيْ مُسَافِرِينَ حَتَّى تَغْتَسِلُوا فَلَكُمْ أَنْ تُصَلُّوا وَاسْتَنْبَنِي الْمُسَافِرُ لِأَنَّ لَهُ حُكْمًا اخْرَسَانِي وَقِيلَ الْمُرَادُ النَّسْأُ عَنْ قِرْبَانِ مَوَاضِعِ الصَّلَاةِ أَيْ الْمَسَاجِدِ إِلَّا عُيُورَهَا مِنْ غَيْرِ مَكْتَبٍ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ مَرَضًا يَضُرُّهُ الْمَاءُ أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَيْ مُسَافِرِينَ وَأَنْتُمْ جُنُبٌ أَوْ مُخْدَثُونَ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمُ مِنَ الْغَائِطِ هُوَ الْمَكَانُ الْمَعْدُ لِقَضَاءِ الْحَاجَةِ أَيْ أَحَدٌ أَوَلَمْ تَسْمَعْ لِلنِّسَاءِ وَفِي

قَرَأَ ةِ بَلَا اِلَہَ وَکَلَاہُمَا بِمَعْنٰی مِنَ اللَّمَسِ وَهُوَ الْجَسُّ بِالْیَدِ قَالَہٗ اِبْنُ عُمرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وَعَلِیْہِ السَّلَامُ
وَالْحَقُّ بِہِ الْجَسُّ بِبَاقِی الْبَشَرَةِ وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ هُوَ الْجَمَاعُ فَلَمْ یَجِدْ وَاَمَّا تَطَهَّرُونَ بِہِ لِلصَّلَاةِ بَعْدَ الطَّلَبِ
وَالْتَفَتِیْسِ وَهُوَ رَاجِعٌ اِلَی مَا عَدَّ الْمَرَضٰی فَتَمَمُّوْا اَقْصِدُوْا بَعْدَ دُخُوْلِ الْوَقْتِ صَعِیْدًا طَیِّبًا تَرَابًا طَاطِرًا
فَاضْرِبُوْا بِہِ ضَرْبَتَیْنِ فَاَمْسَحُوْا بِوُجُوْہِکُمْ وَایْدِیْکُمْ مَعَ الْمِرْقَتَیْنِ مِنْہُ وَمَسَحَ یَتَعَدٰی بِنَفْسِہِ وَبِالْحَرْفِ
اِنَّ اللہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝۱۱۱ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اٰوْتُوْا نَصِیْبًا حَظًّا مِّنَ الْکَثِیْفِ وَهُمْ یَیْهَوْنَ الصَّلَاةَ
بِالْہٰدِی وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ تَضَلُّوْا السَّبِیْلَ ۝۱۱۲ تَخْطُبُوْا طَرِیْقَ الْحَقِّ لِتَکُوْنُوْا بِمِثْلِهِمْ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِاَعْدَ اِیْکُمْ مِنْکُمْ
فِیْخْبِرُکُمْ بِہُمْ لِتَجْتَنِبُوْهُمْ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَلِیًّا ۝۱۱۳ حَافِظًا لَّکُمْ وَکَفٰی بِاللّٰہِ نَصِیْرًا ۝۱۱۴ مَا نَعْمَا لَّکُمْ مِنْ کَیْدِهِمْ
مِّنَ الَّذِیْنَ هَادَوْا قَوْمَ یَحْرِیْقُوْنَ یُغٰیرُوْنَ الْکَلِمَ الَّذِیْ اَنْزَلَ اللّٰہُ فِی التَّوْرَةِ مِنْ نِّعَمٍ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ
عَلِیْہِ وَسَلَّمٌ عَنْ قَوَاصِعِہِمُ الَّتِیْ وُضِعَ عَلَیْہَا وَیَقُوْلُوْنَ لِّلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمٌ اِذَا اَمَرَهُمْ بِشَیْءٍ
سَمِعْنَا قَوْلَکَ وَنَعَصٰیْنَا اَمَرَکَ وَاسْمَعْنَا غَیْرَ مُسْمَعٍ حَالٌ بِمَعْنٰی الدُّعَآءِ اٰی لَا سَمِعْتَ وَ یَقُوْلُوْنَ لَہٗ رَاعِنَا وَ
قَدْ نَهٰی عَنْ خِطَابِہِ بِہَا وَہِی کَلِمَۃٌ سَبَّ بِلُغَتِہِمُ لَیًّا تَحْرِیْفًا بِالسَّبِّیَّتِہُمْ وَطَعْنًا قَدْحًا فِی الَّذِیْنَ اِلَاسْلَامَ
وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا بَدَلَ وَغَضٰیْنَا وَاسْمَعْنَا فَقَطَّ وَانْظَرْنَا اَنْظُرَ الْیَنَآ بَدَلَ رَاعِنَا لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ
بِمَا قَالُوْہُ وَاَقْوَمًا اَعْدَلُ مِنْہُ وَلٰکِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰہُ اَبَعَدَهُمْ عَنْ رَحْمَتِہِ بِکُفْرِہِمُ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝۱۱۵
مِنْہُمْ کَعَبِدِ اللّٰہِ بْنِ سَلَامٍ وَاصْحَابِہِ یَاٰیُہَا الَّذِیْنَ اٰوْتُوْا الْکِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مِنَ الْقُرْاٰنِ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ
مِّنَ التَّوْرَةِ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُطْمَسَ وَوُجُوْہُا نَمْحُوْا فِیْہَا مِنَ الْعَیْنِ وَالْاَنْفِ وَالْحَاجِبِ فَتَرٰہُمَا عَلٰی اَدْبَارِہَا
فَنَجْعَلُہَا کَالْاَفْقَآءِ لَوْحًا وَاَحَدًا اَوْ نَلْعَنُہُمْ نَمْسُحُہُمْ قِرْدَۃً کَمَا لَعَنَّا مَسْحٰنَا اَصْحَبَ السَّبِّیَّتِ مِنْہُمْ
وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَضَاوُہُ مَفْعُوْلًا ۝۱۱۶ وَلَمَّا نَزَلَتْ اَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ سَلَامٍ فَقَبِلَ کَانَ وَعِیْدًا بِشَرِطٍ فَلَمَّا اَسْلَمَ
بَعْضُہُمْ رُفِعَ وَقَبِلَ یَکُوْنُ طَمَسٌ وَمَسْحٌ قَبْلَ قِیَامِ السَّاعَةِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ اٰی الْاِشْرَاکِ
بِہِ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ سِوٰی ذٰلِکَ مِنَ الذُّنُوْبِ لِمَنْ یَّشَآءُ اَلْمَغْفِرَۃُ لَہٗ اَنْ یُدْخِلَہُ الْجَنَّةَ بِلَا عَذَابٍ وَمَنْ شَآءَ
عَذَبَہُ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِذُنُوْبِہِ ثُمَّ یُدْخِلُہُ الْجَنَّةَ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ اِفْتَرٰی اِثْمًا عَظِیْمًا ۝۱۱۷ کَبِیْرًا
اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یُرْکَوْنَ اَنْفُسُہُمْ ۝۱۱۸ وَهُمْ اَلِیْہُوْدُ حَیْثُ قَالُوْا نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰہِ وَاجِبَآئُہُ اٰی لَیْسَ الْاَمْرُ
بِتَرْکِیَّتِہُمْ اَنْفُسُہُمْ بَلِ اللّٰہُ یُزِکِّیْ یُطَهِّرُ مَنْ یَّشَآءُ بِالْاِیْمَانِ وَلَا یُظْلِمُوْنَ یُنْقِضُوْنَ مِنْ اَعْمَالِہِمُ فَتِیْلًا ۝۱۱۹
قَدْ رَفِشَہُ النَّوَاۃُ اَنْظُرْ مُتَعَجِّبًا کَیْفَ یَقْتَرُوْنَ عَلٰی اللّٰہِ الْکَذِبَ بِذٰلِکَ وَکَفٰی بِہِ اِثْمًا مُّبِیْنًا ۝۱۲۰ بَیِّنًا

ترجمہ: اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ یعنی نماز مت پڑھو، اس لئے کہ اس آیت کے

نزول کا سبب حالت نشے میں جماعت سے نماز پڑھنا تھا، یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ یعنی ہوش میں آ جاؤ، اور نہ حالت جنابت میں جب تک کہ تم غسل نہ کر لو (نماز پڑھو) حالت جنابت خواہ ادخال کی وجہ سے ہو یا انزال کی وجہ سے جنبت کا اطلاق مفرد اور غیر مفرد دونوں پر ہوتا ہے، بجز اس کے کہ تم حالت سفر میں ہو تو تمہارے لئے (بغیر غسل) نماز پڑھنا جائز ہے، مسافر کو مستثنیٰ کیا ہے اسلئے کہ مسافر کا حکم عنقریب آتا ہے (اور وہ یتیم ہے) اور کہا گیا ہے کہ ممانعت نماز گاہوں یعنی مسجد میں داخل ہونے سے ہے مگر بغیر کے مساجد سے گزرنے کی اجازت ہے اور اگر تم ایسے مریض ہو کہ پانی نقصان دہ ہو یا تم مسافر ہو اور تم جنبی ہو یا محدث (بے وضو) یا تم میں سے کوئی استنجا سے آیا ہو (عائط) وہ جگہ جو قضاء حاجت کے لئے تیار کی گئی ہو، یعنی اس کو حدث ہو گیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور ایک قراءت میں بغیر الف کے ہے اور ان دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، لمس سے ماخوذ ہے، اس کے معنی ہاتھ سے چھونے کے ہیں، ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے امام شافعی رحمہ اللہ نے باقی جسم کے مس کو بھی اسی (مس بالید) کے ساتھ ملا دیا ہے اور ابن عباس سے (لمس) کے معنی جماع کے منقول ہیں پھر تم پانی نہ پاؤ یعنی طلب و جستجو کے بعد نماز کے لئے طہارت کے لئے پانی نہ پاؤ اس کا تعلق مریضوں کے علاوہ سے ہے، تو تم یتیم کرو یعنی وقت کے داخل ہونے کے بعد پاک مٹی کا قصد کرو تو اس مٹی پر دو ضربیں مارو اور ان کو اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مع کہنیوں کے مسح کرو (لفظ) مسح متعدی بنفسہ اور متعدی بالحر ف دونوں طرح ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا بڑا مغفرت کرنے والا ہے کیا تم نے انھیں نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے؟ اور وہ یہود ہیں وہ ہدایت کے بجائے گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی گمراہ ہو جاؤ (یعنی) راہ حق سے ہٹ جاؤ تاکہ تم بھی ان جیسے ہو جاؤ اللہ تمہارے دشمنوں کو جانتا ہے سو وہ تم کو ان سے باخبر کرتا ہے تاکہ تم ان سے بچتے رہو، اور اللہ کا تمہارے لئے محافظ ہونا کافی ہے اور اللہ تم کو ان کے مکر سے بچانے والا کافی ہے بعض یہود ان کلمات کو جن کے ذریعہ تورات میں محمد ﷺ کی صفات نازل فرمائیں انکے اصل مفہوم سے پھر ادیتے ہیں یعنی اس مفہوم سے جس کے لئے ان کو وضع کیا گیا ہے۔ اور جب آپ ﷺ ان سے کچھ فرماتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے آپ کی بات سنی اور آپ کے حکم کی نافرمانی کی اور (ہماری) سنو تمہیں سنوایا نہ جائے اور وہ آپ سے راعینا (ہماری رعایت کرو) کہتے ہیں، لیکن وہ (راعنا) کہنے میں اپنی زبان کو گھما دیتے ہیں دین اسلام میں طعنہ زنی کرتے ہیں، اور ان کی زبان میں یہ گالی کا کلمہ ہے، حالانکہ اس کلمہ سے ان کو خطاب کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور اگر یہ لوگ عَصَيْنَا کے بجائے سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا، اور فَنُطِئُ وَأَسْمَعُ کہتے اور وَانْظُرْنَا، یعنی رَاعِنَا کے بجائے اُنْظُرُوا اَلَيْعِنَا (یعنی ہماری رعایت کیجئے) کہتے تو جو کچھ یہ کہتے ہیں اس سے بہتر اور اس سے درست تر ہوتا لیکن اللہ نے ان کو ان کے کفر کی وجہ سے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے، لہذا ان میں سے ایمان نہ لائیں گے مگر بہت تھوڑے سے جیسا کہ عبد اللہ بن سلام اور ان کے اصحاب، اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی جا چکی ہے اس کتاب قرآن پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل کیا جو اس کی تصدیق کرتی ہے جو تمہارے پاس ہے یعنی تورات اس سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں یعنی اس میں چیزیں (مثلاً) آنکھ، ناک اور ابرو

کونٹا دیں، اور چہروں کو پیچھے کی طرف پلٹ دیں اور ان کو گتہ یوں کے مانند ایک تختی کر دیں، یا ہم ان پر لعنت بھیجیں یعنی بندروں کی شکل میں مسخ کر دیں، جیسا کہ ہم نے لعنت کی یعنی مسخ کر دیا ان میں سے یوم السبت والوں کو اور اللہ کا حکم پورا ہو کر ہی رہتا ہے، اور جب (مذکورہ آیت) نازل ہوئی تو عبد اللہ بن سلام ایمان لے آئے تو کہا گیا ہے کہ یہ وعید مشروط تھی مگر جب ان میں سے بعض لوگ ایمان لے آئے تو وہ وعید واپس لے لی گئی، اور کہا گیا ہے کہ مٹانا اور مسخ کرنا قبل القیامت ہوگا، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کئے جانے کو نہیں بخشا اس کے علاوہ دیگر گناہوں کو معاف کر دیتا ہے جس کے لئے گناہ معاف کرنا چاہتا ہے اس طریقہ پر کہ ان کو بغیر عذاب جنت میں داخل کر دیگا، اور جو شخص اللہ کے ساتھ (کسی کو) شریک ٹھہراتا ہے یقیناً اسے بڑے گناہ کا ارتکاب کیا۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی ستائش خود کرتے ہیں؟ اور وہ یہود ہیں جبکہ انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کی اولاد اور اس کے محبوب ہیں، (یعنی) بات ایسی نہیں ہے کہ ان کے پاک کہنے سے وہ پاک ہو جائیں، بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ایمان کے ذریعہ پاکیزہ کرتا ہے اور کسی پر بھی اس کے اعمال میں کمی کر کے ایک گتھلی کے چھلکے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائیگا، دیکھو یہ کس طرح اللہ پر اس کا بہتان باندھتے ہیں؟ اور یہ صریح گناہ ہونے کے اعتبار سے کافی ہے۔

تحقیق و تفسیر تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: اِی لَا تُصَلُّوْا، لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ کی تفسیر لا تصلوا سے کر کے ان لوگوں پر رد کر دیا جو لا تقربوا الصلوٰۃ سے قرب الی المسجد سے نہی مراد لیتے ہیں۔

قَوْلُهُ: بِاَنْ تَصْحُوْا، یہ الصَّحُو سے ماخوذ ہے اس کے معنی ہیں نشہ کی وجہ سے مدہوشی سے ہوش میں آنا۔

قَوْلُهُ: نَصْبُهُ عَلٰی الْحَالِ، اس میں اشارہ ہے کہ وَلَا جُنْبًا کا عطف اَنْتُمْ سُكَارٰی پر ہے اور معطوف علیہ چونکہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے لہذا ولا جُنْبًا بھی حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا، جُنْبًا کا عطف و اَنْتُمْ سُكَارٰی پر ہے۔

قَوْلُهُ: وَهُوَ یُطْلَقُ عَلٰی الْمُفْرَدِ وَغَیْرِہٖ اس عبارت کے اضافہ کا مقصد ایک سوال کا جواب ہے۔

سُئِلَ: جُنْبًا، لَا تَقْرَبُوا کی ضمیر فاعل سے حال ہے جو کہ جمع ہے اور جُنْبًا مفرد ہے لہذا حال واقع ہونا درست نہیں ہے۔

جَوَابُ: جُنْبًا اسم، مصدر لا جُنَاب کے قائم مقام ہے جس میں مفرد ثننیہ جمع اور مذکر و مؤنث سب برابر ہیں، لہذا حال واقع ہونا صحیح ہے وَلَا جُنْبًا کا عطف، و اَنْتُمْ سُكَارٰی پر ہے یعنی تم حالت نشہ میں اور حالت جنابت میں نماز کے قریب بھی مت جاؤ۔

قَوْلُهُ: اِلَّا غَیْرَی سَبِیْلِ، یہ مخاطبین کے عام حالات سے استثناء ہے، اِی لَا تَصَلُّوْا جُنْبًا فی عامۃ الاحوال اِلَّا فی حالتِ السفر اِذَا لَمْ تَجِدُوْا مَآءً۔

قَوْلُهُ: فَبِیْلِ الْمَرَادُ النَّهْیُ عَنْ قُرْبَانِ مَوَاضِعِ الصَّلٰوةِ، یہ آیت کی دوسری تفسیر ہے، امام شافعی رَحِمَہُ اللہ تَعَالٰی نے اسی کو لیا ہے۔

قَوْلًا: بَعْدَ دُخُولِ الْوَقْتِ، یہ تفسیر امام شافعی رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی کے مذہب کے مطابق ہے۔

قَوْلًا: تُرَابًا طَاهِرًا صَعِيدًا طَبِیًّا کی یہ تفسیر امام شافعی رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی کے مذہب کے مطابق ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک تراب کے علاوہ ریت پتھر وغیرہ سے بھی تیمم درست ہے۔

قَوْلًا: وَبِالْحَرْفِ یہ ان لوگوں پر رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بوجوہ حکم میں باء زائد ہے اسلئے کہ مسح متعدی بنفسہ بھی ہے اور متعدی بحرف الباء بھی۔

قَوْلًا: حَالٌ بِمَعْنَى الدُّعَاءِ اس اضافہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ غیر مُسْمَعٍ اِسْمِعِ کی ضمیر انت سے حال ہے نہ کہ صفت اسلئے کہ ضمیر نہ صفت واقع ہوتی ہے اور نہ موصوف، اور غیر مسموع بدعاء کے معنی میں ہے، ای لا سَمِعْتَ بِصَمَمٍ اَوْ بِمَوْتٍ۔

قَوْلًا: كَلِمَةُ سَبِّ یعنی یہود کی لغت میں رَاعِنَا، کلمہ گالی کے لئے استعمال ہوتا تھا یا تو اس لئے کہ رعوت بمعنی حماقت سے مشتق ہے اس صورت میں الف ندا کا ہوگا بمعنی اے بے وقوف یا رَاعِنَا کے عین کے کسرہ کو کھینچ کر ای رَاعِنَا ہمارے چرواہے۔

قَوْلًا: بَنَزَ كَيْتَهُمْ اَنْفُسَهُمْ یہ لیس کی خبر ہے۔

قَوْلًا: بَيِّنًا، مُبَيِّنًا کی تفسیر بیّننا سے کر کے اشارہ کر دیا کہ مبیننا اگرچہ متعدی ہے مگر معنی میں لازم کے ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

شان نزول:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى، ترمذی میں حضرت علی رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ واقعہ مذکور ہے کہ شراب کی حرمت سے پہلے ایک دفعہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے بعض صحابہ کرام کی دعوت کی تھی جس میں شراب نوشی کا بھی انتظام تھا، جب یہ سب حضرات کھاپی چکے تو مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا اور حضرت علی رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو امام بنادیا گیا، ان سے نماز میں ”قل يا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ کی تلاوت میں بوجہ نشہ کے سخت غلطی ہو گئی کہ اس طرح پڑھ دیا، قل يا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ“ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی، جس میں تنبیہ فرمائی گئی کہ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھی جائے۔

شراب کی حرمت:

شراب کے متعلق یہ دوسرا حکم ہے پہلا حکم وہ تھا جو سورہ بقرہ (آیت ۲۱۹) میں گذرا، اس میں صرف یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ شراب بری چیز ہے، اللہ کو پسند نہیں، چنانچہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت نے اس کے بعد ہی شراب ترک کر دی، مگر بہت سے لوگ

اسے بدستور استعمال کرتے رہنے تھے، حتیٰ کہ بعض اوقات نشہ کی حالت میں بھی نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے تھے، اور کچھ کا کچھ پڑھ جاتے تھے غالباً ۴۷ کی ابتداء میں یہ دوسرا حکم نازل ہوا جس کے ذریعہ نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے ممانعت کر دی گئی، اس کے کچھ مدت بعد شراب کی قطعی حرمت کا وہ حکم آیا جو سورہ مائدہ آیت ۹۰-۹۱ میں ہے۔

مسئلہ: جس طرح حالت نشہ میں نماز پڑھنا حرام ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ جب نیند کا ایسا غلبہ ہو کہ آدمی اپنی زبان پر قابو نہ رکھے تو اس حالت میں بھی نماز پڑھنا درست نہیں، جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے۔

اِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي لَعَلَّاهُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ.

(قرطبی)

ترجمہ: اگر تم میں سے کسی کو اونگھ آنے لگے تو اسے کچھ دیر کے لئے سو جانا چاہئے تاکہ نیند کا اثر چلا جائے ورنہ نیند کی حالت میں وہ سمجھ نہ سکے گا، اور بجائے دعاء و استغفار کے اپنے لئے بددعاء کرنے لگے گا۔

تیمم کے احکام:

اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان و کرم ہے کہ اس نے طہارت کے لئے ایسی چیز کو پانی کے قائم مقام کر دیا کہ جو پانی سے زیادہ سہل الحصول ہے اور یہ سہولت صرف امت محمدیہ ہی کو دی گئی ہے۔

ولا جُنُبًا، جنابت کے اصل معنی دوری اور بیگانگی کے ہیں، اسی سے لفظ اجنبی ہے اصطلاح شرع میں جنابت سے مراد وہ نجاست حکمی ہے جو قضاے شہوت سے یا خواب میں مادہ منویہ خارج ہونے سے لاحق ہوتی ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے آدمی طہارت سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔

الاعسابی سبیل، فقہاء اور مفسرین میں سے ایک جماعت نے اس آیت کا مفہوم یہ سمجھا ہے کہ جنابت کی حالت میں مسجد میں نہ جانا چاہئے الا یہ کہ کسی ضرورت کے لئے مسجد سے گذرنا ہو اس رائے کو عبد اللہ بن مسعود، انس بن مالک، حسن بصری، اور ابراہیم نخعی وغیرہ نے اختیار کیا ہے، دوسری جماعت نے اس سے سفر مراد لیا ہے، یعنی آدمی اگر حالت سفر میں ہو اور جنابت لاحق ہو جائے تو تیمم کیا جاسکتا ہے، یہ رائے حضرت علی، ابن عباس، سعید بن جبیر اور بعض دیگر حضرات کی ہے، تیمم کے تفصیلی مسائل کے لئے فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

المرآۃ الی الذین اتوا نصیباً من الكتاب، (الایۃ) علماء اہل کتاب کے متعلق قرآن نے اکثر یہ الفاظ استعمال کئے ہیں کہ ”انھیں کتاب کے علم کا کچھ حصہ دیا گیا ہے“ اس کی وجہ یہ ہے کہ اول تو انہوں نے کتاب الہی کا ایک بڑا حصہ گم کر دیا تھا، پھر کتاب الہی کا جو کچھ حصہ ان کے پاس موجود تھا اس کی روح اور اس کے مقصد و مدعا سے وہ بیگانہ ہو چکے تھے۔

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ، اس کے تین مطلب ہیں، ایک یہ کہ کتاب اللہ کے الفاظ میں رد و بدل کر دیتے، دوسرے یہ کہ تاویلات فاسدہ سے کتاب اللہ کے معنی کچھ سے کچھ بنادیتے، تیسرے یہ کہ یہ لوگ محمد ﷺ کی صحبت میں آکر آپ کی باتیں

سننے اور واپس جا کر غلط طریقہ سے بیان کرتے۔

یقولون سمعنا، (الآیۃ) یعنی جب ان کو خدائی کلام سنایا جاتا ہے تو زور سے کہتے ہیں سَمِعْنَا، اور آہستہ سے کہتے ہیں عَصَيْنَا۔

وَنَزَلَ فِي كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ وَنَحْوِهِ مِنْ عُلَمَاءِ الْيَهُودِ لَمَّا قَدِمُوا مَكَّةَ وَشَاهَدُوا قَتْلِي بَدْرٍ وَحَرَضُوا الْمُشْرِكِينَ عَلَى الْإِخْذِ بِأَرْهَمِهِمْ وَمُحَارَبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أَوْتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ صَنَمَانِ لِقُرَيْشٍ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا أَبِي سَفِيَّانَ وَأَصْحَابِهِ حِينَ قَالُوا لَهُمْ أَنْحَنُ أَهْدَى سَبِيلًا وَنَحْنُ وَلَاءُ الْبَيْتِ نَسْقِي الْحَاجَّ وَتَقْرَى الضَّيْفَ وَنَفُكُ الْعَانِي وَنَفْعُلُ أُمَّ مُحَمَّدٍ وَقَدْ خَالَفَ دِينَ آبَائِهِ وَقَطَعَ الرَّحِمَ وَفَارَقَ الْحَرَمَ هَؤُلَاءِ أَيْ أَنْتُمْ أَهْدَى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ۝ أَقَوْمٌ طَرِيقًا أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَمَنْ يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ۝ مَا نَعْمَ مِنْ عَذَابِهِ أَمْرٌ بَلْ أَلَهُمْ نَصِيبٌ مِنَ الْمُلْكِ أَيْ لَيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ مِنْهُ وَلَوْ كَانَ فَإِلَّا لَا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ۝ أَيْ شَيْئًا تَأْفِيهَا قَدَرُ النُّقْرَةِ فِي ظَهْرِ النَّوَاةِ لِفَرْطِ بُخْلِهِمْ أَمْرٌ بَلْ أَيْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ أَيْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ مِنَ النَّبُوءَةِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ أَيْ يَتَمَنَّوْنَ زَوَالَه عَنْهُ وَيَقُولُونَ لَوْ كَانَ نَبِيًّا لَأَسْتَغَلَ عَنِ النِّسَاءِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ جَدَّهُ كَمُوسَى وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ النَّبُوءَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا ۝ فَكَانَ لِدَاوُدَ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ امْرَأَةً وَلِسُلَيْمَانَ أَلْفٌ مَبِينِ خُرَّةٍ وَسُرِّيَّةٍ فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ بِهِ بِمُحَمَّدٍ وَمِنْهُمْ مَنْ صَدَّ أَعْرَضَ عَنْهُ فَلَمْ يُؤْمِنْ وَكَفَى بِهِمْ سَعِيرًا ۝ عَذَابًا لِمَنْ لَا يُؤْمِنُ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْإِنْسَانِ سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا يَخْتَرِقُونَ فِيهَا كُلَّمَا أَضْجَعَتْ إِحْرَقَتْ جُلُودُهُمْ بَدَلًا لَهُمْ جُلُودًا أُخْرَى بَانَ تَعَادَ إِلَى خَالِهَا الْأَوَّلِ غَيْرَ مُخْتَرِقَةٍ لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ لِيُقَاسُوا شِدَّتَهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا لَا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ حَكِيمًا ۝ فِي خَلْقِهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خُلْدٌ فِيهَا أَبَدًا ۝ لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ ۝ بَيْنَ الْخَيْضِ وَكُلِّ قَدَرٍ وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ۝ دَائِمًا لَا تَنْسَخُهُ شَمْسٌ هُوَ ظِلُّ الْجَنَّةِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ مَا أُوتِيتُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْحَقُوقِ إِلَى أَهْلِهَا نَزَلَتْ لَمَّا أَخَذَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِفَتْحِ الْكَعْبَةِ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ طَلْحَةَ الْحَجَبِيِّ سَادِنِهَا قَهْرًا لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَسَمِعَهُ وَقَالَ لَوْ عَلِمْتُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ لَمْ أَمْنَعُهُ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَدِّهِ إِلَيْهِ وَقَالَ هَاكَ خَالِدَةً تَالِدَةً فَعَجِبَ مِنْ ذَلِكَ فَقَرَأَ لَهُ عَلَى الْآيَةِ فَاسْلَمَ وَأَعْطَاهُ عِنْدَ مَوْتِهِ لِأَخِيهِ شَيْبَةَ فَبَقِيَ فِي وَلَدِهِ وَالْآيَةُ وَإِنْ وَرَدَتْ عَلَى سَبَبٍ خَاصٍّ فَعُمُومُهَا مُعْتَبَرٌ بِقَرِينَةِ الْجَمْعِ وَإِذَا احْكَمْتُمُورِينَ النَّاسِ يَأْمُرُكُمْ

أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا بِهِ إِذْ غَامُ بَيْنِ نِعْمٍ فِي مَا النَّكِرَةُ الْمُؤْصُوفَةُ أَيْ نِعْمَ شَيْئًا يَعْظُمُ بِهَا تَادِيَةُ
الْأَمَانَةِ وَالْحُكْمُ بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا لِمَا يَقَالُ بِصِيرَةٍ ۝ بِمَا يَفْعَلُ لِيَأْتِيَ الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى أَصْحَابِ الْأَمْرِ أَيْ الْوَلَاةَ مِنْكُمْ إِذَا أَمَرَكُمْ بِطَاعَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ
إِخْتَلَفْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ أَيْ كِتَابِهِ وَالرَّسُولِ مُدَّةَ حَيَاتِهِ وَبَعْدَهُ إِلَى سُنَّتِهِ أَيْ اكْتَشِفُوا عَلَيْهِ
مِنْهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ أَيْ أَلَرُّهُ إِلَيْهِمَا خَيْرٌ لَكُمْ مِنَ التَّنَازُعِ وَالْقَوْلُ بِالرَّأْيِ
وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا مَا لَا

ع

ترجمہ: اور علماء (یہود) میں سے کعب بن اشرف جیسوں کے بارے میں (آئندہ آیت) نازل ہوئی، جب یہ لوگ
مکہ آئے اور مقتولین بدر کا مشاہدہ کیا اور مشرکین کو اپنے مقتولوں کے خون کا بدلہ لینے اور نبی ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ
کیا، کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا کہ جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے، (اس کے باوجود) بت اور شیطان پر ایمان پر رکھتے
ہیں، (جبت اور طاغوت) قریش کے دو بتوں کے نام ہیں، اور کافروں یعنی ابوسفیان اور ان کے اصحاب کے بارے میں کہتے
ہیں جب ان سے دریافت کیا گیا کہ ہم راہ راست پر ہیں یا محمد ﷺ؟ حال یہ کہ ہم بیت اللہ کے متولی ہیں حاجیوں کو پانی پلاتے
ہیں اور مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور قیدیوں کو رہائی دلاتے ہیں، اور اس کے علاوہ بھی (بہت کچھ) کرتے ہیں،
حالانکہ انہوں نے اپنے آبائی دین کی مخالفت کی اور قطع رحمی کی اور حرم کو خیر باد کہہ دیا، کہ یہ یعنی تم لوگ ایمان والوں سے زیادہ راہ
راست پر ہو یہی ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کر دے تو اس کا کوئی مددگار نہ پایگا، یعنی اس کے
عذاب سے روکنے والا، کیا سلطنت میں ان کا کچھ حصہ ہے؟ یعنی ان کا سلطنت میں کوئی حصہ نہیں ہے، اور اگر ایسا ہو تو یہ لوگ
(دیگر) لوگوں کو اپنے بجل کی وجہ سے کوئی حقیر شئی یعنی گھٹلی کی پشت میں شگاف بھر بھی نہ دیں، بلکہ (حقیقت یہ ہے) کہ یہ
لوگ، لوگوں یعنی محمد ﷺ پر حسد کرتے ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے نبوت اور کثرت نساء عطاء کی ہے، یعنی
آپ کی نعمت کے زوال کی تمنا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ نبی ہوتے تو عورتوں سے شغل نہ رکھتے، پس ہم نے تو آپ ﷺ
کے جدا مجد ابراہیم علیہ السلام کی آل کو کہ ان میں موسیٰ علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام ہیں کتاب اور حکمت
(نبوت) عطاء کی اور ہم نے ان کو عظیم سلطنت عطاء کی (حضرت) داؤد علیہ السلام کی بتا نوے بیویاں اور (حضرت) سلیمان
علیہ السلام کی آزاد اور باندیاں سب مل کر ایک ہزار تھیں، تو ان میں سے کچھ محمد ﷺ پر ایمان لائے اور کچھ نے آپ سے
اعراض کیا اور ایمان نہیں لائے، اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ان کے عذاب کے لئے جہنم کافی ہے جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا
انکار کیا ہم عنقریب ان کو آگ میں ڈال دیں گے جس میں جلتے رہیں گے، اور جب ان کی کھال جل جائے گی تو ہم ان کی جگہ
دوسری کھالیں بدل دیں گے بایں طور کہ بغیر جلی ہوئی سابقہ حالت پر لوٹا دیں گے، تاکہ وہ عذاب چکھتے رہیں (یعنی) تاکہ ان
کو اس کی شدت محسوس ہو یقیناً اللہ تعالیٰ غالب مخلوق کے بارے میں حکمت والا ہے اس کو کوئی شئی عاجز نہیں کر سکتی، اور جو لوگ

ایمان لائے اور نیک اعمال کئے، ہم عنقریب ان کو ایسی جنتوں میں پہنچا دیں گے کہ جن کے اندر نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے، ان کے لئے وہاں حیض اور ہر قسم کی گندگی سے صاف ستھری بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو کھنی چھاؤں میں رکھیں گے، یعنی دائمی سایہ میں کہ جس کو سورج ختم نہ کر سکے گا، اور وہ جنت کا سایہ ہوگا، اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کے حقوق کی وہ امانتیں جن پر تم کو امین بنایا گیا ہے ان کو پہنچا دو (مذکورہ آیت) اس وقت نازل ہوئی کہ جب حضرت علی نے بیت اللہ کی چابی عثمان بن طلحہؓ جی خادم بیت اللہ سے جبراً اس وقت لے لی تھی جبکہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ تشریف لائے تھے، (اور عثمان بن طلحہ نے) آپ ﷺ کو چابی دینے سے انکار کر دیا، اور کہا اگر مجھے اس بات کا یقین ہوتا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو میں منع نہ کرتا، تو آپ ﷺ نے حضرت علی کو چابی واپس کرنے کا حکم دیا (اور معذرت خواہی کیلئے فرمایا) اور آپ ﷺ نے فرمایا، لو (چابیاں) یہ خدمت تا قیامت ہمیشہ ہمیش کے لئے تمہارے پاس رہے گی۔

عثمان بن طلحہ کو اس معاملہ سے تعجب ہوا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو مذکورہ آیت پڑھ کر سنائی، چنانچہ عثمان ایمان لے آئے اور عثمان بن طلحہ نے وہ چابی موت کے وقت اپنے بھائی شیبہ کو دیدی اور ان کی اولاد میں (آج تک) باقی ہے، آیت کا نزول اگرچہ خاص واقعہ میں ہوا ہے مگر جمع کے صیغوں کے قرینہ کی وجہ سے معتبر اس کا عموم ہے اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو تم کو (اللہ) حکم دیتا ہے کہ عدل و انصاف سے فیصلہ کرو یقیناً یہ بہتر چیز ہے، اس میں نِعْمَ کے میم کا مائیکرہ موصوفہ میں ادغام ہے، اسی نِعْمَ شیداً یعظکم جس کی تم کو اللہ تعالیٰ نصیحت کر رہا ہے (یعنی) اداء امانت اور انصاف سے فیصلہ بے شک اللہ تعالیٰ باتوں کا سننے والا اور اعمال کا دیکھنے والا ہے اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور رسول کی اور اپنے اولوالامر حاکموں کی جب تم کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم کریں، اگر کسی معاملہ میں اختلاف رونما ہو جائے تو اس کو اللہ یعنی اس کی کتاب کی طرف اور رسول کی طرف لوٹا دو اس کی زندگی میں، اور بعد وفات اس کی سنت کی طرف لوٹاؤ، یعنی اس کا حکم قرآن و سنت سے معلوم کرو اگر تمہارا اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان ہے اور یہ قرآن و سنت پر پیش کرنا تمہارے لئے بہتر ہے جھگڑنے اور رائے زنی کرنے سے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

حَقِيقَةُ تَرْكِ تَسْمِيَةِ تَفْسِيرِي فَوَائِدُ

قَوْلُهُمْ: بَنَاهُمْ، النَّارَ وَالثُّورَةَ، خون کا بدلہ، (ف) ثاراً ہمزہ اور بغیر ہمزہ دونوں طریقہ سے، خون کا بدلہ لینا۔
قَوْلُهُمْ: لِلَّذِينَ كَفَرُوا، لِلَّذِينَ، یقولون کا صلہ ہے، (کما فی لغات القرآن للدرریش) اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ لِلَّذِينَ میں لام بمعنی اجل ہے نہ کہ یقولون کا صلہ یقولون کے قائل کعب بن اشرف اور اس کے اصحاب ہیں، لہذا اب یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ لام کا مدخول جو کہ قول کے بعد واقع ہو قول کا مخاطب ہوا کرتا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ کعب بن اشرف نے ابوسفیان اور ان کے اصحاب کے بارے میں کہا ”هَؤُلَاءِ اَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا“ (ترویج الارواح)

قَوْلُهُمْ: الْعَانِي قِيدِي، اسیر۔

قَوْلُهُ: نَفْعُلْ، بعض نسخوں میں نفعُل کے بجائے نَعْلُ ہے عقل دیت کو کہتے ہیں یعنی ہم دیت دیتے ہیں۔
قَوْلُهُ: هَوْلَاءِ، هَوْلَاءِ اسم اشارہ غائب لانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ یقولون کے مخاطب نہیں ہیں۔
قَوْلُهُ: لَيْسَ لَهُمْ کی تفسیر لیس لَهُمْ شے سے کر کے اشارہ کر دیا کہ ہمزہ بمعنی استفہام انکاری ہے۔
قَوْلُهُ: لَوْ كَانَ اس میں اشارہ ہے کہ فَاِذَا لَا يُوْتُونَ النَّاسَ فَقِيْرًا، جملہ جزائیہ ہے اور فاء جزائیہ ہے اور اس کی شرط محذوف ہے جس کو مفسر علام نے، لو کان، کہہ کر ظاہر کر دیا فَاِذَا میں فاء عاطفہ نہیں ہے ورنہ تو عطف خبر علی الانشاء لازم آئیگا، اسلئے کہ استفہام انشاء ہے۔

قَوْلُهُ: شَيْئًا نَافِيًا، اِی شَيْئًا حَقِيْرًا۔
قَوْلُهُ: فَذَرِ النَّفْرَةَ فِي ظَهْرِ النَّوَاةِ، یہ تافِہَا کی تفسیر ہے نفرة بالضم کھجور کی گٹھلی کے شکاف میں باریک ریشہ کو کہتے ہیں۔
قَوْلُهُ: يَتَمَنُّونَ زَوْالَهُ عَنَّهُ، اس سے غبطہ سے احتراز مقصود ہے۔
قَوْلُهُ: عَذَابًا، كَفٰی کی جہنم کی جانب نسبت سے تمیز ہے۔
قَوْلُهُ: اِلٰی حَالِهَا الْاَوَّلِ اس میں اشارہ ہے کہ مغَارَت سے مراد مغَارَت فی الصفّت ہے نہ کہ مغَارَت فی الذات تاکہ غیر مجرم کی تعذیب لازم نہ آئے۔

قَوْلُهُ: سَادَنُهَا اِی خادمہا۔
قَوْلُهُ: جَذُّهُ اِی جدا لئی ﷺ۔
قَوْلُهُ: مَنَعَهُ اِی مَنَعَ الْعَثْمَانُ الْحَجَبِيُّ النَّبِيَّ ﷺ، یعنی عثمان جحّی نے آپ کو بیت اللہ کی کنجیاں دینے سے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ اگر میں آپ کو نبی سمجھتا تو کنجی دینے کو منع نہ کرتا۔

قَوْلُهُ: هَاكَ، اِی خذھا۔
قَوْلُهُ: تَالِدًا یہ خالِدًا کے اتباع میں سے ہے۔
قَوْلُهُ: نِعْمَ شَيْئًا، اس میں اشارہ ہے کہ، نِعْمًا، میں نِعْمَ کے اندر ضمیر فاعل مستتر تمیز ہے۔
قَوْلُهُ: تَأْدِيَةُ الْاَمَانَةِ، اس میں اشارہ ہے کہ نِعْمَ کا مخصوص بالمدح محذوف ہے جس کو مفسر علام نے اپنے قول تادیۃ الامانۃ سے ظاہر کر دیا۔

تَفْسِيْرُ وَتَشْرِیْحِ

رابط آیات:

الْمُرْتَدِّ اِلٰی الدِّیْنِ اَوْ تَوَّابًا نَّصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجُبَّتِ وَالطَّاعُوْتَ سَابِقَةً اٰیَاتِ الْمُرْتَدِّ اِلٰی الدِّیْنِ اَوْ تَوَّابًا نَّصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ يَشْتَرُوْنَ (الآیۃ) میں یہودی قبائح کا ذکر تھا، اس آیت میں یہودی کے ایک اور فعل پرا ظہار تعجب کیا جا رہا ہے۔

الجبت والطاغوت سے کیا مراد ہے؟ جبت و طاغوت کے معنی میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن جریر اور ابو العالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جبت حبشی لغت میں ساحر کو کہتے ہیں اور طاغوت کا بن کو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جبت سے مراد سحر اور طاغوت سے مراد شیطان ہے، مالک بن انس سے منقول ہے کہ اللہ کے سوا جن چیزوں کی عبادت کی جاتی ہے ان کو طاغوت کہا جاتا ہے، یہ قول قرطبی کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، مذکورہ تمام معانی میں کوئی تضاد نہیں ہے یہ سب ہی مراد ہو سکتے ہیں ایک حدیث میں آیا ہے ”إِنَّ الْعِيفَةَ وَالطَّرْقَ وَالطَّيْرَةَ مِنَ الْجِبَّتِ“ (سنن ابی داؤد کتاب الطب) پرندہ اڑا کر، خط کھینچ کر، بد فالی یا نیک فالی لینا یہ چیزیں جبت سے ہیں، یعنی یہ سب شیطانی کام ہیں، جبت ایک بہت عام لفظ ہے کہانت (جوش) فال گیری، ٹونے ٹونکے، شگون، مہورت اور دیگر تمام وہی و خیالی باتوں کو جبت کہا جاسکتا ہے۔

مذکورہ آیت کا شان نزول:

غزوہ احد کے بعد کعب بن اشرف، یہود کے ستر (۷۰) آدمیوں کا ایک وفد لے کر اس غرض سے مکہ پہنچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قریش مکہ سے جنگی معاہدہ کیا جائے اور وہ معاہدہ توڑ دیا جائے جو ہجرت کے فوراً بعد یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا، چنانچہ خود کعب بن اشرف سردار مکہ ابوسفیان کے یہاں اتر اور دیگر یہودی نمائندے قریش کے مہمان ہوئے قریش نے جی کھول کر ان کی تواضع کی ایک مجمع عام میں قریش نے یہود سے یہ پوچھا کہ تم بھی اہل کتاب ہو اور محمد بھی اہل کتاب ہیں پھر اس کا کیا ثبوت ہے کہ تمہارا اس طرح آنا تم دونوں کی خفیہ سازش نہیں؟ اگر واقعی تم دشمن اسلام ہو تو آؤ پہلے جبت اور طاغوت نامی ان دونوں بتوں کو سجدہ کرو اور ان پر ایمان لاؤ۔

فَإِذَا لَا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَفَقًا.

یہود کی کنجوسی ضرب المثل ہے:

یہود کی کنجوسی اور حرص علی المال اور حسد مذاہب کی تاریخ میں ضرب المثل ہے انتہائی غربت اور محتاجی کے وقت ان کا یہ حال ہے، اگر خدا نخواستہ خدا کی مملکت مل جائے تو شاید لوگوں کو بھوکا مار دیں اور کسی کو قتل بھی نہ دیں۔

کیا یہود کو یاد نہیں رہا:

کہ ہم آل ابراہیم کو کتاب و حکمت اور بڑی سلطنت عطا کر چکے ہیں، کیا اس پورے گھرانے سے حسد کرنے والے اور جلنے والے کم تھے، کیا ان کے گھرانے کو حاسدین نے نیست و نابود کرنے میں کچھ کسر اٹھا رکھی تھی، مگر اس کا انعام کیا ہوا، پھر آج یہود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کر کے کیا فائدہ پائیں گے، کیا تورات انجیل اور زبور محض عنایت خداوندی سے ابراہیم

ﷺ کے گھرانے کو نہیں ملیں؟ کیا حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اسی گھرانے کے فرد نہ تھے، پھر آج محمد ﷺ پر حسد کیوں؟

شان نزول:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا، اس آیت کے نزول کا ایک خاص واقعہ ہے، یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ اسلام کی آمد سے پہلے کعبہ کی خدمت بڑی عزت کی بات سمجھی جاتی تھی، اور بیت اللہ کی مختلف خدمتیں مختلف لوگوں میں تقسیم کی جاتی تھیں، حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھی، جس کو سقایہ کہا جاتا تھا، اسی طرح بیت اللہ کی کلید برادری کی خدمت عثمان بن طلحہ کے سپرد تھی، اس کو حجابت اور سدانت کہا جاتا تھا، اور یہ خدمت پشتہا پشت سے خاندان بنو طلحہ میں چلی آرہی تھی جب آپ ﷺ کی بعثت ہوئی تو اس وقت یہ خدمت عثمان بن طلحہ سے متعلق تھی، اب آگے اس واقعہ کی روداد خود عثمان بن طلحہ کی زبانی سنئے۔

عثمان بن طلحہ کی کہانی خود ان ہی کی زبانی:

ہجرت سے قبل ایک روز آپ ﷺ مجھ سے ملے اور مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، میں نے نہایت گستاخانہ جواب دیا، آپ ﷺ نے میرے جواب پر کچھ نہ فرمایا اور نہ ناگواری کا اظہار فرمایا، میرا یہ دستور تھا کہ پیر اور جمعرات کے دن عام زیارت کے لئے بیت اللہ کو کھولا کرتا تھا، ایک روز کسی موقع پر بیت اللہ کھلا ہوا تھا لوگ زیارت کر رہے تھے آپ نے بھی اندر جانا چاہا میں نے اس موقع پر جو کچھ میرے منہ میں آیا خوب بکا، آپ نے اس پر بھی سکوت فرمایا، صرف اس قدر فرمایا کہ عثمان! ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک روز بیت اللہ کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں اور میں جسے چاہوں دوں، میں نے کہا یہ تو تب ہی ہو سکتا ہے کہ قریش پامال ہو چکے ہوں، آپ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ آبرو مند ہو چکے ہوں گے، آپ اس قدر فرما کر بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے ادھر میرا دل بے قابو ہو گیا مجھے یقین ہو گیا کہ جو کچھ فرما دیا گیا بس وہی ہوگا۔ (تفسیر ہدایت القرآن ملخصاً)

عثمان بن طلحہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی وقت اسلام لانیکا ارادہ کر لیا، لیکن جب میں نے اپنی قوم کے تیور بدلے ہوئے دیکھے اور وہ سب کے سب مجھے ملامت کرنے لگے تو میں اپنا ارادہ پورا نہ کر سکا، جب مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے بلا کر بیت اللہ کی کنجی طلب فرمائی میں نے پیش کر دی۔

بعض روایات میں ہے کہ عثمان بیت اللہ کی کنجی لیکر بیت اللہ کے اوپر چڑھ گئے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کے لئے زبردستی کنجی ان کے ہاتھ سے لیکر آنحضرت ﷺ کو دیدی تھی، جب آپ ﷺ بیت اللہ میں نماز پڑھ کر باہر تشریف لائے تو پھر کنجی مجھے واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ لو اب یہ کنجی ہمیشہ قیامت تک تمہارے ہی خاندان میں رہے گی، جو شخص تم سے یہ کنجیاں لے گا وہ ظالم ہوگا، اور یہ بھی فرمایا کہ بیت اللہ کی اس خدمت کے صلہ میں

تمہیں جو مال مل جائے اس کو شرعی قاعدہ کے مطابق خرچ کرو۔ (معارف)

عثمان بن طلحہ کہتے ہیں کہ جب میں کنجی لے کر خوشی خوشی چلنے لگا تو آپ نے پھر مجھے آواز دی اور فرمایا کیوں عثمان جو بات میں نے کہی تھی وہ پوری ہوئی یا نہیں؟ اب مجھے وہ بات یاد آگئی جو آپ نے ہجرت سے پہلے فرمائی تھی، ایک روز تم یہ کنجی میرے ہاتھ میں دیکھو گے، میں نے عرض کیا بے شک آپ کا ارشاد پورا ہوا اور اسی وقت میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ اس روز جب آپ ﷺ بیت اللہ سے باہر تشریف لائے تو یہ آیت آپ کی زبان پر تھی، اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُوَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا۔

امانت کا لفظ عربی زبان میں بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے، ہر قسم کی ذمہ داریاں اس کے تحت آتی ہیں، خواہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے، فرائض سے متعلق ہوں یا سنن و مندوبات سے متعلق، امام رازی نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ امانت کے تحت اعتقادات معاملات اور اخلاقیات سب ہی آگئے۔

حق دار ہی کو امانت سونپنی چاہئے:

اس آیت میں اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی کہ امانتیں ان لوگوں کو سپرد کرنی چاہئیں کہ جن میں بار امانات اٹھانے کی صلاحیت ہو ضمناً اس سے یہ بات بھی نکل آئی کہ نظام شریعت میں سعی و سفارش نیز اقربا پروری وغیرہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، حکومت میں عہدے صرف انھیں کو ملنے چاہئیں جو ان خدمتوں اور منصبوں کے واقعی اہل ہوں۔

وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ (الآیۃ) اس میں حکام کو بطور خاص عدل و انصاف کا حکم دیا گیا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ حاکم جب تک ظلم نہ کرے اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ ظلم کا ارتکاب کرنے لگتا ہے تو اللہ اس کو اس کے نفس کے حوالہ کر دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الاحکام)

یہود کی یہ عادت تھی کہ امانت میں خیانت کرتے اور مقدمات کے فیصلوں میں رشوت وغیرہ کی وجہ سے طرفداری کرتے، یہود شخصی اور قومی اغراض کے لئے بے تکلف انصاف کے گلے پر چھری پھیر دیتے، اس لئے مسلمانوں کو مذکورہ دونوں باتوں سے روکا گیا ہے۔

منقول ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ نے خانہ کعبہ میں داخل ہونا چاہا تو عثمان بن طلحہ کلید بردار خانہ کعبہ نے کنجی دینے سے انکار کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زبردستی ان سے چھین کر دروازہ کھول دیا، آپ ﷺ جب فارغ ہو کر باہر تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے درخواست کی کہ کعبہ اللہ کی کنجی مجھے عنایت فرمائیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور کنجی آپ نے عثمان بن طلحہ کو دیدی، تفصیل سابق میں گزر چکی ہے۔

وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ: اس جملہ میں حق تعالیٰ نے بین الناس فرمایا ہے، بین المسلمین یا بین المؤمنین نہیں فرمایا، اس میں اشارہ ہے کہ مقدمات کے فیصلوں میں سب انسان مساوی ہیں، مسلم ہوں یا غیر مسلم

دوست ہوں یا دشمن وطنی ہوں یا غیر وطنی ہم رنگ و ہم زبان ہوں یا نہ ہوں فیصلہ کرنے والوں کا فرض ہے کہ ان سب تعلقات سے الگ ہو کر جو بھی حق و انصاف کا تقاضہ ہو وہ فیصلہ کریں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ يَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ
 بنایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم پہلی آیت میں حکام کو عدل و انصاف کا حکم فرما کر اب دوسروں کو متابعت کا حکم دیا جا رہا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکام کی اطاعت اسی وقت واجب ہوگی کہ جب وہ حق کی اطاعت کریں گے حکام کی یہ اطاعت اسی وقت تک ضروری ہے کہ جب تک وہ خدا اور رسول کے خلاف حکم نہ دیں، اگر حاکم خدا اور رسول کے حکم کے صریح خلاف کرے تو اس کا حکم ہرگز نہ مانے۔

مذکورہ آیت کا شان نزول:

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے خالد بن ولید کی سرکردگی میں جنگی ضرورت سے ایک دستہ روانہ فرمایا، اس میں حضرت عمار بن یاسر بھی شریک تھے، رات کے کسی حصہ میں یہ دستہ منزل مقصود پر پہنچ گیا، دشمنوں کو جب علم ہوا تو پورا قبیلہ سوائے ایک شخص کے فرار ہو گیا یہ شخص خفیہ طور پر رات کے وقت کسی طرح اسلامی لشکر میں پہنچا، اتفاق سے اس کی ملاقات حضرت عمار سے ہو گئی، اس شخص نے عرض کیا میں اسلام لا چکا ہوں اور سچے دل سے توحید و رسالت کا اقرار کر چکا ہوں، حضرت عمار نے فرمایا تمہارا اسلام ضرور تمہاری حفاظت کرے گا، جاؤ اطمینان سے جہاں ہو وہیں رہو، صبح ہوتے ہی حضرت خالد نے حملہ کر دیا، حضرت عمار نے موقع پر پہنچ کر اس شخص کو یہ کہہ کر امان دلانی چاہی کہ یہ مسلمان ہے اور میں اسے امان دے چکا ہوں خالد رضی اللہ عنہ اس امان کو جنگی مصلحت کے خلاف سمجھ رہے تھے، اس پر دونوں حضرات میں تیز گفتگو ہو گئی واپسی پر یہ معاملہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا، آپ نے حضرت عمار کی کارروائی کو برقرار رکھتے ہوئے آئندہ کے لئے حضرت عمار کو منع فرمادیا کہ سالار لشکر کی اطلاع کے بغیر ایسا نہ کریں اس کے بعد پھر دونوں حضرات میں تیز گفتگو ہوئی، تب آپ نے فرمایا خالد جو عمار کے ساتھ گستاخی سے پیش آ رہا تھا اس کو مڑا پکھا دیں گے، جو عمار سے نفرت کرے گا اس سے اللہ نفرت فرما دے گا، جو عمار پر لعنت کرے گا اللہ خود اس کو ملعون کر دیں گے، یہ سننا تھا کہ حضرت خالد بڑے عاجزانہ انداز میں معافی مانگنے لگے اس طرح دونوں بزرگوں کے دل صاف ہو گئے، معاذ کورہ آیت نازل ہوئی اور قرآن کریم نے مسلمانوں کے لئے لازم کر دیا کہ اپنے ذمہ داروں کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں۔ (مدابہ القرآن ملخصاً)

وَنَزَلَ لَكُمْ آيَاتُ اللَّهِ فَاتَّبِعُوا أَمْرَهُمْ وَلَا تَتَحَكَّمُوا إِلَى الْأَعْيُنِ الْمُضَوِّغَةِ وَهُوَ كَعَبُ بْنُ الْأَشْرَفِ وَقَدْ أَمَرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِمْ وَلَا تُرِيدُونَ أَنْ تَتَحَكَّمُوا إِلَى الظَّالِمِينَ الَّذِينَ يُزْعِمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ
 وَإِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّبِعُوا فَمَنْ يَعْصِ الْأَمْرَ فَلَمْ يَرْضَ الْمُنَافِقُ وَأَتَيْنَا عُمَرَ فَقَدْ كَرِهَ اللَّهُ إِلَيْهِ يَهُودِيٌّ ذَلِكَ فَقَالَ لِلْمُنَافِقِ أَكَذَلِكَ قَالَ نَعَمْ فَقَتَلَهُ الْمُرْتَضَى الَّذِينَ يُزْعِمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَكَّمُوا إِلَى الظَّالِمِينَ وَالْأَعْيُنِ الْمُضَوِّغَةِ وَهُوَ كَعَبُ بْنُ الْأَشْرَفِ وَقَدْ أَمَرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِمْ وَلَا تُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَكَّمُوا إِلَى الظَّالِمِينَ الَّذِينَ يُزْعِمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

يُؤَالُوهُ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝ عَنِ الْحَقِّ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِي الْقُرْآنِ مِنَ الْحُكْمِ وَإِلَى الرَّسُولِ لِيَحْكَمْ بَيْنَهُمْ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ يُعْرِضُونَ عَنْكَ إِلَى غَيْرِكَ صُدُّوهُمْ ۝ فَكَيْفَ يَضُنُّونَ إِذَا أَصَابَهُمْ مُصِيبَةٌ عِقُوبَةً بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ مِنَ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِي أَى يَقْدِرُونَ عَلَى الْإِعْرَاضِ وَالْفِرَارِ مِنْهَا لَا تَعْرَجْ أَوْكَ مَعْطُوفٌ عَلَى يَصُدُّونَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ مَا أَرَدْنَا بِالمُحَاكَمَةِ إِلَى غَيْرِكَ إِلَّا إِحْسَانًا صُلْحًا وَتَوْفِيقًا ۝ تَالَيْفًا بَيْنَ الْخُضَمَيْنِ بِالتَّقْرِيبِ فِي الْحُكْمِ دُونَ الْحَمْلِ عَلَى مُرِّ الْحَقِّ أُولَئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ النِّفَاقِ وَكَذِبِهِمْ فِي غُدْرِهِمْ فَأَعْرَضَ عَنْهُمْ بِالصَّفْحِ وَعَظَّمَهُمْ خَوْفَهُمُ اللَّهَ وَقُلْ لَهُمْ فِي شَأْنِ أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ۝ مُؤَثِّرًا فِيهِمْ أَى أَزْجَرَهُمْ لِيَرْجِعُوا عَنْ كُفْرِهِمْ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ فِيمَا يَأْمُرُ بِهِ وَيَحْكُمُ بِإِذْنِ اللَّهِ بِأَمْرِهِ لَا يُعْصَى وَيُخَالَفُ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ يَتَحَاكَمُونَ إِلَى الطَّاغُوتِ جَاءُوكَ تَائِبِينَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ فِيهِ النِّفَاقُ عَنِ الْخُطَابِ تَفْخِيمًا لِشَأْنِهِ لَوْجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا عَلَيْهِمْ رَحِيمًا ۝ بِهِمْ فَلَا وَرَيْكَ لَا زَائِدَةَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحْكَمُوا فِيهَا شَجَرِ اخْتِلَافٍ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا ضِيقًا أَوْ شَكًّا مِمَّا قُضِيَتْ وَيُسَلِّمُوا يَنْقَادُوا لِحُكْمِكَ تَسْلِيمًا ۝ مِنْ غَيْرِ مُعَارَضَةٍ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنْ مُسْفِرَةً أَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ كَمَا كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ مَا فَعَلُوهُ أَى الْمَكْتُوبُ عَلَيْهِمْ إِلَّا قَلِيلٌ بِالرَّفْعِ عَلَى الْبَدَلِ وَالنَّصْبِ عَلَى الْإِسْتِثْنَاءِ مِنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ مِنْ طَاعَةِ الرَّسُولِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ تَنْبِيْهُنَّ ۝ تَحْقِيقًا لَا يَمَانِيَهُمْ وَإِذَا أَى لَوْ تَبَتُّوا لَا تَتَّبِعُهُمْ مَنْ لَدُنَّا مِنْ عِنْدِنَا أَجْرًا عَظِيمًا ۝ هُوَ الْجَنَّةُ وَلَهْدَيْنَهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ قَالَ بَعْضُ الصَّحَابَةِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ نَرُكَ فِي الْجَنَّةِ وَأَنْتَ فِي الدَّرَجَاتِ الْعُلَى وَنَحْنُ أَسْفَلَ مِنْكَ فَنَزَلَ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فِيمَا أَمَرَهُ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ أَفَاضِلِ أَصْحَابِ الْأَنْبِيَاءِ لِمُبَالِغَتِهِمْ فِي الصَّدَقِ وَالتَّصَدِيقِ وَالشَّهَادَةِ الْقَتْلَى فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالصَّالِحِينَ غَيْرِ مَنْ ذَكَرَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا ۝ رُفَقَاءُ فِي الْجَنَّةِ بَأَن يَسْتَمْتِعَ فِيهَا بِرُؤْيَيْهِمْ وَزِيَارَتِهِمْ وَالْحَضُورِ مَعَهُمْ وَإِنْ كَانَ مَقْرُؤُهُمْ فِي دَرَجَاتٍ غَالِيَةٍ بِالنِّسْبَةِ إِلَى غَيْرِهِمْ ذَلِكَ أَى كَوْنُهُمْ مَعَ مَنْ ذَكَرَ مُبْتَدَأُ خَيْرِهِ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ تَفَضُّلٌ بِهِ عَلَيْهِمْ لَا أَنَّهُمْ نَالُوهُ بِطَاعَتِهِمْ وَكُلُّهُ بِاللَّهِ عَلِيمًا ۝ بِثَوَابِ الْأَجْرَةِ فَيَتَّقُوا بِمَا أَخْبَرَ كُمْ بِهِ وَلَا يُنْبِتُكَ بِمِثْلِ خَبِيرٍ.

ترجمہ: (آئندہ آیت) اس وقت نازل ہوئی جب ایک یہودی اور منافق کے درمیان ایک مقتول کے معاملہ میں

نزاع پیدا ہو گیا، منافق نے کعب بن اشرف کے پاس جانے کے لئے کہا تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اور یہودی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کے لئے کہا، چنانچہ جب یہ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فیصلہ یہودی کے حق میں فرمایا، مگر منافق اس پر راضی نہ ہوا، اور دونوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے، اور یہودی نے آپ ﷺ کے فیصلہ کا تذکرہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روبرو کر دیا، (حضرت عمر نے) منافق سے کہا کیا بات ایسی ہی ہے؟ منافق نے اقرار کیا چنانچہ حضرت عمر نے منافق کو قتل کر دیا، کیا آپ نے ان کے معاملہ میں غور کیا کہ جن کا دعویٰ ہے کہ وہ اس پر ایمان لائے جو آپ پر نازل کیا گیا ہے اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا ہے اپنے فیصلے غیر اللہ کے پاس لیجانا چاہتے ہیں (طاغوت) کثیر الطغیان کو کہتے ہیں، اور وہ کعب بن اشرف ہے، حالانکہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کے سامنے گردن نہ جھکائیں، اور اس کا اقتدار تسلیم نہ کریں، شیطان تو چاہتا ہی یہ ہے کہ ان کو حق سے بھٹکا کر دور دراز لے جائے، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس حکم کی طرف آؤ کہ جس کو قرآن میں اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف آؤ تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو آپ ان منافقین کو دیکھیں گے کہ آپ سے بڑی بے رخی کر کے دوسروں کی طرف رخ کرنے والے ہیں تو اس وقت کیا کریں گے کہ جب ان کے کرتوتوں کی بدولت کہ وہ کفر و معاصی ہیں ان پر مصیبت (عقوبت) آئیگی یعنی کیا یہ لوگ اس سے اعراض اور فرار پر قادر ہوں گے؟ نہیں، پھر یہ (منافق) اللہ کی قسم کھاتے ہوئے آپ کے پاس آتے ہیں اس کا عطف یَصُدُّونَ پر ہے، کہ غیر کے پاس مقدمہ لیجانے سے ہمارا مقصد حکم میں اعتدال پیدا کر کے فریقین کے درمیان صلح اور میل ملاپ کرنا تھا نہ کہ تلخ حق پر آمادہ کرنا یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں کا راز اللہ تعالیٰ پر بخوبی روشن ہے اور وہ نفاق اور ان کا عذر میں کذب بیانی کرنا ہے، لہذا آپ ان سے چشم پوشی کیجئے، اور ان کو نصیحت کیجئے (یعنی) ان کو خدا کے خوف سے ڈرائیے، اور ان کے معاملہ میں ان سے مؤثر بات کہتے رہیے یعنی زیادہ روکنے والی تاکہ وہ اپنے کفر سے باز آجائیں، اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے وہ اسلئے بھیجا ہے کہ جس چیز کا وہ حکم کرے اس میں اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کیجائے اور اس کی نافرمانی اور مخالفت نہ کیجائے اور کاش کہ جس وقت یہ لوگ طاغوت کے پاس مقدمہ لیجا کر اپنے اوپر زیادتی کر بیٹھے تھے تو بہ کرتے ہوئے آپ کے پاس آجاتے اور خدا سے معافی طلب کرتے اور رسول بھی ان کیلئے استغفار کرتے اس میں خطاب سے (غیبت) کی جانب (التفات ہے) آپ کی عظمت شان کے اظہار کے لئے تو یہ ضرور اللہ کو ان کی توبہ کا قبول کرنے والا اور مہربان پاتے سو قسم ہے تیرے پروردگار کی "لا" زائدہ ہے، یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے درمیان اختلافی معاملہ میں آپ کو حکم تسلیم نہ کریں، پھر جو فیصلہ آپ کر دیں اس میں اپنے دل میں کوئی تنگی یا شک نہ پائیں، اور آپ کے حکم کو بغیر کسی معارضہ کے پورا پورا تسلیم کر لیں، اور اگر ہم ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنی جانوں کو قتل کر ڈالو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ جیسا کہ ہم نے بنی اسرائیل پر فرض کیا تھا (ان) مفسرہ ہے، تو اس فرض کو بہت کم لوگ ادا کرتے، قلیل، رفع کے ساتھ ہے بدلیت کی وجہ سے اور نصب کے ساتھ ہے استثناء کی وجہ سے، اور اگر یہ لوگ وہ کام کر ڈالتے جس کا ان کو حکم دیا گیا ہے اور وہ طاعت رسول ہے تو یہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا اور ان کے ایمان کو بہت زیادہ

مضبوط رکھنے والا بھی اور اس وقت ہم انھیں اپنے پاس سے ضرور اجر عظیم دیتے اور وہ جنت ہے، اور ہم انھیں سیدھی شاہ راہ دکھاتے بعض صحابہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم جنت میں آپ کا کیسے دیدار کریں گے؟ اسلئے کہ آپ اعلیٰ درجوں میں ہوں گے اور ہم آپ سے نیچے درجوں میں، تو یہ آیت نازل ہوئی، اور جو بھی اللہ کی اور اس کے رسول کی مامور بہ میں فرمانبرداری کرے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، جیسے نبی اور صدیق اصحاب انبیاء میں وہ لوگ ہیں جو افضل ترین ہیں، اور شہداء یعنی راہ خدا میں مقتول، اور مذکورین کے علاوہ دیگر صالحین، یہ بہترین رفیق ہیں یعنی جنت میں رفقاء ہیں، اس طور پر کہ ان کے دیدار سے اور ان کی زیارت سے اور ان کے ساتھ حاضری سے مستفید ہوں گے، اگرچہ ان کے ٹھکانے دوسروں کی نسبت اونچے درجوں میں ہوں گے یہ فضل یعنی ان کا مذکورین کے ساتھ ہونا اللہ کی جانب سے ہے (ذلک) مبتداء ہے اور (الفصل) اس کی خبر ہے، جس کا اللہ نے ان پر فضل کیا ہے، نہ یہ کہ انہوں نے اپنی طاعت کے ذریعہ حاصل کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی کا علم کافی ہے آخرت کے ثواب کو جاننے کے اعتبار سے لہذا جس کی وہ تم کو خبر دے اس پر اعتماد کرو تم کو اس کے جیسی کوئی خبر دینے والا خبر نہیں دے سکتا۔

تَحْقِیْقُ تَرْکِیْبِ تَسْبِیْلِ تَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

قَوْلٌ: یَصْدُوْنَ صَدُّ (ن) سے مضارع جمع مذکر غائب، وہ اعراض کرتے ہیں اور روکتے ہیں، یَصْدُوْنَ کی تفسیر یُعْرَضُوْنَ سے بیان معنی کے لئے ہے، اگر رَأِیْتُ سے رویت بصری مراد ہو تو یَصْدُوْنَ جملہ حالیہ ہوگا، اور اگر رویت قلبیہ مراد ہو تو یَصْدُوْنَ مفعول ثانی ہوگا، اور منافقین مفعول اول، اور صَدُوْا مفعول مطلق۔

قَوْلٌ: مَعْطُوْفٌ عَلٰی یَصْدُوْنَ، یعنی ابتداء میں آپ سے اعراض کرتے ہیں اور بعد اعراض کے معانی مانگتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد طرفین کی اصلاح حال تھا نہ کہ آپ کی مخالفت۔

قَوْلٌ: جَاءَ وَكَ، کا عطف یَصْدُوْنَ پر ہے اور درمیان میں جملہ معترضہ ہے، یحلفون جملہ حالیہ ہے۔

قَوْلٌ: بِالتَّقْرِیْبِ فِی الْحُكْمِ یعنی خصمین کو ان کی مراد کے قریب کر کے صلح کرانا ہے نہ کہ حق کے مطابق فیصلہ کر کے الحق مرے کے قبول کرنے پر مجبور کرنا۔

قَوْلٌ: الْتَفَاتٌ عَنِ الْخِطَابِ یہ یعنی جَاءَ وَكَ میں آپ ﷺ کو خطاب ہے اور استغفر لھُمُ الرُّسُولُ میں رسول اسم ظاہر ہونے کی وجہ سے غائب ہے۔

قَوْلٌ: تَفْخِیْمًا لِّشَانِہِ، یعنی خطاب سے اعراض کر کے آپ کے وصف خاص (رسالت) کی طرف التفات فرمایا۔

قَوْلٌ: بِہِ، مِمَّا قَضِیَتْ، میں ماموصولہ ہے اسلئے کہ صلہ جب جملہ ہوتا ہے تو عام کی ضرورت ہوتی ہے۔

قَوْلٌ: اَفَاضِلِ، اَصْحَابِ الْاَنْبِیَاءِ، یہ صدیق کی چند تعریفوں میں سے ایک کی طرف اشارہ ہے۔

قَوْلًا: غَيْرَ مَنْ ذِكْرٍ، اس میں تکرار سے اجتناب کی طرف اشارہ ہے۔
قَوْلًا: لَا اِنَّهُمْ نَالُوهُ بِطَاعَتِهِمْ، اس میں معتزلہ پر رد ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْح

رابط آیات:

پہلی آیات میں تمام معاملات میں اللہ اور اس کے احکام کی طرف رجوع کر نیک حکم تھا ان آیات میں خلاف شرع قوانین کی طرف رجوع کرنے کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

شان نزول:

مذکورہ آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں متعدد واقعات مذکور ہوئے ہیں۔

① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بشر نامی ایک منافق اور ایک یہودی کا کسی معاملہ میں نزاع ہو گیا، فیصلے کے لئے یہودی نے آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی پیش کیا کیونکہ وہ اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ آپ ﷺ بغیر کسی رو رعایت اور رشوت و سفارش کے حق فیصلہ فرمائیں گے، اور بشر نامی منافق نے فیصلہ کے لئے یہودیوں کے مشہور عالم اور سردار کعب بن اشرف کا نام پیش کیا اسلئے کہ وہ جانتا تھا کہ کعب بن اشرف سے رشوت و سفارش کے ذریعہ اپنے حق میں فیصلہ کرا لے گا، آخر کار یہودی کعب بن اشرف کے پاس مقدمہ لیجانے کیلئے تیار نہ ہوا مجبوراً منافق بھی آپ ﷺ کی خدمت میں مقدمہ لیجانے کے لئے رضا مند ہو گیا، آپ نے پورا واقعہ سماعت فرمانے کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ فرمادیا، اسلئے کہ یہودی حق پر تھا، آپ ﷺ کا فیصلہ سن کر منافق سخت دل گیر ہوا اور اس نے یہودی کو مجبور کیا کہ وہ دوبارہ فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لیجائے منافق کا خیال تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ چونکہ کفار کے معاملہ میں نہایت سخت ہیں لہذا عین ممکن ہے کہ وہ میرے کلمہ گو ہونے کی وجہ سے (گو بظاہر ہی سہی) میرے حق میں رعایت کریں، جب یہ دونوں حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے تو یہودی نے آپ ﷺ سے فیصلہ کرانے اور منافق کے قبول نہ کرنے کی پوری سرگذشت سنائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق سے معاملہ کی تصدیق چاہی منافق نے اقرار کر لیا حضرت عمر نے فرمایا تم یہیں ٹھہرو میں ابھی اندر سے آتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر سے تلوار چادر میں لپیٹ کر باہر تشریف لائے اور یہ کہتے ہوئے کہ جو بد بخت انسان، اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے پر رضا مند نہ ہو میرے یہاں اس کا فیصلہ یوں ہوا کرتا ہے، اسی پر مذکورہ آیت نازل ہوئی، اس واقعہ کو ابن کثیر نے سنداً ضعیف کہا ہے ابن ابیہ اس میں ضعیف ہے۔

۲ دوسرا واقعہ:

حضرت زبیر بن عوام جو رشتہ میں آنحضرت ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی بھی تھے، ان کا ایک انصاری کے ساتھ پہاڑی پانی کی ایک گول (نالی) کے بارے میں جس سے دونوں اپنے باغ سیراب کیا کرتے تھے نزاع ہو گیا معاملہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا آپ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جب تمہارا کھیت سیراب ہو جایا کرے تو گول چھوڑ دیا کرو تا کہ تمہارے بعد یہ شخص اپنا کھیت سیراب کر سکے، اس فیصلہ پر وہ شخص بھڑک اٹھا اور کہا یہ فیصلہ آپ نے اسلئے کیا ہے کہ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں، اس پر آپ کے روئے انور کا رنگ متغیر ہو گیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا زبیر اپنا کھیت سیراب کرو اور اس وقت تک گول رو کے رکھو جب تک کھیت میں پانی خوب نہ بھر جائے، جب یہ دونوں حضرات واپس ہوئے تو حضرت مقداد نے پوچھا کہ کس کے حق میں فیصلہ ہوا؟ انصاری فوراً بولا پھوپھی زاد بھائی کے حق میں، جواب کا یہ انداز ظاہر کر رہا تھا کہ یہ شخص آپ کے فیصلہ سے خوش نہیں ہے، اتفاق سے وہاں ایک یہودی موجود تھا وہ بولا خدا انھیں سمجھے ایک طرف کہتے ہیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں دوسری طرف ان کے فیصلہ سے ناراض بھی ہوتے ہیں۔

(اخرجه البعاری و مسلم و اهل السنن و غیرہم)

۳ تیسرا واقعہ:

ابن ابی حاتم و طبرانی نے سند کے ساتھ روایت کیا ہے جس کو سیوطی نے صحیح عن ابن عباس کہا ہے، فرمایا ابو ہریرۃ الاسلمی ایک کاہن تھا یہود کے تازع کا فیصلہ کیا کرتا تھا، بعض مسلمان بھی اس کے پاس فیصلے کے لئے پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(فتح القدیر)

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمُ اَنِ اقْتُلُوا، (الآیۃ) یعنی یہ منافقین ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ ہماری جان و مال سب کچھ خدا کے لئے ہے دوسری طرف یہ حالت ہے کہ اگر ہم براہ راست جان و مال کی قربانی مانگ لیتے تو شاید دو چار کے سوا کوئی بھی نہ کرتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اخذُوا حُرْمَتَكُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ اِیْ اخْتَرُوا مِنْهُ وَتَقَطُّوْا لَهٗ فَاَنْفِرُوْا اِنَّهُمْ ضُوْا اِلَى قِتَالِهٖ ثَبَاتٍ مُّتَفَرِّقَيْنِ سَرِيَّةًۢ بَعْدَ اُخْرٰی اَوْ اَنْفِرُوْا جَمِیْعًا ۝۶۱ مُّجْتَمِعِیْنَ وَلَئِنْ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيَبْطِئُ لَبِئْسَ اَخْرَجَ عَنِ الْقِتَالِ كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُمِّیِّ الْمُنَافِقِ وَاَصْحَابِهٖ وَجَعَلَهُ مِنْهُمْ مِنْ حَيْثُ الظَّاهِرِ وَاللَّامُ فِي الْفِعْلِ لِقَسَمٍ اِنْ اَصَابَكُمْ مُّصِیْبَةٌ كَقَتْلِ وَهَرِيْمَةَ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلٰی اِذْ لَمْ اَكُنْ مَعَهُمْ شَهِیْدًا ۝۶۲ حَاضِرًا فَاصَابَ وَلَٰكِنْ لَّامُ قَسَمٍ اَصَابَكُمْ فَضَّلَ مِنَ اللّٰهِ كَفَتْحِ وَغَنِيْمَةٍ لِّیَقُوْلُنَّ نَادِمًا كَانَ مُخَفَّفَةً وَاَسْمُهَا مَخْذُوْثٌ اِیْ كَاَنَّهُ لَمْ تَكُنْ بِالْبِیْءِ وَالتَّاءِ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ مَّعْرِفَةٌ وَصَدَاقَةٌ وَهَذَا رَاجِعٌ اِلَى قَوْلِهٖ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلٰی اُغْتَرِضَ بِهِ بَيْنَ الْقَوْلِ وَمَقُوْلِهٖ وَهُوَ اِلَّا لِّلنَّبِیِّهِ

لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝۳ اُخَذَ حَظًا وَاِثْرًا مِنَ الْغَنِيمَةِ قَالَ تَعَالَى فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا غِلَاءَ دِينِهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ بَيْعُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَمُوتْ يُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝۴ ثَوَابًا جَزِيلًا وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ اسْتَفْهَامُ تَوْبِيخِ اِي لَا مَانِعَ لَكُمْ مِنَ الْقِتَالِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَفِي تَخْلِيصِ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ حَبَسَهُمُ الْكُفْرُ عَنِ الْهَجْرَةِ وَأَذَوْهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كُنْتُ أَنَا وَأُمِّي مِنْهُمْ الَّذِينَ يَقُولُونَ دَاعِينَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ مَكَّةَ الظَّالِمِ أَهْلُهَا بِالْكَفْرِ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ مِنْ عِنْدِكَ وَلِيًّا يَتَوَلَّى أُمُورَنَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝۵ يَمْنَعُنَا مِنْهُمْ وَقَدْ اسْتَجَابَ اللَّهُ دُعَائِهِمْ فَيَسَّرَ لِبَعْضِهِمُ الْخُرُوجَ وَبَقِيَ بَعْضُهُمْ إِلَى أَنْ فُتِحَتْ مَكَّةُ وَوَلَّى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَتَّابَ بْنَ أُسَيْدٍ فَأَنْصَفَ مَطْلُومَهُمْ مِنْ ظَالِمِهِمُ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الظَّالِمِينَ الشَّيْطَانُ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ أَنْصَارَ دِينِهِ تَغْلِبُوهُمْ لِقُوَّتِكُمْ بِاللَّهِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ بِالْمُؤْمِنِينَ كَانَ ضَعِيفًا وَاهِيًا لَا يُقَاوِمُ كَيْدَ اللَّهِ بِالْكَافِرِينَ

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے دشمنوں سے محتاط رہو یعنی ان سے احتیاطی تدابیر اختیار کرو اور ان سے بیدار مغز رہو پھر دشمن سے لڑنے کے لئے جماعتوں کی شکل میں یکے بعد دیگرے نکلو یا اجتماعی طور پر نکلو اور یقیناً تم میں بعض وہ بھی ہیں جو نکلنے میں پس و پیش کرتے ہیں، یعنی لڑائی سے پیچھے رہنے کی کوشش کرتے ہیں، جیسا کہ عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھی، اور اس کو مومن ظاہر کے اعتبار سے کہا گیا ہے، اور لام، فعل پر قسمیہ ہے، اور پھر اگر تم کو کوئی مصیبت (نقصان) پہنچتی ہے مثلاً قتل اور شکست تو کہتا ہے کہ مجھ پر اللہ کا بڑا فضل ہوا کہ میں ان کے ساتھ (لڑائی) میں حاضر نہ ہوا ورنہ تو میں مصیبت میں پھنس جاتا، اور اگر تم کو اللہ کا فضل پہنچتا ہے جیسا کہ فتح اور مالی غنیمت تو شرمندگی سے کہنے لگتا ہے گویا کہ تمہارے اور اس کے درمیان کوئی جان پہچان اور دوستی کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے (کائن) تحفہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے، اسی کائنہ، (تکن) یاء اور تاء کے ساتھ ہے اور اس جملہ کا تعلق، قد انعم اللہ علی، سے ہے اور یہ جملہ قول (یعنی، لَیَقُولَنَّ) اور مقولہ (یعنی یا لَیْتَنِي) کے درمیان جملہ معترضہ ہے کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کرتا یعنی مال غنیمت سے بڑا حصہ پاتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو لوگ دنیوی زندگی کو آخرت کے عوض فروخت کر چکے ہیں تو ان کو اللہ کے دین کی سر بلندی کے لئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہئے اور جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہادت پائے یا اپنے دشمن پر غالب آجائے تو ہم اس کو اجر عظیم عطا فرمائیں گے اور تمہیں کیا عذر ہے کہ استفہام تو بخئی ہے یعنی جہاد سے تمہیں کوئی چیز مانع نہیں ہے تم اللہ کے راستہ میں اور نا تو اس مردوں اور عورتوں اور بچوں کو چھڑانے میں جن کو کافروں نے ہجرت سے روک رکھا ہے اور ان کو اذیت پہنچاتے ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما

نے فرمایا کہ میں اور میری والدہ بھی ان ہی میں تھے، جہاد نہیں کرتے جو دعاء کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو ہم کو اس بستی سے یعنی مکہ سے کہ جس کے باشندوں نے کفر کر کے ظلم کیا ہے نکال اور اپنے پاس سے ہمارا کوئی والی مقرر فرما جو ہمارے معاملات کی تولیت کرے اور ہمارے لئے اپنے پاس سے مددگار متعین فرما کہ ہم کو ان سے بچائے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء قبول فرمائی کہ ان کے لئے (مکہ) سے نکلنا آسان فرمادیا، اور کچھ لوگ فتح مکہ تک مکہ میں رہ گئے، اور محمد ﷺ نے ان کا متولی عتّاب بن اسید کو بنادیا جس نے مظلوموں کو ظالموں سے انصاف دلایا، جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور جو کافر ہیں سو وہ شیطان کے راستے میں قتال کرتے ہیں لہذا تم شیطان کے دوستوں سے جہاد کرو یعنی شیطان کے دین کے مددگاروں سے جہاد کرو خدا داد قوت کی وجہ سے تم ہی غالب رہو گے، یقیناً مانو مومنین کے ساتھ شیطان کا مکر نہایت بودا (کنزور) ہے کافروں کے ساتھ اللہ کی تدبیر کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

تحقیق و ترکیب تیسبیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: حِذْرٌ، حياء کے کسرہ اور ذال کے سکون اور دونوں کے فتح کے ساتھ، احتیاط، بیدار مغزی، خطرناک چیز سے احتراز يقال اخذ حذرہ اذا تيقظ واحتوز من المخوف، اس میں استعارہ بالکنایہ ہے، حذر کو سلاح کے ساتھ دل ہی دل میں تشبیہ دی ہے مشبہ مذکور اور مشبہ بہ محذوف ہے (فارسی ترجمہ) اے مسلمانان! بغیر یہ سلاح خود پس پیروں روید یعنی بقتال دشمنان گروہ در گروہ در جہات مختلف، یا سیر کنید برائے جہاد جمع شدہ بایکدگر۔

قَوْلُهُ: ثَبَاتٌ جمع ثُبَّة، دس سے زیادہ لوگوں کی جماعت۔

قَوْلُهُ: يُبْطِنُ مضارع واحد مذکر غائب بانون تاکید ثقیلہ (تفعیل) تَبْطِئُ، دیر لگانا، سستی کرنا، پیچھے رہنا، مادہ بطوء۔

قَوْلُهُ: وَالْاَلَامُ لِلْقَسَمِ اس سے مراد لَيُبْطِنَنَّ کلام ہے، اور لَمَنْ، میں لام ابتدائیہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے، وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ اَقْسَمَ بِاللّٰهِ لَيُبْطِنَنَّ۔

قَوْلُهُ: فَاَصَابَ، اى اَصَابَنِی مَا اَصَابَهُمْ۔

سُؤَالٌ: لَيَقُولَنَّ، جزاء شرط ہے، اور قاعدہ ہے کہ جزاء جب فعل مضارع واقع ہو تو اس پر فاء لازم ہوتی ہے حالانکہ یہاں فاء نہیں ہے۔

جَوَابُ: لَئِنْ اَصَابَكُمْ، میں قسم اور شرط دونوں جمع ہیں اور قسم مقدم محذوف ہے، اور قاعدہ ہے کہ جب قسم اور شرط دونوں جمع ہو جائیں تو آئیوا جملہ اول کی جزاء ہوتی ہے لہذا لَيَقُولَنَّ جواب قسم ہے نہ کہ جواب شرط۔

قَوْلُهُ: نَادِمًا، اى نادماً لفواۃ الغنیمۃ لا لِطَلَبِ الثَّوَابِ۔

قَوْلُهُ: وَهَذَا رَاجِعٌ اِلٰی قَوْلِهِ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلٰی الْخِیْ یَعْنٰی کَانَ لَمْ یَكُنْ الْخِ کا تعلق باعتبار معنی کے سابق جملہ قد

انعم اللہ علی سے ہے، تقدیر عبارت ہے، قال قد انعم اللہ علی الخ کان لم یکن الخ پھر اس جملہ کو بطور جملہ معترضہ کے مؤخر کر دیا۔

قَوْلُهُ: لَيَقُولَنَّ قول ہے اور یالیتنی کنت معہم الخ مقولہ ہے اور کان لم یکن بینکم و بینہ مودۃ جملہ معترضہ ہے۔
قَوْلُهُ: فَأَفُوزَ، جواب تمنی کی وجہ سے منصوب ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خذُوا حِذْرَكُمْ (الآية) ان آیتوں کا مضمون پوری طرح سمجھنے کے لئے ان کا پس منظر سمجھنا ضروری ہے، غزوہ احد میں مسلمانوں کو ابھی حال ہی میں عارضی شکست ہوئی تھی اس سے قدرۃً مشرکین کی ٹوٹی ہوئی ہمتیں بڑھ گئی تھیں، آئے دن یہ خبریں آتی رہتی تھی کہ فلاں قبیلہ حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہا ہے، فلاں قبیلہ کے تیور بگڑے ہوئے ہیں، فلاں قبیلہ دشمنی پر آمادہ ہے، مسلمانوں کے ساتھ پے در پے غداریاں کی جا رہی تھیں مسلمان مبلغین کو فریب سے دعوت دی جاتی تھی اور قتل کر دیا جاتا تھا، مدینہ سے باہر مسلمانوں کے جان و مال کی سلامتی باقی نہیں رہی تھی غرضیکہ مسلمان ہر طرف سے خطرات میں گھرے ہوئے تھے، ان حالات میں مسلمانوں کی طرف سے ایک زبردست سعی و جہد اور سخت جافشانی کی ضرورت تھی، ایسے حالات میں مسلمانوں کو ثبات و استقامت کا یہ درس دیا جا رہا ہے کہ اے ایمان والو مقابلہ کے لئے ہر وقت تیار رہو، پھر جیسا موقع ہوا الگ الگ دستوں کی شکل میں نکلیا کھٹے ہو کر۔

خذُوا حِذْرَكُمْ، کا مفہوم بہت وسیع اور جامع ہے، ہر وہ چیز جو دشمن سے دفاع کے کام آ سکے اس میں شامل ہے خواہ ہتھیار ہوں یا تدبیر۔ مطلب یہ کہ دشمن کے مقابلہ میں ہر طرح کیل کانٹے سے درست و آمادہ رہو، حِذْرُكُمْ، ای مافیہ الحذر من السلاح وغیرہ۔ (راغب)

فائدہ عظیمہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خذُوا حِذْرَكُمْ الخ اس آیت کے پہلے حصہ میں جہاد کرنے کے لئے اسلحہ کی فراہمی کا حکم دیا گیا ہے اور دوسرے حصہ میں اقدام علی الجہاد کا۔

وَإِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيَبْتَطُلَنَّ، یہ منافقین کا ذکر ہے جو جہاد میں جانے سے پس و پیش کرتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ پیچھے رہ جائیں، زمانہ نبوت میں منافقین کا ایک مستقل کام یہ تھا کہ نہ صرف یہ کہ خود جہاد میں شریک ہونے سے پس و پیش کرتے تھے بلکہ دوسروں کو روکنے کے لئے ہمت شکنی کا کام کرتے تھے، چنانچہ جنگ احد میں ان کی یہ حرکت بالکل بے نقاب ہو چکی تھی، آج بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں کہ جہاں مسلمانوں کے لئے کوئی ایسا موقع ہوتا ہے تو وہ اعلاء کلمۃ اللہ کے راستہ کا سنگ گراں ثابت

ہوتے ہیں، چنانچہ تقریباً دو سو برسوں سے دیکھا جا رہا ہے کہ جب بھی کوئی تحریک اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اٹھی ہے اسے سب سے پہلے ان پتھروں ہی سے سابقہ پڑتا ہے۔

وَلَيْنَ أَصَابَكُمْ فُضْلُ الْخِ اس آیت میں منافقین کے قلبی اضطراب کا ذکر ہے، یعنی اگر مسلمانوں کو کوئی مصیبت پیش آجائے منافق کہتے ہیں کہ مجھ پر خدا کا احسان و انعام ہے کہ میں ان کے ساتھ بروقت موجود نہ تھا ورنہ میں بھی مارا جاتا، اور میرا بھی وہی حال ہوتا جو ان کا ہوا، یہ ایک بدترین جذبہ ہے کہ ایک انسان خود کو ایک جماعت کا فرد بھی تسلیم کرے اور اس پر مصیبت پڑے تو اپنی سلامتی پر یوں خوش بھی ہو۔

اور اگر مسلمانوں کو اللہ کا فضل یعنی مال غنیمت حاصل ہو تو حسرت و پشیمانی کا اظہار کرے کہ جس سے معلوم ہو کہ مال و دولت ہی سب کچھ ہے اور اسی کی خاطر ربط و تعلق ہے اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں مصیبت سے دامن بچانا اور دولت کے ساتھ ہو لینا یہ ہر دور کے منافقوں کی عادت رہی ہے یہ اتنی واضح علامت ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی اور علامت کی ضرورت ہی نہیں۔

وَمَالِكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (الآیۃ) ظالموں کی بستی سے مراد (نزول کے اعتبار سے) مکہ ہے ہجرت کے بعد وہاں باقی رہ جانے والے مسلمان خاص طور پر بوڑھے مرد عورتیں اور بچے، کافروں کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر اللہ کی بارگاہ میں مدد کی دعا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو متنبہ فرمایا کہ تم ان کمزور مسلمانوں کو کفار سے نجات دلانے کیلئے جہاد کیوں نہیں کرتے؟ اس سے استدلال کرتے ہوئے علماء نے کہا ہے کہ جس علاقہ میں مسلمان اس طرح ظلم و ستم کا شکار اور زغہ کفار میں گھرے ہوں تو دوسرے مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ان کو کافروں کے ظلم و ستم سے بچانے کیلئے جہاد کریں، یہ جہاد کی دوسری قسم ہے پہلی قسم اعلاء کلمۃ اللہ یعنی دین کی نشر و اشاعت کے لئے تھی۔

الذین آمنوا یقاتلون فی سبیل اللہ (الآیۃ) جنگ کی ضرورت مومن اور کافر دونوں کو پیش آتی ہے لیکن دونوں کے مقصد جنگ میں عظیم فرق ہے، مومن اللہ کے لئے لڑتا ہے محض دنیا طلبی یا ہوس ملک گیری کے لئے نہیں جبکہ کافر کا مقصد یہی ہوتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ قُتِلُوا أَفَإَيْدِيكُمْ عَنْ قِتَالِ الْكُفَّارِ لَمَّا طَلَبُوهُ بَمَكَّةَ لِأَذَى الْكُفَّارِ لَهُمْ وَهُمْ جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ وَاقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ فَرَضٌ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ يَخَافُونَ النَّاسَ الْكُفَّارَ أَيْ عَذَابُهُمْ بِالْقَتْلِ كَخَشْيَةِ هِمَّ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً مِنْ خَشْيَتِهِمْ لَهُ وَنَضَبُ أَشَدَّ عَلَى الْحَالِ وَجَوَابٌ لِمَا دَلَّ عَلَيْهِ إِذَا وَنَا بَعْدَهَا أَيْ فَاجَأَتْهُمْ الْخَشْيَةُ وَقَالُوا جَزَاءُ مِنَ الْمَوْتِ رَبَّنَا لَمْ كُتِبَتْ عَلَيْنَا الْقِتَالُ لَوْلَا هَذَا أَخَّرْتَنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ قُلْ لَهُمْ مَتَاعُ الدُّنْيَا مَا يَتَمَتَّعُ بِهِ فِيهَا أَوْ لَا اسْتِمْتَاعُ بِهَا قَلِيلٌ أَيْ إِلَى الْفَنَاءِ وَالْآخِرَةِ أَيْ الْجَنَّةِ خَيْرٌ لِمَنْ اتَّقَى عَذَابَ اللَّهِ بِتَرْكِ مَعْصِيَتِهِ وَلَا تَنْظَلُمُونَ بِالنَّاءِ وَالْبَاءِ تُنْقَضُونَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَتَبَيَّلُوا ۝ فَذَرَقِشْرَةَ النَّوَاءِ فَجَاهِدُوا أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَذَرِكُمْ الْمَوْتُ

وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ حُصُونٍ مُّشِيدَةٍ مُّرْتَفَعَةٍ فَلَا تَخْشَوُا الْقِتَالَ خَوْفَ الْمَوْتِ وَلَئِنْ تُصِيبَهُمْ أَى الْيَهُودَ حَسَنَةٌ خَضَبٌ وَسَعَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَلَئِنْ تُصِيبَهُمْ سَيِّئَةٌ جَذَبٌ وَبَلَاءٌ كَمَا حَصَلَ لَهُمْ عِنْدَ قُدُومِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ يَا مُحَمَّدُ أَى بِشُوبِكَ قُلْ لَهُمْ كُلٌّ مِنَ الْحَسَنَةِ وَالسَّيِّئَةِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مِنْ قَبْلِهِ فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ أَى لَا يَقَارِبُونَ أَنْ يَفْهَمُوا حَدِيثًا ٥٧ يُلْقَى إِلَيْهِمْ وَمَا اسْتَفْهَمُوا تَعْجِبُ مِنْ فَرْطِ جَهْلِهِمْ وَتَفْنَى مُقَارِبَةُ الْفِعْلِ أَشَدُّ مِنْ نَفْيِهِ مَا أَصَابَكَ أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مِنْ حَسَنَةٍ خَيْرٌ قِيمِنَ اللَّهِ أَتَتَكَ فَضْلًا مِنْهُ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ بَلِيَّةٌ قِيمِنَ نَفْسِكَ أَتَتَكَ حَيْثُ ارْتَكَبْتَ مَا يَسْتَوْجِبُهَا مِنَ الذُّنُوبِ وَأَرْسَلْنَاكَ يَا مُحَمَّدُ لِلنَّاسِ رَسُولًا حَالٌ مُؤَكَّدَةٌ وَكَلَّمَ بِاللَّهِ شَهِيدًا ٥٨ عَلَى رِسَالَتِكَ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى أَعْرَضَ عَنْ طَاعَتِهِ فَلَا يَهْتَمُّكَ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ٥٩ حَافِظًا لِأَعْمَالِهِمْ بَلْ نَذِيرًا وَإِنَّا أَمَرُهُمْ فَتُجَازِيهِمْ وَهَذَا قَبْلَ الْأَمْرِ بِالْقِتَالِ وَيَقُولُونَ أَى الْمُنَافِقُونَ إِذَا جَاءَكَ أَمْرُنَا طَاعَةٌ لَكَ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ بَادِعَامِ النَّاءِ فِي الطَّاءِ وَتَرَكِبَهُ أَى أَضْمَرَتْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ لَكَ فِي حُضُورِكَ مِنَ الطَّاعَةِ أَى عِضْيَانِكَ وَاللَّهُ يَكْتُبُ يَا أَمْرُ بِكُتُبٍ مَا يَبَيِّنُونَ فِي صَحَائِفِهِمْ لِيُجَازَوْا عَلَيْهِ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ بِالصَّفْحِ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ثِقَ بِهِ فَإِنَّهُ كَافِيكَ وَكَلَّمَ بِاللَّهِ وَكِيلًا ٦٠ مَفُوضًا إِلَيْهِ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ يَتَأَمَّلُونَ الْقُرْآنَ وَمَا فِيهِ مِنَ الْمَعَانِي الْبَدِيعَةِ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ٦١ تَنَا قُضَا فِي مَعَانِيهِ وَتَبَايُنًا فِي نَظْمِهِ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ عَنْ سِرِّ يَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا حَصَلَ لَهُمْ مِنَ الْأَمْنِ بِالنَّصْرِ أَوِ الْخَوْفِ بِالْهَزِيمَةِ أَوْ أَعْوَابِهِمْ أَفْشَوْهُ نَزَلَ فِي جَمَاعَةٍ مِنَ الْمُنَافِقِينَ أَوْ ضَعَفَاءِ الْمُؤْمِنِينَ كَانُوا يَفْعَلُونَ ذَلِكَ فَتَضَعَفَتْ قُلُوبُ الْمُؤْمِنِينَ وَيَتَأَذَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ رُدُّوهُ أَى الْخَيْرِ إِلَى الرَّسُولِ وَالْأَوَّلَى الْأَمْرُ مِنْهُمْ أَى ذَوِي الرَّأْيِ مِنْ أَكَابِرِ الصَّحَابَةِ أَى لَوْ سَكَنُوا عَنْهُ حَتَّى يُخْبِرُوا بِهِ لَعَلَّمَهُ هَلْ هُوَ بِمَا يَنْبَغِي أَنْ يُدَاعَ أَوْ لَا الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ يَتَّبِعُونَهُ وَيَطْلُبُونَ عِلْمَهُ وَهُمْ الْمُذْبِعُونَ مِنْهُمْ مِنَ الرَّسُولِ وَأَوَّلَى الْأَمْرِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ بِالْإِسْلَامِ وَرَحْمَتُهُ لَكُمْ بِالْقُرْآنِ لَأَبْغَضَ الشَّيْطَانُ فِيمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ مِنَ الْفَوَاحِشِ الْأَقْبَلِ ٦٢ فَقَاتِلْ يَا مُحَمَّدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تَكْلَفُ الْأَنْفُسَ فَلَا تَهْتَمُّ بِتَخْلُفِهِمْ عَنْكَ الْمَعْنَى قَاتِلْ وَلَوْ وَحْدَكَ فَإِنَّكَ مُوَعُودٌ بِالنَّصْرِ وَحَرَضُ الْمُؤْمِنِينَ حَثِّهِمْ عَلَى الْقِتَالِ وَرَغْبَتِهِمْ فِيهِ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكْفِيَ بَأْسَ حَرْبِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا مِنْهُمْ وَأَشَدُّ مُنْكَيلاً ٦٣ تَعْدِيًا مِنْهُمْ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَخْرُجَنَّ وَلَوْ وَحْدِي فَخَرَجَ بِسَبْعِينَ رَاكِبًا إِلَى بَدْرِ الصُّغْرَى فَكَفَّ اللَّهُ بَأْسَ الْكُفَّارِ بِالْقِتَالِ الرَّغْبِ فِي قُلُوبِهِمْ وَمَنْعَ أَبِي سُفْيَانَ عَنِ الْخُرُوجِ كَمَا تَقَدَّمَ فِي آلِ عِمْرَانَ مَنْ يَشْفَعُ بَيْنَ النَّاسِ شَفَاعَةً حَسَنَةً مُوَافَقَةً

لِبَشَرٍ لِّكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِّنَ الْأَجْرِ مِنْهَا بِسَبَبِهَا وَمَنْ يُشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً مُّخَالَفَةً لَهُ لِّكُنْ لَهُ كِفْلٌ نَّصِيبٌ مِّنَ الْوِزْرِ مِنْهَا بِسَبَبِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝۸۱ مُّقْتَدِرًا فَيُجَازِي كُلَّ أَحَدٍ بِمَا عَمِلَ وَأَذًا حَيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ كَانَ قِيلَ لَكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ فَحَيُّوا الْمَحْيَىٰ بِأَحْسَنِ مِنْهَا بِأَنْ تَقُولُوا لَهُ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ أَوْزِدُوهَا بِأَنْ تَقُولُوا كَمَا قَالَ أَى الْوَاجِبِ أَحَدُهُمَا وَالْأَوَّلُ أَفْضَلُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَصِيْبًا ۝۸۲ مُّحَاسِبًا فَيُجَازِي عَلَيْهِ وَبِهِ رِذَالُ السَّلَامِ وَخَصَّتِ السُّنَّةُ الْكَافِرَ وَالْمُبْتَدِعَ وَالْفَاسِقَ وَالْمُسْلِمَ عَلَى قَاضِي الْحَاجَةِ وَمَنْ فِي الْحَمَامِ وَالْأَكِلِ فَلَا يَجِبُ الرُّدُّ عَلَيْهِمْ بَلْ يَكْفِرُهُ فِي غَيْرِ الْآخِرِ وَيُقَالُ لِلْكَافِرِ وَعَلَيْكَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَاللَّهُ لِيَجْمَعَنَّكُمْ مِّنْ قُبُورِكُمْ إِلَىٰ فِى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ شَكٌّ فِيهِ وَمَنْ أَى لَا أَحَدٌ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ۝۸۳ قَوْلًا.

ترجمہ: کیا تم نے انھیں نہیں دیکھا جنہیں حکم دیا گیا کہ کافروں کے ساتھ قتال سے ہاتھ روکے رکھو، جبکہ انہوں نے مکہ میں کفار کی ایذا رسانی کی وجہ سے جہاد کا مطالبہ کیا، اور وہ صحابہ کی ایک جماعت تھی اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو، پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو اسی وقت ایک جماعت ان میں سے کافروں سے ڈرنے لگی، یعنی قتل کے ذریعہ ان کے عذاب سے جیسا کہ وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں بلکہ اس کے خوف سے بھی بڑھکر اور اشد، کا نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے اور 'لَمَّا' کے جواب پر اذا اور اس کا مابعد دلالت کر رہا ہے، یعنی ان کو اچانک خوف لاحق ہو گیا، اور کہنے لگے اے ہمارے پروردگار تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کیا؟ کیوں نہ ہم کو تھوڑی سی زندگی اور جینے دی؟ آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کی سودمندی (یعنی) سامان عیش جس سے تم نفع اندوز ہوتے ہو یا نفع اندوز ہونا، تو بہت کم ہے (یعنی) اس کا انجام فنا ہے اور ترک معصیت کر کے اللہ کے عذاب سے ڈرنے والوں کیلئے آخرت یعنی جنت بہتر ہے اور تمہارے اعمال (حسنہ) میں کمی کر کے ایک دھاگے یعنی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی ظلم نہ کیا جائیگا تم جہاں کہیں بھی ہو گے گو تم مضبوط اونچے قلعوں میں ہو موت تم کو آپکڑے گی لہذا موت کے خوف سے جہاد سے مت ڈرو، اور اگر یہودیوں کو کوئی بھلائی (مثلاً) شادابی اور خوشحالی ملتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انھیں کوئی برائی (مثلاً) خشک سالی اور مصیبت پہنچتی ہے جیسا کہ آپ ﷺ کے مدینہ آمد کے وقت (خشک سالی) لاحق ہوئی تھی، تو کہتے ہیں اے محمد یہ تیری یعنی تیری نحوست کی وجہ سے ہے آپ ان سے کہہ دو یہ سب خواہ بھلائی یا برائی سب اللہ کی طرف سے ہے ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ کوئی بات جو ان کو بتائی جائے سمجھنے کے قریب بھی نہیں ہیں اور 'مما' استہنام بھی کے لئے ہے، ان کی کثرت جہالت سے، قرب فعل کی نفی (نفس) فعل کی نفی سے شدید تر ہوتی ہے اے انسان جو بھی خیر سمجھو پہنچتی ہے سو وہ اللہ کی طرف سے ہے یعنی اس کے فضل سے ہے اور جو مصیبت سمجھو پہنچتی ہے تو وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے اس طریقہ پر کہ تو گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے جو موجبات مصائب میں سے ہے، اور اے محمد ہم نے تم کو رسول بنا کر بھیجا ہے

رسولاً، حال مؤکدہ ہے اور تیری رسالت پر اللہ کی شہادت کافی ہے جو رسول کی اطاعت کرے اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے آپ کی اطاعت سے اعراض کیا تو آپ رنجیدہ نہ ہوں اس لئے کہ ہم نے آپ کو ان کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا، یعنی ان کے اعمال کا نگران، بلکہ ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور ان کا معاملہ ہماری ہی طرف لوٹنے والا ہے، لہذا ہم ان کو جزا دیں گے، اور یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے کا ہے، منافقین جب آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ کی فرمانبرداری ہے مگر جب آپ کے پاس سے باہر نکلتے ہیں (بَيِّتٌ طَائِفَةٌ) میں قاء کو طاء میں ادغام کر کے اور بغیر ادغام کے، تو ان میں کی ایک جماعت رات کو اس کے خلاف مشورہ کرتی ہے جو آپ کے حضور طاعت کی بات کرتی ہے یعنی آپ کی نافرمانی کا مشورہ کرتی ہے اور اللہ ان کے اعمال ناموں میں لکھوا لیتا ہے جو یہ راتوں کو مشورہ کرتے ہیں۔

بَيِّتٌ طَائِفَةٌ، کی تفسیر اَصْمَرَتْ سے تسامح ہے، اسلئے کہ عصیان و نافرمانی کا تعلق آپ کے پاس سے نکلنے سے متعلق نہیں تھا بلکہ مجلس میں موجودگی کی صورت میں بھی عصیان و نافرمانی ان کے دلوں میں ہوتی تھی، لہذا بَيِّت کی تفسیر رات کا مشورہ کرنا مناسب ہے۔ سو آپ ان سے درگزر کر کے منہ پھیر لیں اور اللہ پر بھروسہ کریں، اسلئے کہ وہ آپ کے لئے کافی ہے، اللہ کار سازی کیلئے کافی ہے کیا یہ لوگ قرآن میں اور اس کے معانی میں غور نہیں کرتے جو اس میں موجود ہیں اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے، یعنی اس کے معانی میں تناقض اور نظم میں تباہی پاتے جہاں ان کے پاس کوئی بات آپ ﷺ کے سرایا کی پہنچی جو ان کو آئی خواہ نصرت کی ہو یا ہزیمت کی تو اس کو شہرت دینا شروع کر دیتے ہیں (یہ آیت) منافقین کی ایک جماعت یا کمزور ایمان والے مومنوں کے بارے میں نازل ہوئی جو ایسا کرتے تھے، اور اگر یہ لوگ رسول کو اور صحابہ میں سے ذمہ دار اکابر صحابہ کو پہنچا دیتے یعنی اگر یہ لوگ سکوت اختیار کرتے تا آں کہ ان کو اس معاملہ کی خبر دیدی جاتی، تو یہ لوگ جو اس خبر کی تحقیق کے درپے ہیں اور اس خبر کی جانکاری حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یہ وہی شہرت دینے والے لوگ ہیں تو اس بات کو جان لیتے کہ یہ خبر شہرت دینے کے لائق ہے یا نہیں، اور اگر اسلام کے ذریعہ تم پر اللہ کا فضل اور قرآن کے ذریعہ تم پر اس کی رحمت نہ ہوتی تو معدودے چند کے علاوہ تم بے حیائی کی باتوں میں جن کا تم کو شیطان حکم کرتا ہے شیطان کے پیرو بن جاتے اے محمد تو خدا کی راہ میں جہاد کرتا رہتے تھے کو صرف تیری ذات کی نسبت حکم دیا جاتا ہے لہذا آپ سے ان کے پیچھے رہ جانے پر آپ رنجیدہ نہ ہوں، مطلب یہ کہ تم جہاد کرو اگرچہ تم تنہا ہو اس لئے کہ نصرت کا وعدہ آپ سے ہے، اور ایمان والوں کو رغبت دلاتے رہتے یعنی مومنوں کو جہاد پر آمادہ کرتے رہتے اور ان کو رغبت دلاتے رہتے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی جنگ کو روک دے اور اللہ تعالیٰ ان سے باعتبار موت کے اور باعتبار عذاب کے ان سے شدید تر ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ضرور (جہاد کیلئے) نکلوں گا اگرچہ میں اکیلا ہی کیوں نہ ہوں، چنانچہ آپ ﷺ (صرف) ستر (۷۰) سواروں کے ساتھ بدر صغریٰ کی جانب نکل پڑے تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے حملہ کو ان کے دلوں میں رعب ڈال کر روک دیا، اور ابوسفیان کو (جنگ کے لئے) نکلنے سے روک کر، جیسا کہ سورہ آل عمران میں گزر چکا ہے، جو شخص لوگوں کے

درمیان شریعت کے مطابق بھلائی کی سفارش کرے تو اس کو بھی اس کی وجہ سے اجر کا حصہ ملے گا، اور جو شخص شریعت کے خلاف برائی کی سفارش کرے گا تو اس کو اس سفارش کی وجہ سے گناہ کا ایک حصہ ملے گا، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے لہذا ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا، اور جب تم کو سلام کیا جائے مثلاً تم سے کہا جائے سلام علیکم، تو تم سلام کرنے والے کو اس کے سلام سے اچھا جواب دو اس طریقہ پر کہ تم اس سے کہو وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ، یا ان ہی الفاظ کو لوٹا دو، اس طریقہ پر کہ جیسا اس نے کہا ہے تم بھی ویسا ہی کہدو، یعنی ان میں سے ایک واجب ہے، مگر پہلا افضل ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والے ہیں، لہذا ہر (عمل) کی جزاء دے گا، اور ان ہی میں سے سلام کا جواب دینا بھی ہے، اور شریعت نے مستثنیٰ کر دیا ہے کافر کو اور بدعتی کو اور قضائے حاجت کر نیوالے پر سلام کرنے والے کو اور اس شخص پر جو حرام میں ہو اور کھانے والے پر کہ ان کو سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے بلکہ اخیر کے علاوہ میں مکروہ ہے اور کافر کے جواب میں کہا جائیگا وَعَلَيْكَ (یعنی تجھ پر بھی) اللہ وہ ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تم کو یقیناً تمہاری قبروں سے قیامت کے دن جمع کرے گا اس میں کوئی شک نہیں، اور اللہ سے زیادہ سچی بات والا کون ہوگا؟ کوئی نہیں۔

تحقیق و ترکیب تیسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: مِنْ خَشْيَتِهِمْ الخ اس میں اشارہ ہے کہ اس کا عطف کخشية اللہ پر ہے۔
 قَوْلُهُ: وَنُصِبَ عَلَى الْحَالِ یعنی کخشية اللہ سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے تقدیر عبارت یہ ہے يَخْشَوْنَ النَّاسَ مِثْلَ خَشْيَةِ اللَّهِ.
 قَوْلُهُ: أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً بھی حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اسلئے کہ اس کا عطف کخشية اللہ پر ہے، اس میں ان لوگوں کے قول کی تردید ہے جو کہتے ہیں خشيۃ اللہ مصدریۃ کی وجہ سے منصوب ہے۔
 قَوْلُهُ: جَوَابٌ لِّمَا ذَلَّ عَلَيْهِ إِذَا، مناسب یہ تھا کہ مفسر علام و جواب لَمَّا إِذَا وَمَا بَعْدَهَا، فرماتے۔
 قَوْلُهُ: إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ، میں إِذَا مَفَاجِئَةٍ قَائِمٌ مَّقَامُ فَاءِ ہے فَلَمَّا كَتَبَ، لَمَّا کا جواب ہے۔
 قَوْلُهُ: جَزَاءٌ مِنَ الْمَوْتِ، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لَمَّا كَتَبَتْ عَلَيْنَا الْقِتَالَ، بطور اعتراض نہیں تھا بلکہ موت سے خوف طبعی کی وجہ سے تھا اسلئے کہ قائلین خیار صحابہ تھے۔
 قَوْلُهُ: مَا يُتَمَتَّعُ بِهِ، اس میں اشارہ ہے کہ متاع مصدر بمعنی مفعول ہے۔
 قَوْلُهُ: أَوْ الْإِسْتِمْتَاعُ بها اس میں اشارہ ہے کہ مَتَاعٌ سے معنی مصدری مراد ہو سکتے ہیں۔
 قَوْلُهُ: بِهَا، اِیْ بَعِیْنِ الْمَتَاعِ.

قَوْلُهُ: بَيَّتَ طَائِفَةً، بَيَّتَ کا فاعل طائفة ہے، طائفة چونکہ مؤنث غیر حقیقی ہے جس کے لئے فعل کا ذکر اور مؤنث دونوں

لانا جائز ہے، مفسر علام نے، بَيْتَ، کی تفسیر اضممت سے کی ہے، اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ منافقین جب آپ کے پاس سے باہر آتے تھے تو آپ کے قول کے برخلاف دل میں پوشیدہ رکھتے تھے حالانکہ یہ مفہوم مناسب نہیں اسلئے کہ آپ کے قول کے برخلاف تو ان کے دلوں میں اس وقت بھی مضمر ہوتا تھا جبکہ وہ آپ کی مجلس میں ہوتے تھے اسلئے کہ منافقین مجلس ہی میں سمعنا وعصینا کہا کرتے تھے، مفسر علام اگر بَيْتَ کی تفسیر تدبیر الامر لیدلاً سے کرتے تو زیادہ مناسب ہوتا اسلئے کہ منافقین رات کو آپ کے خلاف خفیہ تدبیریں کرتے تھے۔

قَوْلُهُ: الْمُذْبَعُونَ افواه پھیلائیوالے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

شان نزول:

الْمَرَّ إِلَى الدِّينِ قَبْلَ لَهْمُ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ مکہ میں ہجرت سے پہلے کافر مسلمانوں کو بہت ستایا کرتے تھے کوئی دن ایسا نہیں گذرتا تھا کہ ایک نہ ایک مسلمان مشرکوں کے دست ستم سے زخم خوردہ ہو کر نہ آتا ہو، مسلمانوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا اس وقت مسلمانوں کی تعداد مکہ میں اچھی خاصی ہو چکی تھی، مسلمان سوچنے پر مجبور ہوئے کہ آخر کب تک ہم اسی طرح ظلم کی چکی میں پستے رہیں گے؟ مسلمانوں کی ایک جماعت جس میں عبدالرحمن بن عوف اور دیگر چند اصحاب شامل تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا نبی اللہ جب ہم مشرک تھے تو باعزت تھے اور اب جبکہ ہم مسلمان ہو گئے تو ذلیل ہو گئے، تو آپ نے فرمایا، مجھے درگزر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لہذا تم قوم سے مقابلہ نہ کرو، (حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نسائی وابن جریر و ابن ابی حاتم وغیرہ نے نقل کیا ہے)۔

ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کو جہاد کا حکم ہوا تو ان کو خوش ہونا چاہئے تھا کہ ہماری دیرینہ خواہش پوری ہوئی اور بارگاہ ایزدی میں ہماری دعاء شرف قبولیت کو پہنچی، مگر بعض ضعیف الایمان مسلمان کافروں کے مقابلہ سے ایسے خوف زدہ ہونے لگے جیسا کہ اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے، اور سوچنے لگے کہ کاش تھوڑی مدت اور قتال کا حکم نہ آتا، اس پر مذکورہ آیتیں نازل ہوئیں۔

ظاہر بات ہے کہ مسلمانوں کی جہاد سے مہلت کی تمنا درحقیقت کوئی اعتراض نہیں تھا بلکہ یہ ایک طبعی اور فطری بات تھی، دوسری بات یہ تھی کہ جب یہ مسلمان مکہ میں تھے تو مشرکوں کی ایذاؤں سے تنگ آ کر جہاد کے حکم کی تمنا کر رہے تھے، گویا کہ جنگ آمد جنگ آمد، کا مصداق تھے، لیکن جب مدینہ میں آ کر قدرے سکون نصیب ہوا، ایسی صورت میں جب قتال کا حکم نازل ہوا تو سابق جذبہ کم ہو چکا تھا۔

بعض مفسرین کے نزدیک آیت کا تعلق مخلص مسلمانوں سے نہیں بلکہ منافقین سے ہے اس صورت میں کسی قسم کا اشکال نہیں۔

(فتح القدیر، تفسیر کبیر، معارف)

اِنَّ مَا تَكُونُوا يُدْرِكُكُمْ الْمَوْتُ، مذکورہ ضعیف الایمان لوگوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ ایک تو یہ دنیا اور اس کا آرام و راحت فانی اور عارضی ہے جس کے لئے تم مہلت طلب کر رہے ہو، اس کے مقابلہ میں آخرت بہت بہتر اور پائیدار ہے جس کے اطاعت الہی کے صلہ میں تم سزاوار ہو گے، دوسرے یہ کہ جہاد کرو یا نہ کرو موت تو اپنے وقت پر آ کر رہے گی چاہے تم مضبوط قلعوں میں بند ہو کر ہی کیوں نہ بیٹھ جاؤ، پھر جہاد سے گریز کا کیا فائدہ؟

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ، فَإِذَا بَرَأُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ، (الآیة) اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو دورخی پالیسی رکھتے ہیں زبان سے کچھ کہتے ہیں اور دل میں کچھ ہوتا ہے۔

اس نفاق و بد باطنی کا کیا ٹھکانہ کہ رسول اللہ ﷺ کے روبرو تو اطاعت و تسلیم کا دم بھرتے ہیں اور ہر طرح یقین دلاتے ہیں کہ ہم سے بڑھ کر آپ کا کوئی مطیع نہیں، مگر آپ کے پاس سے جانے کے بعد رات کو آپ کے خلاف مشورہ کرتے ہیں جسے قدرت کی آنکھ دیکھتی ہے اور ان کے راز دارانہ مشوروں کو سنتی ہے۔

لہذا آپ ان کی طرف سے توجہ نہ دیا کیجئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے، نہ ان کی اصلاح ممکن ہے اور نہ ان کی راتوں کو راز دارانہ سازشیں اسلام کو کوئی نقصان پہنچا سکتی ہیں۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ القرآن، اسلام کی بلند عمارت دوستوں پر قائم ہے ایک ذات پیغمبر اور دوسرا قرآن حکیم، یہ منافقین پیغمبر کی ذات گرامی سے منہ موڑتے ہیں ساتھ ہی قرآن سے بھی برگشتہ ہیں، اگر یہ لوگ ایک لمحہ کے لئے قرآن پاک پر غور کرتے تو ان پر یہ بات واضح ہو جاتی کہ قرآن خدائی کلام ہے۔

شان نزول:

وَإِذَا جَاءَ هُم مِّنَ الْأَمْنِ أَوْ الْخَوْفِ إِذَا حُوبًا، یہ آیت اس ہنگامی دور میں نازل ہوئی جبکہ ہر طرف افواہیں اڑ رہی تھیں۔ کبھی خطرہ بے بنیاد کی مبالغہ آمیز اطلاعاتیں آتیں جن سے مسلمانوں میں افسردگی پھیلنے اور ان کے حوصلے پست ہونیکا امکان ہوتا اور بعض دفعہ مسلمانوں کی کامیابی اور دشمن کی ناکامی کی خبریں آتیں جس کے نتیجے میں بعض دفعہ ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی پیدا ہو جاتی جو نقصان کا باعث بن سکتی تھی، مذکورہ آیت میں بعض کمزور اور جلد باز اور افواہ پھیلانے والے کی اصلاح کی خاطر سرزنش کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ افواہیں پھیلانے سے باز رہیں اور عام لوگوں میں افواہیں پھیلانے کے بجائے رسول اللہ ﷺ اور ذمہ داروں کے پاس پہنچا دیا کریں تاکہ وہ یہ دیکھ سکیں کہ یہ خبریں صحیح ہیں یا غلط۔

علامہ ابن کثیر نے فرمایا کہ اس آیت کے شان نزول میں حضرت عمر بن خطاب کی حدیث کو ذکر کرنا مناسب ہے وہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دیدی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سکر اپنے گھر سے مسجد نبوی کی طرف آئے جب مسجد کے دروازے پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ مسجد کے اندر بھی یہی چرچا ہو رہا ہے، یہ دیکھ کر حضرت عمر نے سوچا کہ اس خبر کی تصدیق کرنی چاہئے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا کہ کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دیدی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں یہ تحقیق کرنے کے بعد مسجد میں گیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق نہیں دی جو آپ لوگ کہہ رہے ہو غلط ہے، تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

انواہیں پھیلا نا گناہ اور بڑا فتنہ ہے:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر سنی سنی بات کو بغیر تحقیق کے بیان نہیں کرنا چاہئے چنانچہ آپ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا ”كُفِيَ بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ“ یعنی انسان کے جھوٹا ہونے کیلئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنی بات بغیر تحقیق کے بیان کر دے۔

وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا، تَحِيَّةٌ، اصل میں تَحِيَّةٌ بروزن تَفْعِلَةٌ، ياء کو ياء میں ادغام کر دیا تَحِيَّةٌ ہو گیا، اس کے معنی ہیں درازی عمر کی دعاء کرنا یہاں سلام کرنے کے معنی میں ہے سلام کا اچھا جواب دینے کی تفسیر حدیث میں اس طرح تو آئی ہے کہ السلام علیکم کے جواب میں درجۃ اللہ کا اضافہ اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے جواب میں وبرکاتہ کا اضافہ کر دیا جائے لیکن اگر کوئی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے تو پھر اضافہ کے بغیر انہی الفاظ میں جواب دیا جائے۔

قبل از اسلام سلام کا طریقہ:

اسلام سے پہلے عرب کی عام عادت یہ تھی کہ ملاقات کے وقت آپس میں حیاک اللہ یا انعم اللہ بک عینا یا انعم صباحاً وغیرہ الفاظ کہتے تھے اسلام نے سلام کے اس طریقہ کو بدل کر السلام علیکم کا طریقہ جاری کیا، جس کے معنی ہیں تم تکلیف اور رنج اور مصیبت سے سلامت رہو۔

اسلامی سلام تمام دیگر قوموں کے سلام سے بہتر ہے:

دنیا کی ہر مہذب قوم میں اس کا رواج ہے کہ ملاقات کے وقت کوئی نہ کوئی کلمہ اظہار محبت اور موانست کے لئے کہیں، لیکن اگر موازنہ کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلامی سلام جتنا جامع ہے کوئی دوسرا سلام نہیں، کیونکہ اس میں صرف اظہار محبت ہی

نہیں بلکہ ادائے حق محبت بھی ہے کہ اللہ سے یہ دعاء کرتے ہیں کہ اللہ آپ کو تمام آفات و بلیات سے سلامت رکھے۔

وَلَمَّا رَجَعَ نَاسٌ مِّنْ أَحَدِ الْخِطَفِ النَّاسُ فِيهِمْ فَقَالَ فَرِيقٌ أَقْتُلْهُمْ قَالَ فَرِيقٌ لَا، فَنَزَلَ فَمَا لَكُمْ أَيْ مَا شَأْنُكُمْ صِرْتُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فَتَتَيْنِ وَاللَّهُ أَرْكَهَهُمْ رَدَّهُمْ بِمَا كَسَبُوا مِنَ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِي أُرِيدُونَ أَنْ تَهْدُوا مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ أَيْ تَعُدُّوهُمْ مِّنْ جُمْلَةِ الْمُتَهِدِّينَ وَالْإِسْتِغْنَاءُ فِي الْمَوْضِعَيْنِ لِلْإِنْكَارِ وَمَنْ يُضِلَّ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۝ طَرِيقًا إِلَى الْهُدَى وَذَوَا تَمَنَّا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ أَنْتُمْ وَهُمْ سَوَاءٌ فِي الْكُفْرِ فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ تَوَالُونَهُمْ وَإِنْ أَظْهَرُوا الْإِيمَانَ حَتَّى يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ هَجْرَةً صَحِيحَةً تَحْقِيقُ إِيْمَانَهُمْ فَإِنْ تَوَلَّوْا أَوْ أَقَامُوا عَلَى مَا هُمْ عَلَيْهِ فَخُذُوهُمْ بِالْأَسْرِ وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا تَوَالُوهُ وَلَا تَنْصُرُوهُ تَنْصُرُونَ بِهِ عَلَى عَذَابِكُمْ إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ يَلْجَأُونَ إِلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ عِنْدَ بِلَاسَانٍ لَهُمْ وَ لِمَنْ وَصَلَ إِلَيْهِمْ كَمَا عَاهَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَالُ بْنُ عُيَيْرٍ الْأَسْلَمِيُّ أَوْ الَّذِينَ جَاءَكُمْ وَقَدْ حَصَرْتُمْ ضَاقَتْ صُدُورُهُمْ عَنْ أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ مَعَ قَوْمِهِمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ مَعَكُمْ أَيْ مُسِيكِينَ عَنْ قِتَالِكُمْ وَقِتَالِهِمْ فَلَا تَتَعَرَّضُوا إِلَيْهِمْ بِأَخِذٍ وَلَا قَتْلٍ وَهَذَا وَمَا بَعْدَهُ مَسْنُوحٌ بِأَيِّ السَّيْفِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ تَسْلِيْطُهُمْ عَلَيْكُمْ لَسَلَطَهُمْ عَلَيْكُمْ بَانَ يُقَوِّ قُلُوبَهُمْ فَلَقَاتِلُوكُمْ وَلَكِنَّهُ لَمْ يَشَأْ فَأَلْفَى فِي قُلُوبِهِمُ الرُّغْبَ فَإِنْ اعْتَرَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَالْقَوْلُ الْيَكْمُ السَّلَامُ الصُّلْحُ أَيْ إِتْقَادُوا فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ۝ طَرِيقًا بِالْأَخِذِ أَوْ الْقَتْلِ سَتَجِدُونَ أَخْرَيْنَ يُرِيدُونَ أَنْ يَأْمَنُوكُمْ بِإِظْهَارِ الْإِيمَانِ عِنْدَكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ بِالْكَفْرِ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ وَهُمْ أَسَدٌ وَغُطْفَانٌ كَلَّمَآرِدًا إِلَى الْفِتْنَةِ دَعَا إِلَى الشِّرْكِ أَرْكَسُوا فِيهَا وَقَعُوا أَشَدَّ وَفُوعَ فَإِنْ لَمْ يَعْزِلُوكُمْ بِتَرْكِ قِتَالِكُمْ وَلَمْ يَلْقُوا إِلَيْكُمْ السَّلَامَ لَمْ يَكْفُوا أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ فَخُذُوهُمْ بِالْأَسْرِ وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَجَدْتُمُوهُمْ وَأُولَئِكَ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ۝ بَرَهَانًا بَيِّنًا ظَاهِرًا عَلَى قَتْلِهِمْ وَ سَبِيهِمْ لِعَذَابِهِمْ.

۱۲

ترجمہ: اور جب لوگ اُخذ سے لوٹے تو لوگوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا، ایک فریق نے کہا ان کو قتل کرو اور دوسرے فریق نے کہا مت قتل کرو، تو یہ آیت نازل ہوئی، (فَمَا لَكُمْ) تمہارا کیا حال ہے کہ تم منافقین کے بارے میں دو جماعت ہو گئے اللہ نے ان کو ان کے کفر و معاصی کی بدولت واپس پھیر دیا کیا تم چاہتے ہو کہ جن کو اللہ نے گمراہ کر دیا تم راہ راست پر لے آؤ یعنی تم ان کو من جملہ ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار کرتے ہو، استفہام دونوں جگہ انکاری ہے، اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کے لئے تو ہرگز ہدایت کا راستہ نہ پائیگا یہ لوگ تو دل سے چاہتے ہیں کہ تم بھی کفر کرو جس طرح یہ لوگ کفر کر رہے ہیں تاکہ وہ اور تم کفر میں برابر ہو جاؤ سو تم ان میں سے کسی کو دوست نہ بنانا کہ ان سے دوستی کرنے لگو، اگرچہ وہ ایمان کا اظہار کریں،

جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صحیح طور پر ہجرت کریں جو ان کے ایمان کو محقق کر دے، اور اگر وہ روگردانی کریں اور اگر وہ موجودہ نفاق ہی پر قائم رہیں تو ان کو قید کرو اور جہاں کہیں انھیں پاؤ قتل کرو اور ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ کہ ان سے دوستی کرنے لگو، اور نہ مددگار بناؤ کہ ان سے دشمن کے مقابلہ میں مدد لینے لگو، سوائے ان لوگوں کے کہ جو ان لوگوں سے جا ملیں کہ ان کے اور تمہارے درمیان معاہدہ امن ہے اور ان کا جو ان سے جا ملے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے ہلال بن عویر اسلمی سے معاہدہ فرمایا تھا، یا وہ لوگ تمہارے پاس اس طرح آتے ہیں کہ ان کے سینے اس بات سے تنگ ہو رہے ہیں کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ ہو کر تم سے لڑیں یا تمہارے ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑیں، یعنی وہ تمہارے ساتھ اور ان کے ساتھ قتال کرنے سے رکے ہوئے ہیں، لہذا تم ان سے قید و قتل کر کے تعرض نہ کرو یہ حکم اور اس کا مابعد آیت سیف سے منسوخ ہے اور اگر اللہ کو تم پر ان کا غلبہ منظور ہوتا تو وہ ان کو ان کے دلوں کو قوی کر کے تمہارے اوپر غالب کر دیتا تو وہ تم سے ضرور لڑتے لیکن اس کو منظور نہ ہوا جس کی وجہ سے اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، پس اگر وہ تمہیں چھوڑے رہیں اور تم سے قتال نہ کریں اور تمہارے ساتھ سلامت روی رکھیں، یعنی تمہارے تابع فرمان رہیں، تو اللہ نے ان کے خلاف تمہارے لئے قید و قتل کی کوئی راہ نہیں رکھی اور عنقریب تم کچھ اور لوگ بھی پاؤ گے کہ جو چاہتے ہیں کہ تمہارے سامنے ایمان کا اظہار کر کے تم سے بھی امن میں رہیں، اور جب اپنی قوم کے پاس جائیں تو (اظہار) کفر کے ذریعہ اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں اور وہ اسد اور غطفان ہیں، اور انھیں جب کبھی فتنہ شرک کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ اس کی طرف پلٹ پڑتے ہیں یعنی اس میں شدت کے ساتھ واقع ہو جاتے ہیں، پس اگر ترک قتال کر کے تم کو چھوڑے نہ رکھیں اور نہ تمہارے ساتھ سلامت روی رکھیں اور نہ تم سے اپنے ہاتھوں کو روکے رکھیں، تو تم ان کو قید کرو اور انھیں جہاں کہیں پاؤ قتل کرو یہی لوگ تو ہیں کہ جن کے خلاف ہم نے تم کو کھلی گرفت دیدی ہے یعنی ان کے قتل و قید پر ان کی غداری کی وجہ سے کھلی اور واضح دلیل دیدی ہے۔

تَحْقِيقُ شُرْكِ بْنِ تَسْبِيلٍ وَتَفْسِيرُ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: مَا شَانُكُمْ، دخول حرف علی الحرف سے بچنے کے لئے مفسر علام نے شان مضاف محذوف مانا ہے۔
 قَوْلُهُ: صِرْتُمْ، اس کے حذف میں اشارہ ہے کہ فی المنفقین، صرتم محذوف کے متعلق ہے اور فُلْتَنَيْنِ صرتم کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور جملہ ہو کر مالکم مبتداء کی خبر ہے۔
 قَوْلُهُ: تَمَنُّوا، وَذُؤَا، کی تفسیر تَمَنُّوا سے کر کے بتا دیا کہ اگر وُذِّعَ کے بعد لَوْ واقع ہو تو تمنا کے معنی میں ہوتا ہے۔
 قَوْلُهُ: يَلْجَأُونَ مفسر علام نے يَصِلُونَ کی تفسیر يَلْجَأُونَ سے تصحیح صلہ کے لئے کی ہے۔
 قَوْلُهُ: اَوِ الَّذِينَ، اس میں اشارہ ہے کہ جاء و کم کا عطف یصلون پر ہے نہ کہ قوم کی صفت پر۔
 قَوْلُهُ: وَقَدْ حَصِرْتُ، قد محذوف مان کر ان لوگوں پر در کرنا مقصود ہے جو حَصِرْتُ کو قوماً محذوف کی صفت مانتے ہیں،

اس لئے کہ اس میں بلا ضرورت حذف لازم آتا ہے بلکہ حصرت جاء و کم کی ضمیر سے حال ہے، اور ماضی جب حال واقع ہو تو قد ضروری ہوتا ہے خواہ لفظاً ہو یا معنی اسی لئے مفسر علام نے قد مقدر مانا ہے۔
قَوْلُهُ : عن، حصرت چونکہ متعدی بنفسہ نہیں ہوتا اس لئے عن محذوف ماننا ضروری ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحَ

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ، یہ استفہام انکاری ہے یعنی تمہارے درمیان ان منافقوں کے بارے میں اختلاف نہیں ہونا چاہئے تھا، ان منافقین سے وہ منافقین مراد ہیں جو غزوہ احد میں مدینہ سے کچھ دور جا کر واپس آ گئے تھے، اور بہانہ یہ کیا تھا کہ مشورہ میں ہماری بات نہیں مانی گئی۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم)
 ان منافقوں کے بارے میں مسلمانوں کے دو گروہ ہو گئے تھے، ایک گروہ کا کہنا تھا کہ ہمیں ان منافقوں سے بھی لڑنا چاہئے، دوسرا اسے مصلحت کے خلاف سمجھتا تھا۔

شان نزول:

مذکورہ آیت میں تین فرقوں کے واقعات کی طرف اشارہ ہے جو مندرجہ ذیل روایت سے معلوم ہوں گے۔

پہلی روایت:

عبداللہ بن حمید نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ بعض مشرکین مکہ سے مدینہ آئے اور ظاہر یہ کیا کہ ہم مسلمان اور مہاجر ہو کر آئے ہیں، پھر مرتد ہو گئے، رسول اللہ ﷺ سے اسباب تجارت لایا کہ بہانہ کر کے مکہ چلے گئے اور واپس نہیں آئے، ان کے بارے میں مسلمانوں کی رائے مختلف ہوئی، بعض نے کہا یہ کافر ہیں بعض نے کہا مومن ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا کافر ہونا فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ، میں بیان فرمایا اور ان کے قتل کا حکم دیا ہے۔

منافقین کو قتل نہیں کیا جاتا تھا مگر یہ اسی وقت تک تھا کہ ان کا نفاق ظاہر نہ ہو مگر جب یہ لوگ مکہ واپس چلے گئے اور ان کا ارتداد ظاہر ہو گیا تو ایک جماعت نے ان کے قتل کا مشورہ دیا، اور جنہوں نے مسلمان کہا شاید حسن ظن کی وجہ سے کہا ہو اور ان کے دلائل ارتداد میں کوئی تاویل کی ہو اس لئے ان کے قتل نہ کرنے کا مشورہ دیا ہو۔

دوسری روایت:

دوسری روایت ابن ابی شیبہ نے حسن سے روایت کی ہے کہ سراقہ بن مالک مدلیجی نے واقعہ بدر و احد کے بعد رسول اللہ ﷺ کے حضور میں آ کر درخواست کی کہ ہماری قوم بنی مدلیج سے صلح کر لیجئے، آپ نے خالد بن ولید کو تکمیل صلح کے لئے

وہاں بھیجا مضمون صلح مندرجہ ذیل تھا۔

ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے خلاف کسی کی مدد نہ کریں گے اور اگر قریش مسلمان ہو جائیں گے تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں گے اور جو قومیں ہم سے متحد ہوں گی وہ بھی اس معاہدہ میں ہمارے شریک ہیں۔

اس پر آیت وَذُوا لُو تَكْفُرُونَ الخ نازل ہوئی۔

تیسری روایت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ آیت، سَدَجِدُونَ آخرین الخ میں جن لوگوں کا ذکر ہے وہ قبیلہ اسد اور غطفان کے لوگ ہیں کہ جنہوں نے مدینہ میں آکر اسلام کا اظہار کیا، مگر اپنی قوم سے کہتے تھے کہ ہم تو بندر اور پتھو پر ایمان لائے ہیں اور ضحاک نے ابن عباس سے یہی حالت بنی عبدالدار کی نقل کی ہے، پہلی اور دوسری روایت روح المعانی اور تیسری معالم میں ہے۔ (معارف)

خلاصہ کلام:

مطلب یہ ہے کہ ان کے ظاہری میل ملاپ سے دھوکا کھا کر ان کو اپنا مخلص دوست نہ سمجھو اور نہ اس بناء پر ان کے قید و قتل سے دست کش ہو، البتہ دو صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں ان کو قتل نہیں کیا جائیگا، ① ایک تو یہ کہ جن لوگوں سے تمہارا معاہدہ صلح ہو ان سے ان کا بھی معاہدہ ہو تو ایسے لوگوں کو قتل کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی، اسلئے کہ حلیف کا حلیف، اپنا بھی حلیف سمجھا جاتا ہے، ② دوسری صورت یہ کہ عاجز ہو کر تم سے صلح کریں اور اس بات کا عہد کریں کہ نہ اپنی قوم کے طرف دار ہو کر تم سے لڑیں گے اور نہ تمہارے طرفدار ہو کر اپنی قوم سے لڑیں گے، اور اس عہد پر قائم بھی رہیں تو ایسے لوگوں سے بھی مت لڑو اور ان کی مصالحت کو منظور کرو، اور اللہ کا احسان سمجھو کہ تمہاری لڑائی سے باز آئے اگر اللہ چاہتا تو ان کو تمہارے اوپر جبری کر دیتا۔

ہجرت کی مختلف صورتیں:

حتیٰ یہاں جو وافہی سبیل اللہ الخ ابتداء اسلام میں دار الکفر سے ہجرت تمام مسلمانوں پر فرض تھی، اسلئے ایسے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں جیسا برتاؤ کرنے سے منع فرمایا ہے جو اس فرض کے تارک ہوں، جب مکہ فتح ہو گیا تو ہجرت کا لازمی حکم منسوخ ہو گیا، آپ نے فرمایا ”لا ہجرة بعد الفتح“ (رواہ البخاری) یعنی فتح مکہ کے بعد جب مکہ دار الاسلام بن گیا تو وہاں سے ہجرت فرض نہ رہی، یہ اس زمانہ کا حکم ہے جبکہ ہجرت شرط ایمان تھی، اس آدمی کو مسلمان نہیں سمجھا جاتا تھا جو قدرت کے باوجود ہجرت نہ کرے، لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

ہجرت کی دوسری صورت یہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گی جس کے بارے میں حدیث میں آیا ہے ”لا تنقطع الهجرة حتى تقطع التوبة“ یعنی ہجرت اس وقت تک باقی رہے گی جب تک توبہ کی قبولیت کا وقت باقی رہے (بخاری) علامہ یعنی شارح بخاری نے لکھا ہے کہ اس ہجرت سے مراد سیئات سے ہجرت ہے یعنی گناہوں کو ترک کر کے نیکیوں کی طرف آنا۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِي مَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَضْرِبَ مِنْهُ قَتْلٌ لَهُ إِلَّا خَطَاً مُخْطِئًا فِي قَتْلِهِ مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً بَانَ قَصْدُ رَمَى غَيْرِهِ كَصَيْدٍ أَوْ شَجَرَةٍ فَأَصَابَهُ أَوْ ضَرَبَهُ بِمَا لَا يُقْتَلُ غَالِبًا فَتَحْرِيرُ عِتْقٍ رَقَبَةٍ نَسَمَةُ مُؤْمِنَةٍ عَلَيْهِ وَدِيَّةٌ مُسَامَةٌ مُؤَدَّاةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِي وَرَثَةِ الْمَقْتُولِ إِلَّا أَنْ يَصَدَّقُوا يَتَصَدَّقُوا عَلَيْهِ بِهَا بَانَ يَغْفُوا عَنْهَا وَبَيِّنَتِ السُّنَّةُ أَنَّهَا مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ عَشْرُونَ بَنَتْ مَخَاضٍ وَكَذَا بَنَاتُ لُبُونٍ وَبَنُو لُبُونٍ وَحَقَاقُ وَجَدَاعٍ وَأَنَّهَا عَلَى عَاقِلَةِ الْقَاتِلِ وَهُمْ عَصَبَةُ الْأَصْلِ وَالْفَرْعُ مُورَعَةٌ عَلَيْهِمْ عَلَى ثَلَاثِ سِنِينَ عَلَى الْغَنِيِّ مِنْهُمْ نِصْفُ دِينَارٍ وَالْمُتَوَسِّطُ رُبْعُ كُلِّ سَنَةٍ فَإِنْ لَمْ يَقُوا فَمِنْ بَيْتِ الْمَالِ فَإِنْ تَعَذَّرَ فَعَلَى الْجَانِي فَإِنْ كَانَ الْمَقْتُولُ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ حَرْبٍ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ عَلَى قَاتِلِهِ كَفَّارَةٌ وَلَا دِيَّةٌ تُسَلَّمُ إِلَى أَهْلِهِ لِحُرَابَتِهِمْ وَإِنْ كَانَ الْمَقْتُولُ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ عَهْدٌ كَأَهْلِ الدِّمَةِ فَدِيَّةٌ لَهُ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَهِيَ ثَلَاثُ دِيَّةِ الْمُؤْمِنِ إِنْ كَانَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا وَثَلَاثَا عَشْرًا إِنْ كَانَ مُجُوسِيًّا وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ عَلَى قَاتِلِهِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ الرَقَبَةَ بَانَ فَقَدْهَا وَمَا يَحْضُلُهَا بِهِ فَوَسِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَابَعَيْنِ عَلَيْهِ كَفَّارَةٌ وَلَمْ يَذْكُرْ تَعَالَى الْإِنْتِقَالَ إِلَى الطَّعَامِ كَالظَّهَارِ وَبِهِ أَخَذَ الشَّافِعِيُّ فِي أَصَحِّ قَوْلِهِ تَوْبَةٌ مِنَ اللَّهِ مَضْرُوبٌ بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّرِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا بِخَلْقِهِ حَكِيمًا ۝ فِيمَا ذَكَرَهُ لَهُمْ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا بَانَ يَقْضَى قَتْلُهُ بِمَا يُقْتَلُ غَالِبًا عَالِمًا بِإِيمَانِهِ فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ أَبَعَدَهُ مِنْ رَحْمَتِهِ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ۝ فِي النَّارِ وَبِذَا مُؤُولٌ بِمَنْ يَسْتَجِلُّهُ أَوْ بَانَ هَذَا جَزَاءُ إِنْ جُوزِيَ وَلَا يَدْعُ فِي خَلْفِ الْوَعِيدِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهَا عَلَى ظَاهِرِهَا وَأَنَّهَا نَاسِخَةٌ لِغَيْرِهَا مِنْ آيَاتِ الْمَغْفِرَةِ وَبَيَّنَّتْ آيَةُ الْبَقَرَةِ أَنَّ قَاتِلَ الْعَمَدِ يُقْتَلُ بِهِ وَأَنَّ عَلَيْهِ الدِّيَّةَ إِنْ عُفِيَ عَنْهُ وَسَبَقَ قَدْرُهَا وَبَيَّنَّتِ السُّنَّةُ أَنَّ بَيْنَ الْعَمَدِ وَالْخَطَا قِتْلًا يُسَمَّى شِبْهَ الْعَمَدِ وَهُوَ أَنْ يَقْتُلَهُ بِمَا لَا يُقْتَلُ غَالِبًا فَلَا قِصَاصَ فِيهِ بَلْ دِيَّةٌ كَالْعَمَدِ فِي الصِّفَةِ وَالْخَطَا فِي التَّاجِيلِ وَالْحَمَلِ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَهُوَ وَالْعَمَدُ أُولَى بِالْكَفَّارَةِ مِنَ الْخَطَا وَنَهَى لَمَّا مَرَّ نَفَرٌ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ وَهُوَ يَسُوقُ غَنَمًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوا مَا سَلَّمَ عَلَيْنَا إِلَّا تَقِيَّةً فَتَقَلُّوهُ وَاسْتَأْفُوا غَنَمَهُ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا صَرَبْتُمْ سَافَرْتُمْ لِلْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَقَبَّلْتُمْ وَفِي قِرَاءَةِ بِالْمُثَلَّثَةِ فِي الْمَوْضَعَيْنِ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَى لَيْكُمُ السَّلَامَ بِالْفِ وَدُونِهَا أَيْ التَّحِيَّةُ أَوِ الْإِنْقِيَادَ بِقَوْلِ كَلِمَةِ الشَّهَادَةِ الَّتِي هِيَ أَمَارَةٌ عَلَى اسْلَابِهِ لَسْتُ مُؤْمِنًا وَإِنَّمَا قُلْتَ هَذَا لِنَفْسِكَ وَمَالِكَ فَتَقْتُلُوهُ تَبْتَغُونَ تَطْلُبُونَ

بِذَلِكَ عَرَّضَ الْحَيَوةَ الدُّنْيَا مَتَاعًا مِنَ الْعَيْنِيَّةِ فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَالِمٌ كَثِيرَةٌ تُغْنِيكُمْ عَنْ قَتْلِ مِثْلِهِ لِمَا بِهِ كَذَلِكَ كُنْتُمْ قَبْلَ تَعْصَمُ دِمَائُكُمْ وَأَمْوَالُكُمْ بِمَجَرَّدِ قَوْلِكُمْ الشَّهَادَةَ فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْكُمْ بِالْإِشْتِهَارِ بِالْإِيمَانِ وَالْإِسْقَامَةِ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تَقْتُلُوا مُؤْمِنًا وَافْعَلُوا بِالْإِخْلِ فِي الْإِسْلَامِ كَمَا فَعَلَ بِكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ بِالرَّفْعِ صِفَةً وَالنَّصَبِ اسْتِثْنَاءً مِنْ زِمَانَةٍ أَوْ عَمَى وَنَحْوِهِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ لِضَرَرِ دَرَجَةٍ فَضِيلَةَ لِسْتَوَائِهِمَا فِي النِّيَّةِ وَزِيَادَةِ الْمُجَاهِدِ بِالْمُبَاشَرَةِ وَكَلًّا مِنَ الْفَرِيقَيْنِ وَعَدَّ اللَّهُ الْحُسْنَى الْجَنَّةَ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ لِغَيْرِ ضَرَرٍ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ وَيُبَدِّلُ مِنْهُ دَرَجَاتٍ مِنْهُ مَنَازِلَ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ مِنَ الْكِرَامَةِ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً مَنصُوبًا بِفِعْلِهِمَا الْمُقَدَّرِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا لِرِجَائِهِ رَحِيمًا ۝ بِأَهْلِ طَاعَتِهِ.

۱۳
ع

ترجمہ: کسی مومن کے لئے یہ روانہ نہیں کہ کسی مومن کو قتل کرے یعنی مومن کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس سے مومن کا قتل سرزد ہو، سوائے غلطی کے یعنی بلا ارادہ غلطی سے قتل ہو جائے (تو اور بات ہے) اور جو کوئی مومن غلطی سے قتل کر دے بائیں طور کہ نشانہ غیر مومن مثلاً شکار یا درخت کو لگا یا مگر مومن کو لگا گیا یا کسی ایسے آلہ سے قتل کر دیا کہ جس سے عام طور پر قتل نہیں کیا جاتا تو اس پر ایک مومن غلام آزاد کرنا لازم ہے اور خون بہا بھی جو اس کے عزیزوں کے حوالہ کیا جائیگا، یعنی مقتول کے ورثاء کو، سوا اس کے کہ اسکے (عزیز) دیت معاف کر دیں، اور سنت نے بیان کیا ہے کہ دیت سو (۱۰۰) اونٹ ہیں بیس (۲۰) بنت مخاض، اور اتنی ہی بنت لبون، اور بنولون، اور حقے اور جذعے اور یہ دیت قاتل کے اہل خاندان پر ہے اور وہ اصل و فرع کے عصبہ ہیں، جو عصبات پر تقسیم کی جائیگی، (اس کی مدت) تین سال ہوگی ان میں سے مالدار پر نصف دینار سالانہ اور متوسط پر ربع دینار سالانہ اور اگر یہ لوگ ادانہ کر سکیں تو بیت المال سے ادا ہوگی، اور اگر یہ بھی دشوار ہو تو جانی (قاتل) پر واجب ہوگی، اور اگر مقتول تمہاری دشمن قوم (دار الحرب) سے ہو حال یہ کہ وہ مومن ہو تو اس کے قاتل پر ایک غلام آزاد کرنا واجب ہے بطور کفارہ، نہ کہ بطور دیت، کہ اس کے اہل خانہ کو سپرد کردی جائے ان کے ساتھ محاربہ ہونے کی وجہ سے اور اگر مقتول ایسی قوم سے تعلق رکھتا ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے جیسا کہ اہل ذمہ، اور اس کے قاتل پر ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے سوا اگر جو شخص غلام نہ پائے اس وجہ سے کہ غلام دستیاب نہ ہو یا اتنا مال نہ ہو کہ جس سے غلام خرید سکے، تو اس کا کفارہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے طعام کی طرف رجوع کا ذکر نہیں فرمایا جیسا کہ ظہار میں فرمایا ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں قولوں میں سے صحیح ترین قول میں اسی کو لیا ہے، اور اللہ کی جانب سے توبہ کی قبولیت ہے، توبہ، مصدر ہے فعل مقدر (تاب) کی وجہ سے منصوب ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے بارے میں باخبر ہے، (اور) اس نے جو نظام قائم کیا ہے اس میں وہ باحکمت ہے اور جو شخص کسی مومن کو قصد قتل کر دے اس طریقہ پر کہ اس کو ایسی چیز سے قتل کا ارادہ کرے کہ جس سے غالباً قتل کیا جاتا ہے اس کے ایمان سے واقف ہونے کے باوجود، تو ایسے شخص کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت

ہے اور اس کو رحمت سے دوری ہے، اور اس کیلئے (اللہ نے) جہنم میں بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے، اور یہ (آیت) مؤول ہے اس شخص کے ساتھ کہ جو مومن کے قتل کو حلال سمجھے یا اس طریقہ پر کہ یہ اس کی سزا ہے اگر سزا دیا جائے، اور وعید کے تخلف میں کوئی ندرت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا قول ”و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء“ کی وجہ سے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت اس کے ظاہر پر محمول ہے اور مغفرت کی دیگر آیتوں کیلئے ناسخ ہے اور سورہ بقرہ کی آیت نے بیان کیا ہے کہ عمدۃ قتل کرنے والا قتل کی وجہ سے قتل کیا جائیگا، اور یقیناً اس پر دیت واجب ہے اگرچہ اس کو معاف کر دیا جائے اور دیت کی تعداد سابق میں گذر چکی ہے، اور سنت نے بیان کیا ہے کہ قتل عمد اور قتل خطاء کے درمیان ایک قتل اور ہے جس کا نام شبہ عمد ہے اور وہ یہ ہے کہ ایسی چیز سے قتل کر دے کہ جس سے عام طور پر قتل نہیں کیا جاتا، تو اس میں قصاص نہیں ہے بلکہ اس میں دیت ہے صفت میں قتل عمد کے مانند اور تاجیل (تاخیر) اور خاندان والوں پر ڈالنے میں قتل خطا کے مانند، قتل شبہ عمد اور قتل عمد کفارہ کے (وجوب) کیلئے قتل خطاء سے اولیٰ ہے، اور نازل ہوئی (آئندہ آیت) اس وقت جبکہ صحابہ کی ایک جماعت کا بنی سلیم کے ایک شخص کے پاس سے گذر ہوا اور وہ بکریاں لے جا رہا تھا اس شخص نے ان لوگوں کو سلام کیا تو ان لوگوں نے کہا اس نے سلام محض جان بچانے کے لئے کیا ہے، چنانچہ ان لوگوں نے اس کو قتل کر دیا اور اس کی بکریوں کو ہانک لائے، (تو آیت یناہیا الذین آمنوا نازل ہوئی) اے ایمان والو جب تم خدا کے راستہ میں جہادی سفر کر رہے ہو تو تحقیق کر لیا کرو اور ایک قراءت میں دونوں جگہ ثناء مثلثہ کے ساتھ ہے، (فَتَنَّبَتُوا) انتظار کیا کرو اور جو تمہیں سلام علیک کرے (سلام) الف کے ساتھ اور بدون الف کے ہے، اور کلمہ شہادت کے ذریعہ جو کہ اس کے اسلام کی علامت ہے انقیاد (فرمانبرداری) کا اظہار کرے تو تم یہ نہ کہہ دیا کرو کہ تو مسلمان نہیں ہے تو نے تو یہ کلمہ اپنی جان اور مال بچانے کے لئے کہا ہے، دنیاوی سامان مال غنیمت طلب کر نیکے لئے اس کو قتل کر دو اللہ تعالیٰ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں تو وہ غنیمتیں تم کو اس کے مال کے لئے اس کے قتل سے مستغنی کر دے گی، اس سے پہلے تم بھی ایسے ہی تھے تمہاری جانیں اور تمہارے اموال محض تمہارے کلمہ شہادت کی وجہ سے محفوظ رکھے جاتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر ایمان کی شہرت اور استقامت کے ذریعہ احسان فرمایا تو تم تحقیق کر لیا کرو (ایسا نہ ہو کہ) تم کسی مومن کو قتل کر دو اور اسلام میں داخل ہونے والے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرو جیسا تمہارے ساتھ کیا گیا، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے، جن کی وہ تم کو جزاء دے گا، بغیر کسی عذر کے جہاد سے بیٹھے رہنے والے مومن (غیر) رفع کے ساتھ صفت ہونے کی وجہ سے، اور نصب کے ساتھ استثناء کی وجہ سے، اپنا جی یا اندھا وغیرہ ہونے کی وجہ سے، اور اللہ کے راستہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرنے والوں کو عذر کی وجہ سے جہاد نہ کرنے والوں پر فضیلت بخشی ہے دونوں کے نیت میں مساوی ہونے اور مجاہد کے عملی طور پر جہاد کرنے کی وجہ سے، اور (یوں تو) اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں سے ہر ایک سے اچھائی کا وعدہ کر رکھا ہے اور مجاہدین کو بغیر عذر بیٹھے رہنے والوں پر بڑے اجر کی فضیلت دے رکھی ہے اور درجاء منہ (اجرا) سے بدل ہے اپنی طرف سے مرتبے کی کہ جو عزت

میں ایک سے ایک بڑھ کر ہے اور مغفرت اور رحمت میں دونوں اپنے مقدر فعلوں کی وجہ سے منصوب ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو معاف کرنے والا اور اسکی اطاعت کرنے والوں پر رحم کرنے والا ہے۔

تحقیق و ترکیب تسمیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: مُخْطِئًا فِي قَتْلِهِ، اس میں اشارہ ہے کہ خطاً، حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور مصدر بمعنی اسم فاعل ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مفعول مطلق ہو نیکی وجہ سے منصوب ہو اور مصدر محذوف کی صفت ہو، ای الا قَتْلًا خَطْأً۔

قَوْلُهُ: عَلَيْهِ، اس میں اشارہ ہے کہ تحریر، مبتداء ہے اور اس کی خبر محذوف ہے، ای فعلیہ تحریر یا مبتداء محذوف کی خبر ہے ای فالو اجب علیہ تحریر رقبۃ اور فعل محذوف کا فاعل بھی ہو سکتا ہے ای فیجب علیہ تحریر رقبۃ، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علیہ شرط کی جزاء ہو اور چونکہ جزاء کے لئے جملہ ہونا شرط ہے، لہذا علیہ کو محذوف مانا ہو۔

قَوْلُهُ: وَدِيَّةً، اس کا عطف تحریر پر ہے و دية اصل میں مصدر ہے مال ماخوذ پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے اسی وجہ سے اس کی صفت مُسَلَّمَةٌ لائی گئی ہے اور یہ اصل میں وَدِيٌّ تھا واد کو حذف کر دیا اس کے عوض آخر میں تاء تانیث کا اضافہ کر دیا، دية ہو گیا۔

قَوْلُهُ: نِصْفُ دِينَارٍ، یہ امام شافعی رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی کے نزدیک ہے۔

قَوْلُهُ: ثَلَاثَا عَشْرًا، یہ امام شافعی رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی کا مذہب ہے۔

قَوْلُهُ: مَصْدَرٌ مَنْصُوبٌ بِفَعْلِهِ الْمُقَدَّرِ ای تَابَ عَلَيْكُمْ تَوْبَةً۔

قَوْلُهُ: عَالِمًا بِإِيمَانِهِ، یعنی مذکورہ عذاب کا مستحق اس وقت ہوگا جبکہ اس کو مومن سمجھ کر قتل کیا ہو، اور اگر حربی سمجھ کر قتل کیا گیا ہو تو مستحق نہ ہوگا۔

قَوْلُهُ: بِمَنْ اسْتَحَلَّهُ، اس اضافہ کا مقصد معتزلہ پر رد کرنا ہے اسلئے کہ جہنم میں دائمی دخول تو کافر کے لئے ہوگا، اسلئے کہ کتاب و سنت اور اجماع کے دلائل قطعیہ اس میں صریح ہیں کہ عصاة المسلمین کا دائمی طور پر جہنم میں داخلہ نہیں ہوگا، بخلاف معتزلہ کے کہ ان کے یہاں مرتکب گناہ کبیرہ اگر بغیر توبہ کے مر جائے تو وہ بھی دائمی جہنمی ہے۔

قَوْلُهُ: لَا يَدْخُلُ ای لَا نُذَرَّةً، ابن عباس رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی کے نزدیک آیت ظاہر پر محمول ہے، غالباً اس سے مقصد شدت کو ظاہر کرنا ہے، اسلئے کہ حضرت ابن عباس رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی ہی سے اس کے خلاف بھی مروی ہے۔

قَوْلُهُ: فِي قِرَاءَةِ بِالْمَثَلَةِ ای بالثناء، ای فَتَنْبِتُوا۔ (یعنی انتظار کیا کرو)۔

قَوْلُهُ: بِالرَّفْعِ صِفَةً، یعنی غیر مرفوع ہے قاعدوں کی صفت ہونے کی وجہ سے۔

يَسْأَلُونَ: الْقَاعِدُونَ الف لام کی وجہ سے معرفہ ہے اور غیر مکرہ ہے لہذا صفت واقع ہونا درست نہیں ہے۔

یہاں جواب: غیر جب دو متضاد کے درمیان واقع ہوتا ہے تو بھی معارفہ ہو جاتا ہے۔

کے سبب جواب: القاعدون میں الف لام جنس کا ہے جس کی وجہ سے مشابہ نکرہ ہے۔

تیسری مثال جواب: القاعدون سے چونکہ کوئی متعین قوم مراد نہیں ہے لہذا وہ نکرہ ہی ہے معارفہ جب ہوتا جب متعین قوم مراد ہوتی، ظاہر یہ ہے کہ غیر، القاعدون سے بدل ہے اور بدل و مبدل منہ میں تعریف و تنکیر میں مطابقت ضروری نہیں ہے، اور غیر پر نصب بھی جائز ہے القاعدون سے استثناء کی وجہ سے۔

قولہ: من الزمان، یہ للضرر کا بیان ہے۔

قولہ: منصوبان بفعلہما المقدر یعنی مغفروہ و رحمة دونوں اپنے اپنے فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہیں نہ کہ اجراء، پر معطوف ہونے کی وجہ سے، تقدیر عبارت یہ ہے غفر اللہ لہم مغفروہ و رحمہم اللہ رحمة۔

تفسیر و تشریح

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ (الآیہ) یہ نفی بمعنی نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول 'وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُذُورَ رَسُولَ اللَّهِ' میں نفی بمعنی نہیں ہے اور اگر نفی اپنے معنی پر ہو تو یہ خبر ہوگی اور اس کا صادق ہونا ضروری ہوگا، جس کی صورت یہ ہوگی کہ کسی مومن کا قتل صادر نہ ہو حالانکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے۔

شان نزول:

عبد بن حمید اور ابن جریر وغیرہ نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ عیاش بن ابی ربیعہ نے ایک مومن شخص کو نادانستہ قتل کر دیا تھا جس کے بارے میں مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

واقعہ کی تفصیل:

ابھی آپ ﷺ نے ہجرت نہیں فرمائی تھی، ایک صاحب عیاش بن ابی ربیعہ حلقہ گوش اسلام ہو گئے تھے، مگر قریش کے ظلم و ستم نے ان کو اس کا موقع نہ دیا کہ وہ اپنے اسلام کا علی الاعلان اظہار کر دیں اور انھیں اس بات کا بھی خوف تھا کہ کہیں ان کے مسلمان ہونے کی اطلاع ان کے گھروالوں کو نہ ہو جائے جس کی وجہ سے ان کی دقتوں میں اور زیادہ اضافہ ہو جائے، اس وقت مدینہ مسلمانوں کیلئے پناہ گاہ بن چکا تھا اتنا دکھا مصیبت زدہ مسلمان مدینہ کا رخ کر رہے تھے، عیاش بن ابی ربیعہ اور ابو جہل آپس میں سوتیلے بھائی تھے، دونوں کی ماں ایک اور والد الگ الگ تھے ماں کی پریشانی نے ابو جہل کو بھی اضطراب اور پریشانی میں ڈال دیا، ابو جہل کو کسی طرح معلوم ہو گیا کہ عیاش مدینہ میں پناہ گزیں ہو گیا ہے چنانچہ ابو جہل خود اور اس کا دوسرا بھائی حارث اور

ایک تیسرا شخص حارث بن زید بن ابی ایسہ مدینہ پہنچے، انہوں نے عیاش کو ان کی والدہ کی رو رو کر پوری حالت سنائی اور پورا یقین دلایا کہ تم صرف اپنی ماں سے مل آؤ، اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں چاہتے، حضرت عیاش نے اپنی والدہ کی بے چینی اور بھائیوں کے وعدہ پر اعتماد کر کے خود کو ان کے سپرد کر دیا اور مکہ کے لئے ان کے ساتھ روانہ ہو گئے، مدینہ سے دو منزل مسافت طے کرنے کے بعد ان لوگوں نے غداری کی اور وہی سب کچھ کیا جس کا اندیشہ تھا، بڑی بے دردی سے پہلے تو ان کے ہاتھ پیر باندھے اور اس کے بعد تینوں نے بڑی بے رحمی سے ان پر اتنے کوڑے برسائے کہ پورا بدن چھلنی کر دیا، جس ماں کے لئے یہ سب کچھ کیا تھا اس نے عیاش کو تپتی ہوئی دھوپ میں ڈلوادیا کہ جب تک خدا اور اس کے رسول سے نہ پھرو گے یوں ہی دھوپ میں جلتے رہو گے۔

یہ شہادت کی الفت میں قدم رکھنا ہے لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا لہو میں ڈوبا ہوا بدن، جکڑے ہوئے ہاتھ پاؤں، سفر کی تکلیف، ماں کا یہ ستم، بھائیوں کی یہ درندگی، مکہ کی تپتی ہوئی پتھر ملی زمین آخر کب تک؟ آخر مجبوراً عیاش کو وہ الفاظ کہنے پڑے جنہیں کہنے کے لئے ان کا دل ہرگز آمادہ نہیں تھا، تب کہیں اس عذاب سے چھٹکارا نصیب ہوا، ان کی اس بے کسی پر طعن کرتے ہوئے حارث بن زید نے ایک زبردست چوٹ کی کہنے لگے کیوں عیاش تمہارا دین بس اتنا ہی تھا؟ عیاش غصہ کا گھونٹ پی کر رہ گئے اور قسم کھالی کہ جب بھی موقع ملے گا اس کو قتل کر دوں گا، حضرت عیاش پھر کسی طرح مدینہ پہنچ گئے، ان ہی دنوں حارث بن زید بھی مکہ مکرمہ سے نکل کر مدینہ منورہ حاضر ہو کر جاں نثاران نبوت کی صف میں شامل ہو گئے، حضرت عیاش کو حارث بن زید کے اسلام قبول کرنے کی بالکل خبر نہ تھی، ایک روز اتفاق سے قباء کے نواح میں دونوں کا آمنا سامنا ہو گیا، حضرت عیاش رضی اللہ عنہ کو حارث بن زید کی ساری حرکتیں یاد تھیں، سمجھے کہ پھر کسی بے کس کے ہاتھ پاؤں باندھنے آئے ہوں گے، اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوتے حضرت عیاش کی تلوار اپنا کام کر چکی تھی، اس واقعہ کے بعد لوگوں نے عیاش کو صورت حال سے آگاہ کیا کہ حارث بن زید تو مسلمان ہو کر مدینہ آئے تھے، حضرت عیاش آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انتہائی افسوس کے ساتھ عرض کیا حضور آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ حضرت حارث نے میرے ساتھ کیا کچھ کیا تھا میرے دل میں ان سب باتوں کا زخم تھا اور مجھے بالکل معلوم نہ تھا کہ وہ مشرف باسلام ہو چکے ہیں، ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

قتل کی تین قسمیں اور ان کا شرعی حکم:

پہلی قسم:

قتل عمد، جو قصد ایسے آلہ کے ذریعہ واقع ہو جو آہنی ہو یا تفریق اجزاء میں آہنی آلہ کے مانند ہو جیسے دھاردار پتھر یا بانس وغیرہ۔

دوسری قسم:

قتل شبہ عمد، جو قصد اتو ہو مگر ایسے آلہ سے نہ ہو جس سے اجزاء میں تفریق ہو سکتی ہو، یا قتل ایسی چیز سے ہو جس سے عام طور پر قتل نہ ہوتا ہو۔

تیسری قسم:

قتل خطاء، خطایا تو قصد وطن میں ہو کہ انسان کو شکار سمجھ بیٹھا، یا نشانہ خطا کر گیا کہ نشانہ چوک کر کسی انسان کو لگ گیا، ان دونوں قسموں میں قاتل پر دیت واجب ہے اور قاتل گنہگار بھی ہے مگر دونوں کی دیت میں قدرے فرق ہے، دوسری اور تیسری قسم کی دیت سو (۱۰۰) اونٹ ہے، مگر اس تفصیل سے کہ چاروں قسم یعنی بنت لبون، بنت مخاض، جذعہ، ہر ایک قسم میں سے پچیس پچیس اور تیسری قسم میں اس تفصیل سے کہ اونٹ کی پانچ مع (بنولبون) قسموں میں سے ہر ایک میں بیس بیس، البتہ دیت اگر نقد کی صورت میں دی جائے تو مذکورہ دونوں قسموں میں دس ہزار درہم شرعی یا ایک ہزار دینار شرعی ہیں، اور گناہ دوسری قسم میں زیادہ ہے اسلئے کہ اس میں قصد کو دخل ہے اور تیسری قسم میں کم اور وہ بے احتیاطی کا گناہ ہے۔ (معارف)

مسئلہ: دیت کی مذکورہ مقدار اس وقت ہے کہ جب مقتول مرد ہو اور مقتول عورت ہو تو دیت اس کی نصف ہوگی۔

(کذا فی الہدایہ)

مسئلہ: دیت مسلم اور ذمی کی برابر ہے حدیث میں ہے آپ نے فرمایا ”دِیَّةُ کُلِّ ذِمِّی عَہْدِ فِی عَہْدِ الْفِ دِیْنَارٌ“۔

(الخریجۃ ابو داؤد)

مسئلہ: کفارہ یعنی تحریر رقبہ یا روزے رکھنا خود قاتل کے ذمہ ہیں، اور دیت قاتل کے (خاندان) اہل نصرت پر ہے جس کو اصطلاح شرع میں عاقلہ کہتے ہیں۔ (معارف)

مسئلہ: مقتول کی دیت مقتول کے شرعی ورثاء میں تقسیم ہوگی اور جو اپنا حصہ معاف کر دے گا اس قدر معاف ہو جائیگا اور اگر سب معاف کر دیں گے تو پوری دیت معاف ہو جائیگی۔

مسئلہ: جس مقتول کا وارث شرعی نہ ہو اس کی دیت بیت المال میں جمع ہوگی۔

خلاصہ کلام:

کسی کو قتل کرنے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ جان بوجھ کر عمد اُقتل کیا جائے اور دوسرے یہ کہ نادانستہ ایسا ہو جائے، دانستہ بلا قصد قتل کرنے کے مسائل سورہ بقرہ آیت ”کتب علیکم القصاص“ کی تفسیر میں گذر چکے ہیں، نادانستہ قتل کے مسائل کی تفصیل حسب ذیل ہے، نادانستہ قتل کی کل چار صورتیں ممکن ہیں۔

- ۱ یہ کہ مقتول مومن ہو۔
- ۲ یہ کہ مقتول کافر ہو، مگر ذمی یا مستامن ہو جسکی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری مسلمانوں کی ہو۔
- ۳ یہ کہ مقتول کافر معاہدہ ہو، یعنی اس ملک کا ہو کہ جس کے ساتھ معاہدہ امن ہو۔
- ۴ یہ کہ مقتول کافر حربی ہو۔
- ان میں سے ہر ایک کی دو صورتیں ہیں، ① اسے عداً قتل کیا ہو، ② یا غلطی سے قتل ہوا ہو، اس طرح کل آٹھ صورتیں ہو جاتی ہیں۔
- ① مومن اگر بلا تصور جان بوجھ کر قتل کر دیا جائے تو اس کی دنیاوی سزا سورۃ بقرہ میں بیان فرمائی گئی ہے اور آخرت کی سزا آیت ”وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا متعمداً“ میں آرہی ہے۔
- ② مومن کو اگر نادانستہ قتل کر دیا گیا تو اس کی سزا یہ ہے کہ مقتول کے ورثاء کو خون بہا ادا کیا جائے اور ایک غلام آزاد کیا جائے اور غلام میسر نہ ہونے کی صورت میں لگا تار دو مہینے کے روزے رکھے جائیں۔
- ③ مقتول اگر ذمی ہو اور عداً قتل کیا گیا ہو تو اس کی سزا یہ ہے کہ قتل کے بدلے قتل کر دیا جائے یعنی جو سزا مومن کو عداً قتل کرنے کی ہے وہی ذمی کو قتل کرنے کی بھی ہے، یہ امام صاحب کا مسلک ہے۔
- ④ ذمی اگر نادانستہ قتل کر دیا جائے تو اس کے وارثوں کو خون بہا (خون کی قیمت) ادا کیا جائے گا، خون بہا کی مقدار میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے۔
- ⑤ اگر مقتول معاہدہ ہو اور قصداً قتل کر دیا گیا تو اس کے قتل کی سزا میں اختلاف ہے، البتہ خون بہا ادا کرنا ضروری ہے۔
- ⑥ اگر معاہدہ امن کرنے والا نادانستہ قتل ہو جائے تو اس کے قتل کے لئے تو وہی قانون ہے جو ذمی کے قاتل کے لئے ہے یعنی وارثوں کو خون بہا دیا جائے۔
- ⑦، ⑧ اگر مقتول حربی (مسلمانوں کا دشمن) تھا تو اس کا قتل خواہ دانستہ ہو یا نادانستہ اس کے قاتل پر نہ قصاص ہے اور نہ دیت کیونکہ وہ حالت جنگ میں ہے۔

خون بہا کی مقدار:

اس سلسلہ میں یہ ذہن نشین رہے کہ خون بہا کا دار و مدار قتل کی نوعیت پر ہے، ایک صورت تو یہ ہے کہ قاتل پر عداً قتل کا الزام ثابت ہو چکا ہو مگر کسی وجہ سے قصاص کے بجائے خون بہا پر معاملہ ٹھہرا ہے تو یہ سب سے اہم خون بہا سمجھا جائیگا۔

اگر واقعہ کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل کرنا مقصود نہیں تھا، یعنی عام حالات میں ایسے واقعہ میں آدمی مرتا نہیں ہے مگر اتفاق سے یہ شخص مر گیا، اس صورت میں جو خون بہا ہوگا وہ یقیناً پہلی صورت سے ہلکا ہوگا، تیسری صورت یہ ہے

کہ محض غلطی سے قتل کا صدور ہو گیا، ایسی صورت میں خون بہادوسری صورت سے بھی ہلکا ہوگا۔

اگر خون بہا اونٹوں کی شکل میں ہو تو سو (۱۰۰) اونٹ ہوں گے، اور اگر گائے کی شکل میں ہو تو دو سو (۲۰۰) گائے ہوں گی اور بکریوں کی صورت میں ہو تو ایک ہزار بکریاں ہوں گی، اور اگر کپڑوں کی شکل میں ہو تو دو سو (۲۰۰) جوڑے ہوں گے، اس کے علاوہ اگر کسی اور چیز سے خون بہا ادا کیا جائے تو ان ہی چیزوں کی بازاری قیمت کے لحاظ سے متعین کیا جائیگا، مثلاً نبی ﷺ کے زمانہ میں سو اونٹوں کی قیمت آٹھ سو (۸۰۰) دینار یا آٹھ ہزار (۸۰۰۰) درہم تھے جب حضرت عمر رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا زمانہ آیا تو فرمایا کہ اب اونٹوں کی قیمت بڑھ گئی ہے لہذا اب دیت سونے کی صورت میں ایک ہزار دینار اور چاندی کی صورت میں بارہ ہزار درہم خون بہا دلوا یا جائیگا۔

عورت کا خون بہا:

عورت کا خون بہا مرد کا آدھا ہے اور باندی و غلام کا خون بہا اس کی ممکن قیمت ہوتی ہے، خون بہا کے معاملہ میں مسلم اور غیر مسلم امام صاحب کے نزدیک دونوں برابر ہیں، جو خون بہا قصاص کے بجائے قاتل کے ذمہ واجب ہوا ہے وہ صرف قاتل کے ذمہ ہوگا، اور جو خون بہا دوسری کسی وجہ سے عائد ہوتا ہے اس میں قاتل کے تمام رشتہ دار شریک ہو کر بطور چندہ ادا کریں گے۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا (الآیۃ) اس آیت میں مومن کے قتل عمد کی سزا بیان فرمائی گئی ہے جو فی الواقع بڑی سخت سزا ہے مثلاً اس کی سزا جہنم ہے جس میں ہمیشہ رہنا ہوگا، نیز اللہ کا غضب اور اس کی لعنت اور عذاب عظیم بھی ہوگا، اتنی سخت سزائیں بیک وقت کسی بھی گناہ کی بیان نہیں کی گئی، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایک مومن کو قتل کرنا اللہ کے نزدیک کتنا بڑا جرم ہے، احادیث میں اس کی سخت مذمت اور وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

مومن کے قاتل کی توبہ:

مومن کے قاتل کی توبہ قبول ہے یا نہیں، بعض علماء مذکورہ سخت وعیدوں کے پیش نظر قبول توبہ کے قائل نہیں، لیکن قرآن وحدیث کی نصوص سے واضح ہے کہ خالص توبہ سے ہر گناہ معاف ہو سکتا ہے ”إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا“ (الفرقان) اور دیگر آیات توبہ عام ہیں لہذا ہر قسم کے گناہ کو شامل ہوگی، یہاں جو جہنم میں دائمی خلود کی سزا بیان کی گئی ہے اس کا مطلب ہے کہ اگر توبہ نہ کی تو اس کی یہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ اس کے جرم پر دے سکتا ہے اسی طرح توبہ نہ کرنے کی صورت میں خلود سے مراد ملکِ طویل ہے اسلئے کہ جہنم میں خلود کافروں اور مشرکوں ہی کے لئے ہے، قتل کا تعلق اگرچہ حقوق العباد سے ہے جو توبہ سے بھی ساقط نہیں ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بھی اس کی تلافی فرما سکتا ہے اس میں مقتول کو بھی بدلہ مل جائیگا اور قاتل کی بھی معافی ہو جائیگی۔

(فتح القدیر، ابن کثیر)

شان نزول:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا (الآية) اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جارہے ہو تو تحقیق کر لیا کرو اور جو تم سے سلام علیکم کرے تم اسے یہ نہ کہہ دو کہ وہ تو ایمان والا نہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت کسی علاقہ سے گزری جہاں ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا مسلمانوں کو دیکھ کر چرواہے نے سلام کیا بعض صحابہ نے سمجھا شاید یہ جان بچانے کیلئے خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے لئے سلام کر رہا ہے، چنانچہ انہوں نے اسے بغیر تحقیق کے قتل کر ڈالا، اور بکریاں لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے جس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(بخاری، ترمذی)

روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ مکہ میں تم بھی اس چرواہے کی طرح ایمان چھپانے پر مجبور تھے، مطلب یہ کہ اس کے قتل کا کوئی جواز نہیں تھا، تمہیں چند بکریاں اس مقتول سے حاصل ہو گئیں یہ کچھ بھی نہیں اللہ کے پاس اس سے کہیں زیادہ بہتر نعمتیں ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وجہ سے دنیا میں بھی مل سکتی ہیں اور آخرت میں ان کا ملنا تو یقینی ہے۔

عبرت ناک واقعہ:

ابن جریر کے حوالہ سے اسی نوعیت کا ایک واقعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے آپ ﷺ نے کسی جنگی ضرورت سے صحابہ کی ایک جماعت روانہ فرمائی ان میں ایک شخص محکم بن جثامہ بھی تھا ان لوگوں کی راستہ میں ایک شخص عامر بن اضبط سے ملاقات ہو گئی، عامر نے باقاعدہ اسلامی طریقہ سے ان لوگوں کو سلام کیا یعنی اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا، لیکن محکم اور عامر کے درمیان زمانہ جاہلیت سے کچھ کدورت چلی آرہی تھی محکم نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عامر کو قتل کر دیا، ابھی عامر کا اسلام مشہور نہ ہوا تھا، واپسی پر محکم نے آنحضرت ﷺ سے معافی کی درخواست کی لیکن نہایت سختی سے رد کر دی گئی ابھی ایک ساعت بھی نہ گزری تھی کہ محکم نے وفات پائی، محکم دفن کر دیا گیا لیکن فوراً ہی لاش قبر سے باہر آ گئی حاضرین گھبرائے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”زمین اگر چہ اس سے بھی زیادہ برے لوگوں کو قبول کر سکتی ہے مگر اللہ تمہیں ایسی حرکتوں پر تنبیہ فرماتا ہے آخر کار لاش پہاڑ پر ڈال دی گئی۔“

شان نزول:

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولَى الضَّرَرِ (الآية) جب یہ آیت نازل ہوئی کہ گھروں میں بیٹھے رہنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے، تو حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (نا بینا صحابی)

وغیرہ نے عرض کیا کہ ہم تو معذور ہیں جس کی وجہ سے ہم جہاد میں حصہ نہیں لے سکتے جس کی وجہ سے ہم جہاد کے اجر و ثواب سے محروم رہیں گے، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ”غیرِ اولی الضرر“ استثناء نازل فرمایا، یعنی عذر کی وجہ سے جہاد میں حصہ نہ لینے والے اجر و ثواب میں مجاہدین کے شریک ہیں۔

وَنَزَلَ فِي جَمَاعَةٍ أَسْلَمُوا وَلَمْ يَهَاجِرُوا فَفُتِلُوا يَوْمَ بَدْرٍ مَعَ الْكُفَّارِ إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ بِالْمَقَامِ مَعَ الْكُفَّارِ وَتَرَكَ الْهَجْرَةَ قَالُوا لَهُمْ مُؤَبِّخِينَ فِيمَ كُنْتُمْ أَى فِي شَيْءٍ كُنْتُمْ مِنْ أَمْرِ دِينِكُمْ قَالُوا مُعْتَذِرِينَ كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ عَاجِزِينَ عَنِ إِقَامَةِ الدِّينِ فِي الْأَرْضِ أَرْضَ مَكَّةَ قَالُوا لَهُمْ تَوْبِيخًا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ وَاسِعَةً فَهَاجِرُوا فِيهَا مِنْ أَرْضِ الْكُفَرِ إِلَى بَلَدٍ آخَرَ كَمَا فَعَلَ غَيْرُكُمْ قَالَ تَعَالَى فَأُولَئِكَ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ هِيَ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا قُوَّةَ لَهُمْ عَلَى الْهَجْرَةِ وَلَا نَفَقَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۝ طَرِيقًا إِلَى أَرْضِ الْهَجْرَةِ فَأُولَئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُو عَنْهُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ۝ وَمَنْ يَهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْعَمًا مِمَّا هَاجَرَ كَثِيرًا وَسَعَةً ۝ فِي الرِّزْقِ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فِي الطَّرِيقِ كَمَا وَقَعَ لِبُجْنَدِ بْنِ صَمْرَةَ اللَّيْثِيِّ فَقَدْ وَقَعَ ثَبَتَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

۱۱

ترجمہ: (آئندہ آیت) ایک گروہ کے بارے میں نازل ہوئی جس نے اسلام قبول کیا مگر ہجرت نہیں کی، اور کفار کے ساتھ بدر میں قتل کر دیئے گئے، بے شک ان لوگوں کی روح جنہوں نے کفار کے ساتھ قیام کر کے اور ترک ہجرت کر کے اپنے اوپر ظلم کیا فرشتہ جب (روح) قبض کرتا ہے تو ان سے توبیخاً پوچھتا ہے تم اپنے دین کے معاملہ میں کس حال میں تھے؟ تو وہ عذر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم دین کے قائم کرنے کے معاملہ میں مکہ کی سرزمین میں ہم کمزور تھے تو (فرشتے) ان سے توبیخاً کہیں گے کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی؟ کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے یعنی کافروں کی سرزمین سے دوسرے شہر کی طرف ہجرت کر جاتے جیسا کہ دوسروں نے کیا اللہ تعالیٰ فرمایا، یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے سوائے ان لوگوں کے جو مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے کمزور ہوں کہ جو نہ کوئی تدبیر ہی کر سکتے ہوں اور نہ ہجرت کی کوئی صورت ہی پاتے ہوں تو یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ ان کو معاف کر دے گا اور اللہ ہے ہی بڑا معاف کرنے والا اور بڑا بخشنے والا اور جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا تو وہ زمین میں بہت سی ہجرت کا ہیں اور رزق میں وسعت پائیگا، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کرتے ہوئے نکلے پھر راستہ میں اسے موت آجائے جیسا کہ جندع بن صمرہ لیشی کو پیش آیا تھا، تو اس کے لئے اللہ پراجر ثابت ہو گیا اور اللہ تو ہے ہی بڑا بخشنے والا بڑا مہربان۔

تحقیق و تہذیب تفسیری فوائد

قَوْلًا: قَالُوا لَهِمُّ مُؤَبِّحِينَ.

سُؤَال: مُؤَبِّحِينَ کے اضافہ سے کیا فائدہ ہے؟

جَوَاب: مُؤَبِّحِينَ کے اضافہ کا مقصد سوال و جواب میں مطابقت پیدا کرنا ہے اسلئے کہ اگر مُؤَبِّحِينَ محذوف نہ مائیں تو۔

سُؤَال: فِيمَ كُنْتُمْ؟ اور۔

جَوَاب: كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ، میں مطابقت نہیں رہتی، اسلئے کہ سوال ہے تم کس چیز میں تھے اور جواب ہے ہم ضعیف اور عاجز تھے یہ جواب سوال کے مطابق نہیں ہے اور مُؤَبِّحِينَ محذوف مان لیں تو دراصل سوال نہ رہا بلکہ ہجرت کے لئے نہ نکلنے پر توجہ ہوگی، مطلب یہ ہوا کہ تم ہجرت کیلئے کیوں نہیں نکلے؟ جواب دیا چونکہ ہم کو ضعف کی وجہ سے ہجرت پر قدرت نہیں اسلئے ہم نے ہجرت نہیں کی۔

قَوْلًا: فِي آيٍ شَيْءٍ، اس میں اشارہ ہے کہ، فِيمَ، میں ما، استفہامیہ ہے نہ کہ موصولہ۔

قَوْلًا: مُرَاغِمًا، باب مفاعلہ کا ظرف مکان ہے معنی جائے گریز، مقام ہجرت، مُرَاغِمًا، کی تفسیر مہاجرًا سے کرنے کا مقصد تعین معنی ہے۔

قَوْلًا: جُنْدُعُ بْنُ ضَمْرَةٍ، بعض مفسرین جندب ابن ضمیر لکھا ہے۔

تفسیر و تشریح

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ (الآية) اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے کہ جو اسلام قبول کرنے کے بعد بھی بلا کسی مجبوری کے اپنی کافر قوم میں مکہ ہی میں مقیم رہے، درانحالیکہ ایک دارالاسلام مہیا ہو چکا تھا جس کو افرادی قوت کی سخت ضرورت تھی یہی وجہ تھی کہ ہجرت فرض کر دی گئی تھی اور عام اعلان کر دیا گیا تھا کہ جہاں بھی کوئی اسلام کا فرزند ہودہ مدینہ پہنچ جائے، اس کے علاوہ مکہ میں رہ کر نیم اسلامی زندگی گزارنے کے مقابلہ میں ہجرت کر کے اپنے دین و اعتقاد کے مطابق پوری اسلامی زندگی گزارنا ممکن ہو گیا تھا، حالانکہ ان ہجرت نہ کرنے والوں کے لئے کوئی واقعی اور حقیقی مجبوری نہیں تھی، قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ، یعنی دارالکفر میں رہ کر دین کے کن کاموں میں لگے ہوئے تھے کہ ہجرت کو نہ نکلے؟ دراصل یہ ہجرت نہ کرنے پر توجہ و تعریض ہے۔ (کہیں)

جب اسلامی مرکز کو کافی قوت حاصل ہو گئی اور مخالفین کی قوت کا زور ٹوٹ گیا تو ہجرت بھی واجب نہ رہی، اس کے باوجود جب اور جہاں کہیں ویسے حالات پیدا ہو جائیں تو ہجرت واجب ہو جائے گی ”لا ہجرة بعد الفتح“ کا یہی مطلب ہے۔ یہاں ایک بات سمجھ لینا ضروری ہے وہ یہ کہ ظہور اسلام کے وقت پورے عرب میں مکہ معظمہ ایک مرکزی حیثیت رکھتا تھا، اہل

مکہ کی مخالفت پورے عرب کی مخالفت سمجھی جاتی تھی اور ان کی موافقت پورے ملک کی موافقت تصور کی جاتی تھی، اگرچہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کی ہستی اور ان کا وجود واضح ہو چکا تھا مگر پھر بھی اسلام لانے یا نہ لانے کے معاملہ میں پورے عرب کی نظریں مکہ پر لگی ہوئی تھیں، ایسی صورت میں ضروری تھا کہ کوئی بھی کلمہ گو مکہ میں نہ رہے تاکہ قریش کی اجتماعی قوت جلد از جلد ٹوٹ جائے اور دوسری قوت میں اضافہ کریں تاکہ مسلمانوں کی اجتماعی قوت عرب کے لئے مسلمہ قوت بن جائے مکہ فتح ہو جانے کے بعد پورے عرب کیلئے گویا اسلام کی برتری کا اعلان ہو چکا تھا یہی وجہ تھی کہ فتح مکہ کے بعد قبیلے کے قبیلے حلقہ بگوش اسلام ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ کچھ عرصہ میں کفر جزیرۃ العرب سے جلا وطن ہو گیا۔

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ (الآیۃ) ہجرت سے یہ ان مردوں عورتوں اور بچوں کو مستثنیٰ کرنے کا حکم ہے جو ہجرت کے وسائل سے محروم ہوں وسائل خواہ مالی ہوں یا جسمانی چنانچہ انتہائی بوڑھا یا بیمار یا کمزور کہ جو نہ پیدل چل سکے اور نہ سواری پر سوار ہو سکے، اور ایسا بال بچوں والا کہ جو نہ انھیں ساتھ لے جاسکتا ہو اور نہ تنہا چھوڑ سکتا ہو، ہجرت سے مستثنیٰ ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ میں اور میری والدہ ماجدہ ان ہی لوگوں میں تھے، والدہ معذور تھیں اور میں بچہ۔

بچے اگرچہ شرعی احکام کے مکلف نہیں ہوتے لیکن یہاں بچوں کا ذکر ہجرت کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔
وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (الآیۃ) اس میں ہجرت کی ترغیب اور مشرکین سے مفارقت اختیار کرنے کی تلقین ہے اور اخلاص نیت کے مطابق اجر و ثواب ملنے کی یقین دہانی ہے۔

شان نزول:

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاعِمًا، (الآیۃ) سعید بن جبیر وغیرہ سے طبری نے روایت کیا ہے کہ مذکورہ آیت ایک ضمرہ نامی شخص کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ ہجرت کے بعد مکہ میں مقیم تھا، جب اس نے اللہ کا کلام ”المرکب ارض اللہ واسعة فتها جروا فيها“ سنا تو اس نے اپنے اہل خانہ سے کہا حالانکہ وہ مریض تھا، مجھے مدینہ لے چلو چنانچہ اس کے اہل خانہ اس کو ایک چارپائی پر ڈال کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے جب مقام تنعیم میں پہنچے تو ان کا انتقال ہو گیا، تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ سَفَرْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِي أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ بِأَنْ تَرُدُّوهَا مِنْ أَرْبَعٍ إِلَى اثْنَتَيْنِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمْ أَيْ يَسْأَلَكُمْ بِمَكْرُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا بَيَانَ لِلَوَاقِعِ إِذْ ذَاكَ فَلَا مَفْهُومَ لَهُ وَبَيَّنَّتِ السُّنَّةُ أَنَّ الْمُرَادَ بِالسَّفَرِ الطَّوِيلُ وَهُوَ أَرْبَعَةُ بُرُودٍ وَهِيَ مَرَحَلَتَانِ وَيُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنَّهُ رُخْصَةٌ لَا وَاجِبٌ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا ۖ بَيْنَ الْعَدَاوَةِ وَإِذَا كُنْتَ يَا مُحَمَّدُ حَاضِرًا فِيهِمْ وَأَنْتُمْ تَخَافُونَ الْعَدُوَّ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ وَهَذَا جَرَى عَلَى عَادَةِ الْقُرْآنِ فِي الْخُطَابِ فَلَا

مَنْهُمُ لَهُ فَلَتَقُمُ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَتَتَأَخَّرُ طَائِفَةٌ وَلِيَأْخُذُوا أَى الطَّائِفَةُ الَّتِي قَامَتْ مَعَكَ أَسْلِحَتَهُمْ
مَعَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا أَى صَلُّوا فَلْيَكُونُوا أَى الطَّائِفَةُ الْآخَرَى مِنْ قَرَابِكُمْ يَخْرُسُونَ إِلَى أَنْ تَقْضُوا الصَّلَاةَ
وَتَذْهَبَ هَذِهِ الطَّائِفَةُ تَخْرُسُ وَلَتَأْتِ طَائِفَةُ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلِيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ
مَعَهُمْ إِلَى أَنْ يَقْضُوا الصَّلَاةَ وَقَدْ فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَلِكَ بَبْطَنِ نَخْلِ رِوَاهُ الشَّيْخَانِ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَآلَوْا تَعْقُلُونَ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مِيلَةً وَاحِدَةً بَانَ
يَحْمِلُوا عَلَيْكُمْ فَيَأْخُذُواكُمْ وَهَذَا عِلَّةُ الْأَمْرِ بِأَخِذِ السِّلَاحِ وَالْإِجْنَاحِ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَدَى مِنْ مَطِيرٍ
أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ فَلَا تَحْمِلُوهَا وَهَذَا يُفِيدُ إِنْجَابَ حَمَلِهَا عِنْدَ عَدَمِ الْعُدْرِ وَهُوَ أَخَذَ
قَوْلَى الشَّافِعِيِّ وَالثَّانِي أَنَّهُ سُنَّةٌ وَرُجِّحَ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ مِنَ الْعَدُوِّ أَى اخْتَرِزُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ
إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝ ذَا إِهَانَةٍ فَإِذَا أَقْضَيْتُمْ الصَّلَاةَ فَرَعْتُمْ مِنْهَا فَادْكُرُوا اللَّهَ بِالْأَسْبَاطِ وَالْأَسْبَاطِ
قِيَامًا وَقَعُودًا وَعَلَى جُنُوبِكُمْ مُضْطَجِعِينَ أَى فِي كُلِّ حَالٍ فَإِذَا أَطْمَأْنَنْتُمْ أَيْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ أَدْوَاهَا
بِحَقُوقِهَا إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَكْتُوبًا أَى مَفْرُوضًا مَوْقُوتًا ۝ مُقَدَّرًا وَقَتَهَا فَلَا تُؤَخَّرُ عَنْهُ
وَنَزَلَ لَمَّا بَعَثَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَائِفَةً فِي طَلَبِ أَبِي سُفْيَانَ وَأَصْحَابِهِ لَمَّا رَجَعُوا مِنْ أُحُدٍ فَشَكُّوا
الْجَرَاحَاتِ وَالْأَهْوَاءِ تَضَعُوهَا فِي ابْتِغَاءِ طَلَبِ الْقَوْمِ الْكَفَّارِ لِيُقَاتِلُوهُمْ إِنْ تَكُونُوا تَالِمُونَ تَجِدُونَ أَلَمَ
الْجَرَاحِ فَإِنَّهُمْ يَالِمُونَ كَمَا تَالِمُونَ أَى بِمِثْلِكُمْ وَلَا يَجْتَنِبُونَ عَنْ قِتَالِكُمْ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مِنَ النَّصْرِ
وَالشَّوَابِ عَلَيْهِ مَا لَا يَرْجُونَ هُمْ فَانْتُمْ تَزِيدُونَ عَلَيْهِمْ بِذَلِكَ فَيَنْبَغِي أَنْ تَكُونُوا أَرْغَبَ مِنْهُمْ فِيهِ
وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا بِكُلِّ شَيْءٍ حَكِيمًا ۝ فِي صُنْعِهِ.

تَرْجُمَةٌ: اور جب تم سفر کرو تو نماز میں قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں، بایں طور کہ تم چار (رکعت) کی دو کرلو، اگر تم کو
اندیشہ ہو کہ تمہیں تکلیف پیش آئے گی کہ اگر تمہیں ستائیں گے، یہ نزول کے وقت کے واقعہ کا بیان ہے لہذا اس کا مفہوم مخالف مراد
نہیں ہے، اور سنت نے بیان کیا ہے کہ سفر سے سفر طویل مرد ہے اور وہ چار برید ہیں جو مساوی ہے دو مرحلوں کے، اور اللہ کے قول
”فَلْيَسِّرْ عَلَيْكُمْ جُنَاحَ“ سے سمجھا جاتا ہے کہ قصر رخصت ہے نہ کہ واجب اور امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے، یقیناً
کا فرتمہارے کھلے دشمن ہیں (یعنی) ان کی عداوت کھلی ہوئی ہے، اور اے محمد جب آپ ان میں موجود ہوں اور تم کو دشمن کا خوف ہو
اور (صحابہ کو) باجماعت نماز پڑھائیں اور آپ کو خطاب ہے (نہ کہ عام لوگوں کو) قرآنی اسلوب خطاب کے مطابق ہے، لہذا اس کا
مفہوم مخالف مراد نہیں ہے، تو چاہئے کہ (صحابہ) کا ایک گروہ آپ کے ساتھ (نماز میں) کھڑا ہو جائے اور (بقیہ دوسرا گروہ
دشمن کے مقابلہ کے لئے) مؤخر رہے (یعنی جماعت میں شریک نہ ہو) اور جو گروہ آپ کے ساتھ (نماز میں) کھڑا ہے وہ بھی

تھیار بندر ہے اور جب یہ گروہ نماز میں مشغول ہو تو دوسرے گروہ کو چاہئے کہ وہ تم لوگوں کے پیچھے دشمن کے مقابلہ میں رہے اور حفاظت کرتا رہے یہاں تک کہ یہ گروہ (اپنی) نماز پوری کرے اور (اب) یہ گروہ چلا جائے اور حفاظت کرے، اور دوسرا گروہ کہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے آئے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے تھیار اپنے ساتھ لئے رہے یہاں تک کہ یہ گروہ بھی نماز پوری کر لے اور نبی ﷺ نے لظن نخلہ میں ایسا ہی کیا تھا، (رواہ الشیخان) کافر چاہتے ہیں کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تم کسی طرح اپنے تھیاروں اور سامان سے غافل ہو جاؤ، تو وہ تم پر اچانک ٹوٹ پڑیں بایں طور کہ تم پر حملہ کر دیں اور تم کو اچانک آدبوجھیں اور یہ تھیار بندر بننے کے حکم کی علت ہے، الا یہ کہ تم کو بارش کی وجہ سے زحمت ہو رہی ہو یا تم مریض ہو تو تمہارے لئے اس میں کوئی حرج نہیں کہ تم تھیار اتار کر رکھ دو یعنی مسلح نہ رہو، اس سے معلوم ہوا کہ عذر نہ ہونے کی صورت میں تھیار بندر ہنا واجب ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قولوں میں سے یہ ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ کہ تھیار بندر ہنا سنت ہے، اور اس کو ترجیح دی گئی ہے۔ اور دشمن سے اپنے بچاؤ کا سامان لئے رہو (یعنی) جہاں تک ہو سکے دشمن سے محتاط رہو، بے شک اللہ نے کافروں کے لئے ایک رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے اور جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو تھلیل، تکبیر کے ذریعہ اللہ کا ذکر کرتے رہو کھڑے کھڑے بیٹھے بیٹھے اور لیٹے لیٹے (یعنی) ہر حال میں، پھر جب تم مامون ہو جاؤ تو نماز قائم کرو اس کے حقوق یعنی (ارکان و شرائط) کے ساتھ ادا کرو یقیناً نماز مومنوں پر اس کے اوقات مقررہ میں فرض ہے یعنی اس کے وقت مقرر میں، لہذا تم اس کو اس سے مؤخر نہ کرو، اور جب آپ ﷺ نے ایک جماعت کو غزوہ احد سے فارغ ہونے کے بعد ابو سفیان اور اس کے اصحاب کے تعاقب میں روانہ کیا تو ان لوگوں نے زخموں (سے درد مند ہونے) کی شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی اور کافر قوم کے تعاقب میں ان کے ساتھ قتال کرنے سے ہمت نہ ہارو اگر تمہیں تکلیف پہنچی ہے یعنی زخموں کی تکلیف لاحق ہوئی ہے تو ان کو بھی تمہاری طرح تکلیف پہنچی ہے جیسی کہ تم کو تکلیف پہنچی ہے اور وہ تمہارے ساتھ قتال کرنے سے ہمت نہیں ہارے اور تم اللہ سے نصرت کی اور (جہاد) پر ثواب کی امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے لہذا تم اس طریقہ سے ان پر فوقیت رکھتے ہو لہذا تم کو تو جنگ میں ان سے زیادہ راغب ہونا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جو ہر شئی کا جاننے والا اور اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔

تحقیق و ترکیب تسہیل و تفسیر فوائدا

قَوْلُهُ: بَيَانُ لِمَوَاقِعِ، اس اضافہ کا مقصد خوارج کا رد ہے، خوارج کے نزدیک قصر صلوٰۃ کے لئے خوف کی شرط ہے اور استدلال اللہ تعالیٰ کے قول ”اِنْ خِفْتُمْ“ سے کرتے ہیں۔

جَوَابُ: جواب کا حاصل یہ ہے اِنْ خِفْتُمْ زمانہ نزول کے واقعہ کے مطابق ہے اس لئے کہ نزول کے زمانہ میں عام طور پر مسلمانوں کو سفر میں دشمن کا خطرہ درپیش ہوتا تھا، لہذا اس کا مفہوم مخالف مراد نہ ہوگا کہ اگر خوف نہ ہو تو قصر نہیں ہوگی۔

قَوْلُهُ: بَيِّنَ الْعَدَاوَةِ، اس میں اشارہ ہے کہ مُبَيِّنًا متعدی بمعنی لازم ہے۔

قَوْلًا: الْمُبَاح، الْمُبَاح کی قید سے سفر معصیت کو خارج کرنا مقصود ہے۔

قَوْلًا: فَلَا مَفْهُومَ لَهُ، اس کے اضافہ کا مقصد امام ابو یوسف پر رد کرنا ہے اس لئے کہ امام ابو یوسف اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ کے وصال کے بعد صلوٰۃ خوف جائز نہیں ہے، دیگر ائمہ کے نزدیک جائز ہے رہا آپ ﷺ کو خطاب تو یہ قرآنی عادت کے مطابق ہے۔

یَحْيٰی: مگر کتب فقہ میں یہ اختلاف مذکور نہیں ہے۔ (کما قال القاضی وصاحب المدارک)۔

قَوْلًا: بَانَ يَحْمِلُوْا عَلَیْكُمْ فَيَاْ خُذُوْكُمْ، یہ وَلِیَاْ خُذُوْا حِذْرَهُمْ کی علت ہے، یعنی ہتھیار اس لئے ساتھ رکھو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اچانک تمہارے اوپر ٹوٹ پڑیں۔

قَوْلًا: اَنْتُمْ تَاْکِیْدُکُمْ کے لئے ہے تاکہ کفار کی طرف ذہن نہ جائے۔

تَفْسِیْرُو تَشْرِیْح

رابط آیات:

سابقہ آیات میں جہاد اور ہجرت کا ذکر تھا چونکہ اکثر حالات میں جہاد اور ہجرت کے لئے سفر کرنا پڑتا ہے اور ایسے سفر میں مخالف کی جانب سے گزند کا اندیشہ بھی ہوتا ہے اس لئے سفر اور خوف کی رعایت سے نماز میں جو خصوصی رعایتیں اور سہولتیں دی گئی ہیں آگے ان کا ذکر ہے، وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ اس آیت میں نماز کے قصر کا حکم بیان فرمایا جا رہا ہے حضرت علی فرماتے ہیں کہ بنو نجار کے کچھ آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں اکثر سفر کی نوبت پیش آتی ہے ایسی حالت میں نماز پڑھنے کی کیا صورت ہوگی اس پر یہ آیت نازل ہوئی ① اگرچہ قصر کا حکم مخصوص حالات میں نازل ہوا تھا لیکن حالات بدل جانے پر بھی اس سہولت کو باقی رکھا گیا، اب اس کا مدار سفر کی مسافت پر ہے خواہ سفر آرام دہ ہو یا تکلیف دہ حضرت یعلیٰ بن امیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر سے عرض کیا کہ قصر کے بارے میں تو خوف کی قید لگی ہوئی ہے اور اب حالات بالکل بدل گئے ہیں پھر بھی اجازت کیوں؟ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا میرے دل میں بھی یہ بات کھٹکتی تھی میں نے آپ ﷺ سے معلوم کیا تو آپ نے فرمایا یہ اللہ کی عنایت و کرم ہے لہذا اس کو قبول کرو۔ (مسلم)

سفر اور قصر کے احکام:

- ① جو سفر تین منزل سے کم ہو اس میں قصر کی اجازت نہیں، تین منزل کی مسافت انگریزی میل کے حساب سے ۴۸ میل تقریباً سو استر (۷۷.۲۵) کلومیٹر ہوتا ہے۔
- ② جس سفر میں قصر کی اجازت ہے اس میں پوری نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر،

حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابن عباس، حضرت حسن بصری، حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت قتادہ اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قصر ضروری ہے دوسری طرف حضرت عثمان غنی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت امام مالک، امام شافعی اور امام احمد، رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسافر کے لئے قصر کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔

۳ سفر معصیت میں بھی امام ابو حنیفہ کے نزدیک قصر کی اجازت ہے دیگر ائمہ کرام اجازت نہیں دیتے۔

۴ مسافر اپنی آبادی سے نکلتے ہی قصر کر سکتا ہے اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے البتہ امام مالک کا فتویٰ یہ بھی ہے کہ مسافر آبادی سے کم از کم تین میل نکلنے کے بعد قصر کرے۔

۵ دوران سفر اگر کسی جگہ اقامت کی نیت کر لی جائے تو امام مالک و شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف چار دن اقامت کی نیت سے قصر کی اجازت ختم ہو جائے گی، امام احمد کے نزدیک اگر بیس نمازوں سے زائد کی مقدار اقامت کی نیت کی تو قصر کی اجازت ختم ہو جائے گی امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر پندرہ دن ایک ہی جگہ قیام کی نیت کی تو قصر کی اجازت ختم ہو جائے گی۔

۶ جنگل میں خیموں وغیرہ کی صورت میں کسی عارضی پڑاؤ پر اقامت کی نیت شرعاً غیر معتبر ہے مسافر ہی شمار ہوگا۔

۷ اگر کسی جگہ پندرہ دن اقامت کا ارادہ نہ ہو مگر کسی وجہ سے قیام طویل ہو گیا تو قصر ہی کرے گا اگرچہ سالہا سال ہی کیوں نہ گذر جائیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتویٰ سترہ روز کا بھی ہے۔

۸ کسی ایسی کشتی کا ملاح جس میں وہ بال بچوں کے ساتھ رہتا ہو یا ایسا کوئی شخص جو ہر وقت سفر میں رہتا ہو ہمیشہ قصر کریگا، امام احمد البتہ اس کی اجازت نہیں دیتے۔

۹ اگر کوئی مسافر کسی مقیم کا مقتدی ہو تو اس کو پوری نماز پڑھنی ہوگی اقتداء خواہ پوری نماز میں کی ہو یا کسی ایک جز میں، امام مالک کے نزدیک کم از کم ایک رکعت میں اقتداء ضروری ہے۔ حضرت اسحق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ مسافر مقیم کا مقتدی ہونے کے باوجود قصر کر سکتا ہے۔

۱۰ اگر کوئی شخص حالت سفر میں حالت اقامت کی نمازوں کی قضا کرے تو اس کو پوری نماز پڑھنی ہوگی۔

۱۱ حالت سفر کی نمازوں کی قضا اقامت میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک قصر کے ساتھ کی جائے گی۔

وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ (الایۃ) ان آیات میں عین حالات جنگ میں نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا گیا ہے، نیز نماز کے اوقات کی پابندی پر زور دیا گیا ہے۔

شان نزول:

حضرت ابو عیاش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم مقام عسفان اور مقام خنجان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، مشرکین سے ہماری مدد بھیڑ ہو گئی، خالد بن ولید جو کہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، مشرکین کے فوج کے سپہ سالار تھے، اسی اثناء میں ظہر کا وقت آ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت نماز ادا فرمائی، مسلمان جب نماز سے فارغ ہو کر

مقابلہ پر آئے تو کافروں میں چہ میگوئی شروع ہوئی کہ بڑا اچھا موقع ہاتھ سے نکل گیا، اگر نماز کی حالت میں مسلمانوں پر حملہ کر دیا جاتا تو میدان صاف تھا، اس پر ان ہی میں سے ایک بولا ابھی کچھ دیر میں ان کی ایک اور نماز کا وقت آنے والا ہے اور وہ نماز ان کو جان و مال سے بھی زیادہ عزیز ہے، مشرکین کا اشارہ عصر کی نماز کی طرف تھا، ادھر مشرکین میں یہ مشورہ ہو رہا تھا کہ حضرت جبریلؑ مذکورہ آیات لے کر نازل ہوئے۔

صلوۃ خوف آپ ﷺ کی اقتداء میں:

جب عصر کا وقت آیا تو آپ نے پورے لشکر کو مسلح ہونے کا حکم دیا اس کے بعد پورے لشکر نے دو صفیں بنا کر آپ کی اقتداء میں نماز شروع کی، پورے لشکر نے ایک رکعت رکوع اور قیام کے ساتھ پڑھی، جب سجدہ کا موقع آیا تو پہلی صف والوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا اور دوسری صف والے کھڑے رہے تاکہ مشرکین سب مسلمانوں کو سجدہ میں دیکھ کر آگے بڑھنے کی ہمت نہ کر سکیں، جب پہلی صف کے لوگ آپ کے ساتھ سجدہ کر چکے اور کھڑے ہو گئے تو دوسری صف والوں نے اپنی اپنی جگہ سجدہ ادا کیا، ان لوگوں کے سجدہ کر لینے کے بعد اگلی صف والے پچھلی صف میں اور پچھلی صف والے اگلی صف میں پہنچ گئے اور دوسری رکعت رکوع اور قیام کے ساتھ ایک ساتھ پڑھی گئی، اور سجدہ کے وقت پھر یہی صورت ہوئی کہ پہلی صف والوں نے سجدہ کیا اور دوسری صف والے رکے رہے، اس طرح آپ نے نماز پوری فرمائی۔

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز

صلوۃ خوف کے مختلف طریقے:

یہ بات سمجھ لینی ضروری ہے کہ جنگ کا میدان عید گاہ کا میدان نہیں ہوتا کہ ہمیشہ ایک ہی انداز سے نماز پڑھی جاتی رہے بلکہ یہ تلواروں کی چمک، تیروں کی بوچھار، بندوقوں کی باڑھ، توپوں کی آتش باری، جہازوں کی بم باری کی حالت میں ادا کی جاتی ہے اسلئے لازمی طور پر جنگی حالات کے اعتبار سے اس کی صورت بھی مختلف ہوگی، جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ نماز چودہ طریقوں سے منقول ہے ائمہ کرام نے اپنی اپنی صواب دید کے مطابق ان ہی صورتوں میں سے کوئی ایک یا چند صورتیں پسند فرمائی ہیں مثلاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ صورت پسند فرمائی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ طریقہ:

فوج کا ایک حصہ امام کے ساتھ نماز پڑھے اور دوسرا حصہ دشمن کے مقابل رہے، پھر جب ایک رکعت پوری ہو جائے تو پہلا سلام پھیر کر دشمن کے مقابل چلا جائے اور دوسرا حصہ آکر دوسری رکعت امام کے ساتھ پوری کرے اس طرح امام کی دو رکعتیں ہوں گی اور فوج کی ایک ایک رکعت اسی صورت کو ابن عباس، جابر بن عبد اللہ اور مجاہد رحمہم اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے۔

صلوۃ خوف کا دوسرا طریقہ:

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک حصہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر چلا جائے پھر دوسرا حصہ آ کر ایک رکعت امام کے پیچھے پڑھے، اس کے بعد دونوں حصے باری باری سے آ کر اپنی چھوٹی ہوئی ایک ایک رکعت بطور خود ادا کرے، اس طرح دونوں حصوں کی ایک ایک رکعت امام کے پیچھے ادا ہوگی اور ایک ایک رکعت انفرادی طور پر۔

صلوۃ خوف کا تیسرا طریقہ:

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے فوج کا ایک حصہ دو رکعتیں ادا کرے اور تشہد کے بعد سلام پھیر کر دشمن کے مقابل چلا جائے، پھر دوسرا حصہ تیسری رکعت میں آ کر شریک ہو اور امام کے ساتھ سلام پھیرے اس طرح امام کی چار اور فوج کی دو دو رکعتیں ہوں گی۔

صلوۃ خوف کا چوتھا طریقہ:

چوتھا طریقہ یہ ہے کہ فوج کا ایک حصہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور جب امام دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو مقتدی بطور خود ایک رکعت مع تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیں، پھر دوسرا حصہ آ کر اس حال میں امام کے پیچھے کھڑا ہو کہ ابھی امام دوسری ہی رکعت میں ہو، اور یہ لوگ بقیہ نماز امام کے ساتھ ادا کرنے کے بعد ایک رکعت خود اٹھ کر پڑھ لیں، اس صورت میں امام کو دوسری رکعت کا قیام طویل کرنا ہوگا، تیسرے طریقہ کو حسن بصری نے ابو بکرہ سے روایت کیا ہے اور چوتھے طریقہ کو امام شافعی اور امام مالک نے تھوڑے اختلاف کے ساتھ ترجیح دی ہے اس کا ماخذ ہبل بن ابی خثمہ کی روایت ہے۔
ان کے علاوہ صلوۃ خوف کی اور بھی صورتیں ہیں جن کی تفصیل مبسوطات میں مل سکتی ہے۔

آپ ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد صلوۃ خوف کا مسئلہ:

ائمہ کرام کے حلقہ میں تنہا امام ابو یوسف کا مسلک یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد صلوۃ خوف پڑھنا جائز نہیں، اسلئے کہ آپ کے بعد اب کوئی ایسی ہستی باقی نہیں کہ تمام لوگ اسی کے پیچھے نماز پڑھنے پر مصر ہوں، بلکہ اب یہ صورت ہو سکتی ہے کہ لشکر کے مختلف حصے کر کے الگ الگ امام کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے۔

محض دشمن کے خوف کے اندیشے کے پیش نظر صلوۃ خوف جائز نہیں:

دشمن کے محض خیالی اندیشے سے صلوۃ خوف درست نہیں تا وقتیکہ دشمن آنکھوں کے سامنے نہ ہو، نیز جس طرح دشمن کا خوف ہو سکتا ہے اسی طرح درندے یا کسی چیز کا خوف بھی ہو سکتا ہے۔

وَسَرَقَ طُعْمَةَ بَنِ أَبِيرِقٍ دِرْعًا وَخَبَاَهَا عِنْدَ يَهُودِيٍّ فَوُجِدَتْ عِنْدَهُ فَرَمَاهُ طُعْمَةً بِهَا وَحَلَفَ أَنَّهُ مَاسَرَقَهَا
فَسَأَلَ قَوْمُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَادِلَ عَنْهُ وَيُبْرِئَهُ فَنَزَلَ إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ
مُتَعَلِّقٌ بِأَنْزَلْنَا لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ عَلَّمَكَ اللَّهُ فِيهِ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ كَطُعْمَةٍ خَصِيمًا ۝ مُخَاصِمًا
عَنْهُمْ وَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ بِمَا هَمَمْتَ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَالُونَ أَنْفُسَهُمْ
يَخُونُونَهَا بِالْمَعَاصِي لِأَنَّ وَبَالَ خِيَانَتِهِمْ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَجِبُ مَنْ كَانَ خَوَانًا كَثِيرَ الْخِيَانَةِ أَشِيمًا ۝
أَيُّ يُعَاقِبُهُ يَسْتَحْفُونَ أَيُّ طُعْمَةٍ وَقَوْمُهُ حَيَاءٌ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَحْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ يَعْلَمُهُ
أَذْيَبْتُون يُضْمِرُونَ مَا لَا يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ مَنْ عَزِمَ عَلَيْهِمْ عَلَى الْحَلْفِ عَلَى نَفْيِ السَّرِقَةِ وَرَمَى الْيَهُودِيَّ بِهَا
وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ۝ عَلِمْنَا هَآأَنْتُمْ يَا هَؤُلَاءِ خُطَابَ لِقَوْمِ طُعْمَةٍ جَادَلْتُمْ خَاصِمْتُمْ عَنْهُمْ
أَيُّ عَنْ طُعْمَةٍ وَذَوِيهِ وَقُرِئَ عَنْهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُجَادِلُ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِذَا عَذَّبَهُمْ
أَمْ مَنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ۝ يَقُولُ اسْرْهُمْ وَيَذُبُّ عَنْهُمْ أَيُّ لَا أَحَدٌ يَفْعَلُ ذَلِكَ وَمَنْ يَعْمَلُ سُوءًا ذَنْبًا
يَسْأَلُ بِهِ غَيْرَهُ كَرَمِي طُعْمَةَ الْيَهُودِيٍّ أَوْ يَظْلِمُ نَفْسَهُ بِعَمَلِ ذَنْبٍ قَاصِرٍ عَلَيْهِمْ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ مِنْهُ أَيُّ يَتُبُّ
يَجِدِ اللَّهُ غَفُورًا لَهُ رَحِيمًا ۝ بِهِ وَمَنْ يَكْسِبْ إِثْمًا ذَنْبًا فَإِنَّمَا يَكْسِبْهُ عَلَى نَفْسِهِ لَآ وَبَالَهُ عَلَيْهَا وَلَا يَضُرُّ غَيْرَهُ
وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ فِي صُنْعِهِ وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً ذَنْبًا صَغِيرًا أَوْ إِثْمًا كَبِيرًا ثُمَّ يَمُرْ بِهِ بِرَبِّكَ مِنْهُ
فَقَدْ احْتَمَلَ تَحَمَّلَ بُهْتَانًا بِرَبِّهِ وَلِئَامًا مُبِينًا ۝ بَيِّنًا بِكُتُبِهِ

۱۴

ترجمہ: طعمہ بن ابیرق نے ایک زرہ چرائی تھی اور ایک یہودی کے یہاں اسے چھپا دیا تھا، وہ زرہ یہودی کے یہاں
سے برآمد ہو گئی طعمہ نے زرہ کا الزام یہودی پر ڈال دیا اور تم کھا گیا کہ میں نے زرہ نہیں چرائی ہے، طعمہ کے خاندان والوں نے
آپ ﷺ سے درخواست کی کہ طعمہ کا دفاع فرمائیں اور اس کو بری قرار دیں تو (آئندہ) آیت نازل ہوئی، یقیناً ہم نے آپ
پر کتاب قرآن حق کے ساتھ نازل کی ہے، بالحق، انزلنا کے متعلق ہے تاکہ اس معاملہ میں اللہ نے جو آپ کو بتا دیا ہے اس
کے مطابق لوگوں کا فیصلہ کریں، اور خائوں مثلاً طعمہ کا دفاع نہ کریں اور آپ نے جو قصد کیا اس سے استغفار کریں، بے شک
اللہ تعالیٰ بڑا ہی مغفرت کرنے والا بڑا ہی رحم کرنے والا ہے، اور ان لوگوں کی وکالت نہ کریں جو اپنے حق میں خیانت کرتے ہیں
(یعنی) معاصی کے ذریعہ اپنے نفسوں کے ساتھ خیانت کرتے ہیں، اسلئے کہ ان کی خیانت کا وبال خود ان کے اوپر پڑتا ہے، اللہ
کسی بھی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو خائن اور گنہگار ہو، یعنی اس کو سزا دے گا، طعمہ اور اس کی قوم شرم کی وجہ سے لوگوں سے چھپتے
ہیں مگر اللہ سے نہیں چھپ سکتے اسلئے کہ وہ ان کے ساتھ ہے، ان کے راز کو جانتا ہے، جبکہ وہ رات کو ناپسندیدہ بات کا کہہ لیتی جو
چوری کے انکار اور زرہ کی چوری کا الزام یہودی پر ڈالنے کا مشورہ کرتے ہیں، اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا علمی احاطہ

کئے ہوئے ہے تم وہ لوگ ہو یہ طعمہ کی قوم کو خطاب ہے کہ دنیا میں تو تم نے ان کی طرف سے دفاع کر لیا اور 'عنہم' کی بجائے عنہ، بھی پڑھا گیا ہے، لیکن اللہ کے سامنے قیامت کے دن ان کا دفاع کون کرے گا؟ جب ان کو عذاب دے گا، اور کون ہے جو اس کا وکیل بن کر کھڑا ہو سکے گا؟ (یعنی) ان کے معاملہ کی کفالت کرے گا، اور ان کا دفاع کرے گا، یعنی کوئی یہ کام نہ کرے گا، جو شخص کوئی برائی کرے کہ اس سے دوسرے کو تکلیف پہنچے جیسا کہ طعمہ کا یہودی پر الزام لگانا، یا اس سے ظلم کرے کہ اسی تک محدود رہے پھر وہ اس سے استغفار کرے یعنی توبہ کرے تو وہ اللہ کو اپنے لئے بخشش کرنے والا اور اپنے اوپر رحم کرنے والا پائیگا، اور جو گناہ کرتا ہے تو وہ اپنے ہی لئے کرتا ہے اس لئے کہ اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے اور دوسرے کو نقصان نہیں دیتا، اور اللہ بخوبی جاننے والا اور اپنی صنعت میں باحکمت ہے اور جس نے کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ کیا اور پھر وہ گناہ کسی بے گناہ پر تھوپ دیا تو وہ بہت بڑے بہتان کا متحمل ہوا، اور اپنے عمل سے کھلا گناہ کیا۔

تحقیق و ترکیب تسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: طُعْمَةً، بتثلیث الطاء، والكسر اشهر.

قَوْلُهُ: ابن اُبَیْرِق، ہمزہ مضمومہ اور باء موحده مفتوحہ اور راء مکسورہ کے ساتھ، یہ غیر منصرف ہے۔

قَوْلُهُ: وَخَبَاہَا، اى الدِرْع درع جو کہ لوہے کی ہوتی ہے مونث ہے اور درع بمعنی خمار (اوڑھنی) مذکر ہے۔

قَوْلُهُ: عَلَّمَكَ، اس میں اشارہ ہے کہ رویت بمعنی علم ہے اور علم بمعنی معرفت ہے ورنہ تو متعدی بہ سہ مفعول ہونا ضروری ہے جو کہ موجود نہیں ہیں۔

قَوْلُهُ: فِيهِ، کی ضمیر ما، کی طرف راجع ہے۔

قَوْلُهُ: مِمَّا هَمَمْتُ اى بقطع ید الیہودی.

قَوْلُهُ: بِالْمَعَاصِی، خیانت سے مراد معصیت ہے تاکہ اس میں طعمہ کے طرف دار شامل ہو جائیں اسلئے کہ جرم خیانت تو صرف طعمہ سے صادر ہوا تھا۔

قَوْلُهُ: حَيَاءً، اس میں اشارہ ہے کہ استخفاء بمعنی حیاء ہے تاکہ مشاکلت ہو جائے اس لئے کہ لا یتستخفون من اللہ میں استخفاء بمعنی حیاء ہے اسلئے کہ استخفاء، اللہ سے محال ہے لہذا اس کی نفی سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: فُرِّعَ عَنْہُ یعنی عنہم کے بجائے عنہ بھی ایک قراءت میں پڑھا گیا ہے، اى عن طُعْمَةٍ.

قَوْلُهُ: تَحَمَّلَ، احتمال کی تفسیر تَحَمَّلَ سے کی ہے اس لئے کہ تَفَعَّلَ اخذ فی الاثر میں زیادہ مشہور ہے۔

قَوْلُهُ: بَيْنًا، اس میں اشارہ ہے کہ متعدی بمعنی لازم ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

اَنَا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ، (الآية) اَرَاكَ، یہاں بتادیا، سمجھا دیا کے معنی میں ہے، مذکورہ آیت اس باب میں صریح ہے کہ حیلے جو کچھ بھی کئے جائیں قرآنی قانون ہی کے مطابق کئے جائیں نہ کہ اپنی ہوائے نفس کے مطابق یا کسی انسانی دماغ کے گھڑے ہوئے آئین و دستور کے مطابق۔

نزول آیات کا پس منظر:

مذکورہ سات آیات ایک خاص واقعہ سے متعلق ہیں، لیکن عام قرآنی اسلوب کے مطابق جو ہدایات اس سلسلہ میں دی گئی ہیں وہ اس واقعہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے عام ہدایات ہیں جو کہ بہت سے اصول و فروع پر مشتمل ہیں۔

واقعہ کی تفصیل:

انصار کے ایک قبیلہ بنو اُیْرِق کے ایک گھرانے میں چار بھائی تھے، بشر، مبشر، اور بُشَیر، یہ چوتھا بھائی منافق تھا، بغوی اور ابن جریر کی روایت میں اس کا نام طعمہ بتلایا گیا ہے اس نے حضرت قتادہ بن نعمان کے چچا رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں نقب لگا کر آٹے کی ایک بوری اور اس میں رکھی ہوئی ایک زرہ چرائی، صبح کو جب حضرت رفاعہ نے یہ ماجرا دیکھا تو اپنے بھتیجے قتادہ کے پاس آئے اور چوری کے واقعہ کا ذکر کیا، سب نے مل کر محلہ میں جستجو شروع کی، بعض لوگوں نے بتایا کہ آج رات ہم نے دیکھا تھا کہ بنو اُیْرِق کے گھر میں آگ روشن تھی، ہمارا خیال ہے کہ وہی کھانا پکایا گیا ہے بنو اُیْرِق کو جب راز فاش ہونے کی خبر ملی تو خود ہی کہنے لگے کہ یہ کام لبید بن بھل کا ہے لبید ایک مخلص اور نیک مسلمان تھے جب ان کو اس الزام کی خبر ہوئی تو وہ تلوار لے کر آئے اور کہا چوری میرے سر لگاتے ہو اب میں تلوار اس وقت تک میان میں نہ رکھوں گا جب تک کہ چوری کی حقیقت معلوم نہ ہو جائے۔

بنو اُیْرِق نے آہستہ سے لبید سے کہا آپ بے فکر رہیں آپ کا نام کوئی نہیں لیتا اور نہ یہ کام آپ کا ہو سکتا ہے بغوی اور ابن جریر کی روایت میں یہ بھی ہے کہ بنو اُیْرِق نے چوری ایک یہودی کے نام لگا دی، اور ہوشیاری یہ کی کہ آٹے کی بوری کو تھوڑا سا پھاڑ دیا جس کی وجہ سے رفاعہ کے مکان سے یہود کے مکان تک آنا گر تاجلا گیا، ابیرق نے زرہ اور دیگر چوری کا سامان اس یہودی کے پاس رکھوا دیا، چنانچہ تحقیق کے وقت مسروقہ مال یہودی کے گھر سے برآمد ہوا یہودی نے قسم کھا کر کہا کہ زرہ وغیرہ مجھے ابن ابیرق نے دی ہیں ادھر حضرت قتادہ اور رفاعہ کو مختلف قرائن سے یہ غالب گمان ہو گیا تھا کہ یہ کاروائی بنو اُیْرِق کی ہے، حضرت قتادہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر چوری کے واقعہ کی تفصیل اور بنو اُیْرِق کے بارے میں گمان غالب کا ذکر کر دیا۔

بنو ابرق کو جب خبر ملی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت قتادہ اور رفاعہ کی شکایت کی کہ بلا ثبوت شرعی ہمارے اوپر چوری کا الزام لگاتے ہیں، حالانکہ مسروقہ مال یہودی کے گھر سے برآمد ہوا ہے آپ ان کو منع کریں ہمارے نام چوری نہ لگائیں، یہودی پر دعویٰ کریں، ظاہری حالات و آثار سے آنحضرت ﷺ کا بھی اسی طرف رجحان ہو گیا کہ یہ کام یہودی کا ہے، بغوی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا ارادہ ہو گیا کہ یہودی پر چوری کی سزا جاری کریں اور اس کا ہاتھ کاٹ دیں۔

ادھر یہ ہوا کہ حضرت قتادہ جب آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ بغیر دلیل اور ثبوت کے ایک مسلمان گھرانے پر چوری کا الزام لگا رہے ہو، حضرت قتادہ اس معاملہ سے بہت رنجیدہ ہوئے اور افسوس کرنے لگے کہ کاش میں اس معاملہ میں آنحضرت ﷺ کے سامنے کوئی بات نہ کرتا اور حضرت رفاعہ کو جب آپ ﷺ کی گفتگو کا علم ہوا تو ان کو بھی تکلیف ہوئی مگر صبر کیا اور فرمایا ”وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ“۔

اس واقعہ پر ابھی کچھ وقت نہ گذرا تھا کہ قرآن کریم کا پورا ایک رکوع اس بارے میں نازل ہو گیا جس کے ذریعہ آپ پر واقعہ کی حقیقت منکشف کر دی گئی، اور ایسے معاملات کے متعلق عام ہدایات دی گئیں۔

قرآن کریم نے بنو ابرق کی چوری کھول دی اور یہودی کو بری کر دیا تو بنو ابرق مجبور ہوئے اور مسروقہ مال آنحضرت کی خدمت میں پیش کر دیا، آپ ﷺ نے رفاعہ رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو واپس دلوا دیا انہوں نے یہ سب اسلحہ جہاد کے لئے وقف کر دیا ادھر جب بنو ابرق کی چوری کھل گئی تو بشیر بن ابیرق مدینہ سے بھاگ کر مکہ چلا گیا، اور مشرکین سے جا کر مل گیا پہلے منافق تھا اب کھلا کافر ہو گیا، اس نے مکہ میں جا کر ایک مکان میں نقب لگایا اور دیوار اس کے اوپر گر گئی اور وہیں دب کر مر گیا۔

مذکورہ واقعہ میں قرآنی اشارات:

اس واقعہ سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ نبی کو بھی بحیثیت انسان غلط فہمی ہو سکتی ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آپ عالم الغیب نہیں تھے ورنہ آپ پر صورت حال فوراً واضح ہو جاتی تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی حفاظت فرماتا ہے اور اگر کبھی خطا اجتہاد ہی ہو جائے تو فوراً اصلاح کر دی جاتی ہے۔

وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيْمًا، یعنی اس بات پر کہ بغیر تحقیق کے آپ نے جو خیانت کرنے والوں کی حمایت کی ہے اس پر اللہ سے مغفرت طلب کریں، اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو مومنین اس منافق کے ساتھ اس کی حمایت کرنے کی وجہ سے خیانت یعنی معصیت میں مبتلا ہو گئے آپ ان کے لئے مغفرت طلب کریں مذکورہ واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فریقین میں سے جب تک کسی کی بات پر پورا یقین نہ ہو کہ وہ حق پر ہے اس کی حمایت اور وکالت کرنا ناجائز نہیں۔

اگر کوئی فریق دھوکے اور فریب اور چرب زبانی سے عدالت یا حاکم سے اپنے حق میں فیصلہ کرا لے تو ایسے فیصلے کی عند اللہ کوئی حیثیت نہیں، اس بات کو نبی ﷺ نے ایک حدیث میں اس طرح بیان فرمایا ہے، خبردار میں ایک انسان ہی ہوں اور

جس طرح میں سنتا ہوں اسی کی روشنی میں فیصلہ کرتا ہوں ممکن ہے کہ ایک شخص اپنی دلیل اور حجت پیش کرنے میں تیز طرار ہو اور ہوشیار ہو اور اس طرح میں ایک مسلمان کا حق دوسرے کو دیدوں، اسے یاد رکھنا چاہئے کہ یہ آگ کا ٹکڑا ہے یہ اس کی مرضی ہے کہ اسے لے لے یا چھوڑ دے۔ (صحیح بخاری)

روداد کے مطابق فیصلہ کرنا گناہ نہیں:

اگرچہ قاضی کی حیثیت سے نبی ﷺ کا روداد کے مطابق فیصلہ کر دینا بجائے خود آپ کے لئے کوئی گناہ نہ ہوتا، اور ایسی صورتیں قاضیوں کو پیش آتی رہتی ہیں کہ ان کے سامنے غلط روداد پیش کر کے حقیقت کے خلاف فیصلے حاصل کر لئے جاتے ہیں، لیکن ایسے وقت جبکہ اسلام اور کفر کے درمیان ایک زبردست کشمکش برپا تھی، اگر نبی ﷺ روداد مقدمہ کے مطابق فیصلہ صادر فرمادیتے تو اسلام کے مخالفوں کو آپ کے خلاف بلکہ پوری اسلامی جماعت اور خود وحدت اسلامی کے خلاف ایک زبردست اخلاقی حربہ بل جاتا وہ یہ کہتے پھرتے کہ اچی یہاں حق و انصاف کا کیا سوال ہے؟ یہاں تو وہی جتھ بندی اور عصبیت کام کر رہی ہے جس کے خلاف تبلیغ کی جاتی ہے، اسی خطرے سے بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس مقدمے میں مداخلت فرمائی۔

آپ ﷺ کو اجتہاد کا حق حاصل تھا:

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ الْخ، اس آیت سے پانچ باتیں ثابت ہوئیں، ① ایک یہ کہ آنحضرت ﷺ کو ایسے مسائل میں جن میں قرآن کریم کی کوئی صریح نص نہ ہو اپنی رائے سے اجتہاد کا حق حاصل تھا اور آپ نے مہمات میں بسا اوقات فیصلے اپنے اجتہاد سے فرمائے بھی ہیں، ② دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجتہاد وہی معتبر ہے جو قرآنی اصول اور نصوص سے ماخوذ ہو خالص اپنی رائے اور خیال معتبر نہیں ③ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آپ کا اجتہاد دوسرے ائمہ مجتہدین کے اجتہاد سے مختلف تھا اسلئے کہ ائمہ مجتہدین کے اجتہاد میں غلطی کا احتمال ہمیشہ باقی رہتا ہے بخلاف آپ ﷺ کے اجتہاد کے کہ اگر آپ سے کبھی اجتہادی خطا ہو بھی جاتی تو حق تعالیٰ اس پر آپ کو متنبہ فرمادیتے اور حق کے مطابق کر دیتے، اور اگر آپ نے اجتہاد سے کوئی فیصلہ فرمایا اور حق تعالیٰ کی طرف سے اس میں کوئی تنبیہ وغیرہ نہیں آئی تو یہ اس بات کی علامت تھی کہ آپ کا فیصلہ صحیح ہے، ④ چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ نبی ﷺ جو کچھ قرآن سے سمجھتے تھے وہ اللہ ہی کا سمجھایا ہوا ہوتا تھا اس میں غلطی کا امکان نہ ہوتا تھا بخلاف دیگر علماء مجتہدین کے، یہ بات لفظ بِمَا أَرَاكَ اللہ سے سمجھ میں آتی ہے، اسی وجہ سے جب ایک شخص نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا فاحکم بما أَرَاكَ اللہ تو آپ نے اس کو ڈانٹا کہ یہ خصوصیت آپ ﷺ کی ہے، ⑤ پانچویں بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی جھوٹے مقدمہ کی دانستہ پیروی کرنا یا اس کی تائید و حمایت کرنا سب حرام ہے۔ (معارف ملخصاً)

وَكُلًّا فَضَّلُ اللَّهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ وَرَحْمَتُهُ بِالْعِصْمَةِ لَهْمَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مِنْ قَوْمِ طُعْمَةٍ أَنْ يُضْلَوْكَ عَنِ الْقَضَاءِ بِالْحَقِّ بِتَلْبِيسِهِمْ عَلَيْكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ زَائِدَةٍ شَيْءٌ لَنْ وَبَالَ إِضْلَالِهِمْ عَلَيْهِمْ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ الْقُرْآنَ وَالْحِكْمَةَ مَا فِيهِ مِنَ الْأَحْكَامِ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ مِنَ الْأَحْكَامِ وَالْغَيْبِ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ بِذَلِكَ وَغَيْرِهِ عَظِيمًا ۝ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ أَيُّ النَّاسِ أَيْ مَا يَتَنَاجَوْنَ فِيهِ وَيَتَحَدَّثُونَ إِلَّا نَجْوَى مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ عَمِلَ بِهَا وَاصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ أَلْمَذْكَورَ ابْتِغَاءً طَلَبَ مَرْضَاتِ اللَّهِ لَا غَيْرَ مِنْ أُمُورِ الدُّنْيَا فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ بِالنُّونِ وَالْيَاءِ أَيُّ اللَّهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ وَمَنْ يُشَاقِقِ يُخَالِفِ الرَّسُولَ فِيمَا جَاءَ بِهِ مِنَ الْحَقِّ مِنَ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى ظَهَرَ لَهُ الْحَقُّ بِالْمُعْجَزَاتِ وَيُتَّبِعْ طَرِيقًا غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ أَيُّ طَرِيقِهِمْ أَلَّذِي هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الدِّينِ بَانَ يَكْفُرُ نُؤْلَهُ مَا تَوَلَّى نَجْعَلُهُ وَالْيَا لِمَا تَوَلَّاهُ مِنَ الضَّلَالِ بَانَ نُخَلِّي بَيْنَهُ فِي الدُّنْيَا وَنُضِلُّهُ فِي الْآخِرَةِ جَهَنَّمَ لِيُخْتَرِقَ فِيهَا وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ مَرْجَعَاهِي ۝

ترجمہ: اے محمد اگر آپ کے اوپر اللہ کا فضل اور حفاظت کی مہربانی نہ ہوتی تو (طُعْمۃ ابن ابیرق) کی قوم کی ایک جماعت نے آپ کو برحق فیصلہ کرنے سے اشتباہ میں ڈال کر بہکانے کا قصد کر ہی لیا تھا، مگر دراصل یہ لوگ اپنے آپکو گمراہ کر رہے ہیں اور یہ لوگ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، من، زائدہ ہے، گمراہ کرنے کا وبال خود ان کے اوپر ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب قرآن اور حکمت کہ جس میں احکام ہیں نازل فرمایا اور آپکو وہ احکام اور مغیبات سکھائے کہ جن کو آپ نہیں جانتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کا تیرے اوپر یہ اور اس کے علاوہ کا بڑا بھاری فضل ہے، ان لوگوں کے خفیہ مشوروں میں اکثر کوئی خیر نہیں یعنی جس میں یہ سرگوشی اور گفتگو کرتے ہیں (اس میں کوئی خیر نہیں) ہاں، اس شخص کے مشورہ میں کہ جو صدقہ یا کار خیر کا خفیہ مشورہ کرے یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا مشورہ کرے (خیر ہے) اور جو یہ مذکورہ کام اللہ کی رضا جوئی کے لئے کرے نہ کہ کسی اور دنیوی غرض کے لئے تو ہم اسے یقیناً اجر عظیم عطا فرمائیں گے (نؤتیہ) میں یا اور نون دونوں ہیں، یعنی اللہ، اور جو شخص اس حق میں جس کو رسول لایا ہے معجزات کے ذریعہ راہ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد (بھی) رسول کی مخالفت کرے اور جو (عام) ایمان والوں کا راستہ چھوڑ کر دوسروں کا راستہ اختیار کرے یعنی اس دین کے راستہ کو چھوڑ کر جس پر وہ ہے بایں طور کہ اس کا انکار کرے تو ہم اسے وہی کرنے دیں گے جو وہ کر رہا ہے یعنی ہم اسے اسی گمراہی کا والی بنادیں گے جس کا وہ والی بنا ہے، اس طریقہ پر کہ ہم اس کو اور اس کی اختیار کردہ دنیا میں گمراہی کے درمیان آزاد چھوڑ دیں گے اور اس کو آخرت میں جہنم میں جھونک دیں گے تاکہ اس میں جلتا رہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

تحقیق و تکرید تسمیل و تفسیری فوائد

قَوْلًا: لَهْمَتْ، یہ لولا فضل اللہ، کا جواب ہے۔
يَسْأَلُ: لولا وجود اول کی وجہ سے امتناع ثانی پر دلالت کرتا ہے مطلب یہ ہوا کہ اللہ کے فضل کی وجہ سے ان لوگوں نے آپ کو بے راہ کرنے کا ارادہ نہیں کیا، حالانکہ وہ ارادہ کر چکے تھے۔
جَوَابُ: یہاں ارادہ سے مراد وہ ارادہ ہے کہ جمع الضلال ہوا ب مطلب یہ ہوا کہ اللہ کے فضل کی وجہ سے اضلال مقصود منشی ہو گیا۔
قَوْلًا: مِنْ زَائِدَةٍ، اسلئے کہ يَضُرُّ متعدی بنفسہ بد مفعول ہے تقدیر عبارت یہ ہے ”وَمَا يَضُرُّكَ مِنْ شَيْءٍ“۔
قَوْلًا: مَا يَتَنَاجَوْنَ فیہ، اس میں اشارہ ہے کہ نجوی مصدر بمعنی اسم مفعول ہے۔
قَوْلًا: اِلَّا نَجَوَى، نجوی مضاف محذوف مان کر اشارہ کر دیا کہ حذف مضاف کے بغیر مَا يَتَنَاجَوْنَ سے مَنْ اَمَرَ کا استثناء درست نہیں ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْح

عصمتِ نبی کی خصوصی حفاظت:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ (الآیة) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی اس حفاظت و نگرانی کا ذکر ہے جس کا اہتمام انبیاء علیہم السلام کے لئے کیا جاتا ہے، جو انبیاء علیہم السلام کیلئے اللہ کے فضل خاص کا مظہر ہے۔
طائفہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو بنو اُیْرُق کی حمایت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ان کی صفائی پیش کر رہے تھے، جس سے یہ اندیشہ پیدا ہو چلا تھا کہ نبی ﷺ اس شخص کو چوری سے بری کر دیں گے جو فی الواقع چور تھا۔
وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ الْخِ اس آیت میں کتاب کے ساتھ حکمت کو بھی داخل فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ حکمت جو نام ہے آپ کی سنت کا یہ بھی من جانب اللہ تعلیم کردہ ہے فرق صرف یہ ہے کہ اس کے الفاظ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتے البتہ معانی من جانب اللہ ہی ہوتے ہیں۔
یہیں سے یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ وحی کی دو قسمیں ہیں متلو اور غیر متلو۔ وحی متلو قرآن ہے جس کے معانی اور الفاظ دونوں اللہ کی جانب سے ہیں اور غیر متلو حدیث رسول کا نام ہے جن کے الفاظ آنحضرت ﷺ کے اور معانی من جانب اللہ۔
لا خیرَ فی نجواهم الخ یہاں سرگوشی سے وہ سرگوشی مراد ہے جو منافقین آپس میں مسلمانوں کے خلاف کرتے تھے اور صدقتہ سے مراد ہر قسم کی نیکی ہے اور اصلاح بین الناس کے لئے آپس میں مشورے بھی خیر میں شامل ہیں، احادیث میں بھی ان امور کی اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی ہے اور ہر نیکی کے اجر و ثواب اور فضیلت کے مانند اس کا اجر

و ثواب بھی اخلاص نیت پر متوقف ہے، رشتہ دار و دوستوں اور باہم ناراض دیگر لوگوں کے درمیان صلح کرا دینا بہت عظیم عمل ہے ایک حدیث میں اسے نفلی روزوں، نفلی نمازوں اور نفلی صدقات و خیرات سے بھی افضل بتلایا گیا ہے (ابوداؤد) حتیٰ کہ صلح کرانے والے کے لئے جھوٹ تک بولنے کی اجازت ہے یعنی اگر ایک دوسرے کو قریب لانے کے لئے دروغ مصلحت آمیز کی ضرورت پڑے تو وہ اس میں بھی تامل نہ کرے۔
(بخاری شریف کتاب الصلح، ترمذی شریف کتاب البین)

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝ عَنِ الْحَقِّ إِنْ مَا يَدْعُونَ يَعْبُدُ الْمُشْرِكُونَ مِنْ دُونِهِ أَيْ إِلَهَ أَيْ غَيْرِهِ إِلَّا إِنثَاءً أَصْنَامًا مُؤَنَّثَةً كَاللَّاتِ وَالْعُزَّىٰ وَمَنَاةَ وَإِنْ مَا يَدْعُونَ يَعْبُدُونَ بَعَادَتَهَا إِلَّا الشَّيْطَانَ مَرِيدًا ۝ خَارِجًا عَنِ الطَّاعَةِ لِبَاعِيَتِهِمْ لَهُ فِيهَا وَهُوَ إِبْلِيسُ لَعَنَهُ اللَّهُ أَبْعَدَهُ عَنْ رَحْمَتِهِ وَقَالَ أَيْ الشَّيْطَانُ لَا تَخْذَنْ لَأَجْعَلَنَّ لِي مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا حَظًّا مَفْرُوضًا ۝ مَقْطُوعًا أَذْعَوْهُمْ إِلَى طَاعَتِي وَلَا ضَلَّتْهُمْ عَنِ الْحَقِّ بِالْوَسْوَسَةِ وَلَا مَنِيَّتْهُمْ أَلْقَىٰ فِي قُلُوبِهِمْ طُغُولَ الْحَيَوَةِ وَأَنْ لَا بَعَثَ وَلَا حِسَابَ ۝ وَلَا مَرْتَهُمْ فَلْيَغَيِّرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ دِينَهُ بِالْكَفْرِ وَاحْلَالَ مَا حُرِّمَ وَتَحْرِيمَ مَا أُحِلَّ وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا يَتَوَلَّاهُ وَيُطِيعُهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَيْ غَيْرِهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُبِينًا ۝ بَيْنَا لِمَصِيرِهِ إِلَى النَّارِ الْمُؤَبَّدَةِ عَلَيْهِ يَعِدُّهُمْ طُغُولَ الْعُمْرِ وَيُمَيِّنُهُمْ نَيْلَ الْأَمْثَالِ فِي الدُّنْيَا وَأَنْ لَا بَعَثَ وَلَا جَزَاءَ وَمَا يَعِدُّهُمْ الشَّيْطَانُ بِذَلِكَ إِلَّا غُرُورًا ۝ بَاطِلًا أُولَٰئِكَ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ۝ مَعْدِلًا وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا ۝ أَيْ وَعَدَهُمُ اللَّهُ ذَلِكَ وَحَقُّهُ حَقًّا وَمَنْ أَيْ لَا أَحَدَ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ۝ قَوْلًا وَنَزَلَ لَمَّا افْتَخَرَ الْمُسْلِمُونَ وَأَهْلَ الْكِتَابِ لَيْسَ الْأَمْرُ مَنْوُطًا بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ بَلْ بِالْعَمَلِ الصَّالِحِ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ ۝ إِمَّا فِي الْأَجْرَةِ أَوْ فِي الدُّنْيَا بِالْبَلَاءِ وَالْمَحَنِّ كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ وَلَا يَجِدُ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَيْ غَيْرِهِ وَلِيًّا يَحْفَظُهُ وَلَا نَصِيرًا ۝ يَمْنَعُهُ مِنْهُ وَمَنْ يَعْمَلْ شَيْئًا مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذِكْرٍ أَوْ آثَرٍ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ وَالْفَاعِلِ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ۝ قَدَّرَ تَقَرُّعَ النَّوَاةِ وَمَنْ أَيْ لَا أَحَدَ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ أَيْ انْقَادَ وَاخْلَصَ عَمَلَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ مُوجِدٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ الْمُؤَافَقَةَ لِمِلَّةِ الْإِسْلَامِ حَقِيقًا ۝ حَالٌ أَيْ مَا ثَلَا عَنْ الْأَدْيَانِ كُلِّهَا إِلَى الدِّينِ الْقَيِّمِ وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ۝ صَفِيًّا خَالِصَ الْمُحَبَّةِ لَهُ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مُلْكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا ۝ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُخِيطًا ۝ عِلْمًا وَقُدْرَةً أَيْ لَمْ يَزَلْ مُتَصِفًا بِذَلِكَ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ قطعاً معاف نہ کرے گا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے (ہاں) شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے گا معاف کر دے گا، اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ حق سے بہت دور جا پڑتا ہے مشرک اللہ کو چھوڑ کر عورتوں یعنی (دیویوں) کی بندگی (پوجا) کرتے ہیں، جیسا کہ لات کی اور عزی کی اور منات کی، ان کی عبادت نہیں ہے مگر سرکش شیطان کی عبادت جو حد طاعت سے خارج ہو نیوالا ہے بتوں کی عبادت میں مشرکوں کے شیطان کی بات ماننے کی وجہ سے اور وہ ابلیس ہے، اللہ نے اس پر لعنت فرمائی یعنی اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیا، اور وہ شیطان کہہ چکا ہے کہ میں تیرے بندوں میں سے اپنا مقرر حصہ لے کر رہوں گا (یعنی) میں ان کو اپنی اطاعت کی دعوت دوں گا، اور وسوسہ کے ذریعہ میں انھیں حق سے ضرور گمراہ کر کے رہوں گا اور میں ان میں طول حیات کی (باطل) آرزو ضرور ڈالوں گا اور یہ کہ بعث و حساب ہو نیوالا نہیں ہے، اور یہ کہ میں ان کو حکم دوں گا کہ جانوروں کے کانوں کو شگاف دیں چنانچہ ایسا بھائی میں کیا گیا، (بحیرہ وہ اونٹنی کہ جس نے چار مرتبہ زبجنے کے بعد پانچویں مرتبہ مادہ جنا ہو) اور میں ان سے کہوں گا کہ اللہ کی مخلوق کو (یعنی) اس کے دین کو کفر کے ذریعہ اور حرام کردہ کو حلال کر کے اور حلال کو حرام کر کے بگاڑ دیں، اور جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو رفیق بنائے گا یعنی اس سے دوستی کرے گا اور اس کی اطاعت کرے گا، وہ یقیناً کھلے نقصان میں پڑے گا، اس کے دائمی عذاب کی طرف لوٹنے کی وجہ سے، وہ ان سے زندگی بھر (زبانی) وعدے کرتا رہے گا اور ان کو دنیا میں آرزو پوری ہونے کی امید دلاتا رہے گا، اور یہ کہ بعث و حساب کچھ ہو نیوالا نہیں ہے، ان سے شیطان کے وعدے سراسر فریب کاریاں ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جہاں سے انھیں چھٹکارا نہ ملے گا، اور جو ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے تو ہم ان کو ایسی جنت میں داخل کریں گے جن میں نہریں جاری ہوں گی اور جن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے اللہ کا وعدہ حق ہے یعنی اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے جو سراسر حق ہے اور اللہ سے زیادہ سچی بات کس کی ہے؟ کسی کی نہیں، اور جب مسلمانوں اور اہل کتاب نے فخر کیا تو (آئندہ) آیت نازل ہوئی اور (ایمان و طاعت) کا مدار (اے مسلمانوں) نہ تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر بلکہ عمل صالح پر ہے، جو برے عمل کرے گا اس کو سزا دی جائے گی یا تو آخرت میں یا دنیا میں آزمائش اور محنت کے ساتھ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، وہ اللہ کے سوا کسی کو اپنا دوست نہ پائیگا، کہ اس کی حفاظت کر سکے، اور نہ مددگار کہ اس کا دفاع کر سکے، اور جو کوئی کچھ بھی نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور مومن بھی ہو تو ایسے سب لوگ جنت میں جائیں گے (یدخلون) مجہول اور معروف دونوں ہیں، اور ان پر ذرہ برابر (یعنی) بقدر گنہگار کے شگاف کے بھی ان پر ظلم نہ کیا جائے گا، اور دین میں اس سے بہتر کون ہے؟ کوئی نہیں، جو اپنا رخ اللہ کی طرف کر دے، یعنی اس کا فرمانبردار ہو جائے اور اپنا عمل (اللہ کیلئے) خالص کر لے، اور وہ محسن موحّد بھی ہو اور ابراہیم راست رو کے مذہب کی جو کہ ملت اسلام کے مطابق ہے پیروی کرے حال یہ کہ وہ تمام ادیان سے بے رخی کر کے صحیح دین کی طرف رخ کرے، اور اللہ نے ابراہیم کو تو اپنا دوست بنالیا یعنی اس سے خالص محبت کرنے والا اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ

زمینوں اور آسمانوں میں ہے ملکیت کے اعتبار سے اور تخلیق کے اعتبار سے اور مملوکیّت کے اعتبار سے اور اللہ ہر شئی کا علم و قدرت کے اعتبار سے احاطہ کئے ہوئے ہے یعنی وہ اس صفت کے ساتھ ہمیشہ متصف ہے۔

تَحْقِيقُ تَرْكِيبِ تَسْبِيلِ تَفْسِيرِ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: مَرِيدًا (ن ک) صفت مشبہ، سرکش، ہر خیر سے خالی، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ به یہ کلام متانف ہے شرک کو معاف نہ کرنے کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

قَوْلُهُ: لَعَنَهُ اللّٰهُ، یہ شیطانا کی دوسری صفت ہے پہلی مرید ہے۔

قَوْلُهُ: اٰمَنِيْنَهُمْ، میں ان کو امیدیں دلاؤں گا، ان کے دلوں میں لمبی لمبی تمنائیں ڈالوں گا، تمنیّة سے مضارع واحد متکلم بانون تاکید ثقیلہ۔

قَوْلُهُ: يَبْتَكَنْ مضارع جمع مذکر غائب بانون تاکید ثقیلہ، تَبْتِكُ (تفعیل) مادہ بَتَّكُ، وہ خوب کاٹیں گے۔

قَوْلُهُ: بَحَائِر، بحیرۃ کی جمع ہے وہ اونٹنی جو مسلسل چار مرتبہ زرجے اور پانچویں بار مادہ جنے، ایسی اونٹنی کے کان چیر کر مشرکین بتوں کے نام پر آزاں چھوڑ دیتے تھے اور اس سے خدمت لینا گناہ سمجھتے تھے، بحر کے مادہ میں چونکہ وسعت اور کثرت کے معنی ملحوظ ہیں اس لئے جس اونٹنی کے اچھی طرح کان چیر دیئے گئے ہوں اسکو بحیرہ کہتے ہیں یہ فعل بمعنی مفعول ہے۔

قَوْلُهُ: دِيْنَهُ، خلق کی تفسیر دین سے کرنے میں ایک سوال کے جواب کی طرف اشارہ ہے۔

سُؤَالُ: مشرکین کا تو کوئی دین حق تھا ہی نہیں پھر اس کے بدلنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟

جَوَابُ: دین سے مراد دین فطرت ہے جو ہر شخص کے اندر موجود ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”ولا تبدیل لخلق اللہ ای لدین اللہ“۔

قَوْلُهُ: يَعْذُهُمْ، اور يُمَيِّنُهُمْ، ان دونوں کے مفعول محذوف ہیں جن کو مفسر علام نے ظاہر کر دیا ہے۔

قَوْلُهُ: عَنْهَا مَحِيصًا، عنہا، محذوف کے متعلق ہے اور مَحِيصًا سے حال ہے ای کائناً عَنْهَا، عَنْهَا، يَجْدُوْنَ کے متعلق اس لئے نہیں ہو سکتا کہ یجدون کا صلہ عن نہیں آتا، اور نہ مَحِيصًا کے متعلق ہو سکتا ہے اسلئے کہ مَحِيصًا یا تو اسم مکان ہے جو کہ عمل نہیں کرتا یا مصدر ہے اور مصدر کا معمول مصدر پر مقدم نہیں ہو سکتا۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ به، (الآیۃ) ان آیات میں یہ بات واضح کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسے شخص کے لئے معافی اور رحمت کی قطعاً گنجائش نہیں جس نے شرک و کفر کیا ہو۔

شرک و کفر کی سزا دائمی کیوں؟

یہاں بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ سزا بقدر عمل ہونی چاہئے جو جرم کفر و شرک کیا ہے وہ محدود مدت عمر کے اندر کیا ہے تو اس کی سزا غیر محدود دائمی کیوں ہوئی؟

جواب: یہ ہے کہ کفر و شرک کرنے والا چونکہ کفر کو کوئی جرم ہی نہیں سمجھتا بلکہ نیکی سمجھتا ہے اسلئے اس کا عزم و قصد بھی یہی ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ اسی حال پر قائم رہے گا، اور جب مرتے دم تک وہ اس پر قائم رہا تو اس نے اپنے اختیار کی حد تک اپنا جرم دائمی کر لیا اس لئے سزا بھی دائمی ہوئی۔

شیطان کو معبود بنانے کا مطلب:

معروف معنی میں کوئی بھی شیطان کو معبود نہیں بناتا کہ اس کے سامنے سر بسجود ہو کر مراسم بندگی ادا کرتا ہو اور اس کو الوہیت کا درجہ دیتا ہو البتہ شیطان کو معبود بنانے کی صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کی باگ ڈور شیطان کے ہاتھ میں دیدیتا ہے اور جدھر وہ چلاتا ہے ادھر ہی چلتا ہے، گویا کہ یہ اس کا بندہ ہے اور وہ اس کا خدا، شیطان ان سے وعدہ کرتا ہے اور ان کو تمناؤں میں الجھا دیتا ہے، انسان کو سمجھنا چاہئے کہ بہکانے اور سبز باغ دکھانے کے سوا شیطان کے پاس اور کچھ نہیں ہے، جو لوگ اس کے فریب میں مبتلا ہیں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان ایک مفاخرانہ گفتگو:

لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلُ الْكِتَابِ، ان آیات میں ایک مکالمہ کا ذکر ہے جو مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان ہوا تھا، پھر اس مکالمہ پر محاکمہ کیا گیا ہے آخر میں اللہ کے نزدیک مقبول اور افضل و اعلیٰ ہونے کا ایک معیار بتایا گیا ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان مفاخرت کی گفتگو ہونے لگی، اہل کتاب نے کہا ہم تم سے افضل و اشرف ہیں کیونکہ ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے ہیں اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے ہے، مسلمانوں نے کہا ہم تم سے افضل ہیں اسلئے کہ ہمارے نبی خاتم النبیین ہیں اور ہماری کتاب آخری کتاب ہے جس نے سب کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی ”لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ الْخ“ یعنی یہ تفاخر و تعلیٰ کسی کو زیب نہیں دیتی اور محض خیالات اور تمناؤں سے کوئی کسی پر افضل نہیں ہوتا بلکہ مدار اعمال پر ہے۔

وَيَسْتَفْتُونَكَ يُطَلَّبُونَ مِنْكَ الْمَتَوَى فِي شَأْنِ النِّسَاءِ وَبَيْرَانِهِنَّ قُلْ لَهُمُ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ الْقُرْآنِ مِنْ آيَةِ الْمِيرَاثِ يُفْتِيكُمْ أَيْضًا فِي يَتَامَى النِّسَاءِ الَّتِي لَا تُؤْتَوْنَ لَهُنَّ مَا كُتِبَ فَرِضٌ

لَهُنَّ مِنَ الْمِيرَاثِ وَتَرْعَبُونَ أَيُّهَا الْأَوْلِيَاءُ عَنْ أَنْ تَنكِحُوهُنَّ لِذِمَّاتِهِنَّ وَتَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَتَزَوَّجْنَ طَمَعًا فِي مِيرَاثِهِنَّ أَيْ يُفْتِيكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا ذَلِكَ وَفِي الْمُسْتَضْعَفِينَ الصَّغَارِ مِنَ الْوُلْدَانِ أَنْ تُغْطُوهُمْ حُشُوقِهِمْ وَيَأْمُرُكُمْ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتِيمِ بِالْقِسْطِ بِالْعَدْلِ فِي الْمِيرَاثِ وَالْمَهْرِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ۝ فَيَجَازِيكُمْ عَلَيْهِ وَإِنْ امْرَأَةٌ مَرْفُوعٌ بِفِعْلِ يُفْسِرُهُ خَافَتْ تَوَقَّعَتْ مِنْ بَعْلِهَا شُورًا تَرْفَعًا عَلَيْهَا بَتَرَكَ مُضَاجَعَتِهَا وَالتَّقْصِيرِ فِي تَفَقُّتِهَا لِبُغْضِهَا وَطُمُوحِ عَيْنِهِ إِلَى أَجْمَلِ بِنْتِهَا أَوْ إِعْرَاضًا عَنْهَا بِوَجْهِهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا فِيهِ إِذْ غَامَ النَّاءُ فِي الْأَصْلِ فِي الصَّادِ وَفِي قِرَاءَةِ يُصْلِحًا مِنْ أَصْلَحَ بَيْنَهُمَا صُلْحًا فِي الْقِسْمِ وَالنَّفَقَةِ بَأَنْ تَتْرَكَ لَهُ شَيْئًا طَلَبًا لِبَقَاءِ الصُّحْبَةِ فَإِنْ رَضِيَتْ بِذَلِكَ وَالْأَفْعَلُ الزَّوْجُ أَنْ يُؤْفِقَهَا حَقَّهَا أَوْ يُفَارِقَهَا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ مِنَ الْفُرْقَةِ وَالنُّشُورِ وَالْإِعْرَاضِ قَالَ تَعَالَى فِي بَيَانِ مَا جَبَلَ عَلَيْهِ الْإِنْسَانُ وَأُحْضِرْتَ الْأَنْفُسُ الشَّحَّ شِدَّةُ الْبُخْلِ أَيْ جَبَلَتْ عَلَيْهِ فَكَأَنَّهُ حَاضِرَتُهُ لَا تَغِيْبُ عَنْهُ أَلَمْعْنَى أَنَّ الْمَرْأَةَ لَا تَكَادُ تَسْمَحُ بِنَصِيْبِهَا مِنْ زَوْجِهَا وَالرَّجُلُ لَا يَكَادُ يَسْمَحُ عَلَيْهَا بِنَفْسِهِ إِذَا أَحَبَّ غَيْرَهَا وَإِنْ تَحَسَّنُوا عَشْرَةَ النِّسَاءِ وَتَتَّقُوا الْجَوْرَ عَلَيْهِنَ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ فَيَجَازِيكُمْ بِهِ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا تَسَوُّوا بَيْنَ النِّسَاءِ فِي الْمَحَبَّةِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ عَلَى ذَلِكَ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ إِلَى الَّتِي تُحِبُّونَهَا فِي الْقِسْمِ وَالنَّفَقَةِ فَتَذَرُوهَا أَيْ تَتْرَكُوهَا الْمَمَالُ عَلَيْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ الَّتِي لَا هِيَ أَيْمٌ وَلَا ذَاتُ بَعْلِ وَإِنْ تَصْلَحُوا بِالْعَدْلِ فِي الْقِسْمِ وَتَتَّقُوا الْجَوْرَ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ خَفِيْرًا لِمَا فِي قُلُوبِكُمْ مِنَ الْمِيلِ رَحِيْمًا ۝ بِكُمْ فِي ذَلِكَ وَإِنْ يَتَفَرَّقَا أَيْ الزَّوْجَانِ بِالطَّلَاقِ يُعْنِ اللَّهُ كَلًّا عَنْ صَاحِبِهِ مِنْ سَعَتِهِ أَيْ فَضْلِهِ بَأَنْ يَرْزُقَهَا زَوْجًا غَيْرَهُ وَيَرْزُقَهُ غَيْرَهَا وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا لِيَخْلُقَهُ فِي الْفَضْلِ حَكِيمًا ۝ فِيمَا دَبَّرَهُ لَهُمْ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِمَعْنَى الْكِتَابِ مِنْ قَبْلِكُمْ أَيْ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى وَإِيَّاكُمْ يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ أَنْ أَيْ بَأَنْ اتَّقُوا اللَّهَ خَافُوا عِقَابَهُ بَأَنْ تُطِيعُوهُ وَ قُلْنَا لَهُمْ وَلَكُمْ أَنْ تُكْفُرُوا بِمَا وَصَّيْتُمْ بِهِ فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ خَلْقًا وَمَلَكًا وَعَبِيدًا فَلَا يَضُرُّهُ كُفْرُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا عَنْ خَلْقِهِ وَعَنْ عِبَادَتِهِمْ حَمِيدًا ۝ مَحْمُودًا فِي صُنْعِهِ بِهِمْ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ كَرَّرَهُ تَأْكِيدًا لِتَقْرِيرِ مُوجِبِ التَّقْوَى وَكَلَّفِي بِاللَّهِ وَكَيْلًا ۝ شَهِيدًا بَأَنْ مَا فِيهِمَا لَهُ إِنْ يَشَاءُ يُذْهِبْكُمْ يَأْتِيهَا النَّاسُ وَيَأْتِ بِآخِرِينَ بِدَلِكُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ قَدِيرًا ۝ مَنْ كَانَ يُرِيدُ بِعَمَلِهِ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لِمَنْ أَرَادَهُ لَا عِنْدَ غَيْرِهِ فَلِمَ يَطْلُبُ أَحَدُهُمَا الْآخِسَ وَهَلَّا طَلَبَ الْآغْلَى بِإِخْلَاصِهِ لَهُ حَيْثُ كَانَ مَطْلَبُهُ لَا يُوجَدُ إِلَّا عِنْدَهُ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝

ترجمہ: (لوگ) آپ سے عورتوں اور ان کی میراث کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں آپ ان سے کہئے اللہ تم کو ان کے

بارے میں فتویٰ دیتا ہے، اور وہ وہی ہے جو تم کو قرآن میں آیت میراث میں پڑھکر سنایا جاتا ہے اور وہ تم کو ان یتیم عورتوں کے بارے میں بھی فتویٰ دیتا ہے کہ جن کو تم ان کا میراث کا مقرر حصہ نہیں دیتے ہو اور اے اولیاء تم ان کی بد صورتی کی وجہ سے ان سے نکاح کرنے سے گریز کرتے ہو اور تم ان کی میراث کی لالچ کی وجہ سے ان کو نکاح کرنے سے بھی روکتے ہو، وہ تم کو فتویٰ دیتا ہے کہ ایسا نہ کرو، (اور تم کو) کمزور بچوں کے بارے میں (فتویٰ دیتا ہے) کہ تم ان کے حقوق ادا کرو اور تم کو (اس کا بھی) حکم کرتا ہے کہ تم یتیموں کے ساتھ میراث اور مہر کے معاملہ میں انصاف سے کام لو اور تم جو بھی نیک کام کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہے سو وہ اس پر تم کو صلہ دے گا، اگر عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی کا اندیشہ ہو اس پر بالادستی رکھنے کی وجہ سے اس کو بستر سے الگ کر کے یا اس سے بغض کی وجہ سے اس کے نفقہ میں کمی کر کے یا اس کی نظر کے اس سے زیادہ خوبصورت کی طرف اٹھنے کی وجہ سے یا اس سے بے رخی کرنے کا اندیشہ ہو تو اگر دونوں آپس میں باری میں اور نفقہ میں صلح کر لیں، اس طریقہ پر کہ شوہر کو بقاء صحبت کے لئے کچھ رعایت دے اگر بیوی اس پر راضی ہو جائے تو فہماور نہ تو شوہر پر اس کے حق کی ادائیگی واجب ہے یا اس کو جدا کر دے تو ان پر کوئی گناہ نہیں، اس میں اصل میں تاء کا صادمیں ادغام ہے، اور ایک قراءت میں یُصلِحَا ہے اَصْلَحَ سے، اور صلح، جدائی اور نافرمانی اور بے رخی سے بہتر ہے، اور اللہ تعالیٰ نے انسانی پیدائشی فطرت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا اور طبع ہر نفس میں شامل کر دی گئی ہے یعنی شدت بخل، نفوس کو اسی پر پیدا کیا گیا ہے گویا کہ وہ بخل ہمہ وقت موجود رہتا ہے کسی وقت اس سے جدا نہیں ہوتا معنی یہ ہیں کہ عورت اپنے شوہر سے اپنے حصہ سے دست بردار ہونے کیلئے تیار نہیں ہوتی اور مرد جبکہ دوسری سے محبت کرتا ہو تو اپنی ذات کے بارے میں بیوی کو رعایت دینے کیلئے تیار نہیں ہوتا، اور اگر تم عورتوں سے حسن معاشرت کا معاملہ کرو اور ان پر ظلم کرنے سے اجتناب کرو تو جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے بخوبی واقف ہے جس کی وہ تم کو جزاء دے گا، اور تم سے یہ تو بھی نہ ہو سکے گا کہ تم عورتوں کی محبت میں مساوات کر سکو اگرچہ تم اس کی کتنی ہی خواہش رکھتے ہو اس لئے باری اور نفقہ میں بالکل ہی ایک کی طرف مائل نہ ہو جاؤ کہ جس سے تم محبت کرتے ہو (اس کے مقابلہ میں) کہ جس سے تم کو رغبت نہیں ہے اس کو نفقتی ہوئی چھوڑ دو بایں طور کہ وہ نہ بیواؤں میں ہو اور نہ شوہر والیوں میں اور اگر باری میں عدل کے ساتھ اصلاح کرو اور ظلم سے بچو تو اللہ تعالیٰ تمہاری قلبی رغبت کو معاف کرنے والا ہے اور اس معاملہ میں تمہارے اوپر رحم کرنے والا ہے، اور اگر بیوی اور شوہر طلاق کی وجہ سے ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا (یعنی) اپنے فضل سے بایں طور کہ بیوی کو دوسرا شوہر عطا کر دے گا اور شوہر کو دوسری بیوی، اور اللہ تعالیٰ اپنے مخلوق پر فضل میں وسعت والا اور ان کے لئے تدبیر میں حکمت والا ہے زمین اور آسمان کی ہر چیز اللہ ہی کی ملک ہے اور ہم ان لوگوں کو جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی کتاب بمعنی کتب ہے یعنی یہود اور نصاریٰ، اور تم کو بھی اے اہل قرآن حکم دیا ہے یہ کہ اللہ سے ڈرو یعنی اس کے عذاب سے ڈرو اس طور پر کہ اس کی اطاعت کرو اور ہم نے ان سے اور تم سے کہہ دیا کہ اگر تم حکم کی نافرمانی کرو گے تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تخلیق کے اعتبار سے اور ملک کے اعتبار سے اور مملوک ہونے کے اعتبار سے لہذا تمہارا کفر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، اسی کی ملک ہے اور اللہ اپنی مخلوق اور اس کی عبادت سے بڑا بے نیاز اور ستودہ صفات ہے یعنی ان کے

ساتھ اپنی صنعت میں محمود ہے اور اللہ کے اختیار میں ہے زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے اس کو مکرر ذکر کیا ہے موجبات تقویٰ کی تاکید کے لئے، اور اللہ کا ساز ہونے کے اعتبار سے کافی ہے یعنی اس بات پر شہادت کیلئے کہ جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے اسی کی ملک ہے، اے لوگو، اگر اسے منظور ہو تو وہ تم کو ہلاک کر دے اور تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے اللہ تعالیٰ کو اس پر پوری قدرت حاصل ہے اور جو شخص اپنے عمل سے دنیا کے اجر کا خواہشمند ہو سو اللہ کے پاس دنیا اور آخرت دونوں کا اجر ہے اس کیلئے جو اس کا طالب ہو نہ کہ اس کے غیر کے پاس، تو ان میں سے کتر کو کیوں طلب کرے؟ اور اپنے اخلاص کے ذریعہ اعلیٰ کو کیوں طلب نہ کرے، جبکہ اس کا مطلوب اس سے حاصل ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔

تحقیق و ترکیب تسبیل و تفسیری فوائد

قَوْلٌ: فی شان، مضاف محذوف مان کر اشارہ کر دیا کہ سوال احوال سے ہوتا ہے نہ کہ ذوات سے۔

قَوْلٌ: مِیرَاتِہُنَّ، یہ شان کا بیان ہے۔

قَوْلٌ: وَمَا يُتْلٰی عَلَیْکُمْ، اس کا عطف اللہ، پر ہے یعنی عورتوں کی میراث کے بارے میں اللہ اور قرآن کی آیت میراث جو تم کو پڑھ کر سنائی جاتی فتویٰ دیتی ہے۔

قَوْلٌ: اِیْضًا، اس سے بھی اشارہ ہے کہ وَمَا يُتْلٰی، کا عطف لفظ اللہ پر ہے۔

قَوْلٌ: ذِمَامَہ، بد صورتی۔

قَوْلٌ: اَنْ لَا تَفْعَلُوْا ذٰلِکَ، یہ اُن تفسیر یہ ہے، اس میں اشارہ ہے کہ مَا یُفْتٰی بِہ، محذوف ہے لہذا فائدہ کے تام نہ ہونے کا اعتراف ختم ہو گیا۔

قَوْلٌ: وَ فِی الْمُسْتَضْعَفِیْنَ، فی مقدر مان کر اشارہ کر دیا کہ اس کا عطف یتامی النساء پر ہے۔

قَوْلٌ: تُعْطُوْهُمْ حُقُوْقَہُمْ، یہ مفتی بہ کا بیان ہے۔

قَوْلٌ: وَ یَاْمُرُکُمْ، اس میں اشارہ ہے کہ اَنْ تَقُوْمُوْا، فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔

قَوْلٌ: مَرْفُوعٌ بِفَعْلِ یُفْسِرُہُ خَافَتْ، اس عبارت کا مقصد یہ بتانا ہے کہ اَمْرَاۃٌ خَافَتْ فعل مقدر کی وجہ سے مرفوع ہے جس کی تفسیر بعد کا خافت کر رہا ہے، تقدیر عبارت یہ ہے ”وَ اِنْ خَافَتْ اِمْرَاۃٌ خَافَتْ“۔

قَوْلٌ: اَجْمَلَ مِنْہَا، ای جمیلۃ مِنْہَا۔

قَوْلٌ: فِیْہِ اِدْغَامُ النَّاءِ، یہ اس وقت ہے کہ جب کہ یصلحا کی اصل یصلحا مانی جائے۔

قَوْلٌ: سِلَّةُ الْبُعْلِ، یہ الشح کے معنی کا بیان ہے۔

قَوْلٌ: الْاَنْفُسُ یہ اُحْضَرَتْ، کا مفعول اول قائم مقام نائب فاعل ہے اور الشُّحُّ، مفعول ثانی ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

ربط آیات:

ابتداء سورۃ میں یتیموں اور عورتوں کے خاص احکام اور ان کے حقوق ادا کرنے کا وجوب مذکور تھا، اس کے بعد کی آیات میں عورتوں سے متعلق چند اور مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

شان نزول:

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ، ان آیات کے شان نزول کے بارے میں متعدد واقعات نقل کئے ہیں اور وہ سب ہی سبب نزول ہو سکتے ہیں۔

ابن جریر، ابن منذر اور حاکم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے، زمانہ جاہلیت میں لوگ بچوں کو بڑے ہونے تک اور عورتوں کو میراث نہیں دیا کرتے تھے، جب اسلام کا زمانہ آیا تو یہ مسئلہ صحابہ نے آپ سے دریافت کیا، تو مذکورہ آیات نازل ہوئی۔

ابن جریر اور ابن منذر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بچوں کو اس وقت تک میراث میں حصہ نہ دیتے تھے جب تک وہ لڑنے کے لائق نہ ہو جائے اور نہ عورتوں کو کچھ دیتے تھے، زمانہ اسلام کے بعد اس بارے میں آپ سے سوال کیا گیا، تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

عبد بن حمید اور ابن جریر نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ اہل جاہلیت کا یہ دستور تھا کہ اگر گھر میں کوئی یتیم لڑکی بد صورت ہوتی تو نہ تو اس سے خود نکاح کرتے اور نہ دوسروں سے کرتے بلکہ تازندگی ان کو یوں ہی رکھتے، خود شادی ان کی بد صورتی کی وجہ سے نہیں کرتے تھے اور مال کے گھر سے باہر چلے جانے کے خوف سے کسی دوسرے سے بھی ان کا نکاح نہ کرتے تھے، اس کے مرنے کے بعد خود ہی اس کے مال کے مالک ہو جاتے تھے، بخاری و مسلم نے بھی حضرت عائشہ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا سے اسی مضمون کی روایت نقل کی ہے، جب اسلام کا زمانہ آیا تو لوگوں نے اس معاملہ میں آپ سے سوال کیا تو مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں۔

وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ، کا عطف اللہ یفتیکم، پر ہے اور مَا یُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ، سے سورۃ نساء کی وہ آیات مراد ہیں جن میں یتیموں اور بچوں پر ظلم کرنے سے روکا گیا ہے اور حقوق ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

وَتَرْغَبُونَ ان تَنْكَحُوهُنَّ، اس کے دو ترجمہ کئے گئے، ایک رغبت کرنا اس صورت میں فی محذوف ہوگی اور جن حضرات نے اعراض کرنے کا ترجمہ کیا ہے انہوں نے عن محذوف مانا ہے۔

ازدواجی زندگی کے متعلق چند قرآنی ہدایات:

وَإِنَّ امْرَأَةً خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُخْ ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے ازدواجی زندگی میں پیش آنے والے تلخ حالات کے متعلق کچھ ہدایات اور احکام بیان فرمائے ہیں، اور ان تلخ حالات پر صحیح اصول کے مطابق قابو پانے کی اگر سنجیدہ کوشش نہ کی جائے تو نہ صرف زوجین کے لئے دنیا جہنم بن جاتی ہے بلکہ بعض اوقات یہ گھریلو رنجش اور کشمکش خاندانوں اور قبیلوں کو باہمی قتل و قتل تک پہنچا دیتی ہے، قرآن حکیم نے مرد و عورت دونوں کے تمام جذبات و احساسات کو پیش نظر رکھ کر ہر فریق کو ایک ایسا نظام زندگی پیش کیا ہے جس پر عمل کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان کا گھر دنیا ہی میں جنت نشان بن جاتا ہے، گھریلو رنجشیں اور تلخیاں محبت و راحت میں تبدیل ہو جاتی ہیں، اور اگر ناگزیر حالات میں جدائی کی نوبت آجائے تو وہ بھی خوشگوا ری اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام پائے۔

وَإِنَّ امْرَأَةً خَافَتْ النِّخْ اس آیت میں ان غیر اختیاری حالات کا حل پیش کیا گیا ہے جو ایسی رنجش کا سبب بن جاتے ہیں، اور ہر فریق خود کو معذور سمجھتا ہے جس کی وجہ سے حقوق واجبہ میں کوتاہی کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے مثلاً ایک شوہر کا اپنی بیوی سے بوجہ بد صورتی کے دل نہیں ملتا یا بیوی کا شوہر کی بد صورتی کی وجہ سے دل نہیں ملتا اور ان اسباب کو رفع کرنا نہ بیوی کے ہاتھ میں ہے اور نہ شوہر کے۔

چنانچہ اس صورت حال میں مرد کے لئے تو قرآن کریم نے ایک عام قانون یہ بتلایا ہے کہ ”فَامْسَاكُ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيحُ بِاِحْسَانٍ“ یعنی اگر عورت کو عقد نکاح میں رکھنا ہے تو اس سے پورے حقوق کی رعایت کے ساتھ رکھے، اور اگر اس پر قدرت نہیں تو اس کو خوشی اسلوبی سے چھوڑ دے، اگر عورت بھی جدائی پر راضی ہے تو مسئلہ آسان ہے اور اگر عورت کسی وجہ سے جدائی پر آمادہ نہیں تو کوشش کی جائے کہ شوہر کسی نہ کسی طرح بیوی کو رکھنے پر راضی ہو جائے مثلاً یہ کہ عورت اپنے تمام یا بعض حقوق کا مطالبہ ترک کر دے۔

قَوْلُهُمْ: شُحٌّ، بخل، طمع کو کہتے ہیں، یہاں مراد اپنا اپنا مفاد ہے جو ہر نفس کو عزیز ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ طرفین کے اپنے بعض حقوق سے سبکدوش ہونے کی رعایت ملتی نظر آئے تو ممکن ہے کہ فریقین ایک دوسرے کے ساتھ رہنے پر راضی ہو جائیں، مثلاً حضرت سودہ رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے بڑھاپے میں اپنی باری حضرت عائشہ رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے لئے ہبہ کر دی تھی جسے نبی ﷺ نے قبول فرمایا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

بَيْنَهُمَا، کے لفظ سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ میاں بیوی کے معاملات میں بہتر تو یہ ہے کہ تیسرا دخل نہ دے دونوں ہی آپس میں طے کر لیں، اسلئے کہ تیسرے شخص کے دخیل بننے سے بعض اوقات بات اور بگڑ جاتی ہے۔

وَلَكِنْ تَسْتَطِيعُوا اَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ (الایۃ) اس آیت میں ایک دوسری صورت کا بیان ہے کہ ایک شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو دلی تعلق اور محبت میں وہ سب کے ساتھ ایک سا سلوک نہیں کر سکتا اسلئے کہ محبت، دلی تعلق کا نام ہے جس پر

کسی کو اختیار نہیں ہوتا، خود آنحضرت ﷺ کو بھی اپنی تمام ازواج میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ محبت تھی، اگر یہ قلبی میلان ظاہری حقوق کے مساوات میں مانع نہ بنے تو عند اللہ قابل مواخذہ نہیں۔

حدیث:

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے یہاں دو بیویاں ہوں اور وہ ایک ہی کا خیال رکھتا ہو تو قیامت میں وہ شخص اس حالت میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ بِالْعَدْلِ شُهَدَاءَ بِالْحَقِّ وَلَوْ كَانَتِ الشَّهَادَةُ عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَاشْهَدُوا عَلَيْهَا بَأَن تَقْرُوا بِالْحَقِّ وَلَا تَكْتُمُوهُ أَوْ عَلَى الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا بِكُمْ وَأَعْلَمُ بِمَصَالِحِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ فِي شَهَادَتِكُمْ بَأَن تُحَابُوا الْغَنَىٰ لِرِضَاءِ أَوْ الْفَقِيرِ رَحْمَةً لَهُ أَنْ لَا تَعْدِلُوا تَمِيلُوا عَنِ الْحَقِّ وَإِنْ تَلَّوْا تَحَرَّفُوا الشَّهَادَةَ وَفِي قِرَاءَةِ بِحَذْفِ الْوَاوِ الْأُولَى تَخْفِيفًا أَوْ تَعْرِضًا عَنْ آدَائِهَا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا دَاوُّمُوا عَلَى الْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ مِنْ قَبْلُ عَلَى الرُّسُلِ بِمَعْنَى الْكُتُبِ وَفِي قِرَاءَةِ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ فِي الْفِعْلَيْنِ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْأَخِيرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝ عَنِ الْحَقِّ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا بِمُوسَىٰ وَهُمْ الْيَهُودُ ثُمَّ كَفَرُوا بِعِبَادَةِ الْعَجَلِ ثُمَّ آمَنُوا بَعْدَهُ ثُمَّ كَفَرُوا بِعِيسَىٰ ثُمَّ آذَوْا كُفْرًا بِمُحَمَّدٍ لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيُغْفِرْ لَهُمْ مَا أَقَامُوا عَلَيْهِ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ۝ طَرِيقًا إِلَى الْحَقِّ بِبَشِيرٍ أَخْبَرَ يَا مُحَمَّدُ الْمُتَّقِينَ بِأَن لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ مَوْلَانَا هُوَ عَذَابُ النَّارِ لِلَّذِينَ بَدَلُوا نِعَتَ لِمُنَافِقِينَ يَجْعِدُونَ الْكُفْرَيْنِ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ لِمَا يَتَوَهَّمُونَ فِيهِمْ مِنَ الْقُوَّةِ أَيْبَتُهُمْ يَطْلُبُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ اسْتَفْهَامُ انْكَارِ أَيْ لَا يَجِدُونَهَا عِنْدَهُمْ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۝ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَا يَنَالُهَا إِلَّا أَوْ لِيَاؤُهُ وَقَدْ نَزَّلَ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ الْقُرْآنِ فِي سُورَةِ الْأَنْعَامِ أَنَّ مُخَفَّفَةً وَإِسْمُهَا مَحْذُوفٌ أَيْ أَنَّهُ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ الْقُرْآنِ يُكْفِرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَعْدُوا مَعَهُمْ أَيْ الْكُفْرَيْنِ وَالْمُسْتَهْزِئِينَ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۝ إِنَّكُمْ إِذَا أَنْتُمْ مَعَ اللَّهِ جَامِعُ الْمُتَّقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ۝ كَمَا اجْتَمَعُوا فِي الدُّنْيَا عَلَى الْكُفْرِ وَالْإِسْتِهْزَاءِ بِالَّذِينَ بَدَلُوا مِنَ الَّذِينَ قَبْلَهُ يَتَرَصَّوْنَ يَنْتَظِرُونَ بِكُمْ الدَّوَائِرَ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فِتْنَةٌ ظَفَرٌ وَغَنِيمَةٌ مِنَ اللَّهِ قَالُوا لَكُمْ أَلَمْ تَكُنْ مَعَكُمْ فِي الدِّينِ وَالْجِهَادِ فَأَعْطَوْنَا مِنَ الْغَنِيمَةِ وَلَنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ مِنَ الظَّفَرِ عَلَيْكُمْ قَالُوا لَهُمْ أَلَمْ تَسْخَرُوا نُسُوتَ عَلَيْكُمْ وَنَقَدَرُ عَلَى أَخْذِكُمْ وَقَتْلِكُمْ فَأَبْقَيْنَا عَلَيْكُمْ وَ أَلَمْ نَمْنَعَكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يَظْفَرُوا بِكُمْ

بِتَّخَذِيْلِهِمْ وَمُرَّاسَلَتِكُمْ بِأَخْبَارِهِمْ فَلَنَّا عَلَيْكُمْ أَلْمِنَةٌ قَالَ تَعَالَى **فَاللَّهُ يَتَكَلَّمُ بِمِثْقَلِ ذَرَّةٍ مِّنْهُم بِيَوْمٍ الثَّقَلِ** بَانَ يُدْخِلُكُمْ الْجَنَّةَ وَيُدْخِلُهُم النَّارَ وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ﴿۱۰۷﴾ طَرِيقًا بِلَا سَبِيلٍ صَالٍ

۱۰۷

ترجمہ: اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے حق کی گواہی دینے والے رہو چاہے وہ

شہادت خود تمہارے خلاف ہی ہو تو اپنے خلاف گواہی دو بایں طور کہ حق کا اقرار کرو اور اس کو چھپاؤ نہیں یا تمہارے والدین کے اور عزیزوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، مشہود علیہ المادہ ہو یا مفلس اللہ ان دونوں سے تمہاری بہ نسبت قریب ہے اور ان دونوں کی مصلحتوں سے واقف ہے، اپنی شہادت میں خواہش نفس کی پیروی نہ کرو بایں طور کہ مادر کی اس کی رضا جوئی کے لئے رعایت کرو یا فقیر پر رحم کے طور پر اس کی رعایت کرو بایں طور کہ حق سے ہٹ جاؤ، اور یہ کہ شہادت میں تحریف کرو، اور ایک قراءت میں تخفیفاً اول واؤ کے حذف کے ساتھ ہے، یا یہ کہ اداء شہادت سے اعراض کرو جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے تو تم کو اس کی جزاء دے گا، اے ایمان والو! اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول محمد ﷺ پر نازل کی ہے اور وہ قرآن ہے اور ان کتابوں پر جو سابق میں رسولوں پر نازل کی ہیں ایمان پر قائم رہو اور کتاب بمعنی کتب ہے اور ایک قراءت میں دونوں فعل معروف کے صیغے کے ساتھ ہیں، اور جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن سے کفر کرتا ہے وہ گمراہی میں حق سے بہت دور جا پڑا بے شک جو لوگ موسیٰ پر ایمان لائے اور وہ یہود ہیں، پھر پھڑے کی پوجا کر کے کافر ہو گئے پھر اس کے بعد ایمان لائے پھر عیسیٰ علیہ السلام کے منکر ہوئے پھر محمد ﷺ کا انکار کر کے کفر میں ترقی کرتے گئے اللہ ہرگز ان کی مغفرت نہ کرے گا جب تک وہ کفر پر قائم رہیں گے اور نہ ان کو حق کی طرف سیدھا راستہ دکھائیگا، اے محمد منافقوں کو بتادو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور وہ آگ کا عذاب ہے وہ لوگ جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بنائے ہوئے ہیں، اسلئے کہ ان میں قوت خیال کرتے ہیں، (الذین) منافقین سے بدل یا صفت واقع ہے کیا ان کے پاس عزت تلاش کر رہے ہیں؟ استفہام انکاری ہے، یعنی ان سے عزت نہ پائیں گے، اس لئے کہ دنیا اور آخرت میں تمام تر عزت اللہ کے پاس ہے اس کو خدا کے دوست ہی حاصل کر سکتے ہیں اور اللہ تمہارے پاس اپنی کتاب قرآن میں (نَزَلَ) معروف اور مجہول دونوں ہے سورہ انعام میں یہ حکم نازل کر چکا ہے (أَنْ) مخففہ ہے اس کا اسم محذوف ہے، ای اِنَّہُ، کہ جب تم (کسی مجلس میں) لوگوں کو اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو تم ان کے پاس نہ بیٹھو، یعنی استہزاء کرنے والے کافروں کے پاس، تا آن کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں، ورنہ تو یعنی اگر تم ان کے پاس بیٹھے تو تم بھی گناہ میں ان کے مثل ہو جاؤ گے اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں جمع کرے گا جیسا کہ وہ دنیا میں کفر و استہزاء پر جمع ہوئے تھے (یہ) وہ (لوگ) ہیں کہ جو تمہارے لئے مصیبتوں کے منتظر ہیں تو اگر تمہیں اللہ کی جانب سے فتح اور (مال) غنیمت حاصل ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ دین اور جہاد میں کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ لہذا ہم کو بھی مال غنیمت سے حصہ دو اور اگر کافروں کو تمہارے اوپر فتح نصیب ہوتی ہے تو ان سے کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہیں آنے لگے تھے؟ اور کیا ہم

تمہاری گرفت اور قتل پر قادر نہیں ہو چکے تھے، مگر ہم نے تم پر رحم کیا، اور کیا یہ بات نہیں کہ ہم نے مسلمانوں کو پست ہمت کر کے اور ان کی خبریں تم کو پہنچا کر تمہارے اوپر مسلمانوں کو غالب آنے سے بچایا لہذا ہمارا تم پر احسان ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ ہی تمہارے اور ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اس طریقہ پر کہ تم کو جنت میں اور ان کو دوزخ میں داخل کرے گا، اور اللہ کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہ دے گا، یعنی ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے پر غلبہ نہ دے گا۔

تحقیق و ترکیب تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: فَاشْهَدُوا عَلَيْهِمَا، یہ لَوْ کا جواب ہے، دلالت ماقبل کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔
قَوْلُهُ: بَأَنَّ تَقَرُّوا، اس میں اشارہ ہے کہ اپنے نفس کے خلاف گواہی دینے کا مطلب ہے اقرار کرنا۔
قَوْلُهُ: الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ، اس اضافہ کا مقصد ایک سوال کا جواب ہے۔
سُئِلَ: یہ ہے کہ یکن کے اندر جو ضمیر ہے وہ والدین اور اقربین کی طرف راجع ہے جو کہ جمع ہے اور یکن کے اندر ضمیر واحد ہے لہذا ضمیر اور مرجع میں اتحاد نہیں ہے جو کہ ضروری ہے۔
جَوَابُ: یہ ہے کہ یکن کی ضمیر کا مرجع مشہود علیہ ہے جو کہ جنس ہونے کی وجہ سے معنی میں جمع کے ہے۔
قَوْلُهُ: مِنْكُمْ، اس میں اشارہ ہے کہ مفضل علیہ محذوف ہے۔
قَوْلُهُ: لَآن تَعْدِلُوا، تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ. تَتَّبِعُوا متعدی بیک مفعول ہے اور وہ ہوئی ہے اب یہ دوسرے مفعول کی طرف بغیر حرف کے متعدی نہیں ہو سکتا، اسی لئے لام مقدر مانا ہے تاکہ دوسرے مفعول کی طرف متعدی ہو جائے۔
قَوْلُهُ: بَعْدَهُ، اِیْ بَعْدَ عَوْدِ مُوسَىٰ،
قَوْلُهُ: الَّذِیْنَ، عَلَىٰ محذوف کی وجہ سے منصوب بھی ہو سکتا ہے۔

تفسیر و تشریح

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ، اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو عدل و انصاف قائم کرنے اور حق کے مطابق گواہی دینے کی تاکید فرما رہے ہیں نہ صرف یہ کہ حق و انصاف کی روش پر چلنے کے لئے کہا جا رہا ہے بلکہ فرمایا جا رہا ہے کہ حق و انصاف کے علمبردار بنو تمہارا کام صرف انصاف کرنا ہی نہیں ہے بلکہ حق و انصاف کا جھنڈا لیکر اٹھانا ہے تمہیں اس بات پر کمر بستہ ہونا چاہئے کہ ظلم مٹے اور اس کی جگہ عدل و راستی قائم ہو حق و انصاف کے گواہ بنو اگرچہ تمہارے انصاف و شہادت کی زخود تمہاری ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑے۔

یعنی تمہاری گواہی محض خدا کے لئے ہونی چاہئے نہ اس میں کسی کی رورعایت ہونہ کوئی ذاتی مفاد یا خدا کے سوا کسی کی خوشنودی تمہارے مد نظر نہ ہو، یعنی نہ کسی مالدار کی مالدار کی وجہ سے رعایت کی جائے اور نہ کسی فقیر کے فقر کی وجہ سے سچی بات کہنے سے تم

کو باز رہنا چاہئے اسلئے کہ اللہ ان کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے لہذا تمہاری خیر خواہی کی ضرورت نہیں ہے لہذا خواہش نفس، عصیت یا بغض تمہیں انصاف کرنے سے نہ روک دے ایک دوسرے مقام پر فرمایا ”ولا یسجر منکم شذآن قوم علی ان لا تعدلوا“ تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو، جس معاشرہ میں عدل کا اہتمام ہوگا وہاں امن و سکون اور اللہ کی طرف سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوگا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس نکتہ کو خوب سمجھ لیا تھا، چنانچہ عبد اللہ ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بابت آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں خیر کے یہودیوں کے پاس بھیجا کہ وہ وہاں کے پھلوں اور فصلوں کا تخمینہ لگا کر آئیں یہودیوں نے انہیں رشوت کی پیش کش کی تاکہ کچھ رعایت و نرمی سے کام لیں تو آپ نے فرمایا ”میں اس کی طرف سے نمائندہ بن کر آیا ہوں جو دنیا میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور تم میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہو، لیکن اپنے محبوب کی محبت اور تمہاری دشمنی مجھے اس بات پر آمادہ نہیں کر سکتی کہ میں تمہارے معاملہ میں انصاف نہ کروں“ یہ سکر یہود نے کہا اسی عدل کی وجہ سے آسمان و زمین کا یہ نظام قائم ہے۔ (ابن کثیر)

ان الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا، بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہی رائے علامہ سیوطی کی ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، سیاق و سباق سے یہی رائے زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

عزت اللہ ہی سے طلب کرنی چاہئے:

الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین، مطلب یہ ہے کہ یہ منافقین مسلمانوں جیسے عقیدے تو کیا رکھتے یہ تو ظاہری تعلقات بھی مسلمانوں کے ساتھ رکھنا پسند نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کافروں کے پاس بیٹھ کر ہم کو دنیا میں عزت ملے گی، ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے عزت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے جو اس کی اطاعت کرے گا اس کو عزت ملے گی، اور ایسے لوگ دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل ہوں گے۔

وقد نزل علیکم فی الکتاب، (الآیۃ) یعنی اللہ اس کتاب میں تم کو پہلے ہی حکم دے چکا ہے کہ جہاں تم سنو کہ اللہ کی آیات کے خلاف کفر بکا جا رہا ہے اور اس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہاں نہ بیٹھو، مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص اسلام کا دعویٰ رکھنے کے باوجود کافروں کی ان مجلسوں میں شریک ہوتا ہے جہاں آیات الہیہ کے خلاف کفر بکا جاتا ہے اور یہ شخص خاموشی سے خدا اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے ہوئے سنتا ہے تو اس میں اور کافروں میں کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا۔

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس دعوت میں شریک نہ ہو جس میں شراب کا دور چلے، اس سے معلوم ہوا کہ ایسی مجلسوں اور اجتماعات میں شریک ہونا جس میں اللہ رسول کے احکام کا قولاً یا عملاً مذاق اڑایا جاتا ہو سخت گناہ ہے، ہاں البتہ جو اس گفتگو کو ختم کر کے کوئی دوسری بات شروع کر دیں تو اس وقت ان کے ساتھ مجالست جائز ہے یا نہیں؟ قرآن کریم نے اس کو صراحت سے بیان نہیں فرمایا، اسی لئے علماء کا اس میں اختلاف ہے بعض

نے کہا ایسے وقت شرکت جائز ہے اس لئے کہ شرکت کی ممانعت کی علت مفقود ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ایسے کفار و فجار کے ساتھ بعد میں بھی مجالست درست نہیں ہے، حسن بصری کی یہی رائے ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ بِظَاهَرِهِمْ خِلَافَ مَا أَبْطَنُوهُ مِنَ الْكُفْرِ لِيَدْفَعُوا عَنْهُمْ أَحْكَامَهُ الدُّنْيَوِيَّةَ وَهُوَ خِلَافُهُمْ مُجَازِبُهُمْ عَلَى خِدَائِهِمْ فَيَفْتَضِحُونَ فِي الدُّنْيَا بِاطْلَاعِ اللَّهِ نَبِيَّهِ عَلَى مَا أَبْطَنُوهُ وَيُعَاقَبُونَ فِي الْآخِرَةِ وَلِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ قَامُوا كَسَالَى مُتَشَاقِلِينَ يَرَاءُونَ النَّاسَ بِصَلَاتِهِمْ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ يُصَلُّونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ رِيَاءٌ مُدَبِّدِينَ مَتَرَدِّدِينَ بَيْنَ ذَلِكَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ لَا مَسْئُولِينَ إِلَى هَؤُلَاءِ أَى الْكُفَّارِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ أَى الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ يَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۝ إِلَى الْهُدَى يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ تُجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ بِمُؤَالَاتِهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ۝ بُرْهَانًا بَيْنَنَا عَلَى نِفَاقِهِمْ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي الذِّكْرِ الْمَكَانِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَهُوَ قَعُهَا وَلَنْ يَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ۝ مَا نَعَا مِنَ الْعَذَابِ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنَ النِّفَاقِ وَأَصْلَحُوا عَمَلَهُمْ وَاعْتَصَمُوا وَثَقُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِيْنَهُمْ لِلَّهِ مِنَ الرِّيَاءِ فَأُولَئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ فِيمَا يُؤْتُوْنَهُ وَسَوْفَ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ فِي الْآخِرَةِ هُوَ الْجَنَّةُ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَدَائِكُمْ شُكْرُكُمْ نِعْمَةً وَأَمْنًا بِهٖ وَالْإِسْتِفْهَامُ بِمَعْنَى النَّفْيِ أَى لَا يُعَذِّبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا لِأَعْمَالِ الْمُؤْمِنِينَ بِالْإِثَابَةِ عَلِيمًا ۝ بِخَلْقِهِ.

ترجمہ: بے شک منافقین اپنے پوشیدہ کفر کے خلاف ظاہر کر کے تاکہ اپنے اوپر سے دنیوی احکام کو دفع کر سکیں اللہ کے ساتھ چال چل رہے ہیں اور وہ انھیں ان کی چال بازی کا بدلہ دینے والا ہے چنانچہ وہ دنیا میں اللہ کے اپنے نبی کو ان کے پوشیدہ کفر پر مطلع کرنے کی وجہ سے رسوا ہوں گے اور آخرت میں سزا دیئے جائیں گے، اور جب یہ لوگ مومنوں کے ساتھ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کالی سے کھڑے ہوتے ہیں (اپنی نماز) لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کا ذکر تو بس یوں ہی برائے نام کرتے ہیں کفر اور ایمان کے درمیان معلق ہیں نہ (پورے) کافروں کی طرف منسوب ہیں اور نہ مومنوں کی طرف اور اللہ جسے گمراہ رکھے تو، تو اس کے لئے ہدایت کا کوئی راستہ نہ پایگا، اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ ان کی دوستی سے اپنے اوپر اپنے نفاق پر صریح حجت قائم کر لو، یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہوں گے، اور وہ جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ ہے، اور تو ان کا کوئی مددگار نہ پایگا یعنی عذاب سے بچانے والا مگر وہ لوگ جو نفاق سے توبہ کر لیں اور اپنے عمل کی اصلاح کر لیں اور اللہ کی رسی کو تھامے رہیں اور اپنے دین کو اللہ کے لئے ریاکاری سے خالص کریں تو یہ لوگ جنتوں میں مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ مومن کو عنقریب اجر عظیم دے گا اور وہ جنت ہے اللہ تم کو سزا دے کر کیا کرے گا؟ اگر تم اس کی نعمتوں کی شکر گزاری کرتے رہو اور اس پر ایمان رکھو اور استفہام بمعنی نفی ہے یعنی تم کو سزا نہ دے

گا، اور اللہ تعالیٰ مومنوں کو اجر عطا کر کے ان کے اعمال کا بڑا قدر دان ہے اور اپنی مخلوق سے باخبر ہے۔

تحقیق و ترکیب تسمیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: يُجَازِيهِمْ، یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سُئِلَ: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف خداع کی نسبت درست نہیں ہے اسلئے کہ خداع صفت قبیح ہے اللہ تعالیٰ اس سے وراء الوراء ہے۔
جَوَابُهُ: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے خداع کا استعمال مشاکلت کے طور پر ہے یہ جزاء السیئة سیئة کے قبیل سے ہے، یعنی جزاء خداع کو خداع سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔

قَوْلُهُ: كَسَالَى، كَسَالَى کی جمع ہے، ست کامل۔

قَوْلُهُ: يَرَاءُ وَنَ جَمْعُ مَذْكُورِ غَائِبٍ (مفاعلة) وہ دکھاوا کرتے ہیں۔

قَوْلُهُ: مَنُوسِبِينَ، اس اضافہ کا مقصد اس اعتراض کا جواب ہے کہ ”لا اِلٰی هٰؤُلَاءِ“ میں حرف لا کا، حرف اِلٰی پر داخل ہونا لازم آرہا ہے، حالانکہ حرف کا حرف پر داخل ہونا درست نہیں ہے۔

جَوَابُهُ: لا، اِلٰی پر داخل نہیں ہے بلکہ منسوبین پر داخل ہے۔

قَوْلُهُ: الْمَكَانَ.

سُئِلَ: الدَّرَك، کی تفسیر مفسر علام نے طبقہ کی بجائے مکان سے کیوں کی؟

جَوَابُهُ: الاسفل چونکہ مذکر ہے لہذا اَدْرَكَ بمعنی طبقہ کی صفت واقع نہیں ہو سکتی۔

قَوْلُهُ: وَالِاسْتِفْهَامُ بِمَعْنَى النَّفْيِ، یعنی اللہ کے قول یا يفعل الله بعدًا بكم؟ میں استفہام بمعنی نفی ہے لہذا یہ اعتراض ختم ہو گیا کہ استفہام اللہ کے لئے محال ہے۔

قَوْلُهُ: بِالْإِثَابَةِ، یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ شکر نعمت منعم کے اظہار کو کہتے ہیں اور یہ ذات باری کے لئے محال ہے۔

جَوَابُهُ: یہاں شکر سے عمل کا اجر و ثواب عطاء کر کے قدر دانی مقصود ہے۔

تفسیر و تشریح

اِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُتَّالًا نماز اسلام کا اہم ترین رکن اور افضل ترین فرض ہے منافقین اس میں بھی کابلی اور سستی کرتے تھے کیونکہ ان کا قلب ایمان، خلوص، خشیت الہی سے عاری تھا یہی وجہ تھی کہ عشاء اور فجر کی نماز ان پر خاص طور پر گراں گذرتی تھی، جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے اَثْقَلُ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ صَلَاةُ الْعِشَاءِ وَصَلَاةُ الْفَجْرِ (صحیح بخاری) منافقین پر عشاء اور فجر کی نماز سب سے زیادہ گراں گذرتی ہے۔

نبی ﷺ کے زمانہ میں کوئی شخص مسلمانوں کی جماعت میں شمار ہی نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ وہ نماز کا پابند نہ ہو جس طرح

تمام دنیوی جماعتیں اور تنظیمیں اپنے اجتماعات میں کسی رکن کے بلا عذر شریک نہ ہونے کو اس کی جماعت سے عدم دلچسپی پر محمول کرتی ہیں اور مسلسل چند اجتماعات سے غیر حاضر رہنے سے اسے ممبری سے خارج کر دیتی ہیں اسی طرح اسلامی جماعت کے کسی رکن کا نماز باجماعت سے بلا عذر شرعی غیر حاضر ہنا اس زمانہ میں اس بات کی صریح دلیل سمجھا جاتا تھا کہ وہ مسلمان نہیں ہے ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ”کہ جو شخص مسلسل تین جمعوں میں شریک نہ ہو وہ مسلمان نہیں ہے“ یہی وجہ تھی کہ سخت سے سخت منافق کو بھی نماز باجماعت سے غیر حاضری کی ہمت نہیں ہوتی تھی البتہ جو چیز ان کو سچے اہل ایمان سے تمیز کرتی تھی وہ یہ تھی کہ سچے مومن ذوق و شوق سے آتے تھے اور وقت سے پہلے ہی مسجدوں میں پہنچ جاتے تھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد بھی مسجدوں میں ٹھہرے رہتے تھے، بخلاف منافقوں کے کہ اذان ہوتے ہی ان کی جان پر بن آتی تھی اور دل پر جبر کر کے اٹھتے تھے، ان کے قدم گراں ہو جاتے تھے ایسا معلوم ہوتا کہ وہ اپنے آپ کو زبردستی کھینچ کر لارہے ہیں۔

مَسْئَلَتُهُ: قَامُوا كَسَالَى، جس کسل کی یہاں مذمت ہے وہ اعتقادی کسل ہے اور جو باوجود اعتقاد صحیح کے کسل ہو وہ اس سے خارج ہے پھر اگر عذر سے ہو مثلاً مرض، تعب، غلبہ نوم تو قابل مذمت بھی نہیں اور اگر بغیر عذر ہو تو قابل مذمت ہے۔

(بیان القرآن)

اور منافقین سستی و کاہلی کے ساتھ نماز پڑھتے تھے وہ صرف ریاکاری کے لئے پڑھتے تھے تاکہ مسلمانوں کو فریب دے سکیں۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ (الآية) یعنی اللہ نے تمہیں کافروں کی دوستی سے منع فرمایا ہے، اب اگر تم ان سے دوستی کرو گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کو یہ دلیل مہیا کر رہے ہو کہ وہ تمہیں بھی سزا دے سکے۔
إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَاصْلَحُوا (الآية) یعنی منافقین میں سے جو شخص اس میں مذکور چار چیزوں کا خلوص دل سے اہتمام کرے گا تو وہ جہنم میں جانے کے بجائے جنت میں اہل ایمان کے ساتھ ہوگا اور اللہ تعالیٰ تم کو سزا دے کر کیا کرے گا؟ اگر تم اس کے شکر گزار اور دل سے ایمان لاؤ تو اسے کیا پڑی ہے کہ وہ خواہ مخواہ تم کو سزا دے بلکہ وہ تو تمہارے ادنیٰ سے ادنیٰ عمل کا قدر دان ہے بشرطیکہ خلوص دل سے ہو، اور وہ خوب جانتا ہے کہ کون اخلاص سے عمل کر رہا ہے اور کون ریاکاری کے طور پر۔

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ مِنْ أَحَدٍ أَيْ يُعَاقِبُ عَلَيْهِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ فَلَا يُؤَاخِذُهُ بِالْجَهْرِ بِهٖ بِأَنْ يُخْبَرَ عَنْ ظُلْمِ ظَالِمِهِ وَيَذَعُوْهُ عَلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا لِّمَا يَقَالُ عَلِيمًا ۖ بِمَا يَفْعَلُ إِن تَبْدُوا تُظْهِرُوا خَيْرًا مِنْ أَعْمَالِ الْبِرِّ أَوْ تُخَفُّوهُ تَعْمَلُوهُ سِرًّا أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءِ ظُلْمِ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا ۖ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُقَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ بِأَنْ يُؤْمِنُوا بِهِ فَوَنَّهُمْ وَيَقُولُونَ نَحْنُ بِبَعْضِ مِنَ الرُّسُلِ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ مِنْهُمْ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ الْكُفْرَ وَالْإِيمَانَ سَبِيلًا ۖ طَرِيقًا يَذْهَبُونَ إِلَيْهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا مَّضَرَّ مُؤَكَّدٌ لِمَضْمُونِ الْجُمْلَةِ قَبْلَهُ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ۖ ذَا إِهَانَةٍ هُوَ عَذَابُ النَّارِ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ كُلِّهِمْ وَلَمْ يُقَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَأُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمُ الْبُخْلُ وَالْيَأْسُ أَجْرَهُمْ

ثَوَابِ أَعْمَالِهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَفُورًا لَّا يُلَیِّیْهِ رَّحِیْمًا بِأَهْلِ طَاعَتِهِ.

ترجمہ: اللہ کسی کی یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کی بدگوئی کرے یعنی بدگوئی پر سزا دے گا، البتہ مظلوم کو (بیانِ ظلم کی) اجازت ہے، یہ کہ اپنے ظالم کے ظلم کو افشا کرے اور اس کے لئے بدعواء کرے، (تو اللہ اس افشاءِ ظلم پر مواخذہ نہ کرے گا)، اور جو کچھ کہا جاتا ہے اللہ اس کو سننے والا ہے اور جو کچھ کیا جاتا ہے اس کو جاننے والا ہے، اور اگر تم اعمالِ نیک میں سے کوئی عمل اعلانیہ کرو یا اس کو چھپا کر کرو یا ظلم کو معاف کر دو (تو بہت خوب ہے اسلئے کہ اللہ کی بھی یہی صفت ہے) کہ وہ (انتقام پر) قدرت رکھنے کے باوجود بڑا معاف کرنے والا ہے جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول سے کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں بایں طور کہ اللہ پر ایمان لائیں اور رسولوں پر ایمان نہ لائیں، اور وہ کہتے (بھی) ہیں کہ ہم بعض رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے بعض کے منکر ہیں اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ کفر و ایمان کے درمیان کوئی ایسی راہ نکالیں، کہ جس پر وہ چلیں، یقیناً یہ لوگ کفر ہیں (حَقًّا) سابقہ جملے کے مضمون کی تاکید ہے، اور ہم نے کافروں کے لئے اہانت آمیز سزا تجویز کر رکھی ہے، اور وہ دوزخ کی سزا ہے، اور جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے تمام رسولوں پر بھی (ایمان رکھتے ہیں) اور ان میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ان لوگوں کو اللہ ان کے اعمالِ خیر کا ضرور اجر دے گا (یُؤْتِیْهِمْ) نون اور یاء کے ساتھ ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں سے بڑا درگزر کرنے والا اور اپنی اطاعت کرنے والوں پر بڑا رحم کرنے والا ہے۔

تحقیق و ترمیم کے تسبیح و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: الْجَهْرُ، رفع الصوت بالقول وغیره، جهر بالقول سے مطلقاً اظہار مراد ہے خواہ جہر ہو یا نہ ہو۔
قَوْلُهُ: مِنْ أَحَدٍ، یہ مستثنیٰ منہ مقدر ہے لہذا یہ اعتراض ختم ہو گیا کہ لَا مَنْ ظَلَمَ، کا استثناء ماقبل سے درست نہیں ہے، اور الجهر مصدر، کا فاعل محذوف ہے، اور مصدر کے فاعل کا حذف جائز ہے، اور لَا مَنْ ظَلَمَ، اسی فاعل محذوف سے مستثنیٰ ہے، یا مضاف محذوف مانا جائے تقدیر عبارت یہ ہوگی ”إِلَّا جَهْرٌ مَنْ ظَلَمَ“ مذکورہ دونوں صورتوں میں مستثنیٰ متصل ہوگا۔

قَوْلُهُ: اِیْ یُعَاقِبُ عَلَیْهِ، اس میں اشارہ ہے کہ عدم محبت سے غضب اور عقاب مراد ہے۔

قَوْلُهُ: فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُورًا قَدِيرًا، یہ جملہ جواب شرط ہے، اور اِنْ تُبَدُّوا اور اَوْ تُخَفَوْا، اور اَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءٍ، یہ تینوں جملے بذریعہ عطف شرط ہیں۔

جواب شرط سے معلوم ہوتا ہے کہ مقصود تیسرے جملہ یعنی اَوْ تَعْفُوا کا جواب شرط ہے اور اگر ابداءِ خیر اور اخفاءِ خیر بھی مقصود بالشرط ہو تو جواب شرط میں فقط فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُورًا قَدِيرًا، پر اکتفاء درست نہ ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ ابداءِ خیر اور اخفاءِ خیر کو

محض بطور تمہید لایا گیا ہے، یہ بتانے کے لئے کہ علانیہ یا پوشیدہ طریقہ سے کار خیر کرنا بھی نیکی ہے مگر قدرت علی الانتقام کے باوجود معاف کرنا بڑی نیکی ہے اسلئے کہ یہی صفت اللہ تعالیٰ کی بھی ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

ہتک عزت سے ممانعت:

لا يحب الله الجهر بالسوء (الآية) اس آیت میں مسلمانوں کو ایک نہایت ہی بلند درجہ کی اخلاقی تعلیم دی گئی ہے، غیبت و بدگوئی کو جس کو قانونی زبان میں ”ہتک عزت“ کہا جاتا ہے بالکل ناجائز قرار دیا ہے، بلا ضرورت اور بلا مصلحت شرعی کسی کی بدگوئی کو کسی حال میں بھی روا نہیں رکھا، البتہ مظلوم اپنے دل کا بخار بک جھک کر اور شکوہ شکایت کر کے نکال سکتا ہے اور حاکم کے سامنے دادخواہی اور فریاد رسی کر سکتا ہے، شریعت اسلامی نے انسانی طبعی تقاضوں اور اضطراری یا نیم اضطراری ضرورتوں کا اس حد تک لحاظ رکھا ہے کہ کسی اور نے نہیں رکھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت اسلامی مظلوم کو اس بات کا حق دیتی ہے کہ ظالم کی بدگوئی کر سکتا ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ یہ خدا کے نزدیک کوئی پسندیدہ کام نہیں ہے بلکہ افضل اور پسندیدہ یہ ہے کہ تم عفو و درگزر سے کام لو اور اپنے اندر خدائی اخلاق پیدا کرو جس کی شان یہ ہے کہ وہ نہایت حلیم و بردبار ہے سخت سے سخت مجرموں تک کی روزی بند نہیں کرتا اور بڑے سے بڑے قصور واروں کو درگزر کئے چلا جاتا ہے، لہذا تم تخلقوا باخلاق اللہ کو پیش نظر رکھ کر عالی حوصلہ اور وسیع الظرف بنو۔

یہ ہے رفع ظلم اور اصلاح معاشرہ کا قرآنی اصول کہ ایک طرف مظلوم کو برابر کے انتقام کا حق دے کر عدل و انصاف کا قانون بنادیا اور دوسری طرف اعلیٰ اخلاقی تعلیم دے کر عفو و درگزر پر آمادہ کیا، جس کا لازمی نتیجہ وہ ہے جس کو قرآن کریم نے دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا ہے۔

فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم، یعنی جس شخص اور تمہارے درمیان دشمنی تھی اس طرز سے وہ تمہارا مخلص دوست بن جائیگا۔

عدالتی فیصلہ اور ظلم کا انتقام وقتی اور عارضی طور پر تو ظلم کی روک تھام کر سکتے ہیں لیکن فریقین کی دلی کدورت کو دور کرنے کا ذریعہ نہیں بن سکتے، بخلاف اس اخلاقی درس کے جو قرآن کریم نے دیا ہے اس کے نتیجے میں گہری اور پرانی عداوتیں دوستیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

والذین آمنوا باللہ ورسولہ ولم یفرقوا بین احد منهم (الآية) اس آیت میں اہل ایمان کا شیوہ بتلایا گیا ہے کہ وہ سب انبیاء کرام پر ایمان رکھتے ہیں جس طرح کہ مسلمان کسی بھی نبی کے منکر نہیں، اس آیت سے وحدت ادیان کے تصور کی نفی بھی ہوتی ہے، جس کے قائلین کے نزدیک رسالت محمدیہ پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے اور وہ ان غیر مسلموں

کو بھی نجات یافتہ سمجھتے ہیں جو اپنے تصورات کے مطابق ایمان باللہ رکھتے ہیں، لیکن قرآن کی اس آیت نے واضح کر دیا کہ ایمان باللہ کے ساتھ رسالت محمد ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے، اگر اس آخری رسالت کا انکار ہوگا تو اس انکار کے ساتھ ایمان باللہ بھی غیر معتبر اور نامقبول ہوگا۔

مذکورہ آیت میں اصل اشارہ یہود کی جانب ہے جو انبیاء سابقین میں سے اپنے ہی سلسلہ کے بعض انبیاء کے قائل نہیں تھے، مثلاً حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منکر تھے اور آخری نبی محمد ﷺ کے بھی منکر ہوئے، مگر چونکہ قرآن کے الفاظ عام ہیں جن کے تحت نہ صرف یہ کہ مسیحی آتے ہیں بلکہ آجکل کے آزاد خیال نام نہاد روشن خیال بھی اس ذیل میں آجاتے ہیں یورپ میں ایک فرقہ (Deists) خدا پرستوں کا کہلاتا ہے اور ہندستان میں بھی ایک فرقہ برہمن سماج ہے یہ فرقہ تو حید کا تو قائل ہے لیکن عقیدہ وحی و نبوت کا منکر ہے یہ سب ایسی غلط اور ناقص ذہنیت ہے جس کو اسلام ختم کرنا چاہتا ہے، اسلام تو وحدت تعلیم انبیاء کا قائل ہے اس میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں کہ فلاں پیغمبر کو مانا جائے اور فلاں پیغمبر کو نہ مانا جائے، اور ایک درمیانی راہ نکالی جائے۔ اس آیت میں ان نام نہاد روشن خیال مسلمانوں کے لئے بڑی تنبیہ ہے جو شریعت میں سے صرف اپنے پسند و مذاق کی چیزیں چن کر لے لینا چاہتے ہیں، جیسے ہندوستان کے ایک مغل بادشاہ اکبر نے کفر و اسلام کو ملا کر ایک دین الہی ایجاد کیا تھا، اور اکبر ہی کی نسل سے تین پشتوں کے بعد ایک اور شہزادہ داراشکوہ نے بھی کچھ ایسی ہی کوشش کی تھی۔

اولئك هم الكفرون حقاً، اس آیت میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ کہیں کوئی یہ نہ کہے کہ مذکورہ نظریہ رکھنے والوں کا مرتبہ کافروں سے تو بہر حال بہتر ہوگا، نہیں بلکہ یہ لوگ بھی یکے کا فر ہیں اولئك هم الكفرون، جملہ کی ترکیب خود ہی زور پیدا کرنے کیلئے کافی ہے، حقاً، کے اضافہ نے مزید تاکید کر دی۔

يَسْأَلُكَ يَا مُحَمَّدُ أَهْلُ الْكِتَابِ الْيَهُودُ أَنْ تُزِيلَ عَلَيْهِمْ كِتَابَ السَّمَاءِ جُمْلَةً كَمَا أُنْزِلَ عَلَى مُوسَى تَعْنَتًا فَإِنْ اسْتَكْبَرْتَ ذَلِكَ فَقَدْ سَأَلُوا إِيَّاؤُهُمْ مُوسَى أَكْبَرَ أَغْظَمَ مِنْ ذَلِكَ فَقَالُوا أَرَأَيْتَ اللَّهُ جَهْرَةً عِيَانًا فَأَخَذَتْهُمْ الصُّعْفَةُ الْمَوْتُ عِقَابًا لَهُمْ بِظُلْمِهِمْ حَيْثُ تَعْنَتُوا فِي السُّؤَالِ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعُجْلَ إِلَٰهًا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ الْمُعْجَزَاتُ عَلَى وَحْدَانِيَّةِ اللَّهِ تَعَالَى فَعَفَوْنَا عَنْ ذَلِكَ وَلَمْ نَسْأَلْهُمْ وَآتَيْنَا مُوسَى سُلْطَانًا مُبِينًا ۖ تَسَلَّطْنَا بَيْنًا ظَاهِرًا عَلَيْهِمْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ بِقَتْلِ أَنْفُسِهِمْ تَوْبَةً فَطَاعُوهُ وَرَفَعْنَا قَوْمَهُمُ الظُّوْرَ الْجَبَلَ بَيِّنَاتٍ لَهُمْ بِسَبَبِ أَخْذِ الْإِيمَانِ عَلَيْهِمْ لِيَخَافُوا فَيَقْبَلُوهُ وَقُلْنَا لَهُمْ وَهُوَ مُظِلٌّ عَلَيْهِمْ ادْخُلُوا الْبَابَ بَابَ الْقَرْيَةِ سَجْدًا سُجُودًا إِنْجَنَاءٍ وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا وَفِي قِرَاءَةِ بَيْتِ الْعَيْنِ وَتَشْدِيدِ الدَّالِ وَفِيهِ ادْغَامُ النَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الدَّالِ أَيْ لَا تَعْتَدُوا فِي السَّبَبِ بِاصْطِيَادِ الْجِنَانِ فِيهِ وَآخِذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ۖ عَلَى ذَلِكَ فَتَقْضُوهُ فِيمَا تَقْضِيهِمْ مَآزِيدُهُ وَالْبَاءُ لِلْسَّبَبِ مُتَعَلِّقَةٌ بِمَخْذُوبِ أَيْ لَعْنَاهُمْ بِسَبَبِ تَقْضِيهِمْ وَمِيثَاقَهُمْ وَلَقَرَهُمْ يَالِيتُ اللَّهُ وَقَتْلَهُمُ الْإِنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلُهُمْ لِلْبَنِيِّ قُلُوبًا غُلْفٌ لَا تَعْنِي

كَلَامَكَ بَلْ طَبَعَ خَتَمُ اللَّهِ عَلَيْهَا لِكُفْرِهِمْ فَلَا تَعْنَى وَغَطَا فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ مِنْهُمْ كَعَبِيدُ اللَّهِ نَبِي سَلَامٍ وَأَصْحَابِهِ وَيُكْفِرُهُمْ ثَانِيًا بِعِيسَى وَكَرَّرَ النَّبَاءَ لِلْفُضْلِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَا غُطِفَ عَلَيْهِ وَقَوْلُهُمْ عَلَى مَرْيَمَ هَتَانًا عَظِيمًا ۝ حَيْثُ رَمَوْهَا بِالزَّنَا وَقَوْلُهُمْ مُفْتَحَرِينَ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ فِي زَعْمِهِمْ أَيْ بِمَجْمُوعِ ذَلِكَ عَذَّبْنَاهُمْ قَالَ تَعَالَى تَكْذِيبًا لَهُمْ فِي قَتْلِهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۝ الْمَقْتُولُ وَالْمَضْلُوبُ وَهُوَ صَاحِبُهُمْ بِعِيسَى أَيْ الْقَى اللَّهُ عَلَيْهِ شُبَّهُهُ فَظَنُّوه إِيَّاهُ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ أَيْ فِي عِيسَى لَفِي شَكٍّ مِنْهُ ۝ مَنْ قَتَلَهُ حَيْثُ قَالَ بَعْضُهُمْ لَمَّا رَأَوْا الْمَقْتُولَ الْوَجْهَ وَجْهَ عِيسَى وَالْجَسَدُ لَيْسَ بِجَسَدِهِ فَلَيْسَ بِهِ وَقَالَ الْآخَرُونَ بَلْ هُوَ مَا لَهُمْ بِهِ بِقَتْلِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعُ الظَّنِّ ۝ اسْتِثْنَاءٌ مُنْقَطِعٌ أَيْ لَكِنْ يَتَّبِعُونَ فِيهِ الظَّنَّ الَّذِي تَخَيَّلُوهُ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ حَالٌ مُؤَكَّدَةٌ لِفِي الْقَتْلِ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا فِي مُلْكِهِ حَكِيمًا ۝ فِي صُنْعِهِ وَإِنَّ مَا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أَحَدًا إِلَّا يُؤْمِنُ بِهِ بِعِيسَى قَبْلَ مَوْتِهِ أَيْ الْكِتَابِيُّ جِنُّ يُعَايِنُ مَلَكَةَ الْمَوْتِ فَلَا يَنْفَعُهُ إِيمَانُهُ أَوْ قَبْلَ مَوْتِ عِيسَى لَمَّا يَنْزِلُ قُرْبَ السَّاعَةِ كَمَا وَرَدَ فِي حَدِيثٍ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عِيسَى عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۝ بِمَا فَعَلُوهُ لَمَّا بُعِثَ إِلَيْهِمْ فَيُظْلَمُ أَيْ بِسَبَبِ ظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا هُمُ الْيَهُودُ حَرَمْنَا عَلَيْهِمْ طَيْبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ هِيَ الَّتِي فِي قَوْلِهِ حَرَمْنَا كُلَّ ذِي ظُفَرٍ الْآيَةِ وَبَصَدَّهِمُ النَّاسَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ دِينِهِ صَدًّا كَثِيرًا ۝ وَأَخَذَهُمُ الرِّبَا وَقَدْ هَوَّاهُ فِي التَّوْرَةِ وَأَكْبَهُمُ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ بِالرُّشَى فِي الْحُكْمِ ۝ وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ مُؤَلَّمًا لَكِنَّ الرُّسُخُونَ الثَّابِتُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ كَعَبِيدُ اللَّهِ نَبِي سَلَامٍ وَالْمُؤْمِنُونَ الْمَسَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ مِنَ الْكِتَابِ وَالْمُؤْمِنِينَ الصَّالِحِينَ نَضَبَ عَلَى الْمَدْحِ وَقُرِئَ بِالرَّفْعِ وَالْمُؤْمِنُونَ الزَّكَاةُ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أُولَئِكَ سَنُؤْتِيهِمُ بِالْأَنْبِيَاءِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ هُوَ الْجَنَّةُ.

۲۲
ع

تَرْجُمہ: اے محمد یہ اہل کتاب یعنی یہود و عباد آپ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی نوشتہ

یکبارگی نازل کرادو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا گیا تھا، آپ اس مطالبہ کو بڑا سمجھ رہے ہیں تو یہ لوگ یعنی ان کے آباء و اجداد موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑا مطالبہ کر چکے ہیں، انہوں نے (موسیٰ علیہ السلام) سے مطالبہ کیا تھا کہ ہمیں خدا کا علانیہ دیدار کرادو، تو ان کی اسی سرکشی کی وجہ سے ان کو سزا دینے کے لئے یکا یک ان پر موت کی آسمانی بجلی ٹوٹ پڑی، اس لئے کہ انہوں نے مطالبہ میں سرکشی اختیار کی تھی پھر انہوں نے پتھرے کو معبود بنا لیا حالانکہ ان کے پاس اللہ کی وحدانیت پر کھلی نشانیاں آچکی تھیں، اس پر بھی ہم نے ان سے درگزر کیا، کہ ان کو ہم نے جڑ سے نہیں اکھاڑ پھینکا، (نیست و نابود نہیں کیا) اور ہم نے ان پر موسیٰ علیہ السلام کو غلبہ عطا کیا، اس طور پر کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ توبہ کے لئے خود کو قتل کریں، تو انہوں

نے موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کی، اور ان سے عہد لینے کے لئے ہم نے ان کے اوپر پہاڑ معلق کر دیا تاکہ وہ خوف زدہ ہوں اور عہد کو قبول کریں، اور ہم نے ان سے کہا حال یہ کہ پہاڑ ان کے اوپر معلق تھا شبہ کے بارے میں تعدی نہ کرنا اور ایک قراءت میں عین کے فتح اور لام کی تشدید کے ساتھ ہے (یعنی تعدی) اور اس میں اصل میں تساء کا دال میں ادغام ہے، یعنی ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار کر کے تعدی نہ کرنا، اور اس پر ہم نے ان سے پختہ عہد لیا مگر انہوں نے عہد شکنی کی، تو ان کی عہد شکنی کی وجہ سے مازائدہ ہے اور باء سیہ ہے محذوف کے متعلق ہے، یعنی ان کے نقض عہد کی وجہ سے اور ان کے اللہ کی آیتوں کا انکار کرنے کی وجہ سے اور اپنے انبیاء کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے اور ان کے اپنے نبی سے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے قلوب غلاف میں ہیں جس کی وجہ سے تمہارے کلام محفوظ نہیں رکھتے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کے قلوب پر مہر لگا دی ہے، جس کی وجہ سے وہ نصیحت کو محفوظ نہیں رکھتے، اور اسی وجہ سے ان میں سے بہت کم ایمان لاتے ہیں مثلاً عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی، اور بعد ازاں ان کے عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرنے کی وجہ سے اور (بکفر ہم) میں باء کو اس کے اور اس کے معطوف علیہ کے درمیان فصل بالا جنبی کی وجہ سے مکرر لایا گیا ہے، اور ان کے مریم پر بہتان عظیم لگانے کی وجہ سے کہ ان پر زنا کی تہمت لگائی اور ان کے فخر یہ یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریم کو بزم خویش قتل کر دیا یعنی مذکورہ تمام (صفات قبیحہ) کی وجہ سے ہم نے ان کو سزا دی، اور اللہ نے ان کے عیسیٰ علیہ السلام کے دعوائے قتل کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا، اور انہوں نے نہ تو ان کو قتل کیا اور نہ سولی دی، بلکہ ان کی نظر میں ان کے مقتول و مصلوب ساتھی کو عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بنا دیا گیا، یعنی اللہ نے مقتول پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈال دی تو انہوں نے اپنے ساتھی کو عیسیٰ علیہ السلام سمجھ لیا، یقیناً جانو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرنے والے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں اسلئے کہ جب انہوں نے مقتول کو دیکھا تو کسی نے کہا چہرہ تو عیسیٰ علیہ السلام ہی کا سا ہے مگر دھڑ عیسیٰ علیہ السلام کے جیسا نہیں ہے تو مقتول عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مشتبہ ہو گیا، اور کسی نے کہا کہ یہ یعیسہ عیسیٰ ہی ہے انھیں عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا کوئی علم نہیں وہ محض تخمینی باتوں کی پیروی کرنے والے ہیں یہ استثناء منقطع ہے، یعنی یہ لوگ قتل عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے اس گمان کی پیروی کر رہے ہیں جس کا انہوں نے تصور کر لیا ہے، حالانکہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا ہے، (لفظ یقیناً) نفی قتل کے لئے حال مؤکدہ ہے بلکہ (حقیقت یہ ہے) کہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے ملک میں بڑا زبردست اور اپنی صنعت میں حکمت والا ہے اور اہل کتاب میں سے کوئی بھی نہ بچے گا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے مرنے سے پہلے ایمان نہ لے آئے جبکہ وہ ملائکہ موت کو دیکھے گا (موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے) مگر اس وقت ایمان لانا اس کے لئے نافع نہ ہوگا (یا قبل موتہ) کا مطلب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے جبکہ آپ قرب قیامت میں نزول فرمائیں گے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے، اور روز قیامت عیسیٰ علیہ السلام ان کے خلاف گواہی دیں گے اس پر کہ جب ان کو ان کی طرف مبعوث کیا گیا تھا تو انہوں نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا اور یہود کے ظلم کے سبب ان پر پاکیزہ چیزیں جو ان پر حلال کی گئی تھیں، ہم نے حرام

کردیں اور وہ چیزیں ہیں جن کو (اللہ تعالیٰ نے) اپنے قول ”حَرَمْنَا كُلَّ ذِي ظَهْرٍ“ الایۃ، میں بیان فرمایا ہے، اور بہت سے لوگوں کو اللہ کے راستہ یعنی دین (حق) سے روکنے کی وجہ سے اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ تورات میں ان کو اس سے منع کیا گیا تھا اور لوگوں کے مال کو ان کے باطل طریقہ سے (مثلاً) فیصلہ میں رشوت کے ذریعہ کھانے کی وجہ سے اور ان میں جو کافر ہیں ہم نے ان کے لئے تکلیف دہ عذاب مہیا کر رکھا ہے، لیکن ان میں سے پختہ علم رکھنے والے مثلاً عبد اللہ بن سلام اور ایمان والے جو کہ مہاجر و انصار ہیں اس پر کہ جو آپ پر نازل کیا گیا ہے اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی ہیں اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور مقیمین منصوب علی المدح ہے اور مقیمو نفع کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اور اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں، یہی ہیں وہ لوگ جن کو ہم اجر عظیم عطا کریں گے یاہ اور نون کے ساتھ، اور وہ (اجر عظیم) جنت ہے۔

تحقیق و ترمیم تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: عَيْنًا، یا تو مصدر محذوف کی صفت ہے، ای اَرِنَا اِرَاءَةً عَيْنًا، اس صورت میں لفظاً مصدر ہوگا، یا مصدر بغير لفظه ہوگا، ای رُؤْيَةً عَيْنًا۔

قَوْلُهُ: فَإِنْ اسْتَكْبَرْتَ الْخ، اس میں اشارہ ہے کہ فَقَدْ سَأَلُوا شَرْطَ مُحْذَوْفٍ کی جزاء ہے۔

قَوْلُهُ: اِیْ اَبَاءُ هُمْ، اس لفظ کا اضافہ کر کے اشارہ کر دیا کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں موجود یہود کی جانب سوال کی نسبت مجازاً ہے اسلئے کہ موجودین اپنے آباء کے سوال سے راضی تھے۔

قَوْلُهُ: الْمُعْجَزَاتِ، الْبَيِّنَاتِ، کی تفسیر المعجزات سے کر کے اشارہ کر دیا کہ الْبَيِّنَاتِ سے مراد تورات نہیں جیسا کہ بعض نے کی ہے، اسلئے کہ پچھڑے کو معبود بنانے کے وقت تورات عطا نہیں کی گئی تھی، اس کے بعد عطا کی گئی تھی۔

قَوْلُهُ: بَابُ الْقَرِيَةِ، اس میں اشارہ ہے کہ الباب میں الف لام عوض میں مضاف الیہ کے ہے، اور قریہ سے مراد ایلہ ہے۔

قَوْلُهُ: سُبُجُودٌ اِنْجِنَاءٍ اس میں اشارہ ہے سُبُجُوداً سے معروف سجدہ یعنی وَضْعُ الْجَبْهَةِ عَلَى الْاَرْضِ مراد نہیں ہے بلکہ جھکنا اور عاجزی و تواضع کرنا مراد ہے۔

قَوْلُهُ: لَا تَعْدُوا، عَدَا يَعْدُوا سے نبی مضارع جمع مذکر حاضر تم تجاوز نہ کرو، تَعْدُوا اصل میں تَعْدُوا تَعْدُوا تھا واول کے ضمہ کے ساتھ، جو کہ لام کلمہ ہے، ضمہ واول پر ثقیل ہونے کی وجہ سے ساقط ہو گیا اب دو واول کے درمیان التقاء ساکنین ہو واول حذف ہو گیا تَعْدُوا ہو گیا، اور ایک قراءت میں تَعْدُوا ہے جو کہ اصل میں تَعْدُوا تھا، تاء دال سے بدل گئی اور دال کا دال میں ادغام ہو گیا تَعْدُوا ہو گیا۔

قَوْلُهُ: عَلَى ذَلِكَ نَقْضُوهُ، اس اضافہ کا مقصد ایک سوال کا جواب ہے۔

سُؤَالٌ: فَبِمَا نَقْضِهِمْ كَافِرٌ عَلَيْهِمْ جَزَاءُ تَزْوِجٍ دَرَسَتْ نَحْنُ؟

جَوَابٌ: کلام میں اختصار ہے تقدیری عبارت یہ ہے وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا عَلَى ذَلِكَ فَانْقَضَوْهُ فَبِمَا نَقَضَهُمُ الْخ.

قَوْلُهُ: غُلْفٌ، یہ غلاف کی جمع ہے۔

قَوْلُهُ: ثَانِيًا بَعِيسِي، یعنی اولاً حضرت موسیٰ اور تورات کے ساتھ کفر کی وجہ سے اور ثانیاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر کی وجہ سے ان کے قلوب پر مہر لگی دونوں ہی طبع علی القلوب کے اسباب میں سے ہیں جیسا کہ مطلق کفر طبع کے اسباب میں سے ہے یہ عطف سبب علی السبب کے قبیل سے ہے معطوف اور معطوف علیہ میں چونکہ سبب طبع مختلف ہے لہذا عطف الشئ علی نفسه لازم نہیں آتا۔

قَوْلُهُ: فِي زَعْمِهِمْ، اس کا تعلق أَنَا قَتَلْنَا سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے یعنی یہود نے اپنے خیال میں قتل کر دیا، ورنہ حقیقت میں قتل نہیں کیا، اور فی زعمهم کا تعلق رسول اللہ سے ہو تو یہ یہود کا مقولہ ہوگا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا جو نصاریٰ کے خیال میں اللہ کے رسول ہیں، اس لئے کہ یہود عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے قائل نہیں تھے۔

قَوْلُهُ: اِیْ اِبْمَجْمُوعِ ذَٰلِكَ، یعنی تمام مذکورات کا عطف فَبِمَا نَقَضَهُمْ پر ہے۔

قَوْلُهُ: الْمَقْتُولُ وَالْمَصْلُوبُ، یہ شُبَّہ کے نائب فاعل ہیں۔

قَوْلُهُ: اِسْتِثْنَاءٌ مُنْقَطِعٌ، اس لئے کہ ظن علم کی جنس سے نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: اِیْ الْكِتَابِ، اس میں اشارہ ہے کہ یہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور مَوْتِہ کی ضمیر أَحَدٌ، مقدر کی جانب راجع ہے جس سے مراد کتابی ہے۔

قَوْلُهُ: اَوْ قَبْلَ مَوْتِ عِيسَى، یہ دوسری ترکیب کی طرف اشارہ ہے اس صورت میں دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہوں گی۔

قَوْلُهُ: وَهِيَ الَّتِي فِي قَوْلِهِ، یہ سورۃ انعام کی طرف اشارہ ہے۔

قَوْلُهُ: صَدًّا، اس میں اشارہ ہے کہ یہ کثیراً موصوف محذوف کی صفت ہے۔

قَوْلُهُ: نَضَبٌ عَلَى الْمَدْحِ یعنی المَقِيمِينَ اِمْدَحْ فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے اِیْ اَمْدَحُ المَقِيمِينَ الصَّلَوةَ، اس صورت میں جملہ معترضہ ہوگا اور واو اعتراضیہ ہوگا۔

قَوْلُهُ: وَفَرَّءَ بِالرَّفْعِ، اور المَقِيمُونَ کو رَفْع کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، اس صورت میں الراسخون پر عطف ہوگا۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

ربط آیات:

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ (الآية) ما قبل کی آیات میں یہودی بد اعتقادیوں اور ان پر مذمت کا ذکر تھا، ان آیات میں ان کی بد اعمالیوں اور دیگر خرابیوں اور ان پر سزا کا ذکر ہے۔

شان نزول:

ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کی ہے کہ یہود کے سرداروں کی ایک جماعت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور مطالبہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پاس سے الواح لائے تھے اگر آپ بھی اللہ کے پاس سے الواح لے آئیں تو ہم آپ کی تصدیق کریں گے، تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

یہود کا مذکورہ مطالبہ اس لئے نہیں تھا کہ وہ دل سے ایمان لانا چاہتے تھے اور ان کے ایمان لانے کی یہ ایک شرط تھی بلکہ ضد و عناد کی وجہ سے وہ کوئی نہ کوئی شرط رکھتے ہی رہتے تھے، اگر یہود مذکورہ شرط میں مخلص ہوتے تو اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی بعید نہ تھا کہ وہ ان کے مطالبہ کو پورا فرمادیتے، اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرما کر حقیقت حال سے آپ کو آگاہ فرمادیا اور آپ کی تسلی فرمادی کہ یہ قوم ہے ہی ایسی کہ اللہ کے رسولوں کو ہمیشہ ستاتی رہی ہے، ان کے آباء و اجداد نے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی کہیں زیادہ بڑی بات کا مطالبہ کیا تھا کہ ہمیں کھلی آنکھوں سے اللہ کا دیدار کرایا جائے تاکہ ہمیں یقین آجائے کہ پس پردہ آپ سے ہم سب کا ہونے والا اللہ ہی ہے، ان کی اس گستاخی پر آسمان سے ایک بجلی آئی اور ان کو ہلاک کر دیا۔

پھر اس نے بے جا سوال ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ توحید باری کے تمام دلائل و براہین سے واقف ہونے کے باوجود خالق حقیقی کے بجائے پتھر کے معبود بنالیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان تمام حرکتوں اور خباثتوں کے باوجود ہم نے عفو و درگزر سے کام لیا ورنہ موقع تو اس کا تھا کہ ان کا قلع قمع کر کے نیست و نابود کر دیا جاتا۔

ایک موقع ایسا بھی آیا کہ ان لوگوں نے تورات کی شریعت کو ماننے سے صاف انکار کر دیا تھا، تو ہم نے طور پہاڑ اٹھا کر ان پر معلق کر دیا تاکہ خوف و دہشت کی وجہ سے شریعت کو قبول کر لیں، اور ہم نے ان سے یہ بھی کہا تھا کہ شہر ایلیا کے دروازہ میں داخل ہوتے وقت نہایت عاجزی سے سر جھکائے ہوئے داخل ہونا اور ہم نے ان سے یہ بھی کہا تھا کہ ہفتہ کے دن کا احترام کرنا اس دن مچھلیوں کا شکار نہ کرنا، مگر ہوا یوں کہ انہوں نے ایک ایک کر کے تمام احکام کی خلاف ورزی کی اور ہمارے ساتھ کئے ہوئے پختہ عہد کو توڑ ڈالا، تو ہم نے بھی ان کو دنیا میں ذلیل کر دیا اور آخرت میں بھی بدترین سزا بھگتنی ہوگی۔ (معارف ملخصاً)

ثم اتخذوا العجل (الآية) ثم یہاں تاخر زمانی کے لئے نہیں ہے بلکہ استبعاد کے لئے ہے یعنی ایسی بیہودہ فرمائشیں ہی کیا

کم تھیں کہ اس سے بڑھ کر حرکت یہ کی کہ گوسالہ پرستی شروع کر دی۔

رابط آیات:

فبما نقضهم ميثاقهم (الآية) ما قبل کی آیات میں بھی یہود کی شرارتوں کا ذکر تھا اور ساتھ ہی ان کی سزا کا بھی ذکر تھا، ان آیات میں بھی یہود کے بعض جرائم کی تفصیل ہے، اس کے ضمن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کے باطل خیال کی تردید کی گئی ہے۔

یہود کی عہد شکنی:

جب یہود نے اس عہد کو توڑ دیا جو حق تعالیٰ سے کیا تھا تو حق تعالیٰ نے ان کی اس عہد شکنی پر اور آیات الہی کے انکار پر اور انبیاء علیہم السلام کے قتل ناحق پر اور ان کے اس کہنے پر کہ ہمارے قلوب غلاف میں ہیں سخت سے سخت عذاب مسلط فرمادیئے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے قلوب پر غلاف وغیرہ کچھ نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے ان کی نافرمانیوں کی پاداش میں ان کے قلوب کو سر بند کر دیا ہے جس کی وجہ سے ان میں سے معدودے چند کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا۔

قتل عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہود کا اشتباہ:

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ، ان آیات میں واضح کیا گیا ہے کہ نہ تو ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور نہ سولی دی بلکہ صورت یہ ہوئی کہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ ہو گیا، وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ كَيْ تَفْسِرَ فِي ضَلَالٍ رَحِمَ اللَّهُ تَعَالَى نے فرمایا کہ قصہ یوں پیش آیا کہ جب یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو آپ کے حواری ایک جگہ جمع ہو گئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان کے پاس تشریف لے آئے، ابلیس نے ان یہود کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے تھے آپ کے چھپنے کے مقام کی نشاندہی کر دی جس کی وجہ سے چار ہزار افراد نے اس مکان کا محاصرہ کر لیا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام روپوش تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا، کہ تم میں سے کوئی شخص اس کے لئے آمادہ ہے کہ باہر نکلے اور اسے قتل کر دیا جائے اور پھر وہ جنت میں میرے ساتھ ہو، ان میں ایک شخص نے خود کو اس کام کے لئے پیش کر دیا وہ باہر نکلا تو یہود نے اس کو عیسیٰ مسیح سمجھ کر قتل کر دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیا گیا۔ (قرطبی ملخصاً)

اشتباہ کی دیگر روایات:

کہا گیا ہے کہ قاتلین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہچانتے نہیں تھے قاتلین نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جس کے بارے میں ان کو شک تھا، یہی وجہ تھی کہ مقتول کے بارے میں آپس میں اختلاف ہو گیا بعض نے کہا مقتول عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں اور

جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف جاتے ہوئے دیکھا انہوں نے کہا ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا، قرآن کریم نے ان کے اسی شک و تذبذب کو ان (مذکورہ بالا) الفاظ میں بیان کیا ہے۔

فرقہ نسطوریہ اور ملکانیہ کا اختلاف:

نصاری کے فرقہ نسطوریہ کا کہنا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی ناسوت ہونے کی جہت سے مصلوب ہوئے نہ کہ لاہوت کی جہت سے، اور ملکانیہ نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قتل ناسوت اور لاہوت دونوں حیثیتوں سے ہوا غرضیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے بارے میں نصاریٰ کے درمیان شدید اختلاف ہے جس کی فہرست طویل ہے، لہذا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اِنَّ الَّذِیْنَ اَخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَکٍ مِنْہُ“۔ (فتح القدیر شوکانی)

بعض روایات میں ہے کہ یہودیوں نے ایک طیلا نوس نامی شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لئے بھیجا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو مکان میں نہ ملے اسلئے کہ ان کو تو اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا تھا، مگر اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی ہم شکل بنا دیا تھا جب یہ شخص گھر سے نکلا تو یہودیہ سمجھے کہ یہی عیسیٰ علیہ السلام ہے اور اسی اپنے آدمی کو لجا کر قتل کر دیا۔ (مظہری، معارف)

مذکورہ صورتوں میں سے جو بھی صورت پیش آئی ہو سب کی گنجائش ہے قرآن کریم نے کسی خاص صورت کا تعین نہیں کیا اسلئے حقیقت حال کا صحیح علم تو اللہ ہی کو ہے البتہ قرآن کریم کے اس جملہ اور تفسیری روایات سے یہ بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ یہودی و نصاریٰ کو زبردست مغالطہ ہو گیا تھا اور حقیقی واقعہ ان سے پوشیدہ رہا جس کی وجہ سے ان کے اندر اختلافات پیدا ہو گئے اسی حقیقت کی طرف قرآن مجید نے ان الفاظ ”وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اَخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَکٍ مِنْہُ مَا لَہُمْ بِہِ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اَتْبَاعُ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا“ سے اشارہ کیا ہے۔

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں کو تنبیہ ہوا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تو اپنے ہی آدمی کو قتل کر دیا ہے اسلئے کہ مقتول چہرے میں تو مسیح کے مشابہہ ہے لیکن باقی جسم میں ان کی طرح نہیں ہے، اگر یہ مقتول مسیح ہے تو ہمارا آدمی کہاں گیا اور اگر یہ ہمارا آدمی ہے تو مسیح کہاں ہے؟

رفع عیسیٰ علیہ السلام اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کی روایات متواتر ہیں:

ان روایات متواترہ کو حجۃ الاسلام علامہ انور شاہ صاحب کشمیری نے ایک رسالہ میں جمع فرمایا ہے جن کی تعداد سو سے زیادہ ہے اس کا نام التصریح بماتواتر نزول و مسیح ہے، شام کے ایک بڑے عالم علامہ عبدالفتاح ابو غندہ نے اس کو مزید شرح و حواشی کے ساتھ بیروت سے شائع کرایا ہے۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ قطعی اور اجماعی ہے جس کا منکر کافر ہے:

سورہ آل عمران میں اس کی پوری تفصیل گزر چکی ہے وہاں دیکھ لیا جائے، ان شبہات کا جواب بھی مذکور ہے جو اس زمانہ کے بعض ملحدین کی طرف سے اس عقیدہ کو مشکوک بنانے کے لئے کئے گئے ہیں۔

فبظلم من الذین ہادوا حرمنا، جملہ معترضہ ختم ہونے کے بعد یہاں سے پھر وہی سلسلہ کلام شروع ہوتا ہے جو اوپر سے چلا آ رہا تھا، یعنی صرف اسی پر اکتفاء نہیں کرتے کہ خود اللہ کے راستہ سے منحرف ہیں بلکہ اس قدر بے باک مجرم بن گئے ہیں کہ دنیا میں خدا کے بندوں کو گمراہ کرنے کے لئے جو تحریک بھی اٹھتی ہے اکثر اس کے پیچھے یہودی دماغ اور یہودی سرمایہ ہی کار فرما ہوتا ہے، اور راہ حق کی دعوت کیلئے جو تحریک بھی شروع ہوتی ہے اس راہ کے سنگ گراں یہودی ہی ہوتے ہیں۔

مفید بحث:

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ان دنوں شام و فلسطین کی غالب آبادی یہودیوں کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی کے ایک فرد تھے، گو کہ یہود کو اندرونی خود مختاری حاصل تھی جس کی رو سے یہود کو اپنے مذہبی فیصلے خود کرنے کا اختیار تھا (جس کو پرسنل لا کی آزادی) بھی کہا جاسکتا ہے مگر سیاسی اور خارجی امور رومی مشرک حکومت کو حاصل تھے جس کی وجہ سے اعلیٰ عہدہ دار، پولیس اور فوج رومیوں پر مشتمل تھی، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا تو یہودیوں نے اپنے مذہبی قانون (پرسنل لا) کی رو سے حضرت مسیح کو بدعتی اور یہودیت سے خارج قرار دیکر سزائے موت کا فتویٰ صادر کر دیا مگر چونکہ یہود کو سزائے موت نافذ کرنے کا اختیار نہیں تھا اسلئے رومی حکومت سے سزا نافذ کرنے کی درخواست کی گئی اور سزا کے نفاذ کو یقینی بنانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ملک کی غداری اور قومی بغاوت کا الزام بھی لگا دیا، تاریخ کا بیان ہے کہ حضرت مسیح کی سزائے موت کا نفاذ اگرچہ رومی حکومت نے کیا لیکن آپ کو سزا دلوانے کے پیچھے تمام تر کوشش یہودی کی کار فرما تھی اس لئے قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی تمام تر ذمہ داری یہود پر ڈالی ہے رومی عدالت کا حاکم پیلاطیس (PILATUS) آپ کو سزا دینا ہرگز نہ چاہتا تھا بلکہ اس سے برابر بچنے کی کوشش کر رہا تھا، مگر یہود کہ جنہوں نے جھوٹا استغاثہ گھڑا، جھوٹی شہادتیں فراہم کیں اور سزا نافذ نہ کرنے کی صورت میں بلوہ و فساد کی دھمکی دے دے کر عدالت کو سزائے موت سنانے پر مجبور کر دیا۔

انجیل متی کا ایک مختصر سا بیان ملاحظہ ہو:

جب پیلاطیس نے دیکھا کہ کچھ نہیں بن پڑتا، بلکہ الٹا بلوہ ہوا جاتا ہے تو پانی لے کر لوگوں کے رو برو اپنے ہاتھ دھوئے اور کہا کہ میں راست باز کے خون سے بری ہوں، تم جانو، سب لوگوں نے کہا اس کا خون ہماری اور ہماری اولاد کی گردن پر، اس پر اس نے رہا تو ان کی خاطر چھوڑ دیا اور یسوع کو کوڑے لگوا کر حوالہ کر دیا کہ صلیب دی جائے۔ (متی ۲۷: ۲۴-۲۶) (ماجدی)

تَجَاوَزُوا الْحَدَّ فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْقَوْلَ الْحَقَّ مِنْ تَنْزِيلِهِ عَنِ الشِّرْكِ وَالْوَلَدِ
 إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْفَهُمَا أَوْ صَلَّاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ أَصْنَفَ
 إِلَهِهِ تَعَالَى تَشْرِيفًا لَهُ وَلَيْسَ كَمَا زَعَمْتُمْ ابْنُ اللَّهِ أَوْ إِلَهِا مَعَهُ أَوْ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ لِأَنَّ ذَا الرُّوحِ مُرَكَّبٌ
 وَالْإِلَهُ مُنَزَّهٌ عَنِ التَّرْكِيبِ وَعَنْ نِسْبَةِ الْمُرَكَّبِ إِلَيْهِ فَأَمَّا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ فَلَا تَقُولُوا أَلِلَهَةُ ثَلَاثَةٌ اللَّهُ
 وَعِيسَى وَأُمُّهُ إِنْتَهُمَا عَنْ ذَلِكَ وَاتَّقُوا خَيْرَ أَلَكُمُ مِنْهُ وَهُوَ التَّوْحِيدُ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهُ وَاحِدٌ مُسَبِّحُهُ
 تَنْزِيلُهَا لَهُ عَنْ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ خَلَقًا وَمَلَكًا وَالْمَلَكِيَّةُ ثَنَاءٌ فِي الْبُيُوتِ
 وَكَلَّمَ بِاللَّهِ وَكَيْلًا ۝ شَهِيدًا عَلَى ذَلِكَ.

وَقَالَ لَمْ يَكُنْ

ترجمہ: اے (محمد) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح علیہ السلام اور اس کے بعد کے
 نبیوں کی طرف بھیجی تھی اور جس طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف بھیجی ان کے دونوں بیٹوں اسماعیل علیہ السلام اور
 اسحاق علیہ السلام کی طرف (بھی) وحی بھیجی اور یعقوب علیہ السلام بن اسحاق اور اولاد یعقوب علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام
 اور ایوب علیہ السلام اور یونس علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اور سلیمان علیہ السلام کے والد داؤد
 علیہ السلام کو زبور عطا کی (زبور فتح کے ساتھ) عطا کی ہوئی کتاب کا نام ہے۔ اور (زبور) ضمہ کے ساتھ مصدر ہے مکتوب کے
 معنی میں، یعنی مزبور بمعنی مکتوب ہے، اور ہم نے ان رسولوں کی طرف بھی وحی بھیجی ہے جن کا ذکر ہم تم سے کر چکے ہیں اور ان
 کی طرف بھی جن کا ذکر تم سے نہیں کیا، روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار نبی مبعوث فرمائے، چار ہزار انبیاء بنی
 اسرائیل میں سے اور (بقیہ) چار ہزار دیگر اقوام میں سے، شیخ (جلال الدین محلی) نے سورہ غافر میں یہی تعداد بیان کی ہے اور
 اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے ایک خاص طریقہ سے بلا واسطہ کلام فرمایا اور تمام رسولوں کو، رُسُلًا، ماقبل کے رُسُلًا سے بدل
 ہے، ایمان لانے والوں کو خوشخبری سنانے والا کفر کرنے والوں کو عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا، رسولوں کو ہم نے مبعوث
 کیا تاکہ لوگوں کو ان کی طرف رسول بھیجنے کے بعد خدا کے روبرو عذر بیان کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے کہ وہ یہ کہہ سکیں کہ
 اے ہمارے پروردگار تو نے ہمارے پاس رسول کیوں نہیں بھیجا؟ تاکہ ہم بھی تیری آیات کی اتباع کرتے اور ہم مومنین میں
 سے ہوتے، تو ہم نے ان کے عذر کو ختم کرنے کے لئے ان کی طرف رسولوں کو مبعوث کیا، اور اللہ تعالیٰ اپنے ملک میں غالب
 اپنی صنعت میں باحکمت ہے، اور جب آپ کی نبوت کے بارے میں یہود سے سوال کیا گیا اور یہود نے آپ کی نبوت کا انکار
 کر دیا تو (آئندہ) آیت نازل ہوئی، (اگر یہ لوگ شہادت نہیں دیتے نہ دیں) اللہ تو اس معجز قرآن کے ذریعہ آپ کی نبوت کی
 شہادت دیتا ہے جو آپ پر نازل کیا گیا ہے اور نازل بھی اپنے کمال علمی کے ذریعہ کیا ہے یعنی جو کچھ نازل کیا ہے اس کا جاننے
 والا ہے، یا اس میں اس کا علم (یعنی معلومات) ہیں اور فرشتہ بھی آپ کی نبوت کی شہادت دیتے ہیں اور اس نبوت پر اللہ کی

شہادت کافی ہے جو لوگ اللہ کے منکر ہوئے اور لوگوں کو اللہ کے راستہ (یعنی) دین اسلام سے محمد ﷺ کی صفات کو چھپا کر روکا اور وہ یہود ہیں تو ایسے لوگ یقیناً حق سے گمراہی میں بہت دور نکل گئے بلاشبہ اللہ کے جو لوگ منکر ہوئے اور اس کے نبی پر اس کی صفات چھپا کر ظلم کیا اللہ ان کو کبھی معاف نہ کرے گا اور نہ ان کو جہنم کی راہ کے سوا کوئی راہ دکھائیگا، یعنی وہ راہ جو جہنم تک پہنچانے والی ہو، اس طریقہ پر کہ ان کے لئے اس میں دائمی دخول مقدر ہو چکا ہے جب اس میں داخل ہو جائیں گے، اور اللہ کے لئے یہ آسان ہے اے مکہ کے لوگو!، یہ رسول محمد تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر آیا ہے اس پر ایمان لے آؤ اور اپنے لئے خیر کا ارادہ کرو اس سے جس میں تم (فی الحال) ہو اور اس کا کفر کرتے رہے تو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ ملک اور تخلیق اور مملوک ہونے کے اعتبار سے اسی کا ہے، لہذا تمہارا کفر اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا، اور اللہ تعالیٰ علیم بھی ہے اور ان کی تدبیر کے بارے میں حکیم بھی، اے اہل کتاب (یعنی) انجیل کے ماننے والو اپنے دین کے بارے میں حد سے تجاوز نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو جو کہ وہ شریک اور ولد سے اس کی پاکی ہے مسیح عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اللہ کا ایک رسول اور اس کا فرمان تھا جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح یعنی ذی روح تھا، اور روح کی نسبت اللہ کی طرف تشریفاً ہے، اور ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم نے سمجھ رکھا ہے کہ وہ ابن اللہ یا اس کے ساتھ الہ ہے یا تین میں کا تیسرا ہے، اس لئے کہ ذی روح مرکب ہوتا ہے اور الہ ترکیب سے اور اس کی طرف مرکب کی نسبت کرنے سے پاک ہے، پس تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں (یعنی) اللہ اور عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ، اس تثلیث سے باز آ جاؤ اور اپنے لئے اس سے بہتر کو اختیار کرو اور وہ توحید ہے، معبود تو بس ایک ہی خدا ہے وہ اس سے بالاتر ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو، آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں اسی کی ہیں، مخلوق ہونے کے اعتبار سے اور ملک کے اعتبار سے، اور ملکیت بئوۃ کے منافی ہے اور وہی اس کی نگرانی کے اعتبار سے کافی ہے۔

تحقیق ترکیب تسمیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: کَمَا أَوْ حَيْنَا إِلَى نُوحٍ، کاف مصدر محذوف کی صفت ہے تقدیر عبارت یہ ہے ”إِبْحَاءً مِثْلَ إِبْحَانْنَا“ اور ’ما‘ میں دو احتمال ہیں اگر مصدر یہ ہو تو عائد کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر الذی کے معنی میں ہو تو عائد محذوف ہوگا تقدیر عبارت یہ ہوگی ”كَالذِي أَوْ حَيْنَاهُ إِلَى نُوحٍ“۔

قَوْلُهُ: کَمَا أَوْ حَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ، مفسر علام نے، کما، محذوف مان کر اشارہ کر دیا کہ أَوْ حَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ، کا عطف أَوْ حَيْنَا إِلَى نُوحٍ پر ہے نہ کہ نوح پر و نہ تو تکرار لازم آئے گی۔

قَوْلُهُ: زَبُورٍ بِالْفَتْحِ اسْمُ الْكِتَابِ، فتح کے ساتھ فَعُول بمعنى مفعول ہے جیسا کہ رکوب بمعنى مرکوب اور یہ زَبْرٌ بمعنى کتبۃ سے ماخوذ ہے، زبور داؤد علیہ السلام پر نازل کردہ کتاب کا نام ہے اس میں ایک سو پچاس سورتیں تھیں، اور ضمہ کے

ساتھ مصدر ہے بمعنی مزبور۔

قَوْلًا: وَارْسَلْنَا، اس میں اشارہ ہے کہ رُسلاً کا ناصب اَرْسَلْنَا فعل محذوف ہے۔

قَوْلًا: بِلَا وَاِسْطَیْہ، یہ اس سوال مقدر کا جواب ہے کہ اللہ کا کلام کرنا تو ہر نبی سے ثابت ہے پھر موسیٰ علیہ السلام سے بلا واسطہ۔

قَوْلًا: مُقَدِّرِیْنَ الْخُلُوْدَ، اس اضافہ کا مقصد اس اعتراض کا جواب ہے کہ زمانہ ہدایت اور زمانہ خلود ایک نہیں ہے حالانکہ حال و ذوالحال کے زمانہ کا ایک ہونا ضروری ہے، جواب کا حاصل یہ ہے کہ راہ جہنم کی طرف رہنمائی اس حالت میں ہوگی کہ ان کے لئے خلود فی النار مقدر ہو چکا ہے۔

قَوْلًا: بِہ، مفسر علام نے، بہ، مقدر مان کر اشارہ کر دیا کہ اَمَنُوا کا متعلق بہ، محذوف ہے نہ کہ خیراً اس لئے کہ پورے قرآن میں اَمَنُوا کا متعلق بآء ہی استعمال ہوا ہے۔

قَوْلًا: فَاَمِنُوا خَيْرًا لِّکُمْ، خیراً کے ناصب کے بارے میں علماء نحو کا اختلاف ہے، سیبویہ اور خلیل کا کہنا ہے فعل ناصب اقصود یا اتوا ہے، اور فراء کا کہنا ہے کہ خیراً مصدر محذوف کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، ای اَمِنُوا یکن الایمان خیراً لکم، مذکورہ تین صورتوں میں ثالث سب سے زیادہ رائج ہے پھر اول اور پھر ثانی کا درجہ ہے۔

قَوْلًا: مِمَّا اَنْتُمْ، اس میں اشارہ ہے کہ مِمَّا تفضیلیہ مع مفضل علیہ محذوف ہے لہذا اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں میں سے ایک کے ساتھ ضروری ہے اور یہاں ایک بھی نہیں ہے۔

قَوْلًا: فَلَا یَضُرُّہُ کُفْرُکُمْ، اس میں اشارہ ہے کہ اِنْ تَکْفُرُوا، شرط کی جزاء محذوف ہے اور جو مذکور ہے وہ دال علی الجزاء ہے نہ کہ جزاء اس لئے کہ اِگر فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، کو جزاء مانا جائے تو عدم ترتیب الجزاء علی الشرط کا اعتراض لازم آئے گا۔

قَوْلًا: الْاِنْجِیْلِ یہ ایک سوال کا جواب ہے۔

سُؤَالٌ: اہل کتاب کی تفسیر صرف اہل انجیل سے کیوں کی جبکہ اہل کتاب میں یہود بھی شامل ہیں؟

جَوَابٌ: آگے غلو فی الدین کی جو تفصیل بیان ہوئی ہے وہ شریک حیات اور ولد سے تنزیہ ہے جس کے مصداق صرف نصاریٰ ہی ہیں نہ کہ یہود۔ (ترویج الادواح)

قَوْلًا: الْقَوْلُ، القول کی تقدیر کے اضافہ میں اشارہ ہے کہ الحق موصوف محذوف کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

قَوْلًا: اَوْ صَلَّہَا۔

سُؤَالٌ: اَلْقَاہَا کی تفسیر اَوْ صَلَّہَا سے کس مقصد کے پیش نظر کی ہے؟

جَوَابٌ: چونکہ القی کا صلہ الی نہیں آتا اس لئے اشارہ کر دیا کہ القی، اَوْ صَلَّ کے معنی کو متضمن ہے جسکی وجہ سے، الی،

صلہ لانا صحیح ہے۔

قَوْلُهُ: اِیْ دُوْرُوْحٍ.

یَسْأَلُ: روح کی تفسیر دُوْرُوْح حذف مضاف سے کرنے میں کیا مصلحت ہے؟

جَوَابُ: تاکہ روح کا رسول اللہ پر حمل درست ہو جائے۔

قَوْلُهُ: عَنْ ذَلِكْ وَاَنْتَوَا، اس میں اشارہ ہے کہ انتھو کا مفعول محذوف ہے اور خیراً فعل مقدر آتوا کی وجہ سے منصوب ہے، لہذا یہ اعتراض ختم ہو گیا کہ خیر سے منع کرنا اللہ کی شایان شان نہیں ہے۔

تَفْسِيْرُوتَشْرِیْحٍ

رابط آیات:

سابقہ آیات میں یہود کے کچھ سرداروں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ پر ایمان لانے کی یہ اہتمام شرط رکھی کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک نوشتہ یکجا آسمان سے نازل ہوا تھا اسی طرح کا اگر کوئی نوشتہ آپ پر بھی نازل ہو جائے تو ہم آپ پر ایمان لانے کیلئے تیار ہیں، مگر ان کا یہ سوال ضد اور عناد پر مبنی تھا نہ کہ اخلاص پر رہا یہ سوال کہ اگر ایمان کے لئے نوشتہ کی صورت میں قرآن کا نازل ہونا ضروری ہے تو موسیٰ علیہ السلام پر بیک وقت نوشتہ کی شکل میں توریت نازل ہوئی تھی تو تمہارے آباء و اجداد اس پر ایمان کیوں نہیں لائے تھے؟ بلکہ انہوں نے تو موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑی بات یعنی عیانا اللہ کو دیکھنے کا مطالبہ بھی کیا تھا، ان کی اس گستاخی پر ان کو آسمانی بجلی نے جلا کر خاک کر دیا تھا۔

ان آیات میں اسی اعتراض کا ایک دوسرے طریقہ سے جواب دیا جا رہا ہے کہ تم جو محمد رسول اللہ پر ایمان لانے کے لئے یہ شرط لگاتے ہو کہ آپ آسمان سے ایک لکھی ہوئی کتاب لا کر دکھا دیں تو تم خود ہی بتلاؤ کہ یہ جلیل القدر انبیاء جن کا ذکر ان آیات میں ہے اور ان کا نبی ہونا تم بھی تسلیم کرتے ہو حالانکہ تم ان کے حق میں اس قسم کے مطالبات نہیں کرتے، تو جس دلیل سے تم ان حضرات کو نبی تسلیم کرتے ہو یعنی معجزات کی وجہ سے تو محمد ﷺ کے پاس بھی معجزات ہیں لہذا ان پر بھی ایمان لے آؤ، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا مطالبہ طلب حق کیلئے نہیں بلکہ ضد و عناد پر مبنی ہے۔

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی انسان پر اللہ نے کچھ نازل نہیں کیا اس طرح انہوں نے آپ ﷺ کی رسالت سے بھی انکار کر دیا جس پر آیت اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ الْبَحْ نَازِلٌ ہوئی۔

قرآن میں مذکور تمام انبیاء و رسل کے نام:

جن انبیاء اور رسولوں کے اسماء گرامی اور ان کے واقعات قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں ان کی تعداد چوبیس (۲۴) یا پچیس ہے۔

۱	آدم علیہ السلام	۲	ادریس علیہ السلام	۳	نوح علیہ السلام
۴	ہود علیہ السلام	۵	صالح علیہ السلام	۶	ابراہیم علیہ السلام
۷	لوط علیہ السلام	۸	اسماعیل علیہ السلام	۹	اٰحق علیہ السلام
۱۰	یعقوب علیہ السلام	۱۱	یوسف علیہ السلام	۱۲	ایوب علیہ السلام
۱۳	شعیب علیہ السلام	۱۴	موسیٰ علیہ السلام	۱۵	ہارون علیہ السلام
۱۶	یونس علیہ السلام	۱۷	داؤد علیہ السلام	۱۸	سلیمان علیہ السلام
۱۹	الیاس علیہ السلام	۲۰	مسیح علیہ السلام	۲۱	زکریا علیہ السلام
۲۲	یحییٰ علیہ السلام	۲۳	عیسیٰ علیہ السلام	۲۴	ذوالکفل علیہ السلام

(اکثر مفسرین کے نزدیک) ۲۵ حضرت محمد ﷺ،

تمام انبیاء و رسل کی مجموعی تعداد:

جن انبیاء کے نام اور واقعات قرآن مجید میں بیان نہیں کئے گئے ان کی صحیح تعداد کتنی ہے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے ایک حدیث میں جو کہ بہت مشہور ہے، ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱۲۴۰۰۰) کا ذکر ہے اور ایک دوسری حدیث میں آٹھ ہزار (۸۰۰۰) تعداد بتلائی گئی ہے لیکن یہ روایات ضعیف ہیں، قرآن و حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار و حالات میں انبیاء آتے رہے ہیں بالآخر یہ سلسلہ خاتم النبیین محمد ﷺ پر ختم ہو گیا، آپ ﷺ کے بعد جتنے بھی مدعی نبوت گذرے ہیں یا آئندہ آئیں گے سب کے سب دجال اور کذاب ہیں، اور ان کی جھوٹی نبوت کی تصدیق کرنے والے دائرۃ اسلام سے خارج ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ (الآیۃ) اس آیت میں تمام جہاں کے انسانوں کو خطاب فرماتے ہیں کہ تمہاری نجات اسی میں ہے کہ محمد ﷺ کی نبوت پر ایمان لاؤ۔

یا اهل الكتاب لا تغلوا فی دینکم، یہاں اہل کتاب سے مراد عیسائی ہیں اور غلو کے معنی ہیں کسی کی تائید یا عداوت میں حد سے گزر جانا، یہود کا جرم یہ تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں حد سے تجاوز کر گئے تھے اور عیسائیوں کا جرم یہ

ہے کہ وہ مسیح کی عقیدت و محبت میں حد سے گذر گئے۔

و کلمتہ القہا الی مریم وروح منہ، اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں، مفسرین نے کلمہ کے مختلف معانی بیان کئے ہیں۔

① امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی بچے کی پیدائش میں دو عامل کارفرما ہوتے ہیں، ایک عامل نطفہ ہوتا ہے اور دوسرا اللہ کا کلمہ کن، مذکورہ دونوں عاملوں کے ذریعہ عام طور پر بچہ وجود میں آتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں چونکہ پہلا عامل منقش ہے اسلئے دوسرے عامل کی طرف نسبت کر کے آپ کو کلمہ کہا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مادی اسباب کے واسطہ کے بغیر کلمہ کن سے پیدا ہوئے اور القہا الی مریم، کا مطلب ہے کہ اللہ نے یہ کلمہ مریم علیہا السلام تک پہنچا دیا، جس کے نتیجہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے

② بعض نے کلمہ سے مراد بشارت لی ہے اور بشارت سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ عیسیٰ علیہ السلام کی جو بشارت حضرت مریم کو دی تھی اس میں کلمہ کا استعمال کیا گیا ہے ”اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِكَلِمَةٍ“ (اے مریم) اللہ تجھ کو ایک کلمہ (عیسیٰ علیہ السلام) کی خوشخبری دیتا ہے۔

وروح منہ، اس لفظ میں دو باتیں قابل غور ہیں ایک یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح کہنے کے کیا معنی ہیں؟ اور دوسرے یہ کہ روح کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے اس نسبت کا کیا مطلب ہے؟ بعض حضرات نے کہا ہے کہ مقصد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پاکیزگی کو بیان کرنا ہے مبالغہ کے طور پر اس پر روح کا اطلاق کر دیا گیا ہے چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں نطفہ پدر کو دخل نہیں تھا بلکہ وہ صرف کلمہ کن کے نتیجہ میں پیدا ہوئے تھے اس لئے اپنی نظافت و طہارت میں درجہ کمال پر فائز تھے اسی وجہ سے عرف اور محاورہ کے اعتبار سے ان کو روح کہہ دیا گیا، اور اللہ کی طرف اس کی نسبت تشریفاً کر دی جس طرح مساجد کی تعظیم کیلئے ان کو بیت اللہ، کعبۃ اللہ، مساجد اللہ کہا جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں کا غلو:

جس طرح سنگ دل یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر ماننا تو کجا ایک اچھے کردار کا انسان بھی ماننے کے لئے تیار نہ تھے، نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام، پر بلکہ ان کی والدہ ماجدہ مریم پر معاذ اللہ حرف گیری کرتے تھے۔

ادھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں نے یہ ستم کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انسانی حیثیت بالکل ختم کر دی اور ان کو معاذ اللہ خدا یا خدا کا بیٹا یا کم از کم خدا کا ایک حصہ سمجھنے لگے، ظاہر ہے کہ یہ عقیدے نہ عقل میں آسکتے ہیں اور نہ یکجا جمع ہو سکتے ہیں۔

فَاٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ، اللہ، عیسیٰ علیہ السلام و امہ، اب تم سب اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لے آؤ اور نہ کہو کہ تین (ہستیاں) ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو صاحب اولاد بنانے کا مطلب:

تم نے کبھی یہ سوچا کہ اللہ کو صاحب اولاد بنانے کا دوسرا مطلب کیا ہے؟ اس ذات پاک کے بارے میں اس سے بڑھ کر اور کوئی گستاخی نہیں ہو سکتی، اگر کسی انسان کو آپ یہ کہیں کہ قطب مینار آپ کا بیٹا ہے تو وہ انسان آپ کی عقل کے بارے میں کیا فیصلہ کرے گا؟ یا آپ کسی شخص کے بارے میں بڑے شہدود سے یہ اعلان کرنے لگیں کہ ان کے یہاں خرگوش پیدا ہوا ہے تو وہ شخص آپ کے بارے میں کیا رائے قائم کرے گا؟ ظاہر ہے کہ دہلی کا قطب مینار ایک تاریخی یادگار تو ہو سکتا ہے ہر کوئی شخص اس کا معمار اور بانی ہونا پسند کر سکتا ہے مگر باپ بننا کوئی گوارہ نہیں کرے گا، ایسا کیوں؟ اسلئے کہ قطب مینار پتھر ہے اور انسان انسان ہے انسان سے انسان پیدا ہوتا ہے نہ کہ پتھر، اسی طرح خرگوش پالنا بعض لوگوں کو پسند آ سکتا ہے لیکن یہ کسی کو پسند نہ آئے گا کہ اس کے یہاں خرگوش پیدا ہو، پھر حضرت حق تعالیٰ شانہ کے بارے میں انسان اس قدر کیوں اندھا ہو گیا کہ ایک طرف انسان نے خدا کو خدا مان کر لافانی اور لاثانی مان لیا ہے اور دوسری طرف انسان اور فرشتوں کو اسی کی اولاد اور بیوی قرار دیدیا حالانکہ انسان ہو یا فرشتہ اس کا فنا ہونا یقینی ہے، سچ یہ ہے کہ اس سے بڑی گستاخی اور بے ادبی کا تصور نہیں ہو سکتا۔

لطیفہ: علامہ آلوسی نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ہارون رشید کے دربار میں ایک نصرانی طبیب نے حضرت علی بن حسین واقدی سے مناظرہ کیا اور کہا کہ تمہاری کتاب میں ایسا لفظ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا جز ہیں اور دلیل میں یہ آیت پڑھ دی جس میں وروح منہ کے الفاظ ہیں، علامہ واقدی نے اس کے جواب میں ایک دوسری آیت پڑھ دی ”وسخر لكم ما فى السموات وما فى الارض جميعاً منہ“ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اسی سے ہے اور منہ کے ذریعہ سب چیزوں کی نسبت اللہ کی طرف کر دی گئی ہے اور فرمایا کہ ”روح منہ“ کا اگر مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا جز ہیں تو اس آیت کا مطلب پھر یہ ہوگا کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے وہ بھی اللہ کا جز ہے! یہ جواب سکر نصرانی طبیب لا جواب ہو گیا اور مسلمان ہو گیا۔

لَنْ يَسْتَكْبِرَ يَتَكَبَّرَ الْمَسِيحُ الَّذِي زَعَمْتُمْ أَنَّهُ إِلَهٌ عَنْ أَنْ يَكُونَ عَبْدَ اللَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ عِنْدَ اللَّهِ لَا يَسْتَكْبِرُونَ أَنْ يَكُونُوا عِبِيدًا وَهَذَا مِنْ أَحْسَنِ الْأَسْطُرَادِ ذِكْرٌ لِلدِّعْوَى عَلَى مَنْ زَعَمَ أَنَّهَا إِلَهَةٌ أَوْ بَنَاتُ اللَّهِ كَمَا رَدَّ بِمَا قَبْلَهُ عَلَى النَّصَارَى الرَّاعِمِينَ ذَلِكَ، الْمَقْصُودُ خُطَابُهُمْ وَمَنْ يَسْتَكْبِرُ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرُ فَسَيَحْشُرُهُمُ إِلَهِ جَمِيعًا ۝ فَاأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ ثَوَابٌ أَعْمَالِهِمْ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْ عِبَادَتِهِ فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا سُولًا هُوَ عَذَابُ النَّارِ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَى غَيْرِهِ وَلِيًّا يَدْفَعُهُ عَنْهُمْ وَلَا نَصِيرًا ۝ يَأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ حُجَّةٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَلَيْكُمْ وَهُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا ۖ بَيْنَا وَهُوَ الْقُرْآنُ ۖ فَاَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ طَرِيقًا مُسْتَقِيمًا ۝ هُوَ دِينُ الْإِسْلَامِ يَسْتَفْتُونَكَ فِي الْكَلَلَةِ قُلِ اللهُ يُعْطِيكُمْ فِي الْكَلَلَةِ إِنْ أَمَرُوا مَرْفُوعٌ بِفِعْلِ يُفْسِرُهُ هَلَاكَ مَاتَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ أَيْ وَلَا وَالِدٌ هُوَ الْكَلَلَةُ وَلَهُ أُخْتُ مِنْ أَبَوَيْنِ أَوْ أَبٍ فَلَهَا نِصْفٌ مِمَّا تَرَكَ وَهُوَ أَيْ الْآخُ كَذَلِكَ يَرِثُهَا جَمِيعٌ مِمَّا تَرَكَتْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهَا وَلَدٌ ذَكَرٌ فَلَا شَيْءَ لَهُ أَوْ أَنْثَى فَلَهُ مَا فَضَّلَ عَنْ نَصِيبِهَا وَلَوْ كَانَتْ الْأُخْتُ أَوْ الْآخُ مِنْ أُمِّ فَرَضُهُ السُّدُسُ كَمَا تَقَدَّمَ أَوَّلَ السُّورَةِ فَإِنْ كَانَتْ أَيْ الْأَخْتَانِ اثْنَتَيْنِ أَيْ فَصَاعِدًا لِأَنَّهَا نَزَلَتْ فِي جَابِرٍ وَقَدَمَاتٍ عَنْ أَخَوَاتٍ فَلَهُمَا الثَّلَاثُ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوا أَيْ الْوَرَثَةُ لِأَخَوَاتٍ رَجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِنْهُمْ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ ۝ يَبِينُ اللهُ لَكُمْ شَرَائِعَ دِينِكُمْ لِي أَنْ تَضِلُّوا وَاللهُ يُحْكِلُ شَيْءٌ عَلِيمٌ ۝ وَمِنْهُ الْبَيْرُاثُ رَوَى الشَّيْخَانِ عَنِ الْبَرَاءِ أَنَّهَا الْخِرَافَةُ نَزَلَتْ مِنَ الْفَرَائِضِ .

ترجمہ: حضرت مسیح علیہ السلام سے تم جن کی الوہیت کا عقیدہ رکھتے ہو اللہ کا بندہ ہونے سے عار و انکار ہرگز ممکن نہیں اور نہ اللہ کے مقرب فرشتوں کو بندہ ہونے سے عار و انکار ہو سکتا ہے، اور یہ بہترین (طریقہ) استطراد ہے (یعنی طریقہ تردید ہے) یہ ان لوگوں پر رد کرنے کیلئے ذکر کیا گیا ہے جو فرشتوں کی الوہیت یا اللہ کی بیٹیاں ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، جیسا کہ ماقبل (کے جملہ سے) مذکورہ عقیدہ رکھنے والے (نصاری) پر رد کیا ہے، (یہاں) مقصود خطاب نصاریٰ ہی ہیں، اور جو بھی اس کی عبادت سے ننگ و عار (سرتابی و انکار) کرے گا تو اللہ آخرت میں ان سب کو گھیر کر اپنے حضور حاضر کرے گا، سو جن لوگوں نے ایمان لا کر نیک اعمال کئے ہوں گے تو ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا ثواب عطا کرے گا اور ان کو اپنے فضل سے (ان کے استحقاق سے) زیادہ اجر عطا کرے گا (ایسا اجر) کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال آیا ہوگا، اور جن لوگوں نے اس کی بندگی سے سرتابی کی اور اس کو عار سمجھا تو ان کو اللہ دردناک سزا دے گا اور وہ دوزخ کی سزا ہے اور وہ لوگ اللہ کے سوا کسی کو حمایتی نہ پائیں گے کہ ان کا دفاع کر سکے اور نہ مددگار کہ (اللہ کے) مقابلہ میں ان کی مدد کر سکے، لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حجت آچکی ہے اور وہ نبی (محمد ﷺ) ہیں اور ہم نے تمہاری طرف ایک واضح روشنی نازل کی ہے اور وہ قرآن ہے، سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس کو مضبوطی سے تھام لیا تو وہ اس کو اپنی خصوصی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا، اور وہ ان کی راہ راست کی طرف رہنمائی کرے گا کہ وہ دین اسلام ہے، (لوگ) کلامہ کے بارے میں آپ سے فتویٰ معلوم کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ خود تم کو کلامہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے، اگر کوئی شخص لا ولد فوت ہو جائے، نہ اس کا والد ہو اور نہ ولد ایسا شخص ہی کلامہ ہے، افسر اس فعل محذوف کی وجہ سے مرفوع ہے جس کی تفسیر (فعل) هَلَكَ کر رہا ہے اور اس کی ایک بہن ہو حقیقی یا علاتی، تو اس کو ترکہ کا نصف ملے گا، اور اگر بہن لا ولد مر جائے اور بھائی حقیقی ہو یا علاتی، بہن کے تمام متروکہ مال کا وارث ہوگا اگر بہن لا ولد ہو، اور اگر بہن کے لڑکا ہو تو بھائی کو کچھ نہ ملے گا اور

اگر لڑکی ہو تو بھائی لڑکی کے حصہ سے بچے ہوئے کا مستحق ہوگا، اور اگر بھائی بہنِ اخیانی (ماں شریک) ہوں تو ان کا حصہ چھٹا ہے جیسا کہ ابتداء سورت میں گذر چکا ہے اور اگر (میت) کے دو یا دو سے زیادہ بہنیں ہوں تو ان کو بھائی کے ترکہ میں سے دوثلث ملے گا اس دلیل سے کہ یہ آیت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جو چند بہنیں چھوڑ کر انتقال کر گئے تھے، اور اگر ورثاء کئی بھائی بہن ہوں تو بھائی کو بہن کا دو گنا ملے گا، اللہ تمہارے لئے تمہارے دین کے احکام بیان کرتا ہے، تاکہ تم بھگتے نہ پھرو اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور ان ہی میں سے میراث ہے، شیخین نے براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرائض کے بارے میں نازل ہونے والی یہ آخری آیت ہے۔

تَحْقِیْقُ تَرْکِیْبِ تَسْبِیْلِ تَفْسِیْرِیْ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: وَيَسْتَنْكِفُ، مضارع واحد مذکر غائب مصدر استنکف، وہ عارِ بھگتا ہے اور وہ تکبر و سرتابی کرتا ہے، اس کا مادہ نکف ہے، (س ن) نکفأ، ونکفأ، بے جا تکبر کرنا۔
قَوْلُهُ: الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ، اس کا عطف المسیح پر ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الملائكة المقربون، ترکیب توصیفی مبتداء ہو اور لا یستنکفون اس کی خبر محذوف ہے۔
قَوْلُهُ: هَذَا مِنْ أَحْسَنِ الْإِسْطِرَادِ، یعنی ولا الملائكة المقربون میں استطراد احسن ہے۔

استطراد مطلق کی تعریف:

ذکر الشیء فی غیر محله لمناسبة، کسی شئی کو غیر محل میں کسی مناسبت کی وجہ سے ذکر کرنا استطراد ہے۔

استطراد کی دوسری تعریف:

مقصود کلام کو اس طرح ذکر کرنا کہ غیر مقصود کو مستلزم ہو جائے۔
استطراد احسن: ایک معنی سے دوسرے معنی کی طرف اس طرح انتقال کرنا کہ اول معنی کو ثانی معنی کے لئے ذریعہ نہ بنایا جائے۔

استطراد احسن: ثانی معنی کے لئے جو کہ مقصود ہوں اول معنی کو ذریعہ بنایا جائے، مفسر علام نے هذا من احسن الاستطراد کہہ کر اشارہ کر دیا کہ مذکورہ آیت میں استطراد احسن ہے۔

قَوْلُهُ: إِلَهِهُ إِلَى اللَّهِ أَوَانْقِرَآنَ.

قَوْلُهُ: الزَّاعِمِينَ ذَلِكَ، یہ النصاری کی صفت ہے اور ذلك کا اشارہ نصاریٰ کے عقیدۃ الوہیت و ابنیت، اور تثلیث میں سے ہر ایک کی طرف ہے۔

قَوْلُهُ: صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا، یہ یہدیہم، کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحِ

شان نزول:

نصاری نجران کے ایک وفد نے آپ ﷺ سے ملاقات کر کے شکایت کی کہ آپ ہمارے صاحب کی برائی کیوں بیان کرتے ہیں؟ کہا آپ نے فرمایا تمہارے صاحب کون ہیں؟ کہا عیسیٰ علیہ السلام، آپ نے فرمایا میں ان کے بارے میں کیا کہتا ہوں؟ آپ ان کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہتے ہیں، تو آپ نے فرمایا اللہ کا بندہ ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے کوئی عار کی بات نہیں ہے، تو مذکورہ آیت نازل ہوئی (خازن۔ روح المعانی) یعنی مسیح کو اللہ کا بندہ ہونے میں کوئی ننگ و عار نہیں، اور نہ ہی اللہ کے مقرب فرشتوں کو عار ہے اللہ کا بندہ ہونا تو انتہائی شرافت کی بات ہے، ذلت و غیرت تو اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت و بندگی کرنے میں ہے، جیسے نصاریٰ نے حضرت مسیح کو ابن اللہ اور معبود بنالیا اور مشرکین نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیکر ان کی بندگی شروع کر دی۔

انبیاء افضل ہیں یا ملائکہ؟

بعض مفسرین نے اس آیت کے تحت انبیاء و ملائکہ کے درمیان تفاضل کی بحث چھیڑ دی ہے اور ایک فریق افضلیت ملائکہ کا قائل ہو گیا ہے، اور دوسرے فریق نے افضلیت انبیاء کے حق میں فیصلہ دیا ہے۔

بحیثیت مجموعی معتزلہ اور بعض اشاعرہ فریق اول کے ساتھ ہیں، اور جمہور اشاعرہ فریق دوم کے ساتھ لیکن انصاف کی عدالت کا فیصلہ یہ ہے کہ آیت زیر بحث کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، اور نہ اس مسئلہ میں بحث و مناظرہ سے کچھ حاصل، اسلئے کہ اس مسئلہ میں قرآن و حدیث دونوں خاموش ہیں۔

قَائِلُكَ: اسْتَدَلَّ بِهَذِهِ الْآيَةِ الْقَائِلُونَ بِتَفْضِيلِ الْمَلَائِكَةِ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ، وَهَمَّ أَبُو بَكْرٍ الْبَاقِلَانِيُّ وَالْحَلِيمِيُّ مِنْ أَيْمَةِ الْأَشْعَرِيَّةِ وَجَمْهُورِ الْمُعْتَزَلَةِ، وَفَرَّرَ زَمَخْشَرِيُّ وَجَهَ الدَّلَالَةَ بِمَا لَا يَسْمَنُ وَلَا يَغْنَى مِنْ جُوعٍ، وَأَطَالَ الْبَيْضَاوِيُّ وَابْنُ الْمُنِيرِ فِي الرَّدِّ عَلَيْهِ وَالْمَصْنَفُ يَرَى أَنَّ التَّفَاضُلَ فِي هَذَا الْبَابِ مِنْ قَبِيلِ الرَّجْمِ بِالْغَيْبِ.

افضلیت ملائکہ کے بارے میں معتزلہ کا عقیدہ:

معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ ملائکہ انبیاء کرام سے افضل ہیں، صاحب کشاف نے مذکورہ آیت سے افضلیت ملائکہ پر استدلال کیا ہے۔

تمہید: معتزلہ کا دعویٰ ہے کہ آیت مذکورہ کا مقصد عیسیٰ علیہ السلام کے مقام عبدیت کی نفی اور ابنیت کا اثبات ہے اور ابن چونکہ اب کا جزء ہوتا ہے لہذا ابنیت کا ثبوت جزئیت کا ثبوت ہے۔

طریق استدلال:

لن یستنکف المسیح ان یشکک الملائکة المقربون، میں لن یستنکف المسیح معطوف علیہ اور ولا الملائکة معطوف ہے، ترقی من الادنی الی الاعلیٰ کے قاعدہ سے معطوف، معطوف علیہ سے اعلیٰ وافضل ہوتا ہے، تا کہ معطوف معطوف علیہ کے لئے بمنزلہ دلیل کے ہو، مذکورہ آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کا عبدیت سے عدم استنکاف (عار محسوس نہ کرنا) معطوف علیہ ہے اور ملائکہ کا عدم استنکاف معطوف ہے اور بقول معتزلہ معطوف معطوف علیہ سے افضل ہوتا ہے، مذکورہ قاعدہ کی روشنی میں معتزلہ کے نزدیک آیت کا مطلب ہوگا، مسیح علیہ السلام اللہ کی عبدیت سے ننگ و عار محسوس نہیں کرتے، اسلئے کہ فرشتے افضل ہونے کے باوجود عبدیت سے عار محسوس نہیں کرتے، گویا کہ فرشتوں کا عدم استنکاف مسیح علیہ السلام کے عدم استنکاف کی دلیل ہے اسی وجہ سے لا یستنکف فلان عن خدمتی ولا اباه بولا جاتا ہے، اس مثال میں ترقی من الادنی الی الاعلیٰ ہے، اسلئے کہ اب ابن سے اعلیٰ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بیان فضیلت کے موقع پر لا یستنکف فلان عن خدمتی ولا غلامۃ، نہیں بولا جاتا، اسی طرح کہا جاتا ہے ”لن یستنکف من هذا الامر الوزیر ولا السلطان نہ کہ اس کا برعکس، لہذا آیت کے معنی قاعدہ مذکورہ کے مقتضی کے مطابق ہوں گے، لا یستنکف المسیح ولا من فوقہ۔

معتزلہ کے استدلال کا جواب:

آیت مذکورہ کا مقصد اصلی نصاریٰ کے عقیدہ ابنیت کو رد کرنا ہے لیکن ضمناً طرداً للباب افادہ تام کے لئے ادنیٰ مناسبت سے ملائکہ کے بارے میں مشرکوں کے عقیدہ بتگلی کی بھی تردید کردی حالانکہ یہ مشرکین کے مذکورہ عقیدہ کی تردید کا محل نہیں ہے اسلئے کہ ماسبق سے روئے سخن اہل کتاب خصوصاً نصاریٰ کی طرف ہے، مشرکین کے عقیدہ کی تردید کا موقع محل تو سورہ زخرف آیت ۱۵: وَجَعَلُوا آلَهُ مِنْ عِبَادِهِ جِزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُورٌ مَّبِیْنٌ ہے معلوم ہوا کہ زیر بحث آیت میں فرشتوں کے استنکاف کا ذکر تو طرداً للباب افادہ تام کے لئے ضمناً و تبعاً التزام مالا یلتزم کے طور پر آگیا ہے، ورنہ مقصود اصلی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے استنکاف کو بیان کرنا ہے، گویا کہ مذکورہ عقیدہ رکھنے والوں سے کہا جا رہا ہے کہ جو تم عقیدہ رکھتے ہو بات ایسی نہیں ہے اسلئے کہ جو بیٹا یا بیٹی (یعنی اولاد) ہوتا ہے وہ اب کا عبد (غلام) ہونے میں ننگ و عار محسوس کرتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ ہونے میں کوئی عار نہیں ہے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن اللہ

ہوتے تو عبد اللہ ہونے میں عار محسوس کرتے اور یہی صورت حال فرشتوں کی ہے، لہذا معلوم ہو گیا کہ بطور معطوف فرشتوں کا بعد میں ذکر کرنا فرشتوں کی افضلیت پر دلالت نہیں کرتا۔

اللہ کا بندہ ہونا اعلیٰ درجہ کی شرافت اور عزت ہے:

لن يستنكف المسيح، یعنی مسیح کو اللہ کا بندہ ہونے میں کوئی عار نہیں اور نہ ہی اللہ کے مقرب فرشتوں کو عار ہے، اسلئے کہ اللہ کا بندہ ہونا اور اس کی بندگی کرنا تو اعلیٰ درجہ کی شرافت ہے حضرت مسیح علیہ السلام اور ملائکہ مقربین سے اس نعمت کی قدر و قیمت پوچھے، ان کو اس سے کیسے ننگ و عار ہو سکتی ہے، البتہ ذلت و غیرت تو غیر اللہ کی بندگی کرنے میں ہے، جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ اور معبود بنا لیا اور مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مان کر ان کے بت بنا کر ان کی بندگی کرنے لگے تو ایسے لوگوں کیلئے دائمی عذاب و ذلت ہے۔

اے لوگو تمہارے پاس نبی ﷺ کی شکل میں ایک دلیل محکم آچکی ہے، اور ہم تمہاری طرف قرآن کی شکل میں ایک نور مبین نازل کر چکے ہیں، سبحان اللہ آنحضرت ﷺ کی جانب دلیل محکم کہہ کر اور قرآن کی جانب نور مبین کہہ کر کیا روح پرور اشارہ فرمایا، اب جن کا سر ان دونوں کی تعلیمات پر جھکا ان کو بشارت دی جا رہی ہے کہ آخرت میں بھی ان کو نہال کر دیں گے اور دنیا میں بھی خدا پرست زندگی آسان کر دیں گے۔

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يَفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ، اس آیت میں کلالہ کی میراث کا حکم بیان فرمایا گیا ہے، چونکہ کلالہ کے لئے اردو زبان میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے کہ جس سے اس کا پورا مفہوم سمجھ میں آسکے، اسلئے اولاً کلالہ کا مصداق سمجھنا ضروری ہے کہ کلالہ کوئی میت اور کونسا وارث ہے؟

۱ کلالہ ایسی میت کو کہتے ہیں کہ جس کے ورثاء میں بیٹا پوتا اور باپ دادا نہ ہوں، ان کے علاوہ کوئی اور وارث ہو، یہی قول حضرت علی بن ابی طالب اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔

۲ جو شخص ایسی میت کا وارث قرار پائے وہ بھی کلالہ کہلاتا ہے، یہ سعید بن جبیر کا قول ہے۔

۳ وارث اور میت کی نسبت بھی نسبت کلالہ کہلاتی ہے۔

۴ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کلالہ کی وضاحت پوچھی گئی تو ارشاد فرمایا کہ میں اس لفظ کے بارے میں اپنی سمجھ کے مطابق ایک بات کہتا ہوں اگر درست ہو تو اللہ کا فضل سمجھئے اور اگر غلط ہو تو میری غلطی سمجھنا، غالباً اس سے مقصود باپ اور بیٹے کے علاوہ دوسرے رشتہ دار ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا تو غالباً کسی سائل کے جواب میں فرمایا کہ اس بات سے خدا سے ندامت آتی ہے کہ حضرت ابو بکر نے کوئی بات کہی ہو اور میں اس کی تردید کروں۔ (رواہ البیہقی)

۵ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے کلالہ کے بارے میں تفصیل چاہی تو

آپ نے فرمایا کہ جو باپ بیٹے کے علاوہ ہو۔ (آخر جہ ابو الشیخ)

۶ حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے اپنا وارث باپ اور بیٹا نہ چھوڑا ہو تو اس کا وارث (جو بھی ہو) کلالہ کہلائے گا۔ (الخرجه ابو داؤد فی المراسیل)

اگر کوئی شخص وفات پا جائے اس طرح کہ اس کے کوئی اولاد نہ ہو اور اس کی بہن موجود ہو تو بہن کیلئے مرنے والے کی میراث کا آدھا ہے اور اولاد سے بیٹا، بیٹی نیچے تک سب مراد ہیں اور بہن سے مراد لگی بہن ہے۔

اور حقیقی بھائی اپنی حقیقی بہن کا پوری میراث کا حق دار ہوگا بشرطیکہ بہن نے اولاد نہ چھوڑی ہو اور نہ باپ دادا موجود ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ الْمَائِدَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِيَةٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَاسْمُهَا عَشْرُونَ كُتُبًا

سُورَةُ الْمَائِدَةِ مَدَنِيَّةٌ مِائَةٌ وَعِشْرُونَ آيَةً أَوْ اثْنَتَانِ أَوْ ثَلَاثٌ.

سورة مائدہ مدنی ہے، ۱۲۰، یا ۱۲۲ یا ۱۲۳ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوفُوا بِالْعُقُودِ ۚ الْعُهُودُ الْمَوْكُودَةُ الَّتِي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ اللَّهِ أَوِ النَّاسِ أَجَلَتْ لَكُمْ بِهِيْمَةُ الْأَنْعَامِ ۚ الْإِبِلُ وَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ أَكْلًا بَعْدَ الذَّبْحِ ۚ إِلَّا مَا يَتْلُو عَلَيْكُمْ تَحْرِيمُهُ فِي حُرْمَتِ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةَ ۚ الْآيَةُ فَالِاسْتِثْنَاءُ مُقْطَعٌ وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مُتَّصِلًا وَالتَّحْرِيمُ لِمَا عَرَضَ مِنَ الْمَوْتِ وَنَحْوِهِ غَيْرُ مُجَلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حَرُمٌ ۚ أَيْ مُحْرَمُونَ وَنَضَبٌ غَيْرُ عَلَى الْحَالِ مِنْ ضَمِيرٍ لَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ① مِنْ التَّحْلِيلِ وَغَيْرِهِ لَا إِعْتِرَاضَ عَلَيْهِ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْلُوا شَعَائِرَ اللَّهِ جَمْعُ شَعِيرَةٍ أَيْ مَعَالِمٍ دِينِهِ بِالصَّيْدِ فِي الْأَحْرَامِ ۚ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ بِالْقِتَالِ فِيهِ وَلَا الْهَدْيَ مَا أَهْدَى إِلَى الْحَرَمِ مِنَ النِّعَمِ بِالتَّعَرُّضِ لَهُ ۚ وَلَا الْقَلَائِدَ جَمْعُ قَلَادَةٍ وَهِيَ مَا كَانَ يُثَقَّلُ بِهِ مِنْ شَجَرِ الْحَرَمِ لِيَأْ مَنْ أَيْ فَلَا تَتَعَرَّضُوا لَهَا أَوْ لِأَصْحَابِهَا وَلَا تَحْلُوا أَقْوِينَ قَاصِدِينَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ بَأَن تَقَاتِلُوهُمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا رِزْقًا مِنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا بِالتَّجَارَةِ مِنْهُ بِقَضَائِهِمْ وَهَذَا مَسْنُوخٌ بِآيَةِ بَرَاءَةٍ ۚ وَلَا تَحْلُوا مِنَ الْأَحْرَامِ فَاصْطَادُوا أَمْرًا بِإِباحَةٍ وَلَا تَجْرِمُكُمْ يَكْسِبُ بَيْنَكُمْ شَتَانٌ بَفَتْحِ النُّونِ وَتَكُونُهَا بُغْضٌ قَوْمٍ لِأَجْلِ أَنْ صَدَّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا عَلَيْهِمْ بِالْقَتْلِ وَغَيْرِهِ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ فَعَلِ مَا أَمَرْتُمْ بِهِ وَالتَّقْوَى بِتَرْكِ مَا نَهَيْتُمْ عَنْهُ وَلَا تَعَاوَنُوا فِيهِ حَدَثٌ إِحْدَى الثَّلَاثِينَ فِي الْأَصْلِ ۚ أَلَّا تَتْلُوا الْمَعَاصِيَ وَالْعُدُوانَ التَّعَدَى فِي حُدُودِ اللَّهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ خَافُوا عِقَابَهُ بَأَن تَطِيعُوهُ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ② لِمَنْ خَالَفَهُ.

الذکر الثانی

تجلی

تجلی

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، اے ایمان والو! معاہدوں کو پورا کرو یعنی ان محکم قول و قراروں کو پورا کرو جو تم نے اللہ سے اور انسانوں سے کئے ہیں، تمہارے لئے موسیٰ چوپایوں مثلاً اونٹ، گائے اور بکری (وغیرہ) کو ذبح کر کے کھانا حلال کر دیا گیا ہے، مگر وہ جانور حلال نہیں کئے گئے جن کی حرمت تم کو آئندہ آیت حرمت

علیکم المینة میں بتائی جا رہی ہے یہ استثناء منقطع ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ متصل ہو، اور تحریم موت وغیرہ کے عارض ہونے کی وجہ سے ہے، لیکن حالت احرام میں شکار کو حلال نہ سمجھو یعنی جب تم محرم ہو، اور غیر، کم (کی طرف لوٹنے والی) ضمیر سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، اللہ تعالیٰ حلت (و حرمت) کے جوا حکام چاہتا ہے حکم دیتا ہے، اس پر اعتراض کی گنجائش نہیں۔

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، حرم میں شکار کر کے اللہ کے شعائر کی بے حرمتی نہ کرو شعائر شعیبہ کی جمع ہے یعنی خدائی دین کی نشانی، اور نہ حرمت والے مہینے کی، اس میں قتال کر کے (بے حرمتی کرو) اور نہ ہدی کے جانوروں پر دست درازی کر کے ان کی بے حرمتی کرو، ہدی وہ مویشی جانور جس کو (قربانی کے لئے) حرم لیجا یا جائے۔

اور نہ ان جانوروں پر دست درازی کرو جن کی گردنوں میں (نذر خداوندی کی علامت کے طور پر حرم کے درخت کے پٹے) پڑے ہوں اور قتال کر کے نہ ان لوگوں کی بے حرمتی کرو جو بیت الحرام کے قصد سے جا رہے ہوں کہ اپنے رب کے فضل اور تجارت کے ذریعہ اپنے رب کے رزق کے اور بزم خویش بیت اللہ کے قصد سے اس کی رضامندی کے طالب ہوں، یہ حکم آیت براءت سے منسوخ ہے اور جب تم احرام سے فارغ ہو جاؤ تو شکار کی اجازت ہے (فاصطاوا) میں امر اباحت کے لئے ہے، اور ان لوگوں کی دشمنی کہ جنہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان پر قتل وغیرہ کے ذریعہ زیادتی کرو (مَنَافِئِ) نون کے فتح اور سکون کے ساتھ بمعنی بغض ہے، اور نیکی پر اس کام کو کر کے جس کا تم کو حکم دیا گیا ہے اور تقویٰ پر اس کام کو ترک کر کے جس سے تم کو منع کیا گیا ہے ایک دوسرے کا تعاون کرتے رہو اور گناہ پر اور اللہ کی حدود میں زیادتی (کی باتوں میں) ایک دوسرے کا تعاون مت کرو (تعاونوا) میں اصل میں دو تاؤں میں سے ایک تا محذوف ہے، اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہو بایں صورت کہ اس کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ اپنی مخالفت کرنے والے کو سخت سزا دینے والا ہے۔

تَحْقِیْقُ وَتَرْکِیْبُ تَسْبِیْلِ تَفْسِیْرِی فَوَائِدُ

قَوْلُهُ: الْمَائِدَةُ، دسترخوان، جمع موائد.

قَوْلُهُ: بِالْعُقُودِ، واحد عقد پختہ عہد عقد مصدر ہے بطور اسم استعمال ہوا ہے۔

قَوْلُهُ: بِهَيْمَةٍ، جمع ہِیَام، مویشی چوپائے عرف عرب میں بھانم کا اطلاق درند و پرند کے علاوہ ہر حیوان پر ہوتا ہے بھیمہ، ابھام سے ماخوذ ہے چونکہ چوپایوں کی آواز میں ابھام ہوتا ہے اسی وجہ سے ان کو بھانم کہا جاتا ہے۔

قَوْلُهُ: اَنْعَامٌ، واحد نَعَمٌ بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹ، اَنْعَامٌ میں اونٹ کا شامل ہونا ضروری ہے بغیر اونٹ کی شمولیت کے اَنْعَامٌ نہیں کہا جاتا، عرب کے نزدیک اونٹ چونکہ بہت بڑی نعمت ہے اسلئے اس کو نعم کہا جانے لگا۔

قَوْلُهُ: اَنْكَلًا، اس اضافہ کا مقصد ایک سوال کا جواب ہے۔

يَذِخْرَانِ، حلت و حرمت تو افعال کے اوصاف میں سے ہے یہاں ذات یعنی بھیمہ الاَنْعَامِ کا وصف قرار دیا گیا ہے جو درست نہیں ہے۔

جَوَابُ: اکلاً محذوف مان کر اسی سوال کا جواب دینا مقصود ہے۔

قَوْلًا: تَحْرِيمُهُ، یہ اس سوال کا جواب ہے کہ بھیم، متلو اشیاء میں سے نہیں ہے؟

جَوَابُ: بھیمة متلو نہیں ہے بلکہ متلو تحریم بھیمة ہے۔

قَوْلًا: فَالِاسْتِثْنَاءُ مُنْقَطِعٌ، اسلئے کہ مستثنیٰ منہ جو کہ بھیمة الانعام ہے اور مستثنیٰ جو کہ ما یبتلیٰ علیکم ہے ایک جنس کے نہیں ہیں، مستثنیٰ منہ از قبیل ذوات ہے اور مستثنیٰ از قبیل الفاظ۔

قَوْلًا: يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مُتَّصِلًا، تقدیر مضاف کی صورت میں اِلَّا مَا يُبْتَلَىٰ عَلَیْكُمْ، احلت لکم بھیمة الانعام سے مستثنیٰ متصل ہوگا تقدیر عبارت یہ ہوگی اِیَّ اِلَّا محرم ما یبتلیٰ علیکم، اور محرم سے مراد میتہ ہے۔

قَوْلًا: لِمَا عَرَضَ مِنَ الْمَوْتِ، اس میں اشارہ ہے کہ اَنعام مذکورہ کی حرمت ذاتی نہیں ہے بلکہ موت کی وجہ سے طاری ہے۔

قَوْلًا: وَاَنْتُمْ حُرُمٌ يَهْلِي الصَّيْدَ کی ضمیر مستتر سے حال ہے جو لکم ضمیر کی طرف راجع ہے یعنی غیر محلّی الصید ذوالحال ہے اور وَاَنْتُمْ حُرُمٌ حال ہے۔

قَوْلًا: وَهَذَا مَنْسُوخٌ بِآيَةِ بَرَاءَةٍ "وَهُی قَوْلُهُ تَعَالَى، اقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ"۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

زمانہ نزول:

مسند احمد اور طبرانی میں اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے سفر میں سورہ مائدہ کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں، اس شان نزول کی روایت کی سند میں اسماء بنت یزید کا پروردہ شہر بن حوشب ایک راوی ہے جس کو بعض علماء نے ضعیف اور کثیر الارسال لکھا ہے، لیکن تقریب میں اس کو صدوق لکھا ہے شہر بن حوشب کی یہ روایت چونکہ اسماء بنت یزید سے ہے جو شہر بن حوشب کی پرورش کرنے والی ہیں، اس لئے اس سند میں ارسال کا احتمال بھی باقی نہیں رہتا، اسلئے کہ تابعی اگر واسطہ صحابی کے بغیر آنحضرت ﷺ سے روایت کرے تو اس کو ارسال کہتے ہیں اور اس کی روایت کو مرسل کہتے ہیں اس سند میں وہ بات نہیں ہے۔

عقد: عقد کسے کہتے ہیں؟

تفسیر ابن جریر میں علی بن طلحہ کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو روایت ہے اس میں حلال و حرام چیزوں کے جو احکام عہد کے طور پر قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں ان ہی کو عقود کی تفسیر قرار دیا ہے۔

بھیمة الانعام: مویشی چوپایوں کو کہتے ہیں ان میں پالتو جانور اونٹ، گائے، بھیڑ بکری اور جنگلی شکار کر کے کھانے

کے قابل جانور مثلاً نیل گائے، ہرن وغیرہ بھی داخل ہیں انعام کے مفہوم میں چوپائے درندے شامل نہیں ہیں اسلئے کہ عرب کے محاورے میں درندوں کے نام الگ الگ ہیں، اسی حکم کو بیان کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ سب درندے چوپائے حرام ہیں، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایتیں ہیں ان میں آنحضرت ﷺ نے درندے جانوروں کے حرام ہونے کا ارشاد فرمایا ہے، اسی طرح آپ نے پھاڑنے والے پرندوں کو بھی حرام قرار دیا ہے جس کے پنجے ہوتے ہیں، جو دوسرے جانوروں کا شکار کرتے ہیں یا مردار خور ہوتے ہیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے ”نہی رسول اللہ ﷺ عن کل ذی نابٍ من السباع وکل ذی مخلبٍ من الطیر“۔

اَلَا مَا یَتْلٰی عَلَیْکُمْ، کا مطلب ہے کہ آئندہ آیت ”حرمت علیکم المیتة“ میں جن جانوروں کا ذکر فرمایا ہے وہ حرام ہیں غیر محلی الصيد وانتم حرم کا مطلب ہے کہ جانوروں کو احرام کی حالت میں خشکی کے جانوروں کا شکار حرام ہے البتہ دریائی جانوروں کا شکار بحالت احرام روا ہے بعض جانوروں کے حلال اور بعض کے حرام کرنے کی مصلحت اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، اللہ حاکم مطلق ہے اسے پورا اختیار ہے کہ جو چاہے حکم دے، بندوں کو اس کے حکم میں چوں و چرا کرنے کا حق نہیں، اگرچہ اس کے تمام احکام حکمت و مصلحت پر مبنی ہیں لیکن بندہ مسلم اس کے حکم کی اطاعت اس حیثیت سے نہیں کرتا کہ وہ اسے مناسب پاتا ہے یا مبنی بر مصلحت سمجھتا ہے بلکہ صرف اس بنا پر کرتا ہے کہ یہ مالک کا حکم ہے۔

شعائر کیا ہیں؟

ہر وہ چیز جو کسی مسلک یا عقیدے یا طرز فکر و عمل یا کسی نظام کی نمائندگی کرتی ہو وہ اس کا شعائر کہلاتی ہے، کیونکہ وہ اس کے لئے علامت یا نشانی کا کام دیتی ہے، سرکاری پرچم، فوج، پولیس وغیرہ کی وردی (یونیفارم) سیکے اور اسٹامپ حکومتوں کے شعائر ہیں، اور وہ اپنے محکموں سے بلکہ جو بھی اس کے زیر اقتدار ہے اس سے احترام کا مطالبہ کرتی ہے گر جا اور قربان گاہ اور صلیب مسیحیت کے لئے، چوٹی اور زقار اور مندر برہمنیت کے لئے شعائر ہیں، کیس، کڑا اور کرپان وغیرہ سکھ مذہب کے شعائر ہیں، ہتھوڑا اور درانتی اشتراکیت کا شعائر ہے یہ سب مسلک اپنے اپنے پیروؤں سے اپنے شعائر کے احترام کا مطالبہ کرتے ہیں، اگر کوئی شخص کسی نظام کے خلاف دشمنی رکھتا ہے، اور اگر وہ توہین کرنے والا خود اس نظام سے تعلق رکھتا ہو تو اس کا یہ فعل اپنے نظام سے ارتداد اور بغاوت کا ہم معنی ہے۔

شعائر اللہ کا احترام:

شعائر اللہ کے احترام کا عام حکم دینے کے بعد چند شعائر کا نام لے کر ان کے احترام کا خاص طور پر حکم دیا گیا کیونکہ اس وقت جنگی حالات کی وجہ سے یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ جنگ کے جوش میں کہیں مسلمانوں کے ہاتھوں ان کی توہین نہ ہو جائے ان چند

شعائر کو نام بنام بیان کرنے سے یہ مقصود نہیں ہے کہ صرف یہی احترام کے مستحق ہیں، شعائر اسلام ان اعمال و افعال کو کہا جاتا ہے جو عرفاً مسلمان ہونے کی علامت سمجھے جاتے ہیں اور محسوس و مشاہد ہیں، جیسے نماز، اذان، حج، ختنہ، اور سنت کے مطابق ڈاڑھی وغیرہ، مگر صاف اور صحیح بات وہ ہے جو بحر محیط اور روح المعانی میں حضرت حسن بصری اور علماء سے منقول ہے اور وہ یہ کہ شعائر اللہ سے مراد تمام شرائع اور دین کے مقرر کردہ واجبات و فرائض اور ان کی حدود ہیں۔

احرام بھی من جملہ شعائر اللہ ہے، اور اس کی پابندیوں میں سے کسی پابندی کو توڑنا اس کی بے حرمتی کرنا ہے۔

شان نزول:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ، (الآية) ابن جریر نے عکرمہ اور سدّی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص شریح بن ہند مدینہ آ کر مسلمان ہو گیا تھا اور اپنے وطن جا کر پھر مرتد ہو گیا، اس واقعہ کے ایک سال بعد اس نے حج کا قصد کیا صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو شریح بن ہند کے ساتھ جو نیاز کعبہ کے جانور اور تجارت کا مال ہے اس کو لوٹ لیں، آپ نے فرمایا یہ کیونکر ہو سکتا ہے وہ تو نیاز کے جانور لے کر حج کے ارادہ سے جا رہا ہے، اسی پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مشرکین خود کو ملت ابراہیمی کا پابند سمجھ کر حالت شرک میں بھی حج کیا کرتے تھے، سورہ براءت میں مشرکین کو حج بیت اللہ سے روکنے کے حکم سے پہلے روکنے کی ممانعت تھی، سورہ براءت میں جب یہ حکم نازل ہوا کہ مشرکین نجس ہیں آئندہ سال سے وہ لوگ مسجد حرام کے پاس نہ آئیں جس سے سورہ مائدہ کی اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا، ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے منسوخ ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، مفسرین کی ایک جماعت اس آیت کے منسوخ ہونے کی قائل نہیں ہے، اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے بھی فوز الکبیر میں اس آیت کے نسخ کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ حکم عام میں تخصیص قرار دیا ہے، یعنی پہلے مشرکین اور مسلمین سب کو حج کی اجازت تھی سورہ براءت کے اس حکم سے تخصیص ہو گئی کہ آئندہ مشرکین مسجد حرام کے پاس نہ آیا کریں، اور شاہ صاحب تخصیص کو نسخ نہیں مانتے۔

حالت احرام میں محرم کے لئے خشکی کے جانوروں کے شکار کی ممانعت کر دی گئی تھی جو احرام سے فارغ ہونے کے بعد باقی نہیں رہی اور غیر محرم کا، محرم کو شکار کا گوشت دینا اور محرم کے لئے لینا اور کھانا جائز ہے بشرطیکہ محرم کی خاطر شکار نہ کیا گیا ہو اور محرم اس شکار میں اشارۃً یا دلالتاً شریک نہ ہو۔

شان نزول کا دوسرا واقعہ:

بعض مفسرین نے مذکورہ آیت کے شان نزول میں ایک دوسرا واقعہ نقل کیا ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔
یمامہ کا ایک دو تلمذ حطیم نامی تاجر بڑے کڑ و فر کے ساتھ مدینہ آیا، انھی یہ شخص مسجد نبوی تک نہ پہنچا تھا کہ آنحضرت ﷺ

نے صحابہ کرام کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا، تمہارے پاس قبیلہ یمامہ کا ایک شخص آ رہا ہے جو شیطان کی طرح باتیں بناتا ہے، ادھر حطیم نے یہ کیا کہ اہل قافلہ کو مدینہ کے باہر چھوڑ کر تنہا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا آپ کس بات کی دعوت دیتے ہیں ارشاد ہوا کہ خدائے پاک کو ایک ماننا محمد ﷺ کو پیغمبر تسلیم کرنا نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، حطیم نے عرض کیا کہ کچھ اور لوگ بھی میرے شریک معاملہ ہیں جن کے بغیر میں کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا میں خود بھی اسلام قبول کر لوں گا اور بقیہ اصحاب کو بھی جناب کی خدمت میں حاضر کر دوں گا تا کہ وہ بھی مشرف باسلام ہو سکیں، گفتگو کے بعد جب یہ شخص باہر نکلا تو آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ یہ شخص آیا تو تھا کافر ہو کر اور گیا ہے دھوکہ باز ہو کر، چنانچہ فوراً مع قافلہ واپس ہو گیا اور جاتے وقت مدینہ کی چراگاہ کے سارے مویشی ہانک لے گیا، اتنی تیزی سے واپس چلا گیا کہ تعاقب کے باوجود ہاتھ نہ آیا، اگلے سال آپ ﷺ صحابہ کے ہمراہ عمرہ القضاء کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو راستہ میں یمامہ کے مشرک حاجیوں کے قافلہ کی آوازیں آئیں، آپ نے فرمایا یہ حطیم اور اس کے قافلہ والے آرہے ہیں تحقیق سے یہ بات صحیح ثابت ہوئی، حطیم قافلہ کے ساتھ اس طرح مکہ جا رہا ہے کہ مشرک حاجیوں کا ایک ہجوم ہے اور اونٹوں پر تجارتی سامان لدا ہوا ہے جو جانور مدینہ سے لوٹ کر لایا تھا ان کے گلے میں پٹے ڈال کر کعبہ اللہ کی نذر کے لئے ہدی بنا کر لیجا رہا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اگر ہمیں اجازت ملے تو ہم اس دغا باز کو مزا چکھا دیں اور اپنے مویشی واپس لے لیں۔ ارشاد ہوا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ خود حاجی بن کر جا رہا ہے اور جانور نیاز بیت اللہ کے لئے لے جا رہا ہے آپ نے صحابہ کو اس کی اجازت نہ دی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(مدایت القرآن ملخصاً)

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أَمْيَتَةٌ أَى أَكْلُهَا وَالْدَّمُ أَى الْمَسْفُوحُ كَمَا فِى الْأَنْعَامِ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أَهْلَ لَغَيْرِ اللَّهِ بِهِ بَانَ ذُبَحَ عَلَى إِسْمِ غَيْرِهِ وَالْمُنْخِفَةُ أَلْمِيَنَةُ خَنِقًا وَالْمَوْقُوذَةُ أَلْمَقْتُولَةُ ضَرْبًا وَالْمُتَرَدِّيَةُ أَلْسَاقِطَةُ مِنْ غُلُوِّ أَلِى سِفْلٍ فَمَاتَتْ وَالنَّطِيحَةُ أَلْمَقْتُولَةُ بِنَطْحٍ أُخْرَى لَهَا وَمَا أَكَلِ السَّعُ مِنْهُ أَلْأَمَادُ تَنَمُّتْ أَى أَدْرَكْتُمْ فِيهِ الرُّوحَ مِنْ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ فَذَبَحْتُمُوهُ وَمَا ذَبَحَ عَلَى إِسْمِ النَّصِيبِ جَمْعُ نَصَابٍ وَهِيَ الْأَصْنَامُ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا تَطْلُبُوا الْقَسْمَ وَالْحُكْمَ بِالْأَزْلَامِ جَمْعُ زَلَمٍ بِفَتْحِ الزَّايِ وَضَمِّهَا مَعَ فَتْحِ اللَّامِ قَدْحٌ بِكُسْرِ الْقَافِ سَمَهُمْ صَغِيرٌ لَا رِيْشَ لَهُ وَلَا نَضْلَ وَكَانَتْ سَبْعَةٌ عِنْدَ سَادِنِ الْكَعْبَةِ عَلَيْهِمْ أَغْلَامٌ وَكَانُوا يُجَنِّبُونَهَا فَإِنْ أَمَرْتَهُمْ ائْتَمَرُوا وَإِنْ نَهَيْتَهُمْ ائْتَمَرُوا ذَلِكَ فَمِنْ خُرُوجِ عَنِ الطَّاعَةِ وَنَزَلَ بِعَرَفَةَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْيَوْمِ يَبْسُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ أَنْ تَرْتَدُّوا عَنْهُ بَعْدَ طَمَعِهِمْ فِى ذَلِكَ لِمَا رَأَوْ مِنْ قُوَّتِهِ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ أَحْكَامُهُ وَفَرَائِضُهُ فَلَمْ يَنْزَلْ بَعْدَهَا حَلَالٌ وَلَا حَرَامٌ وَأَتَمَّمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِى بِأَكْمَالِهِ وَقِيلَ بِدُخُولِ مَكَّةَ الْمُبِينِ وَرَضِيَتْ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمِنْ اضْطِرَّ فِى مَخْمَصَةٍ مَجَاعَةٍ أَلِى أَكَلِ شَيْءٍ مِمَّا حَرَّمَ عَلَيْهِ فَأَكَلَ غَيْرُ مُجَافٍ مَائِلٍ لِأَلِيمٍ مَعْصِيَةٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ لَهُ مَا أَكَلَ رَحِيمٌ بِهِ فِى إِبَاحَتِهِ لَهُ بِخِلَافِ الْمَائِلِ لِأَنَّهُمْ أَى الْمُتَلَبِّسِ بِهِ كَقَاطِعِ

الطَّرِيقِ وَالْبَاعِي مَثَلًا فَلَا يَجِلُّ لَهُ الْأَكْلُ يَسْأَلُونَكَ يَا مُحَمَّدُ مَاذَا أَحِلَّ لَهُمْ مِنَ الطَّعَامِ قُلْ أَحِلَّ لَكُمْ الطَّيْبَاتُ الْمُسْتَلَذَاتُ وَ صَيْدُ مَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ الْكَوَاسِبِ مِنَ الْكِلَابِ وَالسِّبَاعِ وَالطَّيْرِ مُكَلِّبِينَ حَالٌ مِنْ كَلَبْتُ الْكَلْبَ بِالتَّشْدِيدِ أَرْسَلْتُهُ عَلَى الصَّيْدِ تَعْلُمُونَهُنَّ حَالٌ مِنْ ضَمِيرِ مُكَلِّبِينَ أَيْ تُؤَدِّبُونَهُنَّ بِمَا عَلَّمَكُمْ اللَّهُ مِنْ آدَابِ الصَّيْدِ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَإِنْ قَتَلْتَهُ بَأَن لَمْ يَأْكُلْنَ مِنْهُ بِخِلَافِ غَيْرِ الْمُعَلَّمَةِ فَلَا يَجِلُّ صَيْدُهَا وَعَلَا مَتْنُهَا أَنْ تَسْتَرْسِلَ إِذَا أُرْسِلَتْ وَتَنْزِجَ إِذَا رُجِرَتْ وَتُمْسِكَ الصَّيْدَ وَلَا تَأْكُلْ مِنْهُ وَأَقْلُ مَا يُعْرَفُ بِهِ ذَلِكَ ثَلَاثُ مَرَاتٍ فَإِنْ أَكَلْتَ مِنْهُ فَلَيْسَ بِمَا أَمْسَكْنَ عَلَى صَاحِبِهَا فَلَا يَجِلُّ أَكْلُهُ كَمَا فِي حَدِيثِ الصَّحِيحَيْنِ وَفِيهِ أَنَّ صَيْدَ السَّهْمِ إِذَا أُرْسِلَ وَذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ كَصَيْدِ الْمُعَلَّمِ مِنَ الْجَوَارِحِ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ عِنْدَ إِرسَالِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ⑤ الْيَوْمَ أَحِلَّ لَكُمْ الطَّيْبَاتُ الْمُسْتَلَذَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ أَيْ ذَبَائِحُ الْيَهُودِ وَالنَّصْرِيِّ حِلٌّ حَلَالٌ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ إِيَّاهُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ الْخَرَائِرُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ حِلٌّ لَكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ مَسْهُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ مُتَزَوِّجِينَ غَيْرِ مُسْلِفِينَ مُعْلِنِينَ بِالزَّانِبِينَ وَلَا تَخْذِلُنَّ إِخْلَاءً مِنْهُنَّ تُسِرُّونَ بِالزَّانَا هُنَّ مَنْ يَكْفُرُ بِالْإِيمَانِ أَيْ يَزْنُو فَقَدْ حِطَّ عَمَلُهُ الصَّالِحُ قَبْلَ ذَلِكَ فَلَا يُعْتَدُّ بِهِ وَلَا يُثَابُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الْأَخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ⑥ إِذَا مَاتَ عَلَيْهِ.

ع ۵

ترجمہ: تمہارے لئے مردار اور بہنے والا خون (حرام کر دیا گیا ہے) جیسا کہ سورہ انعام میں مذکور ہے، اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جس پر (بوقت ذبح) غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو بایں صورت کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، کا کھانا حرام کر دیا گیا ہے اور گلا گھٹ کر مر ا ہوا جانور اور چوٹ کھا کر مر ا ہوا جانور اور اوپر سے گر کر مر ا ہوا جانور، اور وہ جانور جو دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے مر ا ہوا اور وہ جانور کہ جس میں سے درندہ نے کھا لیا ہو (کھانا حرام کر دیا گیا ہے) الا یہ کہ تم نے اس کو ذبح کر لیا ہو، یعنی مذکورہ جانوروں میں سے جو تم کو زندہ مل گیا ہو اور تم نے اس کو ذبح کر لیا ہو (تو وہ حرام نہیں ہے) اور وہ جانور جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو نُسُوب، نصاب کی جمع ہے اور وہ بت ہیں (حرام کر دیا گیا ہے) اور پانسوں کے ذریعہ قسمت آزمائی کرنا اور نتیجہ معلوم کرنا (حرام کر دیا گیا ہے) اَزْلَام، زَلَم کی جمع ہے زاء کے فتح اور ضمہ کے ساتھ مع لام کے فتح کے فتح کے فتوح جو تیر جس میں نہ پر لگے ہوں اور نہ اس میں آئی ہو، قَدْخ قاف کے کسرہ کے ساتھ ہے اور وہ سات تیر تھے جو بیت اللہ کے خادم کے پاس ہوتے تھے، ان پر علامتیں لگی رہتی تھیں ان سے جواب مانگا کرتے تھے (فال لیا کرتے تھے) اگر وہ ان کو اجازت دیتے تو اس کام کو کرتے اور اگر جواب ممانعت میں نکلتا تو نہ کرتے، یہ فسق ہے یعنی اطاعت سے خروج ہے، اور (آئندہ آیت) سَجَّہ اوداع کے موقع پر عرفات میں نازل ہوئی، اب کافر تمہارے دین (اسلام) سے مرتد ہونے کے بارے میں خواہش رکھنے کے باوجود

ماریس ہو چکے ہیں، اس لئے کہ وہ اس دین کی قوت دیکھ چکے ہیں، لہذا تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو آج میں نے تمہارے دین (یعنی) اس کے احکام و فرائض کو مکمل کر دیا چنانچہ اس کے بعد حلال و حرام کا کوئی حکم نازل نہیں ہوا اور تم پر میں نے دین مکمل کر کے اپنا انعام تام کر دیا اور کہا گیا ہے کہ مکہ میں مامون طریقہ پر داخل کر کے (انعام تام کر دیا) اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا، پس جو شخص شدت بھوک سے بیتاب ہو اس کے لئے حرام کردہ چیزوں میں سے کچھ کھالینا تو مباح ہے، بشرطیکہ معصیت کی جانب میلان نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے کھانے کو معاف کرنے والا ہے، اور اس کے لئے اس (کھانے کو) مباح کر کے رحم کرنے والا ہے، بخلاف اس شخص کے کہ جو معصیت کی طرف مائل ہو یعنی (معصیت) کا مرتکب ہو، جیسا کہ راہ زن، باغی، مثلاً، تو اس شخص کے لئے (مذکورہ چیزوں) میں سے کھانا حلال نہیں ہے، اے محمد ﷺ آپ سے لوگ سوال کرتے ہیں کہ ان کے لئے کونسا کھانا حلال کیا گیا ہے؟ آپ کہہ دیجئے تمہارے لئے پاکیزہ لذیذ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور ان شکاری جانوروں کا کیا ہوا شکار جن کو تم نے سدھایا ہے خواہ کتے ہوں یا درندے یا پرندے، بشرطیکہ تم ان کو شکار کے پیچھے چھوڑو (مُکَلِّبِینَ) عَلَمْتُمْ، کی ضمیر سے حال ہے، اور کَلَبْتُ الْکَلْبَ بالتشدید سے ماخوذ ہے ای اَرْسَلْتُ عَلٰی الصَّیْدِ حال یہ کہ تم نے اللہ کے سکھائے ہوئے آداب صید میں سے ان کو سکھایا ہو (تَعَلَّمُوْنَهُنَّ) مَکَلِّبِینَ کی ضمیر سے حال ہے، ای تُوَدِّبُوْنَهُنَّ، تو تم اس شکار کو کھا سکتے ہو جو اس نے تمہارے لئے کیا ہے، اگرچہ اس کو مار ڈالا ہو بشرطیکہ اس میں سے کچھ کھایا نہ ہو، بخلاف بغیر سدھے ہوئے شکاری جانور کے کہ اس کا کیا ہوا شکار حلال نہیں ہے، اور سدھے ہوئے کی پہچان یہ ہے کہ جب اس کو شکار کے پیچھے دوڑایا جائے تو دوڑ پڑے اور جب روکا جائے تو رک جائے، اور شکار کو پکڑ کر اس سے کچھ کھائے نہیں، اور کم سے کم علامت کہ جس کے ذریعہ جانور کا معلّم ہونا معلوم ہو تین بار (شکار کے پیچھے) چھوڑنا ہے، اگر شکاری جانور نے اس شکار سے کچھ کھالیا تو سمجھ لو کہ یہ اس نے اپنے مالک کے لئے نہیں پکڑا لہذا ایسی صورت میں اس شکار کا کھانا حلال نہیں ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں ہے اور اس میں ہے کہ تیر سے کیا ہوا شکار جبکہ تیر چھوڑتے وقت بسم اللہ کہی ہو تو یہ تیر کا شکار شکاری جانور کے شکار کے مانند (حلال) ہے اور صید معلّم کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو یقیناً اللہ جلد حساب لینے والا ہے، آج تمام پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے یعنی یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ حلال کر دیا گیا اور تمہارا ذبیحہ ان کیلئے حلال ہے، اور پاکدامن مومن عورتیں اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی آزاد عورتیں تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں یعنی تمہارے لئے ان سے نکاح کرنا جائز ہے جبکہ تم ان کے مہر ادا کر دو، عال یہ کہ تم ان سے نکاح کرنے والے ہو، نہ کہ ان سے اعلانیہ (زنا کے ذریعہ) شہوت رانی کرنے والے اور نہ پوشیدہ طور پر ان سے آشنائی کرنے والے کہ ان سے زنا کو چھپانے والے ہو اور جو شخص ایمان کا منکر ہو یعنی مرتد ہو گیا تو اس کے سابقہ اعمال صالحہ ضائع ہو گئے لہذا وہ کسی شمار میں نہ ہوں گے اور نہ ان پر اجر دیا جائیگا، اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں سے ہوگا جبکہ وہ ارتداد ہی پر فوت ہوا ہو۔

تحقیق و ترکیب تسبیح و تفسیری فوائد

قَوْلٌ: الْمَيِّتَةُ: اسم صفت ہے، مردار، وہ جانور جو بلا ذبح شرعی کسی حادثہ یا طبعی موت سے مر جائے۔
قَوْلٌ: أَكْلُهَا: مضاف محذوف مان کر اشارہ کر دیا کہ حلت و حرمت کا تعلق افعال سے ہوتا ہے نہ کہ ذات سے۔
قَوْلٌ: الْمَنْحِنَقَةُ: اسم فاعل واحد مؤنث (انْحِنَاق، انْعَال) خَنِقًا (ن) گلا گھونٹنا۔
قَوْلٌ: أَهْلٌ، الْإِهْلَال رفع الصوت، لغير الله به میں لام بمعنی بقاء اور بقاء بمعنی عند، المعنى، مارفع الصوت عند ذكاته باسم غير الله.

قَوْلٌ: الْمَوْفُودَةُ وَقَدْ (ض) اسم مفعول واحد مؤنث، چوٹ کھا کر مرا ہوا۔
قَوْلٌ: الْمُتَرَدِّدَةُ اسم فاعل واحد مؤنث تَرَدَّى (تَفَعَّل) اونچائی سے گر کر مرنے والا جانور۔
قَوْلٌ: النَّطِيحَةُ صيغہ صفت بروزن فَعِيلَة بمعنی منطو حة نطح (ف، ن) وہ بکری جو دوسرے کے سینگ کی چوٹ سے مری ہو، بعض اہل لغت نے بکری کی تخصیص نہیں کی ہے۔
سُؤَالٌ: نطیحة، بروزن فعیلة ہے فعیلة کے وزن میں مذکر اور مؤنث دونوں برابر ہوتے ہیں، لہذا یہاں تاء کی ضرورت نہیں ہے؟

جَوَابٌ: نطیحة میں تاء انتقال من الوصفية الى الاسمية کیلئے ہے نہ کہ تانیث کیلئے جیسا کہ ذبیحة میں ہے۔
قَوْلٌ: مِنْهُ، مِنْهُ کے اضافہ کا مقصد اس سوال کا جواب ہے کہ فَاكَلَ السَّبْعُ، کا مطلب ہے کہ جس کو درندہ نے کھالیا ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ درندے نے جس کو کھالیا وہ معدوم ہو گیا اور معدوم سے حلت یا حرمت کا کوئی حکم متعلق نہیں ہوتا، مِنْهُ، کہہ کر اس کا یہ جواب دیا کہ جس شکار میں سے کچھ حصہ درندے نے کھالیا ہو جس کی وجہ سے وہ جانور مر گیا ہو تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔
قَوْلٌ: إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ، یہ المنخقة اور اس کے مابعد سے استثناء ہے۔

قَوْلٌ: عَلَى اسْمِ النَّصْبِ.
سُؤَالٌ: لفظ اسم کے اضافہ کا کیا فائدہ ہے؟
جَوَابٌ: تاکہ وزن کا صلہ علی درست ہو جائے، لہذا علی بمعنی لام لینے کی ضرورت نہ ہوگی۔ (کما قال البعض).
قَوْلٌ: ذَلِكُمْ، ای الاستقسام بالالزام خاصة فسق.

قَوْلٌ: رَضِيتُ، یہ بیان حال کے لئے جملہ متانفہ ہے، اس کا عطف اکملت پر نہیں ہے، اس لئے کہ اس سے لازم آئے گا کہ اسلام سے دین ہونے کے اعتبار سے آج راضی ہو اس سے پہلے راضی نہیں تھا حالانکہ اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین رہا ہے اور ہر نبی کا دین اسلام ہے رضیت متعدی بیک مفعول ہے، اور وہ الاسلام ہے، اور دیناً تمیز ہے۔
قَوْلٌ: اخْتَرْتُ، بعض حضرات نے کہا ہے کہ رضیت بمعنی اخترت ہے جو کہ متعدی بدو مفعول ہے اور اول مفعول،

الاسلام اور دوسرا دیننا ہے، لہذا اس صورت میں دیننا کو حال یا تمیز قرار دینے کی ضرورت نہیں رہے گی۔
قَوْلُهُ: غَيْرَ مُتَجَانِفٍ، تفاعل سے اسم فاعل واحد مذکر ہے، بدی کی طرف مائل ہونے والا، حق سے روگردانی کرنے والا،
 غَيْرَ، منصوب علی الحال ہے۔
قَوْلُهُ: مَخْمَصَةٌ، اسم، ایسی بھوک کہ جس میں پیٹ لگ جائے۔
قَوْلُهُ: فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ، یہ آیت تین جگہ آئی ہے یہاں اور سورہ بقرہ میں اور سورہ نحل میں۔
 جواب شرط کی طرف اشارہ کر دیا ہے اور بعض حضرات نے، فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ محذوف مانا ہے، فَمَنْ اضْطُرَّ الخ، یہ آیت
 سابقہ آیت کا تتمہ ہے اور ذلکم فسق سے یہاں تک جملہ مقررہ ہے، جو کہ دو کلاموں کے درمیان واقع ہوا ہے۔
قَوْلُهُ: كَفَا طَعِ الطَّرِيقَ، اِیْ اِذَا كَانَ مَسَافِرٍ۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ الخ، آیت نمبر ۱ میں حلال جانوروں کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ان حلال جانوروں
 کے علاوہ کچھ حرام جانور بھی ہیں جن کی تفصیل آئندہ آئے گی، گویا کہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ الخ، اِلَّا مَا يُتْلٰی عَلَيْكُمْ، کی
 تفصیل ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْاَنْعَامِ، میں عمومی طور پر چوپایوں کے حلال ہونے کا حکم دیا گیا ہے
 ان میں سے وہ چوپائے حرام ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔
 مسند امام احمد، ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عمر کی یہ حدیث مروی ہے کہ مردار جانوروں میں دو مردار
 جانور پھچلی اور ٹڈی حلال ہیں اس حدیث کی سند میں بعض علماء نے عبداللہ بن زید بن اسلم کو اگرچہ ضعیف کہا ہے لیکن امام
 احمد نے عبداللہ بن زید کو ثقہ کہا ہے۔

مردہ اور حرام گوشت والے جانوروں کی مضرت:

جن جانوروں کا گوشت انسان کے لئے مضر ہے خواہ جسمانی طور پر یا روحانی طور پر کہ اس سے انسان کے اخلاق اور قلبی
 کیفیات پر منفی اثر پڑنے کا خطرہ ہے ان کو قرآن مجید نے خبائث قرار دیکر حرام کر دیا۔
 حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ الخ، اس آیت میں مردار جانور کو حرام قرار دیا گیا، مردار جانور سے وہ جانور مراد ہے جو شرعی
 طریقہ پر ذبح کئے بغیر کسی بیماری کے سبب طبعی یا حادثاتی موت مر جائے ایسے جانور کا گوشت طبی طور پر بھی انسان کے لئے سخت
 مضر ہے اور روحانی طور پر بھی۔

دوسری چیز جس کو اس آیت نے حرام قرار دیا ہے وہ خون ہے اور قرآن کریم کی دوسری آیت او دما مسفو حاً نے بتلادیا کہ
 خون سے مراد بہنے والا خون ہے گوشت میں لگا ہوا خون حرام نہیں ہے، مگر وتلی باوجود خون ہونے کے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں حدیث

مذکور میں جہاں مردار سے مچھلی اور ہڈی کو مستثنیٰ کیا ہے وہیں جگر اور طحال کو خون سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

تیسری چیز لَحْمُ الْخَنزِيرِ ہے:

اوپر سے چونکہ جانوروں کے گوشت کا ذکر چل رہا ہے اسلئے یہاں بھی لحم الخنزیر فرما دیا اور نہ خنزیر کے بدن کی ہر چیز حرام ہے، یا اس لئے کہ جانور میں اعظم مقصود گوشت ہی ہوتا ہے اس لئے لحم الخنزیر فرمایا۔

اکله نجسٌ وَاِنَّمَا خَصَّ اللحمُ لِأَنَّهُ معظم المقصود. (مدارک)

سُور کے گوشت کی جسمانی مضرتوں سے طبی لٹریچر بھرا پڑا ہے، اخلاقی اور روحانی نقصانات کا ذکر ہی کیا!؟ بريدة الاسلمی کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس کو صحیح مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا! چوسر کھیلنے والا شخص جب تک چوسر کھیلتا ہے تو اس کے ہاتھ گویا سور کے خون میں ڈوبے رہتے ہیں، اگرچہ بعض مفسرین نے خنزیر کے بعض اجزاء کو حرمت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

بعض اجزاء کو پاک قرار دینے والے علماء کا استدلال:

سورة انعام میں یہ بحث شروع کر دی ہے کہ لحم الخنزیر میں ترکیب اضافی ہے اور اس طرح کی ترکیب کے بعد جو ضمیر آتی ہے وہ مضاف کی طرف لوٹتی ہے، اسلئے فَإِنَّهُ میں جو ضمیر ہے وہ لحم کی طرف لوٹے گی، اور معنی یہ ہوں گے کہ سور کا گوشت ناپاک ہے اس معنی کے اعتبار سے سور کے تمام اجزاء کا ناپاک ہونا ثابت نہ ہوگا۔

مذکورہ استدلال کا جواب:

بعض علماء نے اس استدلال کا جواب یہ دیا ہے کہ آیت ”کمثل الحمار يحمل اسفارا“ اور آیت واشکروا نعمة الله عليكم ان كنتم اياه تعبدون کی بھی یہی ترکیب ہے اور ان میں يحمل کی ضمیر اور اياه کی ضمیر مضاف الیہ کی طرف راجع ہے نہ کہ مضاف کی طرف اس لئے یہ ضروری نہیں کہ اس طرح کی ترکیب میں ہمیشہ ضمیر کا مرجع مضاف کی طرف ہی راجع ہو۔

عیسائیوں کے نزدیک سور کا گوشت حرام ہے:

اگرچہ اب عیسائی سور کے گوشت کو حرام نہیں سمجھتے لیکن تورات کے حصہ استثناء کے باب ۱۴ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل عیسائی مذہب میں سور قطعی حرام ہے۔

بائبل میں سور کے گوشت کی حرمت و نجاست :

اور سور کہ اس کا گھر دو حصہ (چرواں) ہوتا ہے پر وہ جگالی نہیں کرتا وہ بھی تمہارے لئے ناپاک ہے۔ (اعبار ۱۱:۸)

مزید تفصیل کے لئے جلد اول کے صفحہ نمبر دیکھئے۔

چوتھے وہ جانور جو غیر اللہ کے لئے نام زد کر دیا گیا ہو، اگر ذبح کرتے وقت بھی اس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے تو وہ کھلا شرک ہے اور جانور بالاتفاق مردار کے حکم میں ہے۔

جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جانور ذبح کرتے وقت بتوں کا نام لیا کرتے تھے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آپ ﷺ کے ارشادات کی ایک تحریر تھی جسے وہ حفاظت کے خیال سے ہمیشہ تلوار کی میان میں رکھا کرتے تھے، اس تحریر کے الفاظ یہ تھے، اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جس نے غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جس نے زمین کی مخصوص علامات بدل دیں، اللہ اس پر لعنت فرمائے جس نے اپنے باپ پر لعنت کی، اللہ اس پر لعنت کرے کہ جس نے ایسے شخص کو پناہ دی کہ جو دین میں نئے شوشے نکالتا رہتا ہے۔ (رواہ مسلم)

پانچویں منخنقہ، یعنی وہ جانور جو گلا گھونٹ کر یا گردن مروڑ کر مار دیا گیا، یا خود ہی کسی جال یا پھندے میں پھنسنے کی وجہ سے دم گھٹ کر مر گیا ہو۔

چھٹی موقوذة، یعنی وہ جانور جو ضرب شدید کی وجہ سے مر گیا ہو، جیسے لاٹھی یا پتھر وغیرہ، تیرا گرائی کی طرف سے لگنے کے بجائے دستہ کی طرف سے لگا جس کی ضرب سے شکار مر گیا تو یہ بھی موقوذة کے حکم میں ہے جیسا کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

جوشکار بندوق کی گولی سے ہلاک ہو گیا ہو اس کو فتناء نے موقوذة میں شمار کیا ہے، امام بصاص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ فرماتے تھے، المقتولة بالبندقية تلك الموقوذة، گولی کے ذریعہ جوشکار مرنا ہو وہ بھی موقوذة ہے، امام ابو حنیفہ، شافعی، مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ اسی پر متفق ہیں۔

ساتویں متردیة، وہ جانور کہ جو کسی اونچی جگہ مثلاً پہاڑ نیلہ وغیرہ سے گر کر مرنا ہو اسی طرح کنویں وغیرہ میں گر کر مرنے والا بھی اس میں داخل ہے اسی طرح تیر لگا ہوا جانور اگر پانی میں گر کر مرنا تو وہ بھی متردیة میں شامل ہوگا، اسلئے کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ اس کی موت پانی میں ڈوبنے کی وجہ سے ہوئی ہو۔

آٹھویں نطیحة، وہ جانور جو کسی دوسرے جانور کے سینگ مارنے یا ٹکڑا مارنے یا کسی تصادم مثلاً ریل، موٹر وغیرہ کی زد میں آ کر مر جائے تو ایسا جانور بھی حرام ہے۔

نویں وہ جانور کہ جسے کسی درندے نے پھاڑ دیا ہو جس کے صدمہ سے وہ مر گیا ایسا جانور بھی حرام ہے۔

الآ ما ذکیتہم، یہ ما قبل میں مذکور جانوروں سے استثناء ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے مذکورہ جانوروں میں سے کسی کو

زندہ پالیا اور ذبح کر لیا تو وہ حلال ہے یہ استثناء اول چار قسموں سے متعلق نہیں ہے، اسلئے کہ مردار اور خون میں تو اس کا امکان ہی نہیں اور خنزیر اور ما اہل لغیر اللہ اپنی ذات سے حرام ہیں، ان کا ذبح کرنا نہ کرنا برابر ہے۔

دسویں استھانوں پر ذبح کیا ہوا جانور بھی حرام ہے، نصب ان پتھروں کو کہا جاتا ہے کہ جو دیوی دیوتاؤں کے نام پر نصب کئے جاتے ہیں اسی قسم کے ۳۶۰ پتھر کعبۃ اللہ کے اطراف میں نصب کئے ہوئے تھے زمانہ جاہلیت میں مشرکین ان کی پوجا کیا کرتے تھے اور ان کے پاس جانور لا کر ذبح کیا کرتے تھے موجودہ اصطلاح میں ان کو استھان اور آستانہ کہتے ہیں اور اس کو عبادت سمجھتے تھے۔

گیارہویں استقسام بالا زلام تیروں کے ذریعہ قسمت آزمائی کرنا، نزول قرآن کے وقت عرب میں یہ طریقہ رائج تھا کہ جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا خواہ سفر سے متعلق ہو یا شادی و بیاہ وغیرہ سے تو اس کو کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ تیروں سے معلوم کرتے، کعبۃ اللہ میں دس تیر رکھے رہتے تھے ان میں سے بعض پر نعم اور بعض پر لا لکھا رہتا اور بعض خالی ہوتے جب کسی کو کسی اہم معاملہ میں فیصلہ مطلوب ہوتا تو وہ بیت اللہ کے خادم کے پاس جاتا اور اس کو اول کچھ نذرانہ پیش کرتا اس کے بعد قریش کے بت ہبل کی بندگی کے اقرار کے ساتھ چمڑے کے تھیلے میں جس میں وہ تیر رکھے رہتے تھے مجاور ہاتھ ڈال کر تیر نکالتا اگر نعم والا نکل آتا تو وہ اجازت کا اشارہ سمجھا جاتا اور اگر 'لا' والا نکل آتا تو یہ ممانعت کا اشارہ سمجھا جاتا، اور خالی نکل آتا تو وہ عمل مکرر کیا جاتا تا آنکہ نعم یا لا والا تیر نکل آتا۔

استقسام کی دوسری صورت یہ ہوتی کہ دس لوگ موٹی اور فرہ بکریاں خریدتے ان کو ذبح کرنے کے بعد ان کا گوشت یکجا کر دیتے اس کے بعد تھیلے میں سے ہر شریک، ایک تیر نکالتا، ہر تیر پر مختلف حصے لکھے ہوتے تھے کل اٹھائیس ہوتے تھے اور بعض تیر خالی بھی ہوتے تھے تیروں کی کل تعداد دس ہوتی تھی جس کے حصے میں جو تیر آتا اس لکھے ہوئے حصہ کا وہ حقدار ہوتا اور بعض لوگوں کے حصہ میں خالی تیر نکلتا تو وہ گوشت سے محروم رہتا، اس کے علاوہ اور بھی قسمت آزمائی کی صورتیں تھیں جو کہ قمار ہی کی قسمیں تھیں۔

ذک فسق، یعنی قسمت آزمائی کا مذکورہ طریقہ فسق ہے، ذلک فسق، کا مصداق صرف استقسام بالا زلام بھی ہو سکتا ہے، اور ماقبل میں مذکور تمام ممنوعات بھی۔

اليوم يئس الذين كفروا من دينكم، اليوم سے مراد یوم فتح مکہ بھی ہو سکتا ہے اور مطلقاً زمان حاضر بھی مراد ہو سکتا ہے مطلب یہ ہے کہ آج کفار تمہارے دین پر غالب آنے سے مایوس ہو چکے ہیں اسلئے اب تم ان سے کوئی خوف نہ رکھو صرف مجھ سے ڈرتے رہو۔

مایوس ہونے کا دوسرا مطلب:

جب تک مکہ فتح نہیں ہوا تھا تو مشرکین مکہ کو یہ امید تھی کہ شاید اسلام کمزور اور ضعیف ہو جائے اور جو لوگ مسلمان ہو چکے ہیں وہ مرتد ہو کر واپس اپنے آبائی مذہب بت پرستی کی طرف پلٹ آئیں، فتح مکہ کے بعد مشرکین کی مذکورہ امید ناامیدی میں تبدیل سے ڈرتے رہو۔

ہوگئی اسی کا ذکر مذکورہ آیت میں ہے، کہ مشرکوں کا خوف تو اب ختم ہوا مگر ہر ایماندار کو اللہ کا خوف دل میں رکھنا ضروری ہے، ایسا نہ ہو کہ اللہ سے نڈر ہو کر مسلمان کچھ ایسے کاموں میں مشغول ہو جائیں جن کی وجہ سے اللہ کی جو مدد مسلمانوں کے شامل حال ہے وہ موقوف ہو جائے جس کے نتیجے میں اسلام میں ضعف آجائے اور کافر غالب ہو جائیں۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جزیرۃ العرب میں شیطان کے بہکانے سے بت پرستی جو پھیلی ہوئی تھی وہ تو ایسی گئی کہ اب شیطان اس سے مایوس ہو گیا، لیکن آپس میں لڑانے کے لئے شیطان کا اثر باقی ہے۔

دین مکمل کر دینے سے کیا مراد ہے؟

دین کو مکمل کر دینے سے مراد اس کو ایک مستقل نظام فکر اور اس کو ایک ایسا مکمل نظام تہذیب و تمدن بنادینا ہے جس میں زندگی کے جملہ مسائل کا جواب اصولاً یا تفصیلاً موجود ہو اور ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے لئے اس سے باہر جانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

اليوم اکملت لکم دینکم، یہ آیت بہت اہم موقع پر نازل ہوئی تھی ذوالحجہ کی ۹ تاریخ تھی جمعہ کا دن تھا عصر کے بعد کا وقت تھا آپ حجۃ الوداع کے موقع پر دعاء میں مصروف تھے، گویا ہر لحاظ سے نہایت مبارک موقع تھا۔ یہ آیت ایک طرف بے انتہاء مسرت کا پیغام تھا دوسری طرف اس میں ایک غم کا پہلو بھی تھا، یعنی اس آیت میں اس بات کا کھلا اشارہ تھا کہ تکمیل دین ہو چکی اور صاحب نبوت کا فرض پورا ہو چکا، چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد آپ صرف ۴ ماہ بقید حیات رہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنی تو بے اختیار رونے لگے آپ ﷺ نے حضرت عمر سے معلوم کیا عمر کیوں روتے ہو؟ عرض کیا جب تک دین مکمل نہ ہوا تھا ہمارے کمالات میں اضافہ ہوتا رہتا تھا، اب تکمیل کے بعد اس کی گنجائش کہاں؟ اسلئے کہ ہر کمال کے لئے زوال ہے آپ ﷺ نے فرمایا سچ ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ کی روایت ہے جس میں آپ ﷺ نے پہلے صاحب شریعت نبی حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کی شریعتوں کو ایک خوشنما مکان سے تشبیہ دیکر فرمایا کہ اس مکان میں ایک آخری اینٹ کی کسر تھی وہ آخری اینٹ میں ہوں کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں۔

احکامی آخری آیت:

حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ الیوم اکملت لکم دینکم الخ، نزول کے اعتبار سے تقریباً آخری آیت ہے اس کے بعد احکام سے متعلق کوئی آیت نازل نہیں ہوئی، اس کے بعد صرف چند آیتیں ترہیب و ترغیب کی نازل ہوئیں، مذکورہ آیت نوں ذی الحجہ ۱۰ھ میں نازل ہوئی اور ۱۱ھ بارہ ربیع الاول کو آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا۔

غیر متجانف لائم، اسی مضمون کو سورہ بقرہ آیت ۱۷۳، فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ، میں مزید وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے، اس آیت میں حرام چیز کے استعمال کی اجازت تین شرطوں کے ساتھ دی گئی ہے، ① یہ کہ واقعی مجبوری کی حالت ہو مثلاً بھوک یا پیاس کی وجہ سے جان بلب ہو گیا ہو یا بیماری کی وجہ سے جان کا خطرہ لاحق ہو گیا ہو اور اس حرام چیز کے علاوہ اور کوئی چیز میسر نہ ہو، ② دوسرے یہ کہ خدائی قانون کو توڑنے کی نیت نہ ہو، ③ تیسرے یہ کہ ضرورت کی حد سے تجاوز نہ کرے مثلاً حرام چیز کے چند لقمے یا چند گھونٹ یا چند قطرے اگر جان بچا سکتے ہوں تو ان سے زیادہ اس چیز کا استعمال نہ ہونے پائے، احناف کے نزدیک مذکورہ آیت کا یہی مطلب ہے، مفسر علام نے متجانف کی تفسیر قطاع الطريق اور باغی سے اپنے مسلک شافعی کے مطابق کی ہے۔

رابط آیات:

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ، سابقہ آیات میں حلال و حرام جانوروں کا ذکر تھا اس آیت میں اسی معاملہ کے متعلق ایک سوال کا جواب ہے بعض صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے شکاری کتے اور باز سے شکار کرنے کا حکم دریافت کیا تھا اس آیت میں اس کا جواب مذکور ہے۔

شان نزول:

متدرک حاکم، ابن ابی حاتم اور ابن جریر میں ابورافع کی شان نزول کی روایت ہے جس کو حاکم نے صحیح کہا ہے، اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس آکر دروازہ پر رک گئے، آنحضرت نے اس کا سبب معلوم کیا تو جواب دیا، جس گھر میں کتا ہوا اس میں فرشتے نہیں آتے، تلاش سے معلوم ہوا کہ گھر میں کتے کا ایک پلا (بچہ) تھا، آنحضرت نے اس کو نکلوادیا اور کتوں کو مارنے کا حکم دیا اسی ذیل میں بعض صحابہ نے کتے کے شکار کا حکم آنحضرت سے دریافت کیا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

شکاری جانور:

عام طور پر جو جانور شکاری کہلاتے ہیں وہ کتا، چیتا، باز، وغیرہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضروری ہے کہ شکاری جانور شکار کو زخمی بھی کر دے، اگر شکار کو زخمی نہ کیا محض پکڑا تھا اور وہ جانور مر گیا تو یہ جانور حلال نہ ہوگا، البتہ اگر زخم خوردہ ہو کر مر جائے تو حلال ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ تمام جانور شکاری بنائے جاسکتے ہیں جو پھاڑ کھانے والے شمار ہوتے ہیں خواہ ان کا تعلق پرندوں سے ہو یا درندوں سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے شیر اور بھیرے کو شکاری جانوروں میں شمار نہیں کیا، امام احمد

بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک مکمل سیاہ کتا بھی شکاری جانوروں میں شامل نہیں ہے، امام احمد بن حنبل کا مستدل حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے، (ابوداؤد، ترمذی، دارمی) ایک دوسری حدیث جس کو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے جس میں آپ ﷺ نے کتوں کو مارنے کا حکم دیا ابتداء یہ حکم مطلق تھا، پھر آپ نے فرمایا کالا کتا جس کی پیشانی پر نشان ہو اس کو ہرگز نہ چھوڑو کیونکہ وہ شیطان ہوتا ہے۔

شکاری جانور کو سدھانے کے اصول:

پہلی اصل:

یہ ہے کہ جب تم شکاری جانور کو شکار کے پیچھے چھوڑو تو فوراً دوڑ پڑے اور جب روکو تو رک جائے اور شکار کر کے تمہارے پاس لے آئے یا اس کی حفاظت کے لئے اس کے پاس بیٹھا رہے بغیر مالک کی اجازت کے اس میں سے کھانے نہ لگے، اور باز، شکرہ وغیرہ شکاری پرندوں کے سدھا ہونے کی یہ علامت ہے کہ جب تم اس کو شکار کے پیچھے لگاؤ تو فوراً لگ جائے اور جب بلاؤ تو فوراً واپس آجائے اب ان شکاری جانوروں کا کیا ہوا شکار تمہارا کیا ہوا شکار سمجھا جائیگا، اور اگر سدھایا ہوا شکاری جانور کسی وقت اس تعلیم کے خلاف کرے، مثلاً کتا خود شکار کھانے لگے یا باز بلانے پر واپس نہ آئے تو یہ شکار تمہارا نہیں رہا اس لیے اس کا کھانا جائز نہیں۔

دوسری اصل:

یہ ہے کہ شکاری جانور تمہارے چھوڑنے سے شکار کے پیچھے دوڑے نہ کہ از خود آیت مذکورہ میں مکلبین سے اسی اصل کی طرف اشارہ ہے یہ تکلیب سے ماخوذ ہے جس کے معنی کتے کو سکھانا ہیں اب مطلقاً شکار کے پیچھے چھوڑنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا ہے، جیسا کہ مفسر علام نے اَرْسَلْتُهُ عَلَى الصَّيْدِ، کہ کراسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تیسری اصل:

یہ کہ شکاری جانور شکار کو خود نہ کھانے لگے (بشرطیکہ شدید بھوکا نہ ہو) مِمَّا اَمْسَكَ عَلَيْكُمْ سے اسی شرط کا بیان ہے۔

چوتھی اصل:

چوتھی شرط یہ کہ شکار کو جب شکار کے پیچھے چھوڑا ہو تو بسم اللہ کہہ کر چھوڑا ہو، مذکورہ چاروں شرطیں پوری کرنے کے بعد اگر شکار کو تمہارے پاس لانے یا تمہارے شکار کے پاس پہنچے سے پہلے وہ شکار مر جائے تو حلال ہے ورنہ بغیر ذبح حلال نہ ہوگا۔

مَسْئَلَةٌ: بعض فقہاء کے نزدیک کتے پر قیاس کرتے ہوئے شکاری پرندے کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ شکاری پرندے نے شکار میں سے کچھ کھایا نہ ہو مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک پرندے کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔

مَسْئَلَةٌ: اگر کسی شخص نے ذبح کرنے کیلئے مثلاً ایک بکری لٹائی اس پر بسم اللہ پڑھی اور معاً اس کو چھوڑ کر دوسری بکری ذبح کر ڈالی از سر نو بسم اللہ نہیں پڑھی تو یہ دوسری بکری حلال نہ ہوگی، اور اگر بکری تو وہی رہی مگر چھری بدل دی تو ذبح کردہ بکری حلال رہے گی۔

مَسْئَلَةٌ: اگر ایک شخص نے بسم اللہ پڑھ کر ایک شکار پر تیر چلایا لیکن وہ تیر دوسرے شکار کو لگا یہ شکار حلال ہے۔

مَسْئَلَةٌ: اگر کسی شخص نے تیر نکالا اور اس پر بسم اللہ پڑھی پھر معاً تیر بدل کر اسی پہلے شکار پر دوسرا تیر چلایا اور از سر نو بسم اللہ نہیں پڑھی تو یہ شکار حلال نہ ہوگا۔

مَسْئَلَةٌ: اگر سدھائے ہوئے کتے کے ساتھ ایک بغیر سدھایا ہوا کتا بھی شکار کرنے میں شریک ہو گیا یا کسی غیر مسلم کا کتا شکار کرنے میں شامل ہو گیا ان تمام صورتوں میں شکار بغیر ذبح کئے حلال نہ ہوگا۔

متفرق مسائل:

مَسْئَلَةٌ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام درندے جانور حرام ہیں۔

مَسْئَلَةٌ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بلی کا گوشت کھانے اور اسے بیچ کر قیمت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

مَسْئَلَةٌ: بجو اور لومڑی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک حرام۔ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مکروہ اور امام شافعی کے نزدیک حلال ہے، زمین کے تمام جانور اور کیڑے مکوڑے حرام ہیں، اس سلسلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علاوہ باقی تمام ائمہ کرام کا اتفاق ہے۔

مَسْئَلَةٌ: گدھ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک حرام ہے، باقی تین ائمہ کرام کے نزدیک حلال ہے۔

مَسْئَلَةٌ: ٹڈی امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علاوہ باقی تمام ائمہ کرام کے نزدیک حلال ہے، خواہ مری ہوئی ملے یا ماری جائے۔

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ایسی ٹڈی مکروہ ہے جو مری ہوئی ملے۔

مَسْئَلَةٌ: گدھا اور خچر امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سوا باقی تمام ائمہ کرام کے نزدیک حرام ہے۔

مَسْئَلَةٌ: گھوڑے کا گوشت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بیشتر ائمہ کرام کے نزدیک حلال ہے، البتہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مناسب نہیں ہے۔

مَسْئَلَةٌ: گدھ اور اس جیسے وہ تمام پرندے جو مُردار کھاتے ہیں، امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مکروہ اور باقی تمام ائمہ کرام کے نزدیک حرام ہیں۔

مَسْئَلَةٌ: پانی کے جانوروں میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف مچھلی حلال ہے، امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سمندری خنزیر کے علاوہ باقی سب حلال ہیں، امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مینڈک اور مگر مچھ کے علاوہ باقی سب بحری جانور حلال ہیں، البتہ مچھلی کے علاوہ جانور امام موصوف کے نزدیک ذبح کرنے سے حلال ہوں گے۔

مَسْئَلَةٌ: جو مچھلی مرنے کے بعد پانی پر تیرتی ہوئی ملے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے علاوہ باقی تمام ائمہ کرام کے نزدیک حلال ہے۔ (ہدایۃ القرآن)

مَسْئَلَةٌ: خرگوش اور مرغی تمام ائمہ کرام کے نزدیک حلال ہے۔

ایک اصولی ضابطہ:

سابق آیات میں حلال و حرام کی جزئیات کو بیان کرنے کے بعد اب اليوم اُحِلَّ لکم الطیبات الخ میں ایک اصولی ضابطہ بیان کیا جا رہا ہے جس سے حرام چیزوں کو حلال چیزوں سے بآسانی ممتاز کیا جاسکتا ہے، اسلئے کہ حلال اور حرام اشیاء کی ایک لمبی فہرست ہے جن کا شمار کرنا آسان نہیں ہے، سابقہ آیت میں غور کرنے سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اشیاء میں اصل حلت ہے حرمت عارض ہے جب تک کسی شئی کی حرمت کی صراحت یا مصرح کی علت نہ پائی جائے حرام نہ ہوگی، بخلاف زمانہ جاہلیت کے کہ ان کے یہاں اس کا عکس تھا کہ ہر شئی میں حرمت اصل ہے الا یہ کہ اس کی حلت صراحت سے معلوم ہو جائے۔

اليوم اُحِلَّ لکم الطیبات، میں یہ ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ تمہارے لئے صاف ستھری اور پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں مطلب یہ ہے کہ پاکیزہ چیزیں جس طرح تمہارے لئے پہلے سے حلال تھیں آئندہ بھی حلال رہیں گی اب ان میں تبدیل و تنسیخ کا احتمال ختم ہو گیا اس لئے کہ نسخ و تغیر وحی کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے اور اب وحی کا سلسلہ موقوف ہونے جا رہا ہے لہذا اب رد و بدل کی بھی کوئی گنجائش باقی نہیں۔

ایک دوسری آیت و یُحرم علیہم الخبائث میں گندی چیزوں کو حرام کرنے کا بیان ہے یعنی تمہارے لئے گندی اور قابل نفرت چیزوں کو حرام کیا جاتا ہے، لغت میں طیبات صاف ستھری اور مرغوب چیزوں کو کہا جاتا ہے اور خبائث اس کے بالمقابل گندی اور قابل نفرت چیزوں کے لئے بولا جاتا ہے، آیت کے اس جملہ نے یہ بتا دیا کہ جتنی چیزیں صاف ستھری مفید اور پاکیزہ ہیں وہ انسان کے لئے حلال کی گئیں اور جو گندی قابل نفرت اور مضر چیز ہیں وہ حرام کی گئی ہیں، وجہ یہ ہے کہ انسان دوسرے جانوروں کی طرح نہیں ہے کہ اس کا مقصد زندگی دنیا میں کھانے، پینے، سونے جاگنے اور جینے مرنے تک محدود ہو، اس کو قدرت نے مخدوم کائنات کسی خاص مقصد سے بنایا ہے اور وہ مقصد پاکیزہ اخلاق کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اسی لئے بد اخلاق انسان در حقیقت انسان کہلانے کے قابل نہیں، اسی لئے قرآن کریم نے ایسے انسانوں کے لئے ”بَلْ هُمْ أَضَلُّ“ فرمایا یعنی ایسے لوگ چوپایوں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، جب انسان کی انسانیت کا مدار اصلاح اخلاق پر ہے تو ضروری ہے کہ جتنی چیزیں انسانی اخلاق کو گندہ اور خراب کرنے والی ہیں ان سے اس کا مکمل پرہیز کرایا جائے، اسی لئے کھانے پینے کی ساری چیزوں میں احتیاط کو لازمی

قرار دیا گیا، چوری، ڈاکہ، رشوت، سود، قمار وغیرہ کی حرام آمدنی جس کے بدن کا جزء بنے گی وہ لازمی طور پر اس کو انسانیت سے دور اور شیطنیت سے قریب کر دے گی۔

اسی لئے قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ”يَا أَيُّهَا الرِّسْلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا“ کیونکہ اکل حلال کے بغیر عمل صالح متصور نہیں۔

طہیت اور خبائث کا معیار:

اب رہی یہ بات کہ کونسی چیزیں طیب یعنی صاف ستھری مفید اور مرغوب ہیں اور کونسی خبائث یعنی گندی، مضر اور قابل نفرت ہیں، اس کا اصل فیصلہ طبائع سلیمہ کی رغبت و نفرت پر ہے، یہی وجہ ہے کہ جن جانوروں کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے ہر زمانہ کے سلیم الطبع انسان ان کو گندہ اور قابل نفرت سمجھتے رہے ہیں جیسے مردار جانور، خون البتہ بعض چیزوں کا جھٹکنا ہوتا ہے، ایسی چیزوں میں انبیاء علیہم السلام کا فیصلہ سب کے لئے حجت ہوتا ہے، اس لئے کہ افراد انسانی میں سب سے زیادہ سلیم الطبع انبیاء علیہم السلام ہی ہوتے ہیں، اسلئے کہ وہ اللہ رب العزت کے خصوصی تربیت یافتہ ہوتے ہیں اور فرشتے ان کی نگرانی پر مامور ہوتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر خاتم الانبیاء علیہ السلام کے عہد مبارک تک ہر پیغمبر نے مردار جانور اور خنزیر وغیرہ کی حرمت کا اپنے اپنے زمانہ میں اعلان فرمایا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے حجتہ اللہ البالغہ میں بیان فرمایا ہے کہ جتنے جانور شریعت اسلام نے حرام قرار دیئے ہیں اگر ان میں غور کیا جائے تو وہ سمٹ کر دو اصولوں کے تحت آجاتے ہیں، ایک یہ کہ کوئی جانور اپنی فطرت اور طبیعت کے اعتبار سے خبیث ہو، دوسرے یہ کہ اس کے ذبح کرنے کا طریقہ غلط ہو جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ذبیحہ مردار قرار پائیگا۔

سورہ مائدہ کی تیسری آیت میں جن نو چیزوں کی حرمت کا ذکر ہے ان میں خنزیر قسم اول میں داخل ہے باقی آٹھ قسم دوم میں، قرآن کریم نے ”و یحرم علیہم الخبائث“ میں اجمالی طور پر خبیث جانوروں کے حرام ہونے کا ذکر فرمایا، اور چند چیزوں کی حرمت کی صراحت کے بعد باقی چیزوں کی حرمت کا بیان رسول اللہ ﷺ کے سپرد فرمادیا۔

اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت اور مناکحت کی اجازت میں مناسبت اور حکمت:

وَالْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتِ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ، ابھی کھانے پینے کی چیزوں کی حلت کا ذکر تھا، اس کے معا بعد کتابیہ سے نکاح کی حلت کا ذکر ہے مناسبت ظاہر ہے کہ جس طرح مواکلت طبعی ضرورت ہے مناکحت بھی انسان کی طبعی خواہش ہے لہذا دونوں کو یکجا ذکر کرنا عین باہمی مناسبت کا تقاضہ ہے۔

یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَاءَكُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ يَّزَوَّجُوْا مِنْهُمْ اَوْ يَتَمَدَّدُوْا مِنْهُمْ فَاَنْكِحُوْهُمْ فَاِنَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

مکلف ہیں مگر یہ کہنا کہ مسلمانوں کا ذبیحہ اہل کتاب کے لئے حلال ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی اسلئے کہ اہل کتاب تو قرآنی احکام کے مکلف ہی نہیں۔

جواب: ایک جواب تو یہ ہے کہ دراصل یہ حکم بھی مسلمانوں ہی کو ہے اسلئے کہ اگر مسلمانوں کا کھانا (ذبیحہ) اہل کتاب کے لئے حرام ہوتا تو کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہ ہوتا کہ کسی اہل کتاب کو اپنا ذبیحہ کھلائے اور اگر کھلاتا تو گنہگار ہوتا مسلمانوں کے ذبیحہ کو اہل کتاب کیلئے حلال کر کے بتا دیا کہ اگر مسلمان اہل کتاب کو اپنا ذبیحہ کھلا دے تو گنہگار نہ ہوگا، لہذا مسلمان اپنی قربانی کا گوشت کتابی کو دے سکتے ہیں، اگر مذکورہ حکم نہ ہوتا تو کتابی کو اہل اسلام کے ذبیحہ کا گوشت دینا جائز نہ ہوتا۔

ترجمہ: جب نص قرآنی کی رو سے مسلمان کے لئے کتابیہ سے نکاح جائز ہے تو یہ ضروری تھا کہ ذبیحہ کی حلت طرفین سے ہو ورنہ تو ازدواجی زندگی میں نہایت دشواری پیش آتی اسلئے کہ مسلمان کا ذبیحہ اہل کتاب کے لئے حلال نہ ہونے کی صورت میں معاشرتی دشواریاں ازدواجی زندگی میں پیچیدگیاں پیدا ہوتیں یا تو اہل کتاب کے ذبیحہ پر اکتفاء کرنا پڑتا جو دونوں کیلئے حلال تھا یا پھر دونوں کے لئے دو ہانڈیاں الگ الگ پکانی ہوتیں جو کہ ایک امر دشوار ہے۔

سوال: قرآنی نص سے معلوم ہوتا ہے کہ کتابیہ عورت مسلمان کیلئے حلال ہے مگر مومنہ کتابی کیلئے حلال نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس میں حکمت یہ ہے کہ مسلمان چونکہ تمام انبیاء سابقین پر اجمالی ایمان رکھتے ہیں اور ان کا احترام سے نام لیتے اور ان کے نام کیلئے عَلَيْهِمُ السَّلَامُ کو لازمی جز سمجھتے ہیں لہذا اگر کوئی کتابیہ مسلمان کے نکاح میں ہوگی تو وہ روزمرہ کی زندگی میں اپنے نبی کا نام ادب و احترام سے سنے گی جس سے موافقت و انسیت میں اضافہ ہوگا اور ازدواجی زندگی کی ہم آہنگی کو تقویت حاصل ہوگی اس کے برخلاف اہل کتاب چونکہ نبی آخر الزمان محمد ﷺ کی نبوت کے قائل نہیں ہیں لہذا وہ آپ ﷺ کا اسم گرمی احترام نبوت کے ساتھ نہ لیں گے بلکہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی شان میں بعض اوقات ہتک آمیز کلمات استعمال کریں جن کو سکر ایک مسلمان عورت جو کسی کتابی کے نکاح میں ہو کبیدہ خاطر ہو، اس کا لازمی اور غیر مختلف نتیجہ یہ ہوگا کہ موافقت کے بجائے نا موافقت اور انس و محبت کے بجائے نفرت و عداوت پیدا ہو جائے جس کے نتیجے میں زندگی کا گلستانِ محبت وادی پر خار بن جائے۔

کتابیات سے نکاح کے بارے میں ائمہ کا اختلاف:

مسلمات اور کتابیات کے درمیان اصلاً قدر مشترک سلسلہ وحی و نبوت پر ایمان ہے، یہود و نصاری کے اعمال فاسقانہ ہوں یا عقائد غالیانہ بہر حال اصلاً یہ لوگ تو حید کے قائل اور سلسلہ وحی و نبوت کے ماننے والے ہیں، اور عقائد کے باب میں یہی دو عنوان اہم ترین ہیں البتہ یہ خیال رہے کہ نصرانیت موجودہ یورپی قوموں کی مسیحیت کے مرادف نہیں ہے۔

کتابیہ سے نکاح بالکل جائز ہے نفس جواز نکاح میں کوئی گفتگو نہیں ہے اور نص کی موجودگی میں گفتگو کی گنجائش بھی نہیں ہو سکتی، البتہ فقہاء نے مفاسد پر نظر کرتے ہوئے اور مصلحت شرعی کا لحاظ رکھتے ہوئے فتویٰ یہ دیا ہے کہ بلا ضرورت شدیدہ ایسے نکاحوں سے بچنا چاہئے۔

يَجُوزُ تَزْوِجُ الْكَتَابِيَّاتِ وَالْأُولَى إِنْ لَا يَفْعَلُ ، (فتح القدیر) وصح نکاح الكتابية وإن کره تنزیہاً، (درمختار) البتہ کتابیہ حربیہ کے نکاح کی کراہت میں شبہ نہیں، تکرہ الكتابية الحربية اجماعاً لا فتاح باب الفتنة (فتح القدیر) حنفیہ کے اس قول کا ماخذ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ایک اثر ہے جس میں آپ نے کتابیہ مقيم دار الحرب سے نکاح پر کراہت ظاہر فرمائی ہے۔ (مسبوط)

علامہ شامی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ غیر حربیہ سے نکاح مکروہ تنزیہی ہے اور حربیہ سے مکروہ تحریمی۔ (ردالمحتار)

جمہور کا مسلک۔

جمہور صحابہ و تابعین کے نزدیک اگرچہ از روئے نص قرآن اہل کتاب کی عورتوں سے فی نفسہ نکاح حلال ہے، لیکن ان سے نکاح کرنے پر جو دوسرے مفسد اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے بلکہ پوری امت مسلمہ کے لئے از روئے تجربہ لازمی طور سے پیدا ہوں گے ان کی بناء پر اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو وہ بھی مکروہ سمجھتے تھے۔

بصاص نے احکام القرآن میں شفیق بن سلمہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب مدائن پہنچے تو وہاں ایک یہودی عورت سے نکاح کر لیا، حضرت فاروق اعظم کو جب اس کی اطلاع ملی تو ان کو خط لکھا کہ اس کو طلاق دیدو، حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب میں لکھا کہ کیا وہ میرے لئے حرام ہے، تو اس کے جواب میں امیر المؤمنین فاروق اعظم نے لکھا، میں حرام نہیں کہتا لیکن ان لوگوں کی عورتیں عام طور پر عقیف اور پاکدامن نہیں ہوتیں اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ کہیں آپ لوگوں کے گھرانوں میں اس راہ سے فحش و بدکاری داخل نہ ہو جائے، اور امام محمد بن حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کتاب الآثار میں اس واقعہ کو روایت امام ابو حنیفہ سے اس طرح نقل کیا ہے کہ دوسری مرتبہ فاروق اعظم نے جب حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خط لکھا تو اس کے الفاظ مندرجہ ذیل تھے۔

<p>یعنی تم کو قسم دیتا ہوں کہ میرا یہ خط اپنے ہاتھ سے رکھنے سے پہلے ہی اس کو طلاق دیکر آزاد کردو، کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ دوسرے مسلمان بھی تمہاری اقتداء کریں گے اور اہل ذمہ (اہل کتاب) کی عورتوں کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے مسلمان عورتوں پر ترجیح دینے لگیں تو مسلمان عورتوں کے لئے اس سے بڑی مصیبت اور کیا ہوگی۔</p>	<p>اعزم عَلَيْكَ أَنْ لَا تَضَعَ كِتَابِي هَذَا حَتَّى تَخْلِيَ سَبِيلَهَا فَانِي أَخَافُ أَنْ يَقْتَدِيكَ الْمُسْلِمُونَ فَيَخْتَارُوا لِنِسَاءِ أَهْلِ الذِّمَّةِ لِحَمَالِهِنَّ وَكَفَى بِذَلِكَ فِتْنَةً لِنِسَاءِ الْمُسْلِمِينَ.</p> <p>(کتاب الآثار، معارف)</p>
---	--

وَأَرْجُلُكُمْ بِالنَّصَبِ عَظْفًا عَلَى أَيْدِيكُمْ وَالْجَوَارِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ أَيْ مَعَهُمَا كَمَا بَيَّنَّتْهُ السُّنَّةُ وَهُمَا الْعَظْمَانِ النَّاتِيَانِ فِي كُلِّ رَجُلٍ عِنْدَ مَفْصَلِ السَّاقِ وَالْقَدَمِ وَالْفَصْلُ بَيْنَ الْأَيْدِي وَالْأَرْجُلِ الْمَغْسُوءَةِ بِالرَّأْسِ الْمَمْسُوحِ يُفِيدُ وَجُوبَ التَّرْتِيبِ فِي طَهَارَةِ هَذِهِ الْأَعْضَاءِ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَيُؤْخَذُ مِنَ السُّنَّةِ وَجُوبُ النِّيَّةِ فِيهِ كَغَيْرِهِ مِنَ الْعِبَادَاتِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَرُوا فَاغْتَسِلُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرَضَىٰ مَرَضًا يَضُرُّهُ الْمَاءُ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ أَحَدٌ مِنْكُمْ مَرَضٌ أَوْ لَمْ يَسْتُمْرِ النَّسَاءُ سَبَقَ بِشَلْهِ فِي آيَةِ النَّسَاءِ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً بَعْدَ طَلَبِهِ فَتَيَمَّمُوا أَفْضَلًا صَاعِدًا أَطْيَبًا تَرَابًا طَاهِرًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مَعَ الْمَرَافِقِ مِنْهُ بَصْرُ بَتَيْنِ وَالْبَاءُ لِلْإِصْبَاقِ وَبَيَّنَّتْ السُّنَّةُ أَنَّ الْمِرَادَ اسْتِيعَابَ الْعُضْوَيْنِ بِالْمَسْحِ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ ضَيْقٍ بِمَا فَرَضَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْوُضُوءِ وَالْغُسْلِ وَالتَّيَمُّمِ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهَّرَكُمْ مِنَ الْأَحْدَاثِ وَالذُّنُوبِ وَلِيَتِمَّ نِعْمَتُهُ عَلَيْكُمْ بِبَيَانِ شَرَائِعِ الدِّينِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ① نِعْمَةٌ وَأَذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ بِالْإِسْلَامِ وَمِيثَاقَهُ عَنْهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ غَاثَ كُمْ عَلَيْهِ إِذْ قُلْتُمْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ بَايَعْتُمُوهُ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا فِي كُلِّ مَا تَأْمُرُ بِهِ وَتَنْهَى بِمَا نَحِبُ وَنَكْرَهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ فِي مِيثَاقِهِ أَنْ تَقْضُوهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ② بِمَا فِي الْقُلُوبِ فَبَغْيِهِ أُولَىٰ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ بِحُقُوقِهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ بِالْعَدْلِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ يَحْمِلَنَّكُمْ شَنَا نَبْغِ قَوْمٍ أَيْ الْكُفَّارِ عَلَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا فَتَنَالُوا مِنْهُمْ لِعَدَاوَتِهِمْ إَعْدِلُوا ③ فِي الْعَدْوِ وَالْوَلِيِّ هُوَ أَيْ الْعَدْلُ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ④ فَيَجَازِيكُمْ بِهِ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَغَدَا حَسَنًا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ⑤ هُوَ الْجَنَّةُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ⑥ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ هُمْ قَرْنِشٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ لِيَفْتَكُوا بِكُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَعَصَمَكُمْ بِمَا أَرَادُوا بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ⑦

ترجمہ:

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم نماز کے لئے اٹھو یعنی اٹھنے کا ارادہ کرو حال یہ کہ تم بے وضو ہو تو اپنے چہرے اور اپنے ہاتھ کہنیوں سمیت دھولیا کرو یعنی مع کہنیوں کے، جیسا کہ اس کو سنت نے بیان کیا ہے، اور سروں پر ہاتھ پھیر لیا کرو بآءِ الصاق کے لئے ہے، یعنی مسح کو سروں سے بغیر پانی بہائے متعلق کر دو مسح اسم جنس ہے لہذا جس پر مسح صادق آئے اس کا کم سے کم کافی ہے، اور وہ سر کے بعض بالوں کا مسح ہے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے اور ٹخنوں سمیت پیر دھولیا کرو جیسا کہ سنت نے بیان کیا ہے (اَرْجُلُكُمْ) نصب کے ساتھ ہے ایدیکم پر عطف کرتے ہوئے اور جڑ پڑوس کی رعایت کی

وجہ سے ہے، اور (کعبین) دو ابھری ہوئی ہڈیاں ہیں ہر پیر میں پنڈلی اور قدم کے جوڑ کے مقام پر، اور ہاتھ اور پیر اعضاء مغسولہ کے درمیان اس مسح کا فصل ان اعضاء کی طہارت میں وجوب ترتیب کا فائدہ دیتا ہے، اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے اور وجوب وضوء میں نیت دیگر عبادات کے مانند سنت (انما الا اعمال بالنیات) سے ماخوذ ہے اور اگر تم جنبی ہو تو اچھی طرح طہارت حاصل کر لیا کرو، یعنی غسل کر لیا کرو اور اگر تم کو مرض ہو ایسا مرض کہ جس میں پانی مضر ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت سے آیا ہو یعنی حدث کیا ہو، یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو، اور جستجو کے باوجود پانی دستیاب نہ ہو تو پاک مٹی کا قصد کرو (یعنی مٹی سے کام لو) تو اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت مسح کرو مٹی پر دوسرے لگا کر، اور باء الصاق کے لئے ہے، اور سنت نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ دونوں اعضاء کے مسح سے مراد استیعاب با مسح ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر وضوء اور غسل اور تیمم فرض کر کے تمہارے لئے کسی قسم کی تنگی کرنا نہیں چاہتا، لیکن وہ چاہتا ہے کہ تم کو حدث سے اور گناہوں سے پاک کرے، اور دین کے قوانین بیان کر کے تمہارے اوپر اپنی نعمت تام کرنا چاہتا ہے تاکہ تم اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اور تم اپنے اوپر نعمت اسلام کو یاد کرو اور اپنے اس عہد کا خیال رکھو جو اس نے تم سے اس وقت لیا کہ جب تم نے نبی سے بیعت کرتے وقت کہا تھا کہ ہم نے سنا اور قبول کیا، ہر اس بات میں جس کا آپ حکم فرمائیں اور منع فرمائیں، خواہ ہم پسند کریں یا ناپسند کریں، اور اللہ سے کہئے ہوئے عہد کے بارے میں نقض عہد کرنے سے اللہ سے ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں کے رازوں سے واقف ہے، تو اس کے علاوہ سے بطریق اولیٰ واقف ہے، اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے لئے اس کے حقوق کے ساتھ راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو کسی گروہ کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان کے ساتھ انصاف نہ کرو، کہ تم ان سے دشمنی کی وجہ سے ان سے اپنا مقصد حاصل کرو، دوست و دشمن ہر ایک کے ساتھ انصاف کرو اور عدل خدا ترسی کے زیادہ مناسب ہے اللہ سے ڈرتے رہو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے سو وہ تم کو اس کی جزاء دیگا ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اچھا وعدہ ہے کہ ان کے لئے مغفرت ہے اور اجر عظیم ہے اور وہ جنت ہے، اور جو لوگ کفر کریں اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں تو وہ جہنمی ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تمہارے اوپر کیا ہے جب ایک قوم یعنی قریش نے ارادہ کیا تھا کہ تم پر دست درازی کریں تاکہ تم کو نقصان پہنچائیں (قتل کریں) مگر اللہ نے ان کے ہاتھوں کو تمہارے اوپر اٹھنے سے روک دیا اور تم کو اس سے محفوظ رکھا جس کا وہ تمہارے ساتھ کرنے کا ارادہ کر چکے تھے، اللہ سے ڈرتے رہو ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

تحقیق و ترکیب تسبیح و تفسیری فوائد

قَوْلًا: اِیْ اَرَدْتُمْ الْقِيَامَ اس اضافہ کا مقصد ایک سوال کا جواب ہے۔

سُئِلَ: اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوْهُكُمْ، سے معلوم ہوتا ہے کہ طہارت شروع فی الصلوة کے بعد واجب

ہے حالانکہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہی طہارت کا ہونا ضروری ہے۔

جواب: یہ ہے کہ اذا قمتکم کا مطلب ہے اذا اَرَدْتُمُ الْقِيَامَ، یعنی جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو طہارت حاصل کرو۔

سوال: قمتکم بول کر اَرَدْتُمُ کا ارادہ کس مناسبت سے ہے اس میں کونسا علاقہ ہے؟

جواب: مسبب بول کر سبب مراد لیا گیا ہے ارادہ چونکہ قیام کا سبب ہے اور قیام مسبب ہے، لہذا یہاں قیام بول کر ارادہ مراد لیا گیا ہے۔

قولہ: وَأَنْتُمْ مُحَدِّثُونَ، یہ اضافہ بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: مذکورہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی قیام الی الصلوٰۃ کا ارادہ ہو تو طہارت حاصل کرنا ضروری ہے خواہ پہلے سے طہارت حاصل ہو یا نہ ہو؟

جواب: وضوء اسی وقت ضروری ہے کہ جب طہارت نہ ہو، اسی پر علماء کا اتفاق ہے، مگر ہر نماز کے لئے تازہ وضوء کرنا بہتر ہے۔

قولہ: الْمَرَافِقُ، یہ مرفق، میم کے کسرہ اور فاء کے زبر کے ساتھ ہے اس میں ایک لغت میم کے فتح اور فاء کے کسرہ کے ساتھ بھی ہے، اس جوڑ کو کہتے ہیں جو بازو اور پہنچے کے درمیان ہوتا ہے جس کو اردو زبان میں کہنی کہتے ہیں۔

قولہ: الْبَاءُ لِلْإِصْبَاقِ، بعض حضرات نے کہا ہے کہ باز اندہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ تبعض کے لئے ہے، ابن ہشام اور زبیری نے کہا ہے کہ الصاق کے لئے ہے یعنی مسح کو خواہ پورے سر کا ہو یا بعض کا سر سے متعلق کر دو، امام مالک اور احمد نے احتیاطاً استیعاب کو واجب کہا ہے اور امام شافعی رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی نے اقل مقدار کو واجب کہا ہے اسلئے کہ یہ یقینی مقدار ہے، اور امام ابوحنیفہ رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی نے ربع راس کا مسح واجب قرار دیا ہے اور دلیل آپ ﷺ کی وہ حدیث ہے جس میں وارد ہوا ہے، ”اِنَّهُ مَسَحَ عَلَى النَّاصِيَةِ، النَّاصِيَةِ مَقْدَمُ الرَّاسِ وَهُوَ بِقَدْرِ رُبْعِ الرَّاسِ“۔

قولہ: بِالنَّصْبِ، اَرْجُلُکُمْ، میں دو قراءتیں ہیں لام کے فتح کے ساتھ یہ نافع اور ابن عامر اور کسائی اور حفص کی عاصم سے۔

قولہ: بِالْجَرِّ یہ باقی قراءت سب سے ہے، اسی اختلاف قراءت کی وجہ سے پیروں کے دھونے یا مسح کرنے کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہوا ہے، اہل سنت کے نزدیک صرف غسل ہی واجب ہے اور اہل تشیع کے نزدیک مسح ہی ضروری ہے اور داؤد بن علی اور فرقہ زیدیہ میں سے ناصر الحق دونوں کے درمیان جمع کے قائل ہیں۔

قولہ: وَالْجَرِّ لِلْجَوَارِ، یہ ایک سوال کا جواب ہے۔

سوال: بہت سے قراء ”ارجلکم“ میں لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں جر کی قراءت کی صورت میں رؤسکم پر عطف ہونے کی وجہ سے مسح کا حکم ہوگا حالانکہ یہ مذہب خوارج اور اہل تشیع کا ہے جو کہ سنت رسول اور سنت صحابہ کے عمل کے خلاف ہے۔

جواب: حاصل جواب یہ ہے کہ اَرْجُلُکُمْ کسرہ لام رعایت جوار کی وجہ سے ہے نہ کہ عطف علی الجرجور کی وجہ سے اور اس کی مثالیں قرآن اور غیر قرآن میں بکثرت ہیں۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

رابط آیات:

اوپر کی آیات میں انسان کی راحت کی حلال چیزوں کا ذکر تھا، جو کہ اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا انعام ہے لہذا انسان پر لازم ہے کہ منعم کا شکر گزار ہو، اور شکر گزاری کا ایک طریقہ نماز ہے اور نماز کے لئے طہارت ضروری ہے، اور طہارت کے لئے طریقہ طہارت کا جاننا ضروری ہے اسی واسطے مذکورہ آیت میں نماز کے بیان کے ساتھ طہارت کا طریقہ بھی بیان فرمایا۔ جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرے اور بے وضو یا بے غسل ہو تو وضو یا غسل کر کے طہارت حاصل کر لے اور اگر پانی دستیاب نہ ہو یا پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو اس صورت میں تیمم کرے وضوء اور جنابت سے طہارت حاصل کرنے کیلئے تیمم ایک ہی طرح ہوگا، اگر پہلے سے وضو ہو تو وضوء کرنا ضروری نہیں ہے البتہ مستحب ہے، ایک وضوء سے متعدد نمازیں پڑھنا جائز ہیں، صحیح مسلم میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وضوء سے چند نمازیں پڑھیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ایک وضوء سے چند نمازیں پڑھنا آپ کی عادت شریفہ نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے یہ کام قصداً کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ بیان کرنا تھا کہ اگرچہ ہر نماز کے لئے تازہ وضوء بہتر ہے مگر ایک وضوء سے چند نمازیں پڑھنا بھی جائز ہے گویا آپ نے مذکورہ عمل بیان جواز کے لئے فرمایا۔

وضوء میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرض ہے دیگر علماء اس کو سنت کہتے ہیں اسی طرح ڈاڑھی کے بالوں کی جڑ تک پانی پہنچانے کو بعض علماء فرض کہتے ہیں مگر اکثر علماء اس کو بھی سنت کہتے ہیں۔

کہنیاں غسل یدین میں داخل ہیں یا نہیں؟

ہاتھوں کا مع کہنیوں کے دھونا ضروری ہے سوائے امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے، حضرت جابر کی روایت جس کو دارقطنی اور بیہقی نے روایت کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ دھوتے وقت کہنیوں کو بھی دھویا، اس حدیث کو اگرچہ منذری اور ابن صلاح وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن صحیح مسلم میں ابوہریرہ کی حدیث مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے مونڈھے تک اپنے ہاتھ دھوئے اور کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا، اس حدیث سے جمہور علماء کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ کہنیاں غسل یدین میں داخل ہیں بلکہ اجر کے لحاظ سے اس سے بھی کچھ بڑھانا چاہئے، چنانچہ ابوہریرہ کی اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونڈھوں تک ہاتھ دھو کر فرمایا کہ قیامت کے دن وضوء کے اعضاء میں اللہ کی قدرت سے ایک چمک پیدا ہوگی اس لئے جس سے ہو سکے اپنی اس چمک کو بڑھائے۔

مذکورہ حدیث پر اعتراض:

بعض علماء نے ابو ہریرہ کے اس فعل پر اعتراض کیا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فعل عمرو بن شعیب کی اس حدیث کے خلاف ہے کہ جو مسند امام احمد، نسائی، ابوداؤد وغیرہ میں ہے، جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ”جو شخص وضو میں تین دفعہ کی حد سے بڑھا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔“

مذکورہ اعتراض کا جواب:

مذکورہ اعتراض کا جواب بعض علماء نے یہ دیا ہے کہ عمرو بن شعیب کی اس حدیث میں وضوء کے اعضاء کو تین مرتبہ دھونے کا ذکر ہے اس لئے اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص تین دفع دھونے کی حد سے بڑھا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا، اس سے معلوم ہوا کہ ابو ہریرہ اور عمرو بن شعیب کی حدیث میں کوئی تضاد نہیں ہے اسلئے کہ عمرو بن شعیب کی روایت میں تعداد میں حد سے بڑھنے کی ممانعت ہے اور ابو ہریرہ کی روایت میں مقدار میں زیادتی کی سفارش ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کی اس روایت پر ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ ابو ہریرہ اس روایت میں تنہا ہیں کسی اور صحابی سے یہ روایت مروی نہیں ہے، مگر یہ اعتراض بھی صحیح نہیں ہے، اسلئے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی صحیح روایتوں میں یہ فعل حضرت عبداللہ بن عمر کا بھی موجود ہے۔

سرکامسح اور ائمہ کا اختلاف:

وضوء میں سرکامسح فرض ہے امام مالک اور امام احمد کے نزدیک پورے سرکامسح فرض ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چوتھائی سرکا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کم سے کم حصے کا مسح کر لینے سے بھی فرض ادا ہو جائیگا، ان دونوں حضرات کے نزدیک پورے سرکامسح بہتر ہے۔

پاؤں دھونے کے سلسلہ میں شیعہ حضرات کے علاوہ امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے، شیعہ حضرات کا مسلک یہ ہے کہ پیروں پر مسح فرض ہے نہ کہ دھونا۔
(تفسیر ہدایۃ القرآن)

وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا، جنابت خواہ مباشرت سے ہو یا بیداری و خواب میں خروج منی سے دونوں صورتوں میں غسل واجب ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے سورۃ نساء کی آیت ۴۳ ملاحظہ کریں)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ (الآية) پہلے کی تشریح سورۃ نساء کی آیت نمبر (۱۳۵) میں اور دوسرے جملے کی سورۃ المائدہ کے آغاز میں گزر چکی ہے۔

عادلانہ گواہی کی اہمیت:

نبی کریم ﷺ کے نزدیک عادلانہ گواہی کی کتنی اہمیت ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہوتا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے عطیہ دیا تو میری والدہ نے کہا اس عطیہ پر آپ جب تک اللہ کے رسول کو گواہ نہ بنائیں گے میں راضی نہیں ہوں گی چنانچہ میرے والد نبی ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ سے ڈرو اور اولاد کے درمیان انصاف کرو، اور فرمایا کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

تَبَايَهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكَرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ اذْهَمَ قَوْمٌ، (الآیۃ) اس آیت کے شان نزول میں مفسرین نے متعدد واقعات بیان کئے ہیں مثلاً کعب بن اشرف اور اس کے ساتھیوں نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کے خلاف سازش کر کے آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی اللہ تعالیٰ نے بروقت آپ کو بذریعہ وحی سازش کی اطلاع فرمادی آپ ﷺ فوراً وہاں سے اٹھ کر چلے آئے، بعض نے کہا ہے کہ ایک مسلمان کے ہاتھوں غلط فہمی سے دو عامری شخصوں کا قتل ہو گیا تھا ان کی دیت کی ادائیگی میں حسب معاہدہ بنو نضیر سے تعاون لینا تھا اسی سلسلہ میں آپ ان کے یہاں تشریف لے گئے تھے، اور ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے تھے، یہود نے سازش کر کے اوپر سے ایک پتھر گر کر آپ کو شہید کرنے کی کوشش کی تھی اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اس سازش کی اطلاع دیدی، ایک تیسرا واقعہ نزول آیت کے بارے میں غوث بن حارث کا نقل کیا ہے، جس کو عبد الرزاق نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے اپنی تفسیر میں اس آیت کا شان نزول قرار دیا ہے، اس کی سند معتبر ہے۔

غوث بن حارث کا واقعہ:

امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع کے لئے جاتے وقت درختوں کے سایہ میں ہم لوگ ٹھہر گئے حضرت جابر کہتے ہیں کہ میری آنکھ لگ گئیں اور دیگر ساتھی بھی سو گئے، آنحضرت بھی اپنی تلوار ایک درخت پر لٹکا کر استراحت فرمانے لگے، غوث بن حارث نے چپکے سے آکر آپ کی تلوار درخت سے اتار لی اور تلوار سونت کر آپ سے کہنے لگا اب تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا اللہ، ابن اسحق کی روایت میں اتنا مزید ہے کہ حضرت جبریل نے آکر غوث کے سینہ پر ایک تھکی ماری جس پر تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی آنحضرت ﷺ نے وہ تلوار اٹھالی اور غوث بن حارث سے پوچھا اب تجھ کو کون بچا سکتا ہے اس نے کہا کوئی نہیں آپ نے اس کو معاف کر دیا، واقندی نے اس واقعہ میں اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ غوث اس واقعہ کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور اس کے واسطے سے بہت سے لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی، اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر یہ احسان فرمایا کہ آپ کو ایک دشمن کے حملے سے بچالیا پھر اس احسان میں امت کو شریک فرما کر یہ آیت اس تنبیہ کے ساتھ نازل فرمائی کہ امت کی ہدایت کے لئے رسول کا آنا ایک بڑا احسان ہے۔ (احسن تفاسیر)

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ بِمَا يُدْكُرُ بَعْدَ وَبَعَثْنَا فِيهِ التَّفَاطَاتِ عَنِ الْعَيْبَةِ أَقْمِنَا
 مِنْهُمْ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ۖ مِنْ كُلِّ سَبْطٍ نَقِيبٌ يَكُونُ كَفِيلًا عَلَى قَوْمِهِ بِالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ تَوْفَقَهُ عَلَيْهِمْ وَقَالَ
 لَهُمُ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ بِالْعَوْنِ وَالنُّصْرَةِ لَئِنْ لَمْ قَسِمَ أَقِمُّمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ
 بِرُسُلِي وَعَزَرْتُمْ أَوْفُقَهُمْ نَصَرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا بِالْإِنْفَاقِ فِي سَبِيلِهِ ۖ لَئِنْ كَفَرْتُمْ عَنْكُمْ
 سَيَاتِكُمْ وَأَلَدُ جِلْدِكُمْ حَتَّى تَجْرِيَ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ الْمِيثَاقِ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ
 السَّبِيلِ ۝ أَخْطَأَ طَرِيقَ الْحَقِّ وَالسَّوَاءِ فِي الْأَصْلِ الْوَسْطُ فَتَقَضُّوا الْمِيثَاقَ قَالَ تَعَالَى فِيمَا أَنْقَضَهُمْ مَا
 زَائِلَةٌ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ أَبْعَدْنَا هُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَسِيَةً ۖ لَا تَلِينَ لِقَبُولِ الْإِيمَانِ
 يُخَرِّفُونَ الْكَلِمَ الَّذِي فِي التَّوْرَةِ مِنْ نَعْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِ عَنْ مَوَاضِعِهِ ۖ الَّتِي
 وَضَعَهُ اللَّهُ عَلَيْهَا إِي يُبَدِّلُونَهُ ۖ وَلَسَوْا تَرَكُوا حَظًّا نَصِيبًا مِمَّا ذُكِّرُوا أَمْرُوا بِهِ ۖ فِي التَّوْرَةِ مِنْ إِتْبَاعِ مُحَمَّدٍ
 وَلَا تَرَالِ خُطَابَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَطْلُعُ تَظْهَرُ عَلَى خَائِنَةٍ إِي خِيَانَةٍ مِنْهُمْ بِتَقْضِ الْعَهْدِ وَغَيْرِهِ
 الْأَقِيلَ لَا مِنْهُمْ بِمَنْ أَسْلَمَ فَالْخُفَّ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ هَذَا مَسْنُوعٌ بِأَيِّ
 السَّيْفِ وَمَنْ الَّذِينَ قَالُوا أَنَا نَصْرَى مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهِ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ كَمَا أَخَذْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَءِيلَ
 الْيَهُودَ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۖ فِي الْإِنْجِيلِ مِنَ الْإِيمَانِ وَغَيْرِهِ وَتَقَضُّوا الْمِيثَاقَ فَأَعْرَبْنَا أَوْ قَعْنَا
 بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۖ يَتَفَرَّقُهُمْ وَاخْتِلَافُ أَهْوَائِهِمْ فَكُلُّ فِرْقَةٍ تَكْفُرُ الْأُخْرَى
 وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ فِي الْآخِرَةِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝ فَيُجَازِيهِمْ عَلَيْهِ يَأْهَلُ الْكِتَابِ الْيَهُودُ
 وَالنَّصْرَى قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا مُحَمَّدٌ يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ تَكْتُمُونَ مِنَ الْكِتَابِ
 التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ كَايَةِ الرَّجْمِ وَصِفَتِهِ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۖ مِنْ ذَلِكَ فَلَا يُبَيِّنُهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَصْلَحَةٌ إِلَّا
 إِفْتِضَاحَكُمْ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكِتَابٌ قَرَأَ مُبِينٌ ۝
 ظَاهِرٌ يَهْدِي بِهِ إِي بِالْكِتَابِ اللَّهُ مِنَ الشَّيْءِ رِضْوَانُهُ بِأَنْ سُبُلَ السَّلَامِ طُرُقَ السَّلَامَةِ
 وَيُخْرِجُهُمُ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ الْإِيمَانِ بِإِذْنِهِ بِأَرَادَتِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ دِينِ
 الْإِسْلَامِ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ حَيْثُ جَعَلُوهُ الْهَاهُوَ الْيَعْقُوبِيَّةَ فِرْقَةً
 مِنَ النَّصَارَى قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ إِي يَدْفَعُ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ
 مَرْيَمَ وَآلَهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۖ إِي لَا أَحَدٌ يَمْلِكُ ذَلِكَ وَلَوْ كَانَ الْمَسِيحُ الْهَاهُوَ لَقَدَّرَ عَلَيْهِ وَلِلَّهِ مُلْكُ
 السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۖ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَافِعٌ ۖ قَدِيرٌ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُودُ
 وَالنَّصْرَى إِي كُلٌّ مِنْهُمَا نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ إِي كَأَبْنَائِهِ فِي الْقُرْبِ وَالْمَنْزِلَةِ وَهُوَ كَأَبِينَا فِي الشَّفَقَةِ

وَالرَّحْمَةَ وَاجْتَابُوهُ فَقُلْ لَهُمْ يَا مُحَمَّدٌ قَلِمٌ يَعِدُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ اِنْ صَدَقْتُمْ فِي ذَلِكَ وَلَا يُعَذِّبُ الْاَبْ وَلَدَهُ وَلَا الْحَبِيبُ حَبِيبُهُ وَقَدْ عَذَّبَكُمْ فَانْتُمْ كَاذِبُونَ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ خَلَقَ مِنَ الْبَشَرِ لَكُمْ مَالُهُمْ وَعَلَيْكُمْ مَا عَلَيْهِمْ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ الْمَغْفِرَةَ لَهُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ تَعَذِّبُهُ لَا اِغْتِرَاضَ عَلَيْهِ وَاللَّهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَلِيهِ الْمَصِيرُ الْمَرْجِعُ يَا هَلْ الْكَتِبُ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا مُحَمَّدٌ يَبَيِّنُ لَكُمْ شَرَائِعَ الدِّينِ عَلَى فِتْرَةٍ اِنْقِطَاعٍ مِنَ الرُّسُلِ اِذْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ عَيْسَى رَسُولٌ وَمُدَّةُ ذَلِكَ خَمْسُمِائَةٍ وَتِسْعٌ وَسِتُّونَ سَنَةً اَنْ لَا تَقُولُوا اِذَا عَذَّبْتُمْ مَا جَاءَنَا مِنْ زَائِدَةٍ بَشِيرٌ وَلَا نَذِيرٌ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ فَلَا عُدْرَ لَكُمْ اِذَا وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَمَنْ تَعَذَّبَكُمْ اِنْ لَمْ تَتَّبِعُوهُ.

۱۶۷

ترجمہ:

اور اللہ نے بنی اسرائیل سے آئندہ مذکور باتوں کے بارے میں یہ پختہ عہد لیا تھا، اور ان میں سے ہم نے بارہ نقیب مقرر کئے تھے، اس میں غیبت سے (تکلم کی جانب) التفات ہے، (بَعَثْنَا بِمَعْنَى اَقَمْنَا ہے نہ کہ بمعنی اَرْسَلْنَا) ہر قبیلہ سے ایک نقیب (نگراں) کہ وہ اپنی قوم پر ایفاء عہد کی تاکید رکھے اور ان سے کہا تھا کہ میں اعانت اور نصرت کے اعتبار سے تمہارے ساتھ ہوں تم ہے اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ ادا کی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کی مدد کی اور راہ خدا میں خرچ کر کے خدا کو قرض حسن دیتے رہے تو یقین رکھو میں تمہاری بُرائیاں تم سے زائل کر دوں گا، اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اس عہد کے بعد جس نے تم میں سے کفر کیا تو وہ راہ راست سے بھٹک گیا، یعنی راہ حق سے خطا کر گیا، اور سوا، کے معنی اصل میں وسط کے ہیں، تو بنی اسرائیل نے عہد شکنی کی، تو ان کے نقض عہد کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا جس کی وجہ سے قبول حق کے لئے نرم نہیں ہوتے، (اب ان کا حال یہ ہے) کہ محمد ﷺ کی ان صفات وغیرہ کو کہ جو تورات میں موجود ہیں ان کے اس اصل مفہوم سے کہ جو اللہ نے متعین کیا ہے رو بدل کر کے کچھ کچھ کر دیتے ہیں یعنی انکو بدل دیتے ہیں، اور جس چیز یعنی اتباع محمد کا ان کو تورات میں حکم دیا گیا تھا اس کا اکثر حصہ انہوں نے پس پشت ڈال دیا تھا، اور آئے دن تمہیں یہ آپ ﷺ کو خطاب ہے، ان کے نقض عہد وغیرہ کی کسی نہ کسی خیانت کا پتہ چلتا رہتا ہے، ان میں سے بہت کم لوگ جو اسلام لائے ہیں، (اس عیب سے) بچے ہوئے ہیں (جب ان کی یہ حالت ہے) تو ان کو معاف کر دو اور (ان حرکتوں) سے چشم پوشی کرتے رہو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے۔ احسان کی روش پسند کرتے ہیں یہ (حکم) آیت سیف سے منسوخ ہے، اور ان لوگوں سے بھی ہم نے پختہ عہد لیا جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں جیسا کہ ہم نے بنی اسرائیل یہود سے عہد لیا تھا، مگر ان کو بھی جو (سبق) انجیل میں ایمان وغیرہ کا یاد کرایا گیا تھا اس کا ایک بڑا حصہ فراموش کر دیا، اور عہد شکنی کی، تو ہم نے ان کے اندر تفریق کے ذریعہ اور ان کے نظریات میں اختلاف کے ذریعہ قیامت تک کے لئے بغض و عداوت ڈال دی جس کے نتیجے میں ہر فریق دوسرے کی تکفیر کرتا ہے، عنقریب آخرت میں اللہ

تعالیٰ ان کو بتادے گا جو حجتیں (دنیا میں) وہ کیا کرتے تھے؟ تو ان کو اس کی سزا دے گا، اے اہل کتاب یہود و نصاریٰ تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا جو کتاب الہی تورات و انجیل کی بہت سی باتوں کو جیسا کہ آیت رحم اور آپ ﷺ کی صفات جن پر تم پردہ ڈالا کرتے تھے تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کر رہا ہے اور ان میں سے بہت سی باتوں کو نظر انداز بھی کر جاتا ہے، کہ ان کو ظاہر نہیں کرتا جن میں تمہاری فضیحت کے علاوہ کوئی مصلحت نہ ہو یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آگئی اور وہ (محمد ﷺ) نبی ﷺ ہیں، اور ایک ایسی حق نما کتاب قرآن کہ اس کے ذریعہ اللہ اس شخص کو جو اس کی رضا کا طالب ہے کہ اس پر ایمان لائے سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے ارادہ سے ان کو کفر کی ظلمت سے ایمان کے نور کی جانب نکالتا ہے اور راہ راست (یعنی) دین اسلام کی جانب رہنمائی کرتا ہے یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا یقیناً مسیح ابن مریم ہی خدا ہے بایں طور کہ انہوں نے مسیح کو معبود قرار دیا اور وہ فرقہ یعقوبیہ ہے جو کہ نصاریٰ کا ایک فرقہ ہے، ان سے پوچھو اگر خدا مسیح ابن مریم کو اور ان کی والدہ کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو کس کی مجال کہ اللہ کے عذاب کا کچھ بھی دفاع کر سکے، یعنی اس کی کسی کو مجال نہیں، اور اگر مسیح خدا ہوتے تو اس پر قادر ہوتے، یہود و نصاریٰ یعنی ان میں سے ہر ایک کہتا ہے کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں یعنی قرب و منزلت میں، اور وہ ہمارے لئے شفقت و رحمت میں باپ کے مانند ہے اور اس کے چہیتے ہیں اے محمد ﷺ ان سے پوچھو تو پھر وہ تم کو سزا کیوں دیتا ہے؟ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو، اور باپ بیٹے کو سزا نہیں دیا کرتا اور نہ محبوب اپنے محبوب کو اور وہ یقیناً تم کو سزا دے گا، لہذا تم (اپنے دعوے میں) جھوٹے ہو، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم بھی ویسے ہی انسان ہو جیسے دوسرے انسان پیدا کئے تمہارے لئے وہی اجر و ثواب ہے جو ان کے لئے ہے اور تمہارے لئے وہی سزا ہے جو ان کے لئے ہے، وہ جسے معاف کرنا چاہے معاف کرتا ہے اور جس کو عذاب دینا چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں آسمانوں اور زمین میں اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اللہ کی ملک ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے اے اہل کتاب ہمارا رسول محمد ﷺ تمہارے پاس آیا ہے اور دین کے احکام کی واضح تعلیم دے رہا ہے جبکہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ ایک مدت سے بند تھا اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے درمیان کوئی رسول نہیں تھا، اور توقف کی مدت ۵۶۹ سال ہے جب تم کو سزا دی جائے تو تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوشخبری دینے والا آیا اور نہ ڈرانے والا، من، زائدہ ہے، لہذا اب تمہارے لئے کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے اور اللہ ہر شئی پر قادر ہے اسی میں تم کو سزا دینا بھی شامل ہے اگر تم اس کی اتباع نہ کرو۔

الصلوة، لَا كُفْرًا، جواب قسم ہے جو کہ قائم مقام ہے جواب شرط کے۔
 قَوْلًا: عَزَّرْتُمُوهُ. تعزیر سے ماضی جمع مذکر حاضر ہے، واو اشباع کا ہے تم نے مدد کی۔
 قَوْلًا: يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ، یہ جملہ متانفہ ہے مقصد یہودی قساوت قلبی کو بیان کرنا ہے۔
 قَوْلًا: خِيَانَةٍ مِّنْهُمْ، جواب کا حاصل یہ ہے کہ خائنۃ فاعل کے وزن پر مصدر ہے جیسا کہ عَافِيَةٌ اور عَاقِبَةٌ، اس کی تائید اعمش کی قراءت سے ہوتی ہے کہ انہوں نے خائنۃ کے بجائے خیانۃ پڑھا ہے، نیز منہم اور فاعف عنہم بھی اس پر دلالت کرتے ہیں۔

قَوْلًا: بِآيَةِ السِّيفِ، اى اقتلوا المشركين حيث وجدتموهم.
 قَوْلًا: متعلق بقولہ، یعنی من جار، اپنے مجرور جملہ سے ملکر اخذنا کے متعلق ہے۔
 قَوْلًا: اَغْرَيْنَا اى اَلْصَّقْنَا وَالزَّمْنَا، اغراء سے ماضی جمع متکلم ہے، ہم نے ذالذی ہم نے لگادی۔
 قَوْلًا: بَيْنَهُمْ، اى فَرَّقَ النَّصَارَى، ① نسطوریہ جن کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں، ② یعقوبیہ جن کا عقیدہ ہے کہ مسیح ابن مریم ہی خدا ہیں، ③ ملکانیہ جن کا عقیدہ ہے کہ خداتین میں کا ایک ہے۔
 قَوْلًا: كَايَةِ الرِّجْمِ وَصِفَتِهِ، یہ یہود کے کتمان کی مثال ہے اور نصاری کے چھپانے کی مثال مبشر ابر رسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ہے۔
 قَوْلًا: اِنْ صَدَقْتُمْ فِىْ ذٰلِكَ، فَلَمْ يَعْذِبْكُمْ بِذُنُوبِكُمْ، شرط محذوف کی جزاء ہے، لہذا اعطف انشاء علی الاخبار کا اعتراض وارد نہ ہوگا۔
 (ترویج الادواح)

قَوْلًا: لَان لَا تَقُولُوا، لام محذوف مان کر اشارہ کر دیا کہ جملہ لاجلہ ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآئِيلَ (الآیۃ) سابقہ آیات میں مسلمانوں کے عہد اور اس عہد پر قائم رہنے کی تاکید کا ذکر تھا، ان آیات میں اہل کتاب کی عہد شکنی اور اس کے انجام بد کا ذکر ہے، مقصد مسلمانوں کو آگاہ کرنا ہے کہ عہد شکنی بڑے وبال کا باعث ہوتی ہے، ان آیات میں یہودی دو عہد شکنیوں کا ذکر ہے۔

پہلی عہد شکنی:

پہلی عہد شکنی کا حاصل یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے مصر میں قیام کے زمانہ میں بنی اسرائیل ملک شام سے ہجرت کر کے مصر میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر ملک شام چلے جائیں، ملک شام پر چونکہ قوم عاد کے باقی ماندہ کچھ لوگ

قابل ہو گئے ہیں ان سے لڑکر ملک شام کو آزاد کرائیں اور وہیں سکونت اختیار کریں، قوم عاد کے لوگوں میں ایک شخص تھا جس کا نام عَمَلِیق بن آذر تھا، ملک شام پر قابض لوگ اسی شخص کی اولاد تھے اسی لئے ان کو عمالقه کہا جانے لگا تھا، عمالقه قوم کے لوگ بڑے تن تو ش کے مالک اور شہ زور اور قد آور تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام جب شام کے قریب پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام نے بارہ قبیلوں میں سے بارہ سردار منتخب کئے جن کو اپنے قبیلوں کی دینی و اخلاقی نگرانی کی ذمہ داری سپرد کی، مذکورہ بارہ سرداروں کو قوم عمالقه کے حالات معلوم کرنے کیلئے بھیجا اور ان سے یہ عہد لیا کہ قوم عمالقه کی قوت و طاقت اور شہ زوری کی کوئی ایسی بات یہاں آکر بیان نہ کریں جس سے بنی اسرائیل کے حوصلے پست ہو جائیں اور ان سے خوف زدہ ہو کر ان سے لڑنے سے ہمت ہار بیٹھیں، چنانچہ قوم عمالقه کے حالات معلوم کر کے آنے کے بعد بارہ آدمیوں میں سے دس نے بد عہدی کی اور اپنے عزیزوں اور دوستوں سے قوم عمالقه کی شہ زوری کی حالات بیان کر دیئے جس کی وجہ سے بنی اسرائیل ہمت ہار گئے اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ لڑنے کیلئے جانے سے انکار کر دیا، ان آیتوں میں بنی اسرائیل کی عہد شکنی اور بارہ سرداروں کی بد عہدی کا ذکر ہے۔

دوسری عہد شکنی:

دوسرا عہد تورات کے احکام کی پابندی کا تھا، اس دوسرے عہد میں نماز، زکوٰۃ وغیرہ کا بنی اسرائیل کو پابند کیا گیا تھا، جو انہوں نے پورا نہ کیا جس کا ذکر سورہ آل عمران میں تفصیل سے گزر چکا ہے، ان آیات میں اسی سابقہ عہد کو یاد دلایا گیا ہے، غرض یہ کہ اس عہد کے مطابق یہود کو عیسیٰ علیہ السلام اور نبی آخر الزمان کی فرمانبرداری اور پیروی کا پابند کیا گیا تھا انہوں نے اس کو پورا نہ کیا جس کی وجہ سے تورات کے بھی پابند نہ رہے، اسلئے کہ تورات کی جن آیات میں عیسیٰ علیہ السلام اور نبی آخر الزمان علیہ السلام کے اوصاف و علامات مذکور تھیں ان میں لفظی اور معنوی تحریف کر ڈالی، اسی تحریف کی جانب و یُحَوِّفُونَ الکلمہ عن مواضعہ، سے اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے، یہود چونکہ اپنے پختہ عہد پر قائم نہ رہ سکے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طرح طرح کی سزاؤں میں گرفتار ہوئے اور اس طرح ذلت سے دوچار ہوئے کہ تاریخ میں یہود کا نام ہمیشہ ذلت سے لیا گیا، یہ سب کچھ عہد شکنی کی وجہ سے ہوا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے قلوب قبول حق کے معاملہ میں سخت پتھر کے مانند ہو گئے، اس سنگدلی کا اثر یہ ہوا کہ اپنے اندر تبدیلی کے بجائے خدا کے کلام میں تبدیلی کرنے لگے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو جو نصیحت کی گئی تھی اس کا اکثر حصہ فراموش کر بیٹھے، ان کی اس تحریف و خیانت کا سلسلہ هنوز جاری ہے جس کی اطلاع آپ کو ہو جاتی ہے، البتہ بہت تھوڑے لوگ ان میں ایسے بھی ہیں کہ اس ناشائستہ حرکت سے محفوظ رہے، آپ ان کو معاف کیجئے اور درگزر سے کام لیجئے۔

سابق میں بنی اسرائیل کی بد اعمالیوں اور بد اخلاقیوں کا جو بیان آیا بظاہر اس کا مقصد یہ تھا کہ رسول کریم ﷺ ان سے انتہائی نفرت و حقارت کا معاملہ کریں ان کو پاس نہ آنے دیں اس آیت کے آخری جملہ میں آپ ﷺ کو ہدایت دی جا رہی ہے۔ فاعفُ عنهم و اصفح انّ اللہ یحب المحسنین“ یعنی آپ ان کو معاف کریں اور ان کی بد کرداریوں کو نظر انداز کریں، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ حسن سلوک کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ سابقہ آیت میں یہود کی عہد شکنی اور اس کے انجام بد کا ذکر تھا، اس آیت میں کچھ نصاریٰ کا حال بیان کیا جا رہا ہے، کہ نصاریٰ نے بھی عہد شکنی کی، اور اس کی سزا کا بیان ہے کہ ان کے آپس میں افتراق اور بغض و عداوت ڈال دی گئی جو تا قیامت باقی رہے گی۔

سوال: آجکل عیسائیوں کے حالات سے یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ باہم متحد نظر آتے ہیں؟

جواب: مذکورہ آیت میں ان عیسائیوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ جو واقعی عیسائی ہیں، اور عیسائی مذہب کے پابند ہیں اور جو خود اپنے مذہب کو بھی چھوڑ کر دہریئے اور بے دین ہو چکے ہیں وہ درحقیقت عیسائیوں کی فہرست سے خارج ہیں، چاہے وہ قومی طور پر خود کو عیسائی کہتے ہوں، ایسے لوگوں میں اگر وہ افتراق اور عداوت نہ ہو تو وہ اس آیت کے منافی نہیں، اسلئے کہ افتراق و اختلاف تو مذہب کی بنیاد پر تھا جب مذہب ہی نہ رہا تو اختلاف بھی نہ رہا۔

انجیل میں آپ ﷺ کی بشارت:

آج جو صحیفے انجیلوں کے نام سے مسیحی ہاتھوں میں موجود ہیں، صد گونہ تحریفات کے باوجود بشارت محمدی ﷺ ان میں آج تک باقی ہے حضرت یحییٰ کے بارے میں ہے، جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو یحییٰ علیہ السلام کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ (آیا تو مسیح ہے) تو اس نے کہا میں تو مسیح نہیں ہوں، پھر انہوں نے اس سے پوچھا پھر تو کون ہے؟ کیا تو ایلیا ہے اس نے کہا میں نہیں ہوں، کیا تو وہ نبی ہے، اس نے جواب دیا نہیں تو انہوں نے اس سے سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیا نہ وہ نبی تو پھر ہتسمہ کیوں دیتا ہے؟ (یوحنا، ۱: ۲۰)

مذکورہ گفتگو میں بار بار وہ نبی کے کیا معنی ہیں؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی معروف نبی کی پیش گوئی یہود میں مدت سے چلی آرہی تھی اور یہ نبی یقیناً مسیح سے الگ ہے جیسا کہ اوپر کے سوالات سے ظاہر ہے۔

وَأَذْكُرُ إِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ لِقَوْمِهِ إِذْ ذُكِرُوا بِالْعِزَّةِ اللَّهُ عَلَيْهِمْ أَذْجَعَلْ فِيكُمْ أَي سَنَكُم أَنْبِيَاءُ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا أَصْحَابَ خَدَمٍ وَحَشَمٍ وَأَتَكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٧﴾ مِنَ الْمَنِّ وَالسَّلْوَى وَفَلَقِ الْبَحْرَ وَغَيْرِ ذَلِكَ لِقَوْمِهِ إِذْ خَلَوْا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ أَمْرَكُمْ بِدُخُولِهَا وَهِيَ الشَّامُ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِكُمْ تَنْهَضُوا خُوفَ الْعَدُوِّ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ﴿١٨﴾ فِي سَعْيِكُمْ قَالُوا لِمُوسَى إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ ﴿١٩﴾ مِنْ بَقَايَا عَادٍ طَوَّالًا ذَوِي قُوَّةٍ وَلَئِنْ نَدَّحَلْهَا حَتَّى يَخْرُجُوا مِنْهَا وَإِنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ ﴿٢٠﴾ لَهَا قَالُوا لَهُم رَجُلَيْنِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ مُخَالَفَةَ أَمْرِ اللَّهِ وَهُمَا يُؤْشَعُ وَكَالِبُ مِنَ الثَّقَبَاءِ الَّذِينَ بَعَثَهُمُ مُوسَى فِي كَيْشَفِ أحوَالِ الْجَبَابِرَةِ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا بِالْعِصْمَةِ فَكَتَمَا مَا أَطْلَعَا عَلَيْهِ مِنْ حَالِهِمْ إِلَّا عَنْ مُوسَى بِخِلَافِ بَقِيَّةِ الثَّقَبَاءِ فَافْشَوْهُ فَجَبَنُوا إِذْ خَلَوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ بَابَ الْقَرْيَةِ وَلَا تَخْشَوْهُمْ فإِنَّهُمْ أَجْسَادُ بِلَا قُلُوبٍ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ عَلَيْهِمْ ﴿٢١﴾ قَالَا ذَلِكَ تَقِينَا بِنَصْرِ اللَّهِ وَانْجَارَ

وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ قَالَ أَلَا يَوْمُنِي إِذَا لَنْ تَدْخُلَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هُنَا قَاعِدُونَ ۝ عَنِ الْقِتَالِ قَالَ مُوسَى حِينَئِذٍ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَلِّمَهُمَا فَاجْبِرْهُمَا عَلَى الطَّاعَةِ ۝ فَاقْرَأْ فَافْضِلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۝ قَالَ تَعَالَى لَهُ فَإِنَّهَا أَى الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتَخِفُّونَ فِي الْأَرْضِ وَهِيَ تَسْعَةُ فَرَاسِخَ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَلَا تَأْسَ تَحْزَنُ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۝ رَوَى أَنَّهُمْ كَانُوا يَسِيرُونَ اللَّيْلَ جَادِينَ فَإِذَا أَصْبَحُوا إِذَا هُمْ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي ابْتَدَأُوا مِنْهُ وَيَسِيرُونَ النَّهَارَ كَذَلِكَ حَتَّى انْقَرَضُوا كُلُّهُمْ إِلَّا مَنْ لَمْ يَبْلُغِ الْعِشْرِينَ قِيلَ وَكَانُوا سِتِّمَاتَةَ أَلْفٍ وَمَاتَ هَارُونَ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فِي النَّيْتِ وَكَانَ رَحْمَةً لَهُمَا وَعَذَابًا لِّلَّذِينَ وَلِئِكَ وَسَأَلَ مُوسَى رَبَّهُ عِنْدَ مَوْتِهِ أَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمِيَةً بِحَجَرٍ فَأَذْنَاهُ كَمَا فِي الْحَدِيثِ وَنَبِيٌّ يَوْشَعَ بَعْدَ لَارِيعِينَ وَأَمَرَ بِقِتَالِ الْجَبَّارِينَ فَسَارَ بِمَنْ بَقِيَ مَعَهُ وَقَاتَلَهُمْ وَكَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَوَقَفَتْ لَهُ الشَّمْسُ سَاعَةً حَتَّى فَرَغَ عَنْ قِتَالِهِمْ وَرَوَى أَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ حَدِيثَ أَنَّ الشَّمْسَ لَمْ تُخْبَسْ عَلَى بَشَرٍ إِلَّا لِيُؤْشَعَ لِيَالِي سَارَ إِلَى النَّبِيِّ الْمُقَدَّسِ.

ترجمہ: اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا، اے میری قوم کے لوگو تم اللہ کی ان نعمتوں کا خیال

کرو جو اس نے تمہیں عطا کیں اس نے تم میں سے نبی پیدا کئے اور تمہیں جاہ و حشمت والا بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ دیا کہ جو دنیا میں کسی کو نہ دیا تھا یعنی منّ و سلویٰ، اور سمندر پھاڑ کر راستہ بنا دیا وغیرہ، اے میری قوم کے لوگو اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے (نام) لکھ دی ہے، یعنی اس میں داخل ہونے کا حکم دیا ہے اور وہ (سرزمین) ملک شام ہے، اور اگلے پاؤں پیچھے نہ ہٹو، ورنہ دشمن کے خوف سے شکست خوردہ ہو جاؤ گے، اور اپنی کوشش میں ناکام ہو کر رہ جاؤ گے، انہوں نے جواب دیا اے موسیٰ وہاں تو قوم عادی نسل کے دراز قد طاقتور بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں ہم وہاں ہرگز نہ جائیں گے تا آن کہ وہ لوگ وہاں سے نکل نہ جائیں، ہاں اگر وہ وہاں سے نکل گئے تو ہم داخل ہونے کیلئے تیار ہیں، ان سے ان دو آدمیوں نے کہا جو اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے سے ڈرتے تھے اور وہ یوشع اور کالب تھے جو ان بارہ سرداروں میں سے تھے جن کو موسیٰ علیہ السلام نے جبارہ کے تقیتش حال کے لئے بھیجا تھا جن دونوں پر اللہ نے (افشاء) سے حفاظت کے ذریعہ انعام فرمایا چنانچہ ان دونوں حضرات نے اپنی معلومات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ سے صیغہ راز میں رکھا، برخلاف دیگر سرداروں کے کہ انہوں نے افشاء راز کر دیا جس کے نتیجے میں (بنو اسرائیل) پست ہمت ہو گئے، تم ان کے پاس شہر کے دروازہ پر تو پہنچو اور ان سے ڈرو نہیں وہ تو بے دل مجسمے ہیں (یعنی بزدل لوگ ہیں) اور جب تم دروازے میں داخل ہو جاؤ گے تو یقیناً تم ہی غالب رہو گے، انہوں نے یہ بات اللہ کی مدد اور اس کے وعدہ کو پورا کرنے پر یقین کرتے ہوئے کہی، اور اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو، لیکن

انہوں نے (پھر یہی کہا) کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہم وہاں ہرگز نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں موجود ہیں، پس تم اور تمہارا رب جاؤ اور ان سے لڑو ہم یہاں لڑائی سے محفوظ بیٹھے ہوئے ہیں تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار میں اپنی ذات اور بھائی کے علاوہ کسی کا مالک نہیں اور میں ان دونوں کے علاوہ کا مالک نہیں ہوں کہ ان کو اطاعت پر مجبور کر سکوں، تو ہمیں ان نافرمان لوگوں سے الگ کر دے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ان لوگوں کے لئے ارض مقدس میں چالیس سالوں تک داخلہ ممنوع ہے یہ زمین میں متحیر سرگرداں رہیں گے اور (اس کی وسعت) نو فرسخ ہے، یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، ان نافرمانوں کی حالت پر ہرگز ترس نہ کھائیں، روایت کیا گیا ہے کہ بنو اسرائیل بڑی کوشش کے ساتھ راتوں کو چلتے تھے مگر جب صبح ہوتی تھی تو وہ اسی جگہ ہوتے تھے جہاں سے انہوں نے سفر کی ابتداء کی تھی، اور یہی حال ان کے دن میں چلنے کا تھا، حتیٰ کہ ان کی پوری نسل ختم ہو گئی سوائے ان نوجوانوں کے کہ جن کی عمر ابھی بیس سال کی نہیں ہوئی تھی، کہا گیا ہے کہ ان کی تعداد چھ لاکھ (۶۰۰۰۰۰) تھی، اور حضرت ہارون اور موسیٰ علیہ السلام کا انتقال مقام تیبہ ہی میں ہوا، اور یہ مقام تیبہ کا قیام ان دونوں کے لئے رحمت اور ان سب کے لئے عذاب تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انتقال کے وقت اپنے رب سے دعاء کی کہ ان کو ارض مقدس سے ایک پتھر پھینکے کی مقدار قریب کر دے چنانچہ ان کو قریب کر دیا جیسا کہ حدیث میں وارد ہے، اور حضرت یوشع علیہ السلام کو چالیس سال بعد نبی بنایا گیا، اور جبارہ سے قتال کرنے کا حکم دیا چنانچہ (حضرت یوشع علیہ السلام) بقیہ لوگوں کو اپنے ہمراہ لے کر چلے اور ان سے قتال کیا، اور اس روز جمعہ کا دن تھا، سورج ان کے واسطے ایک ساعت کے لئے ٹھہر گیا تھا یہاں تک کہ قتال سے فراغت ہو گئی، اور روایت کیا احمد نے اپنی مسند میں کہ سورج سوائے حضرت یوشع علیہ السلام کے کسی کے لئے نہیں ٹھہرایا گیا، ان راتوں میں کہ جن میں یوشع علیہ السلام نے بیت المقدس کی طرف سفر کیا۔

تحقیق، ترکیب و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: اِیْ مِنْكُمْ یَہِ اِیْکُمْ: ایک سوال کا جواب ہے۔

سُئِلَ: فِیْکُمْ، کی تفسیر مِنْکُمْ سے کیوں کی؟

جَوَابُ: اسلئے کہ، تُمْ، میں حقیقۃً طرف بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: مِنَ الْمَنِّ وَالسَّلَوی، اس میں اشارہ ہے کہ بنی اسرائیل کو اہل عالم پر مطلقاً فضیلت حاصل نہیں تھی بلکہ مَنْ وِسلوی کی وجہ سے جزوی فضیلت حاصل تھی۔

قَوْلُهُ: اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْہِما، اس میں احتمال ہے کہ جملہ دعائیہ ہوا اس صورت میں جملہ معترضہ ہوگا، اور یہ بھی احتمال ہے کہ جملہ خبریہ ہو تو اس صورت میں رجحان کی صفت ثانیہ ہوگا۔

قَوْلُهُ: الْبَابُ کی تفسیر بَابُ الْقَرْبَةِ سے کر کے اشارہ کر دیا کہ الباب میں الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔

قَوْلًا: وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ، واوستینافیہ ہے اور کلام متانف ہے فاء امر محذوف کے جواب پر داخل ہے، تقدیر عبارت یہ ہے تَنْبَهُوا فتوکلوا علی اللہ، علی اللہ، تو کلا کا متعلق مقدم ہے، ان کنتم شرط ہے جواب شرط محذوف ہے جس پر ماقبل یعنی تو کلا دلالت کر رہا ہے، قال رب انی لا املک الا نفسی وَاٰخِی، یہ جملہ استینافیہ برائے اظہار حسرت و التأسف ہے، قال، قول ہے اور ما بعد اس کا مقولہ ہے، لا املک ان کی خبر ہے، الا، حرف استثناء برائے حصر ہے نفسی مفعول بہ ہے۔

قَوْلًا: وَاٰخِی، اس میں رفع، نصب اور جر تینوں کا احتمال ہے، اگر املک، کی ضمیر مستتر پر عطف ہو تو رفع ہوگا اور اگر ان کے اسم پر عطف ہوگا تو نصب ہوگا اور اگر یاء مجرور پر عطف ہو تو مجرور ہوگا۔

قَوْلًا: یَبْذِبُهُنَّ، تَبْیَہُ (ض) مضارع جمع مذکر غائب، سرگرداں پھرتے رہیں گے۔

قَوْلًا: لَا تَأْسَ، تو غم نہ کھا، (س) مصدر راسی، تأس مضارع واحد مذکر حاضر اصل تأسی تھلاء نہی کی وجہ سے یاء ساقط ہوئی۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

اِذْ قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِهٖ (الآیۃ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس خطبہ کا زمانہ وہ ہے کہ جب قوم، بنی اسرائیل مصریوں کی غلامی سے آزاد ہو کر جزیرہ نمائے سینا میں آزادی کے ساتھ نقل و حرکت کر رہی تھی اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے دینی پیغمبر بھی تھے اور دنیوی رہبر و لیڈر بھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو آمادہ کر رہے تھے کہ اپنے وطن فلسطین چلو، ظالم و غاصب قوم عمالقاہ کو ہاں سے نکال باہر کرو اور خود اس پر حکمرانی کرو، تازہ ترین تاریخی تحقیق کے مطابق مصر سے خروج بنی اسرائیل کا زمانہ ۱۴۴۰ ق م کا ہے، اور فلسطین پر بنی اسرائیل کی فوج کشی کا زمانہ ۱۴۰۰ ق م ہے اس لحاظ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس تقریر کا زمانہ اسی میدانِ مدت کا ہے اور عجب نہیں کہ آپ کا بالکل آخری زمانہ ہو جیسا کہ تورات کے صحیفہ استثناء باب اول سے اندازہ ہوتا ہے، اگر یہ بات صحیح ہے تو اسی صحیفہ استثناء میں یہ تصریح بھی موجود ہے کہ آپ نے یہ تقریر دریائے اردن کے پار موآب کے میدان میں مصر سے واقعہ خروج کے چالیسویں سال کے گیارہویں مہینہ کی پہلی تاریخ کو فرمائی تھی۔ (ماجدی)

بیشتر انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہی ہوئے ہیں یہ سلسلہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہو گیا، اور آخری پیغمبر بنی اسماعیل سے محمد ﷺ ہوئے، اسی طرح متعدد بادشاہ بھی بنی اسرائیل میں ہوئے اور بعض نبیوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے عظیم بادشاہت سے نوازا، جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے والد حضرت داؤد علیہ السلام کو ملوکیت کا اطلاق اس زمانہ میں جاہ و حشمت کے مالک بلکہ ہر آزاد اور خود مختار اور صاحب حیثیت شخص پر بھی اس کا اطلاق ہوتا تھا۔

ملوکیت بھی نبوت کی طرح اللہ کا انعام ہے:

مطلب یہ ہے کہ نبوت کی طرح ملوکیت بھی خدائی انعام ہے جسے علی الاطلاق برا سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے اگر ملوکیت علی الاطلاق بری چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی نبی کو بادشاہ نہ بناتا، اور نہ اس کا ذکر انعام کے طور پر فرماتا جیسا کہ یہاں ملوکیت کو انعام کے طور پر ذکر فرمایا۔

آج کل مغربی طرزِ جمہوریت کا کا بوس ذہنوں پر مسلط ہے اور شاطراں مغرب نے اس کا افسون اس طرح پھونکا ہے کہ مغربی افکار کے اسیر اہل سیاست ہی نہیں بلکہ اصحابِ جبہ و دستار بھی ان کے دامِ فریب میں پھنس گئے ہیں، بہر حال ملوکیت یا شخصی حکومت کا سربراہ و حکمران عادل و متقی ہو تو جمہوریت سے ہزار درجے بہتر ہے۔

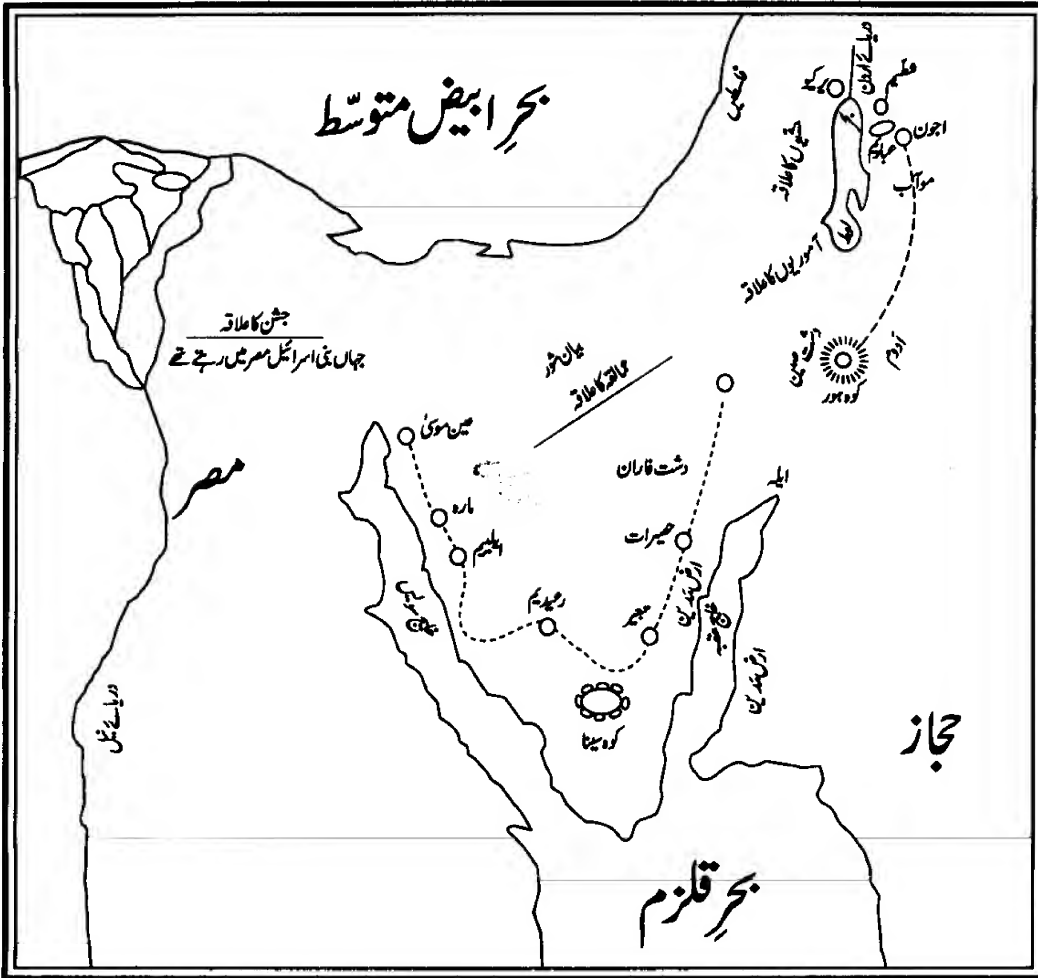
مذکورہ آیت میں ان انعامات کی طرف اشارہ ہے جن سے بنی اسرائیل نوازے گئے تھے جیسے مَنْ و مسلویٰ کا نزول، مقامِ تہ میں بادلوں کا سایہ لگنا، فرعون سے نجات کے لئے دریا کو دلت کر کے راستہ بنادینا وغیرہ وغیرہ، اس لحاظ سے یہ قوم اپنے زمانہ میں فضیلت اور اعلیٰ مقام کی حامل تھی، لیکن نبی آخر الزمان ﷺ کی رسالت و بعثت کے بعد اب یہ مقام فضیلت امت محمدیہ کو حاصل ہو گیا، (کنتم خیر امة اخرجت للناس) لیکن یہ مقام خیریت ”تأمرون بالمعروف و تنہون عن المنکر و تؤمنون باللہ“ کی شرط کے ساتھ مشروط ہے، بنو اسرائیل کے مورث اعلیٰ حضرت یعقوب علیہ السلام کا مسکن و مادر وطن بیت المقدس تھا، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کی امارت کے زمانہ میں یہ لوگ مصر جا کر آباد ہو گئے تھے اسی وقت سے مصر میں سکونت پذیر ہے، اس زمانہ میں بیت المقدس پر قومِ عمالقہ کی حکمرانی تھی جو کہ ایک بہادر قوم تھی، جب موسیٰ علیہ السلام نے حکمِ خداوندی اپنے آبائی وطن شام میں جا کر آباد ہونیکا ارادہ کیا تو ملک شام اور بیت المقدس پر قابض عمالقہ کو جہاد کے ذریعہ بے دخل کرنا ضروری تھا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس ارض مقدس میں داخل ہونیکا حکم دیا، اور ساتھ ہی نصرت الہی کی بشارت بھی سنائی، لیکن اس کے باوجود بنی اسرائیل عمالقہ سے لڑنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ (ابن کثیر)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دشت فاران سے بارہ سرداروں کا ایک وفد فلسطین کی صورت حال معلوم کرنے کیلئے بھیجا، اور ان کو تاکید کر دی کہ ایسی کوئی رپورٹ برسرِ عام پیش نہ کریں جو بنی اسرائیل کیلئے ہمت شکنی کی باعث ہو، مذکورہ سرداروں کا وفد چالیس دن دورہ کر کے وہاں سے واپس آیا اور سوائے حضرت یوشع بن نون کے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھانجے تھے اور کالب بن یوحنا کے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے داماد تھے، باقی لوگوں نے مجمع عام میں ہمت شکن رپورٹ پیش کر دی، اور کہہ دیا کہ وہاں اگرچہ دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں، لیکن وہاں کے باشندے بڑے شہ زور و قد آور ہیں ہماری طاقت نہیں کہ ان کا مقابلہ کر سکیں، یہ رپورٹ سکر پورا مجمع چیخ اٹھا کہ کاش ہم مصر ہی میں مرجاتے یا بیابان ہی میں ہمارا خاتمہ ہو جاتا، اس سے بہتر ہے کہ ہم مصر واپس چلے جائیں، قوم کی یہ صورت حال دیکھ کر حضرت یوشع اور کالب کھڑے

ہوئے اور قوم کی اس بزدلی پر ملامت کی مگر وہ کسی صورت میں عمالقه سے جہاد کے لئے تیار نہ ہوئے بلکہ اس کا جواب قوم نے یہ دیا کہ ان کو سنگسار کر دو، غرضیکہ بنی اسرائیل نے بدترین بزدلی، بے ادبی، تمرد و سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا، کہ تم اور تمہارا رب جا کر لڑو ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔

اس کے برعکس جب غزوہ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو انہوں نے قلت تعداد اور قلت وسائل کے باوجود جہاد میں حصہ لینے کے لئے بھرپور عزم کا اظہار فرمایا اور یہ بھی کہا کہ یا رسول اللہ ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی)





تشریح: حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر جزیرہ نمائے سینا میں مارہ، ایشیم اور عیدیم کے راستے کو سینا کی طرف آئے اور ایک سال سے کچھ زائد مدت تک اس مقام پر ٹھہرے رہے، یہیں تورات کے بیشتر احکام آپ پر نازل ہوئے، پھر آپ کو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو لے کر فلسطین کی طرف جاؤ اور اسے فتح کر لو کہ وہ تمہاری میراث میں دیا گیا ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لئے ہوئے تبصر اور حیرات کے راستے دشت فاران میں تشریف لائے اور یہاں سے آپ نے ایک وفد فلسطین کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لئے روانہ کیا، قادس کے مقام پر اس وفد نے آ کر اپنی رپورٹ پیش کی، حضرت یوشع اور کالب کے سوا پورے وفد کی رپورٹ نہایت حوصلہ شکن تھی، جسے سن کر بنی اسرائیل چیخ اٹھے اور انہوں نے فلسطین کی مہم پر جانے سے انکار کر دیا، تب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب یہ چالیس برس تک اس علاقے میں بھٹکتے رہیں گے اور ان کی موجودہ نسل، یوشع اور کالب کے سوا فلسطین کی شکل دیکھنے نہ پائے گی، اس کے بعد بنی اسرائیل دشت فاران و بیابان شورا و دشت صین کے درمیان مارے مارے پھرتے رہے اور عمالقہ، اموریوں، ادومیوں و ندیانوں اور موآب کے لوگوں سے لڑتے بھڑتے رہے، جب چالیس سال گزرنے کے قریب آئے تو اودم کی سرحد کے قریب کوہ ہور پر حضرت ہارون علیہ السلام نے وفات پائی، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لئے ہوئے موآب کے علاقے آئے میں داخل ہوئے، اور اس پورے علاقے کو فتح کرتے ہوئے حبشوں اور عظیم تک پہنچ گئے، یہاں کوہ عباریم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوا، اور ان کے بعد ان کے خلیفہ اول حضرت یوشع نے مشرق کی جانب سے دریائے اردن کو پار کر کے شہر یریکو (اریکا) کو فتح کیا، یہ فلسطین کا پہلا شہر تھا جو بنی اسرائیل کے قبضہ میں آیا پھر ایک مدت ہی میں پورا فلسطین فتح ہو گیا، اس نقشہ میں ایلہ (قدیم نام ایلات اور موجودہ نام عقبہ) وہ مقام ہے جہاں غالباً اصحاب السبت کا وہ مشہور واقعہ پیش آیا تھا جس کا ذکر سورہ بقرہ رکوع ۸، اور سورہ اعراف رکوع ۱۲ میں آیا ہے۔

وَأَتَىٰ يَٰمُحَمَّدُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ عَلَى قَوْمِكَ نَبَأَ خَيْرِ ابْنَيْ آدَمَ هَابِيلَ وَقَابِيلَ بِالْحَقِّ مُتَعَلِّقٍ بِأَتَلٍ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا إِلَى اللَّهِ وَهُوَ كُنُشٌ لِّهَابِيلَ وَزَرْعٌ لِّقَابِيلَ فَتَقَبَّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَهُوَ هَابِيلُ بَانَ نَزَلَتْ نَارٌ مِنَ السَّمَاءِ فَكَانَتْ قُرْبَانَهُ وَلَمْ يَتَقَبَّلْ مِنَ الْآخِرِ وَهُوَ قَابِيلُ فَغَضِبَ وَأَضْمَرَ الْحَسَدَ فِي نَفْسِهِ إِلَى أَنْ حَجَّ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَهُ لَا قَتْلَكَ قَالَ لِمَ قَالَ لِيَقْبَلُ قُرْبَانَكَ دُونِي قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝ كَلِمٌ لَا مَ قَسَمَ بَسَطَتْ مَدَدَتْ إِلَى يَدِكَ لِيَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِي إِلَيْكَ لَا قَتْلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ فِي قَتْلِكَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ أَنْ تَرْجِعَ بِأَتَمِّي قَتْلِي وَأَتَمِّكَ الَّذِي ارْتَكَبْتَهُ مِنْ قَبْلِ فَتَكُونُ مِنَ أَصْحَابِ النَّارِ وَلَا أُرِيدُ أَنْ أَتُوءَ بِأَتَمِّكَ إِذَا قَتَلْتَكَ فَكَأَنَّهُمْ قَالُوا تَعَالَىٰ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ۝ فَطَوَّعَتْ رَيْثُ لَهْ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ فَصَارَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ وَلَمْ يَذَرِ مَا يُضْغَعُ بِهِ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَيِّتٍ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مِنْ بَنِي آدَمَ فَحَمَلَهُ عَلَى ظَهْرِهِ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ يَنْبُشُ التُّرَابَ بِمِنْقَارِهِ وَيَشِيرُ عَلَى غُرَابٍ آخَرَ مَيِّتٍ مَعَهُ حَتَّى وَارَاهُ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُؤَارَىٰ يَسْتُرُ سَوَاءَ جِيْفَةِ أَخِيهِ قَالَ يُؤْتِكُنِي أُعْجِزْتُ عَنْ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأَوَارَىٰ سَوَاءَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ الشَّدِيدِينَ ۝ عَلَى حَمْلِهِ وَخَفَرَهُ وَوَارَاهُ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ ۝ الَّذِي فَعَلَهُ قَابِيلُ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنَّهُ إِي الشَّانَ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ قَتَلَهَا أَوْ بَغَيْرِ فِسَادٍ آتَاهُ فِي الْأَرْضِ مِنْ كُفْرٍ أَوْ زَنَا أَوْ قَطَعَ طَرِيقٍ وَنَحْوِهِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا بَانَ اشْتَعَبَ قَتْلَهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ۝ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مِنْ حَيْثُ اتَّهَمَكَ خُرْمَتُهَا وَصَوْنُهَا وَلَقَدْ جَاءَهُمْ إِي بَنِي إِسْرَءِيلَ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ الْمُعْجَزَاتِ ثُمَّ إِنْ كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمْ يُسْرِفُونَ ۝ مُجَاوِزُونَ الْحُدُودَ بِالْكَفْرِ وَالْقَتْلِ وَغَيْرِ ذَلِكَ وَنَزَلَ فِي الْعَرَبَيْنِ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ وَهُمْ مَرْضَى فَآذَنَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَخْرُجُوا إِلَى الْإِبِلِ وَيَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا فَلَمَّا صَحُّوا قَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَأْفَوْا الْإِبِلَ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ بِمُحَارَبَةِ الْمُسْلِمِينَ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا بِقَطْعِ الطَّرِيقِ أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافِ إِي أَيْدِيهِمْ الْيُمْنَى وَأَرْجُلُهُمْ الْيُسْرَى أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ أَوْ لِيَرْتِيبَ الْأَحْوَالِ فَالْقَتْلُ لِمَنْ قَتَلَ فَقَطَّ وَالصَّلْبُ لِمَنْ قَتَلَ وَأَخَذَ الْمَالَ وَالْقَطْعُ لِمَنْ أَخَذَ الْمَالَ وَلَمْ يَقْتُلْ وَالنَّفْيُ لِمَنْ أَخَافَ فَقَطَّ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَأَصَحُّ قَوْلُهُ أَنَّ الصَّلْبَ ثَلَاثًا بَعْدَ الْقَتْلِ وَقِيلَ قَبْلَهُ قَلِيلًا وَيُلْحَقُ بِالنَّفْيِ مَا أَشْبَهَهُ فِي التَّنْكِيلِ مِنَ الْحَبْسِ وَغَيْرِهِ ذَلِكَ الْجَزَاءُ الْمَذْكُورُ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ هُوَ عَذَابُ النَّارِ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ الْمُحَارِبِينَ وَالْقَطَاعِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ بِهِمْ غَيْرَ بِذَلِكَ دُونَ فَلَا تَحُدُّهُمْ لِيَفِيدَ أَنَّهُ لَا يَسْقُطُ عَنْهُ بِتَوْبَتِهِ إِلَّا حُدُودُ اللَّهِ دُونَ حُقُوقِ الْأَدَمِيِّينَ كَذَا ظَهَرَ لِي

بِ

بِ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

وَلَمْ يَرْسَخْ لَهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ فَإِذَا قَتَلَ وَأَخَذَ الْمَالَ يُقْتَلُ وَيُقَطَّعُ وَلَا يُصْلَبُ وَهُوَ أَصْحُ قَوْلِي الشَّافِعِيِّ
وَلَا تُفِيدُ تَوْبَتُهُ بَعْدَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهِ شَيْئاً وَهُوَ أَصْحُ قَوْلِيهِ أَيْضاً.

ترجمہ: اے محمد ﷺ اپنی قوم کو آدم کے دونوں بیٹوں ہابیل اور قابیل کا قصہ بے کم و کاست سنا دو بالحق اُتُل سے متعلق ہے، جب ان دونوں نے اللہ کے نام کی قربانی کی اور وہ (قربانی) ہابیل کا مینڈھا تھا اور قابیل کا غلہ، تو اللہ نے ان میں سے ایک یعنی ہابیل کی قربانی قبول کر لی اس طریقہ پر کہ آسمان سے ایک آگ نازل ہوئی اور ہابیل کی قربانی کو کھا گئی (جلا گئی) اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی اور وہ قابیل تھا، تو وہ غضبناک ہوا، اور حسد کو اپنے دل میں چھپائے رہا (اور موقع کی تلاش میں رہا) جب حضرت آدم علیہ السلام حج کے لئے تشریف لے گئے تو اس نے کہا میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا (ہابیل نے) پوچھا کیوں؟ (جواب دیا) کہ تیری قربانی قبول ہوئی میری نہیں ہوئی، ہابیل نے کہا اللہ تو خدا پرستوں ہی کی قربانی قبول کرتا ہے اگر تو مجھے قتل کرنے کیلئے ہاتھ اٹھایگا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا، لیکن میں لام قسمیہ ہے، میں تیرے قتل کے معاملہ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں اور میں تو یوں چاہتا ہوں کہ تو میرے قتل کا گناہ اور اپنے گناہ جن کا تو پہلے سے ارتکاب کر چکا ہے، مثلاً (حسد اور نافرمانی والدین وغیرہ کا گناہ) اپنے سر لے اور دوزخیوں میں سے ہو جائے اور میں نہیں چاہتا کہ تجھ کو قتل کر کے تیرے قتل کا گناہ اپنے سر لوں جس کی وجہ سے میں دوزخیوں میں ہو جاؤں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ظالموں کے ظلم کی یہی سزا ہے، چنانچہ اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا آخر کار اس کو قتل کر ہی ڈالا، تو وہ اس کے قتل کی وجہ سے زیاں کاروں میں شامل ہو گیا، اور اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ اس میت کے ساتھ کیا کرے؟ اس لئے کہ روئے زمین پر یہ بنی آدم کی پہلی میت تھی، چنانچہ اس کو اپنی پشت پر اٹھا لیا، آخر اللہ نے ایک کو ابھیجا کہ جو اپنی چونچ اور پنچوں سے زمین کرید رہا تھا، اور اپنے ساتھی دوسرے کوئے کی میت پر (مٹی) ڈال رہا تھا، یہاں تک کہ اس کو چھپا دیا، تاکہ وہ (قابیل) کو دکھائے کہ اپنے بھائی کی میت کو کس طرح چھپائے، یہ دیکھ کر وہ بولا افسوس مجھ پر میں اس کوئے جیسا بھی نہ ہوا کہ اپنے بھائی کی میت کو چھپا سکتا تو وہ اپنے بھائی کی میت کو اپنی پشت پر اٹھائے پھر نے پر شرمندہ ہوا (دوسرا ترجمہ) تو وہ اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ ہونے پر پچھتایا، اور اس کے لئے گڑھا کھودا اور اس میں چھپا دیا، اور اسی حرکت کی وجہ سے جو قابیل نے کی بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا، کہ جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا کفر کے ذریعہ یا زنا یا ربنی وغیرہ کے ذریعہ فساد برپا کرنے والا ہو، قتل کر دیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اس طریقہ پر کہ اس کے قتل سے باز رہا تو اس نے گویا تمام انسانوں کی جان بچائی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ حکم نفس کی بے حرمتی اور اس کی حفاظت کے اعتبار سے ہے، اور ان کے یعنی بنی اسرائیل کے پاس ہمارے رسول معجزات لے کر آئے لیکن پھر اس کے بعد بھی ان میں کے اکثر لوگ زمین میں ظلم و زیادتی کرنے والے رہے یعنی کفر اور قتل وغیرہ کے ذریعہ حد سے تجاوز کرنے والے رہے، آئندہ آیت قبیلہ عُرینہ والوں کے بارے میں نازل ہوئی، جبکہ وہ مدینہ آئے اور وہ

مریض تھے، تو آپ ﷺ نے ان کو اس بات کی اجازت دیدی کہ وہ اونٹوں کی طرف جائیں اور ان کا پیشاب اور دودھ پیئیں، چنانچہ جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا لے گئے، ان لوگوں کی سزا جو مسلمانوں سے محاربہ کر کے اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کریں اور رہزنی کے ذریعہ ملک میں فساد برپا کرنے کی کوشش کریں، یہی ہے کہ ان کو قتل کیا جائے اور سولی دی جائے اور ان کے ہاتھ پیر جانب مخالف سے کاٹ دیئے جائیں یعنی ان کے دائیں ہاتھ اور بائیں پیر (کاٹے جائیں) یا انھیں جلا وطن کر دیا جائے، اور ترتیب احوال کے لئے ہے قتل اس کے لئے ہے جس نے فقط قتل کیا ہو اور سولی اس کے لئے ہے جس نے قتل کیا ہو اور مال لیا ہو اور قطع اس کے لئے ہے جس نے مال لیا ہو اور قتل نہ کیا ہو، اور جلا وطنی اس کے لئے ہے جس نے صرف خوف زدہ کیا ہو، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قولوں میں سے صحیح تر قول یہ ہے کہ قتل کے بعد تین دن تک سولی پر آویزاں رکھنا چاہئے اور کہا گیا ہے کہ قتل سے قبل تھوڑی دیر کے لئے سولی پر آویزاں رکھنا چاہئے، اور جلا وطنی کے ساتھ اس کو بھی شامل کر لیا جائیگا جو سزا میں جلا وطنی کے مانند ہو، وہ سزا جس وغیرہ ہے، یہ مذکورہ سزا ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں ان کے لئے عظیم عذاب ہے اور وہ آگ کا عذاب ہے، مگر محاربین اور رہزنوں میں سے وہ لوگ جنہوں نے تمہارے انھیں گرفتار کرنے سے پہلے توبہ کر لی، تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں اس گناہ کو جس کا انہوں نے ارتکاب کیا ہے اور ان پر رحم کرنے والے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ، سے تعبیر فرمایا نہ کہ فلا تحدّوہم سے، تاکہ کلام اس بات کا فائدہ دے کہ توبہ سے صرف حدود اللہ معاف ہوتی ہیں نہ کہ حقوق العباد، میری سمجھ میں ایسا ہی آیا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ کسی اور نے اس (نکتہ) سے تعرض کیا ہو، اور اللہ بہتر جاننے والا ہے، چنانچہ جب قتل کیا اور مال لیا تو قتل کیا جائیگا اور (ہاتھ) بھی کاٹا جائیگا، اور سولی نہیں دیا جائیگا، اور یہ امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قولوں میں سے صحیح تر قول ہے اور گرفتاری کے بعد ڈاکو کو اس کی توبہ سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اور یہ امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قولوں میں سے صحیح تر قول ہے۔

حَقِيقَةُ تَرْكِيكِ تَسْبِيلِ تَفْسِيرِي فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: **أَتْلُ**، تو پڑھ، تو تلاوت کر، تلاوة، سے واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔
 قَوْلُهُ: **تَبَوَّءَ**، **تَبَوَّءَ** (ن) مضارع واحد کر غائب، تو حاصل کرے، تو سمیٹے، تو کمائے، تو لوٹے۔
 قَوْلُهُ: **طَوَّعَتْ**، **طَوَّعَتْ** (تفعیل) سے ماضی واحد مؤنث غائب، اس نے رغبت دلائی، اس نے راضی کیا، اس نے آمادہ کیا، اس نے آسان کر دیا، (وَسَّعَتْ وَزَيَّنَتْ مِنْ طَاعِ الْمَرْعَى لَهُ، إِذَا اتَّسَعَ). (اعراب القرآن للدریش)
 قَوْلُهُ: **سَوَّءَ**، لاش، عیب، ستر۔

قَوْلُهُ: **عَلَى حِمْلِهِ**، اسی حمل الجسد علی ظہرہ، یعنی اپنے بھائی ہائیل کو اپنی پشت پر اٹھائے پھر نے اور دفن کا

طریقہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے نادم ہوا، علی حملہ کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حملہ کی ضمیر کا مرجع قتل کو قرار دیا جائے اور ترجمہ یہ ہو کہ قاتیل اپنے نفس کے ہاتھیل کو قتل پر آمادہ کرنے پر نادم ہوا۔

قَوْلُهُ: مَنْ حَيْثُ اِنْتَهَاكَ حُرْمَتُهَا، اس کا تعلق كَانَ مَا قَتَلَ النَّاسَ جميعاً سے ہے، یعنی جس نے ایک نفس کو قتل کر کے اس کی بے حرمتی کی تو گویا اس نے تمام نفوس کی بے حرمتی کی۔

قَوْلُهُ: وَصَوْنَهَا، اس کا تعلق، فَكَانَ مَا اَحْيَا النَّاسَ جميعاً سے ہے یعنی جس نے ایک شخص کی جان بچائی گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی، مَنْ حَيْثُ اِنْتَهَاكَ حُرْمَتُهَا وَصَوْنَهَا، یہ جملہ لف و نشر مرتب کے طور پر ہے۔

قَوْلُهُ: عُرَيْنَيْنِ، یہ عُرْنِی کی جمع ہے یہ عرب کے ایک قبیلہ عرینہ، کی طرف منسوب ہے عُرْنِیین میں بقاء نسب ہے، جیسا کہ جہنمی قبیلہ جہینہ کی طرف منسوب ہے (جمل) عبدالرزاق نے حضرت ابو ہریرہ اور ابن جریر نے انس کی روایت کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بحرین کے باشندے قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ مراد ہیں۔ (احسن التفاسیر)

قَوْلُهُ: اَوْ لِتَرْتَبِ الْاَحْوَالُ، یعنی اَوْ قرآن میں جہاں کہیں آیا ہے وہ تخریر کیلئے ہے سوائے یہاں کے یہاں ترتیب کے لئے ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

وَآتَى، اس کا عطف سابق میں اذکر مقدر پر ہے، اِی اذکر اذقال موسی لقومہ وَاَتَى عَلَیْهِمْ نَبَا ابْنِیْ اٰدَمَ، دونوں میں ربط ظاہر ہے معطوف علیہ میں جُنْ عَنْ الْقَتْلِ جہاد سے جی چرانے کا ذکر ہے اور معطوف میں جرأة علی القتل قتل ناحق کا ذکر ہے، یہ دونوں باتیں ہی معصیت ہیں۔

نَبَا ابْنِیْ اٰدَمَ سے قاتیل وھائیل حضرت آدم علیہ السلام کے صلی بیٹے مراد ہیں، قاتیل بڑے تھے ان کا ذریعہ معاش کا شکار تھا اور ھائیل چھوٹے تھے ان کا ذریعہ معاش گلہ بانی تھا۔

حسن نے کہا ہے کہ مذکورہ دونوں شخص بنی اسرائیل کے فرد تھے مگر صحیح اول ہے اسلئے کہ اسی آیت کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ قاتل کو دفن کا طریقہ معلوم نہیں تھا، ایک کوڑے سے رہنمائی حاصل کر کے دفن کیا، اگر بنی اسرائیل کا واقعہ ہوتا تو دفن کا طریقہ معلوم ہونا چاہئے تھا اسلئے کہ ہزار ہا انسان اس سے پہلے انتقال کر چکے ہوں گے۔ (روح المعانی ملخصاً و اضافہ)

قاتیل وھائیل کا واقعہ:

قرآن کریم میں دونوں کے نذر ماننے اور ایک کی نذر قبول ہونے کا ذکر ہے مگر یہ نذر کس لئے مانی گئی تھی اس کے بارے میں کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔

تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی جو روایتیں ہیں ان کے مطابق واقعہ کا

حاصل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بھائی بہن کا نکاح ضرورۃً جائز تھا، اسلئے کہ بہن بھائیوں کے علاوہ اس وقت کوئی دوسری نسل موجود نہیں تھی، البتہ اس قدر احتیاط کی جاتی تھی کہ ایک پٹن کے بھائی بہن کا نکاح نہیں ہوتا تھا، کہا گیا ہے کہ قاتیل کی بہن خوبصورت تھی اور ہائیل کی بہن بد صورت، ہائیل کا نکاح قاتیل کی بہن سے اور قاتیل کا نکاح ہائیل کی بہن سے ہونا تھا مگر قاتیل اس پر راضی نہ ہوا اور اپنی ہی بہن سے نکاح پر مصر رہا، تو حضرت آدم علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں بھائی اللہ کی راہ میں نذر پیش کریں جس کی نذر قبول ہو جائے وہ خوبصورت لڑکی سے نکاح کرے، کہا گیا ہے کہ قاتیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کا نام اقلیم تھا اور ہائیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کا نام لیوذا تھا۔

قاتیل اپنے ساتھ پیدا ہوئی والی لڑکی اقلیم سے نکاح کرنے پر مصر رہا تو حضرت آدم علیہ السلام نے دونوں کو نذر ماننے کا حکم دیا، قاتیل چونکہ زراعت کا پیشہ کرتے تھے وہ گندم کی بالوں کا مٹھا نذر کیلئے لائے اور ہائیل چونکہ گلہ بانی کا پیشہ کرتے تھے تو وہ ایک عمدہ قسم کا دنبہ لائے، اس زمانہ میں نذر قبول کئے جانے کی یہ علامت تھی کہ جس کی نذر قبول ہوتی تھی آسمانی آگ آ کر اسے جلا دیتی تھی چنانچہ ہائیل کی قربانی بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوئی جس کی وجہ سے قاتیل کو ہائیل پر حسد ہوا جس کی وجہ سے قاتیل نے ہائیل کو قتل کرنے کی ٹھان لی اور ایک روز جبکہ حضرت آدم علیہ السلام حج کے لئے تشریف لے گئے تھے ان کی عدم موجودگی میں قاتیل نے ہائیل کو قتل کر دیا، بخاری و مسلم میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ قاتیل نے سب سے پہلے قتل کا طریقہ ایجاد کیا لہذا قیامت تک ناحق ہونے والے قتل کا گناہ قاتیل کے اعمال نامے میں بھی لکھا جائیگا، اس وقت تک مردوں کو دفن کرنے کا طریقہ جاری نہیں ہوا تھا، اسلئے اللہ تعالیٰ نے ایک کوئے کی معرفت دفن کا طریقہ سکھایا، قاتیل کوئے سے دفن کا طریقہ سیکھ کر بہت نادم ہوا کہ میرے اندر ایک جانور کے برابر بھی سمجھ نہیں، ہائیل چونکہ نبی کے حکم پر تھا اسلئے خود کو اس نے خدا ترس بتایا، تبوء بائمی وائملک، کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ذاتی گناہوں کے علاوہ میرے خون ناحق کا وبال بھی تیرے ذمہ ہوگا، اور بعض حضرات نے، بائمی، کا مطلب یہ لیا ہے کہ قتل کا وہ گناہ جو مجھے اس وقت ہوتا جب میں تجھے قتل کرتا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے، صحابہ کرام نے عرض کیا قاتل کا جہنم جانا تو سمجھ میں آتا ہے مقتول جہنم میں کیوں جائیگا، آپ نے فرمایا کہ وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا حریص تھا۔

(بخاری و مسلم)

اس موقع پر اس واقعہ کو ذکر کرنے کا مقصد:

یہاں اس واقعہ قاتیل و ہائیل کو ذکر کرنے کا مقصد یہود کو ان کی سازش اور حسد پر لطیف طریقہ سے ملامت کرنا ہے، عبد اللہ بن مسعود نے روایت کیا ہے کہ یہودیوں میں سے ایک گروہ نے نبی ﷺ اور آپ کے خاص صحابہ کو کھانے کی دعوت پر بلایا تھا اور خفیہ طور پر یہ سازش کی تھی کہ اچانک ان پر ٹوٹ پڑیں گے، اس طرح اسلام کی جان نکال دیں گے، لیکن اللہ کے فضل و کرم سے عین وقت پر آپ ﷺ کو ان کی سازش کا علم ہو گیا اور دعوت پر تشریف نہ لے گئے، اور یہ سازش

محض حسد کی بناء پر تھی یہ آخری نبی ہوا سرائیل میں آنے کے بجائے ہوا اسماعیل میں کیوں آگیا؟ حالانکہ وہ آپکا نبی ہونا یقین اور وثوق کے ساتھ پہچانتے تھے۔ (یعر فونہ کما یعر فون ابناء ہم)۔

شان نزول:

اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، (الآیة) اس آیت کے شان نزول میں کہ عکل اور عینہ کے کچھ لوگ مسلمان ہو کر مدینہ آئے، انھیں مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو انھیں نبی ﷺ نے مدینہ سے باہر جہاں صدقے کے اونٹ رہتے تھے بھیج دیا اور فرمایا تم اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیو اللہ تمہیں شفاء عطا فرما یگا، چنانچہ چند روز میں وہ لوگ تندرست ہو گئے مگر انہوں نے یہ حرکت کی آنحضرت ﷺ کا آزاد کردہ یسار نامی ایک غلام تھا جو نماز بہت اطمینان سے دل لگا کر پڑھا کرتا تھا اسی وجہ سے آپ ﷺ نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔

صدقات کے جانور جن میں بیت المال کی اونٹیاں بھی شامل تھیں اور آپ کی اونٹنی بھی تھی، یسار ان کی نگرانی پر مامور تھے، عینہ کے قبیلہ کے لوگ کچھ روز تو مدینہ میں رہے مگر چند روز میں ان کے پیٹ بڑھ گئے اور رنگ زرد ہو گئے، ان لوگوں نے آپ ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے ان کو یسار کے ساتھ جنگل جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا کرو چنانچہ جب یہ صحت یاب ہو گئے تو یسار کی اول تو آنکھیں پھوڑ ڈالیں اور بعد میں ان کو قتل بھی کر دیا اور اونٹوں کو لیکر اپنے وطن روانہ ہو گئے اور مرتد ہو گئے، مدینہ میں جب یہ خبر پہنچی تو آنحضرت ﷺ نے جریر بن عبد اللہ کو سردار بنا کر کچھ لوگوں کو ان کے پکڑنے کے لئے بھیجا آخر کار یہ لوگ پکڑے گئے، ان کی آنکھوں کو العین بالعين کے قاعدہ سے پھوڑ کر قتل کر دیا گیا اور یہ قصاص کے طور پر کیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ عَقَابَهُ بَأْسَ تَطِيعُوهُ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ مَا يُقْرَبُكُمْ إِلَيْهِ مِنْ طَاعَتِهِ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ تَفُوزُونَ إِنَّا الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَبَيَّنَ أَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ يُرِيدُونَ أَنْ يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝ دَائِمٌ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ أَلْ فِيهِمَا مَوْضُوعَةٌ مُبْتَدَأٌ وَلِبِشَتِهِمَا بِالشَّرِطِ دَخَلَتْ الْفَاءُ فِي خَبَرِهِ وَهُوَ فَاقْطَعُوا آيِدِيَهُمَا أَيْ يَمِينِ كُلِّ مِنْهُمَا مِنَ الْكُوعِ وَبَيَّنَّتِ السُّنَّةُ أَنَّ الَّذِي يُقْطَعُ فِيهِ رُبْعُ دِينَارٍ فَصَاعِدًا وَإِنَّ عَادَةَ قُطْعَتِ رِجْلُ الْيُسْرَى مِنْ مَفْصَلِ الْقَدَمِ ثُمَّ الْيَدُ الْيُسْرَى ثُمَّ الرَّجْلُ الْيُمْنَى وَبَعْدَ ذَلِكَ يُعَزَّرُ جَزَاءُ نَصَبٍ عَلَى الْمَضَرِّ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا غُفُوبَةً لِمَا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ حَكِيمٌ ۝ فِي خَلْقِهِ قَسَمٌ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ رَجَعَ عَنِ السَّرِقَةِ وَأَصْلَحَ عَمَلُهُ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ فِي التَّعْبِيرِ بِهَذَا مَا تَقَدَّمَ فَلَا يَسْقُطُ

تَبَوَّيْتَهُ حَقُّ الْأَدَمِيِّ مِنَ الْقَطْعِ وَرَدَّ الْمَالِ نَعَمْ بَيَّنَّتِ السُّنَّةُ أَنَّهُ إِنْ غَفِيَ عَنْهُ قَبْلَ الرَّفْعِ إِلَى الْإِمَامِ سَقَطَ وَعَلَيْهِ
الشَّافِعِيُّ أَلَمْ تَعْلَمْ أَلَا سَفَهًا فِيهِ لِتَقْرِيرِ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ تَعْذِيبَهُ
وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ الْمَغْفِرَةَ لَهُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ومنه التَّعْذِيبُ وَالْمَغْفِرَةُ يَأَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ
صُنْعُ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ يَقْعُونُ فِيهِ بِسُرْعَةٍ أَيْ يُظْهِرُونَ إِذَا وَجَدُوا فُرْصَةً مِنْ لَسِيَّانِ
الَّذِينَ قَالُوا أَمَّا بِأَفْوَاهِهِمْ بِاللَّسْتِهِمْ مُتَعَلِّقٌ بِقَالُوا وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ وَهُمْ الْمُنَافِقُونَ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا
قَوْمٌ سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ الَّذِي افْتَرَتْهُمْ أَخْبَارُهُمْ سَمَاعٌ قَبُولٌ سَمْعُونَ مِنْكَ لِقَوْمٍ لَاجِلٍ قَوْمٍ آخِرِينَ مَنْ
الْيَهُودُ لَمْ يَأْتَوْكَ وَهُمْ أَهْلُ خَيْرِ زَنَى فِيهِمْ مُخَصَّنَانِ فَكَرِهُوا رَجْمَهُمَا فَبَعَثُوا قُرَيْظَةَ لِيَسْأَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حُكْمِهِمَا يَحْرِقُونَ الْكَلِمَ الَّذِي فِي التَّوْرَةِ كَأَيِّ الرَّجْمِ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ الَّتِي
وَضَعَهُ اللَّهُ عَلَيْهَا أَيْ يُبَدِّلُونَهُ يَقُولُونَ لِمَنْ أَرْسَلُوهُمْ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا الْحُكْمَ الْمَعْرُوفَ أَيْ الْجَلْدَ أَيْ
أَفْتَاكُمْ بِهِ مُحَمَّدٌ فَخُذُوهُ فَاقْبَلُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتُوهُ بَلْ أَفْتَاكُمْ بِخِلَافِهِ فَاحْذَرُوا أَنْ تَقْبَلُوهُ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ
إِضْلَالَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا فِي دَفْعِهَا أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرْ قُلُوبَهُمْ مَنْ الْكُفْرِ
وَلَوْ أَرَادَهُ لَكَانَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ذُلٌّ بِالْفَضِيحَةِ وَالْجِزْيَةِ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ هُمْ
سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ أَكْلُونَ لِلشَّحْتِ بَضْمَ الْحَاءِ وَسُكُونِهَا أَيْ الْحَرَامِ كَالرُّشَى فَإِنْ جَاءَكَ لِتَحْكُمَ بَيْنَهُمْ
فَلِحُكْمِ بَيْنَهُمْ وَأَعْرِضْ عَنْهُمْ هَذَا التَّخْيِيرُ مَنْسُوخٌ بِقَوْلِهِ وَأَنْ أَحْكُمَ بَيْنَهُمْ (الآيَةُ) فَيَجِبُ الْحُكْمُ بَيْنَهُمْ
إِذَا تَرَأَفُوا إِلَيْنَا وَهُوَ صَحُّ قَوْلِي الشَّافِعِيِّ وَلَوْ تَرَأَفُوا إِلَيْنَا مَعَ مُسْلِمٍ وَجِبَ إِجْمَاعًا
وَأَنْ تُعْرِضَ عَنْهُمْ فَلَنْ يَصُرُوا شَيْئًا وَإِنْ حَكَمْتَ بَيْنَهُمْ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝
الْعَادِلِينَ فِي الْحُكْمِ أَيْ يُنَبِّئُهُمْ وَكَيْفَ يُحْكُمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ بِالرَّجْمِ اسْتِفْهَامٌ
تَعَجُّبٌ أَيْ لَمْ يَقْصِدُوا بِذَلِكَ مَعْرِفَةَ الْحَقِّ بَلْ مَا هُوَ أَهْوَى عَلَيْهِمْ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ يُعْرِضُونَ عَنْ حُكْمِكَ
بِالرَّجْمِ الْمُوَافِقِ لِكِتَابِهِمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ التَّحْكِيمِ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝

شرح جلال الدین

پنج

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے یعنی اس کے عذاب سے ڈرو بایں طور کہ اس کی اطاعت کرو، اور اس کی اطاعت
کے ذریعہ اس کا قرب تلاش کرو جو تم کو اس کا مقرب بنادے اور اس کی راہ میں اس کے دین کو سر بلند کرنے کیلئے جدوجہد کرو
تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ، خوب سمجھ لو ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کفر کی روش اختیار کی اگر ان کے قبضہ میں زمین کی ساری دولت
ہو اور اتنی ہی اور۔ اس سب کو قیامت کے دن کے عذاب کے عوض میں دینا چاہیں تو بھی ان سے قبول نہ ہوگی اور انھیں دردناک
سزا مل کر رہے گی، وہ چاہیں گے کہ آگ سے نکل بھاگیں مگر نہ نکل سکیں گے اور ان کے لئے دائمی عذاب ہوگا، اور جو مردہویا
عورت الف لام (السارق اور السارقة) دونوں میں موصولہ مبتداء مشابہ بالشرط ہے اور اسی وجہ سے اس کی خبر پر فاء داخل ہے

اور وہ فاقطعوا اید یھما ہے، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یعنی ہر ایک کے داہنے ہاتھ کو گٹے سے کاٹ دو، اور سنت نے بیان کیا ہے کہ وہ مقدار کہ جس کے عوض (ہاتھ) کاٹا جائیگا چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ ہے اور اگر وہ دوبارہ چوری کرے تو اس کا بایاں پیر نختے سے کاٹا جائیگا، پھر بایاں ہاتھ پھر دایاں پیر، اور اس کے بعد تعزیری سزا دی جائے گی، یہ ان کے کرتوتوں کا بدلہ ہے، اور اللہ کی جانب سے ان کے لیے بطور سزا کے ہے، اور اللہ اپنے حکم میں غالب اپنی مخلوق کے بارے میں باحکمت ہے جسز مصدریت کی وجہ سے منصوب ہے پھر جس نے گناہ کے بعد توبہ کر لی یعنی سرقت سے باز آ گیا، اور اپنے عمل کی اصلاح کر لی تو اللہ اس کی توبہ کو قبول کرے گا اللہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے، (فلا تحدوہم) کے بجائے اِنَّ اللہ غفور رحیم، سے تعبیر کرنے کا وہی مطلب ہے جو ماسبق میں بیان ہوا، لہذا (سارق کے) توبہ کر لینے سے نہ تو حق العباد میں سے قطع ید ساقط ہوگا اور نہ (مسروقہ) مال کی واپسی کا حق، البتہ سنت سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اگر مسروق منہ نے قاضی کی عدالت میں مقدمہ پیش ہونے سے پہلے معاف کر دیا، تو قطع ساقط ہو جائیگا اور یہی امام شافعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کا مذہب ہے، کیا تم نہیں جانتے؟ استفہام تقریر کے لئے ہے، کہ اللہ زمین و آسمان کی سلطنت کا مالک ہے، جس کو عذاب دینا چاہے عذاب دے گا اور جس کو معاف کرنا چاہے گا معاف کرے گا اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور ان میں تعذیب اور مغفرت بھی داخل ہیں، اے رسول آپ کے لئے ان لوگوں کا طرز عمل باعث رنج نہ ہو کہ جو لوگ کفر کے بارے میں بڑی تیز گامی دکھاتے ہیں یعنی بڑی تیزی سے اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جب بھی موقع پاتے ہیں کفر کا اظہار کرتے ہیں خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں من بیانہ ہے، جنہوں نے اپنی زبان سے کہا ہم ایمان لائے ہیں (بافواہم) قالوا سے متعلق ہے، حالانکہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے اور منافق ہیں، یا ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے یہودی مذہب اختیار کر لیا ہے، اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ جو قبولیت کے کان سے جھوٹی بات سننے کے عادی ہیں جن کو ان کے احبار نے گھڑ لیا ہے، اور یہود میں سے ان لوگوں کے لئے آپ کی جاسوسی کرتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آتے اور وہ اہل خیر ہیں، ان میں دوشادی شدہ لوگوں نے زنا کیا تھا مگر ان لوگوں نے ان کے رجم کئے جانے کو ناپسند کیا، چنانچہ ان لوگوں نے بنی قریظہ کو آپ کی خدمت میں ان کا حکم معلوم کرنے کے لئے بھیجا، اور تو رات میں مذکور حکم میں رد و بدل کرتے ہیں مثلاً آیت رجم میں، اس کا صحیح مفہوم متعین ہونے کے بعد، وہ مفہوم کہ جس کو اللہ نے متعین فرمایا ہے یعنی اس میں تبدیلی کر دیتے ہیں، اور جن لوگوں کو بھیجا ان سے کہتے ہیں کہ اگر اس محرف حکم یعنی کوڑے مارنے کا محمد فتویٰ دیں تو قبول کر لینا اور اگر (محرف کے مطابق) فتویٰ نہ دیں بلکہ اس کے خلاف فتویٰ دیں تو اس کو قبول کرنے سے اجتناب کرنا، اور اللہ جسے فتنے گرا ہی میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے تو تم اس کو اللہ کی گرفت سے بچانے یعنی اسکے دفاع کے لئے کچھ نہیں کر سکتے، یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے قلوب کو کفر سے اللہ پاک کرنے کا ارادہ نہیں ہے اور اگر اللہ تعالیٰ (پاک کرنے کا) ارادہ کرتے تو ضرور پاک ہو جاتے ان کے لئے دنیا میں رسوائی کے جزیہ کے ساتھ بڑی ذلت ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے، اور یہ لوگ کان لگا کر جھوٹ کے سننے والے اور حرام مال کے کھانے والے ہیں

مثلاً رشوت کے ذریعہ، اگر یہ لوگ آپ سے اپنا فیصلہ کرانے کے لئے آپ کے پاس آئیں، (اگر چاہو) تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا انکار کر دو، یہ اختیار اللہ تعالیٰ کے قول ”وَأَن احْكُم بَيْنَهُم“ کے ذریعہ منسوخ ہے، لہذا اگر وہ فیصلہ ہمارے پاس لائیں تو اس کا فیصلہ کرنا واجب ہے امام شافعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کے اقوال میں سے یہ صحیح تر ہے، اور اگر کسی مسلمان کے ساتھ ہمارے پاس مقدمہ لائیں تو بالاتفاق فیصلہ کرنا واجب ہے، اور اگر تم انکار کر دو تو وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اور اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو انصاف کے ساتھ صحیح فیصلہ کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ فیصلہ میں انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں یعنی ان کو اجر عطا فرمائیں گے، اور یہ لوگ آپ کو کیسے حکم بناتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے اس میں رجم کا خدائی حکم موجود ہے استفہام تعجب کے لئے ہے یعنی اس سے ان کا مقصد معرفت حق نہیں ہے بلکہ ان کیلئے آسانی تلاش کرنا ہے، پھر یہ لوگ آپ کے رجم کے فیصلے کے بعد جو ان کی کتاب کے مطابق ہے اعراض کرتے ہیں، درحقیقت یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔

تحقیق و تخریج تسمیہ و تفسیر فوائد

قَوْلُهُ: ثَبَتَ.

سُئِلَ: لَوْ ثَبَتَ أَنَّ لَهُمْ مَقْدَرًا مَنَعَهُ كَيْفَا مَنَعَهُ؟

جَوَابُهُ: لَوْ حَرَفَ شَرْطٌ چونکہ فعل پر ہی داخل ہوتا ہے اگر ثَبَتَ فعل مقدر نہ مانا جائے تو، لَوْ کا حرف پر داخل ہونا لازم آئے گا۔

قَوْلُهُ: أَلْ، الف لام موصولہ میں معنی میں اَلَّذِي سَرَقَ وَالَّتِي سَرَقَتْ کے ہے اسم موصول مبتداء متضمن بمعنی شرط ہے اسلئے اس کی خبر فاقطعوا پر متضمن بمعنی جزاء ہونے کی وجہ سے فاء داخل ہے۔

قَوْلُهُ: نَصَبٌ عَلَى الْمَصْدَرِيَّةِ، یعنی جزاء مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، ای يُجْزَوْنَ جزاءً.

قَوْلُهُ: فِي التَّعْبِيرِ بهذا یعنی فَمَنْ تَابَ من بعد ظلمہ کے جواب میں فَلَا تَحْدُوا أَنِّي فرمایا بلکہ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ فرمایا، اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کی وجہ سے حقوق العباد کو معاف نہ فرمائیں گے، یعنی آخرت کی سزا تو معاف فرما سکتے ہیں جو کہ حقوق اللہ ہے مگر دنیا کی سزا جو کہ قطع پیدا اور مسروقہ مال کی واپسی ہے معاف نہ فرمائیں گے، اور إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ کی تعبیر میں بھی یہی مقصد ہے۔

قَوْلُهُ: لَا يَحْزُنُكَ صُنْعٌ، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حزن و ملال کا تعلق ذات سے نہیں بلکہ فعل سے ہوتا ہے اسی مقصد کے لئے مفسر علام نے صُنْع کا اضافہ کیا ہے۔

قَوْلُهُ: سَمْعُونَ، یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے، ای ہم سَمْعُونَ.

قَوْلًا: مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ، اِیْ مَنْ بَعْدَ تَحْقِيقِ مَوَاضِعِهِ الَّتِی وَضَعَ اللّٰهُ، یعنی کلمہ کا مفہوم منجانب اللہ متعین ہونے کے باوجود کلمہ کو اس کے حقیقی مفہوم سے ہٹا دیتے تھے۔

قَوْلًا: السُّحْتُ، حرام یہ سَحْتُهُ، سے ماخوذ ہے اس وقت بولتے ہیں جب کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے حرام مال چونکہ مسکوت البرکت ہوتا ہے اسی لئے اس کو سُحْتُ کہا جاتا ہے، اَنَّا لَوْنُ لِلْسُّحْتِ، وہ بڑے حرام خور ہیں۔

تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ، وَسِيلَهُ، وَسُلُّ مصدر سے مشتق ہے جس کے معنی ملنے اور جڑنے کے ہیں، سین اور صاد دونوں سے تقریباً ایک ہی معنی میں آتا ہے فرق اتنا ہے کہ صاد سے مطلقاً ملنے اور جڑنے کے معنی میں ہے اور سین سے رغبت و محبت کے ساتھ ملنے اور جڑنے کے معنی میں۔ وسیلہ کے معنی ایسی چیز کے ہیں جو کسی مقصود کے حصول یا اس کے قرب کا ذریعہ ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ تلاش کرو، کا مطلب ہوگا ایسے اعمال اختیار کرو جن سے تمہیں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل ہو جائے، علامہ شوکانی فرماتے ہیں ”اِنَّ الْوَسِيْلَةَ الَّتِي هِيَ الْقُرْبَةُ تَصَدَّقُ عَلَى التَّقْوَىٰ وَعَلَىٰ غَيْرِهَا مِنْ خِصَالِ الْخَيْرِ الَّتِي يَتَقَرَّبُ الْعِبَادُ بِهَا إِلَىٰ رَبِّهِمْ“ یہاں وسیلہ کے وہ معنی مراد نہیں ہیں جو عام لوگ مراد لیتے ہیں جس کی شریعت میں کوئی بنیاد نہیں ہے، البتہ حدیث میں اس مقام محمود کو بھی وسیلہ کہا گیا ہے جو جنت میں نبی کریم ﷺ کو عطا فرمایا جائیگا، اسی لئے آپ نے فرمایا جو اذان کے بعد میرے لئے وسیلہ کی دعاء کریگا وہ میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔ (صحیح بخاری کتاب الاذان)

دعاء وسیلہ:

دعاء وسیلہ جو اذان کے بعد پڑھی جاتی ہے یہ ہے، اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ، اَبِ مُحَمَّدًا نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِی وَعَدْتَهُ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (الآیة) حدیث میں آتا ہے کہ ایک جہنمی کو جہنم سے نکال کر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش کیا جائیگا اللہ تعالیٰ اس سے فرمایگا، تو نے اپنی آرام گاہ کسی پائی؟ وہ کہے گا بدترین آرام گاہ ہے اللہ تعالیٰ فرمایگا کیا تو زمین بھر فدیہ دے کر اس سے چھٹکارا حاصل کرنا پسند کرگا؟ وہ اثبات میں جواب دیگا، اللہ تعالیٰ فرمایگا میں نے تو دنیا میں اس سے بھی بہت کم کا تجھ سے مطالبہ کیا تھا، تو نے وہاں اس کی پرواہ نہیں کی، اور اسے دوبارہ جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔ (صحیح مسلم صفة القیامہ بخاری شریف کتاب الرقاق والانبیاء)

والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما. (الآية)

سرقہ کے لغوی معنی اور شرعی تعریف:

قاموس میں ہے کہ کوئی شخص کسی کے محفوظ مال کو بغیر اس کی اجازت کے چھپ کر لے لے، اس کو سرقہ کہتے ہیں، یہی سرقہ کی شرعی تعریف ہے، اس تعریف کی رو سے سرقہ ثابت ہونے کے لئے چند چیزیں ضروری ہیں۔

اول یہ کہ وہ مال کسی فرد یا جماعت کی ذاتی ملکیت ہو، چور کی نہ اس میں ملکیت ہو اور نہ ملکیت کا شبہ، اور نہ ایسی چیز کہ جس میں عوام کے حقوق مساوی ہوں جیسے استفادہ عام کی اشیاء اور ادارے، ان میں چوری کی سزا جاری نہ ہوگی البتہ حاکم اپنی صوابدید کے مطابق تعزیری سزا دے سکتا ہے۔

دوسری شرط مال کا محفوظ ہونا ہے مال غیر محفوظ کو اگر کوئی شخص اٹھا لے تو اس پر بھی حد سرقہ جاری نہ ہوگی، البتہ عند اللہ گنہگار ہوگا، اور اس پر تعزیری سزا بھی جاری کی جاسکتی ہے۔

تیسری شرط بلا اجازت لینا ہے، جس مال کے لینے یا استعمال کرنے کی اجازت ہو اور وہ اس کو اٹھا کر لیجائے تب بھی حد سرقہ جاری نہ ہوگی، امت کا اس پر اتفاق ہے کہ پہلی چوری پر سیدھا ہاتھ کاٹا جائیگا، سرقہ کا اطلاق خیانت پر نہ ہوگا، نبی ﷺ نے فرمایا، ”لا قطع علی خائن“۔

مقدار مال مسروقہ جس پر ہاتھ کاٹا جائیگا:

آپ ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ایک ڈھال کی قیمت سے کم کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائے، ایک ڈھال کی قیمت نبی ﷺ کے زمانہ میں بروایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما دس درہم اور بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تین درہم اور بروایت انس بن مالک پانچ اور بروایت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ربع دینار ہوتی تھی، قیمت کا مذکورہ اختلاف ڈھال کی نوعیت کے اعتبار سے ہو سکتا ہے، اسی اختلاف کی وجہ سے فقہاء کے درمیان کم سے کم نصاب سرقہ میں اختلاف ہوا ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سرقہ کا نصاب دس درہم ہے، اور امام مالک و شافعی رحمہما اللہ کا احمد رحمہما اللہ کے نزدیک چوتھائی دینار ہے جو اس زمانہ کے درہم میں تین ماشہ (۱/۵۱) رتی چاندی ہوتی تھی، اور ایک چوتھائی دینار تین درہم کے مساوی ہوتا تھا۔

مفسر علام نے چوری کی جو سزا بیان فرمائی ہے وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ہے احناف کے نزدیک پہلی مرتبہ چوری میں دایاں ہاتھ اور دوسری مرتبہ چوری میں بایاں پیر کاٹا جائیگا، اس کے بعد بھی اگر اس نے چوری کی تو حاکم اپنی صوابدید کے مطابق تعزیری سزا دے گا۔

بہت سی اشیاء کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا:

آپ ﷺ کی ہدایت ہے کہ ”لا قَطْعَ فِي ثَمَرَةٍ وَلَا كَثْرٍ، پھل اور ترکاری کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائے، لا قطع فی طعام، کھانے کی چیزوں میں قطع ید نہیں ہے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں، ”لم یکن قطع السارق علی عہد رسول اللہ ﷺ فی الشئ التافہ“، یعنی معمولی چیزوں کی چوری میں نبی ﷺ کے زمانہ میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا، لا قطع فی الطیر“ پرندے کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے، نیز حضرت عمرو بن العاصؓ نے بیت المال سے چوری کرنے والے کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان چوریوں پر سرے سے کوئی سزا ہی نہ دی جائے، مطلب یہ ہے کہ ان چوریوں میں ہاتھ نہ کاٹا جائے حاکم جو مناسب سمجھے تعزیری سزا جاری کر سکتا ہے۔

اسلامی سزاؤں کے متعلق اہل یورپ کا وادیلاہ:

اسلامی سزاؤں کے متعلق اہل یورپ اور ان کی تہذیب سے متاثر لوگوں کا یہ عام اعتراض ہے کہ یہ سزائیں سخت ہیں، اس کے متعلق یہ بات پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ قرآن کریم نے صرف پانچ جرموں کی سزائیں خود مقرر کیں ہیں، جن کو شرعی اصطلاح میں حد کہا جاتا ہے، ① ڈاکہ کی سزا دہنا ہاتھ اور بایاں پیر کاٹنا ② چوری کی سزا دایاں یا ہاتھ پینچے سے کاٹنا، ③ زنا کی سزا بعض صورتوں میں سو کوڑے لگانا اور بعض میں سنگسار کرنا، ④ زنا کی جھوٹی تہمت لگانے کی سزا اسی (۸۰) کوڑے لگانا، پانچویں ⑤ حد شرعی شراب نوشی کی ہے اس کی سزا بھی اسی کوڑے ہیں، مذکورہ پانچ جرائم کے سوا دیگر تمام جرائم کی سزا حاکم وقت کی صوابدید پر ہے، اس کے علاوہ مذکورہ پانچ جرائم میں بہت سی صورتیں ایسی نکلیں گی کہ ان میں حد و شرعیہ کا نفاذ نہیں ہوگا، بلکہ حاکم وقت کی صوابدید کے مطابق تعزیری سزائیں دی جائیں گی۔

اسلامی سزاؤں کا مقصد:

اسلامی سزاؤں کا مقصد ایذا رسانی نہیں بلکہ انسداد جرائم اور امن عامہ کو قائم کرنا ہے، شرعی سزاؤں کے نفاذ کی نوبت شاذ و نادر ہی آتی ہے، عام حالات میں حدود والے جرائم میں بھی تعزیری سزائیں جاری ہوتی ہیں، لیکن اگر حدود کی شرائط کی تکمیل کے ساتھ جرم ثابت ہو جائے کہ جو نہایت مشکل ہے تو پھر مجرم کو ایسی عبرتناک سزا دی جاتی ہے جس کی ہیبت لوگوں کے قلب و دماغ پر مسلط ہو جائے، اور اس جرم کے تصور سے بدن پر لرزہ طاری ہو جائے بخلاف مروجہ تعزیری قوانین کے کہ وہ جرائم پیشہ لوگوں کی نظر میں ایک کھیل ہیں، جیل خانہ میں بیٹھے ہوئے بھی آئندہ اس جرم کو اور زیادہ بہتر طریقہ سے کرنے کے پروگرام بناتے ہیں اور جیل سے رہائی پانے کے وقت وہ کہہ کر آتے ہیں ہماری جگہ محفوظ رکھی جائے ہم بہت جلد واپس آنے والے ہیں۔

حدود شرعیہ کے نفاذ کی تاثیر:

بخلاف ان ممالک کے کہ جن میں حدود شرعیہ نافذ کی جاتی ہیں ان کے حالات کا اگر جائزہ لیا جائے تو حقیقت سامنے آجائے گی، وہاں نہ آپ کو بہت سے لوگ ہاتھ کٹے ہوئے نظر آئیں گے اور نہ سالہا سال میں وہاں سنگساری کا کوئی واقعہ نظر آئے گا مگر سزاؤں کی دھاک قلوب پر ایسی ہے کہ وہاں چوری ڈاکہ اور بے حیائی کا نام تک نظر نہ آئے گا سعودی عربیہ کے حالات سے عام مسلمان براہ راست واقف ہے، دن میں پانچ مرتبہ ہر شخص یہ دیکھتا ہے کہ دکانیں کھلی ہوئی ہیں ان میں لاکھوں کا سامان پڑا ہوا ہے دکان کا مالک دکان بند کئے بغیر نماز کے لئے حرم میں بے فکر ہو کر چلا جاتا ہے، اس کو کبھی یہ وسوسہ بھی نہیں پیش آتا کہ اس کی دکان سے کوئی چیز غائب ہو جائے گی، اور یہ ایک دن کا معمول نہیں ہے بلکہ روزمرہ کا معمول ہے دنیا کے کسی متمدن اور مہذب ملک میں ایسا کر کے دیکھئے تو ایک دن میں سینکڑوں چوریاں اور ڈاکے پڑ جائیں گے۔

تہذیب نو اور حقوق انسانی کے دعویداروں کی عجیب منطق:

یہ عجیب بات ہے کہ جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ تو ہمدردی ہے مگر پورے عالم انسانیت پر رحم نہیں کرتے جن کی زندگی ان جرائم پیشہ لوگوں نے اجیرن بنا رکھی ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ ایک مجرم پر ترس کھانا پوری انسانیت پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔ اور سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ان اسلامی سزاؤں پر اعتراض کے لئے ان لوگوں کی زبانیں اٹھتی ہیں لیکن جن کے ہاتھ ہیر و شیشا کے لاکھوں بے گناہ بے قصور انسانوں کے خون سے رنگین ہیں ان کے خلاف ان کی زبانوں کو تالا لگا ہوا ہے۔ اور حال ہی میں جن لوگوں نے افغانستان اور عراق میں ہزاروں بے گناہ بے قصور عورتوں بچوں بوڑھوں اور مریضوں کو ایک ہی دن میں موت کی نیند سلا دیا جن کے ہاتھوں سے ابھی تک بے قصوروں کا خون ٹپک رہا ہے جن کی خون آشامی کی طلب دن بدن بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے اور روزانہ ایک نئے شکار کی تلاش و جستجو رہتی ہے۔

شان نزول:

والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما:

جس مخزومی عورت کے چوری کے واقعہ کے وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں اس عورت کا قصہ صحیحین اور مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ میں کچھ اس طرح مذکور ہے فتح مکہ کے وقت ایک مخزومی عورت نے چوری کی تھی یہ عورت چونکہ شریف اور بڑے خاندان سے تعلق رکھتی تھی جس کی وجہ سے قریش کیلئے اس کا ہاتھ کاٹنا شاق تھا، اسلئے قریش نے حضرت اسامہ بن زید سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں سفارش کرائی، آپ کو یہ سفارش سن کر غصہ آ گیا تو آپ نے فرمایا تعزیرات الہی میں بھی بندوں کی سفارش کا کچھ دخل ہو سکتا ہے؟ بالفرض اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائیگا، غرض آپ نے اس عورت کا ہاتھ کاٹنے کا

حکم صادر فرمایا، جب اس عورت کا ہاتھ کٹ چکا تو اس عورت نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ حضرت میری توبہ بھی قبول ہوگی آپ نے فرمایا تو اب ایسی ہوگئی جیسے آج ہی تیری ماں نے تجھے جنا ہے۔

مال مسروقہ کی مقدار پر ہاتھ کاٹنے پر اعتراض:

ابو العلاء شاعر نے بغداد کے فقہاء پر ایک اعتراض کیا تھا جو مال مسروقہ کی مقدار کے بارے میں تھا، اعتراض کا حاصل یہ تھا کہ اگر کوئی شخص کسی کا ہاتھ کاٹ دے تو اس کی شرعی دیت پانچ سو دینار ہیں، اور اگر کوئی شخص کسی کی کوئی چیز چرالے تو تین پر یا دس درہم پر پانچ سو دینار کی مالیت کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔

جواب: جب تک وہ ہاتھ چوری میں ملوث نہیں ہوا تھا تو اللہ کے نزدیک معزز اور معصوم تھا جو کہ عند اللہ گراں قدر تھا، مگر جب وہ چوری کی گندگی میں آلودہ ہو گیا تو وہ عند اللہ بے حیثیت اور بے قیمت ہو گیا جس کی وجہ سے اس کی قیمت گھٹ گئی۔

بعض حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ شریعت کے احکام برے کاموں سے روکنے کیلئے ہیں اسلئے چور کو تو یوں روکا کہ تین درہم تک ہاتھ کٹنے کا خوف رہے اور خون خرابہ کرنے والوں اور ملک میں فساد برپا کرنے والوں کو یوں روکا کہ اگر تم کسی کا ہاتھ کاٹو گے تو پانچ سو اشرفیاں تاوان دینا ہوگا۔

شان نزول:

يَا أَيُّهَا الرِّسُولُ لَا يَحْزَنكَ (الآية) آیت ۴۱ اور ۴۲ کے شان نزول میں دو واقعے بیان کئے گئے ہیں ایک تو شادی شدہ مرد و عورت کا ہے، تورات میں شادی شدہ زانیوں کی سزا سنگسار تھی اور آج بھی ہے لیکن یہ واقعہ چونکہ ایک بڑے گھرانے کا تھا اس لئے وہ سنگساری کی سزا سے بچنا چاہتے تھے، اس لئے انہوں نے مشورہ کیا کہ محمد ﷺ کے پاس فیصلہ کرائیں، اگر انہوں نے ہمارے ایجاد کردہ طریقہ کے مطابق یعنی کوڑے مارنے اور منہ کالا کر کے گھمانے کی سزا تجویز کی تو مان لیں گے اور اگر سنگساری کا فیصلہ کیا تو نہیں مانیں گے، چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہودی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور فیصلے کے طالب ہوئے آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تورات میں زنا کی کیا سزا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تورات میں زنا کی سزا کوڑے مارنا اور رسوا کرنا ہے، عبداللہ بن سلام نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو تورات میں تو رجم کا حکم ہے، جاؤ تورات لیکر آؤ، یہود تورات لا کر پڑھنے لگے تو آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر آگے پیچھے کی آیات پڑھیں، عبداللہ بن سلام نے کہا ہاتھ اٹھاؤ ہاتھ ہٹایا تو وہاں آیت رجم موجود تھی بالآخر اعتراف کرنا پڑا کہ محمد ﷺ سچ کہتے ہیں تورات میں آیت رجم موجود ہے چنانچہ دونوں زانیوں کو رجم کر دیا گیا۔

دوسرا واقعہ:

دوسرا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ یہود کا ایک قبیلہ خود کو یہود کے دیگر قبیلوں سے زیادہ معزز اور اعلیٰ سمجھتا تھا، اور اسی وجہ سے اپنے مقتول کی دیت سو سق اور دیگر قبیلوں کے مقتول کی قیمت پچاس سق مقرر کر رکھی تھی، جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہود کے دوسرے قبیلوں کو کچھ حوصلہ ہوا تو انہوں نے سو سق دیت دینے سے انکار کر دیا، قریب تھا کہ ان کے درمیان اس مسئلہ پر جنگ چھڑ جائے، لیکن ان کے سمجھدار لوگ نبی ﷺ کے پاس فیصلہ کرنے پر رضامند ہو گئے، اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں، جن میں سے ایک آیت میں قصاص میں برابری کا حکم دیا گیا ہے۔

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ، ابتداء جب مدینہ میں اسلامی ریاست قائم ہوئی تھی یہودی اس وقت تک باقاعدہ اسلامی ریاست کی باقاعدہ رعایا نہیں تھے بلکہ اسلامی حکومت کے ساتھ ان کے تعلقات معاہدات پر مبنی تھے، یہودیوں کو اپنے اندرونی معاملات میں آزادی حاصل تھی ان کے مذہبی مقدمات کے فیصلے انہی کے قوانین کے مطابق ان کے اپنے جج کرتے تھے، نبی ﷺ کے پاس یا آپ کے مقررہ کردہ قاضیوں کے پاس اپنے مقدمات لانے کیلئے وہ از روئے قانون مجبور نہ تھے لیکن یہ لوگ جن معاملات میں خود اپنے مذہبی قانون کے مطابق فیصلہ کرنا نہ چاہتے تھے ان کا فیصلہ کرانے کے لئے نبی ﷺ کے پاس اس امید پر آجاتے تھے کہ شاید آپ کی شریعت میں ان کیلئے کوئی دوسرا حکم ہو اور اس طرح وہ اپنے قانون سے بچ جائیں۔

شان نزول:

ابن جریر اور ابن ابی حاتم و ابن اسحق نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ان آیتوں کے نزول میں یہ قصہ روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن صورت یا اور شماس بن قیس اور یہودی علماء نے ایک روز آنحضرت ﷺ سے یہ فریب کیا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان کچھ معاملات میں اختلاف ہو گیا ہے ہم چند مقدمات آپ کے پاس لائے ہیں ان مقدموں کو اگر آپ ہماری خواہش کے مطابق فیصلہ کر دیں گے تو ہم اسلام قبول کر لیں گے اور ہم چونکہ علماء ہیں ہمارا قوم میں اثر ہے اسلئے دیگر لوگ بھی مسلمان ہو جائیں گے، مگر باطنی طور پر ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر آپ دھوکا کھا کر حکم الہی کے خلاف فیصلہ کر دیں تو آپ کی نبوت میں طرح طرح کے شبہات ڈالیں، مگر آپ نے اس طرح فیصلے سے انکار فرما دیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہوشیار اور باخبر کرنے کے لئے یہ آیات نازل فرمائیں، اور فرمایا اے رسول اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ کرنا منظور فرمائیں تو انصاف سے فیصلہ کریں، اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے، لیکن اگر ان کو انصاف منظور ہوتا تو یہ لوگ تورات کے اصلی حکم سے نہ پھرتے جن پر تمام انبیاء بنی اسرائیل کا عمل تھا۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى مِنَ الضَّلَالَةِ وَتُورٌ بَيَانٌ لِلْأَحْكَامِ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ
الَّذِينَ اسْلَمُوا اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبُّبِيُّونَ الْعُلَمَاءُ مِنْهُمْ وَالْأَخْبَارُ الْفُقَهَاءُ بِمَا آى بِسَبَبِ
الَّذِى اسْتُحْفِظُوا اسْتَوْدِعُوهُ آى اسْتَحْفَظَهُمُ اللَّهُ آيَاهُ مِنْ كُتُبِ اللَّهِ أَنْ يَبْدُلُوهُ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ
أَنَّهُ حَقٌّ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ أَيُّهَا الْيَهُودُ فِى إِظْهَارِ مَا عِنْدَكُمْ مِنْ نِعْمَتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالرَّجْمِ وَغَيْرِهِمَا وَأَخْشَوْنَ فِى كِتْمَانِهِ وَلَا تَشْتَرُوا تَسْتَبْدِلُوا بِآيَتِى ثَمَنًا قَلِيلًا مِنَ الدُّنْيَا تَأْخُذُونَهُ
عَلَى كِتْمَانِهِ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝ به وَكُتِبْنَا فَرْضًا عَلَيْهِمْ فِيهَا آى
التَّوْرَةِ أَنَّ النَّفْسَ تَقْتُلُ بِالنَّفْسِ إِذَا قَتَلْتَهَا وَالْعَيْنُ تَفْقَأُ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفُ تُجْدَعُ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنُ تُقَطَّعُ
بِالْأُذُنِ وَالسِّنُّ تَقْلَعُ بِالسِّنِّ وَفِى قِرَاءَةِ بِالرَّفْعِ فِى الْأَرْبَعَةِ وَالْجُرُوحُ بِالْوَجْهِينِ قِصَاصٌ آى يُقْتَصُّ فِيمَا
أَمَكْنَ كَالْيَدِ وَالرَّجْلِ وَالذِّكْرِ وَنَحْوِ ذَلِكَ وَمَا لَا يُمَكِّنُ فِيهِ الْحُكُومَةُ وَهَذَا الْحُكْمُ وَإِنْ كُتِبَ
عَلَيْهِمْ فَهُوَ مُقَرَّرٌ فِى شَرْعِنَا فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ آى بِالْقِصَاصِ بَأَنْ مَكَّنَ مِنْ نَفْسِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ لِمَا
آتَاهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِى الْقِصَاصِ وَغَيْرِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ وَقَفَيْنَا عَلَى آثَارِهِمْ
أَتْبَعْنَا آى النَّبِيِّينَ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ قَبْلَهُ مِنَ التَّوْرَةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى مِنَ
الضَّلَالَةِ وَتُورٌ بَيَانٌ لِلْأَحْكَامِ وَمُصَدِّقًا حَالٌ لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ لِمَا فِيهَا مِنَ الْأَحْكَامِ
وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ۝ قُلْنَا وَلِيَحْكَمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ مِنَ الْأَحْكَامِ وَفِى قِرَاءَةِ بِنَضْبِ
يَحْكُمَ وَكَسْرٍ لَامٍ بِهْ عَطْفًا عَلَى مَعْمُولِ آتَيْنَاهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝
وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ الْكِتَابَ الْقُرْآنَ بِالْحَقِّ مُتَعَلِّقًا بِأَنْزَلْنَا مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ قَبْلَهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهِمًّا
شَاهِدًا عَلَيْهِ وَالْكِتَابُ بِمَعْنَى الْكِتَابِ فَلَحْظُهُ بَيْنَهُمْ بَيْنَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِذَا تَرَفَعُوا إِلَيْكَ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ
إِلَيْكَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَادِلًا عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ آيَةً فِي الْأُمَمِ شَرِيعَةً وَمِنْهَا جَاءَ
طَرِيقًا وَاضِحًا فِى الدِّينِ تَمْشُونَ عَلَيْهِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً عَلَى شَرِيعَةٍ وَاحِدَةٍ وَلَكِنْ فَرَقَكُمْ
فِرْقًا لِّيَبْلُوَكُمْ لِيَخْتَبِرَكُمْ فِى مَا أَسَلَكُمْ مِنَ الشَّرَائِعِ الْمُخْتَلِفَةِ لِيَنْظُرَ الْمُطِيعُ مِنْكُمْ وَالْعَاصِى
فَاسْتَقْبَلُوا الْخَيْرَ سَارِعُوا إِلَيْهَا إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا بِالْبَعْثِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ مِنْ أَمْرِ الدِّينِ
وَيُجْزَى كُلًّا مِنْكُمْ بِعَمَلِهِ وَإِنْ أَحْكَمْتُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ لَا يَفْتِنُوكَ يَضْلُوكَ
عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا عَنْ الْحُكْمِ الْمُنْزَلِ وَارَادُوا غَيْرَهُ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُم بِالْعُقُوبَةِ
فِى الدُّنْيَا بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۝ التِّى آتَوْهَا وَمِنْهَا التَّوَلَّى وَيُجَازِيهِمْ عَلَى جَمِيعِهَا فِى الْآخِرَةِ
وَإِنْ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ۝ الْحُكْمُ الْجَاهِلِيَّةُ يَبْغُونَ بِالْبِئْسِ وَالنَّاءِ يَطْلُبُونَ مِنَ الْمُدَاهَنَةِ وَالْمِيلِ إِذَا تَوَلَّوْا

استفسارُ انکارِ وَمَنْ اِیْ لَا اَحَدٌ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ عِنْدَ قَوْمٍ یُّوقِنُوْنَ ۝۶۰ بِهِ خُصُّوْا بِالذِّکْرِ لَا نَهَمَ یَتَذَبَّرُوْنَہُ۔

ترجمہ: ہم نے تورات نازل کی جس میں گمراہی سے ہدایت اور روشنی تھی (یعنی) احکام کا بیان تھا، بنی اسرائیل کے تمام انبیاء جو کہ مسلمان اللہ کے تابع فرمان تھے، یہودیوں کے لئے اسی کے ذریعہ فیصلہ کرتے تھے اور ان کے علماء اور فقہاء بھی (اسی کے ذریعہ فیصلہ کرتے تھے) اس سبب سے کہ ان کو اللہ نے اس کا محافظ بنایا تھا یعنی ان کو اس پر امین بنایا تھا بایں طور کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت کا مطالبہ کیا تھا، اس میں رد و بدل کرنے سے، اور وہ اس کے برحق ہونے پر شاہد تھے، پس اے یہود تم محمد ﷺ کی ان صفات کے اور رجم وغیرہ کے اظہار کے بارے میں جو تمہارے پاس ہیں لوگوں سے مت ڈرو (بلکہ) ان کے چھپانے کے بارے میں مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کو دنیوی قلیل معاوضہ کے بدلے جس کو تم اس کو چھپانے کے عوض میں لیتے ہو مت بیچو، اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں اور ہم نے ان پر تورات میں مقرر کر دیا ہے کہ جان کو جان کے بدلے قتل کیا جائیگا جب (قاتل) اس کو قتل کرے، اور آنکھ، آنکھ کے بدلے پھوڑی جائیگی اور ناک ناک کے بدلے کاٹی جائے گی، اور کان کان کے بدلے کاٹا جائیگا، اور دانت دانت کے بدلے اکھاڑا جائیگا اور ایک قراءت میں چاروں جگہ رفع کے ساتھ ہے، اور زنموں میں برابری ہے (جروح) میں بھی دونوں وجہ (رفع و نصب) ہیں، یعنی ان میں برابری کی جائیگی جبکہ ممکن ہو، جیسا کہ ہاتھ، پیر اور ذکرو وغیرہ میں اور جس میں برابری ممکن نہ ہو اس میں عادل کے فیصلہ کا اعتبار ہوگا یہ (مذکورہ) حکم اگر چہ ان پر فرض کیا گیا ہے مگر وہ ہماری شریعت میں بھی ثابت ہے پھر جو قصاص کا صدمہ کر دے اس طور پر وہ اپنی ذات پر قدرت دیدے تو اس کا یہ عمل اس کے فعل (قتل) کا کفارہ ہے اور جو لوگ قصاص وغیرہ کے معاملہ میں اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں اور ہم نے ان نبیوں کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو ان سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا بنا کر بھیجا، اور ان کو انجیل عطا کی جس میں گمراہی سے رہنمائی تھی اور احکام کا بیان تھا حال یہ ہے کہ وہ اپنے سے سابق کتاب تورات یعنی اس کے احکام کی تصدیق کرنے والی ہے اور خدا ترس لوگوں کے لئے سراسر ہدایت اور نصیحت تھی، اور ہم نے حکم دیا کہ اہل انجیل ان احکام کے مطابق فیصلہ کریں جو ہم نے اس میں نازل کئے ہیں اور ایک قراءت پر عطف کرتے ہوئے، اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں، اور اے محمد ہم نے آپ کے پاس کتاب قرآن حق کے ساتھ نازل کی ہے (بالحق) انزلنا کے متعلق ہے، اور اس کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور اس پر شاہد ہے اور کتاب بمعنی کتب ہے، لہذا تم اہل کتاب کے درمیان جب وہ تمہارے پاس فیصلہ لائیں تو آپ نازل کردہ خدائی قانون کے ذریعہ فیصلہ کریں، اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اس سے روگردانی کر کے ان کی خوشحالت کی پیروی نہ کریں، اور تم میں سے ہر ایک کے لئے اے لوگو ہم نے ایک شریعت اور دین کا واضح طریقہ متعین

کیا ہے کہ جس پر تم چلو، اور اگر خدا چاہتا تو تم کو ایک امت بھی بنا سکتا تھا ایک شریعت کے ماننے والی، لیکن اس نے تم کو مختلف فرقے بنایا تاکہ وہ تم کو ان شرائع مختلفہ میں آزمائے جو تم کو دی ہیں تاکہ وہ تم میں سے فرمانبردار اور نافرمان کو دیکھے، لہذا بھلائیوں میں سبقت کرنے کی کوشش کرو یعنی اس کی طرف جلدی کرو تم سب کو بعثت کے بعد خدا ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے پھر وہ تم کو اس کی اصل حقیقت بتا دے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے یعنی دینی امور میں، اور تم میں سے ہر ایک کو اس کے عمل کی جزاء دے گا اور آپ ان کے درمیان نازل کردہ خدا کی قانون کے ذریعہ فیصلہ کرتے رہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے اور محتاط رہئے کہ کہیں یہ لوگ آپ کو ان میں سے جو آپ پر اللہ نے نازل کی ہیں بعض باتوں سے منحرف نہ کر دیں، پس اگر یہ لوگ نازل کردہ حکم سے انحراف کریں اور اس کے علاوہ کا قصد کریں تو سمجھ لو کہ اللہ نے ان کے بعض گناہوں کی پاداش میں جن کے وہ مرتکب ہوئے ہیں ان کو دنیا ہی میں مصیبت میں مبتلا کرنے کا ارادہ کر ہی لیا ہے، ان میں سے انحراف بھی ہے اور ان سب کی سزا تو آخرت میں دے گا، اور یہ حقیقت ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں، اگر یہ (خدا کی قانون) سے انحراف کرتے ہیں تو کیا یہ پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں (یہ یغون) یا اور تاء کے ساتھ ہے، اور استفہام انکاری ہے حالانکہ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے، اور اہل ایمان کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا گیا کہ وہی اس (فیصلہ میں) غور و فکر کرتے ہیں۔

تحقیق و ترکیب تسبیح و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: الَّذِينَ هَادُوا، اس کا تعلق بحکم سے ہے یعنی یہودیوں سے متعلق فیصلے کرتے تھے۔

قَوْلُهُ: الَّذِينَ اسْلَمُوا، الذین کی صفت ہے۔

قَوْلُهُ: الرِّبَانِيُّ، یہ خلاف قیاس رب کی طرف نسبت ہے، راء کے کسرہ کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے۔

قَوْلُهُ: الْاَحْبَارُ، یہ کسرہ اور فتح کے ساتھ حبر کی جمع ہے بمعنی فقہاء فزاء نے کہا ہے کسرہ فصیح ہے یہ تحریر سے ماخوذ ہے بمعنی تحسین۔

قَوْلُهُ: اسْتَحْفَظُوا، اسْتَحْفَظُوا سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ نگہبان مقرر کئے گئے، یعنی احبار کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ تورات کی تحریف سے حفاظت کریں۔

قَوْلُهُ: وَفِي قِرَاءَةٍ بِالرَّفْعِ فِي الْاَرْبَعَةِ، چاروں جگہ مبتداء و خبر ہونے کی وجہ سے ایک قراءت میں مرفوع بھی پڑھا گیا ہے۔

قَوْلُهُ: يُقْتَصُّ، قصاص کی تفسیر یُقْتَصُّ سے کرنے کا مقصد حمل کو درست کرنا ہے۔

قَوْلُهُ: نَحْوِ ذَلِكَ، کما الشفتین والانتبین والقدمین، اور جس زخم میں برابری اور مساوات ممکن نہ ہو مثلاً زخم لگا دینا یا بدن کے کسی حصہ سے گوشت اتار لینا یا ہڈی توڑ دینا، اس میں چونکہ مساوات ممکن نہیں ہے اسلئے حاکم عادل کا فیصلہ معیار ہوگا۔

قَوْلُهُ: اِی بِالْقِصَاصِ بَانَ مَنَّانٍ مِنْ نَفْسِهِ، یہ تشریح امام شافعی رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی کے مذہب کے مطابق ہے، ورنہ امام ابوحنیفہ

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی کے نزدیک تَصَدَّق کے معنی معاف کرنے کے ہیں یعنی اگر مقتول کے ورثاء نے قاتل کا قصاص معاف کر دیا تو یہ ان کے حق میں صدقہ ہے۔

قَوْلُهُ: قُلْنَا.

سُئِلَ: یہاں قلنا محذوف ماننے سے کیا فائدہ ہے؟

جَوَابُ: تاکہ قَفَّینَا پر اس کا عطف صحیح ہو جائے۔

قَوْلُهُ: بِنَصْبٍ لِّحُكْمٍ، لام کنی کے بعد ان مقدرہ کی وجہ سے یَحْكُمُ منصوب ہے۔

قَوْلُهُ: عَطْفًا عَلَى مَعْمُولٍ آتَيْنَا، اور وہ معمول مقدر ہدیٰ و موعظۃ، ہے، آتَيْنَاهُ کا مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، تقدیر عبارت یہ ہوگی، وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ لِلْهُدَى وَالْمَوْعِظَةِ وَحُكْمِهِمْ بِهِ.

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ، سابقہ آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں سازش کا ایک قصہ ابن جریر ابن ابی حاتم نے ابن عباس کے حوالہ سے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن صورا یا جو کہ اپنے زمانہ میں تورات کا بڑا ماہر عالم سمجھا جاتا تھا اور شمس بن قیس اور دیگر چند یہودی علماء کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں فریب دہی کے ارادہ سے حاضر ہوا، اور ایک فرضی مقدمہ میں آپ سے غلط فیصلہ کرانا چاہا مگر آپ نے منع فرما دیا اور فرمایا کہ تورات میں اس مقدمہ کا حکم لکھا ہوا ہے اس کے مطابق فیصلہ کر لو، اسی دوران آپ کو آگاہ کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر یہ لوگ آپ سے اپنے مقدمات کا فیصلہ کرنا ہی چاہیں تو آپ عدل و انصاف سے فیصلہ کریں اللہ کو یہی پسند ہے، اگر ان لوگوں کو انصاف منظور ہوتا تو یہ لوگ تورات کے ان احکام سے انحراف نہ کرتے جن پر تمام انبیاء بنی اسرائیل اور علماء و فقہاء کا عمل رہا ہے، اس آیت میں آپ ﷺ کے زمانہ کے یہود سے ان کے اسلاف کا طرز عمل یاد دلا کر کہا جا رہا ہے کہ تم لوگوں کو اپنے بااثر سرگروہ لوگوں کے ڈر سے یا مالداروں سے رشوت لینے کے لالچ سے تورات کے احکام بدلنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے، ورنہ تمہارا شمار احکام الہی کے منکرین میں ہوگا، اگرچہ مذکورہ آیات یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہیں لیکن اس امت میں سے بھی اگر کوئی دانستہ قرآنی آیات کا منکر ہو اور اس میں تحریف کرے تو وہ بھی اسی حکم میں داخل ہوگا، اور اگر کوئی شخص قرآنی آیت کے حق ہونے کے اقرار کے باوجود اس پر عمل نہ کرے تو گناہ گار ہوگا۔

وَكُتِبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ (الآیۃ) سابقہ آیت میں یہودی کی اس کارستانی کا بیان تھا کہ انہوں نے تورات میں آیت رجم کا انکار کیا تھا، اس آیت میں ان کی دوسری کارستانی کا ذکر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تورات کے حکم کے مطابق ان پر قصاص فرض تھا، لیکن یہود کے بعض قبیلوں نے اس پر عمل چھوڑ دیا تھا، اور اپنی طرف سے حکم الہی کے برخلاف ایک اور دستور گھڑ لیا تھا۔

واقعہ کی تفصیل:

مدینہ کے گرد ونواح میں یہودیوں کے دو قبیلے آباد تھے، بنو قریظہ اور بنو نضیر، بنو قریظہ کے ہاتھوں اگر بنو نضیر کے کسی شخص کا قتل ہو جاتا تو اس کا قصاص لیا جاتا تھا، اور دیت بھی اور اگر بنو قریظہ کا کوئی بنو نضیر کے ہاتھوں مارا جاتا تو قصاص نہیں لیا جاتا تھا، صرف دیت دی جاتی تھی۔

بنو قریظہ اور بنو نضیر کا مقدمہ آپ کی خدمت میں:

بنو قریظہ و بنو نضیر کا قتل کا ایک مقدمہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا، بنو نضیر نے بنو قریظہ کو اپنی قوت و طاقت کے بل بوتہ پر مذکورہ خود ساختہ دستور پر مجبور کر رکھا تھا، اس آیت میں حق تعالیٰ نے ان لوگوں کی اس زور زبردستی اور بددیانتی کا پردہ فاش فرمادیا کہ خود تورات میں بھی قصاص کے معاملہ میں مساوات کے احکام موجود ہیں یہ لوگ دانستہ ان سے انحراف کرتے ہیں، اور محض حیلہ جوئی کے لئے اپنا مقدمہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے ہیں۔

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ لَا تَحَادِيهِمْ فِي الْكُفْرِ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَوَإِنَّ مِنْهُمْ مَبْعُوثٌ لِّكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ لَا تَحَادِيهِمْ فِي الْكُفْرِ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَوَإِنَّ مِنْهُمْ مَبْعُوثٌ لِّكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝
فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ ضَعُفُ اعْتِقَادٍ كَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْمُنَافِقِ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ فِي مَوَالِيهِمْ يَقُولُونَ مُعْتَذِرِينَ عَنْهَا نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا آيَةٌ ۖ يَذُورُهَا الدَّهْرُ عَلَيْنَا مِنْ حَذَبٍ أَوْ غَلَبَةٍ وَلَا يَتِمُّ أَمْرُ مُحَمَّدٍ فَلَا يَمَيِّزُونَا قَالَ تَعَالَى فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ بِالنَّصْرِ لِنَبِيِّ يَظْهَرُ دِينُهُ أَوْ أَمْرٌ مِنْ عِنْدِكَ سَتَرِ الْمُنَافِقِينَ وَافْتِضَاهِهِمْ فَيُصِيبُوا عَلَى مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ مِنَ الشُّكِّ وَمَوَالِيَ الْكُفَّارِ لِدِينِهِمْ ۖ وَيَقُولُ بِالرَّفْعِ اسْتَيْنَافًا بِوَاوٍ وَذُونَهَا بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلَى يَأْتِي الَّذِينَ آمَنُوا لِبَعْضِهِمْ إِذَا هَتَكَ سِتْرَهُمْ تَعْجَبًا أَهْلًا الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ غَايَةَ اجْتِهَادِهِمْ فِيهَا لَأَنَّهُمْ لَمَعْلُومٌ فِي الدِّينِ قَالَ تَعَالَى حِطَّتْ بَطَلَتْ أَعْمَالُهُمُ الصَّالِحَةُ فَاصْبَحُوا فَصَارُوا خَيْرِينَ ۝ الدُّنْيَا بِالْفَضِيحَةِ وَالْآخِرَةُ بِالْعِقَابِ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ بِأَلْفِكَ وَالْإِدْغَامِ يَرْجِعْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ إِلَى الْكُفْرِ إِنْخِبَارًا بِمَا عَلِمَ تَعَالَى وَقَوَعَهُ وَ قَدْ ارْتَدَّ جَمَاعَةٌ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِدَلَالِهِمْ يَقَوْمُ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ فِيهِ كَمَا غَاطَفِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ آعِزَّةً أَشَدَّ عَلَى الْكُفْرِينَ نِيْجَاهُ دُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ فِيهِ كَمَا

يَخَافُ الْمُنَافِقُونَ لَوْ كَفَرَ ذَٰلِكَ الْمَذْكُورُ مِنَ الْأَوْصَافِ فَضَّلَ اللَّهُ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ كَثِيرٌ
الْفَضْلُ عَلَيْهِمَنَ هُوَ أَهْلُهُ وَنَزَلَ لِمَا قَالَ ابْنُ سَلَامٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ قَوْمَنَا هَجَرُونَا
إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ مُرْكِعُونَ ۝ خَاشِعُونَ
أَوْ يُصَلُّونَ صَلَوةَ التَّطَوُّعِ وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَيُعِينُهُمْ وَيَنْصُرُهُمْ فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ۝
لِيَنْصُرَهُ إِيَّاهُمْ أَوْفَعَهُ مَوْقِعَ فَانْهَمَ بَيِّنَاتٍ لَّانْهَمَ مِنْ حِزْبِهِ أَيْ أَتْبَاعِهِ.

ترجمہ:

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، کہ ان سے دلی دوستی اور محبت کرنے لگو، یہ تو آپس ہی میں ان کے کفر میں متحد ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا دوست بناتا ہے تو وہ بھی منجملہ ان ہی میں شمار ہوگا یقیناً اللہ تعالیٰ کفار سے دوستی کر کے ظلم کرنے والوں کی رہنمائی نہیں کرتا، تم دیکھتے ہو کہ جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے یعنی ضعف اعتقاد ہے جیسا کہ عبد اللہ بن ابی منافق ان کی دوستی میں سبقت کرتے ہیں، اور عذر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ ہم کسی چکر میں نہ پھنس جائیں، یعنی گردش زمانہ ہمارے اوپر قحط سالی یا مغلوبیت نہ ڈال دے، اور (ادھر) محمد ﷺ کا مشن پایہ تکمیل کو نہ پہنچے تو یہ لوگ ہمیں غلہ بھی نہ دیں، مگر بعید نہیں کہ اللہ اپنے نبی کی نصرت کے ذریعہ اس کے دین کو غالب کر کے اس کو فتح عطا فرمادے، یا کوئی دوسری صورت اپنی جانب سے منافقین کی پردہ دری کر کے اور ان کو رسوا کر کے ظاہر فرمادے، تو یہ (منافق) اس نفاق اور کفار سے دوستی پر جسے اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں نادہم ہوں گے، اس وقت اہل ایمان آپس میں تعجب سے کہیں گے (یعنی) رفع کے ساتھ بطور استہناف کے، واؤ کے ساتھ اور بغیر واؤ کے اور نصب کے ساتھ، یا تنی پر عطف کی وجہ سے، جبکہ ان کی پردہ دری کر دی جائے گی، کیا یہی ہیں وہ لوگ جو اللہ کی بڑی زوردار قسمیں کھایا کرتے تھے، کہ بلاشبہ ہم دین میں تمہارے ساتھ ہیں ان کے سب اعمال صالحہ ضائع ہو گئے اور دنیا میں رسوائی کی وجہ سے اور آخرت میں عذاب کی وجہ سے زیاں کاروں میں ہوں گے، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم میں سے جو اپنے دین سے کفر کی طرف پھرتا ہے (تو پھر جائے) (یُرْتَدُّ) ادغام اور ترک ادغام (دونوں جائز ہیں) بمعنی یوجع، یہ اس واقعہ کی خبر دینا ہے جس کے وقوع سے اللہ واقف ہے، چنانچہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ایک جماعت مرتد ہو گئی، عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے بدلے میں ایسے لوگ پیدا کر دے گا کہ جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا، آنحضرت ﷺ نے ابو موسیٰ اشعری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا وہ اس کی قوم ہوگی، اس کو حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، جو مومنین کے بارے میں نرم (مہربان) اور کفار کے معاملہ میں سخت ہوں گے اور اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور اس معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے، جیسا کہ منافق کافروں کی ملامت سے ڈرتے ہیں یہ مذکورہ اوصاف اللہ کا فضل ہے اللہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے اور فضل کا کون اہل ہے؟ اسے خوب جاننے والا ہے (آئندہ آیت اس وقت

نازل ہوئی) جب عبد اللہ بن سلام نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو ہماری قوم نے چھوڑ دیا (آپ نے فرمایا) تمہارے رفیق تو حقیقت میں صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ عاجزی اختیار کرتے ہیں یا نفلی نماز پڑھتے ہیں، اور جس نے اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو اپنا رفیق بنا لیا تو وہ ان کی اعانت اور نصرت کرے گا، (وہ سمجھ لے) کہ اللہ کی جماعت ہی اس کی مدد کی وجہ سے غالب رہے گی، اِنھُمْ، کے بجائے، حِزْبُ اللّٰہ، یہ بیان کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ لوگ اس کی جماعت اور اس کے متبعین میں سے ہیں۔

تحقیق و ترکیب تسمیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُمْ: تَوَالُوْنَهُمْ وَتَوَادُّوْنَهُمْ.

قَوْلُهُمْ: تَوَالُوْنَهُمْ اصل میں تَوَالُوْنَهُمْ تھا ضمہ یاء پر دشوار ہونے کی وجہ سے لام کو دیدیا وادّ اور یاء و حروف ساکن جمع ہوئے یاء کو حذف کر دیا، لام کا کسرہ ساقط ہونے کے بعد تَوَالُوْنَهُمْ ہو گیا تَوَادُّون اصل میں تَوَادُّون تھا، دال کو دال میں ادغام کر دیا تَوَادُّون ہو گیا (دونوں صیغے مفاعلہ) سے مضارع جمع مذکر حاضر کے ہیں، اَوَّلِيَاء، وَلِيٌّ کی جمع ہے، وَلِيٌّ کے مختلف معنی آتے ہیں، محبت کرنے والا، دوست، مددگار، قریب، پڑوسی، حلیف، تابع وغیرہ، اسلئے تعین معنی کی ضرورت ہوئی، مفسر علام نے تَوَادُّوْهُمْ کہہ کر معنی کی تعین کر دی۔

قَوْلُهُمْ: مِنْ جُمْلَتِهِمْ، یہود و نصاریٰ سے اجتناب میں شدت کو بیان کرنے کے لئے یہ جملہ لایا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ حکمہ کحکمہم.

قَوْلُهُمْ: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ، یہ اِنھُمْ مِنْهُمْ کی علت ہے۔

قَوْلُهُمْ: يُسَارِعُوْنَ یہ قلوبہم کی ضمیر ہم سے حال ہے۔

قَوْلُهُمْ: دَائِرَةٌ، گردش، مصیبت، یہ دور سے مشتق ہے جس کے معنی گھومنے پھرنے کے ہیں، دَائِرَةٌ، ان صفات میں سے ہے کہ جن کا موصوف مذکور نہیں ہوتا، دائرہ موصوف یدور بُھا اس کی صفت ہے۔

قَوْلُهُمْ: اَلْمِيْرَةُ، غلہ، کھانا، ای الیہود والنصارى لا يعطوننا الميرة، یعنی یہود و نصاریٰ ہم کو غلہ دینا بند کر دیں گے۔

تَفْسِيْرُ وَتَشْرِیْح

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ، اس آیت میں یہود و نصاریٰ سے دلی محبت اور دوستی کا تعلق قائم کرنے سے سختی منع کیا گیا ہے، اور اس پر سخت وعید فرمائی ہے کہ جو ان سے دلی دوستی کرے گا وہ انہی میں سے سمجھا جائیگا، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ غیر مسلمان کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی نہیں کرنی چاہئے، غیر مسلموں سے رواداری ہمدردی، خیر خواہی عدل و انصاف اور احسان و سلوک سب کچھ کرنا چاہئے، اسلئے کہ اسلام کی یہی تعلیم ہے اسلام تو جانوروں کے

حقوق کی حفاظت کا بھی علم بردار ہے چہ جائیکہ انسان! البتہ ان سے ایسی گہری دوستی اور اختلاط جس سے اسلام کے امتیازی نشانات کو نقصان پہنچے اس کی اجازت نہیں، یہی وہ مسئلہ ہے جو ترک موالات کے نام سے مشہور ہے۔

شان نزول:

مذکورہ آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے متعدد واقعات نقل کئے ہیں۔

پہلا واقعہ:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری اور رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی دونوں زمانہ جاہلیت سے یہود کے قبیلہ بنی قبیقاع کے حلیف چلے آ رہے تھے، اسلام کے ظاہر ہونے کے بعد عبادہ بن صامت نے یہود کی دوستی سے اظہار بیزاری کر دیا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہہ دیا کہ میرے لئے اللہ اور اس کے رسول کی دوستی کافی ہے مگر عبد اللہ بن ابی یہود کے ساتھ دوستی قائم رکھنے پر مصر رہا، حضرت عبادہ بن صامت کے ساتھ عبد اللہ بن ابی کی اس مسئلہ میں ایک مرتبہ تیز کلامی بھی ہو گئی عبد اللہ بن ابی یہود کے ساتھ دوستی قائم رکھنے پر مصر تھا اس کا کہنا تھا کہ اسلام کا ابھی کوئی ٹھکانہ نہیں ہے نہ معلوم اونٹ کس کروٹ بیٹھے، اور محمد ﷺ اپنے مشن میں کامیاب ہوں یا نہ ہوں، اس لئے ضروری ہے کہ یہود کے ساتھ تعلقات و روابط قائم رکھے جائیں تاکہ آڑے وقت میں کام آئیں، اسی واقعہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

دوسرا واقعہ:

آنحضرت ﷺ نے حضرت ابولبابہ کو بنی قریظہ سے فہماش کرنے کے لئے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا، بنو قریظہ سے ابولبابہ کے دیرینہ تعلقات تھے، بنو قریظہ نے ابولبابہ سے معلوم کیا کہ اگر ہم لڑائی موقوف کر کے اپنے قلعہ سے اتر آئیں تو آخر ہمارا انجام کیا ہوگا؟ حضرت ابولبابہ نے ہاتھ اپنے گلے پر پھیر کر اشارہ کر دیا کہ تمہارا انجام قتل ہوگا، حالانکہ یہ ایک رازداری کی بات تھی جس کا اظہار ابولبابہ کو نہیں کرنا چاہئے تھا، مگر تعلقات اور دوستی کی بنا پر خفیہ راز سے بنو قریظہ کو آگاہ کر دیا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(احسن التفسیر ملخصاً)

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ، (الآية) یعنی ترک موالات کا حکم شرعی سکر وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض نفاق ہے اپنے کافر دوستوں کی طرف دوڑنے لگے اور کہنے لگے کہ ان سے قطع تعلق کرنے میں تو ہمارے لئے خطرات ہیں، اگر کوئی حادثہ پیش آ گیا تو یہ لوگ آڑے وقت میں ہمارے کام آ سکتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا مَهْزُؤًا بِهِ وَلَعِبًا مِّنْ لِّبَيَانِ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ

مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارِ الْمُشْرِكِينَ بِالْجَرِّ وَالنُّصْبِ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ يَتْرَكْ مُوَالَاتِهِمْ
 إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ صَادِقِينَ فِي إِيْمَانِكُمْ وَ الَّذِينَ إِذَا نَادَيْتُمْ دَعْوَتَهُ إِلَى الصَّلَاةِ بِالْأَذَانِ اتَّخَذُواهَا
 أَى الصَّلَاةِ هُزُوًا مَهْزُؤًا بِهِ وَلَعِبًا ۝ بَانَ يَسْتَهْزِئُ وَابْهًا يَتَضَاحَكُوا ذَلِكَ لَا يَتَّخِذُ يَأْتَهُمْ بِسَبَبِ أَنَّهُمْ
 قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ الْيَهُودُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ تُؤْمِنُ مِنَ الرُّسُلِ فَقَالَ بِاللَّهِ وَمَا
 أَنْزَلَ إِلَيْنَا الْآيَةَ فَلَمَّا ذَكَرَ عِيسَى قَالُوا لَا نَعْلَمُ دِينًا شَرًّا مِنْ دِينِكُمْ قُلْ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقُومُونَ تُنْكِرُونَ
 مِمَّا آتَاكُمْ مِنَ اللَّهِ وَمَا أَنْزَلَ إِلَيْنَا وَمَا أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۝ أَى الْإِنْبِيَاءِ وَأَنْ أَكْثَرَكُمْ فَسِقُونَ ۝ عَطَفَ عَلَى إِنْ آمَنَّا
 الْمَعْنَى مَا تُنْكِرُونَ إِلَّا إِيْمَانَنَا وَمُخَالَفَتَكُمْ فِي عَدَمِ قَبُولِهِ الْمُعْبَرُ عَنْهُ بِالْفُسُقِ الْإِلَازِمُ عَنْهُ وَلَيْسَ هَذَا بِمَا
 يُنْكِرُ قُلْ هَلْ أَنْتُمْ بِمُشْرِكِينَ أَهْلُ ذَلِكَ الَّذِي تَنْقُومُونَهُ مُنُوبَةً ثَوَابًا بِمَعْنَى جَزَاءٍ
 عِنْدَ اللَّهِ مِنْ لَعْنَةِ اللَّهِ أَبْعَدَهُ عَنْ رَحْمَتِهِ وَغَضَبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرْدَةَ وَالْخَازِرَ بِالسَّخِ وَ مِنْ
 عَبْدَ الطَّاعُونَ الشَّيْطَانَ بِطَاعَتِهِ وَرَاعَى فِي مِنْهُمْ مَعْنَى مَنْ وَفِيمَا قَبْلَهُ لَفْظَهَا وَهُوَ الْيَهُودُ وَفِي قِرَاءَةِ
 بِضَمِّ بَاءِ عَبْدٍ وَاضَافَتِهِ إِلَى مَا بَعْدَهُ اسْمُ جَمْعٍ لِعَبْدٍ وَنَضَبَهُ بِالْعَطْفِ عَلَى الْقِرْدَةِ أُولَئِكَ شَرٌّ مَكَانًا تَمِيزُ لَانِ
 مَاؤُهُمُ النَّارُ وَأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝ طَرِيقُ الْحَقِّ وَأَضَلُّ السَّوَاءِ الْوَسْطُ وَذَكَرُ شَرٍّ وَأَضَلُّ فِي مُقَابَلَةِ
 قَوْلِهِمْ لَا نَعْلَمُ دِينًا شَرًّا مِنْ دِينِكُمْ وَإِذَا جَاءَ وَكُمُ أَى مُنَافِقُوا الْيَهُودَ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ خَلَوْا إِلَيْكُمْ مُتَلَبِّسِينَ
 بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكُمْ مُتَلَبِّسِينَ بِهِ وَلَمْ يُؤْمِنُوا وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ۝ مِنَ الْبِفَاقِ
 وَتَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ أَى الْيَهُودِ يُسَارِعُونَ يَقْعُونَ سَرِيعًا فِي الْإِثْمِ الْكَذِبِ وَالْحُدُوءِ الظُّلْمِ وَأَكْثَرُهُمُ السُّحْتِ
 الْحَرَامِ كَالرُّشَى لَيْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ عَمَلُهُمْ هَذَا أَوَّلًا هَلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبُّنِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ مِنْهُمْ
 عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ الْكَذِبِ وَأَكْثَرُهُمُ السُّحْتِ لَيْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝ تَرَكَ نَهْيَهُمْ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَمَّا ضَيَّقَ
 عَلَيْهِمْ بِتَكْذِيبِهِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ أَنْ كَانُوا أَكْثَرَ النَّاسِ مَا لَا يَدُ اللَّهُ مَعُولُهُ مُنْبُوضَةً عَنْ
 إِذْ رَارِ الرِّزْقِ عَلَيْنَا كُنُوزًا بِهِ عَنِ الْبُخْلِ تَعَالَى عَنْ ذَلِكَ قَالَ تَعَالَى عُلَّتْ أُنْسِيكَتْ أَيْدِيهِمْ عَنْ فَعَلِ
 الْخَيْرَاتِ دُعَاءٌ عَلَيْهِمْ وَلَعْنًا وَمَا قَالُوا بَلْ يَدُهُ مَبْسُوطَةٌ مُبَالِغَةٌ فِي الْوَصْفِ بِالْجُودِ وَتَبَّى الْيَدَ لِإِفَادَةِ
 الْكُثْرَةِ إِذْ غَايَةُ مَا يَبْدُلُهُ السَّخِيُّ مِنْ مَالِهِ أَنْ يُعْطَى بِيَدِهِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ مِنْ تَوْسِيعٍ أَوْ تَضْيِيقٍ لَا
 اعْتِرَاضَ عَلَيْهِ وَلَكِنْ يَذَنُّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ مِنَ الْقُرْآنِ طُعْيَانًا وَكُفْرًا لِكُفْرِهِمْ بِهِ
 وَأَلْفَيَا يَنْهَاهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ فَكُلُّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ تَخَالِفُ الْأُخْرَى كُلَّمَا أَوقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ
 أَى لِحَرْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْفَأَهَا اللَّهُ أَى كُلَّمَا أَرَادُوهُ رُدُّهُمْ وَيَسْعُونَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَى
 مُفْسِدِينَ بِالْمَعَاصِي وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝ بِمَعْنَى أَنَّهُ يُعَاقِبُهُمْ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا بِمُحَمَّدٍ وَاتَّقَوْا الْكُفْرَ

لَقَدْ نَعَّمْنَا عَلَيْهِمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دَخَلْنَاهُمْ جَنَّتِ النَّعِيمِ ۖ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْبَةَ وَالْإِحْسَانَ لَنَفَعْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنَ الْكِتَابِ مِنْ رَبِّهِمْ إِلَّا كُفُورًا ۚ فَوَقَّعْنَاهُمْ مِنْ تَحْتِ أَرْجَائِهِمْ ۚ بَانَ يُوسُفُ عَلَيْهِ الرِّزْقُ وَيُفِيضُ مِنْ كُلِّ جِهَةٍ عَنْهُمْ أُمَّةٌ جَمَاعَةٌ مُقْتَصِدَةٌ تَعْمَلُ بِهِ وَهُمْ مَنْ آمَنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَعَبْدِ اللَّهِ فِي سَلَامٍ وَأَصْحَابِهِ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ بِئْسَ مَا يَعْمَلُونَ ۝

ترجمہ:

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے پیش رو اہل کتاب کو جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور سامان تفریح بنایا ہے اور من بیان یہ ہے اور کافروں مشرکوں کو (اپنا) دوست نہ بناؤ ہزواً بمعنی مہزواً ابہ ہے، یعنی مصدر بمعنی مفعول ہے نصب کے ساتھ ہے، ان سے ترک موالات کر کے اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو، (یعنی) اپنے ایمان میں سچے ہو اور ان لوگوں کو بھی کہ جو تم نماز کیلئے اذان دیتے ہو تو وہ اس نماز کا مذاق اڑاتے ہیں اور کھیل بناتے ہیں اس طریقہ پر کہ اس کا استہزاء کرتے ہیں اور اس کی تضحیک کرتے ہیں اور ان کا یہ استہزاء وغیرہ کرنا اس وجہ سے ہے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں جب یہود نے نبی ﷺ سے کہا رسولوں میں سے تم کس رسول پر ایمان رکھتے ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ پر اور اس پر جو ہماری جانب نازل کیا گیا (الآیۃ) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا تو کہنے لگے ہم تمہارے دین سے کسی دین کو بدتر نہیں سمجھتے، تو (آئندہ) آیت نازل ہوئی، ان سے کہو، اے اہل کتاب تم ہم کو صرف اس وجہ سے ناپسند کرتے ہو کہ ہم اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا ایمان رکھتے ہیں اور اس پر جو انبیاء سابقین پر نازل کیا گیا ہے ایمان رکھتے ہیں اور بلاشبہ تم میں سے اکثر فاسق ہیں، اس کا عطف اَنَ آمَنَّا پر ہے معنی یہ ہیں کہ تم صرف ہمارے ایمان کو ناپسند کرتے ہو اور تم سے ہماری مخالفت ایمان قبول نہ کرنے کی وجہ سے ہے جس کو فسق سے تعبیر کیا گیا ہے جو کہ ایمان کے عدم قبول کو لازم ہے اور یہ ناپسندیدہ باتوں میں سے نہیں ہے، ان سے کہو کیا میں ان لوگوں کی نشاندہی کروں (بتلا دوں) جو سزا کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک ان سے بدتر ہیں جن کو تم سمجھتے ہو مشوبہ بمعنی جزاء ہے اور وہ، وہ شخص ہے جس پر اللہ نے لعنت کی یعنی جس کو اپنی رحمت سے دور کر دیا، اور اس پر غضبناک ہوا، اور ان میں سے بعض کو مسخ کر کے بندر بنادیا اور بعض کو سور بنادیا اور وہ شخص ہے جس نے شیطان کی بندگی کی اس کی اطاعت کر کے، اور مِنْهُمْ میں، مَنْ کے معنی کی رعایت کی ہے اور اس کے ماقبل میں مَنْ کے لفظ کی رعایت کی ہے اور وہ یہود ہیں، اور ایک قراءت میں عَبْد، کی باء کے ضمہ اور اس کی مابعد کی طرف اضافت کے ساتھ ہے، عَبْد اسم جمع ہے اور (طاغوت) کا نصب، القدرۃ پر عطف کی وجہ سے ہے، یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے درجے اور بھی زیادہ برے ہیں مکانات میں ہے اسلئے کہ ان کا ٹھکانا آگ ہے اور راہ راست سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں، (یعنی) طریق حق سے، اور سوائے کی اصل وسط ہے اور مشر اور اضل کا ذکر ان کے قول "لَا نَعْلَمُ دِينَا شَرًّا مِنْ دِينِكُمْ" کے مقابلہ میں ہے، اور جب یہ منافق یہودی تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں، حالانکہ کفر لئے ہوئے آئے اور وہ تمہارے پاس سے کفر ہی لئے ہوئے واپس گئے، اور ایمان نہیں لائے، اور

اللہ خوب جانتا ہے اس نفاق کو جس کو یہ چھپائے ہوئے ہیں اور آپ ان میں سے یعنی یہود میں سے بہت سوں کو دیکھتے ہیں کہ گناہ کذب اور ظلم کی طرف لپکتے ہیں یعنی گناہ میں بجلت ملوث ہو جاتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں جیسا کہ رشوت، یقیناً یہ جو کچھ کرتے ہیں بہت بری حرکت ہے اور کیوں ان کے علماء اور مشائخ گناہ یعنی جھوٹ بات کہنے سے اور حرام مال کھانے سے نہیں روکتے؟ ان کو منع نہ کرنا یقیناً بہت بری حرکت ہے اور جب یہود پر نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی وجہ سے تنگدستی ڈال دی گئی حالانکہ وہ لوگوں میں کثیر المال تھے تو انہوں نے کہا کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں یعنی ہمارے اوپر رزق میں کشادگی کرنے سے بندھے ہوئے ہیں، (ید اللہ مغلولۃ) سے بخل کی طرف کنایہ کیا ہے (حالانکہ) اللہ تعالیٰ بخل سے بری ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کے ہاتھ نیک کام سے روک دیئے گئے ہیں (یہ) ان کے لئے بددعاء ہے، اور ان کی بکواس کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی بلکہ (حقیقت یہ ہے) کہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں یہ صفت سخاوت میں مبالغہ ہے، کثرت کا فائدہ دینے کے لئے یَد کو تشبیہ لایا گیا ہے، اس لئے کہ تنگی اپنے مال سے جس چیز کی سخاوت کرتا ہے، اس کا انتہائی درجہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے لٹائے، اور جس طرح چاہے خرچ کرے خواہ وسعت سے یا تنگی سے، اس پر کسی کو انگی اٹھانے کا حق نہیں، جو چیز آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کی گئی ہے (یعنی) قرآن یقیناً اس نے ان میں سے اکثر کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کیا ان کے اس (قرآن) سے منکر ہونے کی وجہ سے اور (اس کی پاداش) میں ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لئے عداوت اور بغض ڈال دیا ہے اور جب کبھی یہ لوگ آپ ﷺ کے ساتھ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اس کو ٹھنڈا کر دیتا ہے یعنی جب بھی وہ حملہ آور ہونے کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو پس پا کر دیتا ہے، یہ لوگ زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یعنی معصیت کے ذریعہ فساد کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ مفسدہ پردازوں کو پسند نہیں فرماتے، مطلب یہ کہ وہ ان کو سزا دیگا، اور اگر (اس سرکشی کے بجائے) اہل کتاب محمد ﷺ پر ایمان لے آتے اور کفر سے بچتے تو ہم ان کے گناہوں کو معاف کر دیتے اور ان کو نعمت بھری جنتوں میں پہنچا دیتے اگر ان لوگوں نے تورات و انجیل میں مذکور (احکام) پر عمل کر کے ان کو قائم کیا ہوتا اور ان ہی میں سے نبی ﷺ پر ایمان لانا بھی ہے اور ان (دوسری) کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو ان پر ان کے رب کی جانب سے نازل کی گئیں، تو ان کے لئے اوپر سے بھی رزق برستا اور نیچے (زمین) سے بھی رزق ملتا، بایں طور کہ ان پر رزق کی وسعت کر دی جاتی اور چاروں طرف سے رزق کی ریل پیل ہوتی، ان میں کچھ لوگ اعتدال پسند بھی ہیں جو اسی پر عمل کرتے ہیں، اور یہ وہ لوگ ہیں جو نبی ﷺ پر ایمان لائے جیسا کہ عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی، لیکن ان کے اکثر لوگ سخت بد عمل ہیں۔

حَقِیْقَةُ تَرْكِیْبِ تَسْمِیْلِ وَ تَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: لَا تَتَّخِذُوا، الخ، كلام متأنف ہے، لَا تَتَّخِذُوا، فعل مضارع مجزوم بلا، اس کے اندر ضمیر فاعل اللّٰہی اسم موصول اتَّخَذُوا فعل با فاعل دینکم مفعول بہ اول، هُزُواً معطوف علیہ لِعِبَادٍ معطوف، معطوف با معطوف علیہ مفعول بہ ثانی، جملہ ہو کر

صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر مفعول اول لا تتخذوا کا، اولیاء مفعول ثانی، لا تتخذوا ضمیر فاعل اور مفعول سے مل کر جواب نداء، ندائے منادئی اور جواب ندائے مل کر جملہ ندائیہ ہو کر، قُلْ فعل محذوف کا مقولہ۔

قَوْلًا: مَهْزُؤًا به، یعنی هُزُؤًا مصدر، مفعول کے معنی میں ہے۔

قَوْلًا: بِالْجَرِّ، جر الذین پر عطف کی وجہ سے ہے۔

قَوْلًا: النصب، اور کفار کا نصب، الذین اتخذوا پر عطف کی وجہ سے۔

قَوْلًا: فقال بالله وما أنزل إلینا (الآیہ) مطلب یہ ہے کہ یہود کے جواب میں آپ ﷺ نے سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا بھی ذکر ہے۔

قَوْلًا: تَنْقِمُونَ، تم انکار کرتے ہو تم دشمنی رکھتے ہو، تم عیب جوئی کرتے ہو، یہ نَقَمٌ سے ماخوذ ہے، مضارع جمع مذکر حاضر ہے۔

قَوْلًا: المعنی ما تَنْكُرُونَ إِلَّا إِيْمَانَنَا، اس اضافہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ هل تنقمونہ میں استفہام انکاری ہے۔

قَوْلًا: ثوابًا، اس میں اشارہ ہے کہ مَثُوبَةٌ مصدر میمی ہے نہ کہ ظرف۔

قَوْلًا: وَذِكْرٌ شَرٌّ وَأَصْلٌ فِي مُقَابَلَةِ الْخ اس عبارت کے اضافہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سُئِلَ: شَرٌّ اور أَصْلٌ اسم تفضیل کے صیغے ہیں جن کے لئے مفضل علیہ کی ضرورت ہوتی ہے، پیش نظر آیت میں یہود مفضل اور مسلمان مفضل علیہ ہیں، اور مفضل اور مفضل علیہ نفس وصف میں شریک ہوا کرتے ہیں لہذا یہود اور مسلمان نفس شرارت اور ضلالت میں شریک ہوں گے گو یہود مسلمانوں سے وصف شرارت اور ضلالت میں بڑھے ہوئے ہوں گے، حالانکہ یہ خلاف واقعہ ہے؟

جَوَابُ: یہاں شرارت اور ضلالت کا استعمال مقابلہ اور مشاکلتہ کے طور پر ہوا ہے اسلئے کہ یہود نے کہا تھا، لا نعلم دیناً شَرّاً من دینکم، جیسا کہ جزاء السیئۃ سیئۃ میں جزاء ظلم کو مشاکلتہ سیدہ کہا گیا ہے۔

جَوَابُ: بعض اوقات اسم تفضیل نفس زیادتی کو بیان کرنے کے لئے بھی آتا ہے اس وقت اس کو مفضل علیہ کی ضرورت نہیں ہوتی، یعنی اسم تفضیل اسم فاعل کے معنی میں آتا ہے اور قرآن کریم میں اس کا استعمال بکثرت ہے۔

قَوْلًا: مُقْتَصِدَةً، یہ اقتصاد (افتعال) سے ماخوذ ہے اسم فاعل واحد مؤنث، سیدھے راستہ پر قائم رہنا۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

بایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم هُزُؤًا الخ اہل کتاب سے یہود و نصاریٰ اور کفار سے مشرکین مراد ہیں، یہاں یہ تاکید کی جارہی ہے کہ دین کا مذاق اڑانے والے چونکہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں ایسے لوگوں کے ساتھ اہل ایمان کی دوستی نہیں ہونی چاہئے۔

شان نزول:

تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابوالشیخ ابن حبان میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بعض یہودی ظاہر میں تو مسلمان ہو گئے تھے مگر باطن میں اسلام کے مخالف تھے، بعض سیدھے سادے مسلمان، یہودیوں کو سچا مسلمان سمجھتے تھے، جس کی وجہ سے ان سے دلی دوستی اور گہرے تعلقات رکھتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر بتلادیا کہ یہ لوگ دین اسلام کا مذاق اڑانے والے اور مسلمانوں کی تضحیک کرنے والے ہیں لہذا ان سے دلی دوستی اچھی نہیں۔

وَإِذَا نَادَيْتُمُ إِلَى الصَّلَاةِ، ابن جریر اور ابن ابی حاتم سے روایت کی ہے کہ جب مدینہ میں اذان ہوتی تھی تو ایک نصرانی اشہدان محمد رسول اللہ ﷺ کہا کرتا تھا کہ خدا اس جھوٹے مؤذن کو چو لھے میں ڈالے، ایک روز اس نصرانی کے گھر میں آگ لگی وہ اور اس کے اہل و عیال سب جل کر خاکستر ہو گئے تو رات اور انجیل میں یہ بات صاف لکھی ہوئی ہے کہ مکہ کے پہاڑوں میں سے جس نبی کا ظہور ہونے والا ہے وہ نبی آخر الزمان ہوگا، اس کے باوجود اس نصرانی نے دانستہ اللہ کے رسول کی شان میں گستاخی کی اس پر اللہ تعالیٰ کی خفگی ہوئی۔

قل يا اهل الكتاب هل تنقمون منا الا أن آمنا، (یعنی) اے اہل کتاب تم ہم سے بلا وجہ ناراض ہو جبکہ ہمارا قصور اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس سے پہلے اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں، کیا یہ بھی کوئی قصور اور عیب کی بات ہے، البتہ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ بدترین اور قابل نفرت کون لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ کی لعنت اور غضب ہوا جن میں سے بعض کو اللہ نے بندر اور بعض کو سور بنا دیا، اور جنہوں نے طاغوت کی پوجا کی، اس آئینہ میں تم اپنا چہرہ دیکھو تم کو صاف نظر آئے گا کہ یہ کن کی تاریخ ہے؟ اور وہ کون لوگ ہیں؟ کیا یہ تم ہی نہیں ہو؟ یاد رہے کہ یہود کے اسلاف کو یوم السبت کی خلاف ورزی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے جوانوں کو بندر اور بوڑھوں کو سور بنا دیا تھا۔

شان نزول:

معتبر سند سے تفسیر ابن جریر میں ہے کہ بعض یہود آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ آپ کن کن نبیوں کو برحق مانتے ہیں، آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ عليه السلام اور حضرت عیسیٰ عليه السلام اور دیگر انبیاء کا نام لیا یہود حضرت عیسیٰ عليه السلام کا نام سنکر چنگاری زیر پا ہو گئے اور بہت چڑے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَإِذَا جَاءَ وَكُمُ، (الآیة) یہ منافقین جب دعوائے اسلام کے ساتھ آپ کی خدمت میں آتے ہیں تو کفر لے کر آتے ہیں اور کفر ہی لے کر واپس چلے جاتے ہیں، آپ ﷺ کی کیمیا تاثیر گفتگو بھی ان کے سنگ لاخ دلوں پر کچھ اثر نہیں کرتی اسلئے کہ ان کے دل کفر و نفاق کی گندگی سے آلودہ ہوتے ہیں، آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مقصد ہدایت کا حصول نہیں بلکہ فریب اور دھوکہ ہوتا ہے، اور اللہ ان کے دلوں کے مخفی رازوں کو بخوبی جانتا ہے، آپ دیکھیں کہ ان میں سے اکثر لوگ گناہ کے

کاموں اور ظلم و زیادتی کی طرف لپکتے ہیں اور حرام خوری ان کا شیوہ ہے۔

لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبُّ ثَبُيُونَ (الآية) یہ علماء اور مشائخ دین پر نکیر ہے کہ عوام کی اکثریت تمہارے سامنے فسق و فجور اور حرام خوری کا ارتکاب کرتی ہے لیکن تم انھیں منع نہیں کرتے، ایسے حالات میں تمہارا یہ بڑا جرم ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، کتنی اہم اور ضروری چیز ہے اور اس کے ترک پر سخت وعید وارد ہوئی ہے۔

قدرت کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غفلت بڑا جرم ہے:

ترمذی، ابوداؤد وابن ماجہ وغیرہ میں معتبر سندوں سے جو روایتیں اس باب میں نقل ہوئی ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ جو کوئی اچھا آدمی کسی برے آدمی کو کوئی برا کام کرتے دیکھے اور قدرت کے باوجود منع نہ کرے تو اس کو دنیا ہی میں منع نہ کرنے کا وبال ضرور بھگتنا پڑے گا۔

شان نزول:

وقالت اليهودُ يدُ الله مغلولة، طبرانی اور ابوالشیخ نے جو شان نزول اس آیت کا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ شمس نے جو یہود کے قبیلہ قبیقاع کا سردار تھا ایک دوسرے یہودی سے جس کا نام نباش بن قیس تھا ایک روز کہا کہ یہودی کی طرف سے اللہ نے سخاوت اور کشائش رزق کا ہاتھ روک لیا ہے اسلئے کہ نعوذ باللہ، اللہ بخیل ہو گیا ہے اس پر یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ جَمِيعَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَلَا تَكْتُمْ شَيْئاً مِنْهُ خَوْفاً أَنْ تُنَالَ بِمَكْرُوهٍ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ أَى لَمْ تُبَلِّغْ جَمِيعَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ بِالْأَفْرَادِ وَالْجَمْعِ لَأَنْ كِتْمَانُ بَعْضِهَا كِكِتْمَانِ كُلِّهَا وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ أَنْ يَقْتُلُوكَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْرُسُ حَتَّى نَزَلَتْ فَقَالَ أَنْصَرِفُوا عَنِّي فَقَدْ عَصَمَنِي اللَّهُ تَعَالَى رَوَاهُ الْحَاكِمُ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ مِنَ الدِّينِ مُعْتَدِبَةً حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ بَانَ تَعْمَلُوا بِمَا فِيهِ وَمِنَ الْإِيمَانِ بِي وَلِيُزِيدَكُمْ كَثِيرٌ مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ مِنَ الْقُرْآنِ طُعْيَانًا وَكُفْرًا لِكُفْرِهِمْ بِهِ فَلَا تَأْسَ تَحْزَنَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ ان لَمْ يُؤْمِنُوا بِكَ أَى لَا تَهْتَمُّ بِهِمْ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا هُمُ الْيَهُودُ مُبْتَدَأٌ وَالصَّيْغُونَ فِرْقَةٌ مِنْهُمْ وَالنَّصْرَى وَيُبَدِّلُ مِنَ الْمُبْتَدَأِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ فِي الْآخِرَةِ خَبَرُ الْمُبْتَدَأِ ذَالٌ عَلَى خَيْرٍ إِنْ لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى

الایمان باللہ ورسولہ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ رَسُولًا قُلْنَا جَاءَ هُمْ رَسُولٌ مِنْهُمْ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُهُمْ من الحقِ کذبوه فَرِيقًا منهم كَذَّبُوا وَفَرِيقًا منهم يَقْتُلُونَ ۵ کَزَّ كَرِيًّا وَيَحْيَىٰ وَالتَّعْبِيرُ بِهِ دُونَ قَتَلُوا حِكَايَةً لِلْحَالِ الْمَاضِيَةِ لِفَاصِلَةٍ وَحِسْبُوا طُنُوا الْأَنْتُكَونَ بِالرَّفْعِ فَإِنَّ مُحَقَّقَةَ وَالنَّصَبِ فِيهِ نَاصِبَةٌ أَيْ تَقَعُ فِتْنَةٌ عَذَابٌ بِهِمْ عَلَى تَكْذِيبِ الرُّسُلِ وَقَتْلِهِمْ فَعَمُوا عَنِ الْحَقِّ فَلَمْ يُبْصِرُوهُ وَصَمُّوا عَنِ اسْتِمَاعِهِ ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ لَمَّا تَابُوا ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا ثَانِيًا كَثِيرٌ مِنْهُمْ بَدَلٌ مِنَ الضَّمِيرِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۶ فَيُجَازِيهِمْ بِهِ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ سَبَقَ مِثْلُهُ وَقَالَ لَهُمُ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ أَسْرَءِيلَ عَبْدُ اللَّهِ رَبِّي وَمَرْبُكُمْ فَإِنِّي عَبْدٌ وَلَسْتُ بِالْإِلَهِ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فِي الْعِبَادَةِ غَيْرُهُ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ مَنَعَهُ أَنْ يَدْخُلَهَا وَمَا وَلَهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ زَائِدَةٍ أَنْصَارٍ ۷ يَمْنَعُوهُمْ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ الثَّلَاثَةِ أَيْ أَحَدُهَا وَالْآخَرَانِ عِيسَى وَأُمُّهُ وَهُمْ فِرْقَةٌ مِنَ النَّصَارَى وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهُ وَاحِدٌ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ مِنْ التَّثْلِيثِ وَلَمْ يُوجِدُوا لِمَسَسَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَيْ تَبَتُّوا عَلَى الْكُفْرِ مِنْهُمْ عَذَابُ الْيَمِّ ۸ مَوْلَاهُمْ هُوَ النَّارُ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَسْتَغْفِرُونَ لَهُ بِمَا قَالُوا اسْتَفْهَامٌ تَوْبِيخٌ وَاللَّهُ عَفُورٌ لِمَنْ تَابَ رَجِمَ ۹ بِهِ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ الرَّسُولُ فَدَخَلَتْ مَضَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ فَهُوَ يَمْضِي بِمِثْلِهِمْ وَلَيْسَ بِالْإِلَهِ كَمَا زَعَمُوا وَالْأَلَمَا مَضَى وَأُمُّهُ صَدِيقَتُهُ مُبَالِغَةٌ فِي الصَّدَقِ كَأَنَّا يَأْكُلُ الطَّعَامَ كَغَيْرِهِمَا مِنَ الْحَيَوَانَاتِ وَمِنْ كَانَ كَذَلِكَ لَا يَكُونُ إِلَهًا لِتَرْكِيبِهِ وَضَعْفِهِ وَمَا يَنْشَأُ مِنْهُ مِنَ الْبَوْلِ وَالْعَائِطِ أَنْظُرْ مُتَعَجِّبًا كَيْفَ سَيِّئَ لَهُمُ الْآيَاتِ عَلَى وَحْدَانِيَّتِنَا ثُمَّ أَنْظِرْ إِلَى كَيْفَ يُؤْفَكُونَ ۱۰ يُضْرَفُونَ عَنِ الْحَقِّ مَعَ قِيَامِ الْبُرْهَانِ قُلْ أَنْعَبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَى غَيْرِهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ الْعَلِيمُ ۱۱ بِأَحْوَالِكُمْ وَالْإِسْتِفْهَامُ لِلْإِنْكَارِ قُلْ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى لَا تَغْلُوا تَجَاوَزُوا وَالْحَدَّ فِي دِينِكُمْ غُلُّوا غَيْرَ الْحَقِّ بِأَنْ تَضَعُوا عِيسَى أَوْ تَرْفَعُوهُ فَوْقَ حَقِّهِ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ بِغُلُوهِمْ وَهُمْ أَصْلَافُهُمْ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۱۲ طَرِيقِ الْحَقِّ وَالسَّوَاءِ فِي الْأَصْلِ الْوَسْطِ.

ترجمہ: اے رسول! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ سب (لوگوں تک) پہنچا دو اور اس

خوف سے کہ اس کی وجہ سے تم کو کوئی پریشانی لاحق ہوگی، اس میں سے کچھ نہ چھپاؤ، اور اگر تم نے یہ کام نہ کیا یعنی جو کچھ تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے وہ سب (لوگوں تک) نہ پہنچایا تو تم نے اس کی رسالت کا حق ادا نہ کیا، (رسالۃ) افراد اور جمع کے ساتھ ہے، اس لئے کہ بعض کا چھپانا کل کے چھپانے کے مانند ہے، اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچائیگا کہ تم کو قتل کریں، اور نبی ﷺ کی حفاظت کی جاتی تھی یہاں تک کہ آیت ”يعصمك من الناس“ نازل ہوئی، تو آپ نے فرمایا میرے پاس سے چلے جاؤ اس

لیے کہ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کر دی ہے رواہ حاکم، یقین رکھو کہ اللہ کافروں کو (تمہارے مقابلہ میں کامیابی کی) راہ نہ دکھائیگا، آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب تم معتد بہ دین پر قائم نہیں ہو جب تک کہ تم تورات اور انجیل اور اس کے (احکام) پر قائم نہ ہو کہ جو تمہارے رب نے تمہاری طرف نازل کئے ہیں، بایں طور کہ جو اس میں ہے اس پر عمل کرو اور ان (احکام میں) میری تصدیق کرنا بھی شامل ہے جو قرآن آپ کی جانب آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے بہت سوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کر دے گا، ان کے منکر ہونے کی وجہ سے، اگر منکر قوم رب پر ایمان نہ لائے تو آپ افسوس نہ کریں یعنی ان پر غم زدہ نہ ہوں، اس میں کوئی شک نہیں کہ (خواہ) مومن ہوں یا یہودیت اختیار کرنے والے ہوں اور وہ یہودی ہیں مبتداء ہے اور صابی اور نصاریٰ (یا ہوں) (صابی) یہود کا ایک فرقہ ہے اور مَنْ آمَنَ، مبتداء سے بدل ہے، ان میں سے جو بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر حقیقت میں ایمان لایگا اور نیک عمل کرے گا تو آخرت میں نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ غم (فلا خوف علیہم ولا هم یحزنون) مبتداء کی خبر ہے جو کہ ان کی خبر پر دال ہے، ہم نے بنی اسرائیل سے اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا پختہ عہد لیا تھا اور ہم نے ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے، (مگر) جب بھی ان کا کوئی رسول ان کی خواہشات نفس کے خلاف حق لے کر آیا تو اس کی تکذیب کی، ان میں سے بعض کی تکذیب کی اور ان میں سے بعض کو قتل کر ڈالا جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کو اور قتلوا کے بجائے بقتلون سے تعبیر حکایت حال ماضیہ کے طور پر ہے اور فو اصل کی رعایت بھی مقصود ہے اور وہ بزعم خویش یہ سمجھے کہ کوئی فتنہ رونما نہ ہوگا یعنی ان کے رسولوں کی تکذیب اور قتل کی وجہ سے ان پر کوئی عذاب واقع نہ ہوگا، (الا تکتون) رفع کے ساتھ ہے، اس صورت میں اَنْ تخففہ عن المثقلہ ہوگا، اور نصب کے ساتھ بھی ہے، اس صورت میں اَنْ ناصبہ ہوگا، اَنْ تکتون، بمعنی اَنْ تقع ہے، حق سے اندھے ہو گئے کہ اس کو دیکھتے نہیں ہیں اور اسی کے سننے سے بہرے ہو گئے پھر جب انہوں نے توبہ کی تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی پھر دوبارہ ان میں سے اکثر لوگ اندھے بہرے ہو گئے اور (کثیر منہم) صَمْوَا کی ضمیر سے بدل ہے، یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ وہ سب کچھ دیکھتا ہے تو ان کو اس کی سزا دیگا، یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا اللہ وہ عیسیٰ ابن مریم ہی ہے، اسی قسم کی آیت گزر چکی ہے، اور ان سے مسیح علیہ السلام نے کہا تھا اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے کیونکہ میں بندہ ہوں معبود نہیں ہوں، جس نے عبادت میں غیر کو اللہ کا شریک ٹھہرایا تو اللہ نے اس کے لئے جنت کو حرام کر دیا، یعنی جنت میں اس کے داخلہ پر پابندی لگا دی، اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں، کہ ان کو اللہ کے عذاب سے بچا سکے، مَن زائد ہے یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تین معبودوں میں سے ایک ہے یعنی ایک اللہ اور دوسرے دو عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ یہ نصاریٰ کا ایک فرقہ ہے حالانکہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں اگر یہ لوگ مثلیث کی بکو اس سے باز نہ آئے اور توحید کے قائل نہ ہوئے تو جس نے ان میں سے کفر کیا ہوگا یعنی کفر پر قائم رہا ہوگا تو ان کو دردناک سزا دی جائے گی اور وہ آگ کی سزا ہے تو پھر کیا یہ لوگ اپنی کہی ہوئی باتوں کے بارے میں اللہ سے توبہ نہ کریں گے اور اس سے معافی نہ مانگیں گے اللہ اس سے جس نے توبہ کی

درگزر کرنے والے اور اس پر رحم کرنے والے ہیں، مسیح ابن مریم اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں یہ بھی ان کی طرح گذر جائیں گے وہ معبود نہیں ہیں جیسا کہ انہوں نے مان رکھا ہے ورنہ تو وہ نہ گذرتے، ان کی والدہ ایک راست باز عورت تھی، صداقت میں مبالغہ کرنے والی، اور وہ دونوں کھانا کھاتے تھے جس طرح دیگر جاندار کھاتے ہیں اور جو ایسا ہو وہ معبود نہیں ہو سکتا اپنے مرکب ہونے کی وجہ سے اور اپنے ضعف کی وجہ سے اور اس سے بول و براز خارج ہونے کی وجہ سے دیکھو امر تعجب کیلئے ہے ہم ان کے لئے اپنی وحدانیت پر کیسی نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر دیکھو دلیل قائم ہونے کے باوجود حق سے کیسے الٹے پھرے جارہے ہیں؟ آپ ان سے کہو کہ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کی بندگی کرتے ہو جو تمہارے نہ نقصان کا مالک ہے اور نہ نفع کا حالانکہ اللہ ہی سب کی باتوں کا سننے والا اور سب کے احوال کا جاننے والا ہے، استفہام انکار کے لئے ہے، کہو اے اہل کتاب یہود و نصاریٰ ناحق اپنے دین میں غلو نہ کرو یعنی اپنے دین کے بارے میں حد سے تجاوز نہ کرو، بایں طور کہ عیسیٰ علیہ السلام کی تحقیر کر دیا ان کے رتبہ سے زیادہ ان کو بڑھا دو اور ان لوگوں کے خیالات کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے اپنے غلو کی وجہ سے گمراہ ہو چکے ہیں اور وہ ان کے اسلاف ہیں، اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کر چکے ہیں اور راہ راست سے بھٹک گئے تھے، یعنی راہ حق سے، سواء کے معنی درحقیقت وسط کے ہیں۔

تحقیق و ترکیب تسمیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: لَا اَكْتُمَانْ بَعْضُهَا كَكْتُمَانِ كُلِّهَا، یہ رسالات کو جمع لانے کی علت ہے۔

قَوْلُهُ: اَنْ يَقْتُلُوْا، اس جملہ کو مقدر ماننے کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سُئِلَ: اللہ تعالیٰ کے قول ”وَاللّٰهُ يَعَصْمُكَ مِنَ النَّاسِ“ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو انسانوں کی جانب سے ہر قسم کی گزند سے محفوظ رکھیں گے، حالانکہ آپ ﷺ کو انسانوں کی طرف سے گزند پہنچی تھی، مثلاً غزوہ احد میں آپ کے چہرہ انور کا زخمی ہو جانا آپ کی رباعی مبارک کا ٹوٹ جانا وغیرہ وغیرہ۔

جَوَابُ: حفاظت سے مراد قتل سے حفاظت ہے نہ کہ مطلقاً گزند سے حفاظت لہذا اب کوئی اعتراض نہیں۔

قَوْلُهُ: مِنَ الدِّينِ مُعْتَدِبِهِ، یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سُئِلَ: یہود و نصاریٰ و مشرکین کیلئے یہ کہنا کہ تم کسی شئی پر نہیں ہو درست نہیں ہے اسلئے کہ وہ جس دین دھرم پر تھے وہ بھی تو ایک شئی تھی اس کا جواب دیا۔

جَوَابُ: شئی سے مراد عند اللہ دین معتد بہ ہے، نہ کہ ان کا اختیار کردہ دین و دھرم۔

قَوْلُهُ: الصَّبِیُّونَ، صَابِیُّ، کی جمع ہے اسم فاعل دین سے خارج ہونے والا، جب کوئی شخص اسلام لاتا تو عرب کہتے قد صَبَا، وہ دین سے نکل گیا یہ فرقہ اس نام سے اسلئے موسوم ہوا کہ وہ یہودیت اور نصرا نیت سے نکل کر ستاروں کی پرستش کرنے لگا،

ان کا مرکز ان ہے، ابوالحق صابی اسی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔

قَوْلًا: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، اس جملہ میں نو ترکیبیں ہو سکتی ہیں ان میں سے آسان تین ترکیبیں لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ناصب، الذین اسم موصول آمنوا صلہ، موصول صلہ سے مل کر، اِنَّ کا اسم، فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون، جملہ ہو کر اِنَّ کی خبر محذوف۔

وَالَّذِيْنَ هَادُوا وَالصَّابِئُوْنَ وَالنَّصَارَى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

۲۔ واو، استثنائیہ الذین اسم موصول هادوا صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر معطوف علیہ، والصائبون معطوف علیہ معطوف والنصارى معطوف تینوں معطوفات مل کر مبدل منہ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ جملہ ہو کہ معطوف علیہ، وعمل صالحاً معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر بدل، بدل مبدل منہ سے مل کر مبتداء، فلا خوف علیہ ولا ہم یحزنون، جملہ ہو کر مبتداء کی خبر ہے۔

۳۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الذین اسم موصول آمنوا، صلہ، موصول صلہ سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ الذین اسم موصول هادوا صلہ اسم موصول صلہ سے ملکر معطوف علیہ واو عاطفہ الصائبون معطوف علیہ معطوف واو حرف عطف النصارى معطوف تینوں معطوفات مل کر مبدل منہ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ بدل، بدل مبدل منہ سے مل کر اِنَّ کا اسم فلا خوف علیہ ولا ہم یحزنون۔ اِنَّ کی خبر۔

قَوْلًا: كَذَّبُوْهُ يَہ کَلَّمَا کی جزاء محذوف ہے۔

قَوْلًا: وَالتَّغْيِيْرُ بِهِ یعنی موقع ماضی کا تھا مگر یقتلون مضارع استعمال ہوا ہے ایک تو حکایت حال ماضیہ کے طور پر یعنی یہ بتانے کے لئے کہ گویا کہ قتل کا معاملہ اس وقت ہو رہا ہے، دوسرا مقصد فو اصل کی رعایت ہے۔

قَوْلًا: تَفَعَّ، اس میں اشارہ ہے کہ تکون تامہ ہے لہذا اس کو خبر کی ضرورت نہیں ہے، فِتْنَةٌ، تکون کا فاعل ہے۔

قَوْلًا: بَدَلُ مِنَ الضَّمِيْر یعنی کثیر منہم، عَمُوا وَصَمُوا، کی ضمیر سے بدل البعض ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کثیر منہم، اُولَئِكَ مبتداء محذوف کی خبر ہو۔

قَوْلًا: فِرْقَةٌ مِنَ النَّصَارَى اس میں اشارہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ثالث ثلثہ کہنے والا نصاری کا ایک فرقہ ہے اس کے علاوہ دیگر فرقے بھی ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الہ ماننے ہیں لہذا دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

تَفْسِيْرُوَتَشْرِیْحِ

يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ (الآیۃ) آپ ﷺ کو اس آیت میں تاکید دی حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ پر جو کچھ نازل کیا جاتا ہے اس کو آپ بے کم و کاست اور بلا خوف لومۃ لائم لوگوں تک پہنچا دیں چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا، حضرت عائشہ صدیقہ

ﷺ فرماتی ہیں کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ نبی ﷺ نے کچھ چھپایا ہے اس نے یقیناً جھوٹ بولا، (صحیح بخاری) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب سوال کیا گیا کہ آپ کے پاس قرآن کے علاوہ وحی کے ذریعہ سے نازل شدہ اور کوئی بات ہے؟ تو آپ نے قسمیہ فرمایا، اَلَا فَهَمَّا يَعْطِيهِ اللَّهُ رَجُلًا، البتہ قرآن کا فہم ہے جسے اللہ کسی کو بھی عطا فرمادے۔ (صحیح بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ نے کیسی لطیف اور سچی بات اس موقع پر فرمائی، کہ اگر آپ نے قرآن کا کوئی جز چھپایا ہوتا تو وہ یہی جز ہوتا، قَالَتْ لَوْ كَانَ مُحَمَّدٌ كَمَا تَمَّ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ لَكُنَّمْ هَذِهِ الْآيَةُ۔ (ابن کثیر)

جیہ الوداع کے موقع پر آپ نے صحابہ کے لاکھوں کے مجمع میں فرمایا تم میرے بارے میں کیا کہو گے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ”نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ وَأَدْنَيْتَ وَنَصَحْتَ“ ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور اس کا حق ادا کر دیا، اور خیر خواہی فرمادی، آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، اَللّٰهُمَّ قَدْ بَلَغْتَ (تین مرتبہ)۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ، آپ کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طریقہ پر بھی فرمائی اور دنیاوی اسباب کے تحت بھی، اس آیت کے نزول سے قبل آپ کی حفاظت کے ظاہری اسباب کے طور پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابوطالب کے دل میں آپ کی طبعی محبت ڈال دی اور وہ آپ کی حفاظت کرتے رہے، ان کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے بعض قریش کے سرداروں کے ذریعہ پھر انصار مدینہ کے ذریعہ آپ کا تحفظ فرمایا، جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے تحفظ کے ظاہری اسباب جن میں صحابہ کرام کا پہرہ بھی شامل تھا انھوں نے اس کے بعد بارہا انگلیں خطرے پیش آئے لیکن اللہ نے آپ کی حفاظت فرمائی، چنانچہ بذریعہ وحی ”وَقَا نَاقًا“ اللہ نے یہودیوں کے مکروکید سے مطلع فرما کر خطرہ سے بچالیا۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ نَّحْ، یہ ہدایت اور گمراہی اس اصول کے مطابق ہے جو سنت اللہ ہی ہے یعنی جس طرح بعض نیک کاموں سے اہل ایمان کے ایمان و تصدیق و عمل صالح اور علم نافع میں اضافہ ہوتا ہے، اسی طرح معاصی اور تہمتوں سے کفر و طغیان میں بھی زیادتی ہوتی ہے، یہ مضمون قرآن کریم میں متعدد جگہ بیان ہوا ہے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرِ الْحَقِّ، یعنی اتباع حق میں حد سے تجاوز نہ کرو اور جس کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے اس میں مبالغہ کر کے انھیں منصب نبوت سے اٹھا کر مقام الوہیت پر فائز مت کرو جیسے حضرت مسیح علیہ السلام کے معاملہ میں تم نے غلو کیا، غلو ہر دور میں شر اور گمراہی کا سب سے بڑا ذریعہ رہا ہے، انسان کو جس سے عقیدت و محبت ہوتی ہے اس کی شان میں خوب مبالغہ کرتا ہے، وہ ولیوں اور بزرگوں کو پیغمبروں کی طرح معصوم سمجھنے لگتا ہے، اور پیغمبروں کو خدائی صفات سے متصف کر دیتا ہے۔

وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ، یعنی اپنے سے پہلے لوگوں کے پیچھے مت لگو جو ایک نبی کو الہ بنا کر خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ بْنِ دَاوُدَ بَانَ دَعَا عَلَيْهِمْ فَمُسِيخُوا قِرْدَةً وَهُمْ أَصْحَابُ أُيُلَةٍ وَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

بَانَ دَعَا عَلَيْهِمْ فَمَسَحُوا خَنَازِيرَ وَهُمْ أَصْحَابُ الْمَائِدَةِ ذَلِكَ اللَّعْنُ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝۵۰ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ
 اِی لَا یَنْهَی بَعْضُهُمْ بَعْضًا عَنْ مُعَاوَدَةِ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝۵۱ فَعَلُهُمْ هَذَا تَرَى يَا مُحَمَّدُ
 كَيْتَرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۝۵۲ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ بَعْضًا لَكَ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ مِنْ الْعَمَلِ لِمَعَادِهِمْ
 الْمَوْجِبَ لَهُمْ أَنْ سَخَطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ ۝۵۳ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ مُحَمَّدٍ
 وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمَا اتَّخَذُوا مِنْهُمْ أَى الْكُفَّارِ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَسِقُونَ ۝۵۴ خَارِجُونَ عَنِ الْإِيمَانِ
 لَتَجِدَنَّ يَا مُحَمَّدُ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۝۵۵ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ لَتَضَاعِفَ كُفْرُهُمْ
 وَجَهْلُهُمْ وَإِنْ هَمَّا كِهِمْ فِى إِتْبَاعِ الْهَوَىٰ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي ذَلِكَ
 اِی قُرْبُ مَوَدَّتِهِمْ لِلْمُؤْمِنِينَ بِأَنْ يَسَبِّبَ أَنْ مِنْهُمْ قَسِيسِينَ عُلَمَاءَ وَرُهَبَانًا غَبَّاءَ
 وَأَنْهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝۵۶ عَنْ عِبَادَةِ الْحَقِّ كَمَا يَسْتَكْبِرُ الْيَهُودُ وَأَهْلُ مَكَّةَ.

ترجمہ: بنی اسرائیل کے کافروں پر حضرت داؤد علیہ السلام کی زبانی لعنت کی گئی یعنی ان کے لئے بددعا کی
 گئی، جس کی وجہ سے ان کو بندر کی شکل میں مسخ کر دیا گیا، اور وہ ایلہ کے باشندے تھے، اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کی زبانی
 لعنت کی گئی اس طریقہ پر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے بددعا کر دی جس کے نتیجے میں ان کو سور کی شکل میں مسخ
 کر دیا گیا، اور وہ اصحاب ماندہ تھے، یہ لعنت اس وجہ سے کی گئی کہ وہ نافرمانی کرتے ہوئے حد سے تجاوز کر گئے تھے، انہوں
 نے آپس میں ایک دوسرے کو بُرے افعال کے ارتکاب سے روکنا چھوڑ دیا تھا، ان کا یہ طرز عمل برا تھا، جو انہوں نے اختیار
 کیا، اے محمد آپ ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہو کہ جو آپ کی عداوت میں مکہ کے کافروں سے دوستی کرتے
 ہیں، قسم ہے (ہماری عزت و جلال کی) کہ ان کے نفوس نے جو اعمال اپنی آخرت کے لئے بھیجے ہیں وہ نہایت برے
 اعمال ہیں جو ان کے اوپر اللہ کی ناراضگی کا باعث ہوئے اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے، اگر فی الواقع یہ لوگ اللہ پر اور
 (اس کے) نبی محمد ﷺ پر اور اس چیز پر جو نازل ہوئی تھی ایمان رکھتے تو کفار کو کبھی دوست نہ بناتے مگر ان میں سے اکثر
 ایمان سے خارج ہو چکے ہیں اے محمد ﷺ آپ اہل ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مکہ کے مشرکوں
 کو پاؤ گے ان کے کفر کے دو گنا ہونے اور ان کے جہل اور ان کی خواہشات میں منہمک ہونے کی وجہ سے، اور ایمان والوں
 کے لئے دوستی میں قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے کہا ہم نصاریٰ ہیں اور یہ یعنی دوستی میں مومنوں سے ان کا قریب
 ہونا اس وجہ سے ہے کہ ان میں علماء اور عبادت گزار (تارک الدنیا) پائے جاتے ہیں اور حق کی بندگی سے غرو نہیں کرتے
 جیسا کہ یہود اور اہل مکہ غرور کرتے ہیں۔

تحقیق و تکریم تسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلًا: اَبَلَّة، بحر طبریہ کے سائل پر ایک ہستی کا نام ہے۔

قَوْلًا: مُعَاوَدَہ، یہ اس سوال مقدر کا جواب ہے کہ منکر کو کرنے کے بعد اس سے نبی کا نہ کوئی فائدہ اور نہ امر معقول: اس لئے کہ جس چیز کا وقوع ہو گیا اس کا اصلی عدم ممکن نہیں، مُعَاوَدَہ، مضاف محذوف مان کر مفسر علام نے اشارہ کر دیا کہ منکر کے دوبارہ ارتکاب سے ممانعت مقصود ہے۔

قَوْلًا: فَعَلِیْہُمْ، یہ ماکایان ہے۔

قَوْلًا: ہَذَا، یہ مخصوص بالذم ہے۔

قَوْلًا: مِنْہُمْ اَمِی مِنْ اَہْلِ الْکِتَابِ،

قَوْلًا: الْمَوْجِبُ یہ ایک سوال کا جواب ہے۔

سُؤَالًا: الْمَوْجِبُ مقدر ماننے کی کیا ضرورت ہے۔

جَوَابًا: اس لئے کہ ان مسخط اللہ مخصوص بالذم ہے اور مخصوص بالذم فاعل کا بیان ہوتا ہے اور مسخط اللہ علیہم کا ماقدمت کا بیان واقع ہونا صحیح نہیں ہے جب تک کہ الموجب مضاف محذوف نہ مانا جائے اس لئے کہ ماقدمت اہل کتاب کا فعل ہے اور مسخط اللہ کا فعل ہے لہذا جمل درست نہ ہوگا۔

قَوْلًا: مُحَمَّدٌ ﷺ یہ اس سوال کا جواب ہے کہ اہل کتاب تو نبی پر ایمان رکھتے تھے، اس کا جواب صحیح ہے کہ نبی سے عزائم محمد ﷺ میں اور النبی میں الف لام عہد کا ہے۔

قَوْلًا: قَسِیْسِیْنِ، رومی زبان میں عالم کو کہتے ہیں۔

تفسیر و تشریح

لُعِنَ الْاَنبِیَیْنِ کُفَرُوا مِنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ: زبیر میں حضرت داؤد علیہ السلام کی زبانی اور انجیل میں حسرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی اور اس کے بعد قرآن کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کی زبانی بنی اسرائیل پر لعنت کرائی گئی۔

ایک امی عربی کا تاریخ کی حقیقت کو صحیح صحیح بیان کرنا:

جولہ: مسیحیت کی ابتدائی تاریخ پر نظر رکھتے ہیں اور خود فرنگیوں کی موجودہ انجیل سے واقف ہیں وہ قرآن مجید کے اس بیان پر عرش عرش کے بغیر نہیں رہ سکتے کہ پھٹی صبی عیسوی کا ایک عرب امی لا کھڑ ہیں و باخبر ہوا ان اہم تاریخی حقائق پر نظر رکھ ہی کیسے سکتا تھا؟ تا وقتیکہ عالم الغیب و الشہادۃ براہ راست اسے تعلیم نہیں دے رہا تھا۔

دونوں لعنتوں کا ذکر عہد عتیق اور عہد جدید میں:

مذکورہ دونوں لعنتوں کا ذکر عہد عتیق کے صحیفہ زبور اور عہد جدید کے صحیفہ متی میں علی الترتیب موجود ہے، زبور میں لعنت کا ذکر ان الفاظ میں ہے۔

خداوند نے سنا اور نہایت غصہ ہوا اسلئے یعقوب میں ایک آگ بھڑکائی گئی اور اسرائیل پر قہراٹھا، کیونکہ انہوں نے خدا پر اعتماد نہ کیا اور اس کی قیامت پر اعتماد نہ رکھا۔ (زبور۔ ۷۸: ۲۱، ۲۲، ۲۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی لعنت کے الفاظ:

غرض اپنے باپ دادوں کا پیانا بھردو، اے سانپو، اے انبی کے بچو تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے۔ (متی ۲۳: ۳۱، ۳۲)

چنانچہ اسرائیلیوں نے داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں قانونِ سبت کو توڑا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تو خود ان کی نبوت کا شدت سے انکار کیا۔

ان کی مسلسل نافرمانیوں کی داستان سے اسرائیلیوں کے مذہبی نوشتے اور صحیفے بھرے ہوئے ہیں نمونے کے طور پر صرف ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

انہوں نے ایسی شرارتیں کیں کہ جن سے خداوند کو غصہ در کیا، کیونکہ انہوں نے بت پوجے باوجود یکہ انھیں خداوند نے کہا تھا کہ تم یہ کام نہ کیجیو اور باوجود اس کے خداوند نے سارے نبیوں اور غیب بینوں کی معرفت سے اسرائیل اور یہود پر باتیں جتائی تھیں پر انہوں نے نہ سنا، بلکہ اپنے باپ دادوں کی گردن کشی کے مانند جو خداوند اپنے خدا پر ایمان نہ لائے تھے گردن کشی کی، اور اس کے قانون کو اور اس کے عہد کو جو اس نے اپنے باپ دادوں سے باندھا تھا، اور اس کی گواہیوں کو جو اس نے ان پر دی تھیں جنہیں دکھا کر خداوند نے انھیں حکم کیا تھا کہ تم ان کے سے کام مت کیجیو، اور انہوں نے خداوند اپنے خدا کے سب حکم ترک کر دیئے اور اپنے لئے ڈھالی ہوئی صورتیں یعنی دو چھڑے بنائے، اور آسمانی ستاروں کی ساری فوج کی پرستش کی اور بعل کی عبادت کی اور انہوں نے اپنے بیٹے بیٹی کو آگ کے درمیان گزارا اور فال گیری اور جادوگری کی اور اپنے تئیں بیچ ڈالا کہ خداوند کے حضور بدکاریاں کریں کہ اسے غصہ دلادیں ان باعثوں سے خداوند بنی اسرائیل پر نپٹ غصہ ہوا۔

(۲، سلاطین۔ ۱۷: ۱۲، ۱۸) (تفسیر ماجدی)

بنی اسرائیل پر لعنت کے اسباب:

لعنت کے اسباب میں سے عصیان یعنی واجبات کا ترک کرنا اور محرمات کا ارتکاب، اور اعتداء یعنی دین میں غلو اور بدعات ایجاد کر کے انہوں نے حد سے تجاوز کیا، مزید بریں یہ کہ وہ ایک دوسرے کو برائی سے روکتے نہیں تھے جو بجائے خود ایک بڑا جرم

ہے بعض مفسرین نے اسی ترکِ نبی کو عصیان اور اعتداء قرار دیا ہے جو لعنت کا سبب بنا، بہر حال برائی کو دیکھتے ہوئے برائی سے نہ روکنا بہت بڑا جرم اور لعنت و غضبِ الہی کا سبب ہے، حدیث میں بھی اس جرم پر بڑی سخت وعید وارد ہوئی ہے، ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا، سب سے پہلی خرابی جو بنی اسرائیل میں داخل ہوئی یہ تھی کہ ایک شخص دوسرے شخص کو برائی کرتے دیکھتا تو کہتا اللہ سے ڈرو اور یہ برائی چھوڑ دو یہ تمہارے لئے جائز نہیں، لیکن دوسرے ہی روز پھر اسی کے ساتھ کھانے پینے اور اٹھنے بیٹھنے میں کوئی عار یا شرم محسوس نہ ہوتی، درحالیکہ ایمان کا تقاضہ اس سے نفرت اور ترک تعلق تھا، جس کی وجہ سے اللہ نے ان کے درمیان آپس میں عداوت ڈال دی اور وہ لعنتِ الہی کے مستحق ہوئے، پھر فرمایا: کہ اللہ کی قسم تم ضرور لوگوں کو نیکی کا حکم دیا کرو اور برائی سے روکا کرو، ظالم کا ہاتھ پکڑ لیا کرو، ورنہ تمہارا حال بھی یہی ہوگا، (ابوداؤد کتاب الملاحم) دوسری روایت میں اس فریضے کے ترک پر یہ وعید سنائی تھی کہ تم عذابِ الہی کے مستحق بن جاؤ گے، پھر تم اللہ سے دعائیں بھی مانگو گے تو قبول نہ ہوں گی۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ (الآیۃ)، اہل ایمان سے یہود کی شدید ترین عداوت کی وجہ عداوت اور جو حق ہے، حق سے اعراض اور استکبار اور اہل علم و ایمان کی تنقیص و تحقیر کا جذبہ ان میں بہت پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ نبیوں کا قتل اور ان کی تکذیب ان کا شعار رہا ہے، حتیٰ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کی بھی کئی مرتبہ سازش کی آپ ﷺ پر جادو کیا، کھانے میں زہر دیا، پتھر گرا کر ہلاک کرنے کی مذموم کوشش کی غرضیکہ نقصان و ایذا رسانی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا، اور یہی صورت حال مشرکین مکہ کی تھی۔

بہ نسبت یہود کے، نصاریٰ میں جو دوا استکبار کم ہے:

یعنی نصاریٰ میں علم و تواضع ہے یہی وجہ ہے کہ ان میں یہود کی طرح جو دوا استکبار نہیں ہے اس کے علاوہ دین مسیحی میں نرمی و عفو و درگزر کی تعلیم کو امتیازی حیثیت حاصل ہے، ان ہی وجوہ کی بناء پر نصاریٰ بنسبت یہود کے مسلمانوں سے زیادہ قریب ہیں عیسائیوں کا یہ وصفِ قربت یہود کے مقابلہ میں ہے، تاہم جہاں تک اسلام دشمنی کا تعلق ہے کم و بیش کچھ فرق کے ساتھ اسلام کے خلاف یہ عناد عیسائیوں میں بھی موجود ہے جیسا کہ صلیب و ہلال کی صدیوں پر محیط معرکہ آرائی سے واضح ہے اور جس کا سلسلہ تا حال جاری ہے اور اب تو اسلام کے خلاف یہودی اور عیسائی دونوں ہی مل کر سرگرم عمل ہیں، اسی لئے قرآن نے دونوں ہی سے دلی دوستی کرنے سے منع فرمایا ہے۔

یہود و نصاریٰ میں وصفِ مشترک:

یہود آپس میں اور نصاریٰ آپس میں تو باہمی دوست ہوتے ہی ہیں باقی یہود و نصاریٰ کے درمیان بھی بہت کچھ مناسبت ہے کم سے کم یہی کہ اسلام اور مسلمانوں کی عداوت میں دونوں متحد ہیں، آج سے جبکہ یہ سطریں لکھی جا رہی ہیں ٹھیک ۶۰ سال پہلے ماہ جمادی الثانی ۱۳۶۵ھ مطابق مئی ۱۹۴۶ء میں، فلسطین کی سرزمین پر ایک اسرائیلی سلطنت کی بنیاد ڈالنے کے سلسلہ میں

مسلمانوں کے خلاف یہود و نصاریٰ کی ساز باز قرآن مجید کی اس پیش گوئی کی معجزانہ تصدیق پیش کر رہی ہے۔

یہود کی قتل مسیح سے براءت:

اس سے بڑھ کر حیرت انگیز اور دنیا کو دنگ کر دینے والی یہود و نصاریٰ کے اتحاد کی وہ مثال ہے جو ۱۹۶۳ء میں پیش آئی جب یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کی ذمہ داری سے براءت نامہ پیش کیا، اور دنیائے مسیح کے پیشوائے اعظم نے انجیلوں کے واضح ترین شہادتوں کے باوجود قبول کر لیا۔

(نَزَلْتُ فِي وَفْدِ النَّجَاشِيِّ الْقَادِمِينَ مِنَ الْحَبَشَةِ قَرَأَ عَلَيْهِمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُورَةَ يَسَّ فَبَكَوْا وَأَسْلَمُوا وَقَالُوا مَا أَشْبَهَ هَذَا بَمَا كَانَ يُنْزَلُ عَلَيَّ عِيسَى) قَالَ تَعَالَى (وَلَا أَسْمِعُ مَا أُنْزِلُ إِلَى الرُّسُلِ بَيْنَ الْقُرْآنِ تَرَى أَغْنِيَهُمْ تَفِيضَ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا صَدَّقْنَا بِنَبِيِّكَ وَكِتَابِكَ فَالْتَبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ) الْمُقِرِّينَ بِتَضَدِّيقِهِمَا وَقَالُوا فِى جَوَابِ مَنْ غَيَّرَهُم بِالإِسْلَامِ مِنَ الْيَهُودِ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ الْقُرْآنِ أَيْ لَا مَنَاعَ لَنَا مِنَ الْإِيمَانِ مَعَ وُجُودِ مُقْتَضِيهِ وَطَمَعِ غَطَفَ عَلَى نُؤْمِنُ أَنْ يَدْخُلَنَا رَبَّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ) الْمُؤْمِنِينَ الْجَنَّةَ قَالَ تَعَالَى (فَأَنذَرْتَهُمْ أَنَّهُمْ يَمَّا قَالُوا جِئْتُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خُلِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ) بِالْإِيمَانِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ

ترجمہ: (آئندہ آنے والی آیات) حبشہ سے آنے والے نجاشی کے وفد کے متعلق نازل ہوئیں حضور ﷺ نے ان کے سامنے سورۃ یسین پڑھی تو وہ رونے لگے اور اسلام لے آئے اور انہوں نے کہا کہ اس (آپ ﷺ) پر نازل ہونے والا کلام) کی اس (کلام) سے کتنی مشابہت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ اللہ نے فرمایا اور جب وہ اس کلام قرآن کو سنتے ہیں جو رسول پر اتارا گیا ہے تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے (یعنی) تیرے نبی اور کی کتاب کی تصدیق کی، تو، تو ہم کو بھی تصدیق کرنے والوں کے ساتھ لکھ لے (یعنی) ان لوگوں کے ساتھ جو (مذکورہ) دونوں چیزوں کی تصدیق کا اقرار کرنے والے ہیں اور ان لوگوں کے جواب میں کہا کہ جنہوں نے ان کو اسلام لانے پر عار دلائی تھی اور وہ یہود میں سے تھے، اور ہمارے پاس کونسا عذر ہے کہ ہم اللہ پر اور حق قرآن پر جو ہمارے پاس آیا ہے ایمان نہ لائیں؟ یعنی ایمان لانے سے ہمارے لئے کوئی چیز مانع نہیں ہے حالانکہ ایمان کا مقتضی موجود ہے اور ہم کیوں امید نہ رکھیں اس کا عطف نؤمن پر ہے، یہ کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کی جنت میں رفاقت نصیب فرمائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کو ان کے اس قول کی وجہ سے ایسی جنتیں عطا کیں جن میں نہریں بہتی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے، اور ایمان والوں کا یہ صلہ ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا تو یہی لوگ دوزخ والے ہیں۔

تحقیق و ترکیب تسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: وَإِذَا سَمِعُوا (الآية) وَاوَاكِرَاتِنَا فَيَمَانًا جَائِعًا تو یہ کلام متناف ہوگا اور مفسرِ علام نے قال تعالیٰ کہہ کر اسی ترکیب کی طرف اشارہ کیا ہے، اور اگر عاطفہ مانا جائے جیسا کہ ابوسعود کی یہی رائے ہے تو اس کا عطف لا یتکبرون پر ہوگا، ای ذلک بسبب انہم لا یتکبرون۔

قَوْلُهُ: يَقُولُونَ رَبَّنَا آتِنَا یہ جملہ متناف ہے جو کہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے، یعنی قرآن سکر جب ان کی مذکورہ حالت ہوتی ہے تو وہ کیا کہتے ہیں، اس کا جواب ہے یقولون ربنا آمنا الخ۔

قَوْلُهُ: مُقْتَضِيهِ یعنی جبکہ ایمان کا موجب موجود ہے اور وہ ضالین میں داخل ہونے کی ان کی رغبت و خواہش ہے۔
قَوْلُهُ: عَطْفٌ عَلَى نَوْمٍ، یعنی نطمع کا عطف نَوْمٍ پر ہے نہ کہ مبتداء محذوف کی خبر، ای نحن نطمع اسلئے کہ حذف خلاف ظاہر ہے۔

تفسیر و تشریح

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ (الآية) گزشتہ آیات میں یہ ارشاد فرمایا گیا تھا کہ یہود و مشرکین کی عام اخلاقی حالت کے مقابلہ میں مسلمانوں کے حق میں نصاریٰ کا رویہ قابلِ قدر ہے اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی گئی کہ نصاریٰ میں ایسے افراد موجود ہیں جو علم دوست اور دنیا سے کنارہ کش ہیں اور نہ وہ متکبر ہیں اب موجودہ پیش نظر آیتوں میں کچھ ایسے خدا ترس نصاریٰ کا خصوصی تذکرہ ہے جن کو آپ ﷺ پر ایمان لانے کی سعادت حاصل ہوئی، ان حضرات کی حق شناسی کا واقعہ چونکہ اسلام کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے اسلئے اس واقعہ کو قدرے تفصیل سے لکھا جاتا ہے۔

ہجرت حبشہ کے واقعہ کی تفصیل:

مشرکین مکہ نے جب یہ دیکھا کہ دن بدن لوگ اسلام کے حلقہ گوش ہوتے جا رہے ہیں اور اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے تو متفقہ طور سے منصوبہ بند طریقہ پر مسلمانوں کے درپے آزار ہو گئے، اور طرح طرح سے مسلمانوں کو ستانا شروع کر دیا کوئی دن ایسا نہ گذرتا تھا کہ ایک نہ ایک مسلمان مشرکین کے دستِ ستم سے زخم خوردہ ہو کر نہ آتا ہو، پوری صورت حال آپ ﷺ کے سامنے تھی مگر آپ ﷺ کچھ نہیں کر سکتے تھے، مجبوراً آپ نے مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت دیدی، آپ نے فرمایا:

تَفَرَّقُوا فِي الْأَرْضِ فَإِنَّ اللَّهَ يَجْمَعُكُمْ قَالُوا أَلَيْسَ نَذْهَبَ قَالِ الْيَهِودُ هَذَا وَاشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْأَرْضِ الْحَبَشَةِ.

(عبد الرزاق عن معمر عن الزهري)

تَرْجُمَہ: تم اللہ کی زمین میں کہیں چلے جاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ تم سب کو عنقریب جمع کرے گا، صحابہ نے عرض کیا کہاں جائیں؟

آپ نے ملک حبشہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہاں ایک بادشاہ ہے جس کی قلمرو میں کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا اور نہ وہ خود ظالم ہے چنانچہ ماہ رجب ۵۰ نبوی میں نفوس قدسیہ کے مندرجہ ذیل قافلے نے حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی۔

حبشہ کی پہلی ہجرت:

نفوس قدسیہ کا یہ قافلہ سولہ (۱۶) افراد پر مشتمل تھا، جن میں گیارہ مرد اور پانچ عورتیں تھیں، جن کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

عورتیں

مرد

- | | |
|---|--|
| ۱ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، | ۱ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، |
| (آپ ﷺ کی صاحبزادی) اور حضرت عثمان غنی کی | ۲ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، |
| زوجہ محترمہ، | ۳ زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، |
| ۲ سہلہ بنت سہیل ابو حذیفہ کی بیوی، | ۴ ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، |
| ۳ ام سلمہ بنت ابی امیہ ابوسلمہ کی بیوی جو ابوسلمہ کی | ۵ مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، |
| وفات کے بعد آپ ﷺ کی زوجیت سے مشرف ہو کر ام | ۶ ابوسلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، |
| المومنین کے لقب سے ملقب ہوئیں، | ۷ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ، |
| ۴ لیلیٰ بنت ابی حمزہ عامر بن ربیعہ کی بیوی، | ۸ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، |
| ۵ ام کلثوم بنت سہیل بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوسبرہ کی | ۹ سہیل بن بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، |
| (سیرت المصطفیٰ) بیوی، | ۱۰ ابوسبرہ بن ابی رہم عامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، |
| ۱۱ حاطب بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ | |

بعض حضرات نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی ذکر کیا ہے حافظ عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود حبشہ کی پہلی ہجرت میں شریک نہیں تھے، البتہ دوسری ہجرت میں شریک تھے۔

مذکورہ سولہ افراد کا قافلہ چھپ چھپا کر مکہ سے روانہ ہوا حسن اتفاق کہ جب یہ حضرات جدہ کی بندرگاہ پر پہنچے تو دو تجارتی کشتیاں حبشہ جانے کیلئے تیار تھیں پانچ درہم اجرت دیکر یہ سب حضرات سوار ہو گئے، مشرکین مکہ کو جب اس کا علم ہوا تو ان کے تعاقب میں آدمی دوڑائے، جب یہ لوگ بندرگاہ پہنچے تو کشتیاں روانہ ہو چکی تھیں (سیرت مصطفیٰ) یہ حضرات رجب سے شوال تک حبشہ میں مقیم رہے، ادھر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے، اس خبر کو صحیح سمجھ کر یہ حضرات حبشہ سے مکہ کے

لئے روانہ ہو گئے مکہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے چنانچہ یہ لوگ سخت کشمکش میں مبتلا ہو گئے، کوئی چھپ کر اور کوئی کسی کی پناہ لے کر مکہ میں داخل ہوا۔

حبشہ کی جانب دوسری ہجرت:

اب تو مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو اور زیادہ ستانا شروع کر دیا آپ ﷺ نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دیدی نفوس قدسیہ کا یہ قافلہ ایک سو تین افراد پر مشتمل تھا جن میں چھیالیس (۸۶) مرد اور سترہ (۱۷) عورتیں شامل تھیں، شرکاء و فد کے ناموں کے لئے سیرت المصطفیٰ کی طرف رجوع کریں۔ (سیرت ابن ہشام، سیرت المصطفیٰ)

قریش کا وفد حبشہ میں:

قریش نے جب یہ دیکھا کہ صحابہ کرام حبشہ میں جا کر اطمینان کے ساتھ ارکان اسلام ادا کرنے لگے ہیں تو مشورہ کر کے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو نجاشی اور اس کے تمام ارکان و مصاحبین کے لئے تحائف و ہدایا دیکر حبشہ بھیجا، چنانچہ یہ دونوں صاحبان حبشہ پہنچ کر اول ارکان سلطنت اور مصاحبین سے ملے اور ان کو بیش بہا نذرانے پیش کئے اور دوران گفتگو کہا کہ ہمارے شہر کے چند نادانوں نے اپنا آبائی دین چھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کیا ہے اور وہ آپ کے شہر میں پناہ گزیں ہو گئے ہیں ہماری قوم کے اشراف اور سربراہان آئندہ لوگوں نے ہم کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ یہ لوگ ہمارے حوالہ کر دیئے جائیں، آپ حضرات بادشاہ سے سفارش کیجئے کہ ان لوگوں کو بغیر کسی مکالمہ اور گفتگو کے ہمارے سپرد کر دے چنانچہ جب یہ لوگ دربار میں باریاب ہوئے اور نذرانے اور ہدایا پیش کر کے اپنا مدعا پیش کیا تو ارکان سلطنت اور مصاحبین نے پوری تائید کی، عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ شاہ حبشہ مسلمانوں کو بلا کر حقیقت حال دریافت کرے یا ان کی بات سنے، اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ بھی بخوبی سمجھتے تھے کہ ہمارا مکر و فریب ظاہر ہو جائیگا اور مسلمانوں کی زبانوں سے حق ظاہر ہونے کے بعد اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا، شاہ حبشہ نجاشی اس بات پر ہرگز راضی نہ ہوا کہ فریق مخالف کی بات سنے بغیر ایک طرف فیصلہ کر دے، اور صاف کہہ دیا کہ میں صورت حال کو دریافت کئے بغیر ان لوگوں کو تمہارے حوالہ نہیں کر سکتا اور ایک قاصد مسلمانوں کے پاس ان کو بلانے کیلئے روانہ کیا، قاصد صحابہ کے پاس پہنچا اور بادشاہ کا پیغام پہنچایا۔

صحابہ کی حق گوئی اور بیباکی:

بادشاہ کے دربار کے لئے روانہ ہوتے وقت صحابہ میں سے کسی نے کہا کہ دربار میں پہنچ کر کیا کہو گے؟ مطلب یہ تھا کہ بادشاہ عیسائی ہے اور ہم مسلمان ہیں بہت سے عقائد میں ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف ہے، اس کے جواب میں صحابہ نے کہا ہم دربار میں وہی کہیں گے جو ہمارے نبی نے سکھایا ہے، صحابہ کی جماعت دربار میں پہنچی اور صرف سلام پر اکتفاء کیا، عام شاہی

آداب کے مطابق کسی نے بھی بادشاہ کو سجدہ نہیں کیا، شاہی مقربین کو مسلمانوں کا یہ طرز عمل بہت ناگوار گزرا، چنانچہ اسی وقت مسلمانوں سے سوال کر بیٹھے کہ آپ لوگوں نے بادشاہ کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ خود بادشاہ نے سوال کیا کہ تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے، اللہ کے رسول نے ہمیں یہی حکم دیا ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کو سجدہ نہ کریں، مسلمانوں نے یہ بھی کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح سلام کرتے ہیں اور آپس میں بھی، بادشاہ نے پوچھا کہ عیسائیت اور بت پرستی کے علاوہ کونسا دین ہے جو تم نے اختیار کیا ہے، صحابہ کی جماعت میں سے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جواب کے لئے اٹھے، اور ایسا الملک کہہ کر ایک ایسی تقریر دل پذیری کی کہ بادشاہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، نجاشی نے کہا اچھا اس کلام میں سے جو تمہارے پیغمبر پر نازل ہوا ہے سناؤ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ مریم کی ابتدائی آیتیں پڑھ کر سنائیں، یہی وہ موقع ہے جس کو **وَإِذَا سَمِعُوا الْخ** میں بیان کیا گیا ہے اور یہی واقعہ اس کا شان نزول ہے، مؤرخین اور سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ مذکورہ آیت کے مصداق شاہ حبشہ اصحمہ نجاشی متوفی ۹ھ اور اس کے وہ درباری ہیں جو مسیحی تھے، جب شاہ حبشہ اور درباریوں نے سورہ مریم کی آیتیں سنیں تو سب آب دیدہ ہو گئے، روتے روتے بادشاہ کی ڈاڑھی تر ہو گئی، جب حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلاوت ختم کر چکے تو نجاشی نے کہا یہ کلام اور وہ کلام جو عیسیٰ علیہ السلام لیکر آئے دونوں ایک ہی شمع دان سے نکلے ہوئے ہیں۔

نجاشی کا قریشی وفد کو دو ٹوک جواب:

شاہ حبشہ نے قریشی وفد سے صاف کہہ دیا کہ میں ان لوگوں کو ہرگز تمہارے حوالہ نہ کروں گا، جب قریشی وفد دربار سے بے نیل و مرام باہر نکلا تو عمرو بن العاص نے کہا کہ میں کل بادشاہ کے سامنے ایک ایسی بات پیش کروں گا کہ جس سے وہ ان لوگوں کو بالکل نیست و نابود کر دے گا، اگلے روز قریشی وفد نے دوبارہ دربار میں باریابی حاصل کی اس دوران عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا کہ اے بادشاہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں بہت سخت بات کہتے ہیں نجاشی نے دوبارہ صحابہ کرام کو بلا بھیجا، اس وقت صحابہ تشویش میں مبتلا ہو گئے جماعت میں سے کسی نے کہا اگر بادشاہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سوال کرے گا تو کیا جواب ہوگا؟ اس پر سب نے متفق ہو کر کہا خدا کی قسم ہم وہی کہیں گے جو اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا ہے،

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

نجاشی کے دربار میں مسلمانوں کی دوبارہ حاضری:

مسلمان نجاشی کے دربار میں پہنچے تو نجاشی نے دریافت کیا کہ تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے اور خدا کی خاص روح اور اس کا خاص کلمہ تھے، نجاشی نے

زمین سے ایک تکا اٹھا کر کہا، خدا کی قسم مسلمانوں نے جو کچھ کہا عیسیٰ علیہ السلام اس سے ایک تنکے کی مقدار بھی زائد نہیں، اگرچہ یہ بات بہت سے درباریوں کو ناگوار گذری مگر نجاشی نے اس کی پرواہ نہیں کی، اور کہا سونے کا ایک پہاڑ لے کر بھی تم کو ستانا پسند نہیں کرتا، اور حکم دیا کہ قریش کے تمام تحائف و ہدا یا واپس کر دیئے جائیں، اس کے بعد مسلمان حبشہ میں اطمینان و سکون کے ساتھ رہنے لگے، جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو ان میں اکثر لوگ خبر سنتے ہی حبشہ سے مدینہ منورہ واپس آ گئے، جن میں سے چوبیس (۲۴) آدمی غزوہ بدر میں شریک ہوئے، باقی ماندہ لوگ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں مدینہ منورہ فتح خیبر کے وقت حبشہ سے مدینہ پہنچے۔ (عیون الان)

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حبشہ سے مدینہ کو روانگی:

حضرت جعفر جب حبشہ سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے تو نجاشی نے سب کے لئے سواری اور زاد راہ دیا اور مزید براں کچھ ہدایا اور تحائف بھی دیئے اور ایک قاصد ہمراہ کر دیا اور یہ کہا میں نے جو کچھ آپ لوگوں کے ساتھ کیا ہے اس کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو دینا اور کہہ دینا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ بلا شبہ اللہ کے رسول ہیں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے لئے دعاء مغفرت فرمائیں، چنانچہ مسلمانوں کی جماعت نے مدینہ پہنچ کر پوری صورت حال اور سرگذشت آپ ﷺ کو سنائی اور نجاشی کا پیغام دعاء بھی پہنچایا آپ اسی وقت اٹھے اور وضو کیا اور تین بار یہ دعاء کی، اللھم اغفر للنجاشی، اے اللہ تو نجاشی کی مغفرت فرما اور سب مسلمانوں نے آمین کہی۔

وَنَزَلَ لِمَاهِم مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَن يُلَازِمُوا الصُّومَ وَالْقِيَامَ وَلَا يَفْرُقُوا النِّسَاءَ وَالطَّيِّبَ وَلَا يَأْكُلُوا اللَّحْمَ وَلَا يَنَامُوا عَلَى الْفِرَاشِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا تَجَاوَزُوا أَمْرَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٥٠﴾ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا مِّمَّا عَمِلُوا وَالْجَارُ وَالْمَجْرُورُ قَبْلَهُ حَالٌ مُتَعَلِّقٌ بِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾ لَا يُؤْخَذُ بِاللَّغْوِ الْكَائِنِ فِي إِيْمَانِكُمْ هُوَ مَا يَسْبِقُ إِلَيْهِ اللَّسَانُ مَن غَيْرِ قَصْدٍ الْحَلْفُ كَقَوْلِ الْإِنْسَانِ لَا وَاللَّهِ وَبَلَى وَاللَّهُ وَلَكِنْ يُؤْخَذُ بِمَا عَقَّدْتُمُ بِالْخَفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ وَفِي قِرَاءَةِ عَاقِدَتُمْ الْإِيمَانَ عَلَيْهِ بَأَن حَلَفْتُمْ عَنْ قَصْدٍ فَكَفَّارَتُهُ أَى الْيَمِينِ إِذَا حَبِثْتُمْ فِيهِ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ لِكُلِّ مَسْكِينٍ مُدٌّ مِّنْ أَوْسَطِ مَا تَطْعَمُونَ مِنْهُ أَهْلِيكُمْ أَى أَقْصَدِهِ وَأَغْلَبِهِ لَا أَغْلَاهُ وَلَا أَذْنَاهُ أَوْ كَسَوْنَهُمْ بِمَا يُسَمَّى كِسْوَةً كَقَمِيصٍ زِعْمَانَةٍ وَإِزَارٍ وَلَا يَكْفِي دَفْعُ مَا ذَكَرَ إِلَى مَسْكِينٍ وَاحِدٍ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ أَوْ تَحْرِيرُ عَتَقَ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ كَمَا فِي كَفَّارَةِ الْقَتْلِ وَالظَّهَارِ حَمْلًا لِلْمُطَلَّقِ عَلَى الْمُقَيَّدِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ وَاحِدًا مَّا ذَكَرَ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ كَفَّارَتُهُ وَظَاهِرُهُ أَنَّهُ لَا يُشْتَرَطُ التَّتَابُعُ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ ذَلِكَ الْمَذْكُورُ كَفَّارَةُ إِيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَحَبِثْتُمْ وَاحْفَظُوا إِيْمَانَكُمْ إِنْ

تَنكُثُوها مَالَمْ تَكُنْ عَلَىٰ فِعْلٍ بَرٍّ وَاصِلًا بَيْنَ النَّاسِ كَمَا فِي سُورَةِ الْبَقَرَةِ كَذَلِكَ اِىٰ مِثْلَ مَا بَيَّنَّ لَكُمْ مَا ذَكَرَ يَبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥﴾ عَلَىٰ ذَلِكَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ الْمُسْكِرُ الَّذِي يُخَابِرُ الْعَقْلَ وَالْمَيْسِرُ الْقِمَارُ وَالْأَنْصَابُ الْأَصْنَامُ وَالْأَزْوَاجُ قَدَاحٌ الْاِسْتِسْقَامُ رَحْسٌ خَبِيثٌ مُسْتَقْدَرٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ الَّذِي يُزَيِّنُهُ فَاجْتَنِبُوهُ اِىٰ الرَّجْسَ الْمَعْبَرُ بِهِ عَنْ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ أَنْ تَفْعَلُوهُ لَعَلَّكُمْ تَقْلِحُونَ ﴿٦﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ إِذَا أَتَيْتُمُوهُمَا لَمَّا يَخْضُلُ فِيهِمَا مِنَ الشَّرِّ وَالْفِتَنِ وَيَصْدَلُكُمْ بِالِاسْتِغَالِ بِهِمَا عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ خَصَّهُمَا بِالذِّكْرِ تَعْظِيمًا لَهُمَا فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْهَوُونَ ﴿٧﴾ عَنْ إِنِّيَانِهِمَا اِىٰ اِنْتَهَوْا وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا الْمَعَاصِيَ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ عَنْ الطَّاعَةِ فَأَعْمُوا إِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ﴿٨﴾ الْإِبْلَغُ الْبَيِّنُ وَجَزَاؤُكُمْ عَلَيْنَا لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعُمُوا أَكَلُوا مِنَ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قَبْلَ النَّحْرِمِ إِذَا مَا اتَّقَوْا الْمُحْرَمَاتِ وَأَمْنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ تَتَّقُوا وَأَمْنُوا ثَبَتُوا عَلَى التَّقْوَىٰ وَالْإِيمَانِ تَتَّقُوا وَأَحْسِنُوا الْعَمَلَ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿٩﴾ بِمَعْنَى أَنَّهُ يُبَيِّنُهُمْ.

ترجمہ: (آئندہ آیت) اس وقت نازل ہوئی جب صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے یہ ارادہ کر لیا کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھیں گے اور ہمیشہ نماز میں مشغول رہیں گے، اور عورتوں سے ہم بستر نہ ہوں گے اور نہ خوشبو کا استعمال کریں گے، اور نہ گوشت کھائیں گے اور نہ بستر پر سوئیں گے، اے ایمان والو! اللہ نے جو پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال کی ہیں ان کو حرام مت کرو اور حکم خداوندی سے تجاوز نہ کرو اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے جو حلال مرغوب چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے کھاؤ (حلالاً، کلوا کا) مفعول ہے اور اس کا ماقبل (مما رزقکم اللہ) کا متعلق مقدم حال ہے، اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہاری لغو (مہمل) قسموں پر مواخذہ نہیں کرے گا، لغو اس قسم کو کہتے ہیں جو بلا قصد سبقت لسانی سے سرزد ہو جائے، مثلاً لوگ کہتے ہیں، لا واللہ، اور بلی واللہ، مگر جو قسمیں تم جان بوجھ کر کھاتے ہو یعنی قصد اقسام کھاتے ہو (عقد قسم) میں تخفیف اور تشدید دونوں قراءتیں ہیں اور ایک قراءت میں عقاد قسم ہے تو ایسی قسم کا کفارہ جب تم اس میں حاث ہو جاؤ دس مسکینوں کو کھانا کھانا ہے ہر ایک مسکین کو ایک مد وہ اوسط درجہ کا کھانا ہے جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو، یعنی درمیانی درجہ کا، غالب حالات کے اعتبار سے، نہ بہت اعلیٰ اور نہ بہت ادنیٰ، یا انھیں کپڑے پہناؤ، وہ کپڑا جس کو (عرف میں) لباس کہا جائے، مثلاً قمیص، اور دستار، اور ازار، اور مذکورہ چیزیں ایک ہی مسکین کو دیدینا کافی نہیں ہے اور یہ (امام) شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے، یا ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے جیسا کہ کفارہ قتل اور کفارہ ظہار میں مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہوئے، جو شخص (مذکورہ تینوں) میں سے کسی پر قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کا کفارہ تین دن کے روزے ہیں اور اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تسلسل شرط نہیں ہے، اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں کھاؤ اور توڑ دو اور اپنی قسموں کی توڑنے سے حفاظت کیا کرو جبکہ قسم کسی کار خیر یا اصلاح بین الناس نہ کرنے پر نہ ہو،

جیسا کہ سورہ بقرہ میں ہے، اسی طرح جیسا کہ مذکورہ (احکام) تمہارے لئے بیان کئے اللہ تمہارے لئے اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم اس پر شکر ادا کرو اور ایمان والو یہ شراب جو عقل کو مستور کر دے اور جو اور بت اور قسمت آزمائی کے تیر خبیث گندے شیطانی عمل ہیں جن کو وہ آراستہ کر کے پیش کرتا ہے تم ان سے پرہیز کرو، یعنی اس گندگی سے پرہیز کرو جن کو ان ناموں سے تعبیر کیا ہے، امید ہے کہ تم کو فلاح نصیب ہوگی شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض و عداوت ڈال دے جب تم ان کا ارتکاب کرو، اس لئے کہ ان سے شر و فساد جنم لیتا ہے، اور تم کو ان میں مشغول کر کے اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے ان دونوں کی عظمت کی وجہ سے خاص طور پر انکو ذکر کیا ہے تو کیا تم ان چیزوں سے باز آ جاؤ گے؟ یعنی باز آ جاؤ، اللہ اور اس کے رسول کی بات مانو اور معاصی سے باز آ جاؤ اور اگر تم اس کی طاعت سے حکم عدوی کرو گے تو جان لو ہمارے رسول پر صاف صاف (حکم) پہنچا دینا ہے اور بس، اور تم کو جزاء دینا ہماری ذمہ داری ہے، جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرنے لگے، انہوں نے حرمت سے پہلے شراب اور (مال) قمار میں سے جو کچھ کھایا پیا اس پر گرفت نہ ہوگی بشرطیکہ (آئندہ) حرام کردہ چیزوں سے بچے رہیں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک عمل کرتے رہیں پھر تقویٰ اور ایمان پر ثابت قدم رہیں پھر (ممنوعات) سے اجتناب کریں اور نیک اعمال کریں اور اللہ تعالیٰ نیک کرداروں کو پسند کرتے ہیں بایں معنی کہ ان کو اس کا اجر عطا فرمائیں گے۔

تَحْقِيقُ تَرْكِيْبِ تَسْبِيْحٍ وَ تَفْسِيْرِيْ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: مُفْعُولٌ وَالْجَارُ وَالْمَجْرُورُ قَبْلَهُ، حَالٌ مُتَعَلِّقٌ بِهِ خَلَا لَا طَيِّبًا موصوف صفت سے ملکر کُلُّوا کا مفعول بہ ہے اور مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ حلالا سے متعلق ہو کر حال مقدم ہے تقدیر عبارت یہ ہے، کُلُّوا شَيْئًا خَلَالًا طَيِّبًا حال کو نہ مما رَزَقْنَاكُمْ اللَّهُ، اسلئے کہ مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ در اصل نکرہ کی صفت ہونے کی وجہ سے مقدم ہو کر حال واقع ہے، مفسر علام نے مذکورہ عبارت سے اسی ترکیب کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قَوْلُهُ: الْكَائِنُ، اس میں اشارہ ہے کہ فی اَيْمَانِكُمْ، اللغو کی صفت ہے نہ کہ حال۔

قَوْلُهُ: مَا يَسْبِقُ اِلَيْهِ اللِّسَانُ مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ، یہ امام شافعی رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی کا مذہب ہے۔

قَوْلُهُ: بِمَا عَقَّدْتُمُ اٰی وَ تَقْتُمُ بِالْاٰیَةِ وَالْقَصْدُ. عَقَّدْتُمْ، تعقید (تفعیل) سے ماضی جمع مذکر حاضر تم نے گرہ لگائی تم نے پختہ عہد کیا۔

قَوْلُهُ: عَلَيْهِ، اس میں اشارہ ہے مَا عَقَّدْتُمْ، میں ما، موصولہ ہے اور عَقَّدْتُمْ الْاٰیْمَانُ جملہ ہو کر صلہ ہے، اور جب صلہ جملہ ہوتا ہے تو اس میں ضمیر عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور وہ علیہ ہے۔

قَوْلُهُ: اِذَا حَنَنْتُمْ، اس میں اشارہ ہے کہ نفسِ یمین و جب کفارہ کا سبب نہیں ہے بلکہ قسم توڑنا کفارہ کا سبب ہے۔

قَوْلًا: مُؤْمِنَةً، هذا عند الشافعي.

قَوْلًا: مُد، ایک مدی مقدار ۶۸ تولہ ۳ ماشہ یا ۹۶۱ گرام ۶۸ ملی گرام ہوتی ہے۔

قَوْلًا: كَفَّارَتُهُ، اس میں اشارہ ہے کہ فصیام، مبتداء ہے اور کفّارۃ اس کی خبر محذوف ہے۔

قَوْلًا: خَبِثَتْ مُسْتَقْدَرٌ، الرجس کے معنی اکثر کے نزدیک نجس کے ہیں، اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ رجس معنی اسم جمع ہے یہی وجہ ہے کہ مفرد ہونے کے باوجود متعدد کی خبر واقع ہے، مفسر علام نے مستقندر کا اضافہ کر کے اشارہ کر دیا کہ جس سے مراد نجس طبعی نہیں ہے بلکہ نجس عقلی ہے، زجاج نے کہا کہ کہ رجس فتحہ راء اور کسرہ راء کے ساتھ ہر عمل قبیح کو کہتے ہیں۔

قَوْلًا: الرجس، یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سَوَال: اجْتَنِبُوهُ، کی ضمیر متعدد یعنی ماقبل میں مذکور چار چیزوں کی طرف راجع ہے حالانکہ ضمیر واحد ہے۔

جَوَاب: ضمیر واحد کا مرجع الرجس ہے جو اسم جمع ہونے کی وجہ سے حکم میں متعدد کے ہے، مفسر علام نے اَنْ تَقْطُوهُ، اِذَا اتَيْتُمُوهُمَا، بالاشتغال، ان تینوں کلموں کا اضافہ کر کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ منع اور حکم کا تعلق افعال سے ہوتا ہے نہ کہ ذوات و اعیان سے۔

قَوْلًا: ثَبَّتُوا مفسر علام نے ثَبَّتُوا کا اضافہ دفع تکرار کے لئے کیا ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْح

رابط آیات:

اوپر قریبی آیات میں رہبانیت کا مدح و ستائش کے طور پر ذکر آیا تھا احتمال تھا کہ کہیں مسلمان بھی اس کو قابل مدح و ستائش نہ سمجھ لیں اسی مناسبت سے حلال چیزوں کو حرام سمجھنے کی ممانعت کا ذکر فرمایا۔

شان نزول:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرُمُوا طَيِّبَاتِ (الآية) ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں متعدد واقعات احادیث میں مروی ہیں، ممکن ہے کہ یہ سب ہی واقعات نزول کا سبب ہوئے ہوں۔

پہلا واقعہ:

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ ایک روز عبد اللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے گھر ان کی عدم موجودگی میں ایک مہمان آیا، عبد اللہ ابن رواحہ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھے تاخیر سے گھر لوٹے تو معلوم ہوا کہ ان کی اہلیہ نے

ان کے انتظار میں مہمان کو کھانا نہیں کھلایا عبداللہ ابن رواحہ کو اس سے ناگواری ہوئی اور کھانا نہ کھانے کی، ہُوَ حرام علیّی، کہ کر قسم کھالی یہ صورت حال دیکھ کر ان کی اہلیہ نے بھی ہُوَ حرام علیّی کہ کر قسم کھالی جب مہمان نے دیکھا کہ عبداللہ ابن رواحہ اور ان کی اہلیہ نے کھانا نہ کھانے کی قسم کھالی ہے تو اس نے بھی ہُوَ حرام علیّی، کہہ کر قسم کھالی، جب عبداللہ ابن رواحہ نے دیکھا کہ مہمان نے بھی قسم کھالی تو انہوں نے ہاتھ بڑھایا اور فرمایا کسلوا بسم اللہ، اور پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی خبر دی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”قَدْ أَصَبْتَ“ تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (فتح القدیر شوکانی)

دوسرا واقعہ:

ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا یا رسول اللہ جب میں گوشت کھاتا ہوں تو مجھے شہوت کا زور ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے میں نے گوشت کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے، تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (ایضاً)

تیسرا واقعہ:

ایک روز صحابہ کے مجمع میں حضور اقدس ﷺ نے آخرت کی زندگی اور حالات پر نہایت اثر انگیز تقریر فرمائی، اس کا اثر یہ ہوا کہ تقریباً دس صحابہ کرام حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر جمع ہوئے اور باہمی مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ آئندہ دنیا کو بالکل ترک کر دیں گے، ٹائٹ کالباں پہنیں گے، زمین پر لیٹیں گے، گوشت کو ہاتھ نہ لگائیں گے، بال بچوں سے کوئی واسطہ نہ رکھیں گے دن بھر روزے رکھا کریں گے اور شب بیداری کریں گے، اس کی اطلاع آپ ﷺ کو ہو گئی تو ان لوگوں کو آپ ﷺ نے بلا بھیجا جب یہ حضرات حاضر خدمت ہو گئے تو آپ نے واقعہ کی تصدیق چاہی ان لوگوں نے اس کی تصدیق کر دی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں روزہ رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں، اور عورتوں سے ہم بستر بھی ہوتا ہوں، لہذا جس نے میرا طریقہ اختیار کیا وہ میرا ہے اور جس نے میرا طریقہ اختیار نہ کیا وہ میرا نہیں، اس قسم کا واقعہ صحیحین میں بھی مذکور ہے مگر ان میں مذکورہ آیت کا شان نزول ہونے کی صراحت نہیں ہے۔ (فتح القدیر شوکانی)

مذکورہ آیت کا مطالبہ:

اس آیت میں خاص طور پر دو باتیں ذکر کی گئی ہیں، ایک یہ کہ خود حلال و حرام کے مختار نہ بنو، حلال وہی ہے جو اللہ نے حلال کیا اور حرام وہی ہے جو اللہ نے حرام کیا، اپنے اختیار سے کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرو گے تو قانون الہی کے پیرو ہونے کے بجائے قانون نفس کے پیرو قرار پاؤ گے۔

دوسری بات یہ کہ عیسائی راہبوں، ہندو جوگیوں، بدھ مذہب کے بھکشوؤں کی طرح رہبانیت اور قطع لذت کا طریقہ

اختیار نہ کرو، مذہبی ذہنیت کے نیک مزاج لوگوں میں ہمیشہ سے یہ میلان رہا ہے کہ نفس و جسم کے حقوق ادا کرنے کو روحانی ترقی میں مانع سمجھتے ہیں۔ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالنا، اپنے نفس کو دنیوی لذتوں سے محروم کرنا اور دنیا کے سامان راحت سے رشتہ توڑ لینا بجائے خود ایک نیکی ہے، اور خدا کا تقرب اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، مابقی میں مذکور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں بھی بعض لوگ ایسے تھے جو اسی قسم کی ذہنیت رکھتے تھے، جب آنحضرت ﷺ کو بعض صحابہ کے بارے میں گوشہ گیری اور عزلت نشینی کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا ضبط نفس کے لئے میرے یہاں روزہ ہے اور رہبانیت کے سارے فائدے جہاد سے حل ہوتے ہیں، اللہ کی بندگی کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو حج و عمرہ کرو نماز قائم کرو روزہ کو ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو، تم سے پہلے جو لوگ ہلاک ہوئے وہ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اپنے اوپر سختی کی، اور جب انہوں نے خود اپنے اوپر سختی کی تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی۔

قسم کی اقسام اور ان کے احکام:

لا یؤاخذکم باللغو الکاثر فی ایمانکم۔

پہلی قسم یمین لغو:

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ تکیہ کلام کے طور پر بلا ارادہ قسم کھایا کرتے ہیں، ہر بات میں واللہ، باللہ، تاللہ، ان کے زبان سے نکل جاتا ہے، اسی طرح ایک شخص کسی بات کو سچ سمجھ کر قسم کھاتا ہے حالانکہ وہ بات غلط ہے، اس قسم کی قسموں کو یمین لغو کہتے ہیں یعنی مہمل قسم اس قسم کی قسموں کا کوئی کفارہ نہیں ہے۔

دوسری قسم یمین غموس:

اگر گذشتہ واقعہ پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائے اس قسم کو فقہاء کی اصطلاح میں یمین غموس کہتے ہیں، یہ جھوٹی قسم سخت گناہ کبیرہ ہے البتہ اس پر بھی کوئی کفارہ واجب نہیں ہوتا اس سے استغفار لازم ہے، کیونکہ اس قسم کی قسم کھانیوالا گناہ میں ڈوب جاتا ہے اسی لئے اس کو یمین غموس کہتے ہیں غموس کے معنی ڈوبنے کے ہیں۔

تیسری قسم یمین منعقدہ:

یمین منعقدہ یہ ہے کہ زمانہ آئندہ میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں قسم کھائے، اس قسم کا حکم یہ ہے کہ اس قسم کو توڑنے کی صورت میں کفارہ واجب ہوتا ہے یہ بعض صورتوں میں گناہ بھی ہوتا ہے۔

اس جگہ قرآن کریم کی مذکورہ آیت میں بظاہر لغو، سے یہی یمین لغو مراد ہے جس پر کفارہ واجب نہیں خواہ گناہ ہو یا نہ ہو اس لئے

کہ اس کے بالمقابل عقدتم الایمان مذکور ہے۔

کفارہ قسم:

فکفاراتہ اطعام عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون اہلیکم او کسوتہم أو تحریر رقبة، یعنی مذکورہ تین کاموں میں سے کوئی ایک اپنے اختیار سے کر لیا جائے اول یہ کہ دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا دونوں وقت کھانا کھلانا یا یہ کہ دس مسکینوں کو بقدر ستر پوش کپڑا دیدیا جائے مثلاً ایک لمبا کرتہ پانچجامہ یا تہہ بند، یا ایک غلام آزاد کر دیا جائے، اگر مذکورہ مالی کفارہ کے ادا کرنے پر قدرت نہ ہو تو پھر تین دن کے روزے رکھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر ائمہ کے نزدیک یہ تین روزے مسلسل رکھنے ہوں گے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمِیْسِرُ، شراب کے بارے میں یہ تیسرا حکم ہے پہلے اور دوسرے حکم میں صاف طور پر ممانعت نہیں فرمائی گئی، لیکن یہاں اسے اور اس کے ساتھ جوا، پرستش گاہوں (تھانوں) اور فال کے تیروں کو جس (پلید) اور شیطانی کام قرار دیکر صاف لفظوں میں ان سے اجتناب کا حکم دیدیا گیا ہے، اس کے علاوہ اس آیت میں شراب اور جوئے کے مزید نقصانات بیان کر کے سوال کیا گیا ہے کہ اب بھی باز آؤ گے یا نہیں؟ مقصد ایمان کی آزمائش ہے، چنانچہ جواہل ایمان تھے وہ منشاء الہی سمجھ گئے اور اس کی قطعی حرمت کے قائل ہو گئے، اور کہہ اٹھے، ”اِنْتَهٰیْنَا رَبَّنَا“ اے ہمارے پروردگار ہم باز آ گئے۔

اِنَّمَا یُرِیدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یَّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ، یہ شراب اور جوئے کے مزید معاشرتی اور دینی نقصانات کا بیان ہے جو محتاج وضاحت نہیں، اسی لئے شراب کو ام الخبائث کہا جاتا ہے، اور جوا بھی ایسی بری لت ہے کہ یہ انسان کو کسی کام کا نہیں چھوڑتی اور بسا اوقات رئیس زادوں اور پشتینی جاگیرداروں کو مفلس و قلاش بنا دیتی ہے۔

جوا شراب کی دنیوی مضرتیں:

شراب نوشی اور قمار بازی کی دنیاوی مضرتوں اور اخلاقی قباحتوں کو اگر لکھا جائے تو ایک بڑا دفتر تیار ہو سکتا، قرآن مجید نے یہاں ان کی صرف سب سے بڑی مضرت خانہ جنگی کی طرف اشارہ کیا ہے شراب و قمار دونوں کے مضراثرات شر و فساد کی شکل میں روزانہ مشاہدے میں آتے ہیں، شراب نوشی اور جرائم میں قریبی بلکہ چولی دامن کا ساتھ ہے آج ماہرین کے فراہم کردہ اعداد و شمار سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی ہے کہ شراب و جوا کا جرائم سے بہت قریبی تعلق ہے جوئے اور شراب نوشی کی لت میں پڑ کر بڑے بڑے مشاہیر و اکابر کا اپنی دولت عزت حتیٰ کہ سلطنت تک گنوا بیٹھنا ہندوستان کی قدیم ترین تاریخی قصہ مہا بھارت سے ظاہر ہے۔

عرب جاہلیت کے مہذب باشندے ان دونوں بلاؤں میں بری طرح مبتلا تھے ٹھیک اسی طرح جس طرح آج فرنگ کی مہذب آبادی پر بھی یہ دونوں بلائیں بری طرح مسلط ہیں۔

شان نزول:

لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات، لباب میں مسند احمد سے بروایت ابو ہریرہ منقول ہے کہ جب مذکورہ آیت میں تحریم خمر و میسر نازل ہوئی تو بعض لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ بہت سے لوگ جو کہ شراب پیتے تھے اور قمار کا مال کھاتے تھے، تحریم سے پہلے مر گئے ان کا کیا حال ہوگا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَبِئْسَ الَّذِي تَخْتَرُونَ لَكُمْ مِنَ الصَّيْدِ تَأْلَاهُ أَي الصَّغَارُ مِنْهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاكُمُ الْكِبَارُ مِنْهُ وَكَانَ ذَلِكَ بِالْحَدِيثِ وَهُمْ مُخْرِمُونَ فَكَانَتْ الْوُحْشُ وَالطَّيْرُ تَغْشَاهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ عِلْمَ ظُهُورٍ مِنْ تَخَافُ بِالْغَيْبِ حَالُ أَي غَائِبًا لَمْ يَرَهُ فَيَجْتَنِبُ الصَّيْدَ فَمَنْ أَعَدَّى بِعَدْلِكَ النَّهْيُ عَنْهُ فَاصْطَادَهُ فَلَهُ عَذَابُ الْيَمِّ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ مُخْرِمُونَ بِحَجِّ أَوْ عُمْرَةٍ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ بِالتَّنَوُّنِ وَرَفَعَ مَا بَعْدَهُ أَي فَعَلِيهِ جَزَاءٌ هُوَ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ أَي شِبْهَهُ فِي الْخَلْقِ وَفِي قِرَاءَةٍ بِإِضَافَةٍ جَزَاءٌ يُحْكَمُ بِهِ أَي بِالْمِثْلِ رَجُلَانِ ذُو عَدْلٍ مِنْكُمْ لِهَمَا فِطْنَةً يُمَيِّزَانِ بَهَا أَشْبَهَ الْأَشْيَاءِ بِهِ وَقَدْ حَكَّمَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعُمَرُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ فِي النَّعَامَةِ بَبَدَنِهِ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابُو عُبَيْدَةَ فِي بَقَرِ الْوُحْشِ وَجَمَارِهِ بِبَقَرَةٍ وَابْنُ عُمرٍ وَابْنُ عُوفٍ فِي الظَّبْيِ بِشَاةٍ وَحَكَّمَ بَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ وَعُمَرُ وَغَيْرُهُمَا فِي الْحَمَامِ لِأَنَّهُ يُشَبِّهُهَا فِي الْعَبِّ هَدِيًّا حَالٌ مِنْ جَزَاءِ بَلْعِ الْكَعْبَةِ أَي يُبْلَغُ بِهِ الْحَرَمُ فَيُذْبَحُ فِيهِ وَيُتَصَدَّقُ بِهِ عَلَى مَسَاكِينِهِ وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُذْبَحَ حَيْثُ كَانَ وَنَضْبُهُ نَعْتًا لِمَا قَبْلَهُ وَإِنْ أَضِيفَ لِأَنَّ إِضَافَتَهُ لَفْظِيَّةٌ لَا تَقْبَلُ تَعْرِيفًا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِلصَّيْدِ مِثْلٌ مِنَ النَّعَمِ كَالْعُصْفُورِ وَالْجَرَادِ فَعَلِيهِ قِيَمَتُهُ أَوْ عَلَيْهِ كَفَّارَةٌ غَيْرُ الْجَزَاءِ وَإِنْ وَجَدَهُ هِيَ طَعَامُ مُسْلِكِينَ مِنْ غَالِبِ قُوَّةِ الْبَلَدِ بِمَا يُسَاوِي الْجَزَاءَ لِكُلِّ مُسْكِينٍ مُدٌّ وَفِي قِرَاءَةٍ بِإِضَافَةٍ كَفَّارَةٌ لِمَا بَعْدَهُ وَهِيَ لِلْبَيَانِ أَوْ عَلَيْهِ عَذْلٌ مِثْلُ ذَلِكَ الطَّعَامِ صِيَامًا يَصُومُهُ عَنْ كُلِّ مِدٍّ يَوْمًا وَإِنْ وَجَدَهُ وَجَبَ ذَلِكَ عَلَيْهِ لِيَذْوَ بَالٍ ثَقُلَ جَزَاءُ أَمْرٍ الَّذِي فَعَلَهُ عَفَا اللَّهُ عَنْكَ سَلَفٌ مَنْ قَتَلَ الصَّيْدَ قَبْلَ تَحْرِيمِهِ وَمَنْ عَدَا عَلَيْهِ فَيَتَّقِمُ اللَّهُ مِنْهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ دَوَائِقُ الْقَامِرِ ۝ بِمَنْ عَصَاهُ وَالْحَقُّ بِقَتْلِهِ مُتَعَمِّدًا فِيمَا ذَكَرَ الْخَطَأُ أَحَلَّ لَكُمْ إِيَّهَا النَّاسُ خَلَالًا كُنْتُمْ أَوْ مُخْرِمِينَ صَيْدُ الْبَحْرِ أَنْ تَأْكُلُوهُ وَهُوَ مَا لَا يَعْيشُ إِلَّا فِيهِ كَالسَّمَكِ بِخِلَافِ مَا يَعْيشُ فِيهِ فِي الْبَرِّ كَالسَّرَطَانِ وَطَعَامُهُ مَا يُقَذَّفُهُ إِلَى السَّاحِلِ مَيِّتًا مَتَلًا تَمْتَعًا لَكُمْ تَأْكُلُونَهُ وَالسَّيَّارَةُ الْمُسَافِرِينَ مِنْكُمْ يَتَزَوَّدُونَ وَحُرِّمَ عَلَيْهِمْ صَيْدُ الْبَرِّ وَهُوَ مَا يَعْيشُ فِيهِ مِنَ الْوُحْشِ الْمَاكُولِ أَنْ تَصِيدُوهُ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا فَلَوْ صَادَهُ حَلَالٌ فَلِلْمُحْرَمِ أَكَلُهُ كَمَا بَيَّنَّتْهُ السُّنَّةُ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ الْمُحَرَّمَ قِيَمًا لِلنَّاسِ يَقُومُ بِهِ أَمْرُ دِينِهِمْ بِالْحَجِّ إِلَيْهِ وَدُنْيَاهُمْ بِأَنْسٍ دَاخِلِهِ

وعدم التعرض له وجبى ثمرات كل شيء اليه وفى قراءة قِيَمًا بِلَا الف مُصَدَّرُ قَامَ غَيْثُهُ مُعْتَلٌّ
وَالشَّهْرُ الْحَرَامُ بِمَعْنَى الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمَحْرَمِ وَرَجَبٌ قِيَامًا لَهُمْ بِأَمْنِهِمُ الْقِتَالِ
فِيهَا وَالْهَدْيُ وَالْقَلَاكِدُ قِيَامًا لَهُمْ بِأَمْنٍ صَاحِبِهِمَا مِنَ التَّعَرُّضِ لَهُ ذَلِكَ الْجَعْلُ الْمَذْكُورُ
لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ فَإِنَّ فِعْلَهُ ذَلِكَ لِيَجْلِبَ الْمَصَالِحُ لَكُمْ
أَوْ دَفْعَ الْمَضَارِّ عَنْكُمْ قَبْلَ وَقُوعِهَا دَلِيلٌ عَلَى عِلْمِهِ بِمَا فِي الْوُجُودِ وَمَا هُوَ كَائِنٌ ۝ اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ
لَا عُدَائِهِ وَأَنَّ اللَّهَ عَفُورٌ لَا يَلِيَّائِهِ تَجِمْ ۝ بِهِمْ مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ ۝ الْإِبْلَاحُ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ
تُظْهِرُونَ مِنَ الْعَمَلِ وَمَا تَكْتُمُونَ ۝ تُخْفُونَ مِنْهُ فَيَجَازِيكُمْ بِهِ قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ الْحَرَامُ وَالطَّيِّبُ
الْحَلَالُ وَلَوْ أَنَّجَبْتَ كَثْرَةَ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي تَرْكِهِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ تَفُوزُونَ.

۳۰

ترجمہ:

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تم کو ایک چیز سے ضرور آزمائے گا جس کو وہ تمہارے لئے بھیجے گا، اور وہ چھوٹا شکار ہے، جس تک تمہاری رسائی ہوگی اور ان میں سے بڑے (شکار) تمہارے نیزوں کی زد میں ہوں گے، اور ایسا حدیبیہ کے مقام پر ہوا حال یہ ہے کہ وہ حالت احرام میں تھے، وحشی جانور اور پرندے ان کے خیموں میں ان کے پاس بکثرت آتے تھے تاکہ اللہ علم ظہور کے اعتبار سے یہ دیکھے کہ کون اس سے غائبانہ طور پر ڈرتا ہے (بالغیب) بخلافہ کی ضمیر سے حال ہے کہ وہ اس کو بغیر دیکھے اس سے غائبانہ ڈرتا ہے، جس کی وجہ سے وہ شکار سے اجتناب کرتا ہے پھر جس نے اس کی (یعنی) شکار کی ممانعت کے بعد حد سے تجاوز کیا، اور شکار کیا، تو اس کے لئے دردناک سزا ہے، اے ایمان والو! حج یا عمرہ کے لئے حالت احرام میں شکار نہ کرو، اور اگر تم میں سے کسی نے جان بوجھ کر شکار کیا تو اس پر شکار کئے ہوئے جانور کے مثل کی جزاء ہے، جزاء کی تینوں کے ساتھ، اور اس کے بعد (یعنی قتل) کے رفع کے ساتھ ہے، یعنی اس پر جزاء ہے، (اور) وہ جزاء مقتول جانور کے مثل ہے یعنی جو خلقت میں اس کے مشابہ ہو، اور ایک قراءت میں جزاء کی مثل کی جانب اضافت کے ساتھ ہے، اس مثل کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں کہ جن کو سمجھ (تجربہ) ہو جس کے ذریعہ چیزوں کے مشابہ بالصيد ہونے کی تمیز کر سکیں، اور ابن عباس اور علی رضی اللہ عنہما نے شتر مرغ میں بدنہ کا حکم دیا ہے، اور ابن عباس اور ابو عبیدہ نے نیل گائے اور حمار وحشی میں گائے کا حکم دیا ہے اور ابن عمر اور ابن عوف نے ہرن میں بکری کا حکم دیا ہے اور ابن عمر وغیرہ نے بکری میں بکری کا حکم دیا ہے، اس لئے کہ بکری پانی چوس کر نہ پینے میں بکری کے مشابہ ہوتا ہے حال یہ کہ وہ جزاء ہدی ہے ہڈیا جزاء سے حال ہے کہ اس کو حرم میں پہنچایا جائے تاکہ حرم میں ذبح کیا جائے، اور اس کو حرم کے مسکینوں پر صدقہ کر دیا جائے، اور جہاں چاہے وہاں ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور (بالغ الكعبة) کا نصب اپنے ما قبل (ہدیا) کی صفت ہونے کی وجہ سے ہے اگرچہ (بالغ الكعبة) میں اضافت ہے، اسلئے کہ یہ اضافت لفظیہ ہے جو تعریف کا فائدہ نہیں دیتی اور اگر شکار کا جانوروں (موشیوں) میں مثل نہ ہو مثلاً چڑیا، بڈی تو (شکار کرنے والے پر) اس کی

قیمت واجب ہوگی، یا اس پر کفارہ ہے نہ کہ جزاء، اگرچہ اس کی جزاء دستیاب ہو اور وہ کفارہ مساکین کا کھانا ہے، شہر کی غالب غذا سے جو جزاء (کی قیمت) کے مساوی ہو ہر مسکین کو ایک مڈ، اور ایک قراءت میں کفّارۃ کی اس کے مابعد کی طرف اضافت کے ساتھ ہے، اور یہ اضافت بیانہ ہوگی، یا اس کے اوپر اس طعام کے مساوی روزے ہیں ہر مڈ کے عوض ایک روزہ، اگرچہ غلہ دستیاب ہو یہ اس پر واجب ہے تاکہ یہ شخص اپنے فعل کی جزاء کا (مزا) چکھے، شکار کے قتل کی حرمت سے پہلے جو قتل صید صادر ہو گیا اللہ نے اس کو معاف کر دیا اور جس نے اللہ سے عداوت رکھی اللہ اس سے انتقام لے گا اللہ اپنے امر میں غالب اور اپنی نافرمانی کرنے والوں سے انتقام لینے والا ہے شکار کے قصد امارنے کے مذکورہ حکم میں خطا امارنے کے حکم کو شامل کر دیا گیا ہے، اے لوگو تمہارے لئے دریائی شکار یعنی اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے خواہ تم غیر محرم ہو یا محرم، اور دریائی جانور وہ ہے جو دریا ہی میں رہتے ہیں مثلاً مچھلی بخلاف اسکے جو دریا اور خشکی دونوں جگہ رہتے ہیں مثلاً کیکڑ اور دریا کا کھانا یعنی مردار حلال کر دیا گیا ہے اور (دریا کا طعام) وہ ہے کہ جس کو دریا مردہ کر کے ساحل پر ڈال دے تمہارے فائدے کے لئے کہ تم اس کو کھاؤ اور تم میں سے مسافروں کے لئے کہ وہ اس کو اپنا زاد راہ بنائیں، اور تمہارے لئے خشکی کے جانوروں کا شکار حرام کر دیا گیا ہے اور (خشکی کا شکار) غیر مانوس ماکول (حلال) جانور ہے جب تک کہ تم حالت احرام میں ہو پس اگر اس کا شکار غیر محرم نے کیا ہو تو محرم کے لئے اس کا کھانا جائز ہے جیسا کہ سنت (حدیث) نے بیان کیا ہے اور اس اللہ سے ڈرتے رہو کہ جس کے حضور تم سب کو جمع کیا جائیگا، اور اللہ نے کعبہ (یعنی) بیت محترم کو لوگوں کے حالات درست کرنے کا ذریعہ بنا دیا ہے کہ اس کی بدولت اپنے دینی معاملہ کوچ کے ذریعہ درست کرتے ہیں، اور اپنے دنیوی معاملات کو حرم میں داخل ہونے والے کے امن کے ساتھ داخل ہونے کی وجہ سے اور اس سے کسی کے تعرض نہ کرنے کی وجہ سے درست کرتے ہیں، اور ہرشی کی پیداوار اس کی طرف کھنچی چلی آتی ہے، اور ایک قراءت میں قِیمًا بغیر الف کے قام کا مصدر ہے اس کا عین کلمہ معتل ہے، اور الشّہر الحرام، الا شّہر الحُرُم، کے معنی میں ہے، (اور وہ) ذوالقعدہ ذوالحجہ اور محرم اور ربیعہ ہیں، ان مہینوں میں ان کے قتال سے مامون رہنے کی وجہ سے (یہ مہینے اشہر الحرم کہلاتے ہیں) اور ہدی (کے جانور) کو اور ان جانوروں کو بھی کہ جن کے گلے میں پٹے ہوں ان کے حالات درست کرنے کا ذریعہ بنا دیا ہے مذکورہ دونوں کے مالکوں کے تعرض سے مامون رہنے کی وجہ سے یہ فعل مذکور اس لئے ہے تاکہ تم اس بات کا یقین کر لو کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ ان سب کا جاننے والا ہے، بلاشبہ اس جعل مذکور تمہارے حصول مصلحت یا تم سے دفع مضرت کے لئے اس کے واقع ہونے سے پہلے کر نایہ دلیل ہے موجودہ چیزوں اور آئندہ چیزوں سے اس کے واقف ہونے کی خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو سخت عذاب دینے والا ہے اور اللہ اپنے دوستوں کو معاف کرنے والا ہے اور ان پر رحم کرنے والا ہے اور رسول کی ذمہ داری ہم لوگوں تک پیغام دینا ہے اور وہ اس عمل کو خوب جانتا ہے جس کو تم ظاہر کرتے ہو، اور جس کو تم پوشیدہ رکھتے ہو تو وہ تم کو اس پر جزاء دے گا، آپ کہتے کہ حرام اور حلال برابر نہیں ہو سکتا، اگرچہ حرام کی کثرت آپ کو تعجب میں ڈال دے تو اے عظیمندو اس کے ترک کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

تحقیق و ترکیب تسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: حَالٌ، بِالْغَيْبِ، مَنْ مَوْصُولٌ مِنْ حَالٍ هُوَ مَنْ لَا يَخَافُهُ كِثْمِيرٌ وَرَنَةٌ تَوَالِدُ تَعَالَى كَاغَائِبٌ هُوَ لَا زَمَّ آيُكَ، غَائِبًا مِنْ أَسَى كِطْرَفِ اِشَارَهٗ هُوَ، اَوْرِبَالْغَيْبِ غَائِبًا كَمَعْنَى مِثْلٍ هُوَ، لَمْ يَرَوْهُ بِالْغَيْبِ كِتَفْسِيرِ هُوَ۔

قَوْلُهُ: فَعَلَيْهِ جَزَاءُ۔

سُؤَالُ: فَعَلَيْهِ كِاِضَافَةٍ كَاِیَافَاكِدَهٗ هُوَ؟

جَوَابُ: اِسْ كِاِضَافَةٍ كَامَقْصِدِ اِسْ سَوَالِ كَاِجَوَابِ هُوَ كِهٖ جَزَاءُ مِیْشِ جَمْلَهٗ هُوَتِی هُوَ حَالَانْ كِهٖ مِیْہَا جَمْلَهٗ نِیْسِ هُوَ اِجَوَابِ كَاِحَاصِلِ یَہٗ ہُوَ كِهٖ جَزَاءُ اَصْلِ مِثْلِ عَلَیْہِ جَزَاءُ ہُوَ جَوَہٗ جَمْلَهٗ ہُوَ۔

قَوْلُهُ: يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ۔

سُؤَالُ: ذَوَا عَدْلٍ يَحْكُمُ كَاِفَاعِلِ وَاقِعِ هُوَ ہَاہُوَ حَالَانْ كِهٖ صِفَتِ كَاِفَاعِلِ وَاقِعِ ہُوَنَا صَحْحِ نِیْسِ ہُوَ؟

جَوَابُ: یَحْكُمُ، كَاِفَاعِلِ مَحْذُوفِ ہُوَ عِنِّ رِجْلَانِ، مَفْسَرٌ عَلَامُ نِیْ رِجْلَانِ مَحْذُوفِ مَانِ كِرَاسِ اِجَوَابِ كِطْرَفِ اِشَارَهٗ كِیَا ہُوَ عِنِّ رِجْلَانِ ذَوَا عَدْلٍ، مَوْصُوفِ صِفَتِ مَلِّ كِرِیْحَكُمُ كَاِفَاعِلِ ہُوَ۔

قَوْلُهُ: وَإِنْ وَجَدَهُ أَيْ الْجَزَاءِ، اِسْ مِثْلِ اِسْ بَاتِ كِطْرَفِ اِشَارَهٗ ہُوَ كِهٖ اَوْ عَلَیْہِ كِفَارَةٌ، مِثْلِ اَوْ تَخْیِیْرِ كِلَیْ لَہٗ ہُوَ نَہٗ كِتَرْتِیْبِ كِلَیْ۔

قَوْلُهُ: وَهِيَ لِلْبَيَانِ، لَعْنَتِ كِفَارَةِ كِطَعَامِ كِطْرَفِ اِضَافَتِ كِصُورَتِ مِثْلِ اِضَافَتِ بَیَانِیَہٗ ہُوَی كِهٖیَا كِهٖ خَاتَمِ فَضْیَہٗ مِثْلِ اِضَافَتِ بَیَانِیَہٗ ہُوَ۔

قَوْلُهُ: اَنْ تَاْكُلُوْهُ، صِیْدِ الْبَحْرِ كِتَفْسِيرِ تَاْكُلُوْهُ سِیْ كِرَہٗ اِشَارَهٗ كِرَدِیَا كِهٖ صِیْدِ سِیْ مَرَادِ شَاكِرِ كَاِجَانُورِ ہُوَ نَہٗ كِهٖ فَعْلِ اِصْطِیَا، اِسْ لَیْ اِسْ كِہٖ سَاِثَہٗ لَفْظِ اَكْلِ مَقْدَرِ مَانَا ضَرْوَرِیَ ہُوَ اِسْلَیْ كِهٖ نَفْسِ حِیَوَانِ اِپْنِیْ ذَاتِ كِہٖ اِعتِبَارِ سِیْ حِلَّتِ وَحَرْمَتِ كِہٖ سَاِثَہٗ مَتَصِفِ نِیْسِ ہُوَنَا، بَلْ كِهٖ فَعْلِ حِلَّتِ وَحَرْمَتِ كِہٖ سَاِثَہٗ مَتَصِفِ ہُوَنَا ہُوَ اِسی وَجِہِ سِیْ مَفْسَرِ عَلَامُ نِیْ لَفْظِ تَاْكُلُوْهُ، مَقْدَرِ مَانَا ہُوَ۔

قَوْلُهُ: اَنْ تَصِيْدُوْهُ اِسْ مِثْلِ اِسْ بَاتِ كِطْرَفِ اِشَارَهٗ ہُوَ كِهٖ نَفْسِ صِیْدِ كِہٖ حِلَّتِ وَحَرْمَتِ كَاِكُوْنِیْ مَطْلَبِ نِیْسِ ہُوَ بَلْ كِهٖ فَعْلِ صِیْدِ حَرَامِ ہُوَ۔

قَوْلُهُ: يَقُومُ بِہٖ مَفْسَرِ عَلَامُ نِیْ قِیَامَا كِیْ تَفْسِيرِ يَقُومُ بِہٖ سِیْ كِرَہٗ اِسْ اِعْتِرَاضِ كَاِجَوَابِ دِیْدِیَا كِهٖ قِیَامَا كَاِحَمَلِ كَعْبَةِ الْبَيْتِ رِدْرَسَتِ نِیْسِ ہُوَ۔

قَوْلُهُ: عَيْنُهُ مُعْتَلٌّ قِیَامَا اَصْلِ مِثْلِ تَوَامَاتِہَا وَاَوْ كِرَہٗ كِہٖ بَعْدِ وَاقِعِ ہُوَنِیْ كِیْ وَجِہِ سِیْ بَیَا سِیْ بَدَلِ كِیَا۔

قَوْلُهُ: الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ، وَالشَّهْرُ الْحَرَامُ كِیْ تَفْسِيرِ الْاَشْهُرِ الْحَرَمِ سِیْ كِرَہٗ اِشَارَهٗ كِرَدِیَا كِهٖ الشَّهْرُ الْحَرَامُ مِثْلِ الْاَلْفِ لَامِ جَنْسِ كَاہُوَ۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

شان نزول:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، ۶ صلح حدیبیہ کے موقع پر جبکہ آپ ﷺ کے ہمراہ تقریباً چودہ سو صحابہ کرام عمرہ کی غرض سے محو سفر تھے حدیبیہ کے مقام پر قیام کے دوران آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ یہ خبر دینے کے لئے بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ عمرہ کے ارادہ سے مکہ تشریف لارہے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی کے انتظار میں حدیبیہ کے مقام پر چند روز قیام کرنا پڑا، اس دوران وحوش و طیور کی اس قدر بہتات ہوئی کہ خیموں میں گھسے جاتے تھے مگر چونکہ صحابہ کرام احرام باندھے ہوئے تھے اس لئے ان کو پکڑنے سے مجبور تھے، گویا کہ یہ نظیر تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی یوم السبت میں مچھلیوں کی کثرت اور پکڑنے سے ممانعت کی، البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ بنی اسرائیل آزمائش میں ناکام رہے اور یوم السبت میں مچھلی پکڑنے کے مجرم قرار دیئے گئے بخلاف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کہ وہ آزمائش میں ثابت قدم رہے حالانکہ شکار کرنا عرب کا محبوب مشغلہ تھا۔

مَسْئَلَتُنَا: شکار جو کہ حالت احرام اور حرم میں حرام ہے عام ہے، خواہ ماکول ہو یا غیر ماکول۔

مَسْئَلَتُنَا: صید (شکار) ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو وحشی ہوں، عادتاً انسانوں سے غیر مانوس ہوں، لہذا جو خلقۃ الہی ہوں جیسے بھیڑ بکری گائے اونٹ وغیرہ ان کا ذبح کرنا اور کھانا درست ہے۔

مَسْئَلَتُنَا: البتہ جن جانوروں کو دلیل شرعی سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے ان کا پکڑنا اور کھانا درست ہے مثلاً مچھلی اور بعض غیر ماکول جانوروں کو بھی دلیل استثناء کی وجہ سے قتل کرنا درست ہے جیسے، کوا، چیل، بھیڑیا، سانپ، اور بچھو، اور کانٹے والا کتا، اسی طرح اگر درندہ حملہ آور ہو تو اس کا قتل کرنا بھی جائز ہے، حدیث میں ان کا استثناء مذکور ہے معلوم ہوا الصيد، میں الف لام عہد کا ہے۔

مَسْئَلَتُنَا: جس حلال جانور کا غیر احرام اور غیر حرم میں شکار کیا جائے تو محرم کے لئے اس کا کھانا جائز ہے، جبکہ محرم اس کے قتل میں کسی طرح بھی معین و مددگار نہ ہو۔

مَسْئَلَتُنَا: حرم کے شکار کو جس طرح قصد اُقتل کرنے پر جزاء واجب ہوتی ہے اس طرح خطا و نسیان میں بھی جزاء واجب ہوتی ہے۔

مَسْئَلَتُنَا: جس جگہ اور جس وقت جانور کا قتل ہوا ہے بہتر تو یہ ہے کہ دو عادل شخص اس جانور کی قیمت کا تخمینہ کریں، اگر مقتول جانور غیر ماکول ہے تب تو یہ قیمت ایک بکری کی قیمت سے زیادہ واجب نہ ہوگی، اور اگر مقتول جانور ماکول ہو تو جانور حسب شرائط قربانی کے خریدے اور حد و حرم میں ذبح کر کے حرم کے فقراء پر تقسیم کر دے یا اس قیمت کا غلہ حسب شرائط صدقۃ الفطر نصف صاع ہر مسکین کو دے، یا فی مسکین نصف صاع جتنے مسکین کو وہ غلہ پہنچا سکتا ہو اسے ہی روزے رکھ لے، روزوں اور غلہ کی تقسیم

میں حرم کے فقراء کی شرط نہیں ہے بخلاف گوشت کے، اور اگر قیمت نصف صاع سے کم بچ جائے تو اختیار ہے کہ خواہ کسی فقیر کو دیدے یا اس کے عوض ایک روزہ رکھ لے،

مَسْكِلَةٌ: مسکینوں کو غلہ دینے کی بجائے ہر مسکین کو دونوں وقت شکم سیر ہو کر کھانا کھلانا بھی کافی ہے،

مَسْكِلَةٌ: محرم کے لئے جس جانور کا شکار کرنا حرام ہے اس کا ذبح کرنا بھی حرام ہے، نیز محرم کا مذبح مردار ہوگا۔

(معارف القرآن)

جعل الله الكعبة البيت الحرام قيماً الخ، کعبہ کو البیت الحرام اسلئے کہا جاتا ہے کہ اس کی حدود میں شکار کرنا درخت وغیرہ کا نثار حرام ہے قیاماً للناس بیت الحرام لوگوں کے قیام اور گزران کا باعث قرار دیا، مطلب یہ ہے کہ کعبہ اور اس کے متعلقات لوگوں کی دینی و دنیوی بقا کے اسباب اور ذریعہ ہیں، الناس اگرچہ عام انسانوں کے لئے بولا جاتا ہے مگر قرینہ کی وجہ سے یہاں اہل مکہ مراد ہیں یا اہل عرب بھی مراد ہو سکتے ہیں اور عام دنیا کے انسان بھی، اسلئے کہ حج بیت اللہ کا پورے عالم کی اقتصادیات سے گہرا تعلق ہے۔

کعبہ کی مرکزی حیثیت:

عرب میں کعبہ کی حیثیت محض ایک عبادت گاہ ہی کی نہ تھی بلکہ اپنی مرکزیت اور اپنے تقدس کی وجہ سے کعبہ ہی پورے ملک کی معاشی و تمدنی زندگی کا سہارا ہوتا تھا حج اور عمرہ کے لئے سارا ملک اس کی طرف کھینچ کر چلا آتا اور اس اجتماع کی بدولت انتشار کے مارے ہوئے عربوں میں وحدت کا ایک رشتہ پیدا ہوتا، مختلف علاقوں اور قبیلوں کے لوگ باہم تمدنی روابط قائم کرتے، شاعری کے مقابلوں سے ان کی زبان و ادب کو ترقی نصیب ہوتی اور تجارتی لین دین سے سارے ملک کی معاشی ضروریات پوری ہوتیں، قابل احترام مہینوں کی بدولت عربوں کو پورا ایک تہائی زمانہ امن کا نصیب ہو جاتا تھا، بس یہی ایک زمانہ ایسا تھا کہ جس میں ان کے قافلے ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک امن و امان کے ساتھ بسہولت آتے جاتے تھے قربانی کے جانوروں اور قلا دوں کی موجودگی سے بھی اس نقل و حمل میں بڑی مدد ملتی تھی، کیونکہ نذر کی علامت کے طور پر جن جانوروں کی گردنوں میں پٹے پڑے ہوئے ہوتے، انھیں دیکھ کر عربوں کی گردنیں احترام سے جھک جاتیں اور کسی غارت گر قبیلہ کو بھی ان پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہوتی۔

قل لا یستوی الخبیث والطیب الخ، الخبیث، کالفظ نافرمان یا نافرمانی، حرام اور ردی، کفر و شرک وغیرہ سب کو شامل ہے، خواہ از قبیل ذات ہو یا صفات یا از قبیل مال یا اعمال (قرطبی) اور طیب، فرمانبردار اور فرمانبرداری پاک اور لطیف سب کو شامل ہے، ظاہر بین نظروں میں ہزار روپے سو کے مقابلہ میں یقیناً کم ہیں، مگر خدا کی نافرمانی کر کے، حاصل کئے گئے ہوں تو وہ ناپاک اور خبیث ہیں، اور سو روپے جو خدا کی فرمانبرداری کرتے ہوئے حاصل کئے گئے ہوں وہ پاک اور طیب ہیں، ناپاک مقدار میں خواہ کتنا ہی زیادہ ہو، بہر حال وہ پاک قلیل کے برابر نہیں سکتا، غلاظت کے ایک ڈھیر سے عطر کا ایک قطرہ زیادہ قدر رکھتا ہے لہذا

دانشمند شخص کو حلال ہی پر قناعت کرنی چاہئے خواہ وہ ظاہر میں کتنا ہی کم کیوں نہ ہو۔

وَنَزَلَ لِمَا أَكْثَرُوا سُؤَالَهٖ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ تَظْهَرُ لَكُمْ سُؤَالُكُمْ
لِمَا فِيهَا مِنَ الْمَشَقَّةِ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلَ الْقُرْآنُ اِی فِی زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُبْدَلُ لَكُمْ
 المعنی اذا سَأَلْتُمْ عَنْ اَشْیَاءَ فِی زَمَنِہِ یُنَزَّلُ الْقُرْآنُ بِاِبْدَائِہَا وَتَبْدِیْ اَبْدَآہَا سَاءَ تُکْمُ فَلَا تَسْأَلُوا عَنْہَا
عَفَا اللَّهُ عَنْہَا عَنْ مَسْئَلَتِکُمْ فَلَا تَعُودُوا وَاللَّهُ عَفْوٌ حَلِيمٌ ۱۰ قَدْ سَأَلَهَا اِی الْاَشْیَاءَ قَوْمٌ مِنْ قَبْلُکُمْ اَنْبِیَاءُہُمْ
 فَاجِیْبُوا بِبَيَانِ احْکَامِہَا ثُمَّ اصْبَحُوا صَارُوا بِہَا کُفْرَیْنِ ۱۱ بِتَرْکِہِمُ الْعَمَلَ بِہَا مَا جَعَلَ شَرْعَ
 اللَّهِ مِنْ بَحْرِہٖ وَلَا سَابِغَہٖ وَلَا وَصِیْلَہٖ وَلَا حَاوِہٖ کَمَا کَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِیَّةِ یَفْعَلُوْنَہُ رَوٰی الْبِخَارِی عَنْ سَعِیْدِ بْنِ
 الْمُسَيَّبِ قَالَ الْبَحْرِہُ الَّتِی یُمْنَعُ دَرْہَا لِلطَّوَاغِیْتِ فَلَا یَحْلُبُہَا اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ وَالسَّابِغَہُ کَانُوا یُسَبِّغُوْنَہَا
 لِالْهَتَمِہُمْ فَلَا یُحْمَلُ عَلِیْہَا شَیْءٌ وَالْوَصِیْلَہُ النَّاقَةُ الْبَکْرُ تَبْکُرُ فِی اَوَّلِ نَتَاجِ الْاِبِلِ بِاَنْثٰی ثُمَّ تَنْثٰی بَعْدَہُ بِاَنْثٰی
 وَکَانُوا یُسَبِّغُوْنَہَا لَطَوَاغِیْتِہُمْ اِنْ وَصَلَتْ اَحَدَہُمَا بِالْاُخْرٰی لَیْسَ بَیْنِہُمَا ذَکَرٌ وَالْحَاوِہُ فَحْلُ الْاِبِلِ
 یَضْرِبُ الضَّرَابَ الْمَعْدُودَ فَاِذَا قُضِیَ ضَرَابُہٗ وَدَعُوْہُ لِلطَّوَاغِیْتِ وَعَفُوْہُ مِنَ الْحَمْلِ فَلَمْ یُحْمَلْ عَلِیْہِ شَیْءٌ
 وَسَمَّوْہُ الْحَاوِیَ وَلَکِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوا یَقْتَرُونَ عَلٰی اللَّهِ الْکَذِبَ فِیْ ذَٰلِکَ وَنَسِیَتْہِ اِلَیْہِ وَاکْثَرُہُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۱۲
 اِنْ ذَٰلِکَ اِفْتِرَاءٌ لَّانْہُمْ قَلَّدُوْا فِیْہِ اَبَائَہُمْ وَاِذَا قِیلَ لَہُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللَّهُ وَاِلٰی الرَّسُوْلِ اِی اِلٰی حُکْمِہِ مِنْ
 تَحْلِیْلِ مَا حَرَّمَہُمْ قَالُوْا حَسْبُنَا کَافِیْنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْہِ اَبَاءُنَا مِنْ الدِّیْنِ وَالشَّرِیْعَہِ قَالَ تَعَالٰی اَ حَسِبَہُمْ ذَٰلِکَ
 وَلَوْ کَانَ اَبَاؤُہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَلَا یَهْتَدُوْنَ ۱۳ اِلٰی الْحَقِّ وَالِاسْتِفْہَامِ لِلانْکَارِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَايِذُكُمْ أَنْفُسُكُمْ
 اِی اِحْفَظُوْہَا وَقُوْہَا بِصَلَاحِہَا لَا یَصُرْکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اِهْتَدَيْتُمْ قِیلَ الْمَرَادُ لَا یَضُرْکُمْ مَنْ ضَلَّ مِنْ اَهْلِ
 الْکُتُبِ وَقِیلَ الْمَرَادُ غَیْرِہُمْ لِحَدِیْثِ اَبِی ثَعْلَبَہُ الْخُشَنِیِّ سَأَلْتُ عَنْہَا رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
 فَقَالَ اِئْتَمِرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ حَتّٰی اِذَا رَاِیْتَ شُحًا مُطَاعًا وَیَہْوٰی مُتَّبَعًا وَدُنْیَا مُؤْتَرَةً وَاِعْجَابَ
 کُلِّ ذِی رَآیَ بَرَآئِہِ فَعَلِیْکَ نَفْسُکَ رَوٰہُ الْحَاکِمُ وَغَیْرِہُ رُءِیَ اللَّهُ مَرَجَعًا جَمِیْعًا فِیْنِیْکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۱۴
 فِیجَارِیْکُمْ بِہِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَہَادَةُ بَیْنِکُمْ اِذَا أَحْصَرَا حَدُّکُمُ الْمَوْتُ اِی اَسْبَابُہُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اِثْنِ ذَوَاعِدِلٍ مِنْکُمْ
 خَبَرٌ بِمَعْنٰی الْاَمْرِ اِی لَیْسَ بِشَہَادَہٖ لِبَیْنِ عَلٰی الْاِیْتِسَاعِ وَحِیْنَ بَدَلٌ مِنْ اِذَا اَوْ ظَرَفٌ لِحَضَرَ
اَوْ اٰخَرِیْنَ مِنْ غَیْرِکُمْ اِی غَیْرِ مِلَّتِکُمْ اِنْ اَنْتُمْ صَرِیْتُمْ سَافَرْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاصَابَتْکُمْ مُصِیْبَةُ الْمَوْتِ تَحْسِبُوْنَہُمَا
تُوقِفُوْنِہُمَا صِفَةً اٰخَرَانِ مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ الْعَصْرِ فِیْقَسِمُنِ یُحْلِفَانِ بِاللَّهِ اِنْ اَرَبْتُمْ شَکَّکُمْ فِیْہِمَا وَیَقُولَانِ
لَا نَشْہَرِیْ بِہِ بِاللَّهِ ثُمَّ نَاخُذُہُ بِدَلٰلَہٖ مِنَ الدُّنْیَا بَانَ تَخْلِفَ اَوْ نَشْہَدَہُ بِہِ کَاذِبًا لَا جِلَہٗ وَلَوْ کَانَ الْمُقْسَمُ
 لَہٗ اَوْ الْمَشْہُودُ لَہٗ ذَاقَرٰی قَرَاِیَہٗ مَنَا وَلَا تَکْتُمُ شَہَادَہٗ اللَّهِ الَّتِی اَمَرْنَا بِاِقَامَتِہَا اِنَّا اِذَا اِنْ کَتَمْنَاہَا

لِّمَنِ الْاٰثِمِيْنَ ۝ فَاِنْ غُرَّ اَطْلَعَ بَعْدَ خَلْفِهِمَا عَلٰى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّ اَلْثَمَا اِى فِعْلًا مَا يُوْجِبُهُ مِنْ خِيَاۡةٍ اَوْ كَذِبٍ فِى الشَّهَادَةِ بَانَ وَجَدَ عِنْدَهُمَا مَثَلًا مَا اَتَّهَمَا بِهِ وَاذْعَبَا اَنَّهُمَا اِبْتِغَاءً مِنَ الْمَيِّتِ اَوْ اَوْضٰى لِهَمَا بِهِ فَاَخْرٰنِ يَقُوْمُنْ مَقَامَهُمَا فِى تَوَجُّهِ الْيَمِيْنِ عَلَيْهِمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْوَصِيَّةُ وَهَمُ الْوَرَثَةُ وَيُبَدِّلُ مِنْ اَخْرَانِ الْاَوَّلَيْنِ بِالْمَيِّتِ اِى الْاَقْرَبَانِ اِلَيْهِ وَفِى قِرَاةِ الْاَوَّلَيْنِ جَمْعُ اَوَّلِ صِفَةٍ اَوْ بَدَلُ مِنَ الَّذِيْنَ فَيُقْسَمُنْ بِاللّٰهِ عَلَى خِيَاۡةِ الشَّاهِدَيْنِ وَيَقُوْلَانِ لَشَهَادَتُنَا اَحَقُّ اَصْدَقُ مِنْ شَهَادَتَيْهِمَا وَيَمْنِيْنِهَمَا مَا اَعْتَدَيْنَا لَكَ تَجَاوَزْنَا الْحَقَّ فِى الْيَمِيْنِ اِنَّا اِذَا الْيَمِيْنَ الظَّالِمِيْنَ ۝

ترجمہ: لوگوں نے جب آپ ﷺ سے کثرت سے سوالات کرنے شروع کئے تو یہ آیت نازل ہوئی اے ایمان والو ایسی (فضول) باتوں کا سوال نہ کرو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں اس لئے کہ اس میں دشواری ہو، اور اگر تم نزول قرآن کے دوران یعنی آپ ﷺ کے زمانہ حیات میں ان باتوں کا سوال کرو گے تو تم کو جواب دیدیا جائیگا، مطلب یہ کہ جب تم آپ کے زمانہ حیات میں چیزوں کے بارے میں سوال کرو گے تو قرآن (ان کا جواب) ظاہر کرنے کے بارے میں نازل ہوگا اور جب قرآن ان چیزوں کا جواب ظاہر کر دے گا تو تمہیں ناگواری ہوگی، لہذا ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو، اللہ نے تمہارے (ماضی میں) سوال کرنے کو معاف کر دیا، آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا اللہ بڑا معاف کرنے والا بڑا بردبار ہے، ایسی باتیں تم سے پہلی قوم نے اپنے انبیاء سے پوچھی تھیں ان کے احکام بیان کر کے ان کا جواب دیدیا گیا، پھر وہ ان احکام پر ترک عمل کر کے ان احکام کے منکر ہو گئے اللہ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو جیسا کہ اہل جاہلیت اس کو کرتے تھے، امام بخاری نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ بحیرہ اس جانور کو کہتے ہیں کہ جس کا دودھ دوہنا بتوں کے نام پر موقوف کر دیا جاتا تھا، چنانچہ کوئی شخص ان کا دودھ نہیں دوہتا تھا، اور سائبہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کو وہ اپنے معبودوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے تھے، چنانچہ وہ اس کو بار برداری کے کام میں نہیں لیتے تھے، اور وصیلہ اس نوجوان اونٹنی کو کہتے تھے جو پہلی ہی بار مادہ بچہ جنے پھر دوبارہ بھی مادہ بچہ جنے کہ ان کے درمیان تربچہ نہ ہو، اور حام وہ اونٹ جو دس بار جفتی کرے، جب وہ مذکورہ تعداد پوری کر لیتا تو اس کو بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے، اور اس پر بار برداری ترک کر دیتے کہ اس پر کوئی چیز نہ لادتے، اور اس کا نام حام رکھتے تھے، لیکن (یہ) کافر اس معاملہ میں اس کی جانب نسبت کرنے میں اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے تھے، اور ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے کہ یہ تہمت ہے اسلئے کہ انہوں نے اس معاملہ میں اپنے آباء کی تقلید کی ہے، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی طرف آؤ جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف آؤ یعنی اس کے حکم کی طرف کہ وہ جس کو تم نے حرام کیا ہے اس کو حلال کرنا ہے تو کہتے ہیں کہ جس دین و شریعت پر ہم نے اپنے آباء (واجداد) کو پایا ہے وہ ہمارے لئے کافی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا یہ ان کے لئے کافی ہوگا اگر چہ ان کے آباء کچھ نہ جانتے ہوں؟ اور راہ حق کی طرف ہدایت یافتہ نہ ہوں استفہام انکار کے لئے ہے، اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو یعنی اپنی حفاظت کرو اور اس کی اصلاح کے لئے مستعد ہو جاؤ کسی کی

گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا اگر تم خود راہ راست پر ہو کہا گیا ہے کہ مراد اہل کتاب ہیں اور کہا گیا ہے کہ مراد غیر اہل کتاب ہیں، ابو ثعلبہ انفسی کی حدیث کی وجہ سے، (ابو ثعلبہ نے فرمایا) کہ میں نے مذکورہ آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا بھلی بات کا حکم کرو اور بری بات سے روکو، اور جب تم دیکھو کہ بھل کی پیروی کی جا رہی ہے اور خواہشات کی اتباع کی جا رہی ہے اور دنیا کو (دین) پر ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے میں مست ہے، تو تم اپنی فکر کرو، (اس کو حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے) تم سب کو اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے تو وہ تم کو وہ سب کچھ بتا دے گا جو تم کیا کرتے تھے کہ وہ اس کی جزا دے گا، اے ایمان والو جب تم میں سے کسی کی موت آجائے یعنی اس کے اسباب ظاہر ہونے لگیں اور وصیت کرنے کا وقت ہو تو اس کے لئے شہادت کا (نصاب) یہ ہے کہ تمہاری جماعت میں سے دو عادل آدمی گواہ بنائے جائیں، خبر بمعنی امر ہے، یعنی ان کو شہادت دینی چاہئے، اور شہادۃ کی اضافت بین کی جانب وسعت کی بناء پر ہے، اور حین اذا سے بدل ہے یا حصر کا ظرف ہے، اور اگر دوران سفر تم پر موت کی مصیبت آجائے تو تمہارے غیروں یعنی غیر مسلموں میں سے دو گواہ لے لئے جائیں، اگر تم (اے وارثو) ان دونوں کے بارے میں شک میں پڑ جاؤ تو ان دونوں کو عصر کی نماز کے بعد روک لو (تحبسو نہما) آخر ان کی صفت ہے تو وہ اللہ کی قسم کھا کر کہہ دیں کہ ہم اللہ کی قسم کا عوض نہیں چاہتے کہ اس کے بدلے میں دنیوی عوض لے لیں کہ ہم دنیا کے لئے قسم کھالیں یا اس کے لئے جھوٹی شہادت دیدیں، اگرچہ جن کے فائدے کے لئے قسم کھائی جا رہی ہے یا جن کے فائدہ کے لئے شہادت دی جا رہی ہے ہمارے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، اور نہ ہم اللہ کی شہادت کو چھپائیں گے جس کے ادا کرنے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے، اگر ہم نے چھپایا تو ہم گنہگاروں میں شمار ہوں گے، پس اگر ان کے قسم کھانے کے بعد (کسی طرح) یہ سراغ لگ جائے کہ وہ دونوں گناہ کے مستحق ہوئے ہیں یعنی انہوں نے ایسے فعل کا ارتکاب کیا ہو جو خیانت کو یا کذب فی الشہادتین کو واجب کرے بایں طور کہ مثلاً وہ چیز جس کے بارے میں ان کو اتہام لگایا گیا ہے وہ ان کے پاس سے برآمد ہو، اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ انہوں نے میت سے یہ چیز خریدی ہے یا میت نے ان کے لئے اس کی وصیت کی ہے تو دوسرے دو گواہ جو ان دونوں کے قائم مقام ہوں یمین کو ان کی طرف متوجہ کرنے میں ان لوگوں کی جانب سے کہ جو وصیت کے مستحق قرار پائے ہیں اولین، آخر ان سے بدل ہے اور وہ ورثاء ہیں جو میت کے اولیا یعنی میت کے رشتہ دار ہیں اور ایک قراءت میں اولین اول کی جمع ہے الذین کی صفت یا بدل ہے تو وہ شاہدین کی خیانت پر اللہ کی قسم کھائیں، اور کہیں کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے راست تر ہے اور ہم نے قسم میں حق سے تجاوز نہیں کیا ہے، بے شک ہم اس وقت ظالموں میں شمار ہوں گے۔

تَحْقِيقُ وَتَرْكِيبُ تَسْمِيَةِ تَفْسِيرِي فَوَائِدُ

قَوْلُهُ: أَشْيَاءُ، أَشْيَاءُ کی اصل شَيْئَاءُ تھی بروزن فَعْلَاءُ، كَحَمَرَاءُ، کہ عرب کے نزدیک دو ہمزوں کے درمیان الف ثقیل لفظ ہے جس کی وجہ سے پہلے ہمزہ کو جو کہ لام کلمہ ہے قلب مکانی کر کے شین سے مقدم کر دیا اب اس کا وزن اشیاء بروزن لفعاء

ہو گیا اب یہ الف تانیث مدودہ کی وجہ سے غیر منصرف ہو گیا۔ (اعراب القرآن)

قَوْلُهُ: اِنْ تَسْأَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنْزَلُ الْقُرْآنُ تُبَدِّلُكُمْ، اِنْ حُرِفَ شَرْطٌ، تَسْأَلُوْا فَعْلَ شَرْطِ عَنْهَا، تَسْأَلُوْا كَ الْمُتَعَلِّقِ، هَا ضَمِيرٌ مَّاسِقٌ مِّمَّنْ ذَكَرْنَا شَيْءًا كِي طَرَفٍ رَاجِعٌ هُوَ حِيْنَ يَنْزِلُ الْقُرْآنُ، تَسْأَلُوْا كَا ظَرْفٍ هُوَ اَوْرُ تُبَدِّلُكُمْ جَوَابُ شَرْطٍ هُوَ۔

قَوْلُهُ: اَلْمَعْنٰی اِذَا سَأَلْتُمْ الْخ، مَفْسَّرٌ عَلَامَ كَا مَقْصِدُ اس عِبَارَتِ كَ اِضَافَةٍ سَیْءَ بَتَانَا هُوَ كَ یَہَاں دُو شَرْطِیَہ جملے اور نہی ہں، دراصل نہی جو كہ مقدم ہے دونوں جملوں سے مؤخر ہونی چاہئے، اور دونوں شَرْطِیَہ جملوں میں پہلا جملہ مؤخر اور ثانیہ مقدم ہونا چاہئے، نہی كہ اس كے نتیجے كے اہتمام زجر كی وجہ سے مقدم كر دیا گیا اور یہ تقدیم و تاخیر باعتبار معنی كے ہے اسلئے كہ واو ترتیب كا تقاضہ نہیں كرتا۔

قَوْلُهُ: اِذَا سَأَلْتُمْ عَنْ أَشْيَاءَ، یہ جملہ ثانیہ كے معنی ہں اور متنی ابدأها ساءتكم یہ جملہ اولی كے معنی ہں۔

قَوْلُهُ: فَلَا تَسْأَلُوْا عَنْهَا یہ معنی نہی ہں۔

قَوْلُهُ: اِذَا سَأَلْتُمْ عَنْ أَشْيَاءَ مُبْتَدَأٌ هُوَ يُنْزَلُ الْقُرْآنُ عَنْ اِبْدَائِهَا اس كی جزاء ہے۔

قَوْلُهُ: عَنْ مَسْأَلَتِكُمْ اس میں اشارہ ہے كہ عنہا كی ضمیر مسئلة كی طرف لوٹ رہی ہے جو یسئلون سے مفہوم ہے۔

قَوْلُهُ: شَرَعَ، جَعَلَ كی تفسیر شرع سے اشارہ كر دیا كہ جَعَلَ، شَرَعَ كے معنی كو متضمن ہونے كی وجہ سے متعدی بیک مفعول ہے اور وہ بحیرة ہے من زائدہ ہے۔

قَوْلُهُ: بِحَيْرَةٍ، بَاءُ كے فتح اور حاء كے كسرہ كے ساتھ بروزن فعلیہ بمعنی مفعولہ اس كے آخر میں تاء غیر قیاسی طور پر لاحق ہوئی ہے اسلئے كہ اس كو وصفیت سے اسمیت كی طرف منتقل كیا ہے جس كی وجہ سے بمنزلہ جامد كے ہو گیا، بحیرہ كی تعریف میں علماء كا بہت اختلاف ہے منجملہ ایک قول یہ ہے كہ جو قوی تر ہے جب اونٹنی پانچ مرتبہ بچہ جنتی تھی اور پانچواں بچہ نہ ہوتا تو اس كا كان چیر كر اپنے بتوں كے نام پر آزاد كر دیتے تھے اور اس پر بار برداری اور سواری كرنا حرام سمجھتے تھے، اور كوئی شخص اس كو گھاس پانی سے نہیں روكتا تھا۔ (اعراب القرآن للدرویش)

قَوْلُهُ: سَائِبَةً، یہ سَابَ یَسِيبُ سے اسم فاعل ہے آزاد كرنا، اس كی صورت یہ ہوتی تھی كہ زمانہ جاہلیت میں اس طرح نذر مانتے تھے، مثلاً، اگر میں سفر سے صحیح سلامت واپس آگیا یا میں مرض سے شفا یاب ہو گیا تو میری اونٹنی آزاد ہے، اس طریقہ پر چھوڑی ہوئی اونٹنی كو سائبہ كہا جاتا تھا۔ (اعراب القرآن ایضاً)

قَوْلُهُ: الْبَكْرَ بِقَتَحِ الْبَاءِ وَالْكَافِ جَوَانِ اَوْثْنِی تَبَكَّرَ فِی اَوَّلِ نَتَاجِ الْاِبْلِ بِالْاَنْثِیِ اِی تَلَدَ فِی اَوَّلِ مَرَّةٍ بِالْاَنْثِیِ، وَہ نو جوان اونٹنی جس نے پہلا بچہ مادہ جنا ہو۔

قَوْلُهُ: وَصِیْلَہ، وَہ نو جوان اونٹنی جس كے پہلے حمل میں مادہ بچہ پیدا ہوا ہو، اور دوسری مرتبہ بھی مادہ بچہ جنے تسلسل كے ساتھ چونكہ مادہ بچے جنے اس لئے اس اونٹنی كو وصیلہ كہتے ہں ایسی اونٹنی كو عرب بتوں كے نام پر آزاد كر دیتے تھے، اور اس سے كسی قسم كی خدمت نہیں لیتے تھے۔

قَوْلُهُ: حَامٍ، حَمَى يَحْمِي حَمِيًّا وَحِمَايَةً رُكْنَا سَمَ فاعِلٌ، إِذَا مُنِعَ، بعض حضرات نے کہا ہے کہ حَام وہ اونٹ جس کی پشت سے دس بچے پیدا ہوئے ہوں، گویا کہ اس کی پشت بار برداری اور سواری سے محفوظ ہوگئی ای لا يُرْكَب ولا يُحْمَلُ ولا يُمنع من ماء لا مرعى.

قَوْلُهُ: وَإِصَافَةُ شَهَادَةِ لِبَيْنَ عَلَى الْإِتْسَاعِ یعنی ظرف کو قائم مقام فاعل کے اتساعاً کر دیا گیا ہے، لہذا یہ اعتراض ختم ہو گیا کہ مصدر فاعل یا مفعول کی جانب مضاف ہوتا ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحِ

شان نزول:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءٍ (الآية)، اس آیت میں فرضی اور دور از مقصد سوالات کرنے سے منع کیا گیا ہے، مذکورہ آیت کے شان نزول کے بارے میں صحیح ترین روایت وہ ہے جو ابو ہریرہ، انس بن مالک نے روایت کی ہے، ”آپ ﷺ ایک روز اپنے گھر سے نکلے اور مسجد میں تشریف فرما ہوئے صحابہ کرام آپ ﷺ کے اطراف میں جمع ہو گئے، آپ ﷺ نے فرمایا جس کو جو سوال کرنا ہے کرے، تو ایک صاحب کھڑے ہوئے اور سوال کیا یا رسول اللہ میرا اصل باپ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے، ایک دوسرے صاحب کھڑے ہوئے سوال کیا کہ میرے والد کہاں ہیں آپ نے فرمایا دوزخ میں، فقال نے فرمایا کہ اہل کتاب نے مومنین سے کہا تھا کہ تم اپنے نبی سے یہ سوال کرو اور وہ سب سوالات فرضی تھے تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

دوسرا واقعہ:

مسلم کی روایت کے مطابق مذکورہ آیت کے شان نزول کا یہ واقعہ مذکور ہوا ہے، جب حج کی فرضیت نازل ہوئی تو اقرع بن حابس رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ سے سوال کیا، کیا ہر سال ہمارے ذمہ حج فرض ہے؟ آپ نے سکوت فرمایا تو مکرز وہی سوال کیا آپ پھر بھی خاموش رہے جب تیسری مرتبہ وہی سوال کیا تو آپ نے عتاب کے لہجہ میں فرمایا، اگر میں تمہارے سوال کے جواب میں ہاں کہہ دیتا تو ایسا ہی ہو جاتا اور پھر اس کو پورا نہ کر سکتے، اس کے بعد فرمایا ”جن چیزوں کے بارے میں تم کو کوئی حکم نہ دوں تو ان کو اسی طرح رہنے دو، ان کی کھود کرید کر کے سوالات نہ کرو، تمہارے سے پہلے بعض امتیں اسی کثرت سوالات کی وجہ سے ہلاک ہو چکی ہیں۔

آپ ﷺ کا کثرت سے سوال سے منع فرمانا:

خود نبی ﷺ بھی صحابہ کو کثرت سوال سے منع فرماتے تھے، آپ نے فرمایا ”اِنَّ اعظمَ العِلمِیْنِ فی المسلمینِ جرماً مَنْ سألَ عَنْ شَیْءٍ لَمْ یَحْرَمْ عَلَی النَّاسِ فَحَرَمَ مِنْ اَجْلِ مُسْئَلَتِهِ“، مسلمانوں میں سے سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جس نے کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو لوگوں پر حرام نہیں کی گئی تھی اور پھر محض اس کے سوال کی وجہ سے وہ چیز حرام کر دی گئی۔ (بخاری، مسلم)

کس قسم کے سوالات سے ممانعت ہے؟

ایسے سوالات سے منع کیا گیا ہے جو سراسر فضول ہوں نہ ان سے کوئی دینی معاملہ متعلق اور نہ دنیوی ضرورت، یا مثلاً لوگوں کی جزئیات زندگی سے سوالات کرنا، البتہ معاشی یا معادی واقعی ضرورت پیش آجائے یا پیش آنے کا قوی احتمال ہو تو ایسے سوالات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، دور دور کے احتمالات پیدا کر کے محض سوال برائے سوال کرنا، اپنے دل سے گھڑ کر محض امتحان یا ضیق میں ڈالنے کے لئے فرضی سوالات کرنا منع ہے یہاں ایسے ہی سوالات سے ممانعت کی جا رہی ہے۔

مسند سعید بن منصور اور تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ مذکورہ آیت میں جو بیکرہ اور سائبہ وغیرہ کا ذکر ہے، ان کے بارے میں بعض صحابہ نے آپ ﷺ سے سوال کیا تھا جس کے جواب میں مذکورہ آیت نازل ہوئی تھی، حاصل آیت کا یہ ہے کہ ملت ابراہیمی میں اللہ نے ان جانوروں کو حرام نہیں ٹھہرایا قریش میں یہ رسم عمرو بن عامر خزاعی کی ایجاد کردہ ہے، صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ان جانوروں کو حرام کرنے کی رسم قریش میں عمرو بن عامر نے جاری کی اور آپ نے یہ فرمایا کہ میں نے اس کو دوزخ میں دیکھا اس کی انتڑیاں دوزخ کی آگ میں نکلی ہوئی پڑی تھیں اور وہ ان کو کھینچتا ہوا پھر رہا تھا، اور جل رہا تھا۔ (احسن التفسیر)

اپنی اصلاح پر اکتفاء کافی نہیں:

بعض لوگوں کو یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضلَّ الخ کے ظاہری الفاظ سے یہ شبہ پیدا ہوا کہ اپنی اصلاح اگر کر لی جائے تو کافی ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضروری نہیں، لیکن یہ مطلب صحیح نہیں ہے اس لئے کہ امر بالمعروف کا فریضہ بھی نہایت اہم ہے، اگر ایک مسلمان یہ فریضہ ہی ترک کر دے گا، تو اس کا تارک ہدایت پر قائم رہنے والا کہاں رہے گا؟ جبکہ قرآن نے اِذَا اهْتَدَیْتُمْ کی شرط عائد کی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق کے علم میں یہ بات آئی تو فرمایا اے لوگو تم آیت کو غلط جگہ استعمال کر رہے ہو میں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جب لوگ برائی ہوتے دیکھیں اور اس کی اصلاح کی کوشش نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ ان کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے (مسند احمد، ترمذی)

اسلئے آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ تمہارے سمجھانے کے باوجود اگر لوگ نیکی کا راستہ اختیار نہ کریں یا برائی سے باز نہ آئیں تو تمہارے لئے یہ نقصان دہ نہیں جبکہ تم خود نیکی پر قائم اور برائی سے مجتنب ہو اگر عملی یا لسانی طور پر لوگوں کو برائی سے باز رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے برا سمجھنا ایمان کا آخری درجہ ہے۔

شان نزول:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتُ، مذکورہ آیات کے نزول کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مسلمان جس کا نام بدیل تھا دو شخصوں کے ساتھ جن کا نام تمیم اور عدی تھا جو اس وقت نصرانی تھے تجارت کے لئے ملک شام گئے شام پہنچ کر بدیل بیمار ہو گیا اس نے اپنے مال کی فہرست لکھ کر اپنے سامان میں رکھ دی مگر اس کی اطلاع اپنے ساتھیوں کو نہ کی جب مرض زیادہ بڑھا تو اس نے اپنے دونوں نصرانی ساتھیوں کو وصیت کی کہ میرا یہ سامان میرے وارثوں کو پہنچا دینا، انہوں نے سب سامان لا کر وارثوں کے حوالہ کر دیا مگر چاندی کا ایک پیالہ جس پر سونے کے نقش و نگار تھے سامان میں سے نکال لیا، وارثوں نے جب سامان کھولا تو اس میں ایک فہرست نکلی وارثوں نے اوصیاء سے معلوم کیا کہ کیا مرنے والے نے کچھ سامان فروخت کیا تھا؟ یا بیماری کے علاج معالجہ میں خرچ ہوا تھا اس کا جواب ان دونوں نے نفی میں دیا، آخر معاملہ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا چونکہ وارثوں کے پاس گواہ نہیں تھے تو دونوں نصرانیوں سے قسم لی گئی کہ ہم نے میت کے مال میں کسی قسم کی خیانت نہیں کی، نہ اس کی کوئی چیز چھپائی آخر کار ان سے قسم لے کر ان کے حق میں فیصلہ ہو گیا، کچھ روز کے بعد معلوم ہوا کہ ان دونوں نے وہ پیالہ مکہ میں کسی سناڑ کے ہاتھ فروخت کیا ہے، جب ان سے معلوم کیا گیا تو انہوں نے کہا ہم نے تو میت سے خریدا تھا، چونکہ خریداری کے گواہ موجود نہ تھے اسلئے ہم نے اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔

میت کے وارثوں نے پھر آپ ﷺ کی طرف رجوع کیا اب صورت حال بدل گئی اسلئے کہ اب اوصیاء خریداری کے مدعی اور ورثاء منکر تھے، اوصیاء کے پاس گواہ نہ ہونے کی وجہ سے ورثاء میں سے دو آدمیوں نے قسم کھالی کہ پیالہ میت کی ملک تھا، اور یہ دونوں نصرانی اپنی قسم میں جھوٹے ہیں، چنانچہ جس قیمت پر انہوں نے فروخت کیا تھا وہ قیمت اوصیاء سے ورثاء کو دلائی گئی۔
مَسْئَلَةٌ: میت جس کو مال سپرد کرے یا کسی کو دینے لینے وغیرہ کے لئے کہہ جائے تو وہ وصی ہے اور وصی ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔

مَسْئَلَةٌ: وصی میں مسلمان اور عادل ہونا خواہ حالت سفر میں ہو یا حضر میں افضل ہے لازم نہیں۔

مَسْئَلَةٌ: نزاع میں جو زیادہ کا مثبت ہو وہ مدعی کہلاتا ہے اور دوسرا مدعا علیہ کہلاتا ہے۔

مَسْئَلَةٌ: اول مدعی سے گواہ طلب کئے جاتے ہیں اگر شریعت کے مطابق گواہ پیش کر دے تو مقدمہ کا فیصلہ اس کے حق میں ہوتا ہے، اور اگر مدعی گواہ پیش نہ کر سکے تو مدعا علیہ سے قسم لی جاتی ہے اور مقدمہ کا فیصلہ ان کے حق میں ہوتا ہے، البتہ مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو مقدمہ کا فیصلہ مدعی کے حق میں ہوتا ہے۔

مَسْئَلَتُنَا: اگر مدعا علیہ کسی فعل کے متعلق قسم کھائے تو الفاظ یہ ہوتے ہیں کہ مجھے اس فعل کی اطلاع نہیں۔
مَسْئَلَتُنَا: اگر میراث کے مقدمہ میں وارث مدعا علیہ ہوں تو جن کو شرعاً میراث پہنچتی ان پر قسم آئے گی اور جو وارث نہ ہوں ان پر قسم نہ ہوگی۔ (معارف القرآن، ملخصاً)

کافر کی شہادت کافر کے حق میں قابل قبول ہے:

یا ایہا الذین آمنوا شہادۃ بینکم (الخ) او آخران من غیر کم، اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت آنے لگے تو دو ایسے آدمیوں کو وصی بناؤ جو تم میں سے ہوں اور نیک ہوں اور اگر اپنی قوم کے آدمی نہ ہوں تو غیر قوم کے وصی بناؤ۔

اس سے امام ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے یہ مسئلہ کا استنباط کیا ہے کہ کفار کی شہادت بعض کی بعض کے حق میں جائز ہے کیونکہ اس آیت میں کفار کی شہادت مسلمانوں پر جائز قرار دی ہے، جیسا کہ او آخران من غیر کم سے ظاہر ہے، تو کفار کی شہادت بعض کی بعض پر بطریق اولیٰ جائز ہے لیکن بعد میں یا ایہا الذین آمنوا اذا تدایستم بدین الی اجل مسمیٰ فاکتبوه، (الی قولہ) واستشهدوا شہیدین من رجالکم سے کفار کی شہادت مسلمانوں کے حق میں منسوخ ہوگئی لیکن کفار میں بعض کی بعض پر اسی طرح باقی ہے۔ (معارف)

قَوْلُنَا: من بعد الصلوۃ، اس وقت کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت کی اہل کتاب بہت تعظیم کرتے تھے، صلوۃ سے مراد صلوۃ عصر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قسم کے لئے کسی خاص وقت یا کسی خاص جگہ کی تعیین قسم میں تغلیظ کے لئے جائز ہے۔

(فرطی)

المعنی لِیُشَہِدَ الْمُحْتَضِرُ عَلَى وَصِیَّتِهِ اثْنِیْنِ اَوْ یُوصِیَ الِیْهِمَا مِنْ اَهْلِ دِیْنِهِ اَوْ غَیْرِہُمْ اِنْ فَقَدَہُمْ لِسَفَرٍ وَنَحْوِہٖ فَاِنْ اَرْتَابَ الْوَرِثَۃُ فِیْہِمَا فَادْعُوْا اَنْہُمَا خَانًا بِاَخْذِ شَیْءٍ اَوْ دَفْعِہٖ اِلَیْ شَخْصٍ زَعَمَا اَنْ الْمِیْتِ اَوْصٰی لَہٗ فَلِیُخْلِیَا الْخَافَ اَنْ اُطْلَعَ عَلٰی اَمَارَۃٍ تَکْذِیْبِہِمَا فَادْعَاۃً اَدَیَّادًا فِعْلًا لَہٗ حَلَفَتْ اَقْرَبُ الْوَرِثَۃِ عَلٰی کِذْبِہِمَا وَصِدْقِ مَا ادْعَوْہُ وَالْحُکْمُ ثَابِتٌ فِی الْوَصِیَّتِیْنِ مَنْسُوخٌ فِی الشَّاهِدِیْنِ وَکَذَا شَہَادَۃُ غَیْرِ اَهْلِ الْمِلَۃِ مَنْسُوخَۃٌ وَاَعْتَبَارُ صَلَوۃِ الْعَصْرِ لِتَغْلِیْظِ وَتَخْصِیْصِ الْحَلْفِ فِی الْاٰیَۃِ بَاثْنِیْنِ مِنْ اَقْرَبِ الْوَرِثَۃِ لِخُصُوصِ الْوَاقِعَۃِ الَّتِی نَزَلَتْ لَہَا وَہِی مَا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ اَنْ رَجُلًا مِنْ بَنِی سَهْمٍ خَرَجَ مَعَ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ وَعَدِیِّ بْنِ بَدَّاءٍ وَہُمَا نَصْرَانِیَّانِ فَمَاتَ السَّهْمِیُّ بَارِضٍ لَیْسَ فِیْہَا مُسْلِمٌ فَلَمَّا قَدِمَا بِتَرْکِیَّتِہٖ فَقَدُوْا جَامَا مِنْ فِضَّةٍ مُّخَوَّصًا بِالذَّہَبِ فَرَفَعَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَزَلَّتْ فَاَحْلَفَہُمَا ثُمَّ وُجِدَ الْجَامُ بِمِکَّةَ فَقَالَ اَبْتَغْنَاهُ مِنْ تَمِیْمٍ وَعَدِیِّ فَتَزَلَّتْ الْاٰیَۃُ الثَّانِیَۃُ فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ اَوْلِیَآءِ السَّهْمِیِّ فَحَلَفَا وَفِی رِوَاۃِ التِّرْمِذِیِّ فَقَامَ عَمْرُو

بن العاص ورجل آخر منهم فحلّفا وكانا اقرب اليه وفي رواية فمرض فأوصى اليهما وأمرهما ان يُبَلِّغا ما ترك أهله فلما مات أخذوا الجأ ودفعوا الى اهله ما بقى ذلك الحكم المذكور من ردّ اليمين على الورثة أدنى اقرب الى أن يأتوا اى الشهود او الاوصياء بالشهادة على وجهها انذى تحملوها عليه من غير تحريف ولا خيانة أو اقرب الى ان يخافوا أن تُردّ ايمانهم على السورثة المدعين فيحلّفون على خيانتهم وكذبهم فيفتضحون ويغرّمون فلا يكذبوا وأنقوا الله بترك الخيانة والكذب واسمعوا ما تؤمرون به سماع قبول والله لا يهدي القوم الفاسقين ۝ الخارجين عن طاعته الى سبيل الخير.

ترجمہ: (مذکورہ دونوں آیتوں کا) مطلب یہ ہے کہ قریب المرگ شخص اپنی وصیت پر دو آدمیوں کو گواہ بنالے اپنی ملت یا غیر ملت کے دو آدمیوں کو وصی بنالے اگر سفر وغیرہ کی وجہ سے اپنی ملت کے گواہ میسر نہ ہوں، اگر ورثاء وصیوں کے بارے میں شک و شبہ کریں اور دعویٰ کریں کہ ان دونوں نے (ترکہ میں سے) کوئی چیز لیکر یا ایسے شخص کو کچھ دیکر جس کے بارے میں وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میت نے اس کے لئے وصیت کی تھی تو ان دونوں سے قسم لی جائے اگر علامات سے ان دونوں وصیوں کی دروغ گوئی کا پتہ چلے بایں طور کہ وہ دونوں وصی لہ کو دینے کا دعویٰ کریں تو ورثاء کا قریب ترین شخص ان کے کذب اور ورثاء کے دعوے کی صداقت پر قسم کھائے، اور حکم وصیوں کے بارے میں باقی ہے، اور شاہدین کے بارے میں منسوخ ہے، اسی طرح غیر اہل ملت کی شہادت کے بارے میں آیت منسوخ ہے، اور عصر کی نماز کے وقت کا تعین کے اعتبار تغلیظ کے لئے ہے اور (میت کے) قریب ترین ورثاء کی تخصیص اس مخصوص واقعہ کی وجہ سے ہے جس کے بارے میں آیت نازل ہوئی اور وہ (واقعہ) وہ ہے جس کو بخاری نے روایت کیا ہے، کہ بنی سہم کا ایک شخص تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ (تجارت کے لئے) نکلا اور یہ دونوں نصرانی تھے سہمی کا انتقال ایسی سر زمین میں ہو گیا کہ وہاں کوئی مسلمان نہیں تھا، تو (مذکورہ) آیت نازل ہوئی، چنانچہ جب یہ دونوں حضرات (ملک شام سے) مرحوم کا ترکہ لے کر آئے تو چاندی کا ایک پیالہ جس پر سونے کے نقش و نگار تھے لے لیا یہ دونوں (تمیم داری اور عدی) آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے گئے تو اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی، ان دونوں سے قسم لی گئی، بعد ازاں وہ پیالہ مکہ میں پایا گیا تو اس شخص نے (جس کے پاس پیالہ پایا گیا) کہا میں نے اس کو تمیم داری اور عدی سے خریدا ہے، تو مذکورہ آیت نازل ہوئی، سہمی کے اولیاء میں سے دو آدمی کھڑے ہوئے اور قسم کھائی (کہ یہ پیالہ ہمارے مورث کا ہے) اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ عمرو بن عاص اور ان میں کا ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور دونوں نے قسم کھائی اور یہ دونوں میت کے قریبی رشتہ دار تھے، (ترمذی کی) ایک (دوسری) روایت میں ہے کہ جب سہمی بیمار ہوئے تو دونوں کو وصی بنایا اور ان سے کہا کہ اس کا متروکہ مال اس کے ورثاء کو پہنچا دیں جب اس کا انتقال ہوا (میت کے متروکہ مال میں سے) ایک پیالہ لے لیا اور باقی ماندہ مال میت کے ورثاء کو پہنچا دیا یہ مذکورہ حکم یعنی قسم کے حق کو ورثاء کو لوٹا دینا اس بات کا قریبی ذریعہ ہے کہ شاہد یا اوصیاء اس شہادت کو جس کے وہ متحمل ہوئے ہیں ٹھیک ٹھیک بغیر کسی تحریف و خیانت کے ادا کریں گے یا اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ

وہ اس بات کا خوف کریں گے کہ کہیں (ان کی) قسموں کی جو مدعی و رثاء کے خلاف ہیں تردید نہ کر دی جائے بایں طور کہ و رثاء (اوصیاء کی) دروغ گوئی اور خیانت پر قسم کھالیں جس کی وجہ سے وہ رسوا ہو جائیں اور تاوان دینا پڑے، تو وہ جھوٹ نہ بولیں خیانت و کذب کو ترک کر کے اللہ سے ڈرو اور جس کا حکم دیا جائے اس کو قبولیت کے کان سے سنو اللہ فاسق لوگوں کی یعنی اس کی طاعت سے خارج ہونے والوں کی راہ خیر کی طرف رہنمائی نہیں کرتا۔

تحقیق و ترکیب تیسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلًا: المعنى یعنی مذکورہ دونوں آخری آیتوں کے معنی۔

قَوْلًا: لِيُشْهَدَ الْمُحْتَضَرُ الخ، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شَهِادَةُ بَيْنَكُمْ مصدر بمعنی امر ہے، یعنی قریب المرگ شخص کو چاہئے کہ اپنی وصیت پر دو آدمیوں کو گواہ بنالے۔

قَوْلًا: اَوْ يُوصَى إِلَيْهِمَا، اس اضافہ سے اشارہ کر دیا کہ آیت کی دو تفسیریں ہیں، خازن کی عبارت یہ ہے، واختلفوا في هَذَيْنِ إِلَّا ثَنَيْنِ فَقِيلَ هُمَا الشَّاهِدَانِ اللَّذَانِ يَشْهَدَانِ عَلَى وَصِيَّةِ الْوَصِيِّ وَقِيلَ هُمَا وَصِيَانِ لِأَنَّ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِيهِمَا وَلَا نَهَ تَعَالَى قَالَ فَيُقْسَمَانِ بِاللَّهِ وَالشَّاهِدُ لَا يَلْزَمُهُ الْيَمِينُ، مطلب یہ کہ شَهِادَةُ اثنین سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اثنین سے وہ دو شاہد مراد ہیں جن کو موصی نے بوقت مرگ وصیت پر گواہ بنایا ہو، بعض حضرات نے کہا ہے خود موصی مراد ہیں، اس لئے کہ مذکورہ واقعہ اوصیاء ہی سے متعلق ہے، دوسری بات یہ کہ شاہدوں پر قسم لازم نہیں ہوئی، ثانی صورت میں شہادت بمعنی حضور ہوگا مثلاً تو کہے شَهِدْتَ وَصِيَّةَ فُلَانٍ بمعنی حضر تہا۔

تفسیر و تشریح

ترمذی، ابوداؤد تفسیر ابن جریر وغیرہ میں امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس سے جو روایتیں مروی ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ تین شخص دو نصرانی اور ایک مسلمان تجارت کی غرض سے ملک شام کی طرف گئے مسلمان جس کا نام بزیل یا ہڈیل سہمی تھا سخت بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گیا تو اس نے اپنے مال سامان کی ایک فہرست بنا کر اپنے سامان میں رکھ دی اور وہ سامان اپنے دونوں نصرانی ساتھیوں کو دیکر وصیت کی کہ میرا یہ سامان میرے وارثوں کو دیدینا، اس سامان میں چاندی کا کٹورا (پیالہ) بھی تھا جس پر سونے کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے، یہ کٹورا نصرانیوں نے اس سامان میں سے نکال لیا اور باقی سامان مسلمان سہمی کے و رثاء کو دیدیا نصرانی ساتھیوں کی نظر اس فہرست پر نہیں پڑی، سہمی کے و رثاء نے جب سامان کھولا تو وہ فہرست برآمد ہوئی، اس فہرست کے مطابق وہ کٹورا موجود نہیں تھا، سہمی کے و رثاء نے اس کٹورے کا دعویٰ آنحضرت ﷺ کے روبرو پیش کیا آپ ﷺ نے ان نصرانیوں کو قسم دی انہوں نے قسم کھائی کہ سہمی نے جو مال مرتے وقت ہمارے سپرد کیا تھا ہم نے وہ پورا مال اس کے و رثاء کو

پہنچا دیا کچھ مدت بعد وہ کٹورا ایک سناڑ کے پاس ملا سہمی کے ورثاء نے پہچان لیا اور قسم کھائی کہ وہ کٹورا ان کے مورث کا ہے، چنانچہ اس کٹورے کی قیمت سہمی کے ورثاء کو دلوادی گئی۔

اس روایت کو اگرچہ ترمذی نے حسن غریب کہا ہے لیکن ابن جریر کی سند معتبر ہے، اس کے علاوہ یہ روایت علی بن مدینی کے حوالہ سے صحیح بخاری میں بھی ہے علی بن مدینی نے جو یہ کہا ہے کہ اس روایت کی سند میں ایک راوی ابن ابی القاسم نامعلوم الحال ہے، یہ ابن ابی القاسم محمد بن ابی القاسم ہے جس کو یحییٰ بن معین اور ابو حاتم نے ثقہ کہا ہے جس کی وجہ سے ابن ابی القاسم کے نامعلوم ہونے کا شبہ رفع ہو گیا۔

آیت کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان حالت سفر وغیرہ میں اپنے ورثاء سے دور ہو اور اس کے پاس کچھ مال ہو تو اس کو چاہئے کہ اس مال کو ورثاء تک پہنچانے کیلئے دو مسلمانوں کو وصی اور وصیت کا گواہ بنادے، اگر یہ واقعہ ایسی سرزمین میں پیش آئے کہ جہاں مسلمان نہ ہوں جن کو وصی بنایا جاسکے تو پھر اسلام کی شرط باقی نہ رہے گی، اگر اوصیاء کے بیان پر ورثاء کو کوئی اعتراض نہ ہو تو اوصیاء کے بیان کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا اسلئے کہ یہ دونوں حضرات وصی بھی ہیں اور وصیت کے گواہ بھی، اور اگر ورثاء کو اوصیاء کے بارے میں کچھ بدظنی ہو تو اوصیاء کو یہ حلف دلایا جائیگا کہ وصیت کے بارے میں ان کا بیان صحیح ہے اس حلف کے بعد بھی اگر ورثاء کی بدظنی باقی ہے تو اگر ورثاء کے پاس اوصیاء کی غلط بیانی کا کوئی ثبوت ہو تو پیش کرنے کو کہا جائیگا، ورنہ اوصیاء کی غلط بیانی پر وصیت کے ورثاء سے حلف لیا جائیگا، اور اسی کے مطابق فیصلہ کر دیا جائیگا، جن علماء نے مدعی اور گواہوں سے قسم لینے کی ممانعت کی ہے انہوں نے اوصیاء سے قسم لینے کے بارے میں مختلف قسم کے شبہات کا اظہار کیا ہے لیکن حقیقت میں فریقین کا یہ حلف اسی طرح کا ہے جس طرح لعان کے مسئلہ میں فریقین کو حلف دیا جاتا ہے۔

من بعد الصلوة کی تفسیر بعض علماء نے صلوٰۃ العصر سے کی ہے یہ تغلیظ اور شدت ظاہر کرنے کے لئے ہے اسلئے کہ عصر کے بعد کا وقت قبولیت دعاء کے بارے میں خالص اہمیت رکھتا ہے صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عصر کے بعد جھوٹی قسم کو خوفناک اور رحمت خداوندی سے دور ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔

ورثاء کی قسم کی مصلحت:

آگے فرمایا کہ ورثاء کو قسم کا حکم اس لئے ہے کہ جب وصیت کے گواہوں کو یہ خوف رہے گا کہ ورثاء کی قسم کے مقابلہ میں ان کی قسم جھوٹی ٹھہرائی جاسکتی ہے جس کی وجہ سے ان کی رسوائی ہوگی تو وہ گواہی میں دروغ گوئی کی جرأت نہ کریں گے۔

ابوموسیٰ اشعری کا واقعہ:

ابوداؤد میں معتبر سند سے ابوموسیٰ اشعری کا واقعہ مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کوفہ کا رہنے والا ایک مسلمان شخص حالت سفر میں جب مرنے لگا تو اس نے اہل کتاب میں سے دو شخصوں کو اپنی وصیت کا گواہ قرار دیا، ابوموسیٰ اشعری کوفہ کے حاکم تھے اسلئے یہ

مقدمہ ان کی عدالت میں پیش ہوا، انہوں نے اس آیت کے مطابق گواہوں سے قسم لے کر مقدمہ کا فیصلہ کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ بعض مفسرین نے اس آیت کو منسوخ العمل قرار نہیں دیا اسلئے کہ نسخ تو آنحضرت ﷺ کی مدت حیات ہی میں ممکن تھا۔

(احسن التفاسیر ملخصاً)

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ هُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ فَيَقُولُ لَهُمْ تَوْبِيحًا لِقَوْمِهِمْ مَاذَا أَى الذِّى أُجِبْتُمْ بِهِ حِينَ دَعَوْتُمْ إِلَى التَّوْحِيدِ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا بِذَلِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا غَابَ عَنِ الْعِبَادِ ذَهَبَ عَنْهُمْ عِلْمُهُ لَشِدَّةِ هَوْلِ يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَفَزَعِهِمْ ثُمَّ يَشْهَدُونَ عَلَى أَسْمِهِمْ لَمَا يَسْكُنُونَ أَذْكَرَ إِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ادْخُرِي نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ بِشُكْرِهَا إِذْ أَيْدَتْكَ قُوَّتُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ جِبْرِيلُ تَكَلَّمَ النَّاسُ حَالًا مِنَ الْكَافِ فِي أَيْدَتِكَ فِي الْمَهْدِ أَى طِفْلًا وَكَهْلًا يُفِيدُ نَزُولَهُ قَبْلَ السَّاعَةِ لِأَنَّهُ رُفِعَ قَبْلَ الْكُفُولَةِ كَمَا سَبَقَ فِي آلِ عِمْرَانَ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَإِذْ تَخَلَّقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ كَصُورَةِ الطَّيْرِ وَالْكَافِ اسْمُ بَعْضِ مِثْلِ مَفْعُولٍ بِإِذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي بِإِزَادَتِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ أَخْرَجُ الْمُوَلَّى مِنْ قُبُورِهِمْ أَحْيَاءَ بِإِذْنِي وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَنْكَ حِينَ هُمُوا بِقَتْلِكَ إِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ الْمَعْجَزَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَذَا الَّذِي جِئْتَ بِهِ إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ وَفِي قِرَاءَةِ سَاحِرٍ أَى عِيسَى وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَسْرَتِهِمْ عَلَى لِسَانِهِ أَنْ أَى بَانَ أَمْوَالِي وَبِرَسُولِي عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالُوا آمَنَّا بِهِمَا وَأَشْهَدُ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝ أَذْكَرَ إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ لِيَعْسَى ابْنِ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ أَى يَفْعَلُ رَبُّكَ وَفِي قِرَاءَةِ بِالْفَوْقَانِيَةِ وَنَضَبٍ مَا بَعْدَهُ أَى تَقْدِيرُ أَنْ تَسْأَلَ أَنْ يُنْزَلَ عَلَيْنَا مَا يَدَّ مِنَ السَّمَاءِ قَالَ لَهُمْ عِيسَى اتَّقُوا اللَّهَ فِي اقْتِرَاحِ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ قَالُوا نُرِيدُ سُؤَالَهَا مِنْ أَجْلِ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَنَطْمِئِنَّ تَسْكُنَ قُلُوبُنَا بِزِيَادَةِ الْيَقِينِ وَنَعْلَمَ نَزْدَادَ عِلْمًا أَنْ مُخَفِّفَةً أَى أَنْكَ قَدْ صَدَقْتَنَا فِي ادِّعَاءِ النُّبُوَّةِ وَنَكُونُ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا أَى يَوْمَ نَزُولِهَا عِيدًا نُعَظِّمُهُ وَنُسْرِفُهُ لِأَوَّلِنَا بَدَلٍ مِنْ لَنَا بِاعَادَةِ الْجَارِ وَآخِرِنَا بِمَنْ يَأْتِي بَعْدَنَا وَآيَةً مِنْكَ عَلَى قُدْرَتِكَ وَنُبُوتِي وَأَنْزِلْ قَنَا إِيَّاهَا وَأَنْتَ خَيْرُ الزَّائِرِينَ ۝ قَالَ اللَّهُ مُسْتَجِيبًا لَهُ إِلَى مَزَلِهَا بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ عَلَيْنَا فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدَ أَى بَعْدَ نَزُولِهَا مِنْكُمْ فَإِنِّي أَعَذُّبُهُ عَذَابًا لَا أَعَذُّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ ۝ فَنَزَلَتْ الْمَلَائِكَةُ بِهَا مِنَ السَّمَاءِ عَلَيْهَا سَبْعَةُ ارْغِفَةٍ وَسَبْعَةُ أَحْوَابٍ فَآكَلُوا مِنْهَا حَتَّى شَبِعُوا قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَفِي حَدِيثٍ أَنْزَلَتْ الْمَائِدَةُ مِنَ السَّمَاءِ خُبْرًا وَلَحْمًا فَأَمَرُوا أَنْ لَا يَخُونُوا وَلَا يَدْخُرُوا لِغَدِ فَخَانُوا وَادْخُرُوا فَرَفَعَتْ فَمَسَحُوا قِرْدَةً وَخَنَازِيرَ.

ترجمہ: یاد کرو اس دن کو جس دن اللہ تمام رسولوں کو جمع کرے گا وہ قیامت کا دن ہوگا، ان کی امتوں کو سرنش کرنے کے لئے ان سے پوچھ گچھ گا جب تم نے ان کو توحید کی دعوت دی تھی تو تم کو ان کی طرف سے کیا جواب ملا تھا؟ انبیاء جواب دیں گے ہمیں اس کی کچھ خبر نہیں آپ ہی پوشیدہ باتوں کو بخوبی جانتے ہیں (یعنی) ان چیزوں کو جو بندوں سے پوشیدہ ہیں، قیامت کے دن کی ہول اور خوف کی شدت کی وجہ سے (امتوں کے جواب) کا ذہول ہو جائیگا، اور جب ان کو سکون ہوگا تو اپنی اپنی امتوں کے خلاف گواہی دیں گے، اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم سے فرمایا، اے عیسیٰ ابن مریم شکر یہ کے ساتھ ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تمہارے اور تمہاری والدہ کے اوپر کی تھیں، جب میں نے روح القدس جبرائیل کے ذریعہ تمہاری مدد کی تھی تم گہوارہ یعنی حالت طفولیت میں لوگوں سے بات کرتے تھے (تکلم الناس) ایدتک کی کاف ضمیر سے حال ہے، اور بڑی عمر میں بھی، اس سے حضرت عیسیٰ کا قیامت سے پہلے نزول مستفاد ہوتا ہے اسلئے کہ ان کو کھولت کی عمر سے پہلے ہی اٹھالیا گیا تھا، جیسا کہ آل عمران میں گذر چکا ہے، اور جبکہ میں نے تم کو کتاب اور حکمت کی باتیں اور تورات اور انجیل سکھائی تھیں اور جب کہ تم مٹی سے میری اجازت سے پرندے کی صورت کا پتلا بناتے تھے (کھیلنے) میں کاف اسم ہے اور مفعول ہے بہ معنی مثل کے پھر تم اس میں پھونک مار دیتے تھے وہ میرے ارادہ سے پرند ہو جاتا تھا اور تم مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو میری اجازت سے اچھا کر دیتے تھے اور جبکہ تم مردوں کو ان کی قبروں سے میری اجازت سے زندہ کر کے نکالتے تھے، اور میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا جبکہ انہوں نے تیرے قتل کا ارادہ کر لیا تھا جبکہ تم ان کے پاس معجزات لے کر آئے تھے، تو ان میں جو کافر تھے انہوں نے کہا جو تم لے کر آئے ہو وہ تو کھلا جادو ہے، اور ایک قراءت میں ساڑھے ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور جب میں نے حواریوں کو اشارہ کیا یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ان کو حکم دیا یہ کہ مجھ پر اور میرے رسول عیسیٰ پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا ہم دونوں پر ایمان لائے اور آپ شاہد رہے کہ ہم مسلم ہیں وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے کہ جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم کیا آپ کا رب ایسا کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کرے اور ایک قراءت میں تستطیع تاء کے ساتھ ہے اور مابعد یعنی (ربنک) کے نصب کے ساتھ ہے، یعنی کیا آپ اس سے (خوان) کا سوال کر سکتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا تم فرمائی معجزے طلب کرنے کے بارے میں اللہ سے ڈرو اگر تم (حقیقت میں) مومن ہو، وہ بولے ہمارا مقصد خوان کا سوال کرنے سے یہ ہے کہ ہم اس میں سے کھائیں اور یقین کے اضافہ سے ہمارا دل مطمئن ہو جائے اور ہمارا یہ یقین اور بڑھ جائے کہ آپ نے دعوائے نبوت میں ہم سے سچ بولا ان مخففہ (عن الثقیلہ) ہے اے اُنک، اور ہم نبوت پر گواہی دینے والوں میں ہو جائیں، عیسیٰ ابن مریم نے دعاء کی اے اللہ اے ہمارے پروردگار تو ہمارے لئے آسمان سے خوان نازل فرماتا کہ خوان کے نزول کا دن ہمارے لئے خوشی کا دن ہو تاکہ ہم اس دن کی تعظیم و توقیر کریں اور ہم سے پہلوں کے لئے لاؤ لندا، اعادہ جار کے ساتھ لندا سے بدل ہے اور ہم سے بعد والوں کے لئے (یعنی) جو ہمارے بعد آئیں، اور تیرے لئے تیری قدرت پر اور میری نبوت پر ایک نشانی ہو جائے، اور اس خوان کو ہمارے لئے رزق بنا اور تو عطا کرنے والوں میں سب سے بہتر عطا کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام

کی دعاء قبول کرتے ہوئے فرمایا میں اس خوان کو تمہارے اوپر نازل کرنے والا ہوں تخفیف اور تشدید کے ساتھ سواں کے بعد یعنی اس کے نزول کے بعد جو تم میں سے ناشکری کرے گا تو میں اس کو ایسی سخت سزا دوں گا کہ وہ سزا دنیا جہاں والوں میں سے کسی کو نہ دوں گا چنانچہ آسمان سے فرشتے خوان لیکر نازل ہوئے جس پر سات روٹیاں اور سات مچھلیاں تھیں سب نے اس میں سے کھایا، حتیٰ کہ سب سیر ہو گئے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، آسمان سے ایک خوان نازل کیا گیا کہ اس پر روٹیاں تھیں اور گوشت تھا، ان کو حکم دیا گیا کہ خیانت نہ کریں اور نہ کل کے لئے ذخیرہ کریں مگر انہوں نے خیانت بھی کی اور ذخیرہ بھی کیا چنانچہ وہ خوان اٹھالیا گیا اور ان کو بندروں اور خزیروں کی شکل میں مسخ کر دیا۔

تحقیق و تخریج تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: تَوْبِيخًا لِقَوْمِهِمْ، یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ اللہ تو علام الغیوب ہے اسے کسی شے کے بارے میں سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے جواب یہ ہے کہ سوال سرزنش (توبیخ) کے لئے ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول ”اِذَا الْمَوْؤُذَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ“ میں سوال تو بیخی ہے۔

قَوْلُهُ: اِی الَّذِی، یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سُئِلَ: ذَا، اسم اشارہ محسوس کے لئے ہے یہاں اس کا مثلاً الیہ جواب ہے جو کہ غیر محسوس ہے؟

جَوَابُهُ: یَہِیَہِ کہ ذہا بمعنی الذی اسم موصول ہے فلا اعتراض۔

قَوْلُهُ: ذَهَبَ عَنْهُمْ عِلْمُهُ، الخ یہ ایک سوال کا جواب ہے۔

سُئِلَ: انبیاء کو دنیا میں ان کی دعوت توحید کے جواب میں ان کی امتوں نے کیا جواب دیا تھا یہ تو ان کو معلوم ہونا چاہئے، پھر انبیاء کا محشر میں خدا کے روبرو یہ کہنا ہم نہیں جانتے کہ ہماری امتوں نے ہمیں کیا جواب دیا تھا؟ اس سے کذب لازم آتا ہے جو کہ انبیاء کی شایان شان نہیں اور وہ بھی باری تعالیٰ کے حضور میں۔

جَوَابُهُ: علم کی نفی کذب کی وجہ سے نہیں بلکہ قیامت کی ہولناکی اور خوف کی وجہ سے ہوگی اسلئے کہ روز محشر ہر نفس پر جلال خداوندی کی اس قدر ہیبت چھائی ہوگی کہ انبیاء کے ذہن سے بھی ذہول ہو جائیگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”تذہل کلُّ مَرَضعة عَمَّا اَرْضعت“ مگر یہ جواب ضعیف ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے بارے میں فرمایا ہے ”لَا یَحْزَنُهُمُ الْفَرَجُ الْاَکْبَرُ“ امام فخر الدین رازی نے مذکورہ اعتراض کا یہ جواب دیا ہے، انبیاء کا جواب سے سکوت وانکار ادب و تنظیم کی وجہ سے ہوگا، جیسا کہ صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے جواب میں اکثر اللہ اعلم فرمایا کرتے تھے حالانکہ ان کو بعض سوالوں کے جواب معلوم ہوتے تھے۔

قَوْلُهُ: طِفْلًا، فی المہد کی تفسیر طفلاً سے کر کے اشارہ کر دیا کہ مہد سے مراد حالت طفولیت ہے نہ کہ نفس مہد اسلئے کہ مہد کا مقابلہ کھلا سے لائے ہیں مقصد نقصان عقل اور کمال عقل کا تقابل ہے۔

قَوْلًا: اَكْمَه، مادر زاد اندھا، كَمَهُ سے صیغہ صفت مشبہ۔

قَوْلًا: ابرص برص کوڑھی ایک قسم کا مشہور مرض ہے۔

قَوْلًا: اَمَرْتُهُمْ عَلٰی لِسَانِه يہ اس سوال کا جواب ہے کہ حواری تو نبی نہیں تھے پھر ان کی طرف وحی کرنے کا کیا مطلب ہے؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ براہ راست وحی مراد نہیں ہے بلکہ مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے ان کو حکم دینا ہے، فلا اشکال۔

قَوْلًا: تَسْتَطِيعُ رَبِّكَ، ای سوال رَبِّكَ حَذَف مضاف کے ساتھ اسلئے کہ ذات رب سے سوال کا کوئی مطلب نہیں ہے۔
قَوْلًا: مِنْ اَجَل، اس میں اشارہ ہے کہ اُن ناکل، مفعول لا جملہ ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْح

یوم یجمع اللہ الرسل، الخ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی قوموں نے اچھا برا جو بھی معاملہ کیا، اس کا علم تو یقیناً انہیں ہوگا لیکن وہ اپنے علم کی نفی یا تو محشر کی ہولناکی اور اللہ جل جلالہ کی بیبت و عظمت کی وجہ سے کریں گے، یا اس کا تعلق ان کی وفات کے بعد کے حالات سے ہوگا، علاوہ ازیں باطنی امور کا کلیتاً علم تو صرف اللہ ہی کو ہے اس لئے انبیاء کہیں گے کہ علام الغیوب تو تو ہی ہے نہ کہ ہم، صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک اور سہل بن سعد وغیرہ سے روایت مذکور ہے کہ بعض لوگوں کو روز محشر حوض کوثر سے ہٹا دیا جائیگا، آپ ﷺ فرشتوں سے کہیں گے یہ لوگ تو فرمانبرداروں میں سے ہیں تو فرشتے جواب دیں گے کہ آپ کی وفات کے بعد یہ لوگ فرمانبرداری پر قائم نہیں رہے، یہ حدیثیں اور اس قسم کی اور حدیثیں آیت کی تفسیر ہیں جن سے پوری امت کی حالت کو اللہ کے علم کے حوالہ کرنے کا حال اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے، اس سے آپ ﷺ کا عالم الغیب نہ ہونا بھی بخوبی معلوم ہو گیا۔

يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گود میں اس وقت کلام کیا تھا جب حضرت مریم اس نومولود کو لیکر اپنی قوم میں آئیں اور انہوں نے اس بچہ کو دیکھ کر تعجب کا اظہار اور اس کی بابت استفسار کیا تو اللہ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شیر خوارگی کے عالم میں کلام کیا۔

فَاَمَّا كَذًا: عالم طفولیت میں کلام کرنے کا معجزہ ہونا تو ظاہر ہے اسلئے کہ کوئی بچہ ماں کی گود میں بڑوں کی طرح بولنے لگے تو یہ اس کا امتیاز اور اعجاز ہوگا، اب رہا ادھیڑ عمر میں کلام کرنا تو یہ نہ کوئی قابل تعجب بات ہے اور نہ قابل ذکر اسلئے کہ بڑے ہو کر ہر آدمی کلام کرتا ہی ہے، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خصوصی حال پر غور کریں تو اس کا بھی معجزہ ہونا واضح ہو جائیگا، کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کو ادھیڑ عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی ۳۳ سال کی عمر میں آسمانوں کی طرف اٹھالیا گیا، اب دنیا کے انسانوں سے بات کرنا ادھیڑ عمر کو پہنچنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے جب اس دنیا میں تشریف لائیں گے جیسا کہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے جو قرآن و حدیث کی تصریحات سے ثابت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حالت طفولیت میں کلام کرنا معجزہ تھا اسی طرح عالم

◀ زمزم پبلشرز ▶

لَهُمْ جَنَّاتُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ بَطَاعَتِهِ وَرِضْوَانُهُ بِشَوَابِهِ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَلَا يَنْفَعُ الْكَاذِبِينَ فِي الدُّنْيَا صِدْقُهُمْ فِيهِ كَالْكَافَرِ لَمَّا يُؤْمِنُونَ عِنْدَ رُؤْيَا الْعَذَابِ لِلَّهِ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ خَزَائِنُ الْمَطَرِ وَالنَّبَاتِ وَالرِّزْقِ وَغَيْرِهَا وَمَلْفُوهٌ أَتَى بِمَا تَغْلِبُ الْغَيْرَ الْعَاقِلَ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَمِنْهُ إِثَابَةُ الصَّادِقِ وَتَعَذِيبُ الْكَاذِبِ وَخَصَّ الْعَقْلُ ذَاتَهُ تَعَالَى فَلَيْسَ عَلَيْهَا بِقَدْرٍ.

ترجمہ: اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام سے اس کی قوم کو سزا دلانے کے لئے فرمایا، کہ اے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کیا تم نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی اللہ کے علاوہ معبود قرار دے لو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ ہوئے عرض کریں گے آپ تو ہر اس چیز (یعنی شریک وغیرہ) سے پاک ہیں جو آپ کی شایان شان نہیں، اور میرے لئے کسی طرح ایسی بات کہنا لائق نہیں جسکے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں (بحق) لیس کی خبر ہے اور (لسی) تمہیں کے لئے (زائد) ہے اگر میں نے (یہ بات) کہی ہوگی تو آپ کو اس کا علم ہوگا اسلئے کہ تو تو میرے دل کی بات بھی جانتا ہے اور میں تیرے دل کی بات کو نہیں جانتا، یعنی تیری مخفی معلومات کا مجھے علم نہیں، تمام مغیبات کے جاننے والے آپ ہی ہیں میں نے تو ان سے صرف وہی بات کہی جس کو کہنے کا تو نے حکم فرمایا وہ یہ کہ تم اللہ کی بندگی اختیار کرو جو کہ میرا اور تمہارا (سب کا) رب ہے، میں ان کا نگران تھا جب تک میں ان کے درمیان تھا ان کو ایسی بات کہنے سے روک رہا اور جب آپ نے مجھے رفع آسمانی کے ذریعہ واپس بلا لیا تو آپ ان کے اعمال کے نگہبان تھے اور آپ تو ہر چیز سے واقف ہیں (خواہ) میری بات ہو جو میں نے ان سے کہی یا ان کی بات جو انہوں نے میرے بعد کہی وغیرہ وغیرہ، ان میں سے جو کفر پر قائم رہا اگر آپ ان کو سزا دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور آپ ان کے مالک ہیں ان میں جس طرح چاہیں تصرف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں آپ پر کوئی اعتراض نہیں، اور اگر آپ انہیں معاف کر دیں تو آپ اس پر غالب ہیں اور اپنی صنعت میں باحکمت ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ قیامت کا دن وہ دن ہے کہ اس دن میں دنیا میں سچائی اختیار کرنے والوں کی سچائی نفع پہنچائیگی جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام اسلئے کہ یہ صلہ دینے کا دن ہے، ان کو ایسے باغات ملیں گے کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے اللہ ان سے ان کی اطاعت کی وجہ سے خوش اور وہ اس سے اس کے اجر پر راضی، یہی بڑی کامیابی ہے اور دنیا میں جھوٹوں کو قیامت میں ان کی سچائی کچھ نفع نہ دے گی، جیسا کہ کفار، جبکہ عذاب کو دیکھ کر ایمان لائیں گے، زمین اور آسمانوں اور جو کچھ ان میں ہے سب کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے (یعنی) بارش اور نباتات اور رزق وغیرہ کے خزانے سب اسی کی ملک میں ہیں (بجائے من کے) ما، کا استعمال غیر ذوی العقول کو غلبہ دینے کی وجہ ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ان ہی میں سے سچے کو اجر عطا کرنا اور جھوٹے کو سزا دینا بھی ہے، اور عقل نے باری تعالیٰ کو (تحت القدرة) ہونے سے خاص کر دیا چنانچہ وہ اپنی ذات پر قدرت نہیں رکھتا۔

تحقیق و تخریج تسمیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: اِی يَقُولُ، قَالَ ماضی کی تفسیر يَقُولُ مضارع سے کر کے اس سوال کا جواب دیدیا کہ سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ مکالمہ قیامت کے دن ہوگا اور قال سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں ہو چکا، قال کی تفسیر یقول سے کر کے بتا دیا کہ ماضی بمعنی مضارع ہے۔

قَوْلُهُ: تَوْبِيحًا لِقَوْمِهِ، اس اضافہ کا مقصد بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سُئِلَ: سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اس سے کوئی شئی مخفی نہیں ہے ان ہی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی امت سے کہنا یا نہ کہنا بھی ہے۔

جَوَابُهُ: جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سوال برائے استفہام نہیں ہے بلکہ تویح کے لئے ہے، لہذا اب کوئی اعتراض نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: لِقَوْمِهِ، کا اضافہ کر کے اشارہ کر دیا کہ تقصیر اور کوتاہی قوم کی تھی نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی۔

قَوْلُهُ: اُرْعِدَ لِرَزِيْدٍ اَزْ تَرَسٍ، عیسیٰ علیہ السلام خوف کی وجہ سے لرزہ بر اندام ہو گئے۔

قَوْلُهُ: وَلِيَّ، لِلتَّبَيُّنِ، اس میں ان لوگوں پر رد ہے جو، لی، کو حق سے متعلق مانتے ہیں اور وجہ رد یہ ہے کہ جار پر مجرد کے صلہ کی تقدیم ممتنع ہے۔

قَوْلُهُ: بِالرَّفْعِ اِلَى السَّمَاءِ، اس عبارت میں اشارہ ہے کہ یہاں توفی کے معنی موت کے نہیں ہیں اس لئے کہ توفی کے معنی اخذ الشئی و افیاء، کسی چیز کو پورا پورا لینا کے ہیں، موت بھی اس کی ایک نوع ہے نہ کہ عین موت، لہذا اب یہ اعتراض ختم ہو گیا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تو قَبَّلْتَنِي سے مراد موت ہو حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال نہیں ہوا ہے۔

قَوْلُهُ: وَخَصَّ الْعَقْلُ ذَاتَهُ تَعَالٰی، اس عبارت کے اضافہ کا مقصد ایک سوال کا جواب ہے۔

سُئِلَ: سوال یہ ہے کہ ”علیٰ کل شیء قَدِير“ میں خود اللہ تعالیٰ بھی شئی میں داخل ہے اس لئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو شئی میں داخل نہ مانیں تو اللہ تعالیٰ کا لاشئ ہونا لازم آتا ہے جو ظاہر البطلان ہے لہذا اللہ تعالیٰ کو اشیاء کا ایک فرد ماننا ضروری ہے اور کل شئی ہالک سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شئی ہلاک ہونے والی ہے۔

جَوَابُهُ: کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شئی تو ہے مگر دیگر اشیاء کے مانند نہیں، لہذا عقل نے ذات باری تعالیٰ کو اشیاء سے خاص کر لیا یعنی اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے مگر اپنی ذات پر قادر نہیں ہے اس لئے کہ قدرت کا تعلق ممکنات سے ہوتا ہے نہ کہ

واجبات اور محالات سے لہذا شئی سے مراد کل موجود ممکن ایجاد ہے۔ (حمل)

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحِ

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَٰعِيسَىٰ ابْنَ مَرْيَمَ إِنَّكَ قُلْتَ لِلنَّاسِ الْخ عِيسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ سے یہ سُرال روز قیامت میں ہوگا جس کو یقینی الوقوع ہونے کی وجہ سے ماضی سے تعبیر کر دیا ہے، خطاب اگرچہ عِيسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ کو ہے مگر مقصد ان لوگوں کو زجر و توبیح کرنا ہے جنہوں نے غیر اللہ کو معبود بنا لیا تھا، اسلئے کہ جن کو معبود بنایا گیا ہے وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہیں۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ عیسائیوں نے حضرت عِيسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ کے ساتھ ان کی والدہ مریم کو بھی معبود بنایا تھا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ من دون اللہ میں صرف سونے چاندی یا پتھر لوہے وغیرہ کے بت ہی شامل نہیں ہیں بلکہ اللہ کے وہ نیک بندے بھی مِنْ دُونِ اللہ میں شامل ہیں جن کی لوگوں نے کسی انداز سے عبادت کی، جیسے حضرت عِيسَىٰ و مریم اور حضرت عزیر علیہ السلام وغیرہ۔

مسیحیوں کا شرک:

عیسائیوں نے اللہ کے ساتھ صرف مسیح علیہ السلام اور روح القدس ہی کو خدا بنانے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ مسیح علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کو بھی ایک مستقل معبود بنا ڈالا، حضرت مریم کی الوہیت یا قدوسیت کے متعلق کوئی اشارہ تک بائبل میں موجود نہیں ہے مسیح علیہ السلام کے بعد ابتدائی تین سو سالوں تک عیسائی دنیا اس تخیل سے بالکل نا آشنا تھی، تیسری صدی عیسوی کے آخر میں اسکندریہ کے بعض علماء نے پہلی مرتبہ حضرت مریم کے لئے، ”ام اللہ“، مادرِ خدا، کے الفاظ استعمال کئے، اس کے بعد بتدریج الوہیت مریم کا عقیدہ اور مریم پرستی کا طریقہ عیسائیوں میں پھیلنا شروع ہوا، لیکن اول اول چرچ اس عقیدہ کو باقاعدہ طور پر تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا، بلکہ مریم پرستوں کو فاسد العقیدہ قرار دیتا تھا، پھر جب نسطورلیس کے اس عقیدہ پر کہ مسیح کی واحد ذات میں دو مستقل جداگانہ شخصیتیں جمع تھیں، مسیحی دنیا میں بحث و جدال کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تو اس کا تصفیہ کرنے کے لئے ۴۳۱ء میں شہر افسوس میں ایک کونسل منعقد ہوئی اور اس کونسل میں پہلی مرتبہ کلیسا کی سرکاری زبان میں حضرت مریم کے لئے مادرِ خدا، کا لقب استعمال کیا گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مریم پرستی کا جو مرض اب تک کلیسا کے باہر پھیل رہا تھا وہ اس کے بعد کلیسا کے اندر بھی تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا، حتیٰ کہ نزول قرآن کے زمانہ تک پہنچتے پہنچتے حضرت مریم اتنی بڑی دیوی بن گئیں کہ باپ، بیٹا اور روح القدس تینوں اس کے سامنے ہیچ ہو گئے، ان کے مجسمے جگہ جگہ کلیساؤں میں نصب کئے ہوئے تھے، ان کے آگے عبادت کے جملہ مراسم ادا کئے جاتے تھے، ان ہی سے دعائیں مانگی جاتی تھیں اور ان ہی کو فریادرس اور مشکل کشا سمجھا جاتا تھا۔

تَوْفِیَّتِنِی کا مطلب:

توفیتنی کا مطلب یہ ہے کہ جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھالیا، تَوْفِیَّتِنِی کا مادہ وَفِیُّ ہے جس کے اصل معنی پورا پورا لینے کے ہیں انسان کی موت پر جو وفات کا لفظ بولا جاتا ہے وہ اسی لئے بولا جاتا ہے کہ اس کے جسمانی اختیارات مکمل طور پر سلب کر لئے جاتے ہیں اس اعتبار سے موت اس کے معنی کی مختلف صورتوں میں سے محض ایک صورت ہے نیند میں بھی چونکہ انسانی اختیارات عارضی طور پر معطل کر دیئے جاتے ہیں اس لئے نیند پر بھی قرآن نے وفات کے لفظ کا اطلاق کیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اس کے حقیقی اور اصلی معنی پورا پورا لینے کے ہیں بعض نے اس کے مجازی معنی مشہور استعمال کے مطابق موت ہی کے لئے ہیں لیکن اس کے ساتھ انہوں نے کہا ہے کہ الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی رَافِعُكَ، کے معنی مقدم ہیں اور مُتَوَفِّیْكَ، کے معنی متاخر ہیں، یعنی میں تم کو آسمان پر اٹھا لوں گا اور پھر جب دنیا میں نزول ہوگا تو اس وقت موت سے ہمکنار کروں گا، یعنی یہود کے ہاتھوں تیرا قتل نہیں ہوگا بلکہ تجھے طبعی موت ہی آئے گی۔

(فتح القدیر، ابن کثیر)

اِنْ تَعَذَّبْهُمْ فَانَّهُمْ عِبَادُكَ

مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ان کا معاملہ تیرے سپرد ہے اس لئے کہ تَوْفَعَالٍ لِّمَا يُرِيدُ بھی ہے، اور تجھ سے کوئی باز پرس کرنے والا بھی نہیں ”لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ“ اللہ جو کچھ کرتا ہے اس سے باز پرس نہیں ہوگی، لوگوں سے ان کے کاموں کی باز پرس ہوگی، گویا آیت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بندوں کی عاجزی و بے بسی کا اظہار بھی ہے اور اللہ کی عظمت و جلالت اور اس کے قادر مطلق اور مختار کل ہونے کا بیان بھی، پھر ان دونوں باتوں کے حوالہ سے عفو و مغفرت کی التجا بھی سبحان اللہ! کیسی عجیب و بلیغ آیت ہے، اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ ایک رات نبی ﷺ پر نوافل میں اس آیت کو پڑھتے ہوئے ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بار بار ہر رکعت میں اسی آیت کو پڑھتے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔

(مسند احمد)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ الْأَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِيَةٌ وَخَمْسُونَ آيَةً وَتَسْتَوِي فِي ثَلَاثِينَ آيَةً

سُورَةُ الْأَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ إِلَّا وَمَا قَدَرُ اللَّهِ، الْآيَاتِ الثَّلَاثُ وَالْأَقْلُ تَعَالَوْا،
الْآيَاتِ الثَّلَاثُ وَهِيَ مِائَةٌ وَخَمْسُ أَوْسَتْ وَتَسْتَوِي آيَةً.

سورۃ انعام مکی ہے مگر وما قدر والہ سے تین آیتیں اور قل تعالوا سے
تین آیتیں اور ان کی تعداد ۱۶۵ یا ۱۶۶ ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ الْحَمْدُ وَهُوَ الْوَصْفُ بِالْجَمِيلِ ثَابِتٌ لِلَّهِ وَهَلِ الْمَرَادُ
الْإِعْلَامُ بِذَلِكَ لِلْإِيمَانِ بِهِ أَوْ لِلثَّنَاءِ بِهِ أَوْ هُمَا - اِحْتِمَالَاتٌ أَفِيدَها الثَّالِثُ قَالَهُ الشَّيْخُ فِي سُورَةِ الْكَهْفِ
الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ خَصَّهُمَا بِالذِّكْرِ لِأَنَّهُمَا أَعْظَمُ الْمَخْلُوقَاتِ لِلنَّاطِقِينَ ۝ وَجَعَلَ خَلْقَ
الظُّلُمِ وَالنُّورِ أَيْ كُلِّ ظُلْمَةٍ وَنُورٍ وَجَمَعَهُمَا دُونَهُ لِكثْرَةِ أَسْبَابِهَا وَهَذَا مِنْ دَلَائِلِ وَحْدَانِيَّتِهِ ۝ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
مَعَ قِيَامِ هَذَا الدَّلِيلِ ۝ يَسْأَلُونَ بِهِ غَيْرَهُ فِي الْعِبَادَةِ ۝ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ بِخَلْقِ إِبْنِكُمْ
آدَمَ مِنْهُ ۝ ثُمَّ قَضَى أَجَلًا ۝ لَكُمْ تَمُوتُونَ عِنْدَ انْتِهَائِهِ وَأَجَلٌ مُّسَمًّى مَضْرُوبٌ عِنْدَهُ لِبَعْثِكُمْ ۝ ثُمَّ أَنْتُمْ
أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۝ تَشْكُونَ فِي الْبَعْثِ بَعْدَ عِلْمِكُمْ أَنَّهُ ابْتَدَأَ خَلْقَكُمْ وَمِنْ قَدَرٍ عَلَى الْإِبْتِدَاءِ فَهُوَ
عَلَى الْإِعَادَةِ أَقْدَرُ ۝ وَهُوَ اللَّهُ ۝ مُسْتَحِقُّ الْعِبَادَةِ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ ۝ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ ۝ مَا تُسِرُّونَ وَمَا
تَجْهَرُونَ بِهِ بَيْنَكُمْ ۝ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ۝ تَعْمَلُونَ مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ وَمَا تَلِيهِمْ أَيْ أَهْلَ مَكَّةَ مِنْ زَائِدَةٍ
آيَةٍ ۝ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ ۝ مِنَ الْقُرْآنِ ۝ الْأَنْوَاعُ عَنْهَا مُعْرَضِينَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ ۝ بِالْقُرْآنِ ۝ لَمَّا جَاءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ
عَوَاقِبِ مَا كَانُوا يَسْتَهْزِءُونَ ۝ أَلَمْ يَرَوْا فِي أَسْفَارِهِمْ إِلَى الشَّامِ وَغَيْرِهَا كَمْ خَبْرِيَّةٌ بِمَعْنَى كَثِيرًا
أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ أُمِّيَّةٍ مِنَ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ ۝ مَكَانَهُمْ ۝ أَعْطَيْنَاهُمْ مَكَانًا فِي الْأَرْضِ بِالْقُوَّةِ وَالسَّعْيِ ۝ مَا لَمْ نَمُكِّنْهُمْ
نُعْطِ لَكُمْ فِيهِ التَّفَاتُ عَنْ الْغَيْبِ ۝ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ الْمَطَرَ عَلَيْهِمْ مَذَرًا ۝ مُتَتَابِعًا ۝ وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ

[illegible]

تَرْجُومَا:

ترجمہ: ہر تعریف اللہ کے لئے ثابت ہے (اور) یا تو اس جملہ خبریہ سے مراد ثبوت حمد پر ایمان کی خبر دینا ہے یا مراد انشاء حمد (تعریف کرنا) ہے یا دونوں مراد ہیں (یہ تین) احتمالات ہیں تیسری صورت زیادہ مفید ہے، اس کو شیخ جلال الدین محلی نے سورہ کہف میں بیان کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ان دونوں کو خاص طور پر اس لئے بیان کیا ہے کہ یہ دونوں ناظرین کی نظر میں اعظم مخلوقات ہیں اور جس نے ظلمتوں اور روشنی کو پیدا فرمایا یعنی ہر ظلمت اور نور کو، ظلمات کو جمع لائے ہیں نہ کہ نور کو، ظلمات کے اسباب کثیر ہونے کی وجہ سے، اور یہ اللہ کی وحدانیت کے دلائل میں سے ہے پھر بھی کافر اس دلیل کے قائم ہونے کے باوجود غیر اللہ کو اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں یعنی غیر اللہ کو عبادت میں اللہ کے برابر قرار دیتے ہیں، وہ ایسی ذات ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا تمہارے دادا آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کر کے، پھر اس نے تمہارے لئے مدت مقرر کی کہ جس کے پورے ہونے پر تم مرجاؤ گے، اور دوسرا وقت خاص اللہ کے نزدیک معین ہے جو کہ تمہارے بعث کا ہے، پھر بھی تم اے کافر و شک کرتے ہو (یعنی) بعث بعد الموت میں شک کرتے ہو، باوجودیکہ تم اس بات کو جانتے ہو کہ اس نے تم کو ابتداء پیدا کیا، اور جو ابتداء پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بطریق اولیٰ قادر ہے، وہی اللہ مستحق عبادت ہے آسمانوں اور زمین میں تمہاری پوشیدہ اور ظاہری باتوں کو جانتا ہے یعنی جس کو تم آپس میں پوشیدہ رکھتے ہو اور ظاہر کرتے ہو، اور جو تم کرتے ہو اس کو جانتا ہے (یعنی) جو خیر و شر تم کرتے ہو اس سے واقف ہے اور اہل مکہ کے پاس قرآن کی جو آیت بھی آئی ہے اس سے اعراض ہی کرتے ہیں، مِنْ آيَةٍ، مِّنْ ذٰلِكَ میں من زائد ہے انہوں نے حق یعنی قرآن کو جھٹلادیا جب ان کے پاس آیا سو جلد ہی ان کو اس کے انجام کی خبر مل جائے گی جس کا یہ مذاق اڑایا کرتے تھے کیا یہ لوگ اپنے شام وغیرہ کے سفر کے دوران نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان سے پہلے سابقہ امتوں میں سے کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر دیا، کچھ خبر یہ بمعنی کثیر ہے، جن کو ہم نے دنیا میں

ایسی قوت اور وسعت دی تھی کہ جو تم کو نہیں دی اس میں غیبت سے (خطاب) کی جانب التفات ہے، اور ہم نے ان پر خوب مسلسل بارشیں برسائیں اور ہم نے ان کے نیچے نہریں بہا دیں پھر ہم نے ان کو انبیاء کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک کر دیا اور ہم نے ان کے بعد دوسری قومیں پیدا کر دیں اور اگر ہم کا غر پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ ان کی تجویز کے مطابق نازل کرتے پھر اس کو یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے، (لَمَسُوهُ بَأْيَدِيهِمْ) عاینوہ سے ابلغ ہے اسلئے کہ چھو کر دیکھ لینا شک کی زیادہ نفی کرنے والا ہے، جب بھی یہ کافر لوگ تعصب اور عناد کی وجہ سے یہی کہتے کہ یہ کچھ نہیں محض کھلا ہوا جادو ہے، اور ان لوگوں کا کہنا ہے کہ محمد ﷺ پر کوئی فرشتہ کیوں نہ نازل کیا گیا جو ان کی تصدیق کرتا اور اگر ہم ان کی تجویز کے مطابق کوئی فرشتہ نازل کر دیتے (پھر بھی) یہ ایمان نہ لاتے تو ان کو ہلاک کر کے ان کا قصہ ہی ختم ہو جاتا پھر ان کو توبہ یا معذرت کے لئے مہلت نہ دی جاتی جیسا کہ ان سے پہلی امتوں میں فرمائشی معجزہ ظاہر کرنے کے بعد جبکہ وہ ایمان نہ لائے ان کو ہلاک کرنے کا اللہ کا دستور رہا ہے اگر ہم ان کی طرف فرشتہ نازل کرتے تو ظاہری بات ہے کہ وہ فرشتہ انسانی شکل میں ہوتا تاکہ یہ اس کو دیکھ سکیں، اسلئے کہ ان میں فرشتہ کو دیکھنے کی قوت نہیں، اور اگر ہم فرشتہ نازل کر دیتے اور اس کو انسانی شکل میں رکھتے تو ہم ان پر اشتباہ ڈال دیتے جیسا کہ اب ان کو اشتباہ ہو رہا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ تو تمہارے جیسا ہی انسان ہے درحقیقت آپ سے پہلے جو انبیاء ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا اس میں نبی ﷺ کو تسلی ہے تو ان کو اسی عذاب نے آگیا جس کا انہوں نے مذاق اڑایا، اور وہ عذاب تھا، اسی طرح جو آپ کے ساتھ استہزاء کرے گا اس کو بھی عذاب آگیرے گا۔

تَحْقِيقُ تَرْكِيبِ تَسْبِيلٍ تَفْسِيرِي فَوَائِدُ

قَوْلًا: هَلِ الْمُرَادُ الْإِعْلَامُ بِذَلِكَ، اس سوالیہ جملہ سے شارح علام کا مقصد یہ بتانا ہے کہ الحمد (ثابت) للہ، جملہ خبریہ کے ذریعہ جو ثبوت حمد کی خبر دی گئی ہے اس سے تین چیزیں مراد ہو سکتی ہیں، ① یا تو اس بات کی خبر دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف کمالیہ ازلی اور ابدی ہیں اور ہمارا اس پر ایمان ہے، استمرار پر دلالت جملہ کے اسمیہ ہونے کی وجہ سے ہوگی اس صورت میں جملہ لفظاً معنی خبریہ ہوگا، ② یا مقصد انشاء حمد ہے، اسی کو مفسر علام نے او الثناء بہ، سے تعبیر فرمایا ہے، اس صورت میں جملہ لفظاً خبریہ اور معنی انشائیہ ہوگا، ③ دونوں مقصود ہوں اس کی طرف اپنے قول اَوْ هُمَا سے اشارہ فرمایا ہے، اس صورت میں دونوں معنی میں استعمال حقیقہ ہوگا، اور پہلی صورت میں خبر میں حقیقت اور انشاء حمد میں مجاز ہوگا اور دوسری صورت میں انشاء حمد میں حقیقت اور خبر میں مجاز ہوگا، مطلب یہ کہ پہلی دونوں صورتوں میں ایک میں جملہ کا استعمال بالاصل اور دوسری میں بالتبع ہوگا، اور تیسری صورت میں دونوں میں جملہ کا استعمال بالاصل ہوگا اسی وجہ سے تیسری صورت پہلی دو صورتوں سے مفید تر ہے اس لئے کہ دونوں میں استعمال مقصود بالذات ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے سورہ کہف جلد چہارم ملاحظہ فرمائیں)۔

قَوْلًا: خَلَقَ، جَعَلَ کی تفسیر خَلَقَ سے کر کے اشارہ کر دیا ہے کہ جَعَلَ بمعنی خلق و انشاء ہے نہ کہ بمعنی صَوَّرَ یہی وجہ ہے کہ

ایک مفعول کی جانب متعدی ہے۔

قَوْلًا: لِكثْرَةِ اسْبَابِهَا، ظلمت کے اسباب چونکہ کثیر ہیں اسلئے ظلمات کو جمع لائے ہیں، اور نور کی قسم چونکہ ایک ہی ہے اسلئے اس کو واحد لائے ہیں۔

قَوْلًا: عَوَاقِبُ.

سُؤَال: عَوَاقِبُ مضاف محذوف ماننے کا کیا فائدہ ہے؟

جَوَاب: اسلئے کہ نفس انباء تو دنیا ہی میں معلوم ہو جائیں گی، البتہ ان کا انجام اور نتیجہ آخرت میں معلوم ہوگا، اسی فائدہ کے لئے لفظ عواقب، محذوف مانا گیا ہے۔

قَوْلًا: لِأَنَّهُ أَنْفَى لِلشَّكِّ، یعنی معاینہ کے بجائے لمس کا استعمال نفی شک میں زیادہ ہے اسلئے کہ دیکھنے میں تو کبھی سحر یا نظر بندی کا دھوکا بھی ہو سکتا ہے مگر لمس اور ٹٹول کر معلوم کرنے میں دھوکہ اور مغالطہ کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

قَوْلًا: لِلْبَسْنَاه، یہ شرط محذوف کا جواب ہے، تقدیر عبارت یہ ہے، ”ای لَوْ جَعَلْنَاهُ رَجُلًا لِّلْبَسْنَا“.

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْح

فضائل سورۃ انعام:

متدرک حاکم نے حضرت جابر سے روایت کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے سبحان اللہ العظیم فرمایا، اور یہ فرمایا کہ آسمان سے زمین تک ستر ہزار فرشتے اس سورت کے نازل ہونے کے وقت ساتھ تھے، حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

سورت کا نام:

اس سورت کے رکوع ۱۶، ۱۷ میں بعض انعام (موشیوں) کی حرمت اور بعض کی حلت کا ذکر ہے اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ”انعام“ رکھا گیا ہے، بجز چھ آیات کے یہ پوری سورت مکی ہے۔

سورۃ انعام کے مضامین کا خلاصہ:

خدا کی توحید، پیغمبروں کی رسالت، توحید کے سلسلہ میں چند انبیاء کرام کے واقعات، قرآن کی صداقت، آخرت کی زندگی کا ثبوت، منکرین حق و صداقت کے کردار کی وضاحت اور ان کا انجام، یہ ہے اس سورت کے مضامین کا خلاصہ۔

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورِ.

یہاں غلط، ایجاد و ابداع یعنی نیست سے ہست کرنے کے معنی میں ہے (قرطبی) پوری کائنات دو قسموں میں منحصر ہے، جو ہر اور عرض، السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، سے جو ہر کی طرف اور الظلمت والنور سے عرض کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ ہے کہ اس کائنات میں جو ہر ہو یا عرض ہر چیز کا خالق بلا استثناء وہی ایک خدا ہے الظلمت، کو جمع کے صیغہ کے ساتھ اور النور کو صیغہ واحد کے ساتھ ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ گمراہیاں ایک نہیں بہت سی ہو سکتی ہیں اور راہ حق صرف ایک ہی ہوتی ہے، دو نقطوں کے درمیان خطوط منحنی بے شمار ہو سکتے ہیں مگر خط مستقیم ایک ہی ممکن ہے، اور یہ نقطہ قابل غور ہے کہ قرآن مجید میں نور، جہاں بھی آیا ہے مفرد ہی آیا ہے، یہاں ثَمَّ، باوجود یا اس پر بھی کے معنی میں ہے۔ (ماجدی)

مذکورہ آیات کا مقصد توحید کی حقیقت اور اس کے واضح دلائل کو بیان فرما کر دنیا کی ان تمام قوموں کو تنبیہ کرنا ہے جو یا تو سرے سے توحید کی قائل ہی نہیں یا قائل ہونے کے باوجود توحید کی حقیقت سے نا آشنا ہیں۔

مجوس دنیا کے دو خالق مانتے ہیں یزدان اور اہرمین، یزدان کو خیر کا خالق اور اہرمین کو شر کا خالق قرار دیتے ہیں اور انہی دونوں کو نور و ظلمت سے تعبیر کرتے ہیں، قرآن مجید نے اس آیت میں اللہ تعالیٰ کو آسمان و زمین ظلمت و نور کا خالق بتا کر ان سب خیالات کی تردید کر دی کہ نور و ظلمت اور آسمان و زمین اور ان میں موجود تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں پھر کسی کو کیسے خدا تعالیٰ کا شریک و سہم ٹھہرایا جاسکتا ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا، بلا واسطہ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا، حضرت ابو موسیٰ اشعری، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی کی ایک خاص مقدار سے پیدا فرمایا جس میں پوری زمین کے اجزاء شامل کئے گئے، یہی وجہ ہے کہ اولاد آدم رنگ و روپ اور اخلاق و عادات میں مختلف ہیں۔

یہ تو انسان کی ابتداء آفرینش کا ذکر تھا، اس کے بعد انتہاء کی دو منزلوں کا ذکر ہے، ایک انسان کی شخصی انتہاء جس کو موت کہا جاتا ہے دوسرے پوری نوع انسانی اور اس کے کائناتی خدائے ام کی انتہاء جس کو قیامت کہا جاتا ہے انسان کی شخصی انتہاء کے لئے فرمایا ثَمَّ قَضَىٰ أَجَلًا، اس کے بعد پورے عالم کی انتہاء یعنی قیامت کا ذکر فرمایا ہے وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهُ، سے فرمایا، یعنی کائنات کی انتہاء کی ایک میعاد مقرر ہے جس کا صحیح علم اللہ کے پاس ہے۔

ثُمَّ أَنْتُمْ تَمْتَرُونَ، یعنی توحید اور بعث بعد الموت کے ایسے واضح دلائل کے باوجود تم شکوک شبہات نکالتے ہو۔ تیسری آیت میں پہلی دو آیتوں کے مضمون کا نتیجہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ ہی وہ ذات ہے جو آسمانوں اور زمین میں لائق عبادت و اطاعت ہے اور وہی تمہارے ظاہر و باطن اور ہر قول و فعل سے پورا واقف ہے۔

الَّذِينَ يَرَوْنَ كَمَا مَهْلِكُنَا مِنْ قَبْلِهِمْ، یعنی جب گناہوں کی پاداش میں تم سے پہلی امتوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں حالانکہ وہ طاقت و قوت میں بھی تم سے کہیں زیادہ تھیں اور خوشحالی اور وسائل رزق کی فراوانی میں بھی تم سے بہت بڑھکتھیں تو تمہیں ہلاک کرنا ہمارے لئے کیا مشکل ہے؟ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی قوم کی محض مادی ترقی اور خوشحالی سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ وہ

بہت کامیاب و کامران ہے، یہ استدراج اور امہال کی دو صورتیں ہیں جو بطور امتحان اللہ تعالیٰ قوموں کو عطا فرماتا ہے لیکن جب یہ مہلت عمل ختم ہو جاتی ہے تو پھر یہ ساری ترقیاں اور خوشحالیاں انھیں اللہ کے عذاب سے بچانے میں کامیاب نہیں ہوتیں،

شان نزول:

وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ كُلِّ قَوْمٍ فَلَمُسُوهُ الْحَخ، مقاتل بن سلیمان اور کلبی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ نصر بن الحارث اور عبد اللہ بن امیہ نے ایک روز آنحضرت ﷺ سے کہا کہ ہم اس صورت میں ایمان لا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ایک نوشتہ اس مضمون کا ہمارے پاس آئے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور چار فرشتے اس نوشتہ کے ساتھ آکر اس کی تصدیق کریں کہ یہ اللہ کی طرف سے نوشتہ ہے اور اس کا مضمون حق ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اس کا جواب حق تعالیٰ نے ایک تو یہ دیا کہ یہ غفلت شعار ایسے مطالبات کر کے اپنی ہلاکت کو دعوت دے رہے ہیں اس لئے کہ دستور الہی یہ ہے کہ جب کوئی قوم کسی پیغمبر سے کسی خاص معجزہ کا مطالبہ کرے اور اللہ تعالیٰ ان کا فرامشی معجزہ دکھلا دے تو وہ لوگ اگر اسلام لانے میں ذرا تاخیر کریں تو پھر ان کو عام عذاب کے ذریعہ ہلاک کر دیا جاتا ہے اور بہت سی سابقہ امتیں اسی دستور الہی کے مطابق ہلاک کی جا چکی ہیں، یقین ہے کہ یہ اہل مکہ بھی اپنے جحود و عناد کی وجہ سے قرطاسی نوشتہ آسمانی کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوں گے، اور اسے ایک ساحرانہ کرتب قرار دیں گے، جیسا کہ قرآن میں دوسرے مقام پر فرمایا گیا ہے، ”لَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرِجُونَ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكَّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ“ اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں اور یہ اس پر چڑھنے بھی لگیں تب بھی کہیں گے ہماری آنکھیں متوالی ہو گئی ہیں بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔

قَالُوا لَوْلَا نَزَلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ، (الآیۃ) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے جتنے بھی انبیاء و رسل بھیجے وہ سب انسان ہی تھے، اور یہ اس لئے کیا گیا کہ اس کے بغیر کوئی نبی اور رسول فریضہ تبلیغ و دعوت ادا ہی نہیں کر سکتا تھا، مثلاً فرشتوں کو اگر اللہ تعالیٰ رسول بنا کر بھیجتا ایک تو وہ انسانی زبان میں گفتگو نہ کر پاتے دوسرے وہ انسانی جذبات سے عاری ہونے کی وجہ سے انسان کی مختلف کیفیات و جذبات کے سمجھنے سے بھی قاصر رہتے، ایسی صورت میں وہ ہدایت و رہنمائی کا فریضہ کیسے انجام دے سکتے تھے؟ انسان پر اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا احسان ہے کہ اس نے انسانوں کو ہی نبی اور رسول بنا کر بھیجا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو بطور احسان ہی قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے، ”لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ“ اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا جبکہ ان ہی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا لیکن پیغمبروں کی بشریت کافروں کے لئے حیرت اور استعجاب کا باعث رہی وہ سمجھتے تھے کہ رسول انسانوں میں سے نہیں فرشتوں میں سے ہونا چاہئے، گویا ان کے نزدیک بشریت رسالت کے شایان شان نہیں تھی، جیسا کہ آجکل کے اہل بدعت بھی یہی سمجھتے ہیں، مشرکین مکہ رسولوں کی بشریت کے تو منکر نہ تھے اس لئے کہ وہ ان کے حسب و نسب اور خاندانوں سے واقف تھے لیکن رسالت کا وہ انکار کر رہے تھے جبکہ آجکل کے بدعتی رسالت کا انکار تو نہیں کرتے لیکن بشریت کو رسالت کے منافی سمجھنے کی وجہ سے رسولوں کی بشریت کا انکار کرتے ہیں۔

لَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا الْخ، یعنی اگر ہم فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے تو ظاہر بات ہے کہ وہ فرشتے کی اصل شکل میں تو آ نہیں سکتا تھا، کیوں کہ انسان اس سے خوف زدہ ہوتے اور قریب و مانوس ہونے کے بجائے دور بھاگتے اسلئے ناگزیر تھا کہ اسے انسانی شکل میں بھیجا جاتا اس میں بھی یہی شبہ ہوتا کہ یہ تو انسان ہی ہیں تو پھر فرشتے کو بھیجنے سے کیا فائدہ ہوتا، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جو فرشتے آئے تھے وہ انسان ہی کے شکل میں آئے تھے۔

قُلْ لَهُمْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ⑩ الرُّسُلُ مِنْ هَلَاكِهِمْ بِالْعَذَابِ لِيَعْتَبِرُوا قُلْ لِمَنْ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلْ لِلَّهِ إِنْ لَمْ يَقُولُوا لَا حَوَابَ غَيْرُهُ كَتَبَ قَضَى عَلَى نَفْسِهِ الرِّحْمَةَ فَضْلًا مِنْهُ وَفِيهِ تَلَطَّفٌ فِي دُعَائِهِمْ إِلَى الْإِيمَانِ لِيَجْمَعَكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لِيَجَازِيَكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ لَا مَرِيبَ شَكٍّ فِيهِ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِتَعْرِيبِهَا لِلْعَذَابِ مَبْدَأُ خَبْرِهِ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ⑪ وَلَهُ تَعَالَى مَا سَكَنَ حَلٌّ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ أَيْ كُلُّ شَيْءٍ فَهُوَ رَبُّهُ وَخَالَقُهُ وَمَالِكُهُ وَهُوَ السَّمِيعُ لِمَا يُقَالُ الْعَلِيمُ ⑫ بِمَا يُفْعَلُ قُلْ لَهُمْ أَغْيَرِ اللَّهُ اتَّخَذَ وَلِيًّا عَبْدَهُ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مُبْدِعُهُمَا وَهُوَ يُطْعِمُ وَيَرْزُقُ وَلَا يُطْعَمُ يُرْزَقُ لَا قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ لِلَّهِ تَعَالَى مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَقِيلَ لِي لَا أَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ⑬ بِهِ قُلْ إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي بِعِبَادَةِ غَيْرِهِ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ⑭ هُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ مَنْ يُصْرَفُ بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ أَيْ الْعَذَابُ وَلِلْفَاعِلِ أَيْ اللَّهُ وَالْعَائِدُ مَحْذُوفٌ عَنْهُ يَوْمٌ فَقَدْ رَحِمَهُ تَعَالَى أَيْ أَرَادَ لَهُ الْخَيْرَ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ⑮ النِّجَاةُ الظَّاهِرَةُ وَلَنْ يَمَسَّكَ اللَّهُ بِضُرٍّ بَلَاءٍ كَمَرَضٍ وَفَقْرٍ فَلَا كَاشِفَ رَافِعٍ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمَسَّكَ بِخَيْرٍ كَصِحَّةٍ وَغْنَى فَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ⑯ وَمِنْهُ مُسْكٌ بِهِ وَلَا يَقْدِرُ عَلَى رَدِّهِ عَنْكَ غَيْرُهُ وَهُوَ الْقَاهِرُ الْقَادِرُ الَّذِي لَا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ مُسْتَعْلِيًا فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ فِي خَلْقِهِ الْخَيْرِ ⑰ بِبَوَاطِنِهِمْ وَنَزَلَ لِمَا قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ تَنَا بَيْنَ يَشْهَدُ لَكَ بِالنَّبُوَّةِ فَإِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ أَنْكَرُوكَ قُلْ لَهُمْ أَيْ شَيْءٌ أَكْبَرُ شَهَادَةٍ تَمَيِّزُ مُحَوَّلٌ عَنِ الْمَبْدَأِ قُلْ اللَّهُ ⑱ إِنْ لَمْ يَقُولُوا لَا حَوَابَ غَيْرُهُ هُوَ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ عَلَى صِدْقِي وَأَوْحَى إِلَى هَذَا الْقُرْآنِ لِأَنْذِرَكُمْ يَا أَهْلَ مَكَّةَ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ عَطَفٌ عَلَى ضَمِيرٍ أَنْذَرَ كَمْ أَيْ بَلَغَهُ الْقُرْآنُ مِنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ أَيْبَكُمْ تَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ إِلَهَةً أُخْرَى اسْتِفْهَامُ انْكَارٍ قُلْ لَهُمْ لَا أَشْهَدُ بِذَلِكَ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَإِنِّي بَرِيٌّ مِمَّا تُشْرِكُونَ ⑲ مَعَهُ مِنَ الْأَصْنَامِ الَّذِينَ اتَّيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ أَيْ مُحَمَّدًا ابْنَعْتِهِ فِي كِتَابِهِمْ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ مِنْهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ⑳ بِهِ.

ترجمہ: آپ ان سے کہیے زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو رسولوں کی تمکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا، تاکہ تم

عبرت حاصل کرو، آپ ان سے پوچھئے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟ اگر وہ اس کا جواب نہ دیں تو کہئے اللہ کا ہے اس لئے کہ اس کے علاوہ کوئی (صحیح) جواب ہی نہیں ہے ازراہ کرم اس نے اپنے اوپر رحمت لازم کر لی ہے اس میں ان کو دعوت دینے میں نرمی ہے تم کو اللہ قیامت کے دن جمع کرے گا تاکہ تم کو تمہارے اعمال کا بدلہ دے اس میں کوئی شک نہیں کہ جن لوگوں نے خود کو عذاب پر پیش کر کے اپنا نقصان کیا ہے یہ ایمان لائیوا لے نہیں ہیں (الذین الخ) مبتداء ہے (فہم لا یؤمنون) مبتداء کی خبر ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی کی ہے ہر وہ چیز جو رات اور دن میں ٹھہری ہے یعنی ہر شے کا وہی رب اور وہی خالق اور وہی مالک ہے اور جو کچھ کہا جاتا ہے اس کا سننے والا جو کچھ کیا جاتا ہے اس کا جاننے والا ہے کیا میں اللہ کے غیر کی بندگی کروں وہ اللہ کہ جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور کھلاتا ہے اور اس کو کوئی نہیں کھلاتا ہے (ہرگز) نہیں، آپ کہئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس امت کے پہلے اسلام لانے والوں میں ہوں اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ تم ہرگز اس کے ساتھ شرک کرنے والوں میں سے نہ ہونا آپ کہہ دیجئے میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں اور وہ قیامت کا دن ہے اگر میں غیر اللہ کی بندگی کر کے اپنے رب کی نافرمانی کروں، اور جو شخص اس روز عذاب سے بچا لیا گیا (یُصْرَف) میں مجہول اور معروف دونوں قراءتیں ہیں (معروف کی صورت میں) فاعل اللہ ہوگا اور عائد محذوف ہوگا، یقیناً اللہ نے اس پر بڑا رحم کیا، یعنی اس کے لئے خیر کا ارادہ کیا، یہی بڑی کامیابی ہے کھلی کامیابی ہے، اور اگر اللہ تجھ کو کسی آزمائش مثلاً مرض اور فقر کے ذریعہ تکلیف پہنچانا چاہے تو اس کو اللہ کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تجھ کو کوئی خیر مثلاً صحت پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے، اور اسی میں سے وہ بھی ہے جو تجھ کو لاحق ہوئی، اور تجھ سے اللہ کے سوا کوئی اس کو دفع کرنے والا نہیں اور وہ اپنے بندوں پر ایسا قادر ہے کہ کوئی چیز اسکے غالب ہونے کی وجہ سے عاجز نہیں کر سکتی اور وہ اپنی مخلوق کے بارے میں با حکمت اور ان کے سرائے سے ان کے ظواہر کے مانند خبر رکھنے والا ہے اور جب (اہل مکہ) نے آپ ﷺ سے کہا کہ اس شخص کو پیش کرو جو تمہاری نبوت کی شہادت دے اس لئے کہ اہل کتاب آپ (کی نبوت) کا انکار کر چکے ہیں، تو یہ آیت نازل ہوئی، آپ ان سے پوچھئے کہ کس کی گواہی سب سے بڑھ کر ہے؟ (شہادۃ) مبتداء سے منقول ہو کر تمیز ہے، اگر وہ یہ جواب نہ دیں تو تم کو میری صداقت پر میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اس لئے کہ اس کے علاوہ کوئی جواب نہیں ہے، اور یہ قرآن میرے پاس وحی کے طور پر بھیجا گیا ہے تاکہ اے اہل مکہ میں تم کو اور اس شخص کو اس کے ذریعہ ڈراؤں جس کو قرآن پہنچا ہے (مَنْ بَلَغَ) کا عطف انذار کمر کی ضمیر پر ہے، یعنی جس کو قرآن پہنچا ہو خواہ انسانوں میں سے ہو یا جنات میں سے، کیا تم سچ سچ یہی گواہی دو گے کہ خدا کے ساتھ اور معبود بھی ہیں، استفہام انکار دہا ہے آپ ان سے کہہ دیجئے میں اس کی گواہی نہیں دوں گا آپ کہہ دیجئے کہ بس وہ تو ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں ان بتوں سے بری ہوں جن کو تم اس کے ساتھ شریک کرتے ہو، جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ محمد ﷺ کو ان کی کتاب میں اس کی صفات پائے جانے کی وجہ سے ایسا پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، ان میں جن لوگوں نے خود کو نقصان میں ڈالا وہ اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

تحقیق و ترکیب تیسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلًا: الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ، الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ مَبْدَأُ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ خبر۔

سَوَال: خبر پر فاء کس وجہ سے داخل ہے؟

جَوَاب: اسلئے کہ موصول میں شائبہ شرط ہے جس کی وجہ سے خبر میں شائبہ جزاء ہے، اسی وجہ سے فاء داخل ہے۔

قَوْلًا: حَلَّ، سَكَنَ کی تفسیر حَلَّ بمعنی استقرَّ سے کر کے اشارہ کر دیا کہ سکون اگرچہ حرکت کی ضد کو کہتے ہیں مگر یہاں مطلقاً استقرار مراد ہے، یہ عرب کے قول تَفِيكُمُ الْحَرَّ الْقِيلَ سے ہے ای تَفِيكُمُ الْحَرَّ وَالْبُرْدَ۔

قَوْلًا: الْعَائِدُ مَحْذُوفٌ، یہ يَصْرِفُ کو معروف پڑھنے کی صورت میں ہوگا، ظاہر یہ ہے کہ العذاب محذوف ہوگا اسلئے کہ نحوی قاعدہ ہے غیر موصول کی طرف عائد کا حذف جائز نہیں ہے۔

قَوْلًا: الدِّجَاةُ الظَّاهِرَةُ، اسلئے کہ یہ کامیابی بالکل ظاہر اور دائمی ہوگی بخلاف دنیوی کامیابی کے۔

قَوْلًا: مُسْتَعْلِيًا، اس میں اشارہ ہے کہ فوق عبادہ، القاہر کی ضمیر سے حال ہے، اور استعلاء سے علو فی القدرة والشان ہے۔

قَوْلًا: قُلِ اللَّهُ، ای قُلِ اللَّهُ اکبر، لفظ اکبر محذوف ہے اسلئے کہ مقولہ مفرود نہیں ہوا کرتا۔

قَوْلًا: ہو شہید اس میں اشارہ ہے کہ شہید، ہو مبداء محذوف کی خبر ہے۔

سَوَال: اَللّٰہ کو مبداء اور شہید کو خبر ماننے میں کیا قباحت ہے؟ جبکہ اس صورت میں ھُوَ مبداء محذوف ماننے کی ضرورت بھی نہ ہوگی۔

جَوَاب: اللہ کو مبداء اور شہید کو خبر اس لئے قرار دینا درست نہیں ہے کہ اللہ شہید کا ای شئی اکبر شہادۃ کا جواب واقع ہونا درست نہ ہوگا، اسلئے کہ تقدیر عبارت یہ ہوگی، ای شئی اکبر شہادۃ اللہ شہید بینی و بینکم، اس میں جواب سوال کے مطابق نہیں ہے۔

قَوْلًا: عَطْفٌ عَلَى ضَمِيرٍ اَنْذِرْكُمْ، یعنی مَنْ بَلَغَ کا عطف اَنْذِرْكُمْ کی ضمیر مفعول کُم پر ہے نہ کہ اَنْذِرْ کی ضمیر متستر فاعل پر۔

قَوْلًا: ای بَلَغَهُ الْقُرْآنُ اس میں بَلَغَ کی ضمیر فاعل کی تعین کی طرف اشارہ ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحِ

رابط آیات:

مذکورہ آیات میں قریش کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اگر تم بھی سابقہ امتوں کی طرح آپ ﷺ سے استہزاء کرتے رہو گے تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو اس جرم میں سابقہ امتوں کا ہوا، عبرت حاصل کرنے کیلئے ملک شام و یمن وغیرہ کا سفر کرو اور سابقہ امتوں کی اجڑی ہوئی معذب بستیوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔

قُلْ لَهُمْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ، امام بغوی نے کہا ہے کہ سیر سے مراد سیر بالعقول والافکار، بھی ہو سکتی ہے یعنی کائنات اور قدیم آثار و خرابات میں غور کرو اور اس سے عبرت حاصل کرو، اور سیر بالاقدام بھی مراد ہو سکتی ہے، یعنی دنیا جہان کی سیر کرو اور خدا کی کائنات اور عبرت نام مقامات سے عبرت حاصل کرو۔

نکتہ: ثم انظروا۔ امام رازی کی نکتہ سنجی نے یہاں ایک عجیب نکتہ پیدا کیا ہے فرماتے ہیں کہ اگر یہاں فانظروا ہوتا تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ اسی عبرت پذیری کی غرض سے سفر کرو یعنی مقصد سفر عبرت پذیری ہونی چاہئے، لیکن ثم انظروا نے سفر کا دار و مدار عبرت پذیری پر نہیں رکھا، بلکہ مزید وسعت پیدا کرتے ہوئے فرمایا سفر کرو اور پھر عبرت آمیز واقعات و حادثات نیز آثار و خرابات سے عبرت بھی حاصل کرو، یعنی سفر ہر جائز غرض کے لئے مباح ہے مگر دوران سفر عبرت پذیری واجب ہے، اَمَّا قَوْلُهُ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظروا فمعناه اباحۃ السیر فی الارض للتجارة وغیرها من المنافع وایجاب النظر فی آثار الہا لکن۔ (کبیر)

وَمَنْ أَى لَا أَحَدٌ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا بِنَسْبِهِ الشَّرِّكَ إِلَيْهِ أَوْ كَذَبَ بِالْيَتِيمِ الْقُرْآنَ إِنَّهُ أَى الشَّانِ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ① بِذَلِكَ وَ أَذْكَرُ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا تَوْبِخُوا أَيْنَ شُرَكَاءُكُمْ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ② أَنَّهُمْ شُرَكَاءُ اللَّهِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ فَنَنْصِبُ بِالنَّصْبِ وَالرَّفْعِ أَى مَعَذَرْتُهُمْ ③ لِأَنَّهُمْ قَالُوا أَى قَوْلُهُمْ وَاللَّهُ رَبُّنَا بِالْجَرِّ نَعْتُ وَالنَّصْبِ نَدَاءٌ مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ④ قَالَ تَعَالَى أَنْظُرْ يَا مُحَمَّدُ كَيْفَ كَذَّبُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِنَفْيِ الشَّرِّكَ عَنْهُمْ وَضَلَّ غَايِبٌ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ⑤ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مِنَ الشَّرِّكَاءِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْمَعُ إِلَيْكَ إِذَا قُرِئَتْ وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَغْطِيَهُ لَ أَنْ لَا يَفْقَهُوهُ أَنْ يَفْقَهُوهُ الْقُرْآنَ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا صَمًّا يَسْمَعُونَهُ سَمَاعَ قَبُولٍ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا حَتَّى إِذَا جَاءَهُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ⑥ كَالْأَضَاجِيقِ وَالْأَعَاجِبِ جَمْعُ أُسْطُورَةٍ بِالضَمِّ وَهُمْ يَنْهَوْنَ النَّاسَ عَنْهُ أَى عَنْ اتِّبَاعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَنْهَوْنَ يَتَّبَعُونَ عَنْهُ فَلَا

یُؤْمِنُونَ بِهِ وَقِيلَ نَزَّلَتْ فِی ابْنِ طَالِبٍ كَانَ یَنْهَى عَنْ آذَاهُ وَلَا یُؤْمِنُ بِهِ وَإِنْ مَا یُفْلِحُونَ بِالنَّاسِ عَنْهُ
إِلَّا أَنْفُسَهُمْ لَآ ضَرَرَهُ عَلَیْهِمْ وَمَا یَشْعُرُونَ ۝۱۰۰ بِذَلِكَ وَلَوْ تَرَىٰ یَا مُحَمَّدُ إِذْ وَقَعُوا عَرِضُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا یَا
لِلْتَنَبِیْهِ لَیْسَ تَأْتِرُكَ إِلَى الدُّنْیَا وَلَا تَنْكَذِبُ بِآیَاتِ رَبِّنَا وَتَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۱۰۱ برفع الفعلینِ اسْتِیْنَاْفًا وَنَصْبِهِمَا فِی
جَوَابِ التَّمْنِیِ وَرَفَعِ الْاَوَّلِ وَنَصَبِ الثَّانِیِ وَجَوَابُ لَوْ لَرَأِیْتَ اَمْرًا عَظِیْمًا قَالَ تَعَالَىٰ بَلَىٰ لِلْاَضْرَابِ عَنْ
اِرَادَةِ الْاِیْمَانِ الْمَفْهُومِ مِنَ التَّمْنِیِ بِذَلِكَ ظَهَرَ لَهُمْ مَا كَانُوا یُخْفُونَ مِنْ قَبْلِ یَكْتُمُونَ بِقَوْلِهِمْ وَاللّٰهُ رَبَّنَا مَا كُنَّا
مُشْرِکِیْنَ بِشَهَادَةِ جَوَارِحِهِمْ فَتَمَنُّوا ذَلِكَ وَلَوْ رَدُّوا إِلَى الدُّنْیَا فَرَضًا لَعَادُوا لِمَا هُوَ عِنْدَهُ مِنَ الشَّرْكِ
وَالْهَمُّ لَكِذْبُونَ ۝۱۰۲ فِی وَغْدِهِمْ بِالْاِیْمَانِ وَقَالُوا اِیْ مُنْكَرُوا الْبَعْثِ اِنَّ مَا هِیَ اِی الْحَیْوَةِ
الْاَحْیَانَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِیْنَ ۝۱۰۳ وَلَوْ تَرَىٰ اِذْ وَقَعُوا عَرِضُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ لَرَأِیْتَ اَمْرًا عَظِیْمًا قَالَ لَهُمْ
عَلَىٰ لِسَانِ الْمَلٰٓئِكَةِ تَوْبِیْحًا اَلِیْسَ هٰذَا الْبَعْثُ وَالْجِسَابُ بِالْحَقِّ قَالُوا بَلٰی وَمَرَبَّنَا اِنَّهُ لَحَقٌّ
قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝۱۰۴ بِهِ فِی الدُّنْیَا.

ج

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر نا انصاف کون ہوگا؟ جو اللہ پر اس کی طرف شریک کی نسبت کر کے جھوٹا بہتان لگائے؟
کوئی نہیں، یا اسکی آیتوں (یعنی) قرآن کو جھٹلائے یقینی بات ہے کہ اس قسم کے ظلم کرنے والے کبھی فلاح نہیں پاسکتے اس دن کو
یاد کرو کہ جس دن ہم سب کو جمع کریں گے پھر ان مشرکوں سے سرزنش کے طور پر پوچھیں گے کہ تمہارے وہ شرکاء کہاں ہیں جن
کے بارے میں تم یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ کے شریک ہیں پھر ان کے پاس اس کے سوا کوئی عذر (جواب) باقی نہ رہے گا کہ یہ
کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم مشرک نہیں تھے، (تسکن) تاء اور یاء، کے ساتھ ہے، (اور) (فَنَنْتُهُمْ) نصب اور رفع کے
ساتھ ہے (اور فتنۃ) کے معنی معذرتہ کے ہیں، (رَبَّنَا) جر کے ساتھ اللہ کی صفت ہونیکی وجہ سے اور نصب کے ساتھ نداء کی وجہ
سے، اللہ تعالیٰ فرمایگا، اے محمد ﷺ دیکھو تو انہوں نے اپنے شرک کا انکار کر کے اپنی جانوں پر کس طرح جھوٹ بولا، اور جن
شرکاء کو لیکر یہ لوگ اللہ پر بہتان تراشا کرتے تھے وہ سب ان سے غائب ہو جائیں گے، اور ان مشرکوں میں سے کچھ ایسے بھی
ہیں جو آپ کی (بات کی) طرف جب آپ تلاوت کرتے ہیں کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے کانوں پر پردے ڈال رکھے
ہیں تاکہ وہ اس قرآن کو نہ سمجھیں، اور ان کے کانوں میں گرانی ہے یعنی ثقل ہے، جس کی وجہ سے وہ قبولیت کے کان سے نہیں
سننے، خواہ وہ کوئی نشانی دیکھ لیں اس پر ایمان لایا نہ ہو لے نہیں حتی کہ یہ لوگ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑتے
ہیں، یہ لوگ جو کافر ہیں کہ یہ قرآن پہلے لوگوں کی جھوٹی داستانوں کے سوا کچھ نہیں ہیں، (اَسَاطِیِر) بروزن اَصْحَابِک اور
اَعَاجِیْب، (اساطیر) اُسْطُورَة کی جمع ہے (ہمزہ) کے ضمہ کے ساتھ اور یہ لوگوں کو آپ سے یعنی آپ ﷺ کی اتباع سے
روکتے ہیں اور خود بھی ان سے دور دور رہتے ہیں جس کی وجہ سے یہ لوگ آپ پر ایمان نہیں لاتے، اور کہا گیا ہے کہ یہ آیت
ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی کہ (لوگوں کو) آپ کی ایزاء رسانی سے روکتے تھے اور خود ایمان نہیں لاتے تھے، اور آپ

سے دور دور رہنے سے وہ خود کو ہی ہلاکت میں ڈالتے ہیں اس لئے کہ اس کا نقصان ان ہی کو پہنچے گا، مگر ان کو اس کا شعور نہیں اے محمد کاش آپ انکی اس حالت کو دیکھتے کہ جب ان کو دوزخ پر پیش کیا جائیگا تو اس وقت کہیں گے کہ کاش ہم کو دنیا میں لوٹا دیا جائے اور ہم اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں اور ایمان لانے والوں میں شامل ہوں دونوں فعلوں کے رفع کے ساتھ جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے، اور جواب تمہنی ہونے کی وجہ سے دونوں نصب کے ساتھ ہیں اور اول کا رفع اور ثانی کا نصب بھی جائز ہے اور لو کا جواب لَرَأَيْتَ أَمْرًا عَظِيمًا (محذوف) ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلکہ جس چیز (شرک) کو اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے وہ چیز (آج) ان کے سامنے آگئی ہے، یعنی اپنے قول، ”وَاللّٰهُ رَبُّنَا مَا كُنَّا مَشْرُكِينَ“ کے ذریعہ چھپایا کرتے تھے، وہ ان کے اعضاء کی شہادت کے ذریعہ ظاہر ہو جائے گی، تو اس وقت اس کی تمنا کریں گے، اور اگر بالفرض ان کو دنیا میں لوٹا دیا جائے تو یہ وہی شرک کرنے لگیں جس سے ان کو منع کیا گیا ہے اور یقیناً یہ لوگ اپنے وعدہ ایمان میں بالکل جھوٹے ہیں اور منکرین بعثت یہ کہتے ہیں کہ صرف یہی دنیاوی زندگی ہی ہماری زندگی ہے اور ہم زندہ ہو کر اٹھنے والے نہیں ہیں اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب ان کو ان کے رب کے روبرو پیش کیا جائیگا تو آپ ﷺ ایک امر عظیم دیکھیں گے (اللہ تعالیٰ) ان سے فرشتوں کی زبانی سرزنش کے طور پر کہے گا، کیا یہ بعثت و حساب حق نہیں ہے؟ تو وہ لوگ کہیں گے بے شک قسم ہے اے ہمارے پروردگار یقیناً حق ہے اللہ تعالیٰ فرمایا گا تو تم اس عذاب کا مزہ چکھو جس کا تم دنیا میں انکار کیا کرتے تھے۔

تحقیق و تشریح تفسیری فوائد

قَوْلُهُمْ: اَنَّهُمْ شُرَكَاءُ اللّٰهِ، اس میں اشارہ ہے کہ تَزْعُمُونَ کے دونوں مفعول ماقبل کی دلالت کی وجہ سے محذوف ہیں۔
 قَوْلُهُمْ: بِالنَّصْبِ وَالرَّفْعِ، فَتَنَّتْهُمْ پر نصب کان کی خبر مقدم ہونے کی وجہ سے ہے اور اَلَا اَنْ قَالُوا اِسْمٌ مَّوْخَرٌ ہونے کی وجہ سے ورنہ محلاً مرفوع ہے، اور رفع اس کے برعکس ہو نیکی وجہ سے ہے۔
 قَوْلُهُمْ: اِی مَعْذِرَتُهُمْ، یہ فتنة کی تفسیر ہے۔
 قَوْلُهُمْ: اِی قَوْلُهُمْ اس میں اشارہ ہے کہ (اَنْ قَالُوا) میں اُن مصدر یہ ہے، تاکہ استثناء درست ہو جائے۔
 قَوْلُهُمْ: بِالْجَوْرِ نَعْتٌ وَالنَّصْبِ نِدَاءٌ، یعنی یَا رَبَّنَا میں دو قرأتیں ہیں اگر ربنا لفظ اللہ کی صفت ہو تو اس پر جر ہوگا اور اگر یا حرف نداء محذوف کا منادی ہو تو نصب ہوگا، اِی رَبَّنَا۔
 قَوْلُهُمْ: اَلْاَسْطُورَةُ، اِی مَاسْطَرُّهُ الْاَوَّلُونَ مِنَ الْاَكَاذِبِ۔
 قَوْلُهُمْ: یَنَادُونَ، مضارع جمع مذکر غائب (ف) نَائًا دور رہنا۔
 قَوْلُهُمْ: یَا، لِلتَّنْبِیْهِ اِی مَثَل، اَلَا وَاَمَّا۔
 قَوْلُهُمْ: اِسْتِیْنَا فَا، یعنی لا نکذب الخ سوال مقدر کا جواب ہے، اِی مَا ذَاتُفْعَلُونَ لَوْ رَدَدْتُمْ؟ اِی لَا نَکْذِبُ وَنَکُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ، اور وَاوَا کے بعد اُن کی تقدیر کے ساتھ جواب تمہنی واقع ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، اور ایک قرأت رفع

نکذب اور نصب نگوئے کے ساتھ ہے، اول کار فتح معنی اور اس کے جواب کے درمیان خبر واقع ہونے کی وجہ سے ہے اور ثانی یعنی نگوئے، کا نصب جواب معنی واقع ہونے کی وجہ سے، لہٰذا قری کا جواب محذوف ہے جیسا کہ مفسر علام نے لرایت اَمْرًا عَظِيمًا کہہ کر ظاہر کر دیا ہے۔

قَوْلُهُ: بَلْ لِلْأَضْرَابِ، اِیْ لِابْطَالِ مَا يُفْهَمُ مِنَ التَّمَنّٰی، یعنی تمنائے ایمان سے اضراب ہے اسلئے کہ ان کی یہ تمناعزم و تصدیق کی وجہ سے نہیں ہوگی، بلکہ اعضاء کی شہادت کے سبب زجر اور رسوائی کی وجہ سے ہوگی۔
قَوْلُهُ: وَقَالُوا، اس کا عطف لَعَادُوا پر ہے، اِیْ لَوُرْدُوا لَعَادُوا لِإِمَانُهُوَا عَنْهُ وَقَالُوا۔

تَفْسِیْرٌ وَتَشْرِیْحٌ

فَمَنْ أَظْلَمُ، یعنی جس طرح نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنا بالاسب سے بڑا ظالم ہے اسی طرح وہ بھی سب سے بڑا ظالم ہے جو اللہ کے سچے رسولوں اور اس کی آیتوں کی تکذیب کرے پوری کائنات میں چاروں طرف پھیلی ہوئی نشانیاں ایک ہی حقیقت کی طرف رہنمائی کرتی ہیں اور وہ یہ کہ موجودات عالم میں خدا صرف ایک ہی ہے، باقی سب اس کے بندے ہیں، ظاہر ہے کہ جو شخص اس کائناتی مشاہدے اور تجربے کے بغیر محض قیاس و گمان یا آبائی تقلید کی بنا پر دوسروں کو الوہیت کی صفات سے متصف اور خداوندی حقوق کا مستحق ٹھہراتا ہے اس سے بڑھ کر ظالم اور کوئی نہیں ہو سکتا ایسا شخص حقیقت و صداقت پر ظلم کرتا ہے، اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور کائنات کی ہر اس چیز پر ظلم کرتا ہے جس کے ساتھ وہ اس غلط نظریہ کی بنا پر کوئی معاملہ کرتا ہے، ظاہر ہے کہ ایسے ظالموں کی فلاح و کامرانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ لِنَدْبَتِهِمْ، فَنَدْبَةُ کے متعدد معنی آتے ہیں، حجت، معذرت، جواب، مطلب یہ ہے کہ کفار خدا کی پیشی کے وقت جیل و حجت اور معذرت کے ذریعہ چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کریں گے کہ ہم تو مشرک نہ تھے، اور یہ جھوٹ اس وقت بولیں گے کہ جب ان کے اعضاء خود ان کے خلاف گواہی دیں گے تو اس وقت وہ لا جواب اور تنگ ہو کر کذب بیانی اور دروغ گوئی کا سہارا لیں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب مشرکین دیکھیں گے کہ اہل توحید جنت میں جا رہے ہیں تو مشرکین آپس میں مشورہ کر کے اپنے شرک سے انکار کر دیں گے، تب اللہ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا، اور ان کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

شان نزول:

وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ الْخَبْلِيّ اور ابن جریر نے مجاہد کے قول کے مطابق اپنی تفسیر میں اس آیت کا جو شان نزول بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ابوسفیان، ابو جہل، ولید بن مغیرہ، نضر بن حارث، عتبہ بن شیبہ، ایک روز سب نے قرآن کی چند آیتیں سنیں، نضر بن حارث پچھلے زمانہ کے قصبے بہت جانتا تھا اس لئے ان سب نے نضر بن حارث سے

مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے سنا محمد ﷺ نے کیا پڑھا؟ نضر بن حارث نے کہا جس طرح میں تم کو پچھلی کہانیاں سناتا رہتا ہوں اسی طرح یہ بھی ایک کہانی ہے ابوسفیان نے کہا باتیں تو اس کلام کی حق معلوم ہوتی ہیں ابو جہل نے کہا ایسی باتوں کے ماننے سے ہم کو موت بہتر ہے، اس قصہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ابو جہل کے دل پر پردہ پڑ جانے کے سبب سے جو بات اس نے اپنے منہ سے نکالی تھی کہ ایسی باتوں سے موت بہتر ہے چنانچہ ازلی شقاوت نے اس کے حق میں وہی کیا کہ بدر کی لڑائی میں مارا گیا اور ابوسفیان نے سعادت ازلی کے سبب جو بات منہ سے نکالی تھی آخر کار ان کو اسلام نصیب ہوا مطلب یہ ہے کہ ابو جہل اور نضر بن حارث جیسے لوگوں کی شان میں فرمایا کہ ایسے لوگوں کو ہزار ہا معجزے دکھلائے جائیں اور قرآن کی تمام آیات سنائی جائیں تب بھی یہ سخت دل اور بہرے بنے رہیں گے نہ کسی معجزے کو دیکھ کر ان کے دل پر سے غفلت کا پردہ اٹھے گا نہ کسی آیت قرآن کو کان کھول کر سنیں گے۔

شان نزول:

وہم یُنہَوْنَ عَنْهُ الخ، طبرانی اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ خواجہ ابوطالب یوں تو آپ ﷺ کی ہمہ وقت حمایت کرتے رہتے تھے کہ قریش میں سے کوئی شخص آپ کو ایذا نہ پہنچائے، مگر آنحضرت ﷺ جب خواجہ ابوطالب کو کوئی ہدایت کی بات کہتے تو اس سے ابوطالب دور بھاگتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی طبرانی کی سند میں اگرچہ ایک راوی قمیس بن ربیع کو بعض علماء نے ضعیف کہا ہے لیکن شعبہ نے اس کو ثقہ کہا ہے اسلئے یہ روایت معتبر ہے، صحیح بخاری میں ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ایک روز آپ ﷺ کے روبرو خواجہ ابوطالب کا ذکر آیا آپ نے فرمایا شاید ابوطالب کو میری شفاعت کچھ نفع تخفیف عذاب میں پہنچادے، اسی طرح صحیح بخاری میں عروہ سے مرسل روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عباس نے ابولہب کو خواب میں دیکھا کہ بری حالت میں ہے جب حضرت عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ابولہب سے حال پوچھا تو ابولہب نے کہا جب سے میں مرا ہوں ہمیشہ بری حالت میں رہتا ہوں لیکن پیر کے دن محمد ﷺ کی پیدائش کی خبر سن کر میں نے اس خوشی میں اپنی باندی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا اس لئے اس روز میرے اس عذاب میں ذرا تخفیف کر دی جاتی ہے، اس اختلافی مسئلہ کی مزید تفصیل کے لئے کتب احادیث کی طرف رجوع کریں۔

وَلَوْ تَسَرَّیْ اِذْ وُقِفُوا عَلٰی رَبِّہُمْ، (الآیۃ) یعنی عالم آخرت میں عذاب کا مشاہدہ کر لینے کے بعد تو وہ اعتراف کر لیں گے کہ آخرت کی زندگی واقعی برحق ہے لیکن وہاں اس اعتراف کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ ان سے فرمایا گا کہ اب تو اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھ۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوا بِآیٰاتِ اللّٰهِ بِالْبَعْثِ حَتّٰی غَايَۃً لِّلْکَذِبِ اِذَا جَآءَتْهُمْ السَّاعَۃُ الْبَیِّنَۃُ بَغْتَۃً فُجَآءً قَالُوْا اَلْحَسْرَتُنَا هٰی شَدَۃُ النَّالِمِ وَنَدَائِهَا مَجَآزُ اٰی هٰذَا اَوَانٰکَ فَاَحْضُرِیْ عَلٰی مَا قَوْلُکُمْ فِیْہَا اٰی الدُّنْیَا

وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَى ظُهُورِهِمْ ۖ بَانَ تَأْتِيهِمْ عِنْدَ الْبَعْثِ فِي أَفْجَحِ شَيْءٍ صُورَةٌ وَانْتَبَهَ رِيحًا فَتَرَ كَبَهُمْ
 الْأَسَاءَ بِئْسَ مَا يُزْرُونَ ۝ يَحْمِلُونَهُ حَمْلُهُمْ ذَلِكَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لُغْوٌ فِيهَا إِلَّا لُغْوٌ وَلَهُوَ ۖ وَامَّا
 الطَّاعَاتُ وَمَا يُعِينُ عَلَيْهَا فَمِنْ أُمُورِ الْآخِرَةِ ۖ وَلِلَّذِينَ الْآخِرَةُ ۖ وَفِي قِرَاءَةِ وَلِدَارِ الْآخِرَةِ أَيُّ الْجَنَّةِ
 خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ الشُّرَكَ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ بِالْبَاءِ وَالتَّاءِ ذَلِكَ فَيُؤْمِنُونَ قَدْ لِلتَّحْقِيقِ نَعْلَمُ إِنَّهُ أَيُّ الشَّانِ
 لِيَحْزَنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ لَكَ مِنَ التَّكْذِيبِ ۖ فَأَنَّهُمْ لَا يَكْذِبُونَكَ فِي الْبَيِّنَاتِ لَعَلَّهُمْ أَنَّهُ صَادِقٌ وَفِي قِرَاءَةِ
 بِالْتَّخْفِيفِ أَيُّ لَا يَنْسِبُونَكَ إِلَى الْكُذْبِ ۖ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ ۖ وَضَعَهُ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ ۖ بِأَيْتِ اللَّهِ أَيُّ الْقِرَانِ
 يَجْحَدُونَ ۝ يَكْذِبُونَ ۖ وَلَقَدْ كَذَّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فِيهِ تَسْلِيَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَصَبْرًا عَلَى مَا كَذَّبُوا وَأَوْدُوا حَتَّى أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۖ بَاهِلَاكِ قَوْمِهِمْ فَاصْبِرْ حَتَّى يَأْتِيَكَ النَّصْرُ بِأَهْلَاكِ
 قَوْمِكَ وَلَا مَبْدَلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ مَوَاعِيدِهِ ۖ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَائِ الْمُرْسَلِينَ ۝ مَا يَسْكُنُ بِهِ قَبْلَكَ
 وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَظَمَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ عَنِ الْإِسْلَامِ لِحِرْصِكَ عَلَيْهِمْ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا سَرَبًا
 فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا مَصْعَدًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ ۖ مِمَّا اقْتَرَحُوا فَاغْلُظْ الْمَعْنَى إِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ فَاصْبِرْ
 حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ هَدَايَتَهُمْ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَى وَلَكِنْ لَمْ يَشَأْ ذَلِكَ فَلَمْ يُؤْمِنُوا فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝
 بِذَلِكَ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ دَعَاكَ إِلَى الْإِيمَانِ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۖ سَمَاعٌ تَقَبُّهُمْ وَاعْتِبَارٌ وَالْمَوَلَى أَيُّ الْكَفَارِ شَبَّهِهُمْ
 فِي عَدَمِ السَّمَاعِ ۖ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ فِي الْآخِرَةِ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۖ يُرْدُونَ فَيُجَازِيهِمْ بِأَعْمَالِهِمْ وَقَالُوا أَيُّ كَفَارٍ
 مَكَّةَ لَوْلَا هَلَا نَزَلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۖ كَالنَّاقَةِ وَالْعَصَا وَالْمَائِدَةِ قُلْ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْزِلَ بِالْتَّشْدِيدِ
 وَالتَّخْفِيفِ آيَةً ۖ مِمَّا اقْتَرَحُوا وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ أَنْ نَزَّلَهَا بِلَاءٌ عَلَيْهِمْ لَوْ جُوبَ هَلَاكِهِمْ إِنْ جَحَدُوا
 وَمِنْ زَائِدَةٍ دَلِيلَةٍ تَمْشِي فِي الْأَرْضِ وَلَا ظِلٌّ يَظِيرُ فِي السَّمَاءِ ۖ بِجَنَاحَيْهِ الْأُمَمُ ۖ أَمْثَالُكُمْ فِي تَقْدِيرِ خَلْقِهَا
 وَرِزْقِهَا وَأَحْوَالِهَا مَا قَرْنًا تَرَكْنَا فِي الْكِتَابِ السُّلُوحَ الْمَحْفُوظَ مِنْ زَائِدَةٍ شَيْءٍ فَلَمْ نَكْتُبْهُ
 ثُمَّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ ۝ فَيَقْضَى بَيْنَهُمْ وَيُقْتَصُّ لِلْجَمْعَاءِ مِنَ الْقُرْنَاءِ ثُمَّ يَقُولُ لَهُمْ كُونُوا تَرَابًا
 وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا الْقُرْآنِ صُمُّ عَنْ سَمَاعِهَا سَمَاعٌ قَبُولٌ وَبِكُمْ عَنِ النَّطْقِ بِالْحَقِّ فِي الظُّلُمَاتِ الْكُفْرِ
 مَنْ يَشَاءُ اللَّهُ اضْلَالَهُ يَضِلُّهُ وَمَنْ يَشَاءُ هِدَايَتَهُ يَجْعَلُهُ عَلَى صِرَاطٍ طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ ۖ دِينِ الْإِسْلَامِ قُلْ يَا مُحَمَّدُ
 لَا هَلْ مَكَّةَ أَرَعَيْتُكُمْ أَخْبَرُونِي إِنْ أَتَيْتُمْ عَذَابُ اللَّهِ فِي الدُّنْيَا أَوْ أَتَيْتُمْ السَّاعَةَ الْقِيَمَةَ الْمُشْتَمِلَةَ عَلَيْهِ بَعَثَ
 أَخْبَرِ اللَّهُ تَدْعُونَ لَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ فِي إِنْ الْأَصْنَامُ تَنْفَعُكُمْ فَادْعُوها بَلْ لَا غَيْرَ تَدْعُونَ فِي الشَّدَائِدِ
 فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ أَيُّ يَكْشِفُهُ عَنْكُمْ مِنَ الضَّرَرِ وَنَحْوِهِ إِنْ شَاءَ كَشَفَهُ وَتَسْؤُونَ تَرَكُونُ مَا تَشْرُونَ ۖ مَعَهُ
 مِنَ الْأَصْنَامِ فَلَا تَدْعُونَهُ.

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا الْقُرْآنِ صُمُّ عَنْ سَمَاعِهَا سَمَاعٌ قَبُولٌ وَبِكُمْ عَنِ النَّطْقِ بِالْحَقِّ فِي الظُّلُمَاتِ الْكُفْرِ

لَا

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ نقصان میں پڑ گئے جنہوں نے بعث (سے انکار کے ذریعہ) اللہ کی ملاقات کی تکذیب کی (حَتّٰی) تکذیب کی غایت ہے، یہاں تک کہ جب قیامت ان پر دفعۃً آپہنچے گی تو یہ لوگ کہیں گے ہائے افسوس دنیا میں ہماری کوتاہی پر یہ شدتِ الم کا اظہار ہے، اور حسرت کو نہادینا مجاز ہے، (یعنی) اے حسرت یہ تیری حاضری کا وقت ہے لہذا تو حاضر ہو جا، اور حال ان کا یہ ہوگا کہ وہ اپنے گناہوں کا بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوں گے، بایں صورت کہ ان کے اعمال بعث کے وقت نہایت بری صورت اور بدترین بدبو کے ساتھ آئیں گے اور ان کے اوپر سوار ہو جائیں گے، خوب سن لو بری ہوگی وہ چیز جس کو وہ لادے ہوئے ہوں گے، یعنی ان کا ان اعمال کو اٹھانا (براہوگا) دنیاوی زندگی یعنی اس میں مشغول رہنا لہو و لعب کے سوا کچھ نہیں رہی طاعات اور اس پر مدد کرنے والی چیزیں تو یہ امور آخرت میں سے ہیں اور دارِ آخرت شرک سے بچنے والوں کے لئے بہتر ہے، اور ایک قراءت میں وَلَدَارُ الْآخِرَةِ (اضافت کے ساتھ ہے) یعنی جنت کیا یہ لوگ اس کو سمجھتے نہیں ہیں؟ کہ ایمان لے آئیں (يعقلون) یا اور تاء کے ساتھ ہے ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کی تکذیب کی باتیں آپ کو مغموم کرتی ہیں سو یہ لوگ (در حقیقت) آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ اللہ کی آیتوں قرآن کی تکذیب کرتے ہیں دل سے یہ بات جاننے کی وجہ سے کہ آپ سچے ہیں، اور ایک قراءت میں (بکذبوك) تخفیف کے ساتھ ہے یعنی کذب کی نسبت آپ کی طرف نہیں کرتے بلکہ درحقیقت اللہ کی طرف کرتے ہیں، اسم ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا گیا ہے آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کی تکذیب کی جا چکی ہے اس میں نبی ﷺ کے لئے تسلی ہے، سوانہوں نے اس پر صبر ہی کیا اور ان کو ایذا پہنچائی گئی یہاں تک کہ ہماری مدد ان کو پہنچی ان کی قوم کو ہلاک کر کے، لہذا آپ بھی صبر کریں حتیٰ کہ آپ کی قوم کو ہلاک کر کے آپ کی نصرت کی جائے اور اللہ کی باتوں یعنی وعدوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور آپ کے پاس بعضے رسولوں کی خبریں آچکی ہیں جس سے آپ کے قلب کو تسکین ہوگی، اور اگر ان کا اسلام سے اعراض آپ کے ان پر حریص ہونے کی وجہ سے گراں گذرتا ہے تو اگر آپ سے ہو سکے تو زمین میں سرنگ بنا لیا آسمانوں میں سیڑھی لگا لو اور ان کا فرمائشی معجزہ لا سکتے ہو تو لے آؤ، مطلب یہ کہ یہ آپ سے نہ ہو سکے گا لہذا خدا کا حکم آنے تک صبر کرو، اور اگر اللہ کو ان کی ہدایت مقصود ہوتی تو ان سب کو (راہ) ہدایت پر جمع کر دیتا، لیکن اس نے نہ چاہا جس کی وجہ سے یہ لوگ ایمان نہیں لائے، سو آپ اس معاملہ میں نادانوں میں سے نہ ہو جائیے آپ کی دعوت پر وہی لوگ لبیک کہتے ہیں جو عبرت اور سمجھنے کے ارادہ سے سنتے ہیں اور مُردوں یعنی کافروں کو مُردوں سے عدمِ سماع میں شبیہ دی ہے اللہ تعالیٰ آخرت میں زندہ کریگا پھر سب اللہ کی طرف لائے جائیں گے اور ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی، اور کفار مکہ نے کہا ان کے اوپر ان کے رب کی جانب سے کوئی نشانی مثلاً اونٹنی اور عصا اور خوان کیوں نازل نہیں کی گئی؟ آپ ان سے فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو بلاشبہ اس کی قدرت حاصل ہے کہ مطلوبہ معجزہ نازل فرمادے (یسنزل) تشدید اور تخفیف کے ساتھ ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں یقیناً ان کا نزول ان کے لئے آزمائش ہوگا ان معجزوں کو تسلیم نہ کرنے کی صورت میں ان کی ہلاکت کے واجب ہونے کی وجہ سے نہ زمین پر چلنے والے جانوروں کی کوئی قسم مَن زائدہ ہے اور نہ ہوا میں اپنے بازوؤں سے اڑنے والے پرندوں کی کوئی قسم

ایسی کہ جو ان کی تخلیق اور ان کے رزق اور ان کے احوال کی منصوبہ بندی میں تمہارے مانند نہ ہو، ہم نے کوئی چیز نہیں چھوڑی کہ لوح محفوظ میں نہ لکھ لی ہو من زائدہ ہے پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کئے جائیں گے، چنانچہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا، اور بے سینگ جانور کا بدلہ سینگ والے جانور سے دلویا جائیگا، پھر ان سے اللہ فرمایگا مٹی ہو جاؤ، اور جو لوگ ہماری آیتوں قرآن کی تکذیب کرتے ہیں وہ ان کو قبولیت کے کانوں سے سننے سے بہرے ہیں، اور حق بات کہنے سے گونگے ہیں، کفر کی ظلمتوں میں ہیں اللہ جس کو گمراہ کرنا چاہے اس کو گمراہ کر دیتا ہے اور جس کی ہدایت چاہے تو اس کو راہ مستقیم یعنی دین اسلام پر گامزن کر دیتا ہے اے محمد ﷺ آپ اہل مکہ سے پوچھئے کہ مجھے بتاؤ اگر تمہارے اوپر دنیا میں عذاب آجائے یا اچانک قیامت آجائے جو عذاب پر مشتمل ہو تو کیا تم اللہ کے سوا کسی کو پکارو گے؟ نہیں، اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ بت تم کو نفع دیں گے تو ان کو پکارو، بلکہ خاص اسی کو نہ کہ اس کے غیر کو مصائب میں پکارو گے، اگر وہ اس مصیبت کو ہٹانا چاہے تو جس کے ہٹانے کے لئے اس سے دعا کر رہے ہو ہٹا سکتا ہے اور جن بتوں کو تم اس کے ساتھ شریک کرتے ہو بھول بھال جاؤ (اور) ان کو نہ پکارو۔

تحقیق و تخریک و تسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلًا: حَتَّى غَايَةً، للتكذيب، مطلب یہ ہے کہ حتی تکذیب کی غایت ہے نہ کہ خیر کی اسلئے کہ ان کے خسران کی کوئی غایت نہیں ہے بخلاف تکذیب کے کہ دنیا میں تو تکذیب کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے مگر قیام قیامت کے بعد تکذیب کا سلسلہ موقوف ہو جائیگا۔

قَوْلًا: بَغْتَةً، بَغْتَةً کے معنی میں ہو کر حال ہے۔

قَوْلًا: نَذَاتُهَا مَجَازٌ، اس لئے کہ نذا اس کو دی جاتی ہے جس میں متوجہ ہونے کی صلاحیت ہو، حسرت میں متوجہ ہونے کی صلاحیت نہیں ہوتی لہذا حسرت کو عقلاء کے درجہ میں اتار کر ندادی ہے۔

قَوْلًا: اِی الدنیا یہ فیہا کی ضمیر کے مرجع کا اظہار ہے حالانکہ ماقبل قریب میں کہیں دنیا کا ذکر نہیں مگر چونکہ ذہنی طور پر دنیا معلوم و متعین ہے اسلئے ضمیر اس کی طرف لوٹا دی گئی ہے لہذا اضمار قبل الذکر کا اعتراض وارد نہ ہوگا۔

قَوْلًا: حَمَلُہُمْ ذَلْکَ یہ مخصوص بالذم ہے۔

قَوْلًا: وَلَدَارِ الْآخِرَةِ، اس میں اضافت موصوف الی الصفت ہے جو کہ اضافت الشئ الی نفسہ کے قبیل سے ہے لہذا مضاف الیہ محذوف مان کر تقدیر عبارت یہ ہوگی وَلَدَارِ السَّاعَةِ الْآخِرَةِ۔

قَوْلًا: ذَلْکَ یہ یعقلون کا مفعول ہے۔

سَوَالٌ: فِی الْبَرِّ کے اضافہ کا کیا فائدہ ہے؟

جَوَابٌ: اس کا مقصد تعارض کا دافع کرنا ہے، (تعارض) لَا یُکَذِّبُکَ اور یُجحدون میں تعارض ہے، اسلئے کہ لَا یُکَذِّبُکَ کا

مطلب ہے تکذیب نہ کرنا اور بجحدون کا مطلب ہے تکذیب کرنا، (دفع) یعنی تکذیب نہیں کرتے قلب سے اور تکذیب کرتے ہیں زبان سے۔

قَوْلًا: وَضَعَهُ مَوْضِعَ الْمُضْمِرِ، مطلب یہ ہے کہ لکنہم کے بجائے لکن الظلمین استعمال ہوا ہے، حالانکہ ضمیر کافی تھی، مگر چونکہ مقصد کافروں کی صفت ظلم کو بیان کرنا تھا جو ہم ضمیر سے نہیں ہو سکتا تھا، اسی لئے اسم ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لائے ہیں۔

قَوْلًا: يَكْذِبُونَ، يَجْحَدُونَ کی تفسیر یکذبون سے کر کے اشارہ کر دیا کہ بجحدون کا تعدیہ بالباء، یکذبون کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے ہے۔

قَوْلًا: فَافْعَلٌ یہ استطعت کا جواب ہے، اور یہ جملہ شرطیہ ہو کر وَاِنْ كَانَ كَبُورًا کا جواب ہے۔

قَوْلًا: فِي الظَّلْمَتِ یہ مبتداء کی خبر ثالث ہے۔

قَوْلًا: فَادْعُوْهُا، یہ ان کنتم صادقین کا جواب محذوف ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحِ

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ (الآیۃ) اللہ کی ملاقات کی تکذیب کرنے والے جس خسارے اور نامرادی سے دوچار ہوں گے اپنی کوتاہیوں پر جس طرح نادم و پشیمان ہوں گے اور بُرے اعمال کا جو بوجھ اپنے اوپر لادے ہوئے ہوں گے اس آیت میں اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

کل قیامت کے دن آخرت کی بہبودی کے کام کرنے والے جب قسم قسم کے عیش و آرام میں ہوں گے اور اللہ کی ملاقات کے منکر نیز فکر آخرت سے عاری مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا ہوں گے تو یہ لوگ اپنے قصور پر نادم ہو کر حسرت اور افسوس کریں گے مگر اس حسرت و ندامت سے ان کو کوئی فائدہ نہ ہوگا، قتادہ کے قول کے مطابق ایسے لوگوں کی پیٹھ پر بوجھ ہو نیکا یہ مطلب ہے کہ جب بدکار لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کے اعمال بد کو ایک بد صورت انسان کی شکل میں تبدیل کر دیا جائیگا اور وہ بد شکل آدمی ان لوگوں پر سوار ہو کر ان کو میدان حشر تک گھیر کر لیجائے گا، ایک روایت میں ہے کہ بد اعمال شخص کے قبر سے نکلتے ہی اس کے بُرے اعمال اس پر سوار ہو جائیں گے اور اسے کہیں گے کہ دنیا میں تو ہمارے اوپر سوار رہا اب ہم تیرے اوپر سوار ہوں گے۔

سُئَالٌ: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ گناہ ایک غیر مادی شئی ہے، غیر مادی شئی پیٹھ پر کیسے لے گی؟

جَوَابٌ: بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ یہاں محض مجاز اور محاورہ مراد ہے، (قرطبی) لیکن یہ تسلیم کرنے میں بھی کہ آخرت میں مجردات بھی مادیات کی طرح با وزن اور مجسم ہوں گے اہل سنت والجماعت میں سے متعدد حضرات تجسیم اعمال کے قائل ہوئے ہیں۔ (روح)

شان نزول:

قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون (الایۃ) ترمذی اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، اور ترمذی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور حاکم نے اس کو شرط شیخین پر صحیح کہا ہے کہ ایک روز ابو جہل نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ معاملات دنیا میں ہم تم کو سچا اور امانتدار مانتے ہیں، لیکن جس کلام کو تم خدا کی طرف سے نازل کردہ کہتے ہو ہم اس کی تصدیق نہیں کر سکتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اور چونکہ آنحضرت ﷺ مشرکین کے جھٹلانے کی وجہ سے رنجیدہ ہوتے تھے اس آیت سے آپ کو تسلی دینا بھی مقصود ہے مطلب یہ ہے کہ مشرکین کو آپ کی ذات سے کوئی غرض اور بحث نہیں ہے بلکہ وہ تو آپ کو ذاتی طور پر پسندیدہ امانتدار سمجھتے ہیں ان کی تکذیب کا مقصد تو اس کلام کی تکذیب ہے جس کو ہم آپ پر نازل کرتے ہیں، ابو جہل جو آپ کا سب سے بڑا دشمن تھا اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ اس نے خود نبی ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا انا لانکذبک ولكن نکذب ما جئت به، ہم آپ کو تو جھوٹا نہیں کہتے مگر جو کچھ آپ پیش کر رہے ہیں اسے جھوٹ قرار دیتے ہیں جنگ بدر کے موقع پر انھیں بن شریق نے تنہائی میں ابو جہل سے پوچھا کہ یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی تیسرا موجود نہیں ہے سچ بتاؤ کہ تم محمد کو سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا، اس نے جواب دیا خدا کی قسم محمد ایک سچا آدمی ہے عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا، مگر جب لواء اور سقایہ اور حجابہ اور نبوت سب کچھ ابن قصی ہی کے حصہ میں آجائے تو بتاؤ باقی تمام قریش کے پاس کیا رہ گیا؟ اسی بناء پر یہاں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تسلی دے رہا ہے کہ تکذیب دراصل تمہاری نہیں بلکہ ہماری کی جارہی ہے اور جب ہم تحمل و بردباری کے ساتھ اسے برداشت کئے جارہے ہیں اور ڈھیل پر ڈھیل دیئے جارہے ہیں تم کیوں مضطرب ہوتے ہو، آگے مزید تسلی کے لئے فرمایا، یہ پہلا واقعہ نہیں ہے کہ کافر اللہ کے پیغمبروں کا انکار کر رہے ہیں بلکہ اس سے پہلے بھی بہت رسول گذر چکے ہیں جن کی تکذیب کی جاتی رہی، جس طرح انہوں نے صبر و حوصلے سے کام لیا آپ بھی صبر و حوصلے سے کام لیجئے، جس طرح سابق رسولوں کے پاس ہماری مدد آئی آپ کے پاس بھی ہماری مدد آجائے گی۔

وإن کان کبیر علیک إعراضہم (الایۃ) مشرکین مکہ کا یہ مطالبہ تھا کہ اگر یہ نبی ہیں تو انکے ساتھ کوئی نشان ہمیشہ رہنا چاہئے جسے ہر کوئی دیکھ کر یقین کرنے اور ایمان لانے پر مجبور ہو جایا کرے، چونکہ آپ ﷺ تمام انسانوں خصوصاً قریش کی ہدایت پر بہت حریص تھے شاید آپ کے دل میں یہ بات آئی ہو کہ کاش ان کا یہ مطالبہ پورا کر دیا جائے تو شاید ان کا کفر ٹوٹ جائے جس کی وجہ سے قوم کی ہدایت کے راستے کھل جائیں، اسلئے حق تعالیٰ نے یہ تربیت فرمائی کہ تکوینیات میں مشیت الہی کے تابع رہو تکوین کا مقتضی نہیں کہ ساری دنیا کو ایمان لانے پر مجبور کر دیا جائے ورنہ تو خدا اس پر بھی قادر ہے کہ پیغمبروں کے توسط اور نشانوں کے بغیر سب کو سیدھی راہ پر جمع کر دے، جب خدا کی حکمت ایسے مجبور کن معجزات اور فرمائشی نشانات دکھانے کو مقتضی نہیں تو مشیت الہی کے خلاف کسی کو یہ طاقت کہاں ہے کہ وہ زمین میں سرنگ بنا کر یا آسمان پر سیڑھی لگا کر ایسا فرمائشی معجزہ لا کر دکھادے خدا کے قوانین حکمت و تدبیر کے خلاف کسی چیز کے وقوع کی امید رکھنا نادانوں کا کام ہے، تاہم اگر

لوگوں کے موجودہ جمود اور ان کے انکار کی سختی پر آپ سے صبر نہیں ہو سکتا اور آپ کو گمان ہے کہ اس جمود کو توڑنے کیلئے کسی محسوس نشانی کا مشاہدہ کرنا ہی ضروری ہے تو خود زور لگاؤ اور اگر تمہارا بس چلے تو زمین میں گھس کر یا آسمان پر چڑھ کر کوئی ایسا معجزہ لانے کی کوشش کرو جسے تم سمجھو کہ یہ بے یقینی کو یقین میں تبدیل کر دینے کے لئے کافی ہے مگر ہم سے امید نہ رکھو کہ ہم تمہاری یہ خواہش پوری کریں گے، اسلئے کہ تدبیر و حکمت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

ایساہ تعبدون ان کفتم صدقین، گذشتہ آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ تم ایک نشانی کا مطالبہ کرتے ہو حالانکہ تمہارے گرد و پیش میں ہر طرف نشانیاں ہی نشانیاں بکھری پڑی ہیں، کائناتی نشانیوں کے علاوہ خود مکرین حق کے اپنے نفس میں نشانی موجود ہے، جب انسان پر کوئی بڑی آفت آجاتی ہے یا موت اپنی بھیا تک صورت کے ساتھ سامنے آکھڑی ہوتی ہے تو اس ایک خدا کے دامن کے سوا کوئی دوسری پناہ گاہ اسے نظر نہیں آتی، بڑے سے بڑے مشرک ایسے موقع پر اپنے معبودوں کو بھول کر خدائے وحدہ لا شریک لہ کو پکارنے لگتے ہیں ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کو اسی نشانی کے مشاہدہ سے ایمان کی توفیق نصیب ہوئی، جب مکہ معظمہ نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر فتح ہو گیا تو عکرمہ گرفتاری کے خوف سے جدہ کی طرف بھاگے اور ایک کشتی پر سوار ہو کر حبشہ کی راہ لی، راستہ میں کشتی طوفانی موجوں سے دوچار ہو کر گرداب میں پھنس گئی اول اول تو دیویوں اور دیوتاؤں کو پکارا جاتا رہا مگر جب طوفان کی شدت بڑھتی ہی چلی گئی اور مسافروں کو یقین ہو گیا کہ اب کشتی یقیناً غرق ہو جائیگی تو سب کہنے لگے یہ وقت خدا کے سوا کسی کو پکارنے کا نہیں ہے اگر وہی چاہے تو ہم بچ سکتے ہیں، اس وقت عکرمہ کی چشم عبرت کھلی اور اس کے دل نے آواز دی کہ اگر یہاں اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں تو پھر کہیں اور کیوں ہو؟ یہی وہ بات ہے جسکو وہ نیک بندہ ہمیں کئی برس سے سمجھا رہا ہے اور ہم خواہ مخواہ اس سے لڑ رہے ہیں یہ عکرمہ کی زندگی میں فیصلہ کن لمحہ تھا، انہوں نے اسی وقت خدا سے عہد کیا کہ اگر میں اس طوفان سے بچ گیا تو سیدنا محمد ﷺ کے پاس جاؤں گا اور ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیدوں گا چنانچہ انہوں نے اپنے عہد کو پورا کیا اور بہت خوب پورا کیا۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّنْ زَاوِدَةِ قَبْلِكَ رُسُلًا فَكَذَّبُوهُمْ فَأَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ شِدَّةٍ الْفَقْرِ وَالضَّرَرِ الْمَرَضِ لَعَلَّهُمْ يَضُرَّعُونَ ﴿١٠﴾ يَتَذَلَّلُونَ فَيُؤْمِنُونَ فَلَوْلَا فَلَإِذَا جَاءَهُمْ بِأَسْنًا عَذَابُنَا تَضَرَّعُوا إِي لَمْ يَفْعَلُوا ذَلِكَ مَعَ قِيَامِ الْمُتَقَضِّي لَهُ وَلَكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ فَلَن تَلِنَ لِلَايْمَانِ وَوَكَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١﴾ مِنَ الْمَعَاصِي فَاصْرُؤْا عَلَيْهَا فَلَمَّا سَوْا تَرَكُوا مَا دُرُّوْا وَعُظُّوْا وَخُوفُوا إِلَهُ مِنَ الْبِأْسَاءِ وَالضَّرَاءِ فَلَمْ يَتَّعِظُوا فَتَحَنَّنَّا بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ عَلَيْهِمْ أَبْوَابُ كُلِّ شَيْءٍ مِّنَ النِّعَمِ اسْتَدْرَجْنَا لَهُمْ حَتَّىٰ إِذَا فَرَّخُوا بِمَا أَوْتَوْا فَرَحَ بَطَرٍ أَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ بَعَثْنَا فِجَاءَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ ﴿١٢﴾ انْسُون مِّنْ كُلِّ خَيْرٍ فَفُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا إِي أَخْرَجْنَا مِنْهُمْ أَخْبَرُونِي إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ أَصَمَّكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ أَغْمَاكُمْ وَخَمَّرَ طَبَعَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ فَلَا تَعْرِفُونَ شَيْئًا مِّنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يَأْتِيكُمْ بِهِ بِمَا أَخَذَ مِنْكُمْ بِزَعْمِكُمْ أَنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ نَبِيْنَ الْآيَاتِ الدَّلَالَاتِ عَلَىٰ وَحْدَانِيَّتِنَا

ثُمَّ هُمْ يَصْذِقُونَ ﴿۵﴾ عَنْهَا فَلَا يُؤْمِنُونَ قُلْ لَهُمْ أَرْعَيْتُمْ إِنْ أَنْتُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً لَيْلًا أَوْ نَهَارًا هَلْ يَهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمُ الظَّالِمُونَ ﴿۶﴾ الْكَافِرُونَ أَيْ مَا يَهْلِكُ الْآهَمُ وَمَا تُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ مَنِ امْنُ بِالْجَنَّةِ وَمُنْذِرِينَ مَنِ كَفَرَ بِالنَّارِ فَمَنْ آمَنَ بِهِمْ وَأَصْلَحَ عَمَلَهُ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۷﴾ فِي الْآخِرَةِ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۸﴾ يَخْرُجُونَ عَنِ الطَّاعَةِ قُلْ لَهُمْ أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ الَّتِي مِنْهَا يَرْزُقُ وَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِالْغَيْبِ مَا غَابَ عَنِّي وَلَمْ يُؤَخَّرِ إِلَيَّ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ مَا اتَّبِعُوا إِلَّا مَا يُوْحَىٰ إِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَى الْكَافِرُ وَالْبَصِيرُ الْمُؤْمِنُ لَا أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿۹﴾ فِي ذَلِكَ فَتُؤْمِنُونَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے (بہت سی) قوموں کی طرف رسول بھیجے تھے مَن زائدہ ہے تو انہوں نے ان کی تکذیب کی، تو ہم نے ان کو تنگدستی اور بیماری میں پکڑا تا کہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں (یعنی) عاجزی کریں اور ایمان لے آئیں سو جب ان کو ہمارا عذاب پہنچا تو انہوں نے عاجزی کیوں اختیار نہ کی؟ یعنی انہوں نے عاجزی اختیار نہیں کی حالانکہ اس کا مقتضی موجود تھا، لیکن ان کے قلوب (مزید) سخت ہو گئے جسے کی وجہ سے ایمان لانے کے لئے نرم نہیں پڑے اور شیطان ان کے بُرے اعمال کو انکی نظر میں آراستہ کر کے پیش کرتا رہا اور وہ ان ہی اعمال پر مصر رہے پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو ان کو کی گئی تھی اور جس کے ذریعہ مصائب و آلام سے ڈرایا گیا تھا تو انہوں نے نصیحت حاصل نہ کی تو ہم نے ان کے لئے ڈھیل کے طور پر ہر قسم کی خوشحالی کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ بخششوں میں اترانے کے طور پر گن مست ہو گئے تو ہم نے ان کو عذاب میں اچانک پکڑ لیا (تو اب صورت حال یہ ہوئی) کہ وہ ہر خیر سے ناامید ہو گئے چنانچہ اس ظالم قوم کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی (یعنی) ان کے آخری فرد کی بھی جڑ کاٹ دی گئی، بایں طور کہ ان کو بالکل جڑ سے اکھاڑ پھینکا گیا اور رسولوں کی نصرت اور کافروں کی ہلاکت پر تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے، (اے محمد) اہل مکہ سے کہو تم مجھے بتاؤ اگر اللہ تمہاری قوت سماعت لے لے (یعنی) تم کو بہرہ کر دے اور تمہاری بینائی سلب کر لے بایں طور کہ تم کو اندھا کر دے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے کہ تم کچھ نہ سمجھ سکو، اللہ کے سوا تمہارے خیال میں کون معبود ہے کہ سلب کردہ تمہاری ان قوتوں کو واپس دلا دے؟ دیکھو ہم اپنی وحدانیت پر کس طرح بار بار دلائل پیش کر رہے ہیں پھر (بھی) وہ اس سے اعراض کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لاتے، آپ ان سے پوچھو کہ کبھی تم نے سوچا کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک یا علانیہ رات میں یا دن میں آجائے تو ظالموں کافروں کے سوا کون ہلاک ہوگا یعنی کافروں کے سوا کوئی ہلاک نہ ہوگا، ہم رسول صرف اسی لئے بھیجتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کو جنت کی خوشخبری سنائیں اور کافروں کو جہنم سے ڈرائیں، سو جو ان پر ایمان لایا اور اپنے عمل کی اصلاح کر لی ان کے لئے آخرت میں کسی خوف و رنج کا موقع نہیں اور جو ہماری آیتوں کو جھٹلائیں تو ان کو اپنے اعمال فاسقہ کی وجہ سے سزا بھگتنی ہی

ہوگی، یعنی ان کے حد طاعت سے نکل جانے کی وجہ سے، (اے محمد) تم ان سے کہدو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں جس میں سے وہ رزق دیتا ہے اور نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں یعنی جو مجھ سے غائب ہے اور حال یہ کہ میری طرف (اس کے بارے میں) وحی نہ بھیجی گئی ہو اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، پھر ان سے پوچھو کہ اندھا (یعنی) کافر، اور بینا (یعنی) مومن دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ نہیں، کیا تم اس میں غور نہیں کرتے؟ کہ ایمان لے آؤ۔

تحقیق و ترمیم کے تسمیل و تفسیری فوائد

قَوْلٌ: مِنْ زَائِدَةٍ، مِنْ قَبْلِكَ میں مِنْ زَائِدَةٍ ہے، اس لئے کہ ظرف حرف جر کا متقاضی نہیں ہے۔

قَوْلٌ: رُسُلًا، یہ اَرْسَلْنَا کا مفعول محذوف ہے۔

قَوْلٌ: فَكَذَّبُوهُمْ۔

سُؤَالٌ: فَكَذَّبُوهُمْ محذوف ماننے کی کیا ضرورت پیش آئی؟

جَوَابٌ: تاکہ فاخذنا ہم کی تفریع درست ہو جائے، تقدیر عبارت یہ ہوگی، ”وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اِمَمٍّ مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا فَكَذَّبُوهُمْ فَاحْذَنهُمْ“، ورنہ تو محض ارسال رسل پر مؤاخذہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

قَوْلٌ: اخذه منكم۔

سُؤَالٌ: اخذه میں ضمیر کو واحد کس لئے لائے ہیں حالانکہ اس کا مرجع جمع ہے؟

جَوَابٌ: ماخوذ مذکور کی تاویل کی وجہ سے ضمیر واحد لائے ہیں۔

قَوْلٌ: بِرِزْمِكُمْ، کا تعلق مِنَ اللہ سے ہے، یعنی وہ اللہ کہ جس کو تم اللہ سمجھتے ہو۔

تفسیر و تشریح

فَلَوْلَا اِذْ جَاءَ هُمْ بِاَسْنَانٍ تَضُرُّ عَوَا (الآیۃ) تو میں جب اخلاق و کردار کی پستی میں مبتلا ہو کر اپنے دلوں کو زنگ آلود کر لیتی ہیں تو اس وقت اللہ کا عذاب بھی انھیں خواب غفلت سے بیدار کرنے اور جھنجھوڑنے میں ناکام رہتا ہے پھر اس کے ہاتھ طلب مغفرت کیلئے اللہ کے سامنے نہیں اٹھتے نہ ان کے دل اس بارگاہ میں جھکتے ہیں اور نہ ان کے رخ اصلاح کی طرف مڑتے ہیں بلکہ اپنی بد اعمالیوں پر تاویلات اور توجیہات کے حسین غلاف چڑھا کر اپنے دل کو مطمئن کر لیتے ہیں، اس آیت میں ایسی ہی قوموں کا وہ کردار بیان کیا گیا ہے جسے شیطان نے ان کے لئے خوبصورت بنا دیا ہے۔

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِم ابوابَ كُلِّ شَيْءٍ (الآیۃ) اس آیت میں خدا فراموش قوموں کی بابت اللہ

تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم بعض دفعہ وقتی طور پر ایسی قوموں پر دنیا کی آسائشوں اور فراوانیوں کے دروازے کھول دیتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ اس میں خوب مگن مست ہو جاتی ہیں اور مادی خوشحالی و ترقی پر اترا نئے لگتی ہیں تو پھر ہم اچانک انھیں اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں، اور ان کی جڑ ہی کاٹ کر رکھ دیتے ہیں، حدیث میں بھی وارد ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا، کہ جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نافرمانیوں کے باوجود کسی کو اس کی خواہشات کے مطابق دنیا دے رہا ہے تو یہ استدراج (ڈھیل) ہے، پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (مسند احمد)

قرآن کریم کی اس آیت اور حدیث نبوی سے معلوم ہوا کہ دنیوی ترقی اور خوش حالی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ایسے افراد یا قوم خدا کے چہیتے اور محبوب ہیں۔

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ، آپ کہہ دیجئے کہ میں خدائی خزانوں کا مالک نہیں ہوں کہ میں تمہیں خدا کے اذن و مشیت کے بغیر تمہارا فرمائشی معجزہ دکھا سکوں میرے پاس غیب کا علم بھی نہیں کہ مستقبل میں پیش آنیوالے حالات سے تمہیں مطلع کر سکوں مجھے فرشتہ ہونیکا دعویٰ بھی نہیں کہ تم مجھے خرق عادت امور پر مجبور کرو جو انسانی طاقت سے باہر ہوں میں تو صرف اس وحی کا پیرو ہوں جو مجھ پر نازل ہوتی ہے اور اس میں حدیث بھی شامل ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا، ”أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ“ مجھے قرآن کے ساتھ اس کا مثل بھی دیا گیا ہے وہ مثل حدیث رسول اللہ ﷺ ہی ہے۔

وَأَنْذِرْ خَوْفَ بِهِ بِالْقُرْآنِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ اٰی غَیْرِهِ وَلَیِّنْصُرُهُمْ وَلَا شَفِیْعٌ یَّشْفَعُ لَهُمْ وَجَمَلَةُ النَّفْیِ حَالٌ مِنْ ضَمِیْرِ یُحْشَرُوا وَهٰی مَحَلُّ الْخَوْفِ وَالْمَرَادُ بِهِمُ الْمُؤْمِنُونَ الْعَاصُونَ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُونَ ۝ اللَّهُ یَافِلَا عِهِمْ عَمَاهُمْ فِیهِ وَعَمِلِ الطَّاعَاتِ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ یَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَنَیِّ یُرِیدُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَجْهَهُ ۝ تَعَالٰی لَا شَیْءًا مِنْ أَغْرَاضِ الدُّنْیَا وَهُمْ الْفُقَرَاءُ وَكَانَ السَّمِشْرُ کَوْنِ طَعْنُوا فِیْهِمْ وَطَلَبُوا اِنْ یَطْرُدُهُمْ لِیُجَالِسُوْهُ وَاَرَادَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ طَمَعًا فِیْ اِسْلَامِهِمْ مَا عَلَیْكَ مِنْ حَسَابِهِمْ مَنْ زَائِدَةٌ شَیْءٌ اِنْ كَانَ بَاطِنُهُمْ غَیْرَ مَرْضِیٍّ وَمَا مِنْ حَسَابِکَ عَلَیْهِمْ مَنْ شَیْءٌ فَتَطْرُدُهُمْ جَوَابُ النَّفْیِ فَمَتَّكُونَ مِنَ الظَّالِمِیْنَ ۝ اِنْ فَعَلْتَ ذَلِكَ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا اَبْنٰی بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ اِی الشَّرِیْفِ بِالْوَضِیْعِ وَالْغَنِیِّ بِالْفَقِیْرِ اِنْ قَدَّمْنَاهُ بِالسَّبْقِ اِلَی الْاِیْمَانِ لَیَقُولُوْا اِی الشَّرَفَاءُ وَالْاَغْنِیَاءُ مَنَکْرِیْنَ اَهْوَاَیَ الْفُقَرَاءِ مَنْ اَللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنْ بَیِّنًا بِالْهَدَایَةِ اِی لَوْ كَانَ مَا هُمْ عَلَیْهِ هَدٰی مَا سَبَقُوْنَا اِلَیْهِ قَالَ تَعَالٰی اَلَیْسَ اَللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشَّکْرِیْنَ ۝ لَهُ فِیْهِدِیْهِمْ بَلٰی وَاِذَا جَاءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِآیٰتِنَا فَقُلْ لَّهُمْ سَلَامٌ عَلَیْكُمْ کَتَبَ رُبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِکَ الرَّحْمَۃَ اِنَّهُ اِی الشَّانَ وَفِی قِرَآءَةٍ بِالْفَتْحِ بَدَلٌ مِنَ الرَّحْمَةِ مَنْ کَمَلَ مِنْکُمْ سُوْءًا اِیْجَالًا مِنْهُ حَیْثُ اِزْتَكَبَ ثُمَّ تَابَ رَجَعَ مِنْ بَعْدِهِ بَعْدَ عَمَلِهِ عَنْهُ وَاَصْلَحَ عَمَلُهُ فَآَنَّهُ اِی اللّٰهُ عَقُوْرٌ لَهُ رَحِیْمٌ ۝ رَبِّهِ وَفِی قِرَآءَةٍ بِالْفَتْحِ اِی فَاَلْمَغْفِرَةِ لَهُ وَكَذٰلِكَ کَمَا بَیِّنًا مَا ذِکْرُ نَفْصِلٍ نَّبِیْنِ الْاٰیَاتِ الْقُرْآنِ لَیْظَهَرُ الْحَقُّ فِیَعْمَلُ بِهِ

وَلْيَسْتَبِينَ تَظْهَرِ سَبِيلَ طَرِيقِ الْمُجْرِمِينَ ۖ فَتُجْتَنَّبُ وَفِي قِرَاءَةِ التَّحْتَانِيَةِ وَفِي أُخْرَىٰ بِالْفَوْقَانِيَةِ وَنُصِبَ سَبِيلَ خُطَابٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: اور آپ قرآن کے ذریعہ ایسے لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات کا اندیشہ رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے سامنے ایسی حالت میں جائیں گے کہ ان کا اس کے سوانہ کوئی ولی ہوگا جو ان کی مدد کر سکے اور نہ شفع کہ ان کی شفا کر سکے، اور جملہ منفیہ یُحْشَرُوا کی ضمیر سے حال ہے اور یہی محل خوف ہے اور مراد اس سے عصاة المؤمنین ہیں، توقع ہے کہ وہ اپنے معمولات کو چھوڑ کر اور اعمال طاعت کو اختیار کر کے خدا ترسی کی روش اختیار کر لیں، اور ان لوگوں کو (مجلس سے) نہ نکالنے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں ان کا مقصد ان کی عبادت سے محض خدا کی ذات ہے نہ کہ دنیا کی اور کوئی غرض اور وہ فقراء (نادار) تھے اور مشرکین ان کے بارے میں طعنہ زنی کرتے تھے اور اس بات کا مطالبہ کرتے تھے کہ ان کو (مجلس سے) نکال دیں تاکہ وہ آپ کی مجلس میں بیٹھیں، اور آپ ﷺ نے ان کے اسلام کی خواہش کے پیش نظر اس کا ارادہ بھی کر لیا تھا۔ اگر ان (فقراء) کا باطن ناپسندیدہ ہو تو ان کا ذرہ برابر حساب آپ کے ذمہ نہیں، من زائدہ ہے اور نہ ذرہ برابر آپ کا حساب ان کے ذمہ ہے کہ آپ ان کو (مجلس) سے نکال دیں یہ جواب نفی ہے، اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ کا شمار ظالموں میں ہو جائیگا، اور اسی طرح ہم نے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمائش میں ڈال رکھا ہے یعنی شریف کو کمینہ کے ذریعہ اور مالدار کو فقیر کے ذریعہ بایں طور کہ ہم نے اس کو ایمان کی طرف سبقت کرنے میں مقدم کر دیا، تاکہ شرفاء اور اغنیاء منکرین کہیں کیا یہی فقراء ہیں جن پر ہم میں سے ہدایت کا اللہ نے انعام فرمایا یعنی جس (طریقہ) پر یہ ہیں اگر وہ ہدایت ہوتا تو یہ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ کرتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ اپنے شکر گزاروں کو بخوبی جانتا ہے کہ ان کو ہدایت دے، ہاں کیوں نہیں، اور جب وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لا چکے ہیں آپ کے پاس آئیں تو ان سے کہئے تم پر سلامتی ہو تمہارے رب نے اپنے ذمہ رحمت کو لازم کر لیا ہے یہ اس کا رحم و کرم ہی تو ہے کہ اگر تم میں سے کوئی نادانی کی وجہ سے کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا (اور) پھر اس ارتکاب کے بعد اس نے اس برائی سے توبہ کر لی اور اپنے عمل کی اصلاح کر لی تو اللہ اسے معاف کر دیتا ہے اور ایک قراءت میں ہمزہ کے فتح کے ساتھ ہے (یعنی) اس کے لئے مغفرت ہے، اور جس طرح ہم نے یہ مذکورہ مضمون بیان کیا ہے اسی طرح ہم قرآن کی آیتوں کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں، تاکہ حق ظاہر ہو جائے اور اس پر عمل کرے، اور تاکہ مجرموں کی راہ بالکل واضح ہو جائے تاکہ اس سے اجتناب کیا جائے، اور ایک قراءت میں (يَسْتَبِينَ) بقاء تحتانیہ کے ساتھ ہے اور دوسری قراءت میں (تاء) فوقانیہ کے ساتھ اور سبیل نصب کے ساتھ ہے (اس صورت میں) خطاب نبی ﷺ کے لئے ہوگا۔

تَحْقِيقُ تَرْكِيْبِ تَسْبِيْلِ تَفْسِيْرِي فَوَائِدِ

قَوْلًا: وَجُمْلَةُ النَّفْيِ حَالٌ مِنْ ضَمِيرٍ يُحْشَرُوا، اس میں اشارہ ہے کہ جملہ منفیہ، الْكَذِبُ يَخَافُونَ کی صفت نہیں ہے اس لئے کہ الْكَذِبُ معرفہ ہے اور جملہ منفیہ نکرہ اور نکرہ معرفہ کی صفت واقع نہیں ہوتا اور نہ یُحْشَرُوا کی ضمیر سے صفت ہے اس لئے

کہ قاعدہ مشہور ہے الضمیر لا یوصف ولا یوصف بہ، بلکہ، یُحْشَرُوا کی ضمیر سے حال ہے۔

قَوْلٌ: وَمِنْ مَحَلِّ الْخَوْفِ، اس اضافہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سُؤَالٌ: حشر سے ڈرانے سے کیا مقصد ہے؟ جبکہ حشر تو لامحالہ واقع ہونے ہی والا ہے اس سے ڈرانا ممکن نہیں ہے کہ

انذار مفید ہو۔

جَوَابٌ: محل انذار یعنی خوف بہ ایسی حالت میں حشر ہے کہ ان کا کوئی والی اور ناصر نہ ہو، اور مراد الذین یخافون سے گنہگار

مومنین ہیں، اسلئے کہ جو شخص حشر کا یقین و عقیدہ ہی نہ رکھتا ہو تو اس کو ڈرانا بے سود ہے اور جو پہلے ہی سے متقی ہے اس کو ڈرانا تحصیل

حاصل ہے، لہذا متعین ہو گیا کہ جن کو ڈرانے کا حکم دیا جا رہا ہے وہ عصاة المؤمنین ہیں۔

قَوْلٌ: جَوَابِ النَّفْيِ، یعنی فَتَطْرُدْهُمْ، مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ کا جواب ہے، یہ تطرد کے نصب کی وجہ کا بیان ہے۔

قَوْلٌ: اِنْ كَانَ بَاطِلُهُمْ غَيْرَ مَرْضًى، یعنی بقول المشرکین۔

قَوْلٌ: اِنْ فَعَلْتَ ذَلِكَ، اس میں اشارہ ہے کہ فتکون شرط محذوف کی جزاء مقدم ہے لہذا جواب نفی کی تکرار کا شبہ ختم

ہو گیا۔

قَوْلٌ: بِالسَّبْقِ اِیْ بِسَبَبِ السَّبْقِ۔

قَوْلٌ: لِیَقُولُوا میں لام عاقبت کا ہے لہذا یہ اعتراض ختم ہو گیا کہ ابتلاء کی علت قول مذکور کو قرار دینا درست نہیں ہے۔

قَوْلٌ: قَضًی، کتب کی تفسیر قضی سے کر کے اشارہ کر دیا کہ مراد وعدہ موکد ہے نہ کہ فرض اور الزام۔

قَوْلٌ: وَفِی قِرَاءَةِ بِالْفَتْحِ، فتح کی صورت میں رحمة سے بدل ہے اور کسرہ کی صورت میں جملہ متانفہ ہوگا، جو کہ سوال

مقدر کا جواب ہوتا ہے یعنی رحمت کے بارے میں سوال کیا ”ما ہی“ اور مَنْ عمل الخ پورا جملہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

قَوْلٌ: فَالْمَغْفِرَةُ لَهُ، اس میں اشارہ ہے کہ اَنَّهُ میں اَنْ مع اپنے اسم کے مبتداء ہے اور لَہُ اس کی خبر ہے۔

قَوْلٌ: لِیُظْهَرَ الْحَقُّ، اس میں اشارہ ہے کہ لتستبین کا عطف علت مقدرہ پر ہے لہذا سابق پر عطف کی عدم صحت کا شبہ

ختم ہو گیا آیات کی تفصیل بصیغہ مضارع کرنے کا مقصد استمرار ہے لہذا تخصیص بالمستقبل کا اعتراض ختم ہو گیا۔

قَوْلٌ: وَفِی قِرَاءَةِ بِالتَّحْنَانِیَہِ، یعنی ایک قراءت میں لیستبین، یا تختانیہ کے ساتھ ہے اور السبیل اس کا فاعل ہے اور

سبیل چونکہ مذکور اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے لہذا عدم مطابقت کا اعتراض بھی نہ ہوگا، اور السبیل کے نصب کی صورت

میں تستبین کا مفعول ہوگا، صیغہ خطاب کی صورت میں مخاطب آپ ﷺ ہوں گے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَى رَبِّهِمْ الْخ، اس آیت میں عصاة المؤمنین کا ذکر ہے نہ کہ منکرین حشر و نشر

کا، مطلب یہ ہے کہ انذار کا فائدہ ایسے ہی لوگوں کو ہو سکتا ہے جو توحید اور حشر و نشر کے عقیدہ کے باوجود عملی کوتاہی کے بھی مرتکب

ہوئے ہوں ورنہ جو شخص بعث بعد الموت اور آخرت میں جو ابد ہی کا عقیدہ نہ رکھتا ہو اور وہ اپنے کفر و نحوہ پر قائم ہو اس کو نہ انذار فائدہ دے سکتا ہے اور نہ کسی کی سفارش کام آسکتی ہے، نبی کا وعظ و نصیحت تو سب کے لئے یکساں ہوتا ہے مگر اپنی اپنی صلاحیت و استعداد کے مطابق ہی اثر قبول کرتے ہیں۔

صحیح بخاری میں اسی مضمون کی ایک حدیث ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال بارش کی اور امت کی مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہے یہ حدیث گویا کہ اس آیت کی تفسیر ہے۔

شان نزول:

ولا تطرد الذين يدعون ربهم الخ، صحیح مسلم، صحیح ابن حبان وغیرہ کی روایتوں سے اس آیت کا جو شان نزول متعین کیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور مطعم بن عدی اور حارث بن نوفل نے جو قریش کے سرداروں اور شرفاء میں شمار ہوتے تھے ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ بلال، عمار بن یاسر، صہیب، خباب فقراء و مساکین کا آپ کے ارد گرد ہجوم رہتا ہے اگر آپ ان کو اپنی مجلس سے ہٹادیں تو ہم بھی آپ کی مجلس میں بیٹھیں، ہمیں ان کے جتوں سے بدبو آتی ہے اور چھوٹے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے میں ہمیں شرم آتی ہے اور ہم ایسے معمولی لوگوں کے ساتھ بیٹھنے میں اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔ چونکہ اللہ کے نزدیک ایسی شرافت و امارت سے زیادہ اخلاص مقبول ہے اور یہ فقراء مسلمین اخلاص کے ساتھ آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے اسلئے اللہ تعالیٰ نے اشرف قریش کا مشورہ ماننے سے منع کر دیا، اور مذکورہ آیت نازل فرمائی، ابتداء میں اکثر غریب و نادار قسم کے لوگ مشرف باسلام ہوئے تھے، یہی چیز روساء کفار کی آزمائش کا ذریعہ بن گئی اور وہ ان فقراء و مساکین کا مذاق بھی اڑاتے اور جن پر ان کا بس چلتا انھیں ایذا رسانی سے بھی نہ چوکتے اور کہتے کہ ایمان اور اسلام اگر واقعی کوئی خیر کی چیز ہوتی تو سب سے پہلے اس کی طرف ہم سبقت کرتے اور ہم نے سبقت نہیں کی تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ کوئی خیر و شرف کی چیز نہیں ایک دوسرے مقام پر فرمایا ”لو کان خیدراً ما سَبَقُونَا“۔ (احقاف)

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ ظاہری چمک دمک، ٹھاٹھ باٹھ اور ریسانہ کڑو فروغ وغیرہ نہیں دیکھتا اور نہ شکل و صورت و رنگ و روپ کو دیکھتا ہے وہ تو دلوں کی کیفیت کو دیکھتا ہے لہذا وہ جانتا ہے کہ اس کے شکر گزار اور حق شناس بندے کون ہیں؟ جس میں شکر گذاری کی خوبی دیکھی انھیں ایمان کی سعادت سے سرفراز فرمایا۔

قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ فِي عِبَادَتِهَا قَدْ صَلَّيْتُ إِذَا
ان اتَّبَعْتَهَا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝ قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَ قَدْ كَذَّبْتُم بِهُ بَرَبِي حَيْثُ أَشْرَكْتُم
مَا عِنْدِي مَا اسْتَعْجَلُون بِهُ مِنَ الْعَذَابِ إِن مَّا الْحُكْمُ فِي ذَلِكَ وَغَيْرِهِ إِلَّا لِلَّهِ وَحْدَهُ يَقْضُ الْقَضَاءَ
الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَصْلِينَ ۝ الْحَاكِمِينَ فِي قِرَاءَةِ يَقْضُ أَي يَقُولُ قُلْ لَهُمْ تَوَّانَ عِنْدِي مَا اسْتَعْجَلُون بِهُ

لَقُضِيَ الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ بَانَ اعْجَلَهُ لَكُمْ وَاسْتَرِيحْ وَلَكِنَّهُ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ۝ سَتَى يُعَاقِبُهُمْ وَعِنْدَهُ تَعَالَى مَفَاتِحُ الْغَيْبِ خَزَائِنُهُ أَوْ الطَّرِيقُ الْمَوْصَلَةُ إِلَى عِلْمِهِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَهِيَ الْخَمْسَةُ الَّتِي فِي قَوْلِهِ أَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْآيَةُ كَمَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَيَعْلَمُ مَا يَخْذُلُ مَا فِي الْبَرِّ الْفَقَارُ وَالْبَعْرُ الْقَرَى الَّتِي عَلَى الْأَنْهَارِ وَمَا نَسْفُطُ مِنْ زَائِدَةٍ وَرَقَّةٌ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَاحِقَةٌ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا تَطِبُّ وَلَا يَابِسُ عَطْفٌ عَلَى وَرَقَةٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ هُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوظُ وَالْإِسْتِثْنَاءُ بَدَلُ اشْتِمَالٍ مِنَ الْإِسْتِثْنَاءِ قَبْلَهُ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَقَّعُكُمْ بِالْأَيْلِ يَقْبِضُ أَرْوَاحَكُمْ عِنْدَ النَّوْمِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ كَسَبْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ أَيُّ النَّهَارِ بِرْدٌ أَرْوَا حُكْمَ لِقَاضِي أَجَلٍ مُسَمًّى هُوَ أَجَلُ الْحَيَاةِ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ بِالْبَعْثِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِمَا لَتُبْعَثُنَّ تَعْمَلُونَ ۝ فَيَجَازِيكُمْ بِهِ.

۷
۱۳

ترجمہ: (اے محمد ﷺ ان سے) کہو کہ اللہ کے سوا جن کی تم بندگی کرتے ہو ان کی بندگی کرنے سے مجھے منع کیا گیا ہے، (اور ان سے یہ بھی) کہو کہ ان کی بندگی کرنے میں، میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کروں گا، اگر میں نے خواہشات کی پیروی کی تو میں گمراہ ہو گیا، اور میں ہدایت یافتہ لوگوں میں نہ رہا، کہو کہ میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور تم نے میرے رب کو چھوڑ دیا ہے اس لئے کہ تم نے شرک کیا، جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو وہ میرے اختیار میں نہیں ہے اس معاملہ میں اور دیگر معاملات میں صرف اللہ وحدہ ہی کا حکم چلتا ہے وہی برحق فیصلہ کرتا ہے اور وہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اور ایک قراءت میں (یقض کے بجائے) یقض ہے بمعنی یقول، کہو اگر وہ چیز جس کی تم جلدی مچا رہے ہو میرے اختیار میں ہوتی تو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا بائیں طور کہ میں اس میں تمہارے لئے جلدی کرتا اور راحت حاصل کرتا لیکن وہ اللہ کے اختیار میں ہے اور اللہ ہی زیادہ جانتا ہے کہ ظالموں کو کب سزا دے اسی کے پاس غیب کے خزانوں کی کنجیاں ہیں یا غیب کے علم تک رسائی کے طریقے اسی کے پاس ہیں ان کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ پانچ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ کے قول ”إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ“ (الآیۃ) میں ہے، مکارواہ البخاری اور بحر میں جو کچھ رونما ہوتا ہے وہ جانتا ہے، (یعنی) چٹیل میدانوں اور ان بستیوں میں جو نہروں کے کنارہ پر واقع ہیں درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں کہ جس کا اسے علم نہ ہو اور نہ کوئی دانہ جو زمین کی تاریکیوں میں ہو اور نہ خشک وتر جو کتاب مبین (یعنی) لوح محفوظ میں نہ ہو اس کا عطف وَرَقَّةٌ پر ہے، اور (دوسرا) استثناء اپنے ماقبل کے استثناء سے بدل الاشتمال ہے وہ وہی ذات ہے جو رات کو نیند میں تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور دن میں جو کچھ تم کرتے ہو اس سے وہ بخوبی واقف ہے تمہاری روحوں کو لوٹا کر (دوسرے) دن تم کو زندہ کر دیتا ہے تاکہ تم زندگی کی مدت پوری کرو اور وہ مدت حیات ہے آخر کار بعث کے ذریعہ اسی طرف تمہاری واپسی ہے پھر وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے اور اس کی تم کو جزا دے گا۔

تحقیق و ترکیب تفسیر فوائد

قَوْلُهُ: قَدْ كَذَبْتُمْ.

سُؤَالٌ: قَدْ مَحْذُوفٌ مَانِعٌ كَيْفَا ضَرُورَتِ پِش آئی؟

جَوَابٌ: ماضی چونکہ بغیر قد کے حال واقع نہیں ہو سکتی اسلئے یہاں قد مقدر مانا۔

قَوْلُهُ: الْقَضَاءُ الْحَقُّ.

سُؤَالٌ: الْقَضَاءُ، كَيْفَا مَانِعٌ كَيْفَا ضَرُورَتِ پِش آئی؟

جَوَابٌ: اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ الحق مصدر محذوف کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے لہذا اب یہ احتمال ختم ہو گیا کہ الحق لفظ کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔

قَوْلُهُ: وَفِي قِرَاءَةِ يَفْقُصُ، اِیْ يَقْصُ الْحَقُّ بِمَعْنَى يَقُولُ الْحَقُّ.

قَوْلُهُ: الْمَفَاتِحُ، یہ مفتاح بکسر المیم کی جمع ہے بمعنی کنجی، اور کہا گیا ہے کہ مفتاح بفتح المیم کی جمع ہے بمعنی خزانہ۔

قَوْلُهُ: الْقَفْرُ خَالِي زَمِينٍ چٹیل میدان، القفار والقفور، قفر کی جمع ہیں۔

قَوْلُهُ: الطُّرُقُ الْمُوصِلَةُ اِلَى عِلْمِهِ، یہ استعارہ بالکنایہ کے طور پر ہے۔

قَوْلُهُ: بَدَلُ الْاِسْتِمَالِ مِنَ الْاِسْتِثْنَاءِ قَبْلَهُ، یعنی اِلَا فِیْ كِتَابِ مَبْدِیْنِ یَا اسْتِثْنَاءِ اَوَّلِ یعنی اِلَّا یَعْلَمُهَا، سے بدل الاشتمال ہے یہ صاحب کشاف پر رد ہے اسلئے کہ صاحب کشاف نے استثناء ثانی کو اول کی تاکید قرار دیا ہے۔

تفسیر و تشریح

شان نزول:

قُلْ اِنِّیْ نُهَيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (الایة) جیسا کہ ”قل یا ایہا الکافرون“ کے شان نزول میں احادیث میں وارد ہوا ہے کہ مشرکین مکہ کی یہ فرمائش تھی کہ ایک سال آپ ﷺ اور مسلمان ہمارے بتوں کی بندگی کر لیا کریں اور ایک سال ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کر لیا کریں گے تاکہ آپس کا نزاع ختم ہو جائے، اسی پر آنحضرت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ اے محمد تم ان مشرکوں سے کہہ دو کہ اگر میں ایک اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر تمہاری خواہش کے مطابق غیر اللہ کی بندگی شروع کر دوں تو یقیناً میں بھی گمراہ ہو جاؤں گا، مجھے اللہ کی طرف سے بتوں کی بندگی کرنے سے ممانعت کردی گئی ہے اگر میں ایسا کروں گا تو میں ملتِ ابراہیمی سے تمہاری طرح بھٹک جاؤں گا، اور میں ایسا کر بھی کیسے سکتا ہوں؟

میرے پاس تو اس بات کی قرآنی شہادت موجود ہے کہ ملت ابراہیمی میں بت پرستی کا کہیں پتہ نہیں ہے تم لوگوں نے بے سند ملت ابراہیمی کو بگاڑ دیا ہے قرآن کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہو اور جب تم کو خدائی عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو ڈھیٹ بن کر اس عذاب کی جلدی مچاتے ہو، وہ عذاب کچھ میرے اختیار میں نہیں ہے جو تم مجھ سے اس کے جلدی لانیکا مطالبہ کرتے ہو وہ عذاب تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے وقت آنے پر اس کا فیصلہ وہ خود فرمایگا، دنیا میں اس عذاب کا ظہور بدر کی لڑائی کے وقت ہو چکا ہے، مشرکوں میں سے بڑے بڑے سرکش عذاب الہی کی جلدی کرنے والے ستر آدمی بڑی ذلت سے مارے گئے اور ستر قید کر لئے گئے، عجبی کا عذاب بھی اللہ کے وعدے کے مطابق وقت مقررہ پر آجایگا۔

وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے، غیب کے تمام خزانے اسی کے پاس ہیں، حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ مفاتيح الغیب پانچ ہیں، قیامت کا علم، بارش کا نزول، رحم مادر میں پلنے والا بچہ، آئندہ کل پیش آنیوالے واقعات اور موت کا مقام، کہ موت کہاں آئے گی، مذکورہ پانچوں باتوں کا صحیح علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ (صحیح البخاری تفسیر سورۃ انعام)

وَهُوَ الْقَاهِرُ مُسْتَعْلِيًّا فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۖ مَلَائِكَةً يُحْصِيْ أَعْمَالَكُمْ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ
 وَفِي قِرَاءَةِ تَوَفَّاهُ رُسُلُنَا الْمَلَائِكَةُ الْمُؤَكَّلُونَ بِقَبْضِ الْأَرْوَاحِ ۖ وَهُمْ لَا يُفْرِطُونَ ۝ يُقَصِّرُونَ فِيمَا يُؤْمَرُونَ ثُمَّ رُدُّوْا
 إِلَى الْخَلْقِ إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمْ مَّا لَكُمُ الْحَقُّ الشَّابِتُ الْعَادِلِ لِيُجَازِيَهُمُ ۖ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ الْقَضَاءُ الْنَافِذُ فِيهِمْ
 وَهُوَ أَسْرَعُ الْحُسَيْنِ ۖ يُخَاسِبُ الْخَلْقَ كُلَّهُمْ فِي قَدَرِ نَصْفِ نَهَارٍ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا لِحَدِيثِ بِذَلِكَ قُلْ يَا مُحَمَّدُ
 لَا هِلَ مَكَّةَ مِنْ يَتَجَمَّعُونَ مِنْ ظُلُمَاتِ النَّارِ وَالْبَحْرِ أَهْوَالَهُمَا فِي أَسْفَارِكُمْ حِينَ تَدْعُوْنَهُ تَضَرُّعًا عَلَانِيَةً وَخُفْيَةً سِرًّا
 تَقُولُونَ لَئِنْ لَمْ يَنْزِلْ مِنْ قِبَلِ رَبِّنَا آيَةٌ أَنْجَبَنَا مِنْ هَذِهِ الظُّلُمَاتِ وَالشَّدَائِدِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝
 الْمُؤْمِنِينَ قُلْ لَهُمْ اللَّهُ يَتَجَمَّعُونَ بِالْخَفِيِّفِ وَالتَّشْدِيدِ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ غَمٌّ سِوَاهَا ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ ۝ بِهِ
 قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ مِنْ السَّمَاءِ كَالْجَحَازَةِ وَالصَّيْحَةِ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ
 كَالْخَسْفِ أَوْ يَلْبِسَكُمْ يَخِيطُكُمْ شَيْعًا فَرَقًا مَخْتَلَفَةً الْأَهْوَاءِ وَيَذِيقُ بَعْضَكُمْ رَأْسَ بَعْضٍ بِالْقِتَالِ قَالَ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذَا أَهْوَوْنَ وَأَيْسَرُ وَلَمَّا نَزَلَ مَا قَبْلَهُ قَالَ أَعُوذُ بِوَجْهِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوَى مُسْلِمٌ
 حَدِيثَ سَأَلْتُ رَبِّي أَنْ لَا يَجْعَلَ بَاسَ أُمَّتِي بَيْنَهُمْ فَمَنْعَنِيهَا وَفِي حَدِيثٍ لَمَّا نَزَلَتْ قَالَ أَمَّا أَنَّهُمْ كَائِنَةٌ
 وَلَمْ يَأْتِ تَأْوِيلُهَا بَعْدُ أَنْظَرُ كَيْفَ تُصَرِّفُ نَبِيْنُ لَهُمُ الْآيَاتِ الدَّالَّاتِ عَلَى قُدْرَتِنَا لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝ يَعْلَمُونَ أَنَّ مَا هُمْ
 عَلَيْهِ بَاطِلٌ وَكَذَّبَ بِهِ بِالْقُرْآنِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ الصِّدْقُ قُلْ لَهُمْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ۖ فَاجَازِيَكُمْ أَنَّمَا أَنَا مُنْذِرٌ
 وَأَمْرُكُمْ إِلَى اللَّهِ وَهَذَا قَبْلَ الْأَمْرِ بِالْقِتَالِ لِكُلِّ نَبِيٍّ خَبَرٌ مُسْتَقَرٌّ وَقَدْ يَقَعُ فِيهِ وَيَسْتَقِرُّ مِنْهُ عَذَابُكُمْ

وَسَوْفَ نَعْلَمُونَ ۝ تَهْدِيَهُمْ لَهْوَاهُمْ وَأَنذَرْتَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذْ جَاءُوا ۚ وَمَا يُغْنِي عَنْهُمْ كُفْرُهُمْ وَلَئِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ غَدِيرٌ ۝ وَإِذْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا بَأْسٌ لَّكُمْ فِي صَدُقَاتِكُمْ إِنِّي أُنذِرُكُمْ يَوْمَ الْآزِمِ إِذْ أَتَاكُمْ فِي الْمَوَاقِعِ بَيْنَ يَدَيْكُمْ فَأَخَذْتُمُوهَا كَذِبًا بَيْنَ يَدَيْكُمْ ۚ إِنَّمَا ضَلُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَكَانَ أَبُوهُمَا كَاذِبًا ۚ وَإِذْ هَبَّتْ هَارُونَ مِنْ مَدْيَنَ إِذْ قَالَ لَهَا نُسْرَافًا إِنَّ هَذَا يَوْمُ الْآزِمِ ۚ فَذَكَرْنَا لَهُ أَسْمَاءَ وَكَانَ رَجُلًا ذَكِيمًا ۚ وَإِذْ هَبَّتْ هَارُونَ مِنْ مَدْيَنَ إِذْ قَالَ لَهَا نُسْرَافًا إِنَّ هَذَا يَوْمُ الْآزِمِ ۚ فَذَكَرْنَا لَهُ أَسْمَاءَ وَكَانَ رَجُلًا ذَكِيمًا ۚ وَإِذْ هَبَّتْ هَارُونَ مِنْ مَدْيَنَ إِذْ قَالَ لَهَا نُسْرَافًا إِنَّ هَذَا يَوْمُ الْآزِمِ ۚ فَذَكَرْنَا لَهُ أَسْمَاءَ وَكَانَ رَجُلًا ذَكِيمًا ۚ

۸۱۴

ترجمہ: وہ اپنے بندوں پر پوری طرح غالب ہے اور تم پر نگران فرشتے بھیجتا ہے جو تمہارے اعمال کا حساب رکھتے ہیں، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے جو روح قبض کرنے پر متعین ہوتے ہیں اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور ایک قراءت میں توفیٰ ہے جس کا کام ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ اس میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کرتے، پھر مخلوق کو اپنے مالک برحق کی طرف لایا جائیگا جو کہ باقی رہنے والا عادل ہے، تاکہ ان کو جزاء دے، خوب سن لو ان میں اسی کا فیصلہ نافذ ہے اور وہ حساب لینے میں بہت تیز ہے اور پوری مخلوق کا حدیث کی رو سے دنیوی دنوں کے اعتبار سے نصف دن میں حساب لے لیگا، اے محمد ﷺ اہل مکہ سے پوچھو کہ صحراء و سمندر کی تاریکیوں کی ہولناکیوں سے تمہارے سفر کے دوران تم کو کون بچاتا ہے؟ (اور کون ہے وہ) جس کو تم عاجزی کے ساتھ زور زور سے اور چپکے چپکے پکارتے ہوئے کہتے ہو تم ہے لام قسمیہ ہے اگر تو نے ہم کو اس تاریکی اور تکلیف سے بچالیا تو ہم شکر گزار مومن ہو جائیں گے اور ایک قراءت میں ”اَنْجَانًا“ ہے، یعنی اگر اللہ نے ہم کو بچالیا، آپ ان سے کہو اللہ تم کو اس مصیبت اور اس کے علاوہ ہر غم سے نجات دے گا پھر تم دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو (يُنَجِّكُمْ) تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے، آپ کہئے کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ تمہارے اوپر (یعنی) آسمان سے عذاب بھیج دے مثلاً پتھر اور چیخ یا تمہارے قدموں کے نیچے سے مثلاً زمین میں دھنسا دے یا تم کو مختلف الخیالات گروہ در گروہ کر کے بھڑا دے، اور قتال کے ذریعہ ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی طاقت کا مزہ چکھا دے جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”يَهْوُونَ“ اور آسان ہے، اور جب اس کا ماقبل نازل ہوا تو آپ نے فرمایا میں تیری ذات کی پناہ چاہتا ہوں، (رواہ البخاری) اور مسلم نے ایک حدیث روایت کی کہ میں نے درخواست کی کہ اے میرے رب تو میری امت کے

درمیان آپسی اختلاف نہ ڈال، تو اللہ نے مجھے منع کر دیا، اور ایک حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”یہ (منازعت) بہر حال ہو کر رہے گی، اور اب تک اس کی تاویل نہیں آئی، آپ دیکھئے تو سہی ہم کس کس طرح اپنی قدرت پر دلالت کرنیوالی نشانیاں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ اس بات کو سمجھیں کہ جس پر وہ قائم ہیں وہ باطل ہے اس قرآن کی آپ کی قوم نے تکذیب کی حالانکہ وہ سچ ہے آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تمہارے اوپر مسلط نہیں کیا گیا ہوں کہ میں تم کو اس کی جزا دوں، میں تو محض ڈرانے والا ہوں اور تمہارا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے، اور یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے کا ہے، ہر خبر کا وقت مقرر ہے کہ اس میں واقع اور ظہور پذیر ہو اور ان ہی میں سے تمہارا عذاب بھی ہے، اور تم عنقریب (انجام) جان لو گے، یہ ان کے لئے دھمکی ہے، (اور اے محمد) جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیتوں قرآن میں نکتہ چینی کر رہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہو جائیے اور ان کے پاس نہ بیٹھئے یہاں تک کہ دوسری باتوں میں لگ جائیں، اور اگر شیطان آپ کو بھلا دے (امّا) میں ان شریطہ کا مازاندہ میں ادغام ہے (يُنْسِيَنَّكَ) نون کے سکون اور تخفیف کے ساتھ اور نون کے فتح اور تشدید کے ساتھ (بھی) ہے کہ آپ ان کے ساتھ بیٹھیں، تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھیں، اس میں اسم ظاہر کو اسم ضمیر کی جگہ رکھا ہے، مسلمانوں نے کہا جب وہ نکتہ چینی کیا کریں اور ہم اٹھ جایا کریں تو ہم نہ مسجد میں بیٹھ سکتے ہیں اور نہ طواف کر سکتے ہیں، تو (یہ آیت نازل ہوئی) اور جو اللہ سے ڈرتے ہیں تو نکتہ چینی کرنے والوں کے حساب کا ان سے کچھ مواخذہ نہیں ہوگا جب وہ ان کے پاس بیٹھیں، (من مشئ) میں من زائدہ ہے، مگر ان کے ذمہ ان کے لئے تذکیر اور نصیحت ہے شاید کہ وہ نکتہ چینی سے باز آجائیں، اور ایسے لوگوں سے آپ کنارہ کش رہیں جنہوں نے اس دین کا جس کا ان کو مکلف بنایا گیا ہے استہزاء کرتے ہوئے کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور ان کو دنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے لہذا آپ ان سے کوئی تعارض نہ کریں، یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے کا ہے، اور اس قرآن کے ذریعہ لوگوں کو نصیحت کرتے رہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاکت کے حوالہ کر دیا جائے کہ اس کے لئے اللہ کے سوا اس کا کوئی نہ مددگار ہو اور نہ سفارشی کہ جو اس کو عذاب سے بچا سکے اور اگر یہ شخص پوری دنیا کو بھی فدیہ میں دیدے تو بھی وہ قبول نہ کیا جائے، یہی ہیں وہ لوگ جو اپنے کرتوتوں کے سبب پھنس گئے ہیں، ان کو تو نہایت گرم پانی پینے کے لئے ہے اور انکے کفر کے سبب دردناک عذاب بھگتنے کو ملے گا۔

حَقِيقَةُ حُرُوكِ تَسْبِيلِ تَفْسِيرِي فَوَائِدِ

قَوْلًا: وهو القاهرُ فوقَ عبادِهِ، یہ کلام متانف ہے، اپنی مخلوق پر قہر و غلبہ کو بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے، ھُو، مبتداء ہے القاهرُ اس کی خبر ہے، فوق ظرف ہے مُستعلیاً مخذوف کے متعلق ہے جو کہ حال ہے۔

قَوْلًا: حَتَّىٰ اِذَا جَاءَ الْخِ یہ حفظ اعمال کی غایت ہے یعنی مدت حیات میں حفاظت کرتے ہیں موت تک۔

قَوْلًا: الْمَلَائِكَةُ اِیٰ مَلِكِ الْمَوْتِ وَاعْوَانُهُ۔

قَوْلًا: حین لفظ حین مقرر مان کر اشارہ کر دیا کہ تدعونہ، یُنْجِیْکُمْ کی ضمیر مفعولی سے حال ہے۔

قَوْلًا: الظلمت والشدائد، اس اضافہ کا مقصد، ہذہ اسم اشارہ مؤنث کے مشابہت کی تعیین ہے۔

قَوْلًا: ہذا مبتداء ہے اور اھون و ايسر، معطوف علیہ بامعطوف مبتداء کی خبر ہے۔

قَوْلًا: عَلَیْہِم ذِکْرٰی، مبتداء ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے اس کی خبر محذوف ہے۔

قَوْلًا: بکفر ہم اس سے اشارہ کر دیا کہ بما کانوا یکفرون میں ما مصدریہ ہے نہ کہ موصولہ لہذا عدم عائد کا اعتراض وارد نہیں ہوگا۔

تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْح

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ، وہ اپنے بندوں پر پوری قدرت رکھتا ہے، جب تک ان کو زندہ رکھنا منظور ہوتا ہے تو حفاظت کرنے والے فرشتے ان کی حفاظت کے لئے اور نگرانی اعمال کے لئے ساتھ رکھتا ہے جو ہر بندے کی ایک ایک جنبش اور ایک ایک بات پر نگاہ رکھتے ہیں اور ہر حرکت کا ریکارڈ محفوظ کرتے ہیں، وہ اپنے مفوضہ امور میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کرتے۔

ثم رُدُّوْا، اس کا عطف تَوْفَّقْنٰہ پر ہے، رُدُّوْا، ماضی مجہول جمع مذکر غائب ہے وہ واپس لائے گئے، رُدُّوْا کی ضمیر کا مرجع بعض حضرات نے فرشتوں کو قرار دیا ہے یعنی روح قبض کرنے کے بعد فرشتے اللہ کی بارگاہ میں لوٹ جاتے ہیں، اور بعض حضرات نے اس کا مرجع تمام لوگوں کو قرار دیا ہے یعنی تمام لوگ حشر کے بعد اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں پیش کئے جائیں گے پھر وہ سب کا فیصلہ فرمایگا، اور یہ اچھی طرح یاد رکھو کہ فیصلے کے پورے اختیارات اسی کو ہیں۔

قَائِلًا: آیت میں روح قبض کرنے والے فرشتوں کو ”رُسُل“ جمع کے صیغہ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح قبض کرنے والے فرشتے ایک سے زیادہ ہیں، اس کی توجیہ بعض مفسرین نے اس طرح کی ہے کہ قرآن مجید میں روح قبض کرنے کی نسبت اللہ کی طرف بھی ہے، ”اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتہا“ (الزمر) اللہ لوگوں کی موت کے وقت روح قبض کر لیتا ہے، اور بعض جگہ اس کی نسبت ایک فرشتہ ملک الموت کی طرف بھی کی گئی ہے ”قُلْ یَتَوَفَّکُمْ مَلٰئِکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وَکَلْ بِکُمْ“ (الم جلد) کہہ دو وہ فرشتہ موت کے وقت تمہاری روحیں قبض کرتا ہے جو تمہارے لئے مقرر کیا گیا ہے، اور اس کی نسبت متعدد فرشتوں کی طرف بھی کی گئی ہے جیسا کہ اس مقام پر ہے اسی طرح سورہ نساء میں بھی ہے، اللہ کی طرف نسبت تو اس لحاظ سے ہے کہ وہی اصل آمر (حکم دینے والا) ہے اور متعدد فرشتوں کی طرف نسبت اس لحاظ سے ہے کہ ملک الموت کے معاونین و مددگار بہت سے ہیں اور ملک الموت کی طرف نسبت اس لحاظ سے ہے کہ آخر میں اصل روح قبض کرنے والے اور آسمان کی طرف لیجانے والے وہی ہیں۔

(روح المعانی، ابن کثیر، فتح القدیر شوکانی)

جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ ملک الموت ایک ہی ہے جیسا کہ سورۃ الم جلدہ کی آیت سے اور مسند احمد میں حضرت براء

بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور قرآن کریم میں جہاں جمع کا صیغہ آیا ہے تو وہاں ملک الموت کے اعوان و انصار مراد ہوتے ہیں، اور بعض آثار میں ملک الموت کا نام عزرائیل بتایا گیا ہے۔

قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِنَ الظَّالِمَاتِ (الآیۃ) یہ حقیقت ہے کہ تہا وہی قادر مطلق ہے اور وہی تمام اختیارات کا مالک ہے، اسی کے ہاتھ میں تمام قسمتوں کی باگ ڈور ہے، جب تمام اسباب کے سر رشتے ٹوٹتے نظر آتے ہیں تو اس وقت تم بے اختیار اسی کو پکارتے ہو، اس کھلی دلیل کے ہوتے ہوئے بھی تم بلا دلیل دوسروں کو اس کی خدائی میں شریک ٹھہراتے ہو۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا، (الآیۃ) معتبر سند سے مسند امام احمد اور نسائی وغیرہ میں ابی بن کعب وغیرہ سے روایت ہے کہ اوپر کے عذاب سے مراد آسمان سے پتھر برسانا ہے جیسا کہ اصحاب فیل پر برسے تھے، اور نیچے کے عذاب سے مراد زمین کا دھنسا ہے جیسا کہ قارون دھنس گیا تھا اور اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس کی یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اللہ سے دعا کی کہ میری امت سے یہ تینوں عذاب جو اس آیت میں مذکور ہیں اٹھ جائیں تو اللہ نے پتھروں کے برسنے اور زمین میں دھنسنے کا (عمومی) عذاب تو اٹھالیا مگر آپس کی خانہ جنگی کا عذاب باقی ہے۔

وَإِذْ أَرَأَيْتَ اللَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آبَاتِنَا، (الآیۃ) اس آیت میں اگرچہ خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن مخاطب امت مسلمہ کا ہر فرد ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا ایک تاکیدی حکم ہے جس کو قرآن کریم میں متعدد جگہ بیان کیا گیا ہے اس سے ہر وہ مجلس مراد ہے جہاں اللہ اور اس کے رسول کے احکام کا مذاق اڑایا جا رہا ہو یا علماء اس کا استخفاف کیا جا رہا ہو، اہل بدعت اور اہل زلف اپنی تاویلات رکیکہ اور توجیہات نحیفہ کے ذریعہ آیات الہی کو توڑ مروڑ کر پیش کر رہے ہوں ایسی مجلسوں میں غلط باتوں پر تنقید کرنے اور کلمہ حق بلند کرنے کی نیت سے تو شرکت جائز ہے بصورت دیگر سخت گناہ اور غضب الہی کا باعث ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ کی ایک روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خلاف شرع کوئی بات دیکھ کر ہاتھ سے، زبان سے جس طریقہ سے ممکن ہو اس کی اصلاح کریں یہ اسلام کی علامت ہے اگر کسی میں زبان سے اور ہاتھ سے روکنے کی قدرت نہ ہو تو اس خلاف شریعت بات کو دل سے ناپسند کرنا ایمان کا کمتر درجہ ہے۔

مسند احمد اور ابن ماجہ میں حذیفہ بن یمان کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آپس کی نصیحت کا طریقہ جب لوگوں سے اٹھ جائیگا تو ایسی بستی کے لوگوں پر عذاب آجائیگا اور کسی نیک آدمی کی دعاء عذاب ٹالنے کے باب میں قبول نہ ہوگی، ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خدا کی نافرمانی سے بچ کر کام کرتے ہیں ان پر نافرمانوں کے کسی عمل کی ذمہ داری نہیں ہے پھر وہ کیوں خواہ مخواہ اس بات کو اپنے اوپر فرض کر لیں کہ ان نافرمانوں سے بحث و مناظرہ کر کے ضرور انھیں قائل کر کے چھوڑیں گے ان کا فرض بس اتنا ہے کہ بھٹکنے والوں کو نصیحت کریں اور حق بات ان کے سامنے واضح کر دیں، اگر وہ نہ مانیں اور بحث و مباحثہ پر آئیں تو اہل حق کا یہ کام نہیں کہ ان کے ساتھ دماغی کشمکش لڑنے میں اپنا وقت اور قوت ضائع کرتے پھریں۔

وَذَكِّرْ بِهِ أَنْ لَا تُبْسَلَ نَفْسٌ، تُبْسَلُ، اِی لِّلَا تُبْسَلُ، بَسْلُ کے اصل معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں، اسی سے شجاع باسِلُ ہے، یہاں اس کے مختلف معنی کئے گئے ہیں تُسْلَمُ، سوئپ دیئے جائیں، حوالہ کر دیئے جائیں مفسر

علام نے یہی معنی مراد لئے ہیں، مطلب یہ ہے کہ انھیں اس قرآن کے ذریعہ نصیحت کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس کو اس کے کرتوتوں کے بدلے ہلاکت کے سپرد کر دیا جائے۔

قُلْ اَدْعُوْا نَعْبُدْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا بَعَادَتُهُ وَلَا يَضُرُّنَا بِتَرْكِهَا وَهُوَ الْاَصْنَامُ وَنُرَدُّ عَلَىٰ اَعْقَابِنَا نَرْجِعُ مُشْرِكِيْنَۙ بَعْدَ اِهْدَانَا اللّٰهَ اِلَى الْاِسْلَامِۙ كَالَّذِيۙ اسْتَهْوَتْهُۙ اَصْلَتُهُ الشَّيْطٰنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرٰنٌۙ مُّتَحِيْرًا لَا يَذَرِيْۤ اَيْنَ يَذْهَبُۙ حَالٌۙ مِنْۢ لَّهٗ اَصْحٰبٌ رُّفَقَةٌۙ يَّدْعُوْنَهُ اِلَى الْهُدٰىۙ اِى لِيَهْدُوْهُ الطَّرِيْقَ يَقُوْلُوْنَ لَهٗ اٰثِنٰنَاۙ فَلَا يُجِيْبُهُمْ فِىْهِلِكَ وَالِاسْتِفْهَامُ لِلانْكَارِ وَجُمْلَةُ التَّشْبِيْهِ حَالٌۙ مِنْۢ ضَمِيْرٍ نُّرَدُّ قُلْ اِنَّ هُدٰى اللّٰهُ الَّذِىۤ هُوَ الْاِسْلَامُ هُوَ الْهُدٰى وَمَسَاعِدُهُۥ ضَلٰلٌۙ وَامْرَاۤءُ الْمُسْلِمِۙ اِى بَانَ نُسْلِمٍ لِّرَبِّ الْعٰلَمِيْنَۙ وَ اِنَّ اِىۤ بَانَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوْهُ تَعَالٰى وَهُوَ الَّذِىۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَۙ تَجْمَعُوْنَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ لِلْحِسَابِ وَهُوَ الَّذِىۤ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّۙ اِى مُحَقًّا وَ اذْكُرْ يَوْمَ يَقُوْلُ لِلنَّاسِ كُنْ فَيَكُوْنُۙ هُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ يَوْمَ يَقُوْلُ لِلخَلْقِ قُوْمُوْا فَيَقُوْمُوْنَۙ قَوْلُهُ الْحَقُّ الصَّدُقِ الْوَاقِعُ لَا مُحَالَةً وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ الْقُرْآنُ النَّفْخَةُ الثَّانِيَّةُ مِنْ اِسْرَافِيْلَ لَا مَلِكَ فِيْهِ لَغِيْرُهُ لِمَنْ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةُ مَا غَابَ وَمَا شُوْهِدَ وَهُوَ الْحَكِيْمُۙ فِي خَلْقِهِ الْحَيُّۙ بِبَاطِنِ الْاَشْيَاءِ كظَاهِرِهَا وَ اذْكُرْ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لٰبِيْءُۙ اَزْمُوْهُ لِقُبَّةِۙ وَاسْمُهُ تَارِخٌ اَتَّخَذَ اَصْنَامًا اِلٰهَةًۙ تَعْبُدُهَا اسْتِفْهَامُ تَوْبِيْخٍ اِنِّىۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَۙ بِاتِّخَاذِهَا فِي ضَلٰلٍۙ عَنِ الْحَقِّ مُبِيْنٌۙ بَيِّنٌۙ وَكَذٰلِكَۙ كَمَا اَرٰىنَاۙ اِضْلَالُۙ اَبِيْهِ وَقَوْمِهِ تُرِىۤ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَۙ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لِيَسْتَدِلَّۙ بِهِ عَلٰى وَحْدَانِيَّتِنَاۙ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُؤَقِّنِيْنَۙ بِهَا وَجُمْلَةُ وَكَذٰلِكَۙ وَمَا بَعْدَهَا اعْتِرَاضٌ وَعُطْفٌۙ عَلٰى قَالَ فَلَمَّا جَنَّ اَظْلَمَ عَلَيْهِ اَلَيْلٌۙ رَّا كَوْكَبًاۙ قِيلَ هُوَ الزُّهْرَةُۙ قَالَ لِقَوْمِهِۙ وَكَانُوا نَجَابِيْنَۙ هٰذَا مَرِيْۤىۙ فِى زَعْمِكُمْ فَلَمَّا اَقْلَ غَابَ قَالَ لَا اُحِبُّ الْاَفْلٰقِيْنَۙ اِنْ اَتَّخَذْتُمْ اَرْبَابًاۙ لَّاۤ اِنَّ الرَّبَّ لَا يَجُوْزُ عَلَيْهِ التَّغْيِيْرُ وَالِانْتِقَالُ لَانْهَمَا مِنْ شَأْنِ الْحَوَادِثِ فَلَمْ يَنْجَعْ فِيْهِمْ ذٰلِكَ فَلَمَّا رَا الْقَمَرَۙ بَارِزًا طَالِعًاۙ قَالَ لَهُمْ هٰذَا مَرِيْۤىۙ فَلَمَّا اَقْلَ قَالَ لِيْنِ لَّمْ يَهْدِنِىۤ مَرِيْۤىۙ يَثْبِيْتَنِىۤ عَلٰى الْهَدٰى لَا كُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّيْنَۙ تَعْرِیْضٌ لِقَوْمِهِۙ بِاَنَّهُمْ عَلٰى ضَلٰلٍۙ فَلَمْ يَنْجَعْ فِيْهِمْ ذٰلِكَ فَلَمَّا رَا الشَّمْسَۙ بَارِزَةًۙ قَالَ هٰذَا ذِكْرُهُ لِنَذْكِرِ خَبْرِهِۙ مَرِيْۤىۙ هٰذَا الْاَكْبَرُۙ مِنَ الْكَوْكَبِ وَالْقَمَرِ فَلَمَّا اَفْلَتْ وَقَوِيَتْ عَلَيْهِمُ الْحِجَّةُ وَلَمْ يَرْجِعُوْا قَالَ يَقُوْمِۤ اِنِّىۤ بِرِىۤىۙ مِمَّا شَرَكُوْۤنَۙ بِاللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْاَجْرَامِ الْمُحَدَّثَةِ الْمُخْتَاَجَةِ اِلَى مَخْدَبٍ فَقَالُوا لَهٗ مَا تَعْبُدُ قَالَ اِنِّىۤ وَجْهَتُ وَجْهًۙ قَصَدْتُۙ بَعَادَتِىۤ لِلَّذِىۤ فَطَرَ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِۙ اِى لِلّٰهِ حَنِيفًاۙ مَّائِلًاۙ اِلَى الدِّیْنِ الْقَمِيْمِ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَۙ بِهٖ وَحَاجَّةُ قَوْمُهُۥۙ جَادَلُوْهُۙ فِى دِيْنِهِۙ وَهَدُّوْهُۙ بِالْاَصْنَامِ اَنْ تُصِیْبَهُۥ بِسُوْءٍ اِنْ تَرَكَهَاۙ قَالَ اَتَحٰجُّوْنِیۤۙ بِتَشْدِيْدِ النُّوْنِ وَتَخْفِیْفِهَا بِحَذْفِ اِحْدَى النُّونِيْنَ وَهٰی نُونُ الرَّفْعِۙ عِنْدَ

النُّحَاةَ وَنَوْنُ الْوَقَايَةِ عِنْدَ الْقُرَاءِ اِی اتجاد لوننی فی وحدانیۃ اللہ وَقَدْ هَدٰی تَعَالٰی الِیْهَا وَلَا اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِہٖ مِنَ الْاَصْنَامِ اِنْ تُصِیْبِنِیْ بِسُوْءٍ لَّعَدَمُ قُدْرَتِہَا عَلٰی شَیْءٍ اِلَّا لَکِنْ اِنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا مِّنَ الْمَكْرُوْہِ یُصِیْبِنِیْ فِیْکُوْنُ وَیَسَّعُ رَبِّیْ کُلَّ شَیْءٍ عَلَمًا اِی وَیَسَّعَ عِلْمُہُ کُلَّ شَیْءٍ اَقْلًا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵﴾ بِہَذَا فَتُؤْمِنُوْنَ وَکَیْفَ اَخَافُ مَا اَشْرَکْتُمْ بِاللّٰہِ وَہِی لَا تَضُرُّوْا لَا تَنْفَعُ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنْتُمْ مِّنَ اللّٰہِ تَعَالٰی اَنْتُمْ اَشْرَکْتُمْ بِاللّٰہِ فِی الْعِبَادَةِ مَا لَمْ یُنْزَلْ بِہٖ بِعِبَادَتِہٖ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا حُجَّةً وَبِرَہَانًا وَہُوَ الْقَادِرُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَاقْبَلِ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاٰمِنِ اَنْحٰنْ اَمْ اَنْتُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ مِّنَ الْاَحْقِ بِہٖ اِی وَہُوَ نَحْنُ فَاتَّبِعُوْهُ قَالَ تَعَالٰی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا یَخْطِیْوْا اِیْمَانُہُمْ بِظُلْمٍ اِی شَرِبَ کَمَا فَسَّرَ بِذٰلِکَ فِی حَدِیْثِ الصَّحِیْحِیْنَ اُولٰٓئِکَ لَہُمْ الْاٰمِنْ مِّنَ الْعَذَابِ وَہُمْ مُّہْتَدُوْنَ ﴿۷﴾

وَقَالَ

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی بندگی کریں کہ جو نہ ان کی بندگی کرنے سے ہم کو نفع پہنچا سکیں اور نہ ترک بندگی سے ہم کو نقصان پہنچا سکیں، اور وہ بت ہیں، اور جبکہ اللہ ہم کو سیدھا اسلام کا راستہ دکھا چکا تو کیا ہم مشرک ہو کر اگلے پیر پھر جائیں اس شخص کے مانند کہ جس کو شیطان نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اور وہ حیران پھر رہا ہو وہ نہیں جانتا کہ کدھر جائے، حیران استہوتہ کی ضمیر سے حال ہے اور اس کے ساتھی اسے سیدھی راہ کی طرف پکار رہے ہوں، اس سے کہہ رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ، اور وہ ان کا جواب نہ دے جس کے نتیجے میں ہلاک ہو جائے استفہام انکار کے لئے ہے اور جملہ تشبیہ نثر کی ضمیر سے حال ہے، کہو کہ حقیقت میں صحیح رہنمائی تو صرف اللہ ہی کی ہے اور وہ اسلام ہے، اس کے علاوہ جو کچھ ہے گمراہی ہے، اور اس کی طرف سے ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ ہم رب العلمین کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور نماز قائم کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور وہ وہی ذات ہے کہ تم قیامت کے دن اس کی طرف جمع کئے جاؤ گے، اور وہی ذات ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ (بامقصد) پیدا کیا، اور اس دن کو یاد کرو جس دن وہ شئی سے کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گی، وہ قیامت کا دن ہے جس دن مخلوق سے کہے گا کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جائیں گے، اس کا فرمان حق ہے یعنی سچ ہے لامحالہ واقع ہونے والا ہے اور جس روز صور میں دوسرا نغمہ اسرائیل کے ذریعہ پھونکا جائیگا بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی، اس روز کسی کی حکومت نہ ہوگی، (جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے) لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ، مخفی اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے وہ اپنی مخلوق کے بارے میں حکیم ہے اور اشیاء کے باطن سے ان کے ظاہر کے مانند واقف ہے اور اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد آزر سے جو کہ اس کا لقب تھا اور اس کا نام تاریخ تھا کہا کیا تم بتوں کو معبود قرار دیتے ہو جن کی تم بندگی کرتے ہو یہ استفہام تو نگی ہے، بے شک میں تم کو اور تمہاری قوم کو ان بتوں کو معبود بنانے کی وجہ سے حق سے دور صریح گمراہی میں دیکھتا ہوں اور جسطرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کے والد اور ان کی قوم کی گمراہی دکھائی اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کا نظام سلطنت

دکھاتے ہیں تاکہ وہ اس کے ذریعہ ہماری وحدانیت پر استدلال کرے اور تاکہ اس کے ذریعہ (کامل) یقین کرنے والوں میں ہو جائے اور کذلک اور اس کا مابعد جملہ معترضہ ہے اور قَالَ اَبُو اَهِيمُ پر عطف ہے چنانچہ جب ان پر رات کی تاریکی چھا گئی تو انہوں نے ایک تارادیکھا، کہا گیا ہے کہ وہ زہرہ تھا، اپنی قوم سے جو کہ ستارہ پرست تھی کہا تمہارے خیال میں یہ میرا رب ہے مگر جب وہ غروب ہو گیا تو کہا میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا، کہ ان کو اپنا رب بنالوں اسلئے کہ رب پر تغیر اور انتقال طاری نہیں ہوتا اسلئے کہ یہ تو محدثات کی صفت ہے، لیکن یہ دلیل ان میں موثر ثابت نہیں ہوئی، پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو ان سے کہا یہ میرا رب ہے پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہا اگر میرا رب میری رہنمائی نہ کرتا (یعنی) ہدایت پر مجھے ثابت قدم نہ رکھتا، تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا ہوتا، (یہ) قوم پر تعریض ہے کہ وہ گمراہی پر ہیں، اس بات نے بھی ان میں کوئی اثر نہ کیا پھر جب سورج کو روشن دیکھا تو کہا ہذا کو اس کی خبر کے مذکر ہونے کی وجہ سے مذکر لائے ہیں، یہ میرا رب ہے یہ سب تاروں اور چاند سے بڑا ہے پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا اور حجت ان پر تام ہو گئی مگر وہ رجوع نہ ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کہہ اٹھے اے برادران قوم میں ان بتوں اور فنا ہونے والے اجسام سے جو کہ فنا کرنے والے کے محتاج ہیں بری ہوں جن کو تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو، وہ کہنے لگے تم کس کی بندگی کرتے ہو کہا میں نے تو اپنا رخ یکسو ہو کر یعنی دین قیم کی طرف مائل ہو کر اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے یعنی اللہ کی طرف اور میں ہرگز اس کے ساتھ شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں تو ان کی قوم ان سے حجت کرنے لگی یعنی ان سے ان کے دین کے بارے میں جھگڑنے لگی، اور ان کو بتوں سے ڈرایا کہ اگر ان کو چھوڑا تو وہ ان کو تکلیف پہنچائیں گے تو (حضرت ابراہیم) نے فرمایا کیا تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں جھگڑتے ہو (اتحاجونی) نون کی تشدید اور تخفیف کے ساتھ ہے دونوں میں سے ایک کو حذف کر کے اور وہ نحو یوں کی اصطلاح میں نون رفع ہے اور قاریوں کی اصطلاح میں نون وقایہ ہے، اور اللہ نے ہدایت کی طرف میری رہنمائی کی ہے اور میں تمہارے اس کے ساتھ شریک ٹھہرائے ہوئے بتوں سے ڈرتا نہیں ہوں کہ وہ مجھے تکلیف پہنچائیں گے، اسلئے کہ ان کو کسی چیز پر قدرت حاصل نہیں ہے ہاں اگر میرا رب چاہے کہ کچھ تکلیف مجھے پہنچے تو ہو سکتا ہے، میرے رب کا علم ہر شئی پر چھایا ہوا ہے کیا تم اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے کہ ایمان لے آؤ؟ اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے خدا کا شریک ٹھہرایا ہے اور وہ نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع حالانکہ تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے کہ تم نے عبادت میں اللہ کا ان کو شریک ٹھہرایا ہے جن کی عبادت کے بارے میں اللہ نے تم پر کوئی دلیل اور حجت قائم نہیں کی وہ ہر شئی پر قادر ہے، سو بتاؤ دونوں فریقوں میں سے امن کا کون زیادہ مستحق ہے، ہم یا تم؟ اگر تم جانتے ہو کہ اس کا کون زیادہ مستحق ہے، اور وہ ہم ہیں، لہذا تم اس کی اتباع کرو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا عذاب سے امن کے حق دار تو وہی ہیں کہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ آلودہ نہیں کیا جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں ظلم کی تفسیر شرک سے کی گئی ہے، اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

تحقیق و ترکیب تسمیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: قُلْ اَنْذَعُوا، ہمزہ استفہام انکاری تو بخ کے لئے ہے اور نذَعُوا کے آخر میں الف مشابہ جمع کی وجہ سے ہے یہ رسم الخط مصحف عثمانی کے مطابق ہے۔

قَوْلُهُ: نُرُدُّ، مضارع مجہول متکلم اس کا عطف نذَعُوا پر ہے انکار کے تحت داخل ہے، نحن اس کا نائب فاعل مستتر ہے نرجع نُرُدُّ کی تفسیر ہے مشرکین ”نُرُدُّ“ کی ضمیر سے حال ہے۔

قَوْلُهُ: اسْتَهْوَتْهُ، یہ اسْتَهْوَتْ سے ماضی واحد مؤنث غائب، ضمیر مفعولی ہے، اس نے گمراہ کر دیا۔

قَوْلُهُ: حَيْرَانَ، بمعنی متحیر صیغہ صفت مشبہ اس کی مؤنث حیران۔

قَوْلُهُ: كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ، یہ جملہ نُرُدُّ کی ضمیر نائب فاعل سے حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے، نُرُدُّ مَشْبِهَيْنَ الَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيْطَانِ اور حَيْرَانَ اسْتَهْوَتْهُ، کی ضمیر مفعولی سے حال ہے۔

قَوْلُهُ: دُكِّرَ لِنَذِكِرْ خَبْرَهُ، یہ ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض: هذا كامر جمع الشمس ہے جو کہ مؤنث سماعی ہے لہذا اسم اشارہ بھی ہذا ہونا چاہئے تاکہ اسم اشارہ اور مشاڑ الیہ میں مطابقت ہو جائے۔

جواب: جب اسم اشارہ اور مشاڑ الیہ میں مطابقت نہ ہو تو خبر کی رعایت کی جاتی ہے۔

تفسیر و تشریح

شان نزول:

قُلْ اَنْذَعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ، اسماعیل سدی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ بعض مشرکین نے بعض نو مسلموں سے مکہ میں کہا کہ تم نے اپنے قدیمی دین کو کیوں چھوڑ دیا؟ اپنے قدیم دین پر آ جاؤ، تو مذکورہ آیت نازل ہوئی، حاشیہ جلالین میں ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر نے اپنے اسلام لانے سے پہلے اپنے والد ابوبکر کو جواب کا ذمہ دار بنانے کے بجائے آنحضرت ﷺ کو جواب کا مکلف بنایا ہے اس میں حضرت ابوبکر صدیق کی شان کی طرف اشارہ ہے۔

مذکورہ آیت میں ان لوگوں کی مثال بیان فرمائی ہے جو ایمان کے بعد کفر اور توحید کے بعد شرک کی طرف لوٹ جائیں ان کی مثال ایسی ہی ہے کہ ایک شخص اپنے ساتھیوں سے پھڑ جائے جو سیدھے راستے پر جا رہے ہوں اور پھڑنے والا جنگلوں میں حیران و پریشان بھٹکتا پھر رہا ہو، ساتھی اسے بلارہے ہوں لیکن حیرانی میں اسے کچھ سمجھائی نہ دے رہا ہو، یا جتات و شیاطین کے نرغے میں پھنس جانے کے باعث صحیح راستہ کی طرف اس کے لئے مراجعت ممکن نہ رہی ہو۔

وَأَن أَقِيمُوا الصَّلَاةَ الخ، اُن اقیموا کا عطف لِنُسَلِّمَ پر ہے، یعنی ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم رب العلمین کے مطیع ہو جائیں اور یہ کہ ہم نماز قائم کریں، تسلیم و انقیاد الہی کے بعد سب سے پہلا حکم اقامت صلوٰۃ کا ہے، اس سے نماز کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور اس کے تقویٰ کا حکم ہے کہ نماز کی پابندی تقویٰ اور خضوع کے بغیر ممکن نہیں۔

یَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ، صور سے مراد زنگ یا بگل ہے جس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ اسرافیل علیہ السلام اسے اپنے منہ سے لگائے اور اپنی پیشانی جھکائے حکم الہی کے منتظر کھڑے ہیں کہ جب حکم دیا جائے پھونک دیں، (ابن کثیر، ابوداؤد ترمذی) بعض علماء کے نزدیک تین نفخ ہوں گے، ① نفخہ صعق اس سے تمام انسان بے ہوش ہو جائیں گے، ② نفخہ انفاہ جس سے تمام لوگ فنا ہو جائیں گے، ③ نفخہ انشاء جس سے تمام لوگ دوبارہ زندہ ہو جائیں گے، اور بعض آخری دو ہی کے قائل ہیں۔

واذ قال ابراهيم لابنيه آزر، مورخین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے دو نام ذکر کئے ہیں آزر اور تارخ ممکن ہے کہ تارخ آزر کا لقب ہو۔

ابراہیم علیہ السلام کے والد کے نام کی تحقیق:

آزر عبرانی لفظ ہے عجمہ اور علیمت کی وجہ سے غیر منصرف ہے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے تورات میں آپ کے والد کا نام تارخ بیان کیا گیا ہے اگر تورات کا بیان تحریف سے محفوظ ہے تو قرین قیاس یہی ہے کہ اس صورت میں آزر تارخ کی تعریف ہے جس طرح اسحاق کا معرب ہے اور عیسیٰ یثوع کا معرب ہے امام راغب مفردات غریب القرآن میں رقم طراز ہیں، قیل ”کان اسم ابیه تارخ فعرب فجعل آزر“، یعنی کہا گیا ہے کہ ان کے والد کا نام تارخ تھا پھر معرب بنا کر آزر کر لیا گیا، قرآن کریم اور حدیث شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر ہی مذکور ہے، اگر تورات کا بیان صحیح مان لیا جائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ آزر اور تارخ یعقوب و اسرائیل کی طرح ایک ہی شخص کے دو نام ہوں، یا ان میں سے ایک لقب اور دوسرا نام ہو، بعض حضرات کا خیال ہے کہ آزر حضرت ابراہیم کے چچا کا نام ہے مگر یہ لغو ہے اسلئے کہ ابٹ کا لفظ جب مفرد بولا جاتا ہے تو ہمیشہ اس سے باپ ہی مراد ہوتا ہے، البتہ اگر مجاز کا کوئی قرینہ ہو تو دوسری بات ہے، آیت مذکورہ میں کوئی مجاز کا قرینہ موجود نہیں ہے، اس کے علاوہ صحیح بخاری میں ان کا نام آزر ہی بیان کیا گیا ہے ایسی صورت میں بلا قرینہ مجاز، حقیقی معنی کو چھوڑنا بڑی جسارت کی بات ہے۔

مغالطہ کی اصل وجہ:

اس مغالطہ کی اصل وجہ اس خیال اور عقیدہ پر ہے کہ نبی ﷺ کے تمام آباء و اجداد کو آدم تک مومن اور موحد تسلیم کیا جائے حالانکہ حسب تصریح امام رازی و ابوحیان اندلسی یہ شیعوں کا عقیدہ ہے اسی عقیدہ کے پیش نظر یہ کوشش کی گئی کہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر کے بجائے اس لئے کہ آزر کے بارے میں قرآنی اور حدیثی شہادت کفر کی موجود ہے۔ (لغات القرآن ملخصاً)

مشرکوں کو ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنانے کی وجہ:

مشرکین چونکہ خود کو ملت ابراہیمی پر کہتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنا کر ان لوگوں کو یوں قائل کیا کہ ابراہیم علیہ السلام تو بت پرستی سے کس قدر بیزار تھے اس کا حال ان لوگوں کو اس قصہ سے معلوم ہوگا، پھر مشرکین مکہ بت پرستی میں مبتلا ہو کر خود کو کس طرح ملت ابراہیمی پر کہہ سکتے ہیں۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَا كَوْكَبًا قَالِ هَذَا رَبِّي هَذَا الْكَبَرُ ، سَلَفَ كَا اس مِیْن اِخْتِلَافِ هِیْ كِه اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ نِیْ پِہْلِیْ چَكْدَارِ مِشْتَرِیْ یَا زِہْرَہْ اُورِ پُھر چاند سورج کو دیکھ کر ہذا ربی ہذا اکبر جو کہا یہ قول ان کا اس وقت کا ہے کہ جب وہ بچے تھے کہ اس وقت تک آپ کو تو حید اور احکام شریعت کا علم نہیں تھا، اور اگر بڑی عمر میں یہ کلام کیا تو لوگوں کو قائل کرنے اور الزام دینے کے لئے یہ بات کہی دوسرا قول رائج ہے۔ (احسن التفاسیر)

مشہور ہے کہ اس وقت کے بادشاہ نمرود نے اپنے ایک خواب کی تعبیر کی وجہ سے نومولود بچوں کو قتل کرنے کا حکم دے رکھا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اس سال پیدا ہوئے تھے جس کی وجہ سے انھیں چھپا کر ایک غار میں رکھا تا کہ نمرود کے ہاتھوں قتل سے بچ جائے، غار ہی میں جب کچھ شعور آیا اور آپ کو غار سے باہر نکالا تو تارے چاند سورج وغیرہ دیکھے تو مذکورہ تاثرات ظاہر فرمائے لیکن غار والی بات مستند نہیں ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ قوم سے مکالمہ کے وقت آپ نے مذکورہ باتیں کہیں۔

وَتِلْكَ مَبْدَأُ وَيَبْدُلُ مِنْهُ مَحْجَتَنَا الَّتِي اخْتَجَّ بِهَا اِبْرَاهِيمُ عَلَى وَحْدَانِيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ اَقْوَلِ الْكُوكِبِ وَمَا بَعْدَهُ وَالْخَبَرُ اَنْتَهُمَا اِبْرَاهِيمَ اَرْشَدْنَاهُ لَهَا حُجَّةً عَلَى قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَأٍ بِالْاِضَافَةِ وَالتَّنْوِينِ فِي الْعَلَمِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ فِی صُنْعِهِ عَلِيمٌ بِخَلْقِهِ وَوَهَبْنَا لَهُ اسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ اِبْنَهُ كُلًّا مِّنْهُمَا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ اِیْ قَبْلِ اِبْرَاهِیْمَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ اِیْ نُوْحٍ دَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ اِبْنَهُ اَیُّوْبَ وَيُوسُفَ اِبْنَ یَعْقُوبَ مُوسٰی وَهَارُونَ وَكَذٰلِكَ كَمَا جَزَيْنٰهُمْ نَجْرٰی الْمُحْسِنِیْنَ وَرَكْرَبًا وَيَحْيٰی اِبْنَهُ وَعِیْسٰی اِبْنَ مَرْیَمَ یَفْقِدُ اِنْ الذَّرِیَّةُ یَتَنَاولُ اَوْلَادَ الْبَنَاتِ وَالْیَاسَ اِبْنَ هَارُونَ اِخٰی مَوْسٰی كُلُّ مِنْهُم مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ وَاسْمِعِلْ اِبْنَ اِبْرَاهِیْمَ وَالْیَسَعَ اللّٰمُ زَائِدَةٌ وَيُوسُفُ وَلُوطًا اِبْنَ هَارَانَ اِخٰی اِبْرَاهِیْمَ وَكُلًّا مِنْهُمْ فَضَّلْنَا عَلَی الْعَالَمِیْنَ بِالنَّبُوَّةِ وَمِنْ اَبَائِهِمْ وَذُرِّیَّتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ عَظُمَ عَلٰی كَلَامٍ اَوْ نُوحًا وَمِنْ لِّلْمَعْیُضِ لَآئِنْ بَعْضُهُمْ لَمْ یَكُنْ لِّهٖ وَلَدٌ وَبَعْضُهُمْ كَانَ فِیْ وُلْدِهِ كَافِرٌ وَاجْتَبٰیهُمْ اَخْتَرْنَاهُمْ وَهَدٰیْنٰهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ذٰلِكَ الَّذِیْنُ هٰذِلُوْا

إِلَيْهِ هَدَى اللَّهُ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْرَكُوا فَرَضًا لَحِطَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكُتُبُ بِمَعْنَى الْكُتُبِ وَالْحُكْمَ الْحَكْمَةَ وَالنَّبُوَّةَ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا أَى بِهِذِهِ الثَّلَاثَةِ هَؤُلَاءِ أَى أَهْلُ مَكَّةَ فَقَدْ وَكَلْنَا بِهَا أَرْصَدَنَا لَهَا قَوْمًا لَيَسُوًّا بِهَا يَكْفُرِينَ ۝ هُمُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاهُمُ طَرِيقَهُمْ مِنَ التَّوْحِيدِ وَالصَّبْرِ أَقْتَدِهِ بِهَاءِ السُّكُوتِ وَقَفًا وَوَصَلًا وَفِي قِرَاءَةٍ بِحَذْفِهَا وَوَصَلًا قُلْ لَأَهْلُ مَكَّةَ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَى الْقِرَانِ أَجْرًا تُعْطُونِيهِ إِنْ هُوَ مَا الْقِرَانِ إِلَّا ذِكْرٌ لِي عِظَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ.

۲۹۳

ترجمہ:

یہ ہماری حجت ہے جو ہم نے ابراہیم کو عطا کی (یعنی) ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو حجت کی جانب رہنمائی کی جس سے ابراہیم نے اللہ کی وحدانیت پر تاروں کے غروب ہونے اور مابعد سے استدلال کر کے اپنی قوم پر حجت قائم کی، تلک مبدل منہ اور حجتنا بدل ہے، بدل مبدل منہ سے ملکر مبتداء ہے اور آئینا ابراہیم مبتداء کی خبر ہے اور ہم جس کے چاہتے ہیں علم و حکمت میں درجات بلند کر دیتے ہیں، (ترفع درجات) اضافت (یعنی بغیر تین) اور تین کے ساتھ ہے، بے شک تیرا رب اپنی صنعت میں باحکمت (اور) اپنی مخلوق کے حالات سے باخبر ہے، اور ہم نے ابراہیم کو اسحق اور یعقوب ابن اسحق دیا اور ہم نے ان میں سے ہر ایک کو ہدایت دی اور ابراہیم سے پہلے ہم نے نوح کو ہدایت دی اور نوح علیہ السلام کی ذریت میں سے داؤد کو اور سلیمان بن داؤد کو اور ایوب کو یوسف بن یعقوب کو اور موسیٰ علیہ السلام کو اور ہارون کو ہدایت دی اور جس طرح ہم نے ان کو جزاء دی ہم اسی طرح نیکو کاروں کو جزاء دیا کرتے ہیں، اور زکریا کو اور ان کے بیٹے یحییٰ کو اور عیسیٰ ابن مریم کو (ہدایت دی) اس سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ لڑکی کی اولاد بھی ذریت میں شامل ہے اور موسیٰ کے بھائی ہارون کے بھتیجے الیاس کو (ہدایت دی) اور یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے، اور اسماعیل ابن ابراہیم کو اور یسع کو (الیسع) میں لام زائدہ ہے اور یونس کو اور ابراہیم کے بھائی ہارون کے بیٹے لوط کو ہم نے ان میں سے ہر ایک کو اہل عالم پر نبوت کے ذریعہ فضیلت دی نیز ان کے آباء واجداد اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے (بہتوں کو نوازا) عطف یا تو کلاً پر ہے یا نحو حاً پر اور من جمع کے لئے ہے، اسلئے کہ ان میں سے بعض کی اولاد نہیں تھی اور ان میں سے بعض کی اولاد میں کافر تھے، اور ہم نے ان کو منتخب کر لیا اور راہ راست کی رہنمائی کی یہ دین جس کی طرف ان کی رہنمائی کی گئی، اللہ کی ہدایت ہے اس کے ذریعے اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے اور اگر بالفرض انہوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کا سب کیا دھرا غارت ہو جاتا یہ لوگ ایسے تھے کہ ہم نے ان کو کتاب بمعنی کتب اور حکمت اور نبوت عطا کی، اور اگر یہ اہل مکہ ان تینوں کا انکار کرتے ہیں (تو کریں) ہم نے ان (نعمتوں) کے لئے ایسے لوگوں کو مقرر کر دیا ہے جو ان کے منکر نہیں ہیں اور وہ مہاجرین اور انصار ہیں (اے محمد) یہی تھے وہ لوگ جن کو اللہ نے ہدایت دی تھی سو آپ بھی ان کے توحید اور صبر کے طریقہ پر چلئے وقفا اور وصلاً ہاء کے سکوت کے ساتھ

اور ایک قراءت میں حالت وصل میں ہاء کو حذف کر کے، آپ اہل مکہ سے کہہ دو میں قرآن پر تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا کہ جو تم مجھے دیتے ہو یہ قرآن تو ایک نصیحت ہے دنیا والوں کے لئے خواہ انس ہوں یا جن۔

تحقیق و ترکیب تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: وَيُبَدِّلْ مِنْهُ، اس میں اشارہ ہے کہ تلک اسم اشارہ ہے حجتنا مثلاً الیہ، دونوں مل کر مبتداء ہیں اور آئینا ہا اس کی خبر، (دوسری ترکیب) تلک مبتداء حجتنا خبر اول اور آئینا ہا جملہ ہو کر خبر ثانی۔

قَوْلُهُ: الَّتِي احْتَجَّ يَہ تلک کے مثلاً الیہ کا بیان ہے۔

قَوْلُهُ: اَرَشَدْنَاهُ لَهَا۔

سُئِلَ: آئینا کی تفسیر اَرَشَدْنَا سے کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: چونکہ حجت کوئی دینے کی چیز نہیں ہے اسلئے آئینا کی تفسیر اَرَشَدْنَا سے کی ہے۔

قَوْلُهُ: حُجَّةٌ عَلَى قَوْمِهِ۔

سُئِلَ: لفظ حجة محذوف کس وجہ سے مانا ہے؟

جواب: اس بات کی طرف اشارہ کرنے کیلئے کہ علی قومہ، حجة محذوف کے متعلق ہے نہ کہ آئینا کے، اسلئے کہ ابتداء کا صلہ علی نہیں آتا۔

قَوْلُهُ: اِی نوح، اس اضافہ کا مقصد ذریتہ کی ضمیر کا مرجع متعین کرنا ہے اور وہ نوح ہے نہ کہ ابراہیم اسلئے کہ یونس علیہ السلام اور لوط علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے نہیں ہیں حالانکہ ان دونوں کا عطف مذکورین پر ہے۔

قَوْلُهُ: اِبْنِ اِخِي هَارُونَ اِخِي مُوسَى۔

سُئِلَ: الیاس ابن انی موسیٰ مختصر تعبیر کو چھوڑ کر مذکورہ طویل تعبیر کیوں اختیار کی؟

جواب: اس تعبیر میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی نہیں ہیں بلکہ ماں شریک بھائی ہیں، مگر یہ قول ضعیف ہے۔

قَوْلُهُ: اَلِیْسَعِ اللّٰمِ زَانِدَةً، الیسع پر الف لام زائدہ ہے اسلئے کہ علم پر الف لام داخل نہیں ہوتا۔

قَوْلُهُ: لِأَنَّ بَعْضَهُمْ لَمْ یَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَبَعْضُهُمْ كَانَ فِیْ وَلَدِهِ کَافِرٌ، لِأَنَّ، سے ومن آباءہم میں من کے بعضیہ

ہونے کی وجہ بیان کی گئی ہے، اسلئے کہ اگر من کو بعضیہ نہ مانیں تو آیت میں مذکور تمام لوگوں کی ذریت کا ہدایت یافتہ ہونا لازم آئے گا، حالانکہ بعض کی تو ان میں سے اولاد ہی نہیں مثلاً حضرت یحییٰ کی اور ان میں سے بعض کی بعض اولاد کا کافر ہونا متعین ہے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان۔

قَوْلًا: اِقْتَدَ.

سُئِلَ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ انبیاء سابقین کے تابع تھے آپ کو ان کی اقتداء کا حکم دیا جا رہا ہے۔
جواب: من التوحید والبصر کا اضافہ اسی سوال کا جواب ہے اقتداء اور متابعت، صبر علی الایذاء و توحید میں مراد ہے نہ کہ فروغ دین میں۔

قَوْلًا: هَاءِ السَّكَنَةِ، اس ہاء کو کہتے ہیں جو کلمہ کے وقف کے وقت زائد کی جاتی ہے جبکہ آخری حرف متحرک ہو کہا گیا ہے کہ اقتدہ میں ہاء مصدر کی ضمیر کی ہے ای اقتداء الاقتداء۔ (حاشیہ جلالین)
قَوْلًا: وَقَفًا وَوَصْلًا، یعنی وصل کو وقف کے تابع کر کے۔
قَوْلًا: وَبِحَدِّفِهَا، یہ اصل کے مطابق ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْح

وَتِلْكَ حِجَّتُنَا، تِلْكَ حِجَّتُنَا سے کوئی جھٹیں مراد ہیں؟ اس سے مراد اوپر کی وہ آیتیں ہیں کہ جن کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو قائل و لا جواب کر دیا تھا، جن کا سلسلہ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ سے شروع ہو کر وَهُمْ مُهْتَدُونَ، رکوع کے آخر تک چلا گیا ہے، یہ دلیلیں اللہ تعالیٰ نے الہام کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں ڈالی تھیں، یعنی توحید الہی پر ایسی حجت اور دلیل پیش فرمائی کہ جن کا جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم سے نہ بن پڑا اور لاچار و مجبور ہو کر کھجتی پر اتر آئی، جس کی وجہ سے آپ کو آتش نمرود میں بھی ڈالا گیا اور بدرجہ مجبوری آپ کو عراق سے ملک شام کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔

اور بعض مفسرین نے تِلْكَ حِجَّتُنَا کا مثلاً الیہ ”وکیف اخاف ما اشرکتہم ولا تخافون انکم اشرکتہم باللہ ما لہم ینزول بہ علیکم سلطانا فای الفرقین احق بالامن“ کو قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی تصدیق فرمائی ارشاد فرمایا، ”الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولَئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ“۔

وَوَهَبْنَا لَهُ اسحق و یعقوب، (الایۃ) یعنی بڑھاپے میں، جب ابراہیم علیہ السلام اولاد سے ناامید ہو گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے بیٹے کے ساتھ پوتے کی بھی بشارت دی جو کہ یعقوب بن اسحق ہیں لفظ یعقوب میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کے بعد بھی ان کی اولاد کا سلسلہ چلے گا، اسلئے کہ یعقوب عقب سے مشتق ہے جس کے معنی میں یہ مفہوم شامل ہے۔

ومن ذریتہ، ذریتہ کی ضمیر کا مرجع بعض مفسرین نے حضرت نوح علیہ السلام کو قرار دیا ہے اسلئے کہ وہی اقرب ہے، یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں سے حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کو، اور بعض حضرات نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مرجع قرار دیا ہے اسلئے کہ پوری گفتگو ان ہی کے ضمن میں چل رہی ہے، لیکن اس صورت میں یہ اشکال

ہوگا کہ پھر لوط علیہ السلام کا ذکر اس فہرست میں نہیں آنا چاہئے تھا اسلئے کہ وہ ذریت ابراہیم علیہ السلام سے نہیں ہیں وہ تو ان کے بھائی ہارن بن آزر کے بیٹے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام لوط علیہ السلام کے چچا ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ تعلیم عرف عام کے طور پر چچا کو والد سمجھ لیا گیا ہو حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کی ذریت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر سے اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ لڑکی کی اولاد بھی ذریت رجال میں شامل ہے، جس طرح نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ کے صاحبزادے حضرت حسن کو اپنا بیٹا فرمایا، ”اِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّصْلَحَ بِهِ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔“ (بخاری کتاب الصلح)

مذکورہ آیت میں اٹھارہ انبیاء کا ذکر ہے ان کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ اگر یہ حضرات بھی شرک کا ارتکاب کر لیتے تو ان کے تمام اعمال اکارت ہو جاتے، ایک دوسرے مقام پر آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا، ”لَسْنَا اَشْرَكَتْ لِيَحْبِطَنَّ عَمَلُكَ (سورۃ زمر) حالانکہ پیغمبروں سے شرک کا صدور ممکن نہیں (امکان شرعی) مقصد امت کو شرک کی ہلاکت خیزی سے آگاہ کرنا ہے۔“

وَمَا قَدَرُوا اِي الْيَهُودِ اِلَّا مَا عَظَمُوهُ حَقَّ عَظَمَتِهِ اَوْ مَا عَرَفُوهُ حَقَّ مَعْرِفَتِهِ اِذْ قَالُوا لَنَنْبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ خَاصَمُوهُ فِي الْقُرْآنِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ لَّهُمْ مِّنْ اَنْزَلِ الْكِتَابِ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسٰى نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ يَتَّخِذُوْنَهُ بِالْبِئْسَاءِ وَالتَّاءِ فِي الْمَوَاضِعِ الثَّلَاثَةِ قُرْآنِ اِي يَكْتُبُوْنَهُ فِي دَفَاتِرٍ مُّقْطَعَةٍ يَّبْدُوْنَهَا اِي مَا يُحِبُّوْنَ اِبْدَاءُ مِنْهَا وَيُخْفَوْنَ كَثِيْرًا مَّا فِيْهَا كَنَعَتْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّهَا الْيَهُودُ فِي الْقُرْآنِ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا اَنْتُمْ وَلَا اَبَاؤُكُمْ مِّنَ التَّوْرَةِ بَيَانِ مَا لَتَبَسَ عَلَيْكُمْ وَاخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ قُلِ اللّٰهُ اَنْزَلَهُ اِنْ لَّمْ يَقُوْلُوْهُ لَا جَوَابَ غِيْرُهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ بِاطْلِحِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ وَهَذَا الْقُرْآنُ كِتَابُ اَنْزَلْنَاهُ مُبْرَكًا مُّصَدِّقًا لِّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ قَبْلَهُ مِّنَ الْكِتَابِ وَلِنُنذِرَ بِالْبِئْسَاءِ وَالتَّاءِ غَطَفْتُ عَلَى مَعْنٰى مَا قَبْلَهُ اِي اَنْزَلْنَاهُ لِلْبِرَكَةِ وَالتَّصْدِيقِ وَلِنُنذِرَ بِهِ اَمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا اِي اهلِ مَكَّةَ وَسَائِرِ النَّاسِ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهِ وَهُمْ عَلَى صَلَاحِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ خَوْفًا مِّنْ عِقَابِهَا وَمَنْ اِي لَا اَحَدٌ اَظْلَمُ مِّنْ اِفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا بِادْعَاءِ النُّبُوَّةِ وَلَمْ يَكُنْ نَبِيًّا اَوْ قَالَ اَوْحٰى اِلٰى وَمُبِخَ الْيُوشٰى ۝ نَزَلْتُ فِيْ مُسَيِّمَةِ الْكُذَّابِ وَمَنْ قَالَ سَآئِرُ مِثْلُ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَهُمْ الْمُسْتَهْزِءُوْنَ قَالُوا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا وَلَوْ تَرٰى يٰ مُحَمَّدُ اِذَا الظَّالِمُوْنَ الْمَذْكُوْرُوْنَ فِيْ عَمْرٍاتٍ سَكَرَاتٍ الْمَوْتِ وَالْمَلٰئِكَةُ بَاسِطُوْا اَيْدِيْهِمْ اِلَيْهِمْ بِالضَّرْبِ وَالتَّعْذِيْبِ يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ تَغْنِيْفًا اَخْرِجُوْا اَنْفُسَكُمْ اِلَيْنَا لِنَنْفِضَهَا الْيَوْمَ يُحْزَوْنَ عَذَابُ الْهُونِ الْهُوَ الْهَوَانُ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ بِدَعْوٰى النُّبُوَّةِ وَالْاِنْجَاءِ كَذِبًا وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ تَكْفِرُوْنَ عَنِ الْاِيْمَانِ بِهَا وَجَوَابُ لَوْ لَرَأَيْتُ اَمْرًا فَظِيْعًا وَ يُقَالُ لَهُمْ اِذَا بُعِثُوا لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فَرَادٰى مُنْفَرِدِيْنَ عَنِ الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اِي

حُفَاةٌ غُرَاةٌ غُرُلًا وَتَرَكْنَهُمْ فَاخُولُنَا كُمْ اَعْطَيْنَاكُمْ مِنَ الْاَمْوَالِ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ فِى الدُّنْيَا بِغَيْرِ اخْتِيَارِكُمْ وَ
 يَقَالُ لَهُمْ تَوْبِيخًا مَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمْ الْاَصْنَامُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فَيَكْفُرُ بِاِي فِى اسْتِخْفَاقِ عِبَادَتِكُمْ شُرَكَاؤُا اللّٰهِ
 لَقَدْ نَقَطَعَ بَيْنَكُمْ وَصْلَكُمْ اِي تَشْتَتِ جَمْعُكُمْ وَفِى قِرَاءِ وَ بِالنَّصِبِ ظُرْفُ اِي وَصْلُكُمْ بَيْنَكُمْ وَصْلٌ
 ذَهَبَ عَنْكُمْ مَا لَكُمْ تَرْغُمُونَ ﴿۱۰﴾ فِى الدُّنْيَا مِنْ شَفَاعَتِهَا.

۱۱

ترجمہ: یہود نے اللہ کی جیسی قدر کرنی چاہے تھی یعنی جیسی تعظیم کرنی چاہے تھی ویسی نہیں کی یا جیسی معرفت کا حق تھا
 ویسا حق ادا نہیں کیا جبکہ نبی ﷺ سے قرآن میں مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ اللہ نے کسی انسان پر کوئی چیز نازل نہیں کی آپ
 ان سے پوچھو کہ اس کتاب کو کس نے نازل کیا جس کو موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے اس کی کیفیت یہ بھی کہ وہ لوگوں کے لئے نور
 اور ہدایت تھی، جس کو تم نے متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے یعنی اس کو اوراق متفرقہ میں لکھ رکھا ہے، (تجعلونہ) تینوں مقامات
 میں یا اور تاء کے ساتھ ہے جن کو تم ظاہر کرتے ہو یعنی ان میں سے جن باتوں کو تم ظاہر کرنا پسند کرتے ہو ظاہر کرتے ہو اور اس
 کی بہت سی باتوں کو تم چھپا جاتے ہو مثلاً محمد ﷺ کی صفات (علامات) کو اور اے یہودیو! تم کو قرآن میں بہت کچھ سکھایا گیا
 اس چیز کو بیان کر کے جو تمہارے لئے مشتبہ ہو گئی اور جس میں تم نے اختلاف کیا جس کا تورات سے نہ تم کو علم ہوا اور نہ تمہارے آباء
 (واجداد) کو اگر وہ جواب نہ دیں (اقرار نہ کریں) تو تم خود ہی کہہ دو کہ اس کو اللہ نے نازل کیا ہے، پھر ان کو ان کی خرافات
 میں کھیلنے کے لئے چھوڑ دو یہ (بھی ویسی ہی) کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے، بڑی برکت والی ہے اور اپنے سے سابقہ
 کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے (اور اس لئے نازل کی گئی ہے) کہ مکہ والوں اور اس کے اطراف والوں کو یعنی اہل مکہ اور
 تمام لوگوں کو ڈراؤ (بسنڈو) تاء اور یاء کے ساتھ ہے، اپنے ماقبل کے معنی پر عطف ہے، یعنی ہم نے اس کو برکت کے لئے اور
 تصدیق کے لئے اور اس کے ذریعہ ڈرانے کے لئے نازل کیا ہے جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس (قرآن) پر بھی
 ایمان رکھتے ہیں اور وہ آخرت کے عذاب کے خوف سے اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا کوئی
 نہیں کہ جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان لگایا نبوت کا دعویٰ کر کے حالانکہ وہ نبی نہیں ہے یا کہے کہ مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے حالانکہ اس
 پر کوئی چیز نازل نہیں کی گئی (یہ آیت) سیلہ کذاب کے بارے میں نازل ہوئی، اور جو شخص یوں کہے کہ جیسا کلام اللہ نے نازل
 کیا ہے میں بھی ایسا کلام لاسکتا ہوں اور (ایسا کہنے والے) استہزاء کرنے والے ہیں، (اور بعض) کہنے والوں نے کہا اگر ہم
 چاہیں تو ہم بھی ایسا کلام لاسکتے ہیں، کاش اے محمد تم مذکورہ ظالموں کو اس حالت میں دیکھتے تھے کہ جب وہ موت کی سختیوں میں ہوں
 اور فرشتے زد و کوب اور عذاب کے لئے ان کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے سختی سے کہہ رہے ہوں اپنی جانوں کو ہماری طرف
 نکالو تاکہ ہم اس پر قبضہ کریں آج تمہیں ان باتوں کی پاداش میں جن کو تم نبوت اور انزال وحی کا ناحق دعویٰ کر کے اللہ پر جھوٹی
 تہمت لگایا کرتے تھے ذلت آمیز عذاب دیا جائیگا اور اس کی آیات کے مقابلہ میں سرکشی دکھایا کرتے تھے (یعنی) ان پر ایمان

لانے سے تکبر کیا کرتے تھے، اور لَوْ کا جواب لَرَّ ایت امرًا فظیفًا (محذوف) ہے، تو آپ ایک ہولناک منظر دیکھتے، اور جب ان کو دوبارہ زندہ کیا جائیگا تو ان سے کہا جائیگا کہ تم آگئے نا، تین تباہ مارے پاس بغیر مال اور اہل و عیال کے جیسا کہ ہم نے تمہیں ابتداء پیدا کیا تھا، برہنہ پا، برہنہ بدن، غیر محتون، اور جو کچھ ہم نے تم کو مال (ومتاع دنیا میں) دیا تھا وہ سب اپنے پیچھے دنیا میں مجبوراً چھوڑ آئے، اور ان سے تو بیجا کہا جائیگا ہم تمہارے ساتھ تمہارا سفارشی بتوں کو نہیں دیکھتے جن کے بارے میں تمہارا عقیدہ تھا کہ وہ تمہاری عبادت کے استحقاق میں اللہ کے شریک ہیں واقعی تمہارے آپس میں تو قطع تعلق ثابت ہو گیا، یعنی تمہاری جمعیت منتشر ہو گئی، اور ایک قراءت میں نصب کے ساتھ ظرف ہے یعنی تمہارے آپس تعلقات، اور تمہارا وہ دعویٰ ختم ہوا جو کہ تم دنیا میں ان کی سفارش کے بارے میں کیا کرتے تھے۔

تحقیق و ترمیم تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: اِی الْیَهُودُ، مَا قَدَرُوْا کَافَاعِلَ یَهُودَ کو ظاہر کر کے مشرکین کے احتمال کو دفع کر دیا اسلئے کہ تجعلوْنَهٗ قَرٰطِیْسَ مشرکین کے حال کے مناسب نہیں ہے چونکہ مشرکین اہل کتاب ہی نہیں تھے کہ قراطیس کو متفرق کرتے۔

قَوْلُهُ: فِی الْمَوَاضِعِ الثَّلَاثَةِ، اِی تجعلوْنَهٗ، یَبْدُوْنَهَا، تَخْفُوْنَهَا.

قَوْلُهُ: قَرٰطِیْسَ، قَرطاس کی جمع ہے الگ الگ اوراق۔

قَوْلُهُ: اِی یَكْتُبُوْنَهٗ فِی دَفَاتِرَ.

سُؤَالٌ: قراطیس کا حمل الکتاب پر درست نہیں ہے اسلئے کہ تجعلوْنَهٗ قراطیس کا کوئی مطلب نہیں ہے؟

جَوَابٌ: مفسر علام نے مذکورہ عبارت محذوف مان کر اسی اعتراض کا جواب دیا ہے یعنی وہ تورات کو متفرق دفاتر میں لکھتے تھے۔

قَوْلُهُ: اَنْزَلَهٗ، اس میں اشارہ ہے کہ اللہ مبتداء ہے اور انزلہ، خبر محذوف ہے، قرینہ مَنْ اَنْزَلَ ہے، اَنْزَلَ محذوف مان کر ایک سوال کا جواب بھی مقصود ہے۔

سُؤَالٌ: اللہ، قُلْ فعل امر کا مقولہ ہے اور مقولہ کے لئے جملہ ہونا ضروری ہے حالانکہ لفظ اللہ مفرد ہے؟

جَوَابٌ: لفظ اللہ کے بعد اَنْزَلَ محذوف ہے اور اللہ اَنْزَلَ جملہ ہو کر قُلْ کا مقولہ ہے۔

قَوْلُهُ: عَطْفٌ عَلٰی مَعْنٰی مَا قَبْلَهٗ، یہ ماقبل کے معنی پر عطف ہے نہ کہ محذوف کی علت، تقدیر عبارت یہ ہے، وانزلناه لِتَنْذِرِ الْخ، اس لئے کہ حذف عند الضرورت ہوتا ہے اور یہاں ضرورت نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: وَلَوْ تَرٰی اِیْمٰحْمَدُ، تَرٰی کا مفعول الظالمون کی دلالت کی وجہ سے محذوف ہے، اِی تَرٰی الظالمین یا

قَوْلُكُمْ: حُفَاةٌ، غُرَاةٌ، غُرْلًا، حُفَاةٌ، کاواحد حَافٍ وحَافِي نِگے پیر، غُرَاةٌ، کاواحد عَار، نِگے بدن غُرْلًا کاواحد اَغْرَل، غیر مختون۔

قَوْلُكُمْ: بَيْنَكُمْ مَرْفُوعٌ پڑھا جائے تو تَقَطُّع کا فاعل ہوگا اور اگر منصوب پڑھا جائے تو ظَرْف کی بنا پر ہوگا اور فاعل تَقَطُّع کے اندر ضمیر ہوگی جو اتصال کی طرف راجع ہے جس پر ماقبل یعنی شرکاء دلالت کر رہا ہے مفسر علام نے اسی کی طرف اپنے قول ای وَصَلَكُمْ بَيْنَكُمْ سے اشارہ کیا ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ، قدر کے معنی اندازہ کرنے اور کسی چیز کی حقیقت جاننے اور اس کی معرفت حاصل کرنے کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ یہ مشرکین مکہ ارسال رُسُل اور انزال کتب کا انکار کرتے ہیں، جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ انہیں اللہ کی صحیح معرفت ہی حاصل نہیں ورنہ وہ ان چیزوں کا انکار نہ کرتے، اور اسی عدم معرفت الہی کی وجہ سے وہ نبوت و رسالت کی معرفت سے بھی قاصر ہیں، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی انسان پر اللہ کا کلام کس طرح نازل ہو سکتا ہے؟!

شان نزول:

بعض مفسرین نے مَا قَدَرُوا اللَّهَ کا فاعل مشرکین مکہ کو قرار دیا ہے ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی معنی روایت کئے ہیں، بعض مفسرین نے مَا قَدَرُوا اللَّهَ کا فاعل یہود کو قرار دیا ہے، ایک روز یہود نے آنحضرت ﷺ سے کہا اے محمد کیا اللہ نے تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے آپ نے فرمایا نعم (ہاں) تو یہود نے کہا واللہ ما انزل اللہ من السماء کتاباً، واللہ آسمان سے اللہ نے کوئی کتاب نازل نہیں کی۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے سدی سے نقل کیا ہے فحاص یہودی نے کہا ”ما انزل اللہ علی محمد ﷺ من شیء“ تو مذکورہ آیت نازل ہوئی، ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہا ایک یہودی جس کا نام مالک بن صیف تھا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے جھگڑنے لگا، آپ ﷺ نے فرمایا، کہ میں تم کو اللہ کو قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی، کیا تم تورات میں پاتے ہو کہ اللہ حبر سمین کو مبعوض رکھتا ہے؟ اور مالک بن صیف حبر سمین تھا (فر بہ عالم تھا) تو مالک بن صیف اس بات سے ناراض ہوا اور کہا کہ ”واللہ ما انزل اللہ علی بشر من شیء“ تو اس کے ساتھیوں نے کہا ”وَيَحْكُ وَلَا عَلَى مُوسَى“ قال ما انزل اللہ علی بشر من شیء تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

تجعلونہ قراطیس، یہود سے خطاب کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ تم اس کتاب کو متفرق اوراق میں رکھتے ہو جن میں سے جس کو چاہتے ہو ظاہر کرتے ہو اور جس کو چاہتے ہو چھپا لیتے ہو، مثلاً رجم کا مسئلہ اور آنحضرت ﷺ کی صفات و علامات کا مسئلہ

حافظ ابن کثیر اور امام ابن جریر نے یَجْعَلُونَهُ اور یُبَدِّوْنَهَا، غائب کے صیغوں والی قرأت کو ترجیح دی ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ یہ مکی آیت ہے اس میں یہود سے خطاب کیسے ہو سکتا ہے؟ اور بعض مفسرین نے پوری آیت ہی کو یہود سے متعلق قرار دیا ہے اور اس میں سرے سے نبوت و رسالت کا انکار ہے اسے یہودی ہٹ دھرمی اور ضد و عناد پر مبنی قرار دیا ہے، گویا اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی تین رائے ہیں، ایک پوری آیت کو یہود سے دوسرے پوری آیت کو مشرکین سے متعلق قرار دیا جائے اور تیسرے، آیت کے ابتدائی حصہ کو مشرکین سے متعلق اور تہجولو نہ کو یہود سے متعلق قرار دیا جائے یہود سے متعلق قرار دینے کی صورت میں اس کی تفسیر ہوگی کہ تو رات کے ذریعہ سے تمہیں بتائی گئیں، بصورت دیگر قرآن کے ذریعہ بتائی گئیں۔

تَجْعَلُونَهُ قَرَاتِیسَ، کی تقدیر کلام تَجْعَلُونَهُ فِی الْقَرَاتِیسِ ہے، جیسا کہ مفسر علام نے تَكْتَبُونَهُ فِی دِفَاتِرِ مَقْطَعَةٍ کہہ کر اشارہ کیا ہے ورنہ تو حمل درست نہ ہوگا یعنی تم نے اس کو پارہ پارہ کر دیا تا کہ تم اپنی مصلحت کے مطابق جس حصہ کو چاہو ظاہر کرو اور جس کو چاہو چھپاؤ، اور تمہیں اسی کتاب کے ذریعہ ان حقائق کی تعلیم دی گئی جن سے تم ناواقف تھے اور جن کے بارے میں تم التباس و تذبذب کا شکار تھے تمام بشری کوششوں کے باوجود ان حقائق کا علم نہ تم کو ہو سکا اور نہ تمہارے آباء و اجداد کو۔

ہذا کتاب انزلنہ مبارک، یہ ایسی کتاب ہے کہ مخلوق اس سے جتنا چاہے اپنی ہمت و ظرف کے مطابق فائدہ اٹھا سکتی ہے۔

امام فخر الدین رازی کی رائے:

اس آیت کے ذیل میں فخر الدین رازی اپنا ذاتی تجربہ تحریر فرماتے ہیں۔

اس کتاب کے مصنف محمد بن عمر رازی کہتے ہیں کہ میں نے بہت سے علوم حاصل کئے نفی بھی اور عقلی بھی لیکن کسی بھی علم سے مجھے دین و دنیا میں وہ خیر و سعادت حاصل نہیں ہوئی جو اس علم (قرآن) کی خدمت سے حاصل ہوئی۔ (کہیں)

إِنَّ اللَّهَ فَلَقَ شَاقُ اللَّيْلِ عَنِ النَّبَاتِ وَالْتَوَىٰ عَنِ النَّخْلِ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ كَالْأَنْسَانِ وَالطَّائِرِ مِنَ النُّطْفَةِ وَيَخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ النُّطْفَةِ وَالْبَيْضَةِ مِنَ الْحَيِّ ذَلِكَمُ الْفَالِقُ الْمُخْرِجُ اللَّهُ قَالَ يُتَوَفَّكُونَ ۝ فَكَيْفَ تَصْرِفُونَ عَنِ الْإِيمَانِ مَعَ قِيَامِ الْبُرْهَانِ قَالَ لَقِيَ الْإِصْبَاحُ مَصْدَرٌ بِمَعْنَى الصُّبْحِ أَيْ شَاقُ غُمُودِ الصُّبْحِ وَهُوَ أَوَّلُ مَا يَبْدُو مِنْ نُورِ النَّهَارِ عَنِ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ وَجَعَلَ الْإِلَّ سَكَنًا يَسْكُنُ فِيهِ الْخَلْقُ مِنَ النَّعْبِ وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ بِالنَّصَبِ عَطْفًا عَلَى مَحَلِّ اللَّيْلِ حُسْبَانًا حِسَابًا لِلْأَوْقَاتِ أَوِ الْبَاءِ مَحْذُوفَةً وَهُوَ حَالٌ مِنْ مَقْدَرٍ أَيْ يَجْرِيَانِ بِحُسْبَانٍ كَمَا فِي سُورَةِ الرَّحْمَنِ ذَلِكَ الْمَذْكُورُ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ فِي مُلْكِهِ الْعَلِيمِ ۝ بِخَلْقِهِ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ النُّجُومَ لِيَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ فِي الْأَسْفَارِ قَدْ فَصَّلْنَا بَيْنَ الْأَلَيَاتِ عَلَى قُدْرَتِنَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ يَتَذَكَّرُونَ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ هِيَ آدَمُ فَمُسْتَقَرٌّ مِنْكُمْ فِي الرَّحْمِ وَمُسْتَوْنٌ ۝ مِنْكُمْ فِي الصُّلْبِ

وفی قراءۃ بفتح القاف ای مکان قرارِ لکم قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ۝ مَا يُقَالُ لَهُمْ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا فِيهِ الثَّمَاتِ عَنِ الْغَيْبَةِ بِمِ الْمَاءِ نَبَاتٌ كُلُّ شَيْءٍ يَنْبُتُ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ اى النبات شيئاً خَضِراً بِمعنى أَخْضَرَ نُخْرِجُ مِنْهُ مِنَ الْخَضِرِ جَمَامَتَرَكِبًا يَرْكَبُ بَعْضُهُ بَعْضًا كَسَنَابِلِ الْحِنْطَةِ وَنَحْوِهَا وَمِنَ النَّخْلِ خَبِرٌ وَيُبْدَلُ مِنْهُ مَنْ طَلَعَهَا أَوَّلَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فِي أَكْمَامِهَا وَالْمَبْدَأُ قِتْوَانٌ عَرَا جِئِن دَانِيَةً قَرِيبٌ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَأَخْرَجْنَا بِهِ جَنَّتٍ بَسَاتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونِ وَالزَّيْتَانِ مُشْتَبِهًا وَرَقُمَا حَالٌ وَغَيْرُ مُشَابِهَةٍ ثَمَرُهُمَا أَنْظُرُوا يَا مُخَاطَبِينَ نَظَرَ إغْتِيَارٍ إِلَى ثَمَرِهِمْ بِفَتْحِ الثَّاءِ وَالْمِيمِ وَبِضْمِهِمَا وَهُوَ جَمْعُ ثَمَرَةٍ كَشَجَرَةٍ وَشَجَرٍ وَخَشَبَةٍ وَخَشَبٍ إِذَا الثَّمَرُ أَوَّلَ مَا يَبْدُو كَيْفَ هُوَ وَآلِ يَنْبُعُهُ نَضْجُهُ إِذَا أَذْرَكَ كَيْفَ يَعُودُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ ذَلَّاتٍ عَلَى قُدْرَتِهِ تَعَالَى عَلَى الْبُعْثِ وَغَيْرِهِ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ خُصُّوا بِالذِّكْرِ لَأَنَّهُمُ الْمُتَنَفِّعُونَ بِهَا فِي الْإِيمَانِ بِخِلَافِ الْكَافِرِينَ وَجَعَلُوا لِلَّهِ مَفْعُولٌ ثَانٍ شُرَكَاءَ مَفْعُولٍ أَوَّلٍ وَيُبْدَلُ مِنْهُ الْجِنَّ حَيْثُ أَطَاعُوهُمْ فِي عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَقَدْ خَلَقَهُمْ فَكَيْفَ يَكُونُونَ شُرَكَاءَ وَحَرَقُوا بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ اى اخْتَلَفُوا لَهُ بَيْنَيْنِ وَبَيْنَ بَعْضِ عَالَمٍ حَيْثُ قَالُوا عَزِيزُ ابْنِ اللَّهِ وَالْمَلَكَةُ بِنْتُ اللَّهِ سُبْحَانَهُ تَنْزِيهًا لَهُ وَتَعْلَى عَمَّا يُصِفُونَ ۝ بَانَ لَهُ وَلَذَا.

۳۰۱

ترجمہ:

بے شک بیج کو پھاڑ کر نباتات نکالنے والا اور گھلیوں کو چیر کر ہجور کے درخت نکالنے والا اللہ ہی ہے وہ جاندار کو بے جان سے جیسا کہ انسان اور پرندے کو نطفہ اور انڈے سے اور بے جان کو مثلاً نطفہ اور انڈے کو جاندار سے نکالنے والا ہے یہ شق کرنے والا نکالنے والا اللہ ہے تو تم کہاں لے چلے جا رہے ہو تو تم دلیل کے موجود ہونے کے باوجود کس طرح ایمان سے پھرے جا رہے ہو، وہ (پردہ شب کو چیر کر) صبح کو نکالنے والا ہے (الاصباح) مصدر بمعنی صبح ہے یعنی وہ ستون صبح (صبح کا ذب) کو چاک کرنے والا ہے اور ستون صبح تاریکی شب سے نکلنے والی دن کی اس روشنی کو کہتے ہیں جو ابتداء نمودار ہوتی ہے اور رات کو راحت کی چیز بنایا کہ اس میں مخلوق تعب سے راحت حاصل کرتی ہے اور ضبط اوقات کے لئے سورج اور چاند کا حساب مقرر کیا نصب کے ساتھ اللیل کے کل پر عطف ہے پیاء محذوف ہے (ای بحسبان) اس صورت میں مقدر سے حال ہوگا ای یجریان بحسبان، جیسا کہ سورہ رحمن میں ہے یہ مذکورہ (حساب) اپنے ملک میں غالب اپنی مخلوق کے بارے میں با خبر کا مقرر کیا ہوا ہے اور وہ ایسا ہے کہ جس نے تمہارے لئے تاروں کو پیدا فرمایا تاکہ تم ان کے ذریعہ بحر و بر کی ظلمت میں سفر کے دوران رہنمائی حاصل کرو بے شک ہم نے ہماری قدرت پر دلالت کرنے والے دلائل کو کھول کھول کر بیان کیا ایسے لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں وہ ایسی ذات ہے کہ جس نے تم کو شخص واحد سے پیدا کیا (اور) وہ آدم ہیں، سورج (مادر) تمہارے لئے قراگاہ ہے اور (صلب پدر) تمہارے لئے امانت گاہ، اور ایک قراءت میں قاف کے فتح کے ساتھ ہے یعنی تمہارے لئے جائے

قرار، بے شک ہم نے دلائل کو سمجھدار لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کر دیا وہ ایسی ذلت ہے کہ جس نے آسمان (بادلوں) سے پانی برسایا اس میں غائب سے (تکلم کی جانب) التفات ہے اور اس پانی کے ذریعہ اگنے والی ہر قسم کی نبات اگائی پھر ہم نے اس نبات سے ہری بھری ایک چیز (کھیتی) اگائی، خصوصاً بمعنی اخضر ہے ہم نے اس کھیتی سے تہ برتہ جھے ہوئے دانے پیدا کئے کہ آپس میں ایک دوسرے پر چڑھے رہتے ہیں جیسا کہ گندم وغیرہ کے خوشے، اور کھجور کے ٹنگو نے (من النخل) خبر (مقدم) ہے اور من طلعیہا، اس سے بدل ہے، (طلع) اس شے کو کہتے ہیں جو ابتداء کھجور کے درخت سے اپنے غلافوں سے نکلتی ہے اور قنوان دانیہ مبتداء مؤخر ہے، قنوان بمعنی عراجین ہے بمعنی شاخ عراجین عرجون کی جمع ہے جس کے معنی شاخ کے ہیں جو جھکی ہوئی شاخوں میں ہوتے ہیں ایک دوسرے سے قریب ہوتے ہیں اور ہم نے پانی سے انگوروں کے اور زیتون کے اور انار کے باغات پیدا کئے کہ ان دونوں کے پتے ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں (مشتبہا) حال ہے اور ان کے پھل مشابہ نہیں ہوتے، اے مخاطبوا! اس کے پھلوں کو چشمِ عبرت سے دیکھو (نمر) میں ثناء اور میم کے فتح اور دونوں کے ضمہ کے ساتھ ہے یہ ثمرۃ کی جمع ہے جیسے شجرۃ کی جمع شجر ہے، اور خشبۃ کی جمع خشب ہے کہ جب وہ اول مرتبہ پھل لاتا ہے تو وہ کیسا ہوتا ہے؟ اور اس کے پکنے (کی حالت) کو دیکھو کہ جب وہ قابلِ استفادہ ہو جائے تو کیسا ہو جاتا ہے؟! بلاشبہ اس میں ایمان والوں کے لئے بعث بعد الموت وغیرہ کے دلائل ہیں، مومنین کا ذکر خاص طور پر اسلئے کیا ہے کہ کافروں کے خلاف مومنین ان دلائل سے ایمان کے بارے میں استفادہ کرتے ہیں اور لوگوں نے جنات کو اللہ کا شریک قرار دے رکھا ہے، اَللّٰہُ جَعَلُوا کا مفعول ثانی ہے اور شُرکاء مفعول اول ہے اور الجنّ۔ شُرکاء سے بدل ہے، اس لئے کہ انہوں نے بتوں کی پرستش کرنے میں ان کی اطاعت کی ہے حالانکہ (خود) ان لوگوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے تو جنات اس کے شریک کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور ان لوگوں نے اللہ کے لئے بغیر سمجھے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لئے ہیں، (خسرقوا) تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے اسلئے کہ انہوں نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، اللہ اس سے پاک ہے اور ان اوصاف سے برتر ہے جو یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کی اولاد ہے۔

تحقیق و تفسیر کی تسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلًا: يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ، یہ جملہ کلام متانف قائم مقام ماقبل کی علت کے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اِنَّکِی خبر ثانی ہو، اور حی سے ہر وہ شے مراد ہے جس میں نمو ہو خواہ ذی روح ہو یا نہ ہو، اور میت سے ہر وہ شے مراد ہے جس میں نمونہ ہو۔

قَوْلًا: مُخْرِج، اس کا عطف فالق پر ہے، اسی لئے یخرج کے بجائے مخرج اسم فاعل کا صیغہ لائے ہیں تاکہ عطف درست ہو جائے اور يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ، فالق الحب والنوی کا بیان ہے اسی لئے ولو کو ترک کر کے

یُخْرِجُ کہا ہے۔

سُؤَال: ومخرج الميت من الحي، بیان واقع کیوں نہیں ہو سکتا؟

جَوَاب: اس لئے کہ فالق الحب والنوى، اخراج الحي من الميت کی جنس سے ہے نہ کہ اس کا عکس حالانکہ بیان اور مبین کے مفہوم میں مطابقت ضروری ہے۔

قَوْل: فكيف تصرفون الخ، انی توفكون کی تفسیر کیف تصرفون سے کر کے اشارہ کر دیا کہ یہ استفہام انکاری ہے۔

قَوْل: مصدر یعنی الاصبح، افعال کا مصدر ہے جس کے معنی دخول فی الصبح کے ہیں مگر یہاں یہ معنی مراد نہیں ہیں بلکہ مراد نفس صبح ہے، مصدر بول کر مصدر کا اثر یعنی صبح مراد ہے، اور کو فیین کے نزدیک جاعل کے بجائے جَعَلَ ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک فعل کا عطف اسم پر جائز ہے۔

قَوْل: عَلَى مَحَلِّ اللَّيْلِ، لیل کا محل جاعل کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

قَوْل: هُوَ حَالٌ مِنَ الْمُقَدَّرِ، یعنی حُسْبَان، یَجْرِيَانِ مقدر سے حال ہے، اگر مفسر علام مقدر سے حال ہے کے بجائے مقدر سے متعلق ہے، فرماتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔

قَوْل: قِنَاؤُ، یہ قِنَاؤُ کی جمع ہے بمعنی خوشہ۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْح

گذشتہ آیات میں مشرکین کی ہٹ دھرمی اور حقائق و نتائج سے غفلت کا تذکرہ تھا، اور اب ان کاموں کا تذکرہ ہے جو تمام خرابیوں کی جڑ ہے وہ ہے خدا تعالیٰ کی بے مثال علم و قدرت سے بے خبری، مذکورہ آیات میں حق تعالیٰ نے غافل انسان کے اس روگ کا علاج اس طرح فرمایا ہے کہ اپنے وسیع اور عظیم قدرت کے چند نمونے اور انسان پر اپنے انعامات و احسانات کا ایک سلسلہ ذکر فرمایا جن میں ادنیٰ غور کرنے سے ہر سلیم الفطرت انسان خالق کائنات کی عظمت اور بے مثال قدرت کا اور اس بات کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ عظیم الشان کارنامے ساری کائنات میں سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کی قدرت میں نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَى، اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بے مثال قدرت اور صنعائے کے نمونے بیان فرمائے ہیں، دانہ اور گٹھلی جس کو کاشتکار زمین کی تہ میں دبا دیتا ہے اس کو پھاڑ کر اس سے انواع و اقسام کے درخت پیدا فرماتا ہے، جبکہ زمین ایک، پانی ایک، کھاد ایک ہوتا ہے مگر جس قسم کے دانے اور گٹھلیاں ہوتی ہیں اس کے مطابق ہی اللہ مختلف قسم کے غلوں، پھلوں کے درخت پیدا فرما دیتا ہے جن کے پھلوں کے رنگ و بو و مزہ میں بین تفاوت ہوتا ہے، یہ خدا کی قدرت ہی کا کرشمہ ہے۔

مطلب یہ کہ جمادات، نباتات، حیوانات غرضیکہ تمام موجودات کا نظام تکوینی و تخلیقی کلیۃً اسی کے ہاتھ میں ہے اس کے

ہوتے ہوئے کسی دیوی دیوتا یا مزار و آستانہ کی طرف متوجہ ہونا کس درجہ کا حق اور بے دانشی ہے!!
یہ عظیم الشان کارخانہ حیات یہ نظام ارضی اور نظام فلکی یوں ہی کیف بالحق الہی نہیں چل رہا، اس کے قانون اور ضابطہ کے مطابق چل رہا ہے جو ہر قادر پر قادر ہے جس کی راہ ہر رکاوٹ سے خالی ہے، اور ساتھ ہی وہ ایسا علیم ہے کہ ہر علم و حکمت کا مبداء وہی ہے۔

وہ پردہ شب سے نور صبح کو برآمد کرنے والا ہے، رات کی پرسکون کیفیت، سورج اور چاند کی پنی تلی گردش بے انتہاء مصلحتوں اور حکمتوں سے لبریز ہے اور ان کی شرح رفتار و مقدار سب اسی قادر مطلق کے دست قدرت میں ہے اس کی موجودگی میں کسی دیوی دیوتا کی حاجت روا اور مشکل کشا کو فرض کرنا خرافات کی انتہاء ہے۔

وہو الذی انشا کم من نفس واحدۃ، اس آیت میں وحدت انسانی کو بطور ایک حقیقت کے بیان کیا ہے اور اس بات کو بالکل واضح کر دیا ہے کہ نوع انسانی کا مورث اعلیٰ ایک ہی ہے اس ایک اصل کو تسلیم کرنے سے جو آج مہذب و غیر مہذب، کالی اور گوری، برہمن اور شودر، مشرقی اور مغربی خدا جانے انسانیت کتنے فرقوں اور ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے، پھر ایک بنی آدم کی وحدت میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مُبْدِئُهُمَا مِنْ غَيْرِ مِثَالٍ سَبَقَ اِلٰى كَيْفٍ يَكُوْنُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَالِحَةٌ زَوْجَةٌ
وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ شَانِهِ اَنْ يَخْلُقَ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكُمْ اِلٰهٌ رَبُّكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ
فَاعْبُدُوْهُ وَجَدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۝ حَفِيْظٌ لَّا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ اٰى لَا تَرٰهُ وَهٰذَا مَخْصُوْصٌ بِرُؤْيَا
الْمُؤْمِنِيْنَ لَهُ فِى الْاٰخِرَةِ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى وُجُوْهُ يُّوْمِئِذٍ نَّاظِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ وَحَدِيْثُ الشَّيْخِيْنَ اَنْكُمْ سَتَرُوْنَ
رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةً اَلْبَدْرِ وَقِيلَ الْمَرَادُ لَا تَحِيْطُ بِهِ وَهُوَ يَذْكُرُ الْاَبْصَارُ اٰى يَرٰهَا وَلَا تَرٰهُ وَلَا يَجُوْزُ فِى
غَيْرِهِ اِنْ يَذْكُرُ الْبَصَرُ وَهُوَ لَا يَذْكُرُهُ اَوْ يُحِيْطُ بِهَا عَلَمًا وَهُوَ الْاَطِيْفُ بِاَوْلِيَائِهِ الْحَبِيْرُ ۝ بِهِمْ قُلْ يَا مُحَمَّدٌ لَهُمْ
قَدْ جَاءَكُمْ بِصَآئِرٍ حُجَجٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ هَا فَامِنْ فَلِنَفْسِهِ اَبْصَرَ لَانَ ثَوَابِ اِبْصَارِهِ لَهُ وَمَنْ عَمِيَ عَنْهَا
فَضَلَّ فَعَلَيْهَا وَبَالَ ضَلَالِهِ وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝ رَقِيْبٌ لِّاَعْمَالِكُمْ اِنَّمَا اَنَا نَذِيْرٌ وَكَذٰلِكَ كَمَا بَيَّنَّا مَا ذَكَرْ
نُصَرِّفُ نَبِيْنَ الْاٰلِيَّتِ لِيُعْتَبِرُوْا وَلِيَقُوْلُوْا اٰى الْكُفٰرِ فِى عَاقِبَةِ الْاَمْرِ دَرَسَتْ ذَا كَرْتِ اَهْلُ الْكِتَابِ وَفِى قِرَآءَةِ
دَرَسَتْ اٰى كُتِبَ الْمَاضِيْنَ وَجُنَّتْ بِهٰذَا مِنْهَا وَلِنَبِيْنَةٍ لِّقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ۝ اَتَتَّبِعُ مَا اَوْحٰى اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ اٰى الْقِرَآنِ
لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرَضَ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكُوْا وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا رَّقِيْبًا فَجَازَنِيْهِمْ بِاَعْمَالِهِمْ
وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ فَتَجْبِرْهُمْ عَلٰى الْاِيْمَانِ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْقِتَالِ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اٰى الْاَصْنَامِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدُوًّا اَعْتَدَا وَظَلَمْنَا بِغَيْرِ عِلْمٍ اٰى جَهْلٍ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ كَذٰلِكَ كَمَا زَيَّنَ لَهُوْلَآءُ مَا هُمْ
عَلَيْهِ زَيْنًا لِّكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلُهُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْشَّرِّ فَاَتَوْهُ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

فَيُجَازِيهِمْ بِهِ وَأَقْسَمُوا أَن كَفَارُ مَكَّةَ بِاللَّهِ جَهْدًا يَمَانِهِمْ أَى غَايَةً اجْتِهَادِهِمْ فِيهَا لَئِنْ جَاءَهُمْ آيَةٌ مِّنَّا
اقتَرَحُوا لِيُؤْمِنُوا بِهَا قُلْ لَهُمْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ يُنْزِلُهَا كَمَا يَشَاءُ وَأَنَا نَذِيرٌ وَمَا يُشْعِرُكُمْ يُدْرِكُكُمْ
بِإِيمَانِهِمْ إِذَا جَاءَتْ أَى أَنْتُمْ لَا تَذَرُونَ ذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ لِمَا سَبَقَ فِي عِلْمِي وَفِي قِرَاءَةِ
بِالنَّاسِ خُطَابًا بِالْكَفَّارِ وَفِي أُخْرَى بَفَتْحِ أَنْ بِمَعْنَى لَعَلَّ أَوْ مَعْمُولَةٌ لِمَا قَبْلَهَا وَتَقْلِبُ أَفِيدَتُهُمْ نُحُولُ قُلُوبِهِمْ
عَنِ الْحَقِّ فَلَا يَفْهَمُونَهُ وَأَبْصَارُهُمْ عَنْهُ فَلَا يُبْصِرُونَهُ فَلَا يُؤْمِنُونَ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَى بِمَا أَنْزَلَ مِنَ الْآيَاتِ
أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ تَتْرُكُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ ضَلَالًا لَهُمْ يَعْصُونَ ۝ يَتَرَدَّدُونَ مُتَحَيِّرِينَ.

۵۰

ترجمہ: وہ آسمانوں اور زمینوں کو سابقہ نمونے کے بغیر پیدا کرنے والا ہے، اس کے اولاد کیسے ہو سکتی ہے اس کی

بیوی تو ہے نہیں اور اس نے ہر اس شے کو پیدا کیا جس کی شان مخلوق ہونا ہے اور وہ ہر چیز سے بخوبی واقف ہے یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا
رب اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے لہذا تمہاری بندگی کرو وہ ہر شے کا محافظ ہے آنکھیں
اس کا ادراک نہیں کر سکتیں یعنی اس کو نہیں دیکھ سکتیں، اور عدم رویت سے آخرت میں مومنین کی رویت مستحکم ہے، اللہ تعالیٰ کے
قول ”وَجُوهُ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ أَلَىٰ رَبِّهَا نَاطِرَةٌ“ اور شیخین کی حدیث کی وجہ سے ”کہ تم عنقریب اپنے رب کو اس طرح دیکھو
گے جس طرح چودھویں رات میں چاند کو دیکھتے ہو“ اور کہا گیا ہے کہ احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ سب نگاہوں کا ادراک کرتا ہے یعنی
دیکھتا ہے اور وہ نگاہیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں، اس کے علاوہ کسی اور کی یہ شان نہیں کہ وہ نگاہوں کو دیکھے اور نگاہیں اس کو نہ دیکھ
سکیں یا (لا تدركه) مطلب اس کا علمی احاطہ نہ کرنا ہے، وہ اپنے دوستوں پر مہربان ہے اور ان سے باخبر ہے، بلاشبہ تمہارے
پاس تمہارے رب کی جانب سے (حق بنی کے) دلائل آچکے ہیں، سو جو ان کو دیکھ کر ایمان لایا تو اس نے اپنے ہی فائدہ کے
لئے دیکھا، اس لئے کہ اس دیکھنے کا ثواب اسی کو ملے گا، اور جو ان سے اندھا بن رہا تو وہ گمراہ ہوا، تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر
ہوگا اور میں تمہارا نگران نہیں ہوں (یعنی تمہارے اعمال کا نگران نہیں ہوں، میں تو صرف آگاہ کرنے والا ہوں جس طرح ہم
نے مذکورہ احکام بیان کئے، اسی طرح ہم مختلف پہلوؤں سے دلائل بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ عبرت حاصل کریں، اور تاکہ آخر
کار کا فر کہیں کہ تم نے اہل کتاب سے مذاکرہ کیا ہے اور ایک قراءت میں دَرَسَتْ (بغیر الف کے ہے) یعنی تم نے گذشتہ لوگوں
کی کتابیں پڑھی ہیں اور یہ تم نے اسی میں سے بیان کیا ہے اور تاکہ ہم اس کو دانشمندی کے لئے خوب ظاہر کر دیں آپ اس قرآن
کی اتباع کرتے رہیے جو آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے وحی کی گئی ہے کہ اس کے علاوہ کوئی لائق عبادت نہیں اور آپ
مشرکین سے کنارہ کشی کر لیں اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ کو ان پر نگران نہیں بنایا سو ان کو ان کے
اعمال کی جزاء ہم دیں گے، اور آپ ان پر مختار نہیں ہیں، کہ آپ ان کو ایمان پر مجبور کریں، اور یہ حکم جہاد کا حکم نازل ہونے سے
پہلے کا ہے، اور تم ان کے معبودوں کو بُرا مت کہو جن کی وہ اللہ کے علاوہ بندگی کرتے ہیں یعنی بتوں کی، اس لئے کہ وہ ازراہ جہالت

وعناد اور ظلم کی وجہ سے اللہ کی شان میں گستاخی کریں گے، جس طرح ان کے اعمال کو ان کے لئے مزیں کر دیا گیا ہے اسی طرح ہر امت کے لئے ہم نے ان کے اعمال کو مزیں کر دیا ہے خواہ عمل خیر ہو یا شر، چنانچہ وہ ان ہی کو کرتے ہیں پھر ان کو ان کے رب کے پاس آخرت میں لوٹ کر جانا ہے تو جو کچھ وہ کیا کرتے تھے وہ ان کو بتلا دے گا، یعنی وہ ان کو ان کے اعمال کی سزا دے گا اور کفار مکہ نے بڑی زوردار قسمیں کھائیں یعنی انہوں نے اپنی قسموں میں انتہائی زور پیدا کر کے کہا کہ اگر ہمارے پاس ہماری تجویز کردہ نشانیوں میں سے کوئی نشانی آجائے تو ہم ان پر ضرور ایمان لے آئیں گے آپ ان سے کہئے کہ نشانیاں اللہ کے قبضے میں ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے ان کو ظاہر فرماتا ہے میں تو صرف آگاہ کرنے والا ہوں (اے مسلمانو!) جب وہ فراموشی نشانی آجائے تو تمہیں ان کے ایمان کے بارے میں کیا خبر؟ یعنی تمہیں اس کا علم نہیں (کہ وہ ایمان لے ہی آئیں گے) (یعنی) جب وہ (فراموشی) نشانیاں آجائیں گی تو میرے علم ازلی کے اعتبار سے وہ ایمان نہ لائیں گے اور ایک قراءت میں تاء کے ساتھ (لا تؤمنون) ہے، کفار کو خطاب کرتے ہوئے، اور دوسری قراءت میں اَنّ کے فتح کے ساتھ لَعْل کے معنی میں ہے، یا اپنے مقابل کا معمول ہے (یعنی) یشعر کم کا مفعول ہے، اور ہم ان کے دلوں کو حق سے پھیر دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ سمجھتے نہیں ہیں، اور ان کی آنکھوں کو حق سے پھیر دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ حق کو دیکھتے نہیں ہیں تو ایمان بھی نہیں لاتے جیسا کہ وہ نازل کردہ آیتوں پر پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے تھے اور ہم ان کو ان کی گمراہی میں حیران رہنے دیں گے یعنی تردد اور حیرانی میں متحیر رہیں گے۔

تحقیق و ترکیب تسبیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، بَدِيعُ السَّمَوَاتِ، مبتداء محذوف کی خبر ہے اِیْ هُوَ بَدِيعُ السَّمَوَاتِ، یا بَدِيعُ السَّمَوَاتِ مبتداء ہے اور اس کی خبر اُنّی یَکُونُ لَهُ وَلَدٌ ہے، بَدِيعُ بمعنی مُبْدِع بھی مستعمل ہے جیسا کہ سَمِيعٌ بمعنی مُسْمِعٌ بکثرت مستعمل ہے، اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ بَدِيعُ السَّمَوَاتِ میں صفت مشبہ کی اضافت فاعل کی طرف ہے، اس کی اصل بَدِيعُ سَمَوَاتِهِ وَارْضَتِهِ ہے۔

قَوْلُهُ: مَنْ شَآنِهِ اَنْ یَخْلُقَ، اس اضافہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سُئِلَ: اللہ تعالیٰ کا قول، وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ میں خدا کی ذات و صفات بھی شامل ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو خدا کی ذات و صفات کا لاشیٰ ہونا لازم آئے گا جو کہ محال ہے، اور اگر داخل ہیں تو خدا کی ذات و صفات کا مخلوق ہونا لازم آتا ہے۔

جَوَابُهُ: جواب کا حاصل یہ ہے کہ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ میں شَیْءٌ عام حصّ منہ البعض ہے اِیْ هُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ مَاعِدَا ذَاتِهِ وَصِفَاتِهِ۔

قَوْلُهُ: وَهَذَا مَخْصُوصٌ بِرُؤْيَا الْمُؤْمِنِينَ لَهُ فِی الْآخِرَةِ، اس اضافہ کا مقصد معتزلہ کے امتناع رویت باری کے عقیدہ کو رد کرنا ہے، معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ آخرت میں بھی رویت باری نہیں ہوگی، اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ آخرت میں

مومنین کو رویت باری ہوگی۔

قَوْلُهُ: وَقِيلَ الْمَرَادُ تَحِيْطٌ بِهِ، اور اگر لاتندر کہ الابصار سے عدم احاطہ مراد ہو تو اس صورت میں مخصوص نہ ہوگا، بلکہ عموم اپنے اطلاق پر باقی رہے گا اس لئے کہ باری تعالیٰ کی حقیقت کا ادراک نہ دنیا میں کسی کو ہو سکتا ہے اور نہ آخرت میں۔

قَوْلُهُ: اَوْ يُحِيطُ بِهَا عِلْمًا، یہ ادراک کے دوسرے معنی کا بیان ہے۔

قَوْلُهُ: قُلْ يَا مُحَمَّد.

سُؤَال: یہاں قل یا محمد مقدر ماننے کی کیا وجہ ہے؟

جَوَاب: وجہ یہ ہے کہ اس اضافہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مذکورہ کلام آپ ﷺ کی زبان مبارک سے صادر ہوا ورنہ تو یہ اعتراض ہوگا کہ ”وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ“ کے کیا معنی ہیں؟ اسلئے کہ حفظ کی نفی اللہ تعالیٰ سے جائز نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: لِيَعْتَبِرُوْا.

سُؤَال: مفسر علام نے لِيَعْتَبِرُوْا، مقدر کیوں مانا ہے؟

جَوَاب: تاکہ وہ لِقَوْلُوْا کا عطف صحیح ہو سکے۔

قَوْلُهُ: نُبَيِّنُ (تفہیم) سے مضارع جمع متکلم، ہم بیان کریں ہم کھول دیں، لِنُبَيِّنُ، میں لام تعلیل کا ہے اسلئے کہ تصریف سے مقصود تبیین ہی ہے اس کی ضمیر آیات کی طرف، راجع ہے اور آیات قرآن کے معنی کی تاویل میں ہے لہذا ضمیر کی عدم مطابقت کا اعتراض ختم ہو گیا۔

قَوْلُهُ: فَاتَوَّه.

سُؤَال: مفسر علام نے فاتوہ، کیوں مقدر مانا؟

جَوَاب: تاکہ اس پر تُمَّ اِلٰی رَبِّہُمُ الْخِ کا عطف درست ہو سکے، اسلئے کہ معطوف وعدہ اور وعید ہے اور یہ عمل خیر و شر ہی پر مرتب ہوتے ہیں نہ کہ مطلق تزئین پر۔

قَوْلُهُ: اٰی اَنْتُمْ لَا تَدْرُوْنَ ذٰلِكَ، یہ مومنین سے خطاب ہے، اس میں مومنوں کو مشرکین کے فرمائشی معجزوں کی تمنا سے منع کیا گیا ہے، مومنین کی یہ تمنا تھی کہ کاش اللہ تعالیٰ مشرکین مکہ کے فرمائشی معجزے آپ ﷺ کے دست مبارک پر ظاہر فرمادیں تو بہت اچھا ہو، تاکہ مشرکین مکہ ایمان لے آئیں، ایسی تمنا کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اے مسلمانو! تم جو مشرکین کے فرمائشی معجزات کی تمنا کر رہے ہو تمہیں کیا معلوم کہ یہ لوگ فرمائشی معجزات دیکھ کر ایمان لے ہی آئیں گے، ہمارے علم ازلی کے اعتبار سے یہ لوگ فرمائشی معجزات دیکھ کر بھی ایمان لانے والے نہیں ہیں، ظاہر مفہوم کا تقاضہ یہ تھا کہ یوں کہا جاتا ”مَا يُدْرِيْكُمْ اَنْہَا اِذَا جَاءَتْ يَوْمَئِذٍ بِمَنْحَرٍ“، بغیر، لا، کے اسی وجہ سے بعض مفسرین نے ”لا“ کو زائد کہا ہے مطلب یہ ہے کہ تم کو کیا معلوم کہ مشرکین مکہ

فرمانی معجزے دیکھ کر ایمان لے ہی آئیں گے۔

مفسر علام نے اس کی دو توجیہ کی ہیں ایک یہ ہے کہ مایشعر کم میں ما استفہام انکاری ہے، ای لا تدرون بأنہا اذا جاء ت الآيات لا يؤمنون، فلذلك تتمدنون ونحن نعلم ذلك فلا نتمنى بها، یعنی تم نہیں جانتے کہ اگر (فرمانی) معجزات بھی آجائیں تب بھی یہ لوگ یقیناً ایمان نہ لائیں گے، جیسا کہ میرے علم ازلی میں ہے۔

دوسری توجیہ فتح اُن بمعنى لعل سے بیان کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے، کہ یشعر کم کا مفعول ثانی محذوف ہے ای ما یشعر کم بایمانہم اور اُن بمعنى لعل، ای لعلہم اذا جاء تہم آية لا يؤمنون، اور لعل اس وقت اشفاق (توقع) کے لئے ہوگا اور توقع خدائی کلام میں یقینی الوقوع کے لئے آتا ہے یعنی اگر ان کے فرمانی معجزے بھی آجائیں تب بھی وہ یقیناً ایمان نہیں لائیں گے، مذکورہ دونوں توجیہوں سے کلام ظاہر کے مطابق ہو جائیگا، اور جن مفسرین حضرات نے، لا يؤمنون، میں لا کو زائدہ قرار دیا ہے ان کا مقصد بھی کلام کو ظاہر کے مطابق بنانا ہے، اِنَّ بالكسر کی صورت میں جملہ متانفہ ہوگا جو کہ ہمیشہ سوال مقدر کا جواب ہوتا ہے، گویا کہ سوال ہوا ما یشعر کم ما یکون منہم، اس کا جواب دیا انہا اذا جاء ت لا يؤمنون۔

قَوْلًا: وَنَقَلْبُ أَفَلَدَتَهُمْ، اس کا عطف لا يؤمنون پر ہے، ای وَمَا یشعر کم اَنَا حِينَئِذٍ نَقَلْبُ أَفَلَدَتَهُمْ، عن الحق فلا يفهمونه وَاَبْصَارُهُمْ فَلَا یَبْصُرُونَهُ فَلَا یُؤْمِنُونَ بِهَا۔

تسہیل المشکل:

وَمَا یُشْعِرُكُمْ أَنَّهُ إِذَا جَاءَتْ لَا یُؤْمِنُونَ، اِنّہا کو ابو عمر ابن کثیر اور مجاہد نے انہا بکسر الہمزہ پڑھا ہے، ابن مسعود رَوَى اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُ کی قراءت سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے مجاہد اور ابن زید نے کہا ہے کہ اس کے مخاطب مشرکین ہیں، اور فراء وغیرہ نے کہا ہے کہ اس کے مخاطب مومنین ہیں، اسلئے کہ جب مشرکین نے فرمانی معجزوں کا مطالبہ کرتے ہوئے آپ ﷺ سے کہا کہ اگر فلاں قسم کا معجزہ دکھا دو تو ہم ایمان لے آئیں گے تو اس وقت مسلمانوں کی خواہش ہوئی کہ کاش آپ ﷺ مشرکین کا مطلوبہ معجزہ دکھا دیں، اسی خواہش کے پیش نظر صحابہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا ”لو نزلت الآیۃ لعلہم یؤمنون“ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”وَمَا یُشْعِرُكُمْ أَنَّهُ إِذَا جَاءَتْ لَا یُؤْمِنُونَ“ اور اہل مدینہ و عجم و کسائی و عاصم وغیرہم نے اِنّہا فتح کے ساتھ پڑھا، اور ظلیل نے کہا ہے کہ اِنّہا بمعنى یزثی، اور عرب بولتے ہیں اِنْتِ السُّوقُ اِنَّکَ تَشْتَرِی لَنَا شِیْئًا، ای لعلک، فراء اور کسائی نے کہا ہے کہ ”لا یؤمنون“ میں لازائدہ ہے، اور آیت کے معنی ہیں و ما یشعر کم انہا، ای الآيات، اذا جاء ت یؤمنون“ اور یہ ایسا ہی ہے جیسا ”مَا مَنَعَكَ اَنْ لَا تَسْجُدَ“ میں لازائدہ ہے، مگر زجاج وغیرہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، اور نحاس نے کہا ہے کلام میں حذف ہے، تقدیر عبارت یہ ہے ”اِنّہا إِذَا جَاءَتْ لَا یؤمنون او یؤمنون“ پھر اس زائد مقدر کو علم سامع کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْح

بدیع السموات والارض، بدیع، موجد، نیا ایجاد کرنے والا، یہ لفظ قرآن میں صرف دو جگہ آیا ہے اول سورۃ بقرہ میں اور دوسرے یہاں، یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے بدیع، بروزن فعیل بمعنی مبدع، بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کے پیدا کرنے میں یکتا و بے مثال ہے کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں، اسی طرح وہ اس کے لائق ہے کہ وہ معبودیت میں بھی واحد ولا شریک ہو لیکن لوگوں نے ازراہ حقیقت اس ذات واحد کو چھوڑ کر اس کی مخلوق کو اس کا شریک ٹھہرا لیا ہے حالانکہ وہ اسی کی پیدا کردہ ہے، اور یہ سب کچھ شیاطین کی اتباع کی وجہ سے ہوا ہے، اسلئے یہ درحقیقت شیطان کی پرستش ہے۔

رُویت باری کا مسئلہ:

لاتندرکہ الابصار، ابصار، بصر کی جمع ہے، (نگاہ) انسان کی نظر کی رسائی خدا کی حقیقت اور نہ تک نہیں ہو سکتی، اس رویت کی نفی سے مراد دنیا میں رویت بصری کی نفی ہے، صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے کہ روز قیامت ایمان والے اللہ کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور جنت میں بھی دیدار باری تعالیٰ نصیب ہوا کرے گا، معتزلہ کا عقیدہ اس کے خلاف ہے وہ دیدار باری کے مطلقاً منکر ہیں اور اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں، حالانکہ اس کا تعلق دنیا سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا میں بہ چشم ممکن نہیں ہے، اسی لئے حضرت عائشہ بھی اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ جس شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ نبی (ﷺ) نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی اس نے قطعاً دروغ گوئی کی (صحیح بخاری، سورۃ انعام) البتہ آخرت کی زندگی میں یہ دیدار ممکن ہوگا، جس کا دوسرے مقام پر قرآن نے اثبات فرمایا ہے ”وَجُوهٌ یُّوْ مُنْذِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاطِرَةٌ“ کئی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

بصائر۔ بصیرۃ کی جمع ہے، روشنی قلب کو کہتے ہیں یہاں مراد دلائل و براہین ہیں جو قرآن میں بار بار اور جگہ جگہ بیان کئے گئے ہیں اور نبی (ﷺ) نے احادیث میں بھی بیان فرمایا ہے۔

قد جاء کم بصائر من ربکم، مطلب یہ ہے کہ تمہارے رب کی طرف سے بصیرت کی روشنیاں آچکی ہیں اب جو بینائی سے کام لے گا وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو اندھا بنارہے گا وہ خود نقصان اٹھائیگا۔

و کذلک نصر فی الآیات، یعنی ہم تو حید اور اس کے دلائل کو اس طرح کھول کھول کر اور مختلف انداز سے بیان کرتے ہیں کہ مشرکین یہ کہنے لگتے ہیں کہ محمد (ﷺ) کسی سے پڑھ کر اور سیکھ کر آتا ہے حالانکہ حقیقت ایسی نہیں ہے۔

وما انت علیہم بوکیل، مطلب یہ ہے کہ آپ (ﷺ) کو صرف داعی اور مبلغ بنا کر بھیجا گیا ہے کو تو ال نہیں، آپ کا کام

صرف اتنا ہے کہ لوگوں کے سامنے اظہار حق کر دیں اور اظہار حق میں اپنی حد تک کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں، اب اگر کوئی قبول نہیں کرتا تو نہ کرے، اس کا بار آپ کے اوپر نہیں اور نہ آپ کی یہ ذمہ داری، اگر فی الواقع حکمت الہی کا تقاضہ یہ ہوتا کہ دنیا میں کوئی باطل پرست نہ رہے تو اس کا ایک ہی تکنیکی اشارہ تمام انسانوں کو حق پرست بنانے کے لئے کافی ہو سکتا تھا مگر حکمت الہی کا تو مقصد ہی کچھ اور ہے وہ یہ کہ انسان کو حق و باطل کے انتخاب کی آزادی باقی رہے اور حق کی روشنی ان کے سامنے پیش کر کے اس کی آزمائش کی جائے کہ حق و باطل میں سے وہ کس کو پسند کرتا ہے۔

ولا تسبوا الذین الخ اس آیت میں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ اپنی تبلیغ کے جوش میں وہ اتنے بے قابو نہ ہو جائیں کہ معاملہ بحث و تکرار سے بڑھ کر گالی گلوچ تک پہنچ جائے، کیونکہ یہ چیز ان کو حق سے قریب کرنے کے بجائے اور زیادہ دور کر دے گی اور ضد میں وہ بھی تمہارے معبود اور پیشواؤں کی تحقیر و تذلیل پر آتے آئیں گے۔

شان نزول:

واقسموا باللہ جہد ایمانہم الخ، تفسیر ابن جریر وغیرہ میں مجاہد کے قول کے مطابق ان آیتوں کا جو شان نزول بیان کیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ قریش آنحضرت ﷺ سے مختلف قسم کے معجزوں کا مطالبہ کیا کرتے تھے، اور قسمیں کھا کر یہ کہا کرتے تھے کہ ان معجزوں کے دیکھ لینے کے بعد وہ اسلام کے تابع ہو جائیں گے مشرکوں کی قسموں کو دیکھ کر مسلمانوں کی بھی یہ خواہش ہوتی تھی کہ ان معجزوں کا ظہور ہو جائے تو بہت اچھا ہو، تا کہ مشرکین بھی دائرۃ اسلام میں داخل ہو جائیں، مشرکین کے فراموشی معجزوں میں کوہ صفا کو سونے کا بنادینا اور صحراء عرب کو زرخیز بنادینا شامل تھے اللہ تعالیٰ ان کے حال سے بخوبی واقف ہے جس طرح معجزہ شق القمر کو دیکھ کر ان کے دل متاثر نہیں ہوئے ان معجزوں کو دیکھ کر بھی متاثر نہ ہوں گے۔

وَلَوْ أَنَّا نَزَّلْنَاهُ إِلَيْهِمُ الْمَلِکَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْیٰی کَمَا افْتَرَحُوا وَحَشَرْنَا جَمْعَنَا عَلَیْهِمْ کُلَّ شَیْءٍ قَبْلَ بَضْمَتَیْنِ جَمْعٌ قَبِیلِ اِی فَوْجًا فَوْجًا وَبِکْسَرِ السَّقَافِ وَفَتْحِ الْبَاءِ اِی مُعَايَنَةً فَتَشْهَدُوْا بِصِدْقِکَ مَا کَانُوْا یُؤْمِنُوْا لِمَا سَبَقَ فِی عِلْمِ اللّٰهِ اِلَّا لَکِن اَنْ یَّشَاءَ اللّٰهُ اِیْمَانُہُمْ فِیُؤْمِنُوْنَ وَلَکِنْ اَکْثَرُہُمْ یَظْهَلُوْنَ ۝۱۱ ذٰلِکَ وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لَکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا کَمَا جَعَلْنَا هٰؤُلَاءِ اَعْدَاکَ وَیُبَدِّلُ مِنْہِ شَیْطٰنٍ مَّرَدَّةَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوحِیْ یُؤَسَّسُ بَعْضُہُمْ اِلٰی بَعْضٍ تُخَرِّفُ الْقَوْلَ مُمَوَّہٌ مِنَ الْبَاطِلِ غُرُوْرًا اِی لِیَغْرُوْہُمْ وَلَوْ شَاءَ رَبُّکَ مَا فَعَلُوْہُ اِی الْاِیْحَاءِ الْمَذْکُوْرَ فَذَرَّہُمْ دَعِ الْکُفَّارَ وَمَا یَفْتَرُوْنَ ۝۱۲ مِنَ الْکُفْرِ وَغَیْرِہِ مِمَّا رَزَّیْنٰ لَہُمْ وَہَذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْقِتَالِ وَلِتَصْغٰی عَطْفٌ عَلٰی غُرُوْرِ اِی تَمِیْلُ اِلَیْہِ اِی الزَّخْرِیْ اَفْیِدَةُ قُلُوْبِ الدِّیْنِ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِیَرْضُوْہُ وَلِیَقْتَرِفُوْا یُکْتَسِبُوْا مَا ہُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ۝۱۳ مِنَ الذُّنُوْبِ فِیُعَاقَبُوْا عَلَیْہِ وَنَزَلَ لِمَا طَلَبُوْا مِنَ النَّبِیِّ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَہُ وَبَیْنَہُمْ حَکْمًا اَفْغَیْرَ اللّٰہِ اَبْتَغٰی اَطْلُبُ حَکْمًا قَاضِیًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ الْقُرْآنَ مُفَصَّلًا مُبَيِّنًا فِيهِ الْحَقُّ مِنَ الْبَاطِلِ وَالَّذِينَ آتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ التَّوْرَةَ كَعَبِدَ اللَّهِ بِنِ سَلَامٍ وَأَصْحَابِهِ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنْزَلٌ بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ مِّنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تُكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿١٥﴾ الشَّاكِّينَ فِيهِ وَالْمَرَادُ بِذَلِكَ التَّقْرِيرُ لِلْكَفَّارِ أَنَّهُ حَقٌّ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ بِالْأَحْكَامِ وَالْمَوَاعِيدِ صِدْقًا وَعَدْلًا تَمَيِّزٌ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِهِ بِقِصَصٍ أَوْ خَلْفٍ وَهُوَ السَّمِيعُ لِمَا يُقَالُ الْعَلِيمُ ﴿١٦﴾ بِمَا يُفْعَلُ وَإِنْ تُطِيعُوا أَكْثَرَ مَنَ فِي الْأَرْضِ أَيْ الْكَفَّارِ يُضِلُّوكُمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ دِينِهِ إِنْ مَا يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ فِي مُجَادَلَتِهِمْ لَكَ فِي أَمْرِ الْمَنِيَّةِ إِذْ قَالُوا مَا قَتَلَ اللَّهُ أَحَدًا أَنْ تَأْكُلُوهُ مَا قَتَلْتُمْ وَإِنْ مَا هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿١٧﴾ يَكْذِبُونَ فِي ذَلِكَ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ أَيْ عَالِمٌ مِّنْ يُضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١٨﴾ فَيُجَازِي كُلًّا مِنْهُمْ فَكُلُّوْا مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ أَيْ ذُبِحَ عَلَى اسْمِهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١٩﴾ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ مِنْ الدُّبَائِحِ وَقَدْ فَضَّلَ بِالْبَنَاءِ لِلْمَفْعُولِ وَلِلْفَاعِلِ فِي الْفِعْلَيْنِ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ فِي آيَةِ حُرْمَتِ عَلَيْكُمْ الْمَنِيَّةِ إِلَّا مَا اضْطُرُّوا إِلَيْهِ مِنْهُ فَهُوَ أَيْضًا حَلَالٌ لَكُمْ الْمَعْنَى لَا مَنَعَ لَكُمْ مِنْ أَكْلِ مَا ذَكَرَ وَقَدْ بَيَّنَّ لَكُمْ الْمُحَرَّمَ أَكَلُهُ وَهَذَا لَيْسَ مِنْهُ وَإِنْ كَثِيرًا لِيُضِلُّوكُمْ بِفَتْحِ الْبَاءِ وَضَمِّهَا بِأَهْوَاءِهِمْ بِمَا تَهْوَاهُ أَنْفُسُهُمْ مِنْ تَحْلِيلِ الْمَنِيَّةِ وَغَيْرِهَا بِغَيْرِ عِلْمٍ يَغْتَمِدُونَهُ فِي ذَلِكَ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿٢٠﴾ الْمُتَجَاوِزِينَ الْحَلَالَ إِلَى الْحَرَامِ وَذَرُّوْا تَزَكُّوْا ظَاهِرُ الْإِثْمِ وَبَاطِنُهُ عِلَانِيَّتُهُ وَسِرُّهُ وَالْإِثْمُ قِيلَ الزَّنا وَقِيلَ كُلُّ مَعْصِيَةٍ إِنْ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ فِي الْآخِرَةِ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٢١﴾ يَكْتَسِبُونَ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ بَانَ مَاتَ أَوْ ذُبِحَ عَلَى اسْمِ غَيْرِهِ وَالْأَفْأَمَا ذُبَحَهُ الْمُسْلِمُ وَلَمْ يُسَمِّ فِيهِ عَمْدًا أَوْ نِسْيَانًا فَهُوَ حَلَالٌ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَأَنَّهُ أَيْ الْأَكْلُ مِنْهُ لَفْسُقٌ خُرُوجٌ عَمَّا يَجِبُ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُوهِنَ يُوسُوسُونَ إِلَى أَوَّلِهِمْ الْكَفَّارِ لِيَجَادِلُوَكُمْ فِي تَحْلِيلِ الْمَنِيَّةِ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ فِيهِ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿٢٢﴾

ع

تَرْجُمَةُ:

اور اگر ہم ان پر فرشتے نازل کر دیتے اور ان کی تجویز کے مطابق مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ان کی آنکھوں کے سامنے (دنیا بھر کی) ہر قسم کی چیزیں جمع کر دیتے قُبْلًا قَاف اور بَاء کے ضمہ کے ساتھ قبیل کی جمع ہے بمعنی گروہ، اور ایک قراءت میں قَاف کے کسرہ اور بَاء کے فتح کے ساتھ ہے بمعنی روبرو (نظروں کے سامنے) اور وہ آپ کی صداقت کی شہادت دیتے تب بھی اللہ کے علم ازلی کے مطابق یہ ایمان لانے والے نہیں تھے، اَلَا یہ کہ مشیت الہی کا تقاضہ یہی ہو تو ایمان لا سکتے ہیں، لیکن ان میں سے زیادہ تر لوگ اس معاملہ میں جہالت کی باتیں کرتے ہیں جس طرح ہم نے ان لوگوں کو آپ کا دشمن بنادیا ہے اسی طرح ہم نے انسانی سرکش شیطانوں اور جناتی شیطانوں کو ہر نبی کا دشمن بنادیا ہے اور شیطانیں الانس النخ (عدو) سے بدل ہے جو آپس میں ایک دوسرے سے دوسرے کے ذریعہ چکنی چڑی باتیں کرتے رہتے ہیں باطل سے طمع کی

ہوئی باتیں تاکہ ان کو فریب میں مبتلا کر سکیں، اگر تیرے رب کی مشیت نہ ہوتی تو یہ وسوسہ (مذکورہ) کی جرأت کبھی نہ کر سکتے تو آپ کفار کو اور ان کی افتراء پر دازی (یعنی) کفر وغیرہ کو جس کو انکے لئے آراستہ کر دیا گیا ہے (ان کی حالت پر) چھوڑ دو، اور یہ حکم جہاد سے پہلے کا حکم ہے، اور تاکہ ان لوگوں کے دل جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے چکنی چڑی باتوں کی طرف مائل ہو جائیں، (لتصغی) کا عطف غروراً پر ہے تاکہ وہ جن گناہوں کا ارتکاب کرنا چاہتے ہیں ارتکاب کریں جن کی پاداش میں ان کو سزا دی جائے، اور جب مشرکین نے آپ ﷺ سے اپنے اور آنحضرت ﷺ کے درمیان حکم طلب کیا تو یہ آیت نازل ہوئی، تو کیا میں اللہ کے علاوہ کسی اور کو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والے کو طلب کروں حالانکہ وہ ایسی ذات ہے کہ جس نے تمہاری طرف ایک مفصل کتاب (قرآن) نازل کی جس میں حق کو باطل سے ممتاز کیا گیا ہے، اور وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب تورات دی ہے جیسا کہ عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی، اس بات کو جانتے ہیں کہ قرآن تمہارے رب کی جانب سے حق کے ساتھ نازل کیا گیا ہے (منزل) میں تخفیف اور تشدید دونوں جائز ہیں، لہذا تم قرآن کے بارے میں شک کرنے والوں میں نہ ہو اور مراد مذکورہ بیان سے کافروں سے قرآن کے حق ہونے کا اقرار کرنا ہے اور آپ کے رب کا کلام احکام و مواعید کی صداقت و عدالت کے اعتبار سے کامل ہے (صدقاً اور عدلاً) تمیز ہے اس کے کلام میں نقص یا خلاف واقعہ ثابت کر کے کوئی تبدیلی کرنے والا نہیں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ اس کا سننے والا اور جو کچھ کیا جاتا ہے اس کا جاننے والا ہے اور دنیا میں زیادہ تر لوگ کفار ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا مانیں تو وہ تم کو اللہ کی راہ یعنی دین سے بے راہ کر دیں یہ لوگ مردار کے بارے میں آپ سے مباحثہ کرنے میں محض خیالات کی پیروی کرتے ہیں جبکہ انہوں نے کہا کہ جس کو اللہ نے قتل کیا وہ کھانے کے زیادہ لائق ہے بہ نسبت اس کے کہ جس کو خود تم نے قتل کیا ہے، یہ لوگ محض قیاسی باتیں کرتے ہیں (یعنی) وہ اس معاملہ میں کذب بیانی کرتے ہیں، بالیقین آپ کا رب اس شخص کو بخوبی جانتا ہے جو اس کے راستہ سے بھٹک گیا اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جو سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں چنانچہ ان میں سے ہر ایک کو وہ جزاء دے گا، سو جس جانور پر اس کا نام لیا گیا ہے یعنی اس کے نام پر ذبح کیا گیا ہے تم کو اس میں سے کھانے کی اجازت ہے اگر تم اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو آخر کیا وجہ ہے کہ تم ایسے مذبوح جانور سے نہ کھاؤ کہ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے حالانکہ اللہ نے (آیۃ) حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمِیْتَةُ میں ان سب جانوروں کی تفصیل بیان کر دی ہے جو تم پر حرام کئے گئے ہیں (فُصِّلَ وَحُرِّمَتْ) میں مجہول اور معروف دونوں قراءتیں ہیں دونوں فعلوں میں، مگر وہ بھی جب کہ تم اس کے لئے شدید مجبور ہو جاؤ تو تمہارے لئے حلال ہے مطلب یہ ہے کہ مذکورہ چیزوں سے کھانے سے تمہارے لئے کوئی مانع نہیں ہے، تمہارے لئے ان چیزوں کو بیان کر دیا گیا ہے جن کا کھانا تمہارے لئے حرام کر دیا گیا ہے، اور یہ ان میں سے نہیں ہے، اور یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے لوگوں کا حال یہ ہے کہ علم کے بغیر کہ جس پر اس بارے میں اعتماد کریں محض اپنی خواہشات کی بنا پر یعنی اپنے نفس کی خواہش کے مطابق مردار وغیرہ کے حلال ہونے کے بارے میں لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں (لیعضلون) یاء کے فتح اور ضمہ کے ساتھ ہے، بلاشبہ تمہارا رب حد سے تجاوز کرنے والوں سے بخوبی واقف ہے (یعنی) حلال سے حرام کی جانب

تجاوز کرنے والوں کو (بخوبی) جانتا ہے (اے مسلمانو) تم ظاہری گناہ سے بھی بچو اور باطنی گناہ سے بھی بچو (یعنی) علانیہ گناہ سے بھی اور پوشیدہ گناہ سے بھی، اور کہا گیا ہے کہ اثم سے مراد زنا ہے اور کہا ہے کہ (اثم) ہر معصیت ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جو لوگ گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں ان کو آخرت میں ان کے کئے کی سزا دی جائے گی اور اس جانور سے نہ کھاؤ جس پر (بوقت ذبح) اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، بایں طور کہ (از خود) مر گیا ہو یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، ورنہ تو جس کو مسلمان نے ذبح کیا ہو اور اس پر قصد یا نسیاناً اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو تو وہ حلال ہے یہ ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا قول ہے اور یہی امام شافعی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مذہب ہے بلاشبہ یہ (یعنی) اس میں سے کھانا فسق ہے (یعنی) حلال سے (حرام کی جانب) تجاوز کرنا ہے اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کافروں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے مردار کے حلال ہونے میں (تم سے) مجادلہ کریں اور اگر تم اس معاملہ میں ان کی اطاعت کرو گے تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔

تَحْقِیْقُ وَتَرْکِیْبُ تَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: جَمْعُ قَبِیْلٍ، قَبْلُ قَبِیْلٍ کی جمع ہے جیسے رُغْفُ رَغِیْفُ کی جمع ہے، بمعنی جماعت گروہ اور بعض کے نزدیک قَبْلُ کی جمع ہے، بمعنی نظروں کے سامنے قُبْلًا، کُلُّ سے حال ہے۔

قَوْلُهُ: شَیْطٰنِیْنَ عَدُوًّا سے بدل ہے۔

قَوْلُهُ: مَرْدَۃً، اس اضافہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ شیاطین کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں اس لئے کہ انسان حقیقی شیطان نہیں ہوتا سرکش کی وجہ سے انسان کو شیطان کہہ دیا جاتا ہے۔

قَوْلُهُ: یُوسُوسُ، یُوحِی کی تفسیر یُوسُوسُ سے کرنے کا مقصد ایک سوال کا جواب ہے۔

سَوَالٌ: وحی کی نسبت شیطان کی طرف کرنا جائز ہی نہیں بلکہ محال ہے۔

جَوَابٌ: وحی سے مراد وسوسہ ہے، لہذا کوئی اعتراض نہیں۔

قَوْلُهُ: جَعَلْنَا هَؤُلَاءِ اَعْدَاۤئَكَ، اس عبارت کے اضافہ کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ جَعَلَ بمعنی صَيَّرَ ہے، جو دو مفعول چاہتا ہے اول مفعول عَدُوًّا ہے جو کہ مؤخر ہے اور لکل نبی مفعول ثانی ہے جو مقدم ہے اور شیاطین الانس والجن، عَدُوًّا سے بدل ہے، اور بعض حضرات نے عَدُوًّا کو مفعول ثانی کہا ہے اور شیاطین مفعول اول ہے اور لکل محذوف سے متعلق ہو کر عَدُوًّا سے حال ہے۔

قَوْلُهُ: مَرْدَۃً، یہ مار ڈک کی جمع ہے بمعنی سرکش۔

قَوْلُهُ: لِيَغُرُّوْهُمْ اس میں اشارہ ہے کہ غروراً مفعول لہ ہے۔

قَوْلُهُ: عَطْفٌ عَلٰی غُرُوْرًا لِتَصْفٰی کا عطف غروراً پر ہے لتصفیٰ چونکہ غروراً کی علت ہے لہذا معطوف اور معطوف

علیہ میں عدم مناسبت کا اعتراض بھی نہیں ہو سکتا۔

قَوْلُهُ: الْمُرَادُ بِذَلِكَ التَّفْرِيرُ أَنَّهُ حَقٌّ، اس اضافہ کا مقصد ایک شبہ کو دفع کرنا ہے۔

شبہ: فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُتَمَتِّعِينَ، میں آنحضرت ﷺ کو قرآن کے من جانب اللہ ہونے میں شک کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، حالانکہ آپ کے شبہ کرنے کا سوال ہی نہیں تھا اس لئے کہ قرآن تو خود آنحضرت ہی پر نازل ہوتا تھا تو پھر شک کا کیا مطلب ہے۔

جواب: جواب کا حاصل یہ ہے کہ امتراء کا تعلق حقانیت قرآن کے بارے میں کفار اہل کتاب کے علم سے ہے یعنی کفار سے قرآن کے برحق اور من جانب اللہ ہونے کا اقرار کرانا ہے، اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ کلام میں تعریض ہے خطاب اگرچہ آپ ﷺ کو ہے مگر مراد کفار اہل کتاب ہیں۔

قَوْلُهُ: تَمَّتْ، ای بلغت الغایۃ اخبارہ مواعیدہ۔

قَوْلُهُ: صَدَقًا وَعَدَلًا، صدقاً کا تعلق مواعید سے ہے اور عدلاً کا تعلق احکام سے ہے، یہ لف و نشر غیر مرتب کے طور پر ہے۔

قَوْلُهُ: ای عالم، مفسرِ عالم نے اعلم کی تفسیر عالم سے کر کے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے۔

اعتراض: اسم تفصیل اسم ظاہر کو نصب نہیں دیتا الا فی مسئلۃ الکحل کما تقرّر فی النحو، حالانکہ یہاں اعلم من یضل کو نصب دے رہا ہے اسلئے کہ من یضل محل میں نصب کے ہے۔

جواب: من یضل اعلم کی وجہ سے منصوب نہیں ہے بلکہ اعلم معنی میں عالم کے ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

وَلَوْ اَنَّا نَزَّلْنَاهُ الْبَیِّنَاتِ الْمَلَاحِكَةَ الْخ، یہ آیت ماقبل میں مذکور اجمال کی تفصیل ہے ماقبل میں مذکور ہو چکا ہے کہ مشرکین مکہ نے جب مخصوص قسم کے معجزے طلب کئے مثلاً یہ کہ کوہ صفا سونے کا کر دیا جائے یا عرب کا ریگ زار کشت زار بنا دیا جائے یا مکہ کے اطراف کے پہاڑ ہٹا کر ہموار میدان کر دیا جائے تو مومنین اخلصین کی یہ خواہش ہوئی کہ کاش اللہ تعالیٰ مشرکین کے فرامشی معجزوں کو اتمام حجت کے طور پر آپ ﷺ کے ہاتھ پر ظاہر فرما دیتے تاکہ حجت تام ہو جاتی اور مشرکوں کیلئے ایمان لانے میں کوئی عذر باقی نہ رہتا نیز اس طرح اسلام کو قوت حاصل ہو جاتی۔

مومنین کی خواہش کے جواب میں فرمایا جا رہا ہے کہ اگر ان کی فرمائش کے موافق بلکہ اس سے بھی بڑھکر مثلاً اگر آسمان سے فرشتے اتر کر آپ کی رسالت کی تصدیق کریں اور مردے قبروں سے نکل کر ان سے باتیں کرنے لگیں اور گزشتہ تمام امتوں کو زندہ کر کے ان کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا جائے تب بھی سوء استعداد اور تعنت و عناد کی وجہ سے لوگ حق کو ماننے والے نہیں، البتہ اگر خدا چاہے تو زبردستی منوا سکتا ہے لیکن ایسا چاہنا اس کی حکمت اور تکوینی نظام کے خلاف ہے جس کو ان میں کے اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

و كذلك جعلنا لكل نبي الخ یعنی آج اگر شیاطین جن و انس متفق ہو کر آپ کے مقابلہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں تو فکر مند ہونے کی کوئی بات نہیں ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جو کہ آپ ہی کے ساتھ پیش آرہی ہے، ہر زمانہ میں ایسا ہی ہوتا آیا ہے کہ جب بھی کوئی پیغمبر دنیا کو راہِ راست دکھانے کے لئے اٹھا تو تمام شیطانی قوتیں اس کے مشن کو ناکام کرنے کے لئے کمر بستہ ہو گئیں۔

خدا کو منظور یہی ہے کہ جب تک نظامِ عالم قائم رکھنا ہے نیکی اور بدی، ہدایت و ضلالت کی حریفانہ جنگ جاری رہے، جس طرح آج یہ مشرکین و معاندین آپ کو بیہودہ فرمائشوں سے دق کرتے ہیں اور مختلف حیلوں سے لوگوں کو جادہ حق سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح ہر پیغمبر کے مقابل شیطانی قوتیں کام کرتی رہی ہیں، اسی غرض فاسد کیلئے شیاطین الجن والانس باہم تعاون کرتے ہیں اور ان کی یہ عارضی آزادی اسی عام حکمت اور نظامِ تکوینی کے ماتحت ہے، اسلئے آپ ان کی فریب دہی سے زیادہ فکر میں نہ پڑیں آپ ان سے اور ان کے کذب و افتراء سے قطع نظر کر کے معاملہ کو خدا کے سپرد کر دیں۔

شان نزول:

أَفَعِیْرَ اللّٰہِ ابْتَغٰی حَکْمًا، مشرکین مکہ آنحضرت ﷺ سے یہ کہا کرتے تھے کہ اہل کتاب میں سے کسی کو ثالث قرار دیا جائے اگر وہ قرآن کو کلامِ الہی کہہ دے تو ہم لوگ آپ کے نبی برحق اور قرآن کے کلامِ الہی ہونے کے قائل ہو جائیں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں، اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان مقدمہ نبوت و رسالت میں اختلاف و نزاع ہے میں اس کا مدعی ہوں اور تم منکر اور اس نزاع و اختلاف کا فیصلہ احکم الحاکمین کی عدالت سے میرے حق میں اس طرح ہو چکا ہے کہ میرے اس دعوے پر کافی ثبوت اور دلائل موجود ہیں خود قرآن کا اعجاز ہے جس نے نہ صرف عالم عرب کو بلکہ اقوامِ عالم کو چیلنج کیا کہ اس کے کلامِ الہی ہونے میں کسی کو شبہ ہو تو اس کلام کی ایک چھوٹی سی سورت یا آیت کا مقابلہ کر کے دکھا دے جس کے جواب میں پورا عرب عاجز رہا، اور وہ لوگ آنحضرت ﷺ کو شکست دینے اور عاجز کرنے کے لئے اپنی جان، مال، اولاد، عزت و آبرو سب کچھ قربان کرنے کو تیار تھے ان میں سے ایک بھی ایسا نہ نکلا کہ قرآن کے مقابلہ کے لئے ایک چھوٹی سی چھوٹی آیت بنا کر پیش کر دیتا، یہ کھلا ہوا معجزہ کیا قبول حق کے لئے کافی نہ تھا؟ کہ ایک امی جس نے کہیں تعلیم حاصل نہیں کی اس کے پیش کئے ہوئے کلام کے مقابلہ میں پورا عرب بلکہ پوری دنیا عاجز ہو جائے، یہ درحقیقت احکم الحاکمین کی عدالت سے واضح فیصلہ ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول اور قرآن اللہ جل شانہ کا کلام ہے۔

کفار کی جانب سے ایک مغالطہ:

کفار نے ملہانوں کے دلوں میں یہ شبہ ڈالنا چاہا کہ اے مسلمانو تم اللہ کے مارے ہوئے جانور کو تو کھاتے نہیں ہو اور اپنے مارے ہوئے یعنی ذبح کئے ہوئے کو کھاتے ہو اس کی کیا وجہ ہے؟ ابوداؤد اور حاکم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ

بعض مسلمانوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں یہ شبہ نقل کیا اس پر یہ آیتیں المشرکون تک نازل ہوئیں۔
حاصل یہ کہ تم مسلمان ہو قرآن پر تمہارا ایمان ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حلال و حرام کی تفصیل بیان فرمادی ہے لہذا اس پر چلتے رہو حلال پر حرام ہونے کا اور حرام پر حلال ہونے کا شبہ مت کرو اور مشرکوں کے وسوسوں کی طرف التفات نہ کرو۔

متروک التسمیہ مذبوح کا حکم:

چونکہ آیت پاک لا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وَاِنَّہٗ لَفَسْقٌ، میں صاف حکم دیا گیا ہے کہ جس جانور پر (بوقت ذبح) اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ، اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ کے چند مسائل تحریر کر دیئے جائیں۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک:

امام احمد، امام شعبی اور ابن سیرین رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ جس جانور کو اللہ کا نام لئے بغیر ذبح کیا گیا ہو اسے کھانا جائز نہیں، اس سے قطع نظر کہ قصد ایسا کیا گیا ہو یا بھول کر ایسا ہو گیا، ان حضرات کا متدل مذکورہ آیت ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک:

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ اگر نسیاناً بسم اللہ متروک ہو گئی تو ایسے جانور کو کھانا جائز ہے۔
(الف): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے متروک التسمیہ نسیاناً کا حکم دریافت فرمایا تو آپ نے فرمایا ”ہر مسلمان کی زبان پر اللہ کا نام موجود ہے“ (دارقطنی) ایک روایت میں زبان کے بجائے قلب کا لفظ ہے۔

(ب): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”کہ مسلمان اگر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا بھول جائے تب بھی اس کو اللہ کا نام لے کر کھائے۔“ (دارقطنی)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک وہی ہے جو امام مالک سے مروی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک:

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ ذبح کرتے ہوئے اگر بسم اللہ کو قصد ترک کر دیا یا سہواً ترک ہو گئی تو اس جانور کا کھانا درست ہے ان کی دلیل ہے کہ ہر مومن کے قلب میں اللہ کا نام ہوتا ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متروک التسمیہ سے

غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور مراد لیتے ہیں، اسلئے کہ مذکورہ آیت میں نہ کھانے کا سبب فق بتلایا گیا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فق کا مصداق اس جانور کو لیتے ہیں جس پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

وَنَزَلَ فِیْ اٰنِیْ جَهْلٍ وَغَیْرِہِ اَوْ مَن كَانَ مَیْتًا بِالْکُفْرِ فَاحْیَیْنٰہُ بِالْہَدٰی وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ یَبْصُرُ بِہِ الْحَقُّ مَن غَیْرِہِ وَہُوَ الْاِیْمَانُ کَمَنْ مَثَلُہٗ کَمَنْ مَثَلُہٗ مِثْلُ زَانِدٍ اٰی کَمَنْ ہُوَ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخٰلٍ مِّنْہَا وَہُوَ الْکٰفِرُ لَا کَذٰلِکَ کَمَا زَیْنٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ الْاِیْمَانُ زَیْنٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۰﴾ مَن الْکُفْرِ وَالْمَعَاصِیْ وَکَذٰلِکَ کَمَا جَعَلْنَا فُسٰقَ مَکَہٗ اَکْبَرِہَا جَعَلْنَا فِیْ کُلِّ قَرْیَۃٍ اَکْبَرٌ مُّجْرِمِہَا لِنَمُکِّرُوْا فِیْہَا بِالْصِّدِّ عَنِ الْاِیْمَانِ وَمَا یَمُکِّرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِہِمۡ لَانَ وَبَالَہٗ عَلَیْہِمۡ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۳۱﴾ بِذٰلِکَ وَاِذَا جَآءَ تَہُمْ اٰیَ اٰہْلِ مَکَہٗ اٰیَہٗ عَلٰی صِدْقِ النَّبِیِّ صَلٰی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَمَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِہٖ حَتّٰی نُوْتٰی مِثْلَ مَا اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ مِّنَ الرِّسَالَةِ وَیُوْحٰی اِلَیْنَا لَآنَا اَکْثَرُ مَا لَا وَاکْبَرُ سِیْنَا قَالَ تَعَالٰی اللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَہٗ بِالْجَمْعِ وَالْاِفْرَادِ وَحِیثُ مَفْعُولُ بِہٖ لِیَفْعَلَ دَلَّ عَلَیْہِ اَعْلَمُ اٰی یَعْلَمُ الْمَوْضِعَ الصَّالِحَ لَوْ ضَعِیْہَا فِیْہِ وَہُوْلَآءِ لَیْسُوْا اَہْلًا لَّہَا سِیَّصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرُمُوْا بِقَوْلِہِمۡ ذٰلِکَ صَغَارٌ ذُلٌّ عِنْدَ اللّٰہِ وَعَذَابٌ شَدِیْدٌ لِّمَا کَانُوْا یَمُکِّرُوْنَ ﴿۳۲﴾ اٰی بِسَبَبِ مَکْرِہِمۡ فَمَنْ یُّرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یَّہْدِیْہٖ یُشْرِحْ صَدْرَہٗ لِّلْاِسْلَامِ بِاَنْ یَقْدَفَ فِی قَلْبِہٖ نُوْرًا فِیَنْفَسِیْخَ لَہٗ وَیَقْبَلُہٗ کَمَا وَرَدَ فِی حَدِیْثٍ وَمَنْ یُّرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضِیْقًا بِالتَّخْفِیْفِ وَالتَّشْدِیْدِ عَنِ قُبُوْلِہٖ حَرَجًا شَدِیْدَ الضِّیْقِ بِکَسْرِ الرَّاءِ صِفَہٗ وَفَتْحِہَا مَصْدَرٌ وَصِفَ بِہٖ مَبَالِغَہٗ کَاثِمًا یَصْعَدُ وَفِی قِرَآءَۃٍ یَصَّاعَدُ وَفِیْہَا اِدْغَامُ التَّاءِ فِی الْاَصْلِ فِی الصَّادِ وَفِی الْاٰخَرٰی بِسُکُوْنِہَا فِی السَّمَآءِ اِذَا کُلِفَ الْاِیْمَانُ لَشَدِیْقَہٗ عَلَیْہِ کَذٰلِکَ الْجَعْلُ یَجْعَلُ اللّٰہُ الرِّجْسَ الْعَذَابِ اَوِ الشَّیْطَانِ اٰی یُسَلِّطُہٗ عَلٰی الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَہٰذَا الَّذِیْ اَنْتَ عَلَیْہِ یَا مُحَمَّدٌ صِرَاطٌ طَرِیْقٌ رَبِّکَ مُسْتَقِیْمًا لَا عِوَجَ فِیْہِ وَنَضْبَہٗ عَلٰی الْحَالِ الْمُؤَكَّدَہٗ لِلْجَمْلَہٗ وَالْعَابِلُ فِیْہَا مَعْنٰی الْاِشَارَۃِ قَدْ فَصَّلْنَا بَیْنَ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَذْکُرُوْنَ ﴿۳۴﴾ فِیہِ اِدْغَامُ التَّاءِ فِی الْاَصْلِ فِی الذَّالِ اٰی یَتَعَطُّوْنَ وَخُصُّوْا بِالذِّکْرِ لَانْہِمُ الْمُتَنَفِّعُوْنَ بِہَا لَہُمْ دَارُ السَّلَامِ اٰی السَّلَامَۃُ وَہِیَ الْجَنَّةُ عِنْدَ رَبِّہِمۡ وَہُوَ وَلِیْہُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ اَذْکُرْ یَوْمَ یَحْشُرُہُمۡ بِالنَّوْنِ وَالْبِیَّاءِ اٰی اللّٰہُ الْخَلْقَ جَمِیْعًا وَیَقَالُ لَہِمۡ یَمَعْشَرُ الْجِنِّ قَدْ اَسْتَكْبَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ بِاِغْوَاۤئِکُمْ وَقَالَ اَوْلَیٰئُہُمْ الَّذِیْنَ اَطَاعُوْہُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْمَعْ بَعْضًا بِبَعْضٍ اِنْتَفَعَ الْاِنْسُ بِتَزْوِیْنِ الْجِنِّ لَہِمۡ الشَّہَوَاتُ وَالْجَنُّ بِطَاعَۃِ الْاِنْسِ لَہِمۡ وَبَلَّغْنَا اَجَلَنَا الَّذِیْ اَجَلْتُمْ لَنَا وَہُوَ یَوْمُ الْقِیَمَۃِ وَہٰذَا تَحْشُرُ مِنْہِمۡ قَالَ تَعَالٰی لَہِمۡ عَلٰی لِسَانِ الْمَلٰٓئِکَۃِ النَّارُ مَثْوٰیکُمْ مَا وُکِّمَ خُلَیْدِیْنَ فِیْہَا اَلَا مَا شَاءَ اللّٰہُ مِّنَ الْاَوْقَاتِ التِّیْ یَخْرُجُوْنَ فِیْہَا لِشُرْبِ الْحَمِیْمِ فَاَنْہَا خَارِجَہَا کَمَا قَالَ تَعَالٰی ثُمَّ اِنْ مَرَجِعْہِمۡ لَا اِلٰی الْجَحِیْمِ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنَّہٗ فِی مَنْ عَلِمَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْہُمْ یُؤْمِنُوْنَ فَمَا بِمَعْنٰی مَنْ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ فِی

صُنِعَ عَلَیْمٌ ۝۱۰ بِخَلْقِهِ وَكَذَٰلِكَ کَمَا مَتَّعْنَا غُصَّاةَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ نُّؤَلِّیْ مِنْ الْوَلَایَةِ بَعْضَ الظَّالِمِیْنَ بَعْضًا اِیْ عَلٰی بَعْضٍ یَّمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝۱۱ مِنَ الْمَعَاصِیِ .

۱۵

ترجمہ: اور (آئندہ آیت) ابو جہل وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی، کیا وہ شخص جو کفر کی وجہ سے مردہ ہو پھر ہم

نے اس کو ہدایت کے ذریعہ زندہ کر دیا ہو اور اس کو ایسا نور دیا ہو کہ جس کی روشنی میں لوگوں کے درمیان چلتا ہو (یعنی) اس نور کے ذریعہ حق و باطل کو دیکھتا ہو، اور وہ (نور) ایمان ہے اس جیسا لفظ (مثل) زائد ہے ہو سکتا ہے کہ جو تاریکیوں میں بھٹک رہا ہو؟ تاریکیوں سے نکل ہی نہ پاتا ہو اور وہ کافر ہے، نہیں ہو سکتا، جس طرح مومنوں کے لئے ایمان خوشنما بنا دیا گیا ہے اسی طرح کافروں کے لئے ان کے اعمال یعنی کفر و معاصی خوشنما بنا دیئے گئے ہیں اور جس طرح ہم نے مکہ کے سرغنوں کو فاسق (حد سے تجاوز کرنے والے) بنا دیا اسی طرح ہرستی میں اس کے بڑے مجرموں کو ایمان سے روک کر فاسق (حد سے تجاوز کرنے والے) بنا دیا تاکہ وہ لوگ وہاں مکر کریں اور وہ لوگ اپنے ہی ساتھ مکر کر رہے ہیں اس لئے کہ اس کا وبال ان ہی پر پڑنے والا ہے، اور ان کو اس کا احساس تک نہیں، اور جب مکہ والوں کے پاس نبی ﷺ کی صداقت کی کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے تا آن کہ ہم کو ایسی ہی رسالت نہ دیدی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے اور تا آن کہ ہم کو اطلاع نہ دی جائے، اس لئے کہ ہم ان سے مال میں زیادہ اور عمر میں بڑے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس بات کو تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی پیغمبری کس کے پاس بھیجے (رسالات) جمع اور افراد کے ساتھ ہے، اور حیث اس فعل کا مفعول بہ ہے جس پر اعلیٰ دلالت کر رہا ہے یعنی اس مناسب موقع کو خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنا پیغام بھیجے چنانچہ اسی جگہ اپنا پیغام بھیج دیتا ہے، اور یہ لوگ اس کے اہل نہیں ہیں، عنقریب ان لوگوں کو جنہوں نے مذکورہ بات کہہ کر جرم کا ارتکاب کیا اللہ کے نزدیک ان کے مکر کے سبب ذلت اور سخت عذاب لاحق ہوگا، سو جس شخص کو اللہ ہدایت پر ڈالنا چاہتا ہے تو اس کے سینے کو اسلام کیلئے کھول دیتا ہے، بایں طور کہ اس کے دل میں نور ڈال دیتا ہے جس کی وجہ سے اس کا دل کشادہ ہو جاتا ہے اور اس (اسلام) کو قبول کرتا ہے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، اور جس کو اللہ بے راہ رکھنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو قبول اسلام سے نہایت تنگ کر دیتا ہے (ضیقاً) تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے، (حَسْرَتاً) راء کے کسرہ کے ساتھ صفت ہے اور اس کے فتح کے ساتھ مصدر ہے بطور مبالغہ صفت لائی گئی ہے، (اسے اسلام کے تصور ہی سے) جب اس کو ایمان کا مکلف بنایا جاتا ہے تو اسلام اس پر بھاری ہونے کی وجہ سے اس کو یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ (اس کی روح) آسمان کی طرف پرواز کر رہی ہے، اور ایک قراءت میں (بَصْعَةً) کی بجائے یَصَاعِدُ ہے اور دونوں صورتوں میں اصل میں تاء کا صاد میں ادغام ہے، اور (ایک) دوسری قراءت میں صاد کے سکون کے ساتھ ہے، فعل مذکور کے مانند اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر عذاب کو یا شیطان کو مسلط کر دیتا ہے اور اے محمد ﷺ جس پر تم ہو یہی تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے اس میں کسی قسم کی کجی نہیں، اس پر نصب جملہ کا حال مؤکدہ ہونے کی وجہ سے ہے اور اس میں عامل اسم اشارہ ہے اپنے معنی کے

اعتبار سے، اور ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے آیتوں کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے اس میں اصل میں تاء کا ذال میں ادغام ہے یذکرون معنی میں یتعظون کے ہے، اور تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہی لوگ آیات سے نفع حاصل کرتے ہیں، اور ان ہی کے لئے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر یعنی جنت ہے اور وہی ان کا ولی ہے ان کے اعمال کی وجہ سے اس دن کو یاد کرو جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے نون اور یاء کے ساتھ، یعنی اللہ اپنی تمام مخلوق کو جمع کرے گا اور ان سے کہا جائیگا اے جنوں کی جماعت تم نے اغواء کے ذریعہ بہت سے انسانوں کو اپنا پیرو بنالیا، انسانوں میں سے جنوں کے وہ دوست جنہوں نے ان کی اطاعت کی کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہم میں سے ہر ایک نے ایک دوسرے سے خوب فائدہ اٹھایا (یعنی) انسانوں نے جنوں سے فائدہ اٹھایا جنوں کے انسانوں کے لئے شہوتوں کو خوشنما بنانے کی وجہ سے اور جنات نے (فائدہ اٹھایا) انسانوں کے ان کے پیروی کرنے کی وجہ سے، اور ہم اپنی اس مقررہ میعاد پر پہنچ چکے جو تو نے ہمارے لئے مقرر فرمائی اور وہ قیامت کا دن ہے اور یہ ان کی جانب سے اظہار حسرت ہے اللہ ان سے فرشتوں کے واسطے سے فرمایا جہنم تمہارا ٹھکانہ ہے تم اس میں ہمیشہ ہمیش رہو گے مگر اتنی مدت کہ اللہ چاہے کہ وہ اس مدت میں گرم پانی پینے کے لئے نکلیں گے اس لئے کہ گرم پانی جہنم سے باہر ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”پھر ان کی جہنم کی طرف واپسی ہوگی“ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ استثناء ان لوگوں کے بارے میں ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ ایمان لائیں گے تو (اس صورت میں) مّا، من کے معنی میں ہوگا، یقیناً تیرا رب اپنی صنعت میں حکیم اپنی مخلوق کے بارے میں علیم ہے اور اسی طرح (یعنی) جس طرح نافرمان انسانوں اور جنوں کو ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کرنے والا بنایا اسی طرح ہم بعض ظالموں کا بعض کو مددگار بنادیں گے ان کے ان کے اعمال بد کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔

تحقیق و ترکیب تسمیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: مُثْلَ زَانِدَةٍ، تاکہ تکرار کا شبہ باقی نہ رہے، زائد ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مثل صفت ہے، اگر مثل کو زائد نہ مانیں تو صفت کا ظلمات میں ہونا لازم آتا ہے حالانکہ ظلمات ذات ہے نہ کہ صفت۔

قَوْلُهُ: ضَيْقًا بِالتَّخْفِيفِ، مصدر ہے اس صورت میں حمل مبالغۃً زید عدل کی قبیل سے بطور مجاز ہوگا، اور اگر تشدید کے ساتھ ہو تو صفت مشبہ ہوگا۔

قَوْلُهُ: حَرَجًا بِكسر الراء صفت مشبہ کا صیغہ اختلاف لفظ کی وجہ سے تکرار میں ایک قسم کا حسن پیدا ہو گیا ہے اور باقی حضرات نے راء کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے اس صورت میں حَرَجَةٌ کی جمع ہوگا بمعنی شدة الضيق، اور اگر مصدر ہو تو حمل مبالغۃً ہوگا۔

قَوْلُهُ: يَصْعَدُ، باب تفعّل سے اور يصّاعِد باب تفاعل سے۔

قَوْلُهُ: مِنَ الْوَلَايَةِ بفتح الواو، بمعنی النصرۃ اور وادّ کے کسرہ کے ساتھ ہو تو بمعنی سلطان، دوسرے معنی مقام کے

اعتبار سے زیادہ مناسب ہیں، اسی معنی پر مصنف علیہ الرحمۃ کا قول علی بعض دلالت کر رہا ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

اَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا (الآیۃ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافر کو میت اور مومن کو زندہ سے تعبیر کیا ہے اس لئے کہ کافر کفر و ضلالت کی تاریک وادیوں میں بھٹکتا پھرتا ہے جس سے وہ نکل نہیں پاتا جس کا نتیجہ ہلاکت و بربادی ہوتا ہے، اور مومن کو اللہ تعالیٰ نور ایمانی کے ذریعہ زندہ رکھتا ہے جس سے زندگانی کی راہیں اس کے لئے روشن ہو جاتی ہیں اور وہ ایمان و ہدایت کے راستہ پر گامزن رہ کر منزل مقصود پر پہنچتا ہے اور یہی کامیابی و کامرانی ہے، اس مضمون کو قرآن کی بہت سی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔

شان نزول:

اگرچہ مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت عمر اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ حضرت امیر حمزہ اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن صحیح اور راجح قول یہ ہے کہ ابتداء اسلام سے لیکر قیامت تک آنے والے ہر مسلمان اور کافر کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس میں اللہ نے مومن کی مثال زندہ شخص سے اور کافر کی مردہ شخص سے دی ہے۔

کافروں کی مکاری اور حیلہ جوئی کی ایک مثال:

کافر، انبیاء علیہم السلام کی صداقت کا جب کوئی نشان دیکھتے تو ازراہ کرم و عناد کہتے ہم ان دلائل و نشانات کو نہیں مانتے، ہم تو اس وقت یقین کر سکتے ہیں جب ہمارے اوپر فرشتے نازل ہوں، اور پیغمبروں کی طرح ہم کو بھی خدائی پیغام سنائیں یا خود حق تعالیٰ ہی ہمارے سامنے آجائیں، ”وقال الذين لا يرجون لقاءنا لولا انزل علينا الملائكة او نرى ربنا لقد استكبروا في انفسهم وعتوا عتوا كبيرا۔ (فرقان)

و كذلك جعلنا في كل قرية اكبر معصيا (الآیۃ) اکابر، اکبر کی جمع ہے مراد کافروں، فاسقوں کے سرغنہ ہیں اسلئے کہ یہی انبیاء اور داعیان حق کی مخالفت میں پیش پیش رہتے ہیں، عام اور معمولی درجے کے لوگ ان کے پیچھے لگ جاتے ہیں اسی لئے ان کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے اور ایسے لوگ عام طور پر دنیاوی دولت اور خاندانی وجاہت کے اعتبار سے بھی نمایاں ہوتے ہیں، اس لئے مخالفت حق میں بھی ممتاز ہوتے ہیں، ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے پاس بھی فرشتے جی لے کر آئیں اور ان کے سروں پر تاج نبوت رکھا جائے، حالانکہ یہ فیصلہ کرنا کہ کس کو نبی بنایا جائے؟ یہ تو اللہ ہی کا کام ہے کیونکہ وہ ہر بات کی حکمت مصلحت کو جانتا ہے اور اسے ہی معلوم ہے کہ کون اس منصب کا اہل ہے مکہ کا کوئی چودھری؟ یا

جناب عبداللہ و حضرت آمنہ کا دریتیم؟

یا معشر الجن قد استکثرتم من الانس (الآیہ) اے جنوں! تم نے انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو گمراہ کر کے اپنا پیرو بنا لیا ہے، جنوں اور انسانوں نے ایک دوسرے سے کیا فائدہ حاصل کیا؟ اس کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں جنوں کا انسانوں سے فائدہ اٹھانا انکو اپنا پیروکار بنا کر ان سے تمکد حاصل کرنا ہے اور انسانوں کے جنوں سے فائدہ اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ شیطانوں نے ان کے گناہوں کو خوشنما بنا کر پیش کیا جسے انہوں نے قبول کر لیا، دوسرا مطلب یہ ہے کہ انسان ان نبی خبروں کی تصدیق کرتے رہے جو شیطان و جنات کی طرف سے کہانت کے طور پر پھیلاتی جاتی تھیں یہ گویا کہ جنات نے انسانوں کو بے وقوف بنا کر فائدہ اٹھایا، اور انسانوں کا فائدہ اٹھانا یہ ہے کہ انسان جنات کی بیان کردہ جھوٹی باتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور کاہن قسم کے لوگ ان سے دنیوی فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

يٰۤمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ أَىٰ مِّنْ مَّجْمُوعِكُمُ الضَّادُ بِالْآنِسِ اَوْ رُسُلُ الْجِنِّ نَذَرُهُمُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ كَلَامَ الرُّسُلِ فَيَلْبِغُونَ قَوْمَهُمْ يَقْضُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنْفُسِنَا إِن قَدْ بَلَغَنَا قَالِ تَعَالَىٰ وَغَرَّتْهُمْ الْحَيَوةُ الدُّنْيَا فَلَمْ يُؤْمِنُوا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ۝ ذَٰلِكَ أَىٰ أَرْسَالُ الرُّسُلِ أَنَّ اللَّامَ مَقْدَرَةٌ وَهِيَ مَخْفُفَةٌ اِی لَانِه لَمْ یَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ مِّنْهَا وَأَهْلُهَا غَافِلُونَ ۝ لَمْ یُرْسَلِ إِلَيْهِمْ رَسُولٌ نَّبِیْنٌ لَهُمْ وَلِكُلِّ مِّنَ الْعَالَمِیْنَ دَرَجَتٌ جَزَاءً مِّمَّا عَمِلُوا مِّنْ خَیْرٍ وَشَرٍّ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُونَ ۝ بِالْبَاءِ وَالتَّاءِ وَمَرْبُكَ الْعَنَقُ عَنْ خَلْقِهِ وَعِبَادَتِهِمْ ذُو الرَّحْمَةِ إِنْ تَشَاءُ یُذْهِبْكُمْ یَا أَهْلَ مَكَّةَ بِالْأَهْلَاكِ وَیَسْخَلِفُ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا یَشَاءُ مِّنَ الْخَلْقِ كَمَا أَنشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّیَّةٍ قَوْمٍ آخَرِیْنَ ۝ أَذْهَبَهُمْ وَلَكِنَّ تَعَالَىٰ أَبَاقُمْ رَحْمَةً إِنْ مَا تَوْعَدُونَ مِّنَ السَّاعَةِ وَالْعَذَابِ لَا یَ ۤأَتِ لَا مُحَالَةً وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ۝ فَائْتِنِیْ عَذَابَنَا قُلْ لَهُمْ یَقُومُوا عَمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ خَالِیْكُمْ اِیْ عَامِلٌ عَلَىٰ خَالَتِیْ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مِّنْ مَّوْصُولَةِ مَفْعُولِ الْعِلْمِ تَكُونُ الْعَاقِبَةُ الدَّارُ اِی الْعَاقِبَةُ الْمَحْمُودَةُ فِی الدَّارِ الْآخِرَةِ اِنْجَنَامُ اَنْتُمْ اِنَّهُ لَا یُفْلِحُ یَسْعَدُ الظَّالِمُونَ ۝ الْكَافِرُونَ وَجَعَلُوا اِی كُفَّارُ مَكَّةَ لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ خَلَقَ مِنَ الْحَرِّ الزَّرْعِ وَالْأَنْعَامِ نَصِیبًا یَضْرِفُونَهُ اِلَى الضَّیْفَانِ وَالْمَسَاكِیْنِ وَلِشُرَكَائِهِمْ نَصِیبًا یَضْرِفُونَهُ اِلَى سَدَنَتِهَا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ بِالْفَتْحِ وَالضَّمِّ وَهَٰذَا الشَّرْكَائِنَا فَكَانُوا اِذَا سَقَطَ فِی نَصِیبِ اللَّهِ شَیْءٌ مِّنْ نَّصِیبِهَا التَّقْطُوءُ اَوْ فِی نَّصِیبِهَا شَیْءٌ مِّنْ نَّصِیبِهِ تَرْكُوهُ وَقَالُوا اِنْ اللَّهُ غَنَىٰ عَنْ هَٰذَا كَمَا قَالَ تَعَالَىٰ فَمَا كَانَ لَشُرْكَائِهِمْ فَلَا یَصِلُ اِلَى اللَّهِ اِی لَجْهَتِهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ یَصِلُ اِلَى شُرْكَائِهِمْ سَاءَ بَفْسٍ مَا یَحْكُمُونَ ۝ حَكْمُهَا هَٰذَا وَكَذَٰلِكَ كَمَا زَيْنَ لَهُمْ مَا ذَكَرَ مَرَّتَیْنِ لِكَثَرِ مَنْ الْمَشْرُكِیْنَ قَتَلَ اَوْلَادِهِمْ بِالْاَوَادِ شُرْكَاءُ وَهُمْ مِّنَ الْجِنِّ بِالرَّفْعِ فَاعْلَ زَيْنَ

وفی قراءۃ بینائہ للمفعول ورفع قتل ونصب الاولاد وجز شرکائہم باضافۃ وفيہ الفضل بین المضایف الیہ بالمفعول ولا یضر اضافة القتل الی الشرکاء لا امرہم بہ لیردوہم ینہکونہم ولیلسوا یخیطوا علیہم دینہم ولو شاء اللہ ما فعلوہ قدسہم وما یفترون ﴿۱۵﴾ وقالوا ہذہ انعام وحرث جحرۃ حرام لا یطعمہا الا من نشاء من خدنبہ الاوثان وغیرہم بزعمہم ای لا حجة لہم فیہ وانعام حرمت ظہورہا فلا ترکب کالسوائب والحوایب وانعام لا یدکرون اسم اللہ علیہا عند ذبحہا بل یدکرون اسم اصنامہم ونسبوا ذلک الی اللہ افتراء علیہ سيجزئہم بما كانوا یفترون ﴿۱۶﴾ علیہ وقالوا ما فی بطون ہذہ الانعام المحرمة وهو السوائب والبحائر خالصة حلال لذكورنا ومحرمة علی امرؤ واجنأ ای النساء وان یکن میئتہ بالرفع والنصب مع تانیث الفعل وتذکیرہ فہم فیہ شرکاء سيجزئہم اللہ وصفہم ذلک بالتحلیل والتحریم ای جزاءہ انہ حکیم فی صنعہ علیم ﴿۱۷﴾ بخلقہ قد خسر الذین قتلوا بالتخفیف والتشدید اولادہم بالواد سفعہا جنہا یغیر علمہ وحرمو ما رزقہم اللہ مما ذکر افتراء علی اللہ قد ضلوا وما كانوا متہدین ﴿۱۸﴾

ترجمہ: اے جن و انس کے گروہو! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے؟ یعنی تمہارے مجموعہ میں سے جو کہ انسانوں پر صادق ہے، یا رسل جن سے وہ آگاہ کرنے والے جن مراد ہیں جو (انسانی) رسولوں کا کلام سنتے اور اپنی قوم کو پہنچاتے تھے، جو تم کو میری آیتیں پڑھ کر سنا تے اور تم کو اس دن کے پیش آنے سے آگاہ کرتے، وہ کہیں گے (ہاں) ہم خود اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے پاس پیغام پہنچایا تھا، اللہ تعالیٰ فرمایا گا ان کو دنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈالے رکھا جس کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لائے، اور وہ اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے یہ رسولوں کو بھیجنا اس وجہ سے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو اس حال میں ہلاک کرنا نہیں چاہتا کہ وہ بے خبر ہوں کہ ان کے پاس کوئی رسول نہ بھیجا گیا ہو وہ ان کو آگاہ کرنے والا ہو، اور ہر نیک و بد عمل کرنے والے کو (اس کے عمل کی) جزاء ملے گی، اور آپ کا رب ان کے عمل سے بے خبر نہیں ہے (یعملون) یا اور تاء کے ساتھ ہے اور آپ کا رب اپنی مخلوق اور اس کی عبادت سے مستغنی ہے، رحمت والا ہے اے اہل مکہ اگر وہ چاہے تو تم کو ہلاک کر کے نیست کر دے اور تمہارے بعد جس مخلوق کو چاہے تمہارا خلیفہ بنا دے جیسا کہ تم کو دوسری قوموں کی نسل سے پیدا کیا ہے جن کو اس نے ہلاک کر دیا، لیکن محض اپنے فضل سے تم کو باقی رکھا، یقیناً تم سے جس قیامت اور عذاب کا وعدہ کیا جا رہا ہے وہ یقیناً آئیوا لی ہے اور تم (ہم کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو یعنی تم ہمارے عذاب سے بچ کر نہیں نکل سکتے، (اے محمد) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اے میری قوم تم اپنے طریقہ پر عمل کرتے رہو میں اپنے طریقہ پر عمل کر رہا ہوں تم کو عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ کس کا دار آخرت میں انجام بہتر ہے؟ من موصولہ تعلمون کا مفعول ہے یعنی آخرت میں کون انجام کے اعتبار سے بہتر ہے؟ ہم یا تم، یہ یقینی بات ہے کہ ظالم کافر کامیاب نہ ہوں گے اور کفار مکہ نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور

موشیوں سے ایک حصہ اس کے لئے مقرر کیا ہے جس کو وہ مہمانوں اور مسکینوں کے لئے خرچ کرتے ہیں اور ایک حصہ اپنے معبودوں کے لئے مقرر کیا ہے جس کو وہ کعبہ کے خدام کے لئے خرچ کرتے ہیں، اور بزعم خویش کہتے ہیں یہ اللہ کے لئے ہے (زعم) زاء کے فتح اور ضمہ کے ساتھ ہے اور یہ ہمارے معبودوں کے لئے ہے اگر اللہ کے حصہ میں بتوں کے حصے سے کچھ گر جاتا تو اٹھالیتے اور اگر بتوں کے حصہ میں اللہ کے حصے میں سے کچھ گر جاتا تو چھوڑ دیتے اور کہتے کہ اللہ اس سے بے نیاز ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، پھر جو ان کے بتوں کا حصہ ہوتا ہے تو وہ اللہ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ کا حصہ ہوتا ہے وہ ان کے بتوں تک پہنچ جاتا ہے جو فیصلہ یہ لوگ کرتے ہیں کس قدر ناپسندیدہ ہے اور جس طرح مذکورہ چیزیں ان کے لئے خوشنما بنادی گئی ہیں اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لئے زندہ درگور کے ذریعہ انکی اولاد کا قتل کرنا ان کے جنی معبودوں نے خوشنما بنا دیا ہے (مشرکاء) کے رفع کے ساتھ زَيْنَ کا فاعل ہونے کی وجہ سے اور ایک قراءت میں (زَيْنَ) مجہول کے صیغہ کے ساتھ اور قتل کے رفع اور (زین کی وجہ سے) الاولاد کے نصب کے ساتھ اور شرکاء کے جر کے ساتھ، اس کی اضافت کی وجہ سے اور اس میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مفعول کا فصل ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے اور قتل کی اضافت شرکاء کی جانب ان کے حکم کرنے کی وجہ سے ہے تاکہ وہ انہیں برباد کر دیں، اور تاکہ وہ ان کے دین کو ان پر مشتبہ بنا دیں، اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتے، لہذا انہیں اور ان کی افتراء پرداز یوں کو چھوڑ دو اور وہ کہتے ہیں کہ یہ کچھ جانور اور کھیت ہیں جن کا استعمال ممنوع ہے ان بتوں کے خدام میں سے صرف وہی کھا سکتا ہے جس کو ہم اجازت دیں (یہ پابندی) ان کے اپنے گمان کے اعتبار سے ہے یعنی اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور کچھ جانور ہیں کہ جن پر سواری ممنوع قرار دے لی گئی ہے کہ ان پر سواری نہیں کی جاتی جیسا کہ سوائب اور حوامی، اور کچھ جانور ہیں کہ بوقت ذبح ان پر اللہ کا نام نہیں لیتے بلکہ ان پر اپنے بتوں کا نام لیتے ہیں اور اس کی نسبت وہ اللہ کی طرف کرتے ہیں محض اللہ پر افتراء کے طور پر عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو اس پر افتراء پرداز یوں کی سزا دے گا، اور وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ان حرام کردہ جانوروں کے پیٹ میں ہے اور وہ سوائب اور بحائر ہیں وہ ہمارے مردوں کے لئے خاص طور پر حلال ہے اور ہماری عورتوں کے لئے حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہو (میتہ) رفع اور نصب کے ساتھ ہے فعل (یکن) کی تذکیر اور تانیث کے ساتھ تو اس میں سب برابر کے شریک ہیں عنقریب اللہ تعالیٰ ان کی اس تحلیل و تحریم کی گھڑی ہوئی باتوں کی سزا دے گا، یقیناً وہ اپنی صنعت میں حکیم (اور) اپنی مخلوق کے بارے میں باخبر ہے یقیناً وہ لوگ خسارے میں پڑ گئے جنہوں نے اپنی اولاد کو زندہ دفن کر کے جہالت اور بیوقوفی کی وجہ سے قتل کیا (قتلوا) تاء کی تشدید و تخفیف کے ساتھ ہے، اور اللہ کے دیئے ہوئے مذکورہ رزق کو اللہ پر افتراء پرداز ی کر کے حرام ٹھہرا لیا، یقیناً وہ گمراہ ہو گئے راہ راست پانے والے نہیں۔

تَحْقِيقُ تَرْكِيْبِ تَسْبِيْحٍ وَ تَفْسِيْرِي فَوَائِدِ

قَوْلًا: يقال لَهُمْ، اس اضافہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یا معشر الجن کا عامل محذوف ہے اور وہ يقال ہے نہ کہ ما قبل میں مذکور نحشر ہم، المعشر بمعنی جماعت اس کی جمع معاشِر ہے جن سے مراد شیاطین ہیں۔

قَوْلًا: اِسْتَكْتَرْتُمْ، سین، تاء، کثرت کی تاکید کے لئے ہیں۔

قَوْلًا: باغوائکم اس میں حذف مضاف کی طرف اشارہ ہے، ای باغوائ الانس۔

قَوْلًا: من مَجْمُوعِكُمُ الصَّادِقِ بالانس، اس عبارت کے اضافہ کا مقصد ایک سوال کا جواب ہے۔

سُؤَالٌ: رسول انسان ہوتا ہے نہ کہ جن حالانکہ رُسُلُ منکم، سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول جنوں میں سے بھی ہوتے ہیں اس لئے کہ خطاب انس و جن دونوں کو ہے۔

جَوَابٌ: خطاب میں جب ثقلین جمع ہوں جیسا کہ یہاں جمع ہیں تو منکم کہنا درست ہوتا ہے اگرچہ مراد ایک ہی ہوتا ہے جیسا کہ یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان میں دریائے شور مراد ہے اسلئے کہ دریائے شور سے موتی نکلتے ہیں نہ کہ شیریں سے مگر پھر بھی منهما کہنا درست ہے، منکم ای من مجموعکم الصادق بالانس، مطلب یہ ہے کہ منکم سے مراد مجموعہ مخاطبین ہے اور مجموعہ میں انس بھی داخل ہیں لہذا منکم اس وقت بھی صادق آئیگا جب صرف ایک ہی فریق مراد ہو اور وہ یہاں انس ہے، رسل سے دوسرے جواب کی طرف اشارہ ہے رسل سے رسول اصطلاحی مراد نہیں ہے بلکہ لغوی بمعنی قاصد مراد ہے اور یہ وجہات تھے جنہوں نے آپ ﷺ کا قرآن سنا تھا گویا کہ وہ آپ ﷺ کے ان کی قوم کی طرف قاصد اور نذیر تھے۔

قَوْلًا: ذلک، یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہے الامر ذلک، مبتداء محذوف کی وجہ ایک سوال کا جواب ہے سوال یہ ہے، ان لم یکن سے علت بیان ہو رہی ان اصل میں لائن ہے اور علت حکم کی ہوا کرتی ہے، اور ذلک حکم نہیں ہے جواب کا حاصل یہ ہے ذلک مبتداء محذوف کی خبر ہے ای الامر ذلک، اور اس میں حکم ہے، لہذا علت بیان کرنا صحیح ہو گیا لام مقدر مانے سے عدم ربط کا اعتراض بھی ختم ہو گیا۔

قَوْلًا: قوم آخرین، سے مراد اہل سفینہ نوح علیہ السلام ہیں۔

قَوْلًا: وَلَا يَضُرُّ، اس کلمہ کے اضافہ کا مقصد صاحب کشف اور ان حضرات پر رد کرنا ہے جو مصدر مضاف الی فاعل کے درمیان فصل مفعول بلا ضرورت شعری ناجائز کہتے ہیں۔

تفصیل:

و كَذَلِكَ زَيْنَ لَكثير من المشرکين قَتَلَ اَوْ لَا دَهِمَ شر کاؤہم، اس آیت میں متعدد قراءتیں ہیں، مکتوبہ قراءت جہور کی قراءت ہے، زَيْنَ معروف اور شر کاؤہم اس کا فاعل ہے قَتَلَ، زَيْنَ کا مفعول ہے اس قراءت پر کوئی اعتراض نہیں ہے ایک دوسری قراءت ابن عامر کی ہے یہ قراءت بھی قراءت سبعہ میں سے ہے، ابن عامر کی قراءت اس طرح ہے، وَ كَذَلِكَ زَيْنَ لَكثير من المشرکين قَتَلَ اَوْ لَا دَهِمَ شر کاؤہم، زَيْنَ فعل مجہول قَتَلَ، زَيْنَ فعل مجہول کا نائب فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع اور اَوْ لَا دَهِمَ مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب اور شر کاؤہم قَتَلَ کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اس صورت میں قَتَلَ مضاف اور شر کاء مضاف الیہ کے درمیان اَوْ لَا دَهِمَ مفعول کا فصل لازم آتا ہے جو کہ بلا ضرورت شعری

کلام منثور میں جائز نہیں ہے اور وہ بھی قرآن میں جو کہ اپنے لفظ و معنی کے اعتبار سے فصاحت و بلاغت میں حد اعجاز کو پہنچا ہوا ہے اس کے نادرست ہونے کی وجہ نحویین کے نزدیک یہ ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فصل بلا ضرورت شعری جائز نہیں ہے، اسلئے کہ مضاف الیہ مضاف کے لئے بمنزلہ جزء کے ہوتا ہے اسلئے کہ مضاف الیہ مضاف کی تنوین کی جگہ واقع ہوتا ہے لہذا جس طرح اجزاء اسم کے درمیان فصل جائز نہیں ہے اسی طرح مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فصل درست نہیں ہے اور یہ بصریین کا قول ہے، البتہ کوفیین کے نزدیک اگر مضاف مصدر اور مضاف الیہ اس کا فاعل ہو اور فصل مفعول کا ہو جیسا کہ ابن عامر کی مذکورہ قراءت میں ہے جائز ہے، لا یضرہ کہہ کر مفسر علام نے اسی جواب کی طرف اشارہ کیا ہے، (اعراب القرآن) ابن مالک نے بھی کافیہ کی شرح میں اس فصل کو بلا ضرورت شعری جائز کہا ہے، قال، اضافة المصدر الى الفاعل مفعولاً بينهما بمفعول المصدر جائزة۔

قَوْلُهُ: **وَإِضَافَةُ الْقَتْلِ إِلَى شُرَكَائِهِمْ لَا مَرُومَ بِهِ**، اضافة القتل مبتداء ہے اور لا مَرُومَ بہ اس کی خبر ہے، مطلب یہ ہے کہ قتل کی اضافت شرکاء کی جانب مجازی ہے، اصل قاتل تو مشرکین ہیں، مگر چونکہ قتل کا حکم دینے والے شرکاء ہیں اس لئے قتل کی اضافت شرکاء کی جانب ان کے آمر ہونے کی وجہ سے کر دی گئی ہے اسی کو اسناد مجازی کہتے ہیں، جیسے بنی الامیر المدینہ میں بناء کی اضافت امیر کی جانب مجازی ہے، اس کے بناء کا حکم دینے کی وجہ سے۔

قَوْلُهُ: **بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ**، اگر کان تامہ ہو تو مینتہ مرفوع ہوگا اور اگر ناقصہ ہو تو نصب ہوگا۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیح

جنات میں نبی ہوئے ہیں یا نہیں؟ رُسُل منکم سے ایک بڑی بحث چھڑ گئی ہے کہ آیا جنات میں بھی سلسلہ نبوت قائم رہا ہے یا نہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں اسلاف کی رائے بھی معلوم کر لی جائے کہ کیا جنوں کی ہدایت کیلئے ان ہی میں سے اسی طرح رسول آئے ہیں جس طرح انسانوں کی ہدایت و تبلیغ کے لئے خود انسانوں میں سے رسول آئے اس سلسلہ میں چار قول ملتے ہیں۔

دربارۃ نبوت جن، اسلاف کی آراء:

① جس طرح انسانوں کی ہدایت کے لئے انسان رسول آئے ہیں اسی طرح جنوں کی ہدایت کے لئے بھی جن رسول آئے، یہ رائے حضرت ضحاک بن مزاحم سے منقول ہے ان سے کسی نے سوال کیا کہ کیا ہمارے رسول ﷺ سے پہلے جنوں میں بھی رسول گذرے ہیں موصوف نے اثبات میں جواب دیا اور دلیل میں یہی آیت پڑھی اسی کی تائید میں ایک قول اور نقل ہوا ہے کہ جن والنس میں پیغمبران ہی کے ہم جنس آئے ہیں۔ (بیضاوی، وعلیہ ظاہر النص، مدارک)

② جناب رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے انسان بھی رسول ہوتے تھے اور جن بھی یہ شرف آپ ﷺ کو حاصل ہوا

کہ آپ جن وائس دونوں کے لئے مبعوث کئے گئے۔ (یہ کلمی کا قول ہے)۔

۳۲ تیسرا قول یہ ہے کہ رسول صرف انسان ہی ہوتے رہے ہیں، البتہ جنوں کی ہدایت کے خصوصی نمائندے جنوں میں سے مقرر ہوتے تھے ان کا یہ کام ہوتا تھا کہ انبیاء کرام کے ارشادات سنیں اور پوری احتیاط سے جنوں کی برادری تک پہنچائیں ان کو مُنذر یا نذر کہا جاتا تھا۔ (یہ مجاہد کا قول ہے)۔

۳۳ آیت اَلْمَرِیَاتُ مِّنْکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ سے یہ بات تو صاف معلوم ہوتی ہے کہ جن وائس دونوں کی ہدایت کے لئے رسول آئے، یہ بھی ہو سکتا ہے انسان ہی رسول بنائے گئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ بیک وقت جن وائس دونوں رسول بنائے گئے ہوں، اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے جنوں کو بھی شرف نبوت سے نوازا گیا ہو مگر یہ سلسلہ آنحضرت کی بعثت کے بعد موقوف کر دیا گیا ہو اس قول کی بنیاد دو باتوں پر ہے، اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”لَوْ کَانَ فِی الْاَرْضِ مِثْلُ مَلٰئِکَۃٍ یَّمْشُکُوْنَ مَطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَلْنَا عَلَیْہِم مِّنَ السَّمَآءِ مَلٰکًا رُّسُلًا“، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اور مرسل الہیم میں یکجہتی ہونا ضروری ہے، اگر رسول اور مرسل الہیم میں مناسبت نہ ہو تو افادہ اور استفادہ دونوں دشوار ہوں گے اس اصول کے پیش نظر جنی رسولوں کو غالباً شرف نبوت و رسالت حاصل ہوا ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ بات یقینی ہے کہ جنوں کی پیدائش انسانوں سے کہیں پہلے ہے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ جنات بھی اپنے اعمال کے جواب دہ ہیں اگر جن اپنے اعمال کے جواب دہ نہ ہوتے تو ارشاد ربانی لَا مِلْثَنَ جَہَنَّمَ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ، نہ ہوتا۔

جمہور کا فیصلہ:

جمہور کا فیصلہ یہ ہے کہ مستقل انبیاء صرف انسانوں میں ہوئے ہیں جنات میں صرف ان کے نائب اور نذیر ہوتے رہے ہیں (ابن جریر) البتہ اجماع اس قول پر بھی نہیں ہے اور جن لوگوں نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے وہ محض دعویٰ بلا دلیل ہے کیف ینعقد الاجماع مع حصول الاختلاف۔ (کہیں)

وَجَعَلُوا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا اس آیت میں مشرکوں کے اس عقیدہ و عمل کا ایک نمونہ پیش کیا گیا ہے جو انہوں نے اپنے طور پر گھڑ رکھا تھا کہ وہ زمینی پیداوار اور مال مویشیوں میں سے کچھ حصہ اللہ کے لئے اور کچھ حصہ خود ساختہ معبودوں کے لئے مقرر کر لیتے تھے، اللہ کے حصہ کو مہمانوں محتاجوں اور صلہ رحمی پر خرچ کرتے تھے اور بتوں کے حصہ کو بتوں کے مجاوروں اور ان کی ضروریات پر خرچ کرتے تھے، پھر اگر بتوں کے حصہ میں توقع کے مطابق پیداوار نہ ہوتی تو اللہ کے حصہ میں سے نکال کر بتوں کے حصہ میں شامل کر لیتے اور اگر اس کے برعکس معاملہ ہوتا تو بتوں کے حصہ میں سے نہ نکالتے اور کہہ دیتے کہ اللہ تو غنی ہے۔

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ خَلْقَ بَشَرَيْنِ مَعْرُوسَتٍ مَبْسُوطَاتٍ عَلَى الْأَرْضِ كَالْبَطِيخِ وَغَيْرِ مَعْرُوسَتٍ بَانٍ
 اَزْتَفَعَتْ عَلَى سَاقِ النَّخْلِ وَانْشَأَ النَّخْلُ وَالزَّرْعُ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ ثَمَرُهُ وَحَبُّهُ فِي السَّبِيحَةِ وَالطَّعْمُ
 وَالزَّيْتُونُ وَالزَّمَانُ مُتَشَابِهًا وَرَفْتُهُمَا وَغَيْرُ مُتَشَابِهٍ طَعْمُهُمَا كُلُّهُمَا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ قَبْلَ النَّضْجِ
 وَأَتُوا حَقَّهُ زَكَوَتَهُ يَوْمَ حَصَادِهِ بِالْفَتْحِ وَالْكَسْرِ مِنَ الْعُشْرِ أَوْ نَصْفِهِ وَلَا تُسْرِفُوا بِاعْطَاءِ كَلْبِهِ فَلَا يَبْقَى
 لِعِبَائِكُمْ شَيْءٌ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۝ المتجاوزين ما حدلهم وَاَنْشَأَ مِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً صَالِحَةً
 لِلْحَمْلِ عَلَيْهَا كَالِإِبِلِ الْكِبَارِ وَفَرَشًا لَا تَضِلُّ لَه كَالِإِبِلِ الصَّغَارِ الْغَنَمِ سُمِيتَ فَرَشًا لِأَنَّهَا كَالْفَرَشِ
 لِلْأَرْضِ لَدُنُوهَا مِنْهَا كُلُّهُمَا مَارٌّ فَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوبَ الشَّيْطَانِ طَرِيقَةً فِي التَّحْلِيلِ وَالتَّحْرِيمِ
 إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝ بَيَّنَّ الْعِدَاوَةَ تَمْنِيَةً أَرْوَاجَ أَصْنَافٍ بَدَلٍ مِنْ حَمُولَةٍ وَفَرَشًا مِنَ الضَّأْنِ زَوْجَيْنِ
 أَشْيَيْنِ ذَكَرًا وَأُنْثَى وَمِنَ الْمَعَزِ بِالْفَتْحِ وَالسَّكُونِ أَشْنَيْنِ قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِمَنْ حَرَّمَ ذِكُورَ الْأَنْعَامِ تَارَةً
 وَإِنَائَهَا أُخْرَى وَنَسَبَ ذَلِكَ إِلَى اللَّهِ ۚ الذَّكَرَيْنِ مِنَ الضَّأْنِ وَالْمَعَزِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ أَمَّا الْأُنثَيَيْنِ
 مِنْهُمَا أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثَى نَبِيُّنِي يَعْلَمُ عَنْ كَيْفِيَّةِ تَحْرِيمِ ذَلِكَ
 إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ فِيهِ الْمَعْنَى مِنْ أَيْنِ جَاءَ التَّحْرِيمُ فَإِنْ كَانَ مِنْ قَبْلِ الذَّكَوَةِ فَجَمِيعُ الذُّكُورِ حَرَامٌ
 أَوِ الْإِنُوثَةُ فَجَمِيعُ الْإِنَاثِ أَوْ اشْتَمَالُ الرَّحِمِ فَالزَّوْجَانِ فَمِنْ أَتَيْنِ التَّخْصِيصُ وَالِاسْتِفْهَامُ لِلانْكَارِ
 وَمِنَ الْإِبِلِ أَشْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ أَشْنَيْنِ قُلْ ۚ الذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ الْأُنثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ أَمْ بَلْ
 كُنْتُمْ شُهَدَاءَ خُصُورًا إِذْ وَضَعَكُمُ اللَّهُ فِيهِذَ التَّحْرِيمِ فَاعْتَمَدْتُمْ ذَلِكَ لِأَنَّكُمْ كَاذِبُونَ فِيهِ فَمَنْ أَى لَا
 أَخَذَ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا بِذَلِكَ لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

۱۷
ع

ترجمہ:

اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کئے بیلدار زمین پر پھیلنے والے بھی مثلاً خر بوزہ (وغیرہ) اور تنے دار بھی
 جو تنے پر قائم ہوتے ہیں مثلاً کھجور کے درخت (وغیرہ) اور کھجور اور کھیتی پیدا کیں کہ اس کے پھل اور دانے ہیئت (شکل) اور
 مزے میں مختلف ہوتے ہیں، اور زیتون اور انار (پیدا کئے) کہ جن کے پتے ملتے جلتے اور ان کا مزہ الگ الگ ہوتا ہے پھل
 لگنے کے بعد پکنے سے پہلے کھاؤ (اور بعد بھی) اور اس کی کٹائی کے وقت اس کا حق زکوٰۃ ادا کرو (حصاد) فتح اور کسرہ کے ساتھ
 ہے، (مراد) عشر یا نصف عشر ہے اور (انفاق میں) اسراف نہ کرو کہ کل پیداوار دے ڈالو، کہ تمہاری عیال کے لئے کچھ بھی باقی
 نہ رہے، اللہ تعالیٰ متعین کردہ شئی میں تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا کچھ جانور ایسے پیدا کئے جو بار برداری کے لائق ہیں
 مثلاً بڑے اونٹ اور کچھ چھوٹے ناقابل بار برداری جیسا کہ اونٹوں کے بچے اور بکریاں، ان کو فرش کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ زمین
 کے لئے زمین سے قریب ہونے کی وجہ سے فرش کے مانند ہوتے ہیں، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے اس میں سے کھاؤ، (بیو)

اور حلال و حرام کرنے میں شیطان کے طریقوں کی پیروی نہ کرو یقیناً وہ تمہارا صریح دشمن ہے، (پیدا کیس) آٹھ قسمیں (ثمانیۃ ازواج) حمولۃ و فرشاء سے بدل ہے، بھیڑوں کا نر و مادہ کا جوڑا اور بکریوں کا جوڑا (المعز) عین فتحہ اور سکون کے ساتھ، اے محمد ﷺ آپ ان لوگوں سے پوچھئے جنہوں نے کبھی تو جانوروں کے نروں کو حرام کیا اور کبھی ان کی ماداؤں کو اور اس (حرمۃ) کی نسبت اللہ کی طرف کر دی، یا بھیڑ بکریوں مذکورہ دونوں قسموں کے نروں کو اللہ نے تمہارے لئے حرام کیا ہے یا ان کی ماداؤں کو؟ یا اس کو جس کو دونوں مادائیں پیٹ میں لئے ہوئے ہیں نر ہو یا مادہ تم مجھے ان کی تحریم کی کیفیت کسی دلیل سے بتاؤ اگر تم اس میں سچے ہو، مطلب یہ ہے کہ تحریم کہاں سے آئی؟ اگر نر ہونے کی وجہ سے ہے تو تمام نر حرام ہونے چاہئیں، یا مادہ ہونے کی وجہ سے ہے تو تمام مادائیں حرام ہونی چاہئیں (یا تحریم بچہ کے) رحم میں ہونے کی وجہ سے آئی تو (نر و مادہ) دونوں قسمیں حرام ہونی چاہئیں، مگر یہ تخصیص کہاں سے آئی؟ اور استفہام انکاری ہے، اور اونٹ میں دو قسمیں اور گایوں میں دو قسمیں آپ ان سے پوچھئے کیا اللہ نے ان دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماداؤں کو؟ یا اس (بچہ) کو جس کو مادائیں پیٹ میں لئے ہوئے ہیں کیا تم حاضر تھے جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو اس تحریم کا حکم دیا کہ تم نے اس پر یقین کر لیا، ایسا نہیں ہے بلکہ تم اس معاملہ میں دروغ گو ہو تو اس سے بڑا ظالم کون ہوگا؟ کوئی نہیں، جس نے اس معاملہ میں اللہ پر بہتان لگایا تاکہ لوگوں کو بلا دلیل گمراہ کرے اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

تحقیق و تزکیہ تیسبیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: مَعْرُوشَات، اسم مفعول جمع مَوْنُث، واحد معروشة چھتریوں پر چڑھائی ہوئی بیلین، ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا مطلق بیلوں کو کہتے ہیں چھتریوں پر چڑھائی گئی ہوں یا نہ چڑھائی گئی ہوں، اس میں انگور، تربوز، خربوز، کدو وغیرہ ہر قسم کی بیلین آگئیں۔

قَوْلُهُ: اُكْلُهُ، ضمیر مضاف الیہ ذرْع کی طرف راجع ہے نہ کہ نخل کی طرف اسلئے کہ نخل مَوْنُث سماعی ہے اور اُكْلُهُ کی ضمیر مذکر ہے، جس کی وجہ سے مطابقت نہ ہوگی، باقی کو ذرْع پر قیاس کیا جائیگا۔

قَوْلُهُ: قَبْلَ النَّضْجِ یہ ایک سوال کا جواب ہے۔

سُؤَالٌ: اِذَا اَثْمَرَ کا بظاہر کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا اسلئے کہ کھانے کا تعلق پھل آنے کے بعد ہی ہوتا ہے پھل آنے سے پہلے کھانا ممکن ہی نہیں ہے۔

جَوَابٌ: قَبْلَ النَّضْجِ کا اضافہ اسی سوال کا جواب ہے مطلب یہ ہے کہ عام طور پر یہ وہم ہوتا ہے کہ پھل کھانے کا تعلق پھل پکنے کے بعد ہی ہوتا ہے حالانکہ بعض پھل پکنے سے پہلے بھی کھائے جاتے ہیں۔

قَوْلُهُ: وَاَنْشَأَ مِنَ الْاَنْعَامِ، لفظ اَنْشَأَ مقدر مان کر اشارہ کر دیا کہ مِنَ الْاَنْعَامِ کا عطف جُثَّتِ پر ہے اسلئے کہ قریب

پر عطف کرنے سے معنی فاسد ہو جائیں گے۔

قَوْلُهُ : **بَدَلٌ مِنْ حُمُولَةٍ** ، یہ ان لوگوں پر رد ہے جو ثمانیۃ ازواج کو فعل مقدر کا مفعول قرار دیکر تقدیر عبارت کلو اثمانیۃ ازواج مانتے ہیں اسلئے کہ تقدیر بلا ضرورت جائز نہیں ہے۔

قَوْلُهُ : **مِنَ الضَّانِ** یہ ثمانیۃ ازواج سے بدل ہے ضان، ضائن کی جمع ہے۔

قَوْلُهُ : **زَوْجِینِ اثْنِیْنِ**۔

سُئِلَ : زوجین زوج کاثنیہ ہے زوج جوڑے کو کہتے ہیں جو کہ دو پر مشتمل ہوتا ہے لہذا زوجین کا مطلب ہوگا چار، تو اس صورت میں زوجین کی صفت اثنین لانا درست نہیں ہوگا؟

جَوَابُ : زوج کے دو معنی ہیں، ① زوج اس کو کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ اسی کی جنس کا دوسرا ہو اس کے لئے دو کا ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ شوہر کو زوج کہہ دیتے ہیں ② دوسرے معنی جوڑا اس وقت زوجین کے معنی ہوں گے چار، اس معنی کے اعتبار سے زوجین کی صفت اثنین لانا درست نہ ہوگا، یہاں اول معنی مراد ہیں۔

قَوْلُهُ : **ءَالِ الذَّكَرِیْنِ** ، حرم کا مفعول بہ مقدم ہے اور ام حرف عطف ہے الانثیین، ذکرین پر معطوف ہے جملہ ہو کر قل کا مقولہ ہونے کی وجہ سے محل میں نصب کے ہے۔
(لغات القرآن للدرویش)

تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ الْخِمْ مَعْرُوشَاتٍ کا مادہ عرش ہے جس کے معنی بلند کرنے اور اٹھانے کے ہیں، مراد وہ بلیں ہیں جو ٹیوں، چھپروں، منڈیروں وغیرہ پر چڑھائی جاتی ہیں، مثلاً انگور اور بعض سبزی ترکاریوں کی بلیں اور غیر معروشت سے وہ بلیں جو ٹیوں پر نہیں چڑھائی جاتی بلکہ زمین پر پھیلتی ہیں مثلاً تربوز، خربوز وغیرہ یا تنے دار درخت جو نیل کی شکل میں نہیں ہوتے مثلاً کھجور اور کھیتیاں وغیرہ مذکورہ تمام کھیتیاں اور درخت وغیرہ جن کے ذائقہ اور خوشبو رنگ وغیرہ مختلف ہوتے ہیں، ان سب کا پیدا کرنا والا اللہ ہے لہذا ان میں کسی کی شرکت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

وَآتَوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهِ یعنی جب کھیتی کاٹ کر غلہ صاف کر لو اور پھل درختوں سے توڑ لو تو اس کا حق ادا کرو جس میں صدقات واجبہ عشر وغیرہ اور صدقات نافلہ عطیہ اور ہبہ و ہدیہ وغیرہ سب داخل ہیں۔

وَلَا تُسْرِفُوا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ یعنی صدقہ و خیرات میں بھی حد سے تجاوز نہ کرو، یعنی نفلی صدقات میں اسلئے کہ صدقات واجبہ تو محدود و متعین ہیں ان میں اسراف کا سوال ہی نہیں ہے۔

قُلْ لَا اَجِدُ فِیْ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ بِالْبِیْءِ وَالتَّاءِ مِیْتَةً بِالنَّصَبِ وَفِیْ قِرَآءَةٍ بِالرَّفْعِ مَعَ التَّخَانِیۃِ اَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا سَائِلًا بِخِلَافٍ غَیْرِہِ کَالْکَبِدِ وَالطَّحَالِ اَوْ لَحْمَ حَزْزِیْرٍ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ حَرَامٌ

أَوْفِسًا أَهْلًا لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ أَي دُبِيعَ عَلَى اسْمِ غَيْرِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ إِلَى شَيْءٍ مِمَّا ذُكِرَ فَأكَلَهُ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ
فَإِنَّ رَبَّكَ عَفُورٌ لَهُ مَا أَكَلَ رَجِيمٌ ۖ بِهِ وَيُلْحِقُ بِمَا ذُكِرَ بِالسُّنَّةِ كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَمِخْلَبٍ مِنَ
الطَّيْرِ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا إِلَى الْيَهُودِ حَرَمْنَا كُلَّ ذِي طُفْرٍ ۖ وَهُوَ مَا لَمْ تَفْرُقْ أَصَابِعُهُ كَالِإِبِلِ وَالنَّعَامِ
وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَمْنَا عَلَيْهِمْ شَحُومَهُمَا الشُّرُوبَ وَشَحْمَ الْكُلَى إِلَّا مَا حَمَلَتْ طُهُورُهُمَا أَي مَا عَلِقَ بِهِمَا
مِنهُ أَوْ حَمَلَتْهُ الْحَوَايَا الْأَمْعَاءُ جَمْعُ حَاوِيَاءٍ أَوْ حَاوِيَةٍ أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظِيمٍ مِنْهُ وَهُوَ شَحْمُ الْإِلَیَّةِ فَانْه
أَجَلَ لَهُمْ ذَلِكَ التَّحْرِيمَ جَزَيْنَهُمْ بِهِ بِبَعْضِهِمْ بِسَبَبِ ظُلْمِهِمْ بِمَا سَبَقَ فِي سُورَةِ النَّسَاءِ
وَلَنَا لَصَدِيقُونَ ۖ فِي أَخْبَارِنَا وَمَوَاعِيدِنَا فَإِنْ كَذَّبُوكَ فِيمَا جِئْتَ بِهِ فَقُلْ لَهُمْ تَرَكْتُكُمْ دُورَ رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ
حَيْثُ لَهُمْ يُعَاجِلُكُمْ بِالْعُقُوبَةِ بِهِ وَفِيهِ تَلَطُّتْ بِدَعَائِهِمْ إِلَى الْإِيمَانِ وَلَا يُرَدُّ بِأَسْأُهُ عَذَابُهُ إِذَا جَاءَ
عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ۖ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ فَاشْرَأْنَا
وَتَحَرَّيْنَا بِمِشْرِئِهِ فَهُوَ رَاضٍ بِهِ قَالَ تَعَالَى كَذَلِكَ كَمَا كَذَّبَ هَؤُلَاءِ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ رُسُلُهُمْ
حَتَّى ذَاقُوا بَاسَنَا عَذَابَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ بَانَ اللَّهُ رَاضٍ بِذَلِكَ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا أَي لَا عِلْمَ عِنْدَكُمْ
إِنْ مَا تَتَّبِعُونَ فِي ذَلِكَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ مَا أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ۖ تَكْذِبُونَ فِيهِ قُلْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ حُجَّةٌ
فَإِنَّهُ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ التَّائِمَةُ فَلَوْ شَاءَ هَدَايْتُكُمْ لَهَدَيْتُكُمْ أَجْمَعِينَ ۖ قُلْ هَلَمْ أَحْضَرُوا شُهَدَاءَ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ
أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَذَا ۖ الَّذِي حَرَّمَ هُوَ الَّذِي حَرَّمَ هَذَا ۖ فَانْشَهِدْهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ
لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ يَرْبِهِمْ يَعْدِلُونَ ۖ يُشْرِكُونَ ۝

تَرْجِمَةٌ: (اے محمد ﷺ) ان سے کہو کہ جو وحی میرے پاس لائی گئی ہے اس میں تو میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا کہ کسی

کھانے والے پر حرام ہو یا یہ کہ وہ مردار ہو (سکون) یا اور تاء کے ساتھ (میدتہ) نصب کے ساتھ ہے اور ایک قراء میں یا
تختانیہ کے ساتھ ہے، یا بہایا ہوا خون ہو یعنی دم سائل بخلاف غیر سائل کے مثلاً جگر، اور تلی، یا خنزیر کا گوشت اسلئے کہ وہ تو ناپاک
حرام ہے یا فسق ہو جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، یعنی غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو، سو جو شخص مذکورہ چیزوں میں سے
کسی چیز کی طرف مجبور ہو اور اس نے ان میں سے کھالیا بغیر اس کے کہ وہ نافرمانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور بغیر اس کے کہ حد
ضرورت سے تجاوز کرے، تو یقیناً اس کھائے ہوئے کے بارے میں تمہارا رب درگزر سے کام لینے والا رحم فرمانے والا ہے اور
مذکورہ چیزوں کے ساتھ حدیث کی وجہ سے کچلے والے درندوں اور پنچے والے پرندوں کو شامل کر لیا گیا ہے، اور یہود پر ہم نے ناخن
والے تمام جانور حرام کر دیئے اور وہ ایسے جانور ہیں کہ ان کی انگلیاں الگ نہ ہوں جیسا کہ اونٹ اور شتر مرغ، اور گائے اور بکری
کی اوجھ اور گردے کی چربی ہم نے ان پر حرام کر دی مگر وہ چربی جو ان کی پیٹھ میں لگی ہو، یا آنتوں میں لگی ہو، حوا یا بمعنی انتڑی

حاویا یا حاویہ کی جمع ہے یا وہ چربی جو ہڈی تھکے لگی ہو اور وہ سرین کی چربی ہے وہ ان کے لئے حلال تھی، تحریم کی یہ سزا ہم نے ان کی سرکشی کی وجہ سے دی جس کا ذکر سورۃ نساء میں گذر چکا ہے اور ہم اپنی خبروں میں اور وعدوں میں سچے ہیں اور جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں اگر یہ اس میں آپ کی تکذیب کریں تو ان سے کہہ دو کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے اسلئے کہ اس کی سزا میں اس نے تمہارے اوپر جلدی نہیں کی، اور (دبکم) کہنے میں ان کو ایمان کی دعوت دینے میں نرمی ہے اور اس کا عذاب جب آجائے گا تو مجرموں سے نہ ملے گا، یہ مشرکین یوں کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے آباء اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے، (معلوم ہوا) ہمارا شرک کرنا اور ہمارا حرام ٹھہرانا اللہ کی مشیت سے ہے اور وہ اس سے راضی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسی طرح جس طرح ان لوگوں نے تکذیب کی ان سے پہلے لوگوں نے بھی اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ اچکھ لیا آپ ان سے پوچھئے کیا ان کے پاس اس بات پر کہ اللہ اس سے راضی ہے کوئی دلیل ہے (اگر ہے) تو اسے ہمارے روبرو ظاہر کرو یعنی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، تم اس معاملہ میں محض خیالی باتوں کی اتباع کرتے ہو اور اس معاملہ میں محض انکل سے باتیں کرتے ہو یعنی اس میں دروغ گوئی سے کام لیتے ہو، آپ کہئے اگر تمہارے پاس دلیل نہیں تو اللہ کے پاس حجت تامہ موجود ہے اگر اسے تمہاری ہدایت منظور ہوتی تو وہ تم سب کو ہدایت دیدیتا آپ کہئے کہ اپنے گواہ پیش کرو جو اس بات پر گواہی دیں کہ جس چیز کو تم نے حرام کر لیا ہے اللہ نے اس کو حرام کیا ہے پھر اگر وہ تصدیق کریں تو تم ان کی تصدیق نہ کرنا اور ایسے لوگوں کے باطل خیالات کا اتباع نہ کیجئے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جو (دوسروں کو) اپنے رب کا ہمسر ٹھہراتے ہیں (یعنی) شرک کرتے ہیں۔

تَحْقِيقُ تَرْكِيْبِ تَسْبِيْلٍ وَ تَفْسِيْرِ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: مَا أُوحِيَ إِلَيَّ. شَيْئًا، مَا مَوْصُولُهُ أُوحِيَ اس کا صلہ عائد محذوف ہے، تقدیر عبارت یہ ہے الَّذِي أَوْحَاهُ اللَّهُ إِلَيَّ.

قَوْلُهُ: شَيْئًا، اس میں اشارہ ہے کہ محرمًا موصوف محذوف کی صفت ہے ای شَيْئًا محرمًا.

قَوْلُهُ: مِيْنَةً بِالنَّصْبِ، كَانَ اگر ناقصہ مانا جائے تو اس کا اسم ضمیر مستتر ہوگی، اور اس ضمیر کا مرجع شی محرم ہوگی، اور مِيْنَةً

كَانَ کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا، اور یكون اپنے اسم کے مرجع جو کہ محرم ہے کی رعایت کی وجہ سے مذکر کا صیغہ ہوگا اس

صورت میں خبر، یعنی مِيْنَةُ کی رعایت نہ ہوگی، اور تَكُونُ مؤنث کا صیغہ خبر کی رعایت کی وجہ سے ہوگا، یہ دونوں صورتیں مِيْنَةُ

کے نصب کی صورت میں ہوں گی، مِيْنَةُ کے رفع کی صورت میں تَكُونُ میں صرف ایک ہی قراء ہوگی، یعنی تاء فوقانیہ، اور تَكُونُ

اس صورت میں تامہ ہوگا، اور مِيْنَةُ اُس کا فاعل ہوگا جب مذکورہ بات سمجھ لی گئی تو مفسرِ علم کا وفی قراء فی الرفع مع

التحتانیہ سبقت قلم ہوگی، صحیح الفوقانیہ ہے فقط۔

قَوْلُهُ: إِلَّا أَنْ تَكُونَ، اگر عموم احوال سے مستثنیٰ مانا جائے تو مستثنیٰ متصل ہوگا اور اگر یہ کہا جائے کہ مستثنیٰ منہ محرمًا ہے جو کہ

ذات ہے اور مستثنیٰ مینۃ صفت ہے لہذا مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہونے کی وجہ سے مستثنیٰ منقطع ہوگا، والا اول اقرب۔

(صاوی)

قَوْلُهُ: حَرَامٌ، بہتر ہوتا کہ مفسر علامہ رجس کی تفسیر حرام کے بجائے نجس سے کرتے اسلئے کہ حرمت تو الا ان یکون مینۃ الخ استثناء سے مفہوم ہے۔

قَوْلُهُ: اَوْ فِسْقًا، اس کا عطف مینۃ پر ہے، اس کا مضاف محذوف ہے ای ذافسقی یا مبالغہ کے طور پر حمل ہوگا اس صورت میں زید عدل کے قبیل سے ہوگا، لحم خنزیر پر بھی قرب کی وجہ سے عطف درست ہے، اور فائۃ رجس جملہ معترضہ ہے۔

قَوْلُهُ: اُھْلٌ لِّغَیْرِ اللّٰہِ یہ فسقا کی صفت ہے۔

قَوْلُهُ: وَیُلْحِقُ بِمَا ذُکِرَ بِالسُّنَّةِ اس اضافہ میں ایک سوال مقدر کے جواب کی طرف اشارہ ہے۔

سُؤَالٌ: آیت سے مذکورہ چار چیزوں میں حرمت کا حصر مفہوم ہوتا ہے حالانکہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں حرام ہیں۔

جَوَابُ: حصر حقیقی مراد نہیں ہے بلکہ حدیث کی رو سے اور بہت سی چیزیں بھی حرام ہیں۔

قَوْلُهُ: الثَّرَوِ، جمع ثوب، چربی کی اس باریک جھٹی کو کہتے ہیں جو معدہ اور آنتوں وغیرہ پر لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔

قَوْلُهُ: کُلِّی، یہ کُلِّیۃ کی جمع ہے گردہ کو کہتے ہیں۔

قَوْلُهُ: شَحْمُ الْاَلْبَیۃ شُح کی چربی جو دم کی ہڈی سے لگی ہوتی ہے۔

قَوْلُهُ: نَحْنُ، یہ اشہر کنا کے اندر ضمیر مستتر کی تاکید ہے تاکہ مرفوع متصل پر عطف درست ہو سکے، اسلئے کہ ضمیر مرفوع متصل پر عطف کے لئے فصل یا تاکید ضروری ہوتی ہے۔

قَوْلُهُ: اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّکُمْ حُجَّةٌ، اس میں اشارہ ہے کہ فیللہ الحجۃ البالغۃ شرط محذوف کی جزاء ہے جس کو مفسر علامہ نے ظاہر کر دیا ہے لہذا اب عطف الخبر علی الانشاء کا اعتراض بھی ختم ہو گیا۔

قَوْلُهُ: اُحْضَرُوا۔

سُؤَالٌ: هَلُمَّ کی تفسیر احضرو البینۃ جمع کرنے میں کیا مصلحت ہے؟

جَوَابُ: هَلُمَّ اسماء افعال میں سے ہے اور یہاں لغت حجاز کے مطابق استعمال ہوا ہے اسلئے کہ حجاز بین کے نزدیک یہ غیر منصرف ہے بخلاف بنو تمیم کے، لہذا یہ اعتراض ختم ہو گیا کہ یہاں مناسب هَلِّمُوا البینۃ جمع تھا اسلئے کہ اس کے مخاطب کثیر لوگ ہیں۔

تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

قُلْ لَا اَجِدُ فِیْ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مَحْرَمًا (الآیۃ) سابق میں ان چار محرمات کا ذکر تھا جن کو اغوائے شیطانی کی وجہ سے مشرکوں نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، اس کی پوری تفصیل سورۃ بقرہ آیت (۱۷۳) میں گزر چکی ہے، اس آیت میں مشرکوں کو قائل

کرنے کے لئے کہا جا رہا ہے، کہ اے محمد ﷺ تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ جن جانوروں کو تم نے اپنی طرف سے حرام ٹھہرا رکھا ہے ان کا ذکر میں، میرے اوپر نازل کردہ وحی میں کہیں نہیں پاتا سوائے ان چار چیزوں کے جن کو تم نے حلال ٹھہرا رکھا ہے، ① مردار جانور، ② بہتا ہوا خون ③ خنزیر کا گوشت ④ غیر اللہ کے تقرب کے لئے ذبح کیا ہوا جانور، ان مذکورہ حرام چیزوں کو تم نے حلال ٹھہرا رکھا ہے حالانکہ یہ حرام ہیں۔

نکتہ: یہاں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ مذکورہ چاروں محرمات کا ذکر کلمہ حصر کے ساتھ کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ چار جانوروں کے علاوہ تمام جانور حلال ہیں جبکہ واقعہ یہ ہے کہ ان چار کے علاوہ اور بہت سے جانور بھی شریعت میں حرام ہیں، پھر یہاں حصر کیوں کیا گیا؟ بات دراصل یہ ہے کہ ماقبل سے مشرکوں کے جاہلانہ طریقوں اور عقیدوں کا ذکر چلا آ رہا ہے اسی سلسلہ میں بعض جانوروں کا بھی ذکر آیا جن کو مشرکوں نے بطور خود حرام کر رکھا تھا اسی سیاق و سباق کے ضمن میں یہ کہا جا رہا ہے کہ مجھ پر جو وحی کی گئی ہے اس میں تو ان محرمات کا ذکر نہیں ہے اگر یہ مذکورہ چاروں چیزیں حرام ہوتیں تو اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ضرور فرماتا، مذکورہ حصر سے معلوم ہوتا ہے کہ مکی زندگی میں یہی جانور حرام تھے جن کا ذکر اس آیت میں ہے، پھر ہجرت کے بعد سورۃ مائدہ میں وہ جانور حرام ہوئے جن کی تفصیل اسی جگہ گزر چکی ہے۔

جانوروں کی حلت و حرمت کے اختلافی مسائل:

فقہاء اسلام میں ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ حیوانی غذاؤں میں جن چار چیزوں کی حرمت کا یہاں ذکر ہے بس یہی چار چیزیں حرام ہیں یہی مسلک حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور امام مالک کا ہے لیکن جمہور سلف نے اس کو تسلیم نہیں کیا، معتبر سند سے حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث سورۃ بقرہ میں گزر چکی ہے جس کی رو سے مردار میں سے دو مردار مچھلی اور ٹڈی اور خون میں سے دو خون کبھی اور تنی حلال ہیں، سو تمام علماء کے نزدیک حرام ہے اور اس کا جسم ناپاک ہے۔

خنزیر اور کتے کی کھال کا حکم:

سور اور کتے کی کھال کی دباغت کے بعد پاک ہونے یا نہ ہونے کا اختلاف سورۃ مائدہ میں گزر چکا ہے ما اھل بہ کی تفسیر بھی سورۃ بقرہ اور سورۃ مائدہ میں گزر چکی ہے فمن اضطر غیر باغ ولا عاصی کی تفسیر بھی سورۃ بقرہ میں گزر چکی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص بھوک کے سبب ایسا عاجز اور مجبور ہو کہ اس کو اپنی جان کے تلف ہو جانے کا خوف لاحق ہو جائے تو وہ بقدر اپنی جان بچانے کے ان حرام چیزوں کو استعمال کر سکتا ہے، ایسی اضطراری کیفیت میں چونکہ احتیاط باقی نہیں رہتی اسلئے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا ”فان ربك غفور رحيم“۔

وعلى الذين هادوا حرمنا كل ذي ظفر (الآیہ) سابق میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حرام صرف وہی چیزیں ہیں جن کو

اللہ نے حرام کیا ہے کسی انسان کو کسی چیز کے حرام یا حلال ٹھہرانیکا اختیار نہیں اس پر شرکین مکہ نے یہ کہا کہ یہود جن چیزوں کو نہیں کھاتے اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان چیزوں کو اپنے اوپر حرام ٹھہرایا تھا اسلئے ہم بھی وہ چیزیں نہیں کھاتے، پھر یہ بات کیونکر درست ہو سکتی ہے کہ انسان کو کسی چیز کے حرام یا حلال ٹھہرانیکا اختیار نہیں ہے بلکہ اس وقت کے نبی کی معرفت ان کی سرکشی کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے اوپر حرام کر دی تھیں یہ بات غلط ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے از خود اپنے اوپر کچھ چیزوں کو حرام کر لیا تھا۔

ذی ظفر سے وہ جانور مراد ہیں جن کی انگلیاں الگ الگ نہ ہوں مثلاً چرند میں اونٹ گائے وغیرہ، اور پرند میں بطخ، مرغ آبی۔

بعض اختلافی مسائل:

پالتو گدھے کو امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی حرام قرار دیتے ہیں، بعض دوسرے فقہاء کہتے ہیں کہ حرام نہیں ہیں بلکہ کسی خاص موقع پر نبی ﷺ نے ان کی کسی خاص وجہ سے ممانعت فرمادی تھی، درندہ جانوروں اور شکاری پرندوں اور مردار و خور حیوانات کو حنفیہ مطلقاً حرام قرار دیتے ہیں، مگر امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک شکاری پرندے حلال ہیں، لیث رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلی حلال ہے، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف وہ درندے حرام ہیں جو انسان پر حملہ آور ہوتے ہیں جیسے شیر، چیتا بھیڑ یا وغیرہ، عکرمہ کے نزدیک کوا اور بچو دونوں حلال ہیں، اسی طرح حنفیہ تمام حشرات الارض کو حرام قرار دیتے ہیں مگر ابن ابی لیلیٰ، امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک سانپ حلال ہے۔ (ہدایۃ القرآن)

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي عَلَيْكُمْ مَفْسَرَةَ الْأَشْرَافِ شَيْئًا وَ أَحْسَنُوا بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ بِالْوَادِ مِنْ أَجْلِ إِمْلَاقٍ فَقَدْ تَخَفُونَهُ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ السَّكَنَاتِ كَالَّذِينَ مَآظِرُهَا مَآظِرُهَا وَبَاطِنُهَا أَيْ عِلَانِيَتُهَا وَسِرُّهَا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ كَالْقَوْدِ وَحَدِّ الرِّدَّةِ وَرَجِمَ الْمُخَضَّنَ ذَلِكُمْ الْمَذْكُورُ وَصَلَّوْا بِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ١٥ تَدْبِرُونَ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ بِالْخَصْلَةِ الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ وَهِيَ مَا فِيهِ صِلَاةٌ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ١٦ بَانَ يَخْتَلِمُ وَأَوْفُوا بِالْكَيْلِ وَالْمِيزَانِ بِالْقِسْطِ بِالْعَدْلِ وَتَرِكَ الْبَيْخُسَ لَا تُكَلِّفْ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا طَاقَتُهَا فِي ذَلِكَ فَانْ أَخْطَأَ فِي الْكَيْلِ وَالْوِزْنِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ صَحَّةَ نِيَّتِهِ فَلَا تُؤَاخِذْهُ عَلَيْهِ كَمَا وَرَدَ فِي حَدِيثٍ وَلَدًا أَقْلَمْتَ فِي حَكْمٍ أَوْ غَيْرِهِ فَأَعْدِلُوا بِالصِّدْقِ وَلَوْ كَانَ الْمَقُولُ لَهُ أَوْ عَلَيْهِ ذَا قُرْبَى قَرَابَةٍ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْ قَوْلًا لَكُمْ وَصَلَّوْا بِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ١٧ بِالتَّشْدِيدِ تَتَعَطَّوْنَ وَالسَّكُونُ وَأَنَّ بِالْفَتْحِ عَلَى تَقْدِيرِ اللَّامِ وَالْكَسْرِ اسْتِنَافًا هَذَا الَّذِي وَصَّيْتُكُمْ بِهِ صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا حَالًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ الطُّرُقَ الْمُخَالَفَةَ لَهُ فَتَفْرَقَ فِيهِ حَذْفُ إِخْلَافِ النَّاتِنِ تَمِيلُ

يَكْمُرُ عَنْ سَبِيلِهِ دِينَهُ ذَٰلِكُمْ وَضَعَكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٦٠﴾ ثُمَّ أَنبَأْنَا مُوسَى الْكِتَابَ التَّوْرَةَ وَثَمَّ لِتَرْتِيبِ الْأَخْبَارِ تَمَامًا
لِلنِّعْمَةِ عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ بِالْقِيَامِ بِهِ وَتَفْصِيلًا بَيِّنًا لِّكُلِّ شَيْءٍ يَخْتَاجُ إِلَيْهِ فِي الدِّينِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّعَالَمِهِمْ أَيْ
بَنِي إِسْرَائِيلَ لِيَلْقَاءَ رَبَّهُمْ بِالْبُعْثِ يُؤْمِنُونَ ﴿٦١﴾

۶۰

ترجمہ: (اے محمد) ان سے کہو کہ آؤ میں تمہیں سناؤں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں ① یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ (ان) مفسرہ ہے، ② والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو ③ اور اپنی اولاد کو نفرت (فاقد) کے خوف سے زندہ درگور کر کے قتل نہ کرو ہم تمہیں رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی (دیں گے) ④ بے شرمی (یعنی) بڑے گناہوں مثلاً زنا کے پاس بھی مت جاؤ خواہ کھلم کھلا ہوں یا مخفی یعنی علی الاعلان ہوں یا چھپ کر، ⑤ اور کسی جان کو جس کو اللہ نے محترم بنایا ہے قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ مثلاً قصاص اور مرتد کی سزا کے طور پر اور شادی شدہ کو رجم کے طور پر یہ مذکورہ (وہ باتیں ہیں) جن کی تمہیں تاکید کی ہے تاکہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو غور و فکر سے کام لو، ⑥ اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو مستحسن ہے اور وہ طریقہ وہ ہے کہ جس میں (مال یتیم کی) اصلاح ہو یہاں تک کہ وہ سن رشد کو پہنچ جائے بائیں طور کہ بالغ ہو جائے ⑦ اور ناپ تول میں پورا تول کر انصاف سے کام لو ڈنڈی مارنا چھوڑ دو، ہم کسی پر اس معاملہ میں اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے اور اگر ناپ تول میں غلطی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ صحت نیت کو خوب جانتے ہیں لہذا اس پر مواخذہ نہیں ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، ⑧ اور جب تم کسی فیصلے وغیرہ میں بات کرو تو انصاف کی کرو اگرچہ وہ شخص جس کی موافقت یا مخالفت میں یہ بات ہے قرا بتدار ہی کیوں نہ ہو، ⑨ اور اللہ سے جو عہد کرو اس کو پورا کرو، ان باتوں کا اللہ نے تم کو تاکید کی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو (تذکرون) ذال کی تشدید کے ساتھ اور سکون کے ساتھ، (تاکہ تم یاد رکھو) اور یہ باتیں جن کا میں نے تم کو تاکید کی حکم دیا ہے میرا سیدھا راستہ ہے مستقیماً حال ہے، (اُن) فتح کے ساتھ ہے لام کی تقدیر کی صورت میں اور کسرہ کے ساتھ ہے استیناف کی صورت میں، لہذا اسی راستہ پر چلو اور اس کے خلاف راستوں پر نہ چلو کہ وہ تم کو اللہ کے دین کے راستہ سے بھٹکا دیں گی (فتفرق) میں ایک تاء کے حذف کے ساتھ ہے (یعنی راہ حق سے) پھیر دیں گی، یہ ہے وہ راہ مستقیم جس کی تم کو اللہ نے تاکید کی ہے تاکہ تم کجروی سے بچو، اور پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات دی تھی ثمر ترتیب اخبار کے لئے ہے اس شخص پر نعمت کی تکمیل کیلئے ہو جس نے اس پر بہتر طریقہ پر عمل کیا، اور احکام کی تفصیل ہو جن کی دین میں ضرورت ہوتی ہے، اور ہدایت و رحمت ہو، تاکہ بنی اسرائیل بعث کے ذریعہ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لے آئیں۔

تحقیق و ترکیب تیسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: مُفَسَّرَةٌ، أَلَا، میں اَنَّ فعل تلاوت کے لئے مفسرہ ہے اردو کے لفظ (یعنی) کے مترادف ہے، نہ کہ ناصبہ، اس لئے کہ ناصبہ ہونے کی صورت میں عطف طلب علی الخیر لازم آنے کی وجہ سے عطف درست نہ ہوگا، مذکورہ اُن میں متعدد وجوہ ہیں

ان میں دو وجہ مختار ہیں، ① اُن مفسرہ ہوا سئلے کہ ما قبل میں اَتْلُ، قول کے معنی میں ہے اس لئے کہ اُن مفسرہ کے لئے قول یا قول کے ہم معنی ہونا ضروری ہے، لا، نا ہیہ ہے اور تنشر کو افعِل مضارع مجزوم ہے، ② اُن مصدر یہ ہوا اس صورت میں اُن اور جو اس کے تحت ہے ما حَرَمَ سے بدل ہوگا۔

قَوْلُهُ: اِمْلَاق، کے معنی مفلسی، فقر و فاقہ، تنگدستی کے ہیں۔

قَوْلُهُ: بِالْخَصْلَةِ، اس سے اَلْتَمِی کی وجہ تانیث کی طرف اشارہ ہے۔

قَوْلُهُ: ثُمَّ لَتَرْتِيبَ الْاَخْبَارِ، یہ ایک سوال کا جواب ہے۔

سُؤَالٌ: ثُمَّ اَتَيْنَا، کا عطف و صَکْم پر ہے جو اعطاء کتاب لموسیٰ کے مؤخر ہونے پر دلالت کرتا ہے حالانکہ ایذاء کتاب وصیت پر مقدم ہے۔

جَوَابٌ: یہاں ثُمَّ ترتیب اخباری کے لئے ہے نہ کہ ترتیب وجودی کے لئے۔

قَوْلُهُ: لِلنِّعْمَةِ، اس میں اشارہ ہے کہ تماماً مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے تماماً سے لام اسلئے حذف کر دیا کہ تماماً معنی میں اتماماً کے ہے۔

قَوْلُهُ: بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ یہ یؤمنون کے متعلق ہے، فواصل کی رعایت کے لئے مقدم کر دیا گیا ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

قُلْ تَعَالَوْا (الآیۃ) اس آیت میں خطاب یہود و مشرکین بلکہ پوری نوع انسانی کے لئے ہے مطلب یہ ہے کہ حرام وہ نہیں ہے کہ جن کو تم نے بلا دلیل محض اپنے اوہام باطلہ کی بنیاد پر حرام کر لیا ہے، بلکہ حرام وہ چیزیں ہیں جن کو تمہارے رب نے حرام کیا ہے، اَلَّا تنشر کوا، سے پہلے او صاکم محذوف ہے، یعنی اللہ نے تمہیں اس بات کا حکم دیا ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، شرک سب سے بڑا گناہ ہے، جس کے لئے معافی نہیں ہے، مشرک پر جنت حرام اور دوزخ واجب ہے، قرآن مجید میں اس مضمون کو مختلف انداز سے بار بار بیان کیا گیا ہے، نبی ﷺ نے بھی اس مضمون کو بڑی صراحت سے بیان فرمایا ہے، اس کے باوجود لوگ شیطانی بہکاوے میں آکر شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔

وبالوالدین احسانا، اللہ تعالیٰ نے توحید و اطاعت کے بعد یہاں بھی اور دیگر مقامات پر بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اطاعت رب کے بعد اطاعت والدین کی بڑی اہمیت ہے، جس نے اس ربوبیت صغریٰ (والدین کی پرورش) کے تقاضے پورے نہیں کئے تو وہ ربوبیت کبریٰ کے تقاضے پورا کرنے میں بھی ناکام رہے گا۔ ولا تقتلوا اولادکم من املاق، زمانہ جاہلیت کا یہ فعل قبیح آجکل ضبط تولید یا خاندانی منصوبہ بندی کے نام سے پوری دنیا میں زور و شور سے جاری ہے اور اس کو معاشی مسئلہ سے جوڑ دیا گیا ہے جو کہ ایک غلط نظریہ ہے، معاشیات کے صحیح قوانین دوسرے ہیں جن کو اسلامی نظام اقتصادیات سے متعلق کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے، آیت میں (املاق) افلاس کا ذکر اسلئے فرمایا

ہے کہ فلاسفہ مادّیین اور مفکرین جاہلیت اپنے نظریہ کی عقلی توجیہ عموماً یہی کرتے ہیں، چنانچہ آج جاہلیت فرنگ کے زیر سایہ قتل اولاد کی تحریکیں اور نئے نئے طریقے سے جاری ہیں اس کا محرک بھی یہی خوف افلاس ہے، ماتھس نامی ایک ماہر اقتصادیات و معاشیات انیسویں صدی کے شروع میں ہوا ہے اور یہ منع حمل اور قتل اولاد کی تحریک اصلاً اسی کی برپا کردہ ہے، مذکورہ آیت میں اسی ذہنی افلاس اور دیوالیہ پن کے علاج کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، عرب میں قتل اولاد کی دامادی شرم و عار کے علاوہ ایک وجہ اقتصادی بھی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ کھانا کھلانے اور رزق فراہم کرنے کے اصلی ذمہ دار ہم ہیں تم نہیں، یہ کام براہ راست اللہ کا ہے تم خود اپنے رزق میں اللہ کے محتاج ہو تم اولاد کو کیا کھلا سکتے ہو؟ وہ تم کو رزق دیتا ہے تو تم بچوں کو کھلاتے ہو اگر وہ تمہیں نہ دے تو تمہاری کیا مجال کہ تم ایک دانہ گندم خود پیدا کر سکو۔

قتل نفس کی بڑی شدت سے ممانعت فرمائی گئی ہے، البتہ عالم میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے حق شرع کے طور پر قتل نفس نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ ضروری ہے الا یہ کہ مقتول کے وارث معاف کر دیں، اسلئے کہ قصاص میں سب کی زندگی ہے، بحق شرع قتل کے صرف پانچ مواقع ہیں، ① قتل عمد کے مجرم ② قیام دین حق کے مزاحم کو جبکہ کوئی چارائہ رہا ہو، ③ دارالاسلام میں بد امنی پھیلانے والا اور نظام اسلامی کو الٹنے کی سعی کرنے والے کو، ④ شادی شدہ ہونیکے باوجود زنا کا مرتکب ہونا، ⑤ ارتداد کا مرتکب ہونا، مذکورہ پانچ صورتوں کے علاوہ اسلام میں کسی انسان کا قتل جائز نہیں خواہ مومن ہو یا ذمی یا عام کافر ہو۔

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ، جس یتیم کی کفالت تمہاری ذمہ داری ہے، ہر طرح اس کی خیر خواہی کرنا تمہارا فرض ہے اسی خیر خواہی کا تقاضہ ہے کہ یتیم کے مال سے خواہ وہ نقدی کی شکل میں ہو یا زمین جائداد اور اثاثہ کی صورت میں اور یتیم ابھی اس کی حفاظت کی اہلیت نہ رکھتا ہو اس کے مال کی اس وقت تک حفاظت کرنا ولی پر فرض ہے کہ وہ سن بلوغ و شعور کو پہنچ جائے۔

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ، ناپ تول میں کمی کرنا نہایت ذلیل اور اخلاق سے گری ہوئی بات ہے قوم شعیب میں یہی اخلاقی بیماری تھی جو ان کی تباہی کے منجملہ اسباب میں سے ایک تھی، سورہ مطففین میں اس کو اسباب ہلاکت و بربادی میں شمار کرایا گیا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے ان لوگوں کو جو ناپ تول میں بے انصافی کرتے ہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ کام ہے کہ جس کی وجہ سے تم سے پہلے امتیں عذاب الہی کے ذریعہ ہلاک ہو چکی ہیں تم اس میں پورے احتیاط سے کام لو۔ (ابن کثیر ملخصاً)

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا، صراط مستقیم کو واحد کے صیغہ سے بیان فرمایا کیونکہ اللہ کی اور قرآن اور رسول کی اور صحابہ کی راہ ایک ہی ہے یہی ملت اسلامیہ کی وحدت و اجتماع کی بنیاد ہے، اگر امت مسلمہ اس واحد صراط مستقیم سے ہٹی تو مختلف گروہوں میں بٹ جائیگی اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ”أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا“ (شوری) دین کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو گویا اختلاف اور تفرقہ کی قطعاً اجازت نہیں، اسی مفہوم کو حدیث پاک میں آپ نے اس طرح واضح فرمایا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے اور چند خطوط اس کے دائیں بائیں کھینچے اور

فرمایا یہ وہ راستے ہیں جن پر شیطان بیٹھا ہوا ہے اور ان کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

(مسند احمد)

وَهَذَا الْقُرْآنُ كِتَابُ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكًا فَاتَّبِعُوهُ يَا أَهْلَ مَكَّةَ بِالْعَمَلِ بِمَا فِيهِ وَانْقُوا الْكُفْرَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝
 أَنْزَلْنَاهُ لِيَأْتِيَ الَّذِينَ لَا يَقُولُوا إِنَّمَا أَنْزَلَ الْكِتَابُ عَلَى طَائِفَتَيْنِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ مَخْفَفَةٌ وَاسْمُهَا
 مُحَذَّرَةٌ أَيْ إِنَّا كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ قَرَاءَ تِهِمْ لَغَوِيلِينَ ۝ لَعَدَمَ مَعْرِفَتِنَا لَهَا أَذِيسَتْ بُلْعَتِنَا
 أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَتَكَنَّاهُمْ أَهْدَى مِنْهُمْ لَجُودَةٌ أَذْهَانَنَا فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ بَيِّنٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهَدَى
 وَرَحِمَةً لِّمَنِ اتَّبَعَهُ فَمَنْ أَى لَا أَحَدٌ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ أَعْرَضَ عَنْهَا سَتَجَرَى الَّذِينَ يَصْدِفُونَ
 عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ أَى أَشَدَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ۝ هَلْ يَنْظُرُونَ مَا يَنْتَظِرُ الْمُكْذِبُونَ ۝ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ بِالْبَاقِ
 وَالْبَاءِ الْمَلِكَةُ لِقَبْضِ أَرْوَاحِهِمْ أَوْ يَأْتِي رَبُّكَ أَى أَمْرُهُ بِمَعْنَى عَذَابِهِ أَوْ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ أَى عَلَامَاتِهِ
 الدَّالَّةِ عَلَى السَّاعَةِ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ وَهُوَ طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا كَمَا فِي حَدِيثِ الصَّحِيحَيْنِ
 لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ أَمَنَتْ مِنْ قَبْلُ الْجَمْلَةُ صِفَةُ نَفْسٍ أَوْ نَفْسًا لَمْ تَكُنْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا طَاعَةُ أَى
 لَا تَنْفَعُهَا تَوْبَتُهَا كَمَا فِي الْحَدِيثِ قُلْ أَنْتَظِرُوا أَحَدَ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ۝ ذَلِكَ إِنْ الَّذِينَ قَرَأُوا دِيْنَهُمْ
 بِاخْتِلَافِهِمْ فِيهِ فَأَخَذُوا بَعْضَهُ وَتَرَكُوا بَعْضَهُ وَكَانُوا شِيعًا فِرْقًا فِي ذَلِكَ وَفِي قِرَاءَةِ فَارْقُوا أَى تَرَكُوا دِيْنَهُمْ
 الَّذِي أُمِرُوا بِهِ وَهُمْ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۝ فَلَا تَعْرِضْ لَهُمْ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ يَتَوَلَّاهُ
 ثُمَّ يَرْجِعُهُمْ فِي الْآخِرَةِ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ فَيُجَازِيهِمْ بِهِ وَهَذَا مَنْسُوخٌ بِآيَةِ السِّيفِ مِنْ جَلَّةٍ بِالْحَسَنَةِ أَى لَا
 إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَلِهَا أَى جَزَاءُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا أَمْلُهَا أَى جَزَاؤُهُ
 وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ يُنْقَضُونَ مِنْ جَزَائِهِمْ شَيْئًا قُلْ إِنِّي هَدَيْتُ رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ وَيُبَدِّلُ مِنْ مَحَلِّهِ دِيْنًا قِيَمًا
 مُسْتَقِيمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي عِبَادَتِي مِنْ حَجٍّ وَغَيْرِهِ وَنَحْيَايَ حَيَاتِي
 وَمَالِي مَوْتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لِشَرِّكَ لَكَ ۝ فِي ذَلِكَ وَبِذَلِكَ أَى التَّوْحِيدِ أَمَرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ
 قُلْ خَيْرٌ لِّلَّهِ أَبْعَى رَبًّا إِلَهًا لَا أَطْلُبُ غَيْرَهُ وَهُوَ رَبُّ مَالِكٍ كُلِّ شَيْءٍ وَالْكِتَابُ كُلِّ نَفْسٍ ذَنْبًا إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ
 نَفْسٌ وِازِرَةً أَلَمَ وَزَرَ نَفْسٍ أُخْرَى ثُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ خَلْفَ الْأَرْضِ
 جَمْعَ خَلْقٍ أَى يَخْلُقُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فِيهَا وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ بِالْمَالِ وَالنَّجَاهِ وَغَيْرِ ذَلِكَ لِيَبْلُوَكُمْ
 لِيَخْتَبِرَ كُمْ فِي مَا أَنْتُمْكُمْ أَعْطَاكُمْ لِيُظْهَرَ الْمَطِيعُ مِنْكُمْ وَالْعَاصِي ۝ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعَقَابِ ۝ لِمَنْ غَضَاهُ وَآذَنَهُ لَعَفُورٌ
 لِلْمُؤْمِنِينَ مَرَحِيمٌ ۝ بِهِمْ

ترجمہ: اور یہ قرآن ایک بڑی خیر و برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے، اے مکہ والو! جو کچھ اس میں

ہے اس پر عمل کر کے اس کی اتباع کرو، اور کفر سے بچو تاکہ تم پر رحم کیا جائے اس کو نازل کیا تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دفرقوں یہود و نصاریٰ پر نازل کی گئی تھی اور ہم اُن کے پڑھنے پڑھانے سے ناواقف تھے ہماری زبان میں ان کتابوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں ان کی معرفت حاصل نہ تھی (ان) مخفیہ ہے اس کا اسم مخدوف ہے ای انسا، یا یوں نہ کہو کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل کی گئی ہوتی تو ہم اپنی تیزی ذہانت کی وجہ سے زیادہ راہ راست پر ہوتے، سواب تمہارے پاس رب کی جانب سے اس شخص کے لئے جو اس کی اتباع کر لے ایک (واضح) بیان اور ہدایت اور رحمت آچکی، اب اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جس نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا؟ اور ان سے اعراض کیا، کوئی نہیں، ہم جلدی ہی ان لوگوں کو جو ہماری آیتوں سے اعراض کرتے ہیں بدترین یعنی سخت ترین عذاب دیں گے ان کے اعراض کرنے کی وجہ سے ان جھٹلانے والوں کو صرف اس بات کا انتظار ہے کہ ان کے پاس ان کی روحیں قبض کرنے کیلئے فرشتے آجائیں، (ساتھ ہم) یاء اور تاء کے ساتھ، یا ان کے پاس تیرا رب آجائے یعنی اس کا حکم بشکل عذاب آجائے یا آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آجائے، جس دن آپ کے رب کی کوئی نشانی آجائے گی اور وہ مغرب کی جانب سے سورج کا ٹکنا ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں ہے، کسی شخص کو کسی ایسے شخص کا ایمان کام نہ آئیگا جو پہلے (دنیا میں) ایمان نہ لایا ہوگا (جملہ لم تکن) نفساً کی صفت ہے یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو یعنی اس کی توبہ اس کے کوئی کام نہ آئے گی، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، ان سے کہہ دو ان اشیاء میں سے کسی ایک کا انتظار کرو، ہم بھی اس کے منتظر ہیں بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو اس میں اختلاف کر کے جدا جدا کر لیا یا بس طور کہ بعض کو لیا اور بعض کو ترک کر دیا، اور اس میں گروہ گروہ ہو گئے، اور ایک قراءت میں فارقوا ہے یعنی اپنے اس دین کو ترک کر دیا جس کا انھیں حکم دیا گیا تھا، اور وہ یہود و نصاریٰ ہیں، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں لہذا آپ ان سے تعرض نہ کریں (بس) ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے وہ دیکھ لے گا، پھر ان کو آخرت میں ان کے سب کروتوت بتا دے گا کہ ان کو انکے اعمال کی سزا دے گا یہ حکم آیت سیف (یعنی) حکم جہاد سے منسوخ ہے، جو شخص نیک کام کرے گا یعنی لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے گا تو اس کو دس گنا یعنی دس نیکیوں کے برابر اجر ملے گا اور جو شخص برا کام کرے گا اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا یعنی ان کے اجر میں کچھ بھی کم نہ کیا جائیگا، آپ کہہ دیجئے کہ مجھے میرے رب نے ایک سیدھا راستہ بتا دیا ہے بالکل ٹھیک دین اور دیناً قیماً (صراط) کے محل سے بدل ہے، جو ابراہیم علیہ السلام کا راستہ ہے جو اللہ کی طرف یکسو تھے اور وہ شرک کر نیوالوں میں نہ تھے، کہہ دو میری نماز اور میرے تمام مراسم عبادت حج وغیرہ اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے، اس میں جس کا کوئی شریک نہیں اور اسی توحید کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں اس امت میں سب سے پہلا ماننے والا ہوں آپ کہہ دیجئے کیا اللہ کے سوا کسی اور کو معبود بنانے کے لئے تلاش کروں یعنی اس کے غیر کو تلاش نہ کروں گا، حالانکہ وہ ہر شئی کا مالک ہے ہر شخص جو بھی بدی کرتا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے، اور کوئی گنہگار نفس کسی دوسرے نفس کا بوجھ نہ اٹھائیگا پھر تم سب کو تمہارے رب کی طرف پلٹ کر جانا ہے پھر وہ تم کو اس چیز کی حقیقت بتلا دے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے وہ وہی ہے جس نے تم کو زمین میں ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا خلافت، خلیفہ کی جمع ہے اور ایک کو دوسرے پر مال و جاہ وغیرہ کے درجات میں فوقیت دی تاکہ تم کو عطا کردہ چیزوں

میں آزمائے تاکہ فرمانبردار کو نافرمان سے ممتاز کرے یقیناً تیرا رب اپنی نافرمانی کرنے والوں کو بہت جلد سزا دینے والا ہے اور یقیناً وہ مومنین کی مغفرت کرنے والا ان پر رحم کرنے والا ہے۔

تحقیق و ترکیب و تہلیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: لَإِنْ لَا تَقُولُوا، لام اور لامقدر ماننے کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ اِنْ تَقُولُوا، انزلناہ کا مفعول لہ واقع ہونا معنی درست نہیں ہے بلکہ عدم قول مفعول لہ ہے اسی سوال کے جواب کے لئے مفسر علام نے لام جارہ محذوف مان کر انزلناہ کی علت کے بیان کی جانب اشارہ کر دیا اور اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ ان مصدر یہ ہے یہی وجہ ہے کہ تقولوا سے نون حذف ہو گیا، کسائی اور فراء نے کہا ہے کہ ان تقولوا کی اصل لان لا تقولوا ہے، حرف جار اور حرف نفی کو حذف کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضْلُوا، اس کی اصل لئلا تضلوا تھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قول ”وَأَيْسَى أَنْ تَمِيزَ بَكُمُ الْإِنْسَانُ أَمْ لِي لِيْلَا تَمِيزَ بَكُمُ الْإِنْسَانُ“، شارح علیہ الرحمۃ نے اسی توجیہ کو اختیار فرمایا ہے اور بصریین نے حذف مضاف کی توجیہ اختیار کی ہے تقدیر عبارت یہ ہے انزلناہ کراہیۃ اَنْ تقولوا بصریین کہتے ہیں کہ ’لا‘ کا حذف جائز نہیں ہے اسلئے کہ جئت اَنْ اکر مک کہنا درست نہیں ہے بمعنی ان لا اکر مک۔

قَوْلُهُ: اَوْ تَقُولُوا اس کا عطف سابق اَنْ تقولوا پر ہے لہذا یہاں بھی لام اور لامقدر ہوں گے۔

قَوْلُهُ: الْجُمْلَةُ صِفَةُ نَفْسًا، اس میں اشارہ ہے کہ جملہ لم تکن آمنت لکم من قبل، نفساً کی صفت ہے نہ کہ ایمان کی جیسا کہ قرب سے بظاہر شبہ ہوتا ہے، اسلئے کہ ایمان کے لئے ایمان لازم آئیگا جو کہ محال ہے۔ (ترویج الارواح)

قَوْلُهُ: اَوْ نَفْسًا لَمْ تَكُنْ، اس میں اشارہ ہے کہ او کَسَبَتْ کا عطف آمنت پر ہے نہ کہ ایمانہا پر ہے۔

قَوْلُهُ: اِی لَا تَنْفَعُهَا تَوْبَتُهَا، اس اضافہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سُؤَالٌ: یہ آیت معتزلہ کے مذہب کی حقانیت پر دلالت کرتی ہے اسلئے کہ ان کے نزدیک ایمان مجرد عن الاعمال الصالحہ نافع نہ ہوگا۔

جَوَابٌ: جواب کا حاصل یہ ہے کہ آیت لف تقدیری کے قبل سے ہے، اِی لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا وَلَا كَسْبُهَا فِي الْاِيْمَانِ لَمْ تَكُنْ اَمَنْتَ مِنْ قَبْلِ اَوْ كَسَبَتْ فِيْهِ خَيْرًا۔

قَوْلُهُ: جَزَاءُ عَشْرٍ حَسَنَاتٍ اس عبارت میں مفسر علام نے فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا “میں عشر میں ترک تاء کی وجہ کی جانب اشارہ کیا ہے اسلئے کہ بظاہر عشرۃ امثالہا ہونا چاہئے اسلئے کہ مثل مذکر ہے، جواب کا حاصل یہ ہے کہ امثال معنی مؤنث ہے۔

قَوْلُهُ: وَيُبَدِّلُ مِنْ مَّحَلِّهِ، ہدانی کا مفعول اول ہدانی کی یاء ہے اور مفعول ثانی الی صراط مستقیم ہے اور دیناً قیماً،

صراط کے محل سے بدل ہونے کی وجہ سے منصوب ہے نہ کہ مفعول ثانی جیسا کہ بعض حضرات کو یہ مغالطہ لاحق ہوا ہے۔
قَوْلٌ: اعطاکم اس میں اشار ہے کہ آتاکم ابتداء سے ہے نہ کہ اتیان سے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

ربط آیات:

وَهَذَا كِتَابُ أَنْزَلْنَاهُ، (الآیۃ) گذشتہ آیات میں مشرکین کی بدعتیہ کی اور خود ساختہ حلال و حرام کی پوری شدت کے ساتھ تردید کی گئی تھی، اسی سلسلہ میں بالواسطہ طور پر نبوت و رسالت کا ذکر آگیا تھا، ان آیات میں سمجھایا جا رہا ہے کہ انسان کی رہبری اور دارین کی سعادت و کامرانی کے لئے نبوت کا تاج کسی نہ کسی انسان کے سر پر رکھا جانا ضروری ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، پہلے بہت سے انبیاء گزر چکے ہیں جو سب کے سب انسان ہی تھے جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت معروف و مشہور ہیں آخر میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں آخر ان کا انکار کس بناء پر کیا جاتا ہے؟ آپ ﷺ کو جو کتاب ہدایت عطا کی گئی ہے وہ بڑی خیر و برکت والی ہے اور تمہاری زبان میں ہے لہذا اس کا اتباع کر کے رحمت خداوندی کے مستحق بنو، قرآن کے نزول کے بعد اب تمہارے پاس یہ عذر بھی باقی نہیں رہا کہ تم یہ کہہ سکو کہ کتابیں تو پہلے دو فرقوں یہود و نصاریٰ پر نازل ہوئی تھیں وہ چونکہ ہماری زبان میں نہیں تھیں اسلئے ہمیں کیا معلوم کہ اس میں کیا تھا، تمہاری زبان میں کتاب نازل کر کے حجت پوری کر دی گئی اب روز قیامت تمہارا کوئی عذر مسموع نہیں ہوگا، آفتاب ہدایت کے طلوع ہونے اور رہبر اعظم کے آجانے کے بعد کیا اب ان لوگوں کو صرف ملائکہ موت ہی کا انتظار ہے خوب یاد رکھو موت کے وقت عالم غیب مشاہد ہو جانے کے بعد ایمان معتبر نہیں ہے۔

لَا تَنْزِرُ وَازِرَةً وَزَرَ اخروی، یعنی قیامت کے روز کوئی شخص دوسرے کا بار گناہ نہیں اٹھائیگا، اس آیت میں ایک عام ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے معاملہ کو دنیا پر قیاس نہ کرو یہاں ایک شخص جرم کر کے دوسرے کے سر ڈال سکتا ہے خصوصاً جبکہ دوسرا شخص خود رضا مند ہو، مگر عدالت الہیہ میں اس کی کوئی گنجائش نہیں وہاں ایک کے جرم میں دوسرا ہرگز نہیں پکڑا جاسکتا ایک میت کے جنازہ پر حضرت عبداللہ بن عمر نے کسی کو روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا زندوں کے رونے سے مردہ کو عذاب ہوتا ہے، ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ قول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے نقل کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم ایک ایسے شخص کا یہ قول نقل کر رہے ہو جو کبھی نہ جھوٹ بولتا ہے نہ اس کی ثقاہت میں کوئی شبہ ہو سکتا ہے، مگر کبھی سننے میں بھی غلطی ہو جاتی ہے، اس معاملہ

میں تو قرآن کا ناطق فیصلہ موجود ہے لا تنزُرُ وازدرة ووزرٍ اخری یعنی ایک کا گناہ دوسرے کے سر نہیں رکھا جاسکتا تو کسی زندہ کے رونے سے مردہ بے قصور کس طرح معذب ہو سکتا ہے۔ (درمنثور، معارف)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ مسیحیوں کا عقیدہ کفارہ محض باطل اور لغو ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے سولی پر چڑھ کر تمام مسیحیوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا، اب کوئی مسیحی کسی گناہ میں ماخوذ نہیں ہوگا اسی طرح مسیحیوں کا یہ عقیدہ بھی مہمل اور باطل ہے کہ آدم علیہ السلام کی معصیت کی سزا سلا بعد نسل پوری اولاد آدم کو ملتی رہے گی نیز مشرکوں کا یہ عقیدہ بھی باطل قرار پایا کہ خدا کسی کو بھی کسی کے بدلے سزا دے سکتا ہے۔ (ماجدی)

بسم اللہ

سُورَةُ الْأَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَانِ مِائَتَانِ وَأَرْبَعُونَ آيَةً

سُورَةُ الْأَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ إِلَّا وَاسْتَلْهُمُ عَنِ الْقَرْيَةِ الثَّمَانِ أَوِ الْخَمْسِ

آيَاتِ مِائَتَانِ وَخَمْسُ أَوْسِثُ آيَاتٍ.

سورۃ اعراف مکی ہے مگر واسئلہم عن القرية سے آٹھ یا پانچ آیتیں مدنی

ہیں کل ۲۰۵ یا ۲۰۶ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ الْقَمَصُ ۝ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ هَذَا
كَتَبُ أَنْزَلَ إِلَيْكَ خُطَابَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ ضَيِّقٌ مِنْهُ أَنْ تُبَلِّغَهُ مَخَافَةَ أَنْ
تُكَذِّبَ لِتُنْذِرَ مُتَعَلِّقٌ بِأَنْزَلِ أَيْ لِلْإِنْدَارِ بِهِ وَذِكْرُ تَذَكُّرٍ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ بِهِ قُلْ لَهُمْ إِنْ تَبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ
أَيِ الْقُرْآنِ وَلَا تَتَّبِعُوا تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِهِ أَيْ اللَّهِ أَيْ غَيْرِهِ أَوْلِيَاءَ تُطِيعُونَهُمْ فِي مَعْصِيَتِهِ تَعَالَى
قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ۝ بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ تَتَّعِظُونَ وَفِيهِ إِذْغَامُ التَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الذَّالِ وَفِي قِرَاءَةِ بَسْكَوْنِهَا وَما زائدة
لِتَاكِيدِ الْقِلَّةِ وَكَمْ خَبْرِيَّةٌ مَفْعُولٌ مِنْ قَرْيَةٍ أُرِيدَ أَهْلُهَا أَهْلُكُنْهَا أَرَدْنَا إِهْلًا كُنْهَا فَجَاءَهَا بِأَسْنًا عَذَابًا بَيَّاتًا لَيْلًا
أَوْهُمْ قَائِلُونَ ۝ نَائِمُونَ بِالظَّهِيرَةِ وَالْقِيلُولَةُ اسْتِرَاحَةُ نِصْفِ النَّهَارِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهَا نَوْمٌ أَيْ مَرَّةً جَاءَهَا لَيْلًا
وَمَرَّةً نَهَارًا فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ قَوْلَهُمْ إِذْ جَاءَهُمْ بِأَسْنًا إِلَّا أَنْ قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝ فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ
أَيِ الْأَسْمِ عَنْ إِبْجَاتِهِمْ الرُّسُلَ وَعَمَلِهِمْ فِيمَا بَلَّغَهُمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ۝ عَنِ الْإِبْلَاحِ فَلَنَقْصُصَ عَلَيْهِمْ يَعْلَمُ
لِنُخْبِرَنَّهُمْ عَنْ عِلْمٍ بِمَا فَعَلُوهُ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ ۝ عَنِ الْإِبْلَاحِ الرُّسُلِ وَالْأَسْمِ الْخَالِيَةِ فِيمَا عَمِلُوا وَالْوَزْنَ
لِلْأَعْمَالِ أُولَٰئِكَ هِيَ بِمِيزَانٍ لَهُ لِسَانٌ وَكِفَّتَانُ كَمَا وَرَدَ فِي حَدِيثِ كَاتِنٍ يَوْمَئِذٍ أَيْ يَوْمَ السُّؤَالِ الْمَذْكُورِ
وَهُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ الْحَقُّ الْعَدْلُ صِفَةُ الْوَزْنِ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ بِالْحَسَنَاتِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ الْفَائِزُونَ
وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ بِالسَّيِّئَاتِ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِتَضْيِيعِهَا إِلَى النَّارِ بِمَا كَانُوا يَلْبِثُونَ ۝

يَجْعَدُونَ وَلَقَدْ مَكَّنَّمْ يَبْنِي اَدَمَ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ بِالْيَاۤءِ اسْبَابًا تَعْيِشُونَ بِهَا جَمْعُ مَعِيْشَةٍ قَلِيْلًا مَّا لَنَا كَيْدُ الْقَلِيْلَةِ تَشْكُرُونَ ﴿٨﴾

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے (المص) اس سے اپنی مراد کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، یہ ایک کتاب ہے جو آپ پر نازل کی گئی ہے، اس میں آپ کو خطاب ہے تاکہ آپ اس کے ذریعہ لوگوں کو ڈرائیں (لَتُنذِرَ) انزل کے متعلق ہے، اسی انزل للانداز، لہذا اس کی تبلیغ سے اس خوف سے کہ آپ کی تکذیب کی جائے گی آپ کو کوئی جھگ نہ ہونی چاہئے، اور (تاکہ) اس کے ذریعہ مومنوں کو نصیحت ہو، ان سے کہو، جو قرآن تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے اتارا گیا ہے اس کی اتباع کرو، اور اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو سرپرست نہ بناؤ کہ اللہ کی معصیت میں ان کی اطاعت کرو، تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو (یذکرون) تاء اور یاء کے ساتھ بمعنی یتعظون، اور اس میں اصل میں تاء کا ذال میں ادغام ہے اور ایک قراءت میں ذال کے سکون کے ساتھ ہے اور ماقلت کی تاکید کے لئے زائدہ ہے، اور بہت سی بستیوں کو کم خبر یہ مفعول ہے، اور بستی سے مراد اہل بستی ہیں ہم نے تباہ کر دیا، (یعنی) جن بستیوں کو ہم نے برباد کرنے کا ارادہ کیا ان کو برباد کر دیا، اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آپہنچا، یا ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت آرام کر رہے تھے، قیلولہ، دوپہر کے وقت آرام کرنے کو کہتے ہیں، اگرچہ اس میں سونا نہ ہو، مطلب یہ کہ (عذاب) کبھی دن میں اور کبھی رات میں آیا، جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو ان کے منہ سے بجز اس بات کے کوئی بات نہ نکلی کہ واقعی ہم ظالم تھے، پھر ہم ان لوگوں سے ضرور باز پرس کریں گے جن کے پاس رسول بھیجے گئے تھے یعنی ہم امتیوں سے (ان کے) رسولوں کی دعوت قبول کرنے اور جو انہوں نے ان کو تبلیغ کی، اس پر عمل کرنے کے بارے میں (ضرور باز پرس کریں گے) اور پیغام پہنچانے کے بارے میں رسولوں سے (بھی) ضرور سوال کریں گے پھر ہم پورے علم کے ساتھ ان کی عملی سرگرمیوں کی ان کو خبر دیں گے، (ہمارے) ان کے اعمال سے باخبر ہونے کی وجہ سے ان کو پوری تفصیل بتا دیں گے، (آخر) ہم کہیں رسولوں کی تبلیغ اور گذشتہ امتوں کے کارناموں سے بے خبر تو نہیں تھے، اور اعمال کا یا اعمال ناموں کا ایسی ترازو سے کہ جس کا (ایک) کاٹا اور دو پلڑے ہوں گے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، ایسے دن میں یعنی سوال مذکور کے دن میں کہ وہ قیامت کا دن ہوگا عدل کے ساتھ (اعمال) کا وزن ہوگا، العدل، الوزن کی صفت ہے، سو جن لوگوں کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا ایسے ہی لوگ کامیاب ہوں گے اور جن لوگوں کی نیکیوں کا پلڑا ابراہیم کی وجہ سے ہلکا ہوگا یہی ہیں وہ لوگ جو خود کو جہنم رسید کرنے کی وجہ سے اپنا نقصان کرنے والے ہوں گے، اس وجہ سے کہ وہ ہماری آیتوں کی تکذیب کر کے ظالمانہ برتاؤ کرتے رہے، اے بنی آدم ہم نے تم کو زمین میں باختیار سکونت دی اور ہم نے تمہارے لئے اس میں اسباب معیشت پیدا کئے جن کے ذریعہ تم زندگی گزارتے ہو، معاش مَعِیْشَۃ کی جمع ہے، تم لوگ بہت ہی کم شکر گزار ہو، مَّا، تاکید قلت کے لئے ہے۔

تحقیق و ترکیب تسہیل و تفسیر فی فوائد

قَوْلُهُ: لِلانذار، اس میں اشارہ ہے کہ لَتُنذِرَ میں لام کے بعد ان مصدر یہ مصدر ہے لہذا یہ شبہ بھی ختم ہو گیا کہ لَتُنذِرَ میں فعل پر حرف جرد داخل ہے، فلا یکن فی صَدْرِكَ حَرَجٌ مِنْهُ، علت اور معلول کے درمیان یہ جملہ معترضہ ہے۔
قَوْلُهُ: وَذَكَرَیْہِ كِتَابٌ پر معطوف ہونے کی وجہ سے تقدیراً مرفوع، یہ اسم مصدر ہے، تقدیر عبارت یہ ہے، ہذا کتابٌ و تذکرۃ للمؤمنین۔

قَوْلُهُ: قُلْ لَّہُمْ، یہ ایک سوال کے جواب کی طرف اشارہ ہے کہ ماسبق میں خطاب آپ ﷺ کو ہے پھر اچانک روئے خطاب دیگر مخاطبین کی طرف ہو گیا اس کی بظاہر نہ کوئی وجہ ہے اور نہ قرینہ، اسی کے جواب کیلئے قُلْ لَّہُمْ، محذوف مان کر التفات کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔

قَوْلُهُ: خَبَرِیَّةٌ مَفْعُولٌ، یعنی کم خبر یہ فعل محذوف کا مفعول واقع ہے اور علی شریطۃ التفسیر کے قبیل سے ہے تقدیر عبارت یہ ہے، اَوْ اَهْلَكْنَا كَمِّنْ مِنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنَاهَا۔
قَوْلُهُ: اَرَدْنَا۔

سُؤَالٌ: اَهْلَكْنَا سے پہلے اَرَدْنَا محذوف ماننے سے کیا فائدہ ہے؟

جَوَابٌ: مفسرِ علام نے اَرَدْنَا محذوف مان کر ایک سوال کا جواب دیا ہے، سوال کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول کم من قَرْیَةٍ اَهْلَكْنَاهَا سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلاک مقدم ہے اور فجاء ہذا باسنا مؤخر ہے، یعنی اہلاک جو کہ مسبب ہے وہ مقدم ہے اور مجبئی باس جو کہ سبب ہے وہ مؤخر ہے حالانکہ سبب مسبب سے مقدم ہوتا ہے یعنی عذاب کی آمد مقدم ہوتی ہے اور ہلاکت بعد میں ہوتی ہے، آیت سے اس کا عکس مفہوم ہوتا ہے، علماء مفسرین نے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں، ان ہی میں سے ایک جواب مفسرِ علام نے اَرَدْنَا محذوف مان کر دیا ہے یعنی ہم نے ان کے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو ہمارا ان پر عذاب آیا، تقدیر عبارت یہ ہے اَرَدْنَا اِهْلَاکَهَا فجاءها باسنا، مگر یہاں اب بھی یہ سوال باقی ہے کہ فجاء ہذا میں فاء تعقیبیہ ہے جو عذاب کے ہلاکت سے بعد میں آنے پر دلالت کرتی ہے لہذا سابق سوال علی حالہ باقی ہے۔

جَوَابٌ: فاء کبھی تفسیر کے لئے بھی آتی ہے اسلئے کہ ہلاکت کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں مثلاً کبھی موت طبعی اسباب سے ہوتی ہے کبھی آگ میں جل کر ہوتی ہے تو کبھی پانی غرق ہو کر ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ، فجاء ہا باسنا کہہ کر سبب موت کی تفسیر کر دی کہ موت ہمارے عذاب کی وجہ سے ہوئی۔

قَوْلُهُ: مَرَّةً بَآءَ هَا لَيْلًا وَمَرَّةً نَهَارًا، اس میں اشارہ ہے کہ اَوْ تنويع کے لئے ہے نہ کہ شک کے لئے اسلئے کہ اللہ کی ذات شک و تردد سے پاک ہے۔

سُئِلَ: ایک حال کا جب دوسرے حال پر عطف کیا جاتا ہے تو واو عاطفہ لانا ضروری ہوتا ہے یہاں اوہم قائلون کا بَيَاناً پر عطف ہے لہذا درمیان میں واو عاطفہ کا ہونا ضروری ہے۔

جَوَابُ: اَوْ تَنْوِيعَ کے لئے ہے جو کہ درحقیقت حرف عطف ہی ہے اگر واو عاطفہ بھی لایا جاتا تو تقدیر عبارت یہ ہوتی اَوْ هُم قائلون، واو کو حذف کر دیا اسلئے کہ دو حرف عطف کا اجتماع ثقیل ہوتا ہے۔

قَوْلُهُ: اَوْ لِصَحَائِفِهَا، اعمال کے بعد صحائف اعمال کا اضافہ اس سوال کا جواب ہے کہ اعمال چونکہ اعراض ہیں لہذا ان کا وزن ممکن نہیں ہے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے تقدیر عبارت صحائف اعمال ہے، اور صحائف اعمال کے وزن میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: لِسَانِ الْمِيزَانِ، لسان المیزان سے غالباً وہ سوئی یا کاٹنا مراد ہے جو دونوں پلڑوں کی برابری کو بتاتا ہے جب دونوں پلڑے بالکل مساوی ہو جاتے ہیں تو وہ لسان (کاٹنا) بالکل ٹھیک وسط میں آ جاتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)۔

قَوْلُهُ: كَائِنٌ، اس کی تقدیر میں اشارہ ہے کہ الوزن مبتداء ہے اور يومئذ، كائن کے متعلق ہو کر مبتداء کی خبر ہے۔
قَوْلُهُ: صِفَةُ الْوِزْنِ اس میں ان لوگوں پر رد ہے جو، الحق، کو الْوِزْنِ مبتداء کی خبر قرار دیتے ہیں اسلئے کہ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وزن اسی دن حق ہے نہ کہ اس کے علاوہ میں اور یہ غلط ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحِ

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام سورۃ اعراف ہے اور یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کی آیات نمبر ۴۶-۴۷ میں اعراف اور اصحاب اعراف کا ذکر آیا ہے۔

مرکزی مضمون:

پوری سورت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مضامین معاد یعنی آخرت اور نبوت و رسالت سے متعلق ہیں اور یہی اس سورت کا مرکزی مضمون ہے اس کے علاوہ بعض انبیاء سابقین کے حالات اور ان کی امتوں کے واقعات اور ان کی جزاء و سزا کا بھی قدرے تفصیل سے ذکر ہے۔

الْمَصِّ، کی مراد کے بارے میں اگرچہ مختلف اقوال منقول ہیں مگر مفسر علام نے اللہ اعلم بمراده بذلك کہہ کر حروف مقطعات کے بارے میں احوط اور اسلم طریقہ کی طرف خود اشارہ کر دیا ہے لہذا اس کی حقیقی مراد کو اللہ کے علم کے

حوالہ کرنا ہی محتاط اور اسلاف کا طریقہ ہے۔

فلا یکن فی صدرک حرج، پہلی آیت میں آپ ﷺ کو خطاب فرماتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ یہ قرآن اللہ کی کتاب ہے جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے، لہذا آپ کو کسی قسم کی دل تنگی نہ ہونی چاہئے، دل تنگی سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم اور اس کے احکام کی تبلیغ میں آپ کو کسی قسم کا خوف اور جھجک نہیں ہونی چاہئے اور اس سے انکار و تکذیب کی صورت میں آپ کو کوفت اور کڑھن نہ ہونی چاہئے (ای یضیق صدرک اَلَّا یؤمنوا بہ) قرطبی (یعنی) قیامت کے روز عوام الناس سے سوال کیا جائیگا کہ ہم نے تمہارے پاس اپنے رسول اور کتابیں بھیجی تھیں تم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اور رسولوں سے پوچھا جائیگا کہ جو پیغام رسالت اور احکام شریعت دیکر ہم نے تم کو بھیجا تھا وہ آپ لوگوں نے اپنی اپنی امتوں کو پہنچا دیئے یا نہیں؟۔ (معارف، اخرجه بیہقی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں حاضرین سے سوال فرمایا ”کہ جب قیامت کے روز تم لوگوں سے میرے بارے میں سوال کیا جائیگا کہ میں نے تم کو اللہ کا پیغام پہنچایا یا نہیں؟ تو تم کیا جواب دو گے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم کہیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا، اور امانت خداوندی کا حق ادا کر دیا، اور امت کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ فرمایا، یہ سکر آپ ﷺ نے فرمایا اللھم اشھد، یا اللہ آپ گواہ ہیں۔

وَالْوِزْنَ یَوْمَئِذٍ الْحَقُّ، (الایۃ) یعنی روز قیامت وزن اعمال برحق ہے اس میں کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہونی چاہئے، یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ وزن تو اجسام کا ہوتا ہے اور اعمال خواہ اچھے ہوں یا برے از قبیلہ اعراض ہیں جن کا کوئی جرم و جسم نہیں ہوتا، پھر اعمال کے وزن کی کیا صورت ہوگی؟ اس بارے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ رب العالمین قادر مطلق ہے اور ہر شئی پر قادر ہے اس کی قدرت سے کوئی شئی خارج نہیں ہے یہ کیا ضروری ہے کہ جس چیز کو ہم نہ تول سکیں حق تعالیٰ بھی نہ تول سکیں، اس کے علاوہ جدید دور کی جدید ایجادات نے تو اس مسئلہ کو بالکل واضح اور صاف کر دیا ہے اب کوئی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہی، اب نئے آلات کے ذریعہ وہ چیزیں بھی تولی جاتی ہیں جو پہلے نہیں تولی جاتی تھیں، اب ایسے آلات ایجاد ہو چکے ہیں کہ جن میں نہ ترازو کی ضرورت نہ اس کے پلوں کی اور نہ ڈنڈی اور کانٹے کی، آج تو ان آلات کے ذریعہ ہوا تولی جاتی ہے برقی رو تولی جاتی ہے گرمی سردی تولی جاتی ہے ان کا میٹر ہی ان کی ترازو ہے، اگر حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے انسانی اعمال کا وزن کر لیں تو اس میں کیا استبعاد ہے؟

اعراض کے متعلق ”بارکے“ کا نظریہ:

برطانیہ کے مشہور فلسفی نے ثابت کیا ہے کہ مادہ کے جتنے بھی اعراض تسلیم کئے گئے ہیں ان کی اصل تو محسوسیت ہی ہے اگر سرے سے محسوس ہی نہ ہوں تو ان کے وجود ہی کے کوئی معنی نہیں (ماجدی) اعمال کی صفت وزن آج ہمارے موجودہ قوی کے لئے غیر محسوس ہے، روز قیامت ہمارے ترقی یافتہ قوی کے لئے محسوس و مدرک ہو جائیگی۔

عرض کو جو ہر میں تبدیل کر دینا اللہ کی قدرت میں ہے:

خالق کائنات کو اس پر بھی قدرت حاصل ہے کہ ہمارے اعمال کو کسی وقت جو ہر میں تبدیل کر کے کوئی شکل و صورت عطا فرمادیں، آپ ﷺ سے منقول بہت سی روایات اس پر شاہد ہیں کہ برزخ اور محشر میں انسانی اعمال خاص خاص شکلوں و صورتوں میں آئیں گے، قبر میں انسان کے اعمال صالحہ حسین صورت میں اس کے منوں بنیں گے اور برے اعمال سانپ بچھو بن کر اس کو لپٹیں گے حدیث میں ہے کہ جس شخص نے مال کی زکوٰۃ نہ دی ہوگی وہ مال ایک زہریلے سانپ کی شکل میں اس کی قبر میں پہنچ کر اس کو ڈسے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔ (معارف)

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ اٰی اٰبَاكُمْ اٰدَمَ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ اٰی صَوْرَتَاہُ وَاَنْتُمْ فِی ظٰہِرِہٖ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سَجُوْدًا نَّحِیۡۃً بِالْاَنْجِیۡۃِ فَسَجَدُوْا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَۃَ اِبَالِجِنَّ کَانَ بَیْنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ لَمْ یَکُنْ مِنَ السَّٰجِدِیۡنَ ۝ قَالَ تَعَالٰی مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ جِئْتَ اَمْرًاۙ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہٗ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِیۡنٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْہَا اٰی مِنَ الْجَنۡۃِ وَقِیۡلَ مِنَ السَّمٰوٰتِ فَمَا یَکُوْنُ لَکَ اَنْ تَسْکَبَ فِیْہَا فَاتَخَرَّجَ یَنْبَغِیْ مِنْہَا اِنَّکَ مِنَ الصَّٰغِرِیۡنَ ۝ الدَّلِیۡلِیۡنَ ۝ قَالَ اَنْظِرْنِیْ اٰخِرٰنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝ اٰی النَّاسُ ۝ قَالَ اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیۡنَ ۝ وَفِیۡ اٰیۃٍ اُخْرٰی اِلٰی یَوْمِ الْوَقَیۡتِ الْمَعْلُوْمِ اٰی وَقَیۡتِ النَّفْخِۃِ الْاُولٰٓی ۝ قَالَ فِیْمَا اَنْوِیۡتَنِیْ اٰی بِاِغْوَاۤئِکَ لِّیْ وَابِیۡۤءَ لِّلْقَسَمِ وَجَوَابُہٗ اَلَا قَعَدَدَ لَہُمْ اٰی لَبَنِیْ اٰدَمَ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیۡمَ ۝ اٰی عَلٰی الطَّرِیْقِ الْمُوْصِلِ اِلَیْکَ ثُمَّ لَا یَتَّبِعُہُمْ مِّنْ بَیۡنِ اَیۡدِیۡہِمۡ وَمِنْ خَلْفِہُمْ وَعَنْ اَیۡمَانِہُمْ وَعَنْ شَمَائِلِہُمْ اٰی مِنْ کُلِّ جَہۡۃٍ فَاَمَنَعُہُمْ عَنْ سُلُوْکِہٖ قَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَلَا یَسْتَطِیۡعُ اَنْ یَّاْتِیَ مِنْ فَوْقِہُمْ لِثَلَاثٍ یَحُوْلُ بَیۡنَ الْعَبْدِ وَبَیۡنَ رَحِمَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَلَا یُجِدُ اَکْثَرُہُمْ شٰکِرِیۡنَ ۝ مُؤْمِنِیۡنَ ۝ قَالَ اَخْرِجْ مِنْہَا مَذْمُوْمًا بِالْهَمَزَةِ مَعِیًا مَمْقُوْتًا مَذْمُوْرًا مُّبْعَدًا عَنِ الرَّحْمَۃِ لَمَنْ سَبَّحَ مِنْہُمْ مِنَ النَّاسِ وَاللَّامُ لِلْاِبْتِدَآءِ وَسُوْطَةُ الْقِسْمِ وَہُوَ اَلَمَلَّکَۃُ جَہَنَّمُ مِنْکُمْ اَجْمَعِیۡنَ ۝ اٰی مِنْکَ بِذَرِیَّتِکَ وَمِنَ النَّاسِ وَفِیہِ تَغْلِیۡبُ الْحَاضِرِ عَلٰی الْغَائِبِ وَفِی الْجُمْلَةِ مَعْنٰی جَزَآءٍ مِّنَ الشَّرْطِیۃِ اٰی مِنْ اَتَّبَعْتَ اَعْدٰیہٗ وَ قَالَ یَاۤاَدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَتَاۤکِیۡدُ لِلْضَمِیۡرِ فِی اُسْکُنْ لِّیُعْطَفَ عَلَیْہِ وَزَوْجُکَ حَوَّآءُ بِالْمَدِّ الْجَنۡۃُ فَکُلَا مِنْ حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ بِالَاکْلِ مِنْہَا وَہِی الْجِنۡطَةُ فَکُوْنَا مِنَ الظَّالِمِیۡنَ ۝ فَوَسَّوَسَ لَہُمَا الشَّیْطٰنُ اِبْلِیْسُ لِیُظْہِرَ لَہُمَا وِرَی فُوْعِلَ مِنَ الْمَوَارِۃِ عَنْہُمَا مِنْ سَوَآئِلِہُمَا وَقَالَ مَا نَہَاکُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا کَرَاهَۃَ اَنْ تَکُوْنَا مَلَکَیۡنَ وَقُرِیَ بِکَسْرِ الْاِمِ اَوْ تَکُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیۡنَ ۝ اٰی وَذٰلِکَ لَا زَمَۃَ عَنِ الْاِکْلِ مِنْہَا کَمَا فِی اٰیۃٍ اُخْرٰی هَلْ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَتَمْلُکَ لَا یَبْلٰی وَقَاسَمَہُمَا اٰی اَقْسَمَ لَہُمَا بِاللّٰہِ اِنِّیۡ لَکُمَا لَیۡنَ النَّصِیۡحِیۡنَ ۝ فِی ذٰلِکَ فَدَلَّہُمَا حَظَّہُمَا عَنْ مَنَزِلَتِہُمَا بِغُرُوْبٍ مِنْہٗ فَلَمَّا ذَاۤاۡقَا الشَّجَرَةَ اٰی اَکَلَا مِنْہَا بَدَتْ لَہُمَا سَوَآئِلُہُمَا اٰی ظَہَرَ لَکُلِّ مِنْہُمَا قُبْلُہٗ وَقُبُلُ الْاٰخِرِ وَدُبْرُہٗ

وَسُمِّیَ كُلُّ مِنْهُمَا سَوْءًا لَّانْ انْكَشَافَهُ یَسُوءُ صَاحِبَهُ وَطَوَقًا یُخْصِفُنْ أَحَدًا یَلْزِقَانِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ لَیَسْتَبْرَا بِهِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا اَلَمْ اَنْهَاكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَاَقْلَ لَكُمْ اَنَّ الشَّیْطَانَ لَكَافٍ مُدْمِنٌ ۝ بَیْنَ الْعَدَاوَةِ اِسْتِفْهَامُ تَقْرِیْرِ قَالَا لَبَّاسًا لَّمَّا اَنْفُسَنَا بِمَعْصِيَتِنَا وَاَنَّ لَمْ نَغْفِرْ لَنَا وَتَرَحُّصًا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ قَالَ اهْبِطُوْا اِیْ اٰدَمُ وَحَوَّاءُ بِمَا اَسْتَمَلْتُمَا عَلَیْهِ مِنْ ذُرِّیَّتِكُمَا بَعْضُكُم بَعْضٌ الذَّرِیَّةُ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ مِّنْ ظُلْمٍ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ مَّكَانُ اسْتِقْرَارٍ وَمَتَاعٌ اِلٰی حَیْنٍ ۝ تَنْقَضِیْ فِیْهِ اَجَالُكُمْ قَالِ فِیْهَا اِیْ الْاَرْضِ یَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا اُخْرِجُوْنَ ۝ بِالْبَعْثِ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ

۱۰۰

ترجمہ:

اور ہم نے تم کو یعنی تمہارے دادا آدم کو پیدا کیا پھر تمہاری صورتیں بنائیں یعنی تمہاری صورتیں اس حال میں بنائیں کہ تم آدم علیہ السلام کی پشت میں تھے، پھر ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو، جھک کر سجدہ تعظیمی، تو سب نے سجدہ کیا۔ بجز ابوالجنا ابلیس کے اور وہ فرشتوں کے درمیان بود و باش رکھتا تھا، اور وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کس چیز نے جھکو سجدہ کرنے سے روکا جبکہ میں جھکو حکم دے چکا، لا، زائدہ ہے، (تو) کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں (اس لئے کہ) تو نے مجھے آگ سے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا، حق تعالیٰ نے فرمایا تو جنت سے اتر اور کہا گیا ہے کہ آسمانوں سے اتر، جھکو کوئی حق نہیں کہ تو آسمانوں (یا جنت) میں رہ کر تکبر کرے، لہذا تو اس سے نکل بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے، (ابلیس) نے کہا مجھے اس دن تک مہلت دے جس دن لوگ اٹھائے جائیں حق تعالیٰ نے فرمایا تجھے مہلت ہے، اور دوسری آیت میں ہے وقت مقرر تک یعنی فتح اولیٰ تک، تو (ابلیس) نے کہا قسم ہے مجھے تیرے اغوا کرنے کی باء قسم کے لئے ہے میں ان کے یعنی بنی آدم کے لئے تیری سیدھی راہ پر (یعنی) اس راہ پر جو تجھ تک پہنچانے والی ہے بیٹھوں گا، اور اس کا جواب لَا قَعْدُدْ ہے، پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے گھسے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے یعنی ہر جہت سے ان کو راہ راست پر چلنے سے روکوں گا ابن عباس نے فرمایا لوگوں کے اوپر سے آنکی استطاعت نہیں رکھتا تا کہ وہ بندے اور اللہ کی رحمت کے درمیان حائل نہ ہو جائے اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار (یعنی) مومن نہ پائیں گے اللہ نے فرمایا تو یہاں سے معیوب مغضوب مردود ہو کر نکل جا، انسانوں میں سے جو تیری پیروی کرے گا اور لام ابتداء ہے یا قسم کی تمہید کے لئے ہے (یعنی قسم محذوف پر دلالت کرنے کے لئے) وہ لاملت ہے، میں تم سب سے جہنم کو ضرور بھر دوں گا، یعنی تجھ سے مع تیری ذریت کے اور انسانوں سے (جہنم کو بھر دوں گا) اس میں حاضر کو غائب پر غلبہ دیا گیا ہے، اور جملہ (لا ملئت) میں مَنْ شرطیہ کی جزاء کے معنی ہیں، یعنی جو تیری اتباع کرے گا میں اس کو عذاب دوں گا، اور (اللہ نے) فرمایا اے آدم تم اور تمہاری بیوی حواء مد کے ساتھ (انت) اُسکن کے اندر ضمیر مستر کی تاکید ہے تا کہ اس پر عطف کیا جاسکے، جنت میں رہو، جہاں سے جس چیز کو تمہارا راجی چاہے کھاؤ اور کھانے کی نیت سے اس درخت کے قریب بھی مت جانا اور وہ شجر گندم ہے ورنہ تو تمہارا شمار ظالموں میں ہو جائیگا، پھر

شیطان ابلیس نے ان دونوں کو بہکایا تا کہ ان دونوں کی شرم گاہوں کو جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں ظاہر کر دے (وُورِی) المواراة سے فُوعِل کے وزن پر ماضی مجہول ہے اور کہا تم دونوں کو اس درخت سے دور کرنے کی بجز اس کے کوئی وجہ نہیں کہ اس کو تمہارا فرشتہ ہو جانا پسند ہے اور (ملکین) کو لام کے کسرہ کے ساتھ (بھی) پڑھا گیا ہے یا یہ کہ تم دونوں ہمیشہ کے لئے جنتی ہو جاؤ اسلئے کہ یہ (خلود) اس کے کھانے کے لئے لازم ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے (هَلْ أَذِلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَا يَبْلَى) اور ان دونوں کے رب و اللہ کی قسم کھائی کہ میں اس معاملہ میں یقیناً تم دونوں کا خیر خواہ ہوں سوان دونوں کو ان کے مقام سے فریب کے ذریعہ نیچے لے آیا، ان دونوں نے جب درخت کو چکھا یعنی اس کا پھل کھایا تو دونوں کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھل گئیں، یعنی ان میں ہر ایک کی قبل اور دوسرے کی قبل اور اس کی دبر ظاہر ہو گئی، اور دونوں کی شرم گاہوں کا سواۃ نام رکھا اسلئے کہ شرم گاہ کا کھل جانا صاحب شرم گاہ کو رنجیدہ کرتا ہے، اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتوں کو چپکانے لگے، یعنی دونوں نے اپنی شرم گاہوں پر پتوں کو چپکانا شروع کر دیا، تا کہ ان کے ذریعہ ستر پوشی کریں، اور ان کے رب نے ان کو پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے منع نہ کر چکا تھا اور کیا یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے کھلی عداوت والا ہے، یہ استفہام تقریری ہے دونوں نے کہا اے ہمارے رب ہم نے معصیت کے ذریعہ اپنے اوپر ظلم کیا، اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہمارے اوپر رحم نہ کرے گا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے اللہ نے حکم دیا اے آدم و حوا تم مع اپنی اس ذریت کے جس پر تم مشتمل ہو نیچے اترو تمہاری ذریت میں سے بعض بعض کی دشمن ہوگی بعض کے بعض پر ظلم کرنے کی وجہ سے، اور تمہارے لئے زمین جائے سکونت ہے اور ایک مدت تک (اس میں) نفع حاصل کرنا ہے تم مدت العبر وہیں رہو گے، فرمایا تمہیں زمین ہی پر زندگی بسر کرنی ہے اور وہیں مرنے اور زندہ کر کے تمہیں وہیں سے نکالا جائیگا (تخروجون) میں معروف و مجہول دونوں ہیں۔

حَقِیْقَتِیْ وَ تَحْرِیْکِیْ لِّتَسْبِیْلِیْ وَ تَفْسِیْرِیْ فَوَیْدِ

قَوْلًا: ای اباکم آدم۔

سُؤَال: خلقنکم میں خطاب بنی آدم کو ہے جس سے معلوم ہوتا ہے خلق و تصویر کا تعلق بنی آدم سے ہے حالانکہ خلقنکم کی تفسیر ائی اباکم آدم سے معلوم ہوتا ہے کہ خلق و تصویر کا تعلق آدم علیہ السلام سے ہے۔

جَوَاب: یہ ہے کہ چونکہ آگے ملائکہ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آدم کو سجدہ کریں اگر خلقنکم میں کُھم سے مراد آدم علیہ السلام نہ ہوں تو تخلیق اور امر بالسجدہ میں مطابقت باقی نہیں نہ رہے گی یعنی تخلیق بیان ہو رہی ہے ذریعہ کی اور اس کا انعام دیا جا رہا ہے آدم علیہ السلام کو اسی شبہ کو دور کرنے کے لئے مضاف محذوف ماننے کی ضرورت پیش آئی۔

قَوْلًا: كَانَ بَيْنَ الْمَلَائِكَةِ.

سُؤَال: اس عبارت کے اضافہ کا کیا مقصد ہے؟

جوابی: مذکورہ اضافہ کا مقصد الّا ابلیس کے استثناء کو درست قرار دینا ہے۔

سُئِلَ: الّا ابلیس ہی سے ابلیس کا سجدہ نہ کرنا مفہوم ہو رہا ہے پھر لم یکن من الساجدین کہنے سے کیا فائدہ ہے؟
جوابی: الّا ابلیس سے مطلق سجدہ کی نفی مفہوم نہیں ہوتی بلکہ صرف بوقت حکم سجدہ کی نفی مفہوم ہو رہی ہے ممکن ہے کہ اس وقت سجدہ نہ کیا ہو مگر بعد میں کر لیا ہو، جب لم یکن من الساجدین کا اضافہ ہو گیا تو اس سے مطلق سجدہ کی نفی ہو گئی یعنی ابلیس نے نہ بوقت حکم سجدہ کیا اور نہ بعد میں۔

قَوْلًا: زاندة، یعنی الّا میں لا زائدہ ہے ورنہ تو مطلب ہو گا سجدہ کرنے سے منع کیا۔ اسلئے کہ نفی الھی اثبات ہوتا ہے حالانکہ یہ مقصد نہیں۔

قَوْلًا: اُخْرٰی، انظرنی کی تفسیر اُخْرٰی سے کر کے اشارہ کر دیا کہ، انظرنی بمعنی انتظار ہے نہ کہ بمعنی رؤیت ورنہ تو معنی فاسد ہو جائیں گے۔

قَوْلًا: وفی آیۃ اُخْرٰی اس اضافہ کا مقصد ایک شبہ کا جواب ہے۔

شبہ: شبہ یہ ہے کہ ابلیس نے انظرنی الی یوم یُبْعَثُونَ کہہ کر فقہ ثانیہ تک زندہ رہنے کی اجازت طلب کی اور اس کے بعد موت نہیں اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِین کہہ کر ابلیس کی درخواست منظور فرمائی، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابلیس موت سے محفوظ ہو گیا اس پر موت طاری نہیں ہوگی اسلئے کہ فقہ اولیٰ سے پوری کائنات پر فاطاری ہوگی اور فقہ ثانیہ سے پوری کائنات زندہ ہو جائے گی چونکہ ابلیس نے فقہ ثانیہ تک زندہ رہنے کی اجازت طلب کی تھی جو کہ منظور بھی ہوگی اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کے قول اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِین سے یہی مفہوم ہے۔

جوابی: جواب کا حاصل یہ ہے کہ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِین سے اگرچہ مطلقاً ابلیس کی درخواست کو قبول کرنا معلوم ہوتا ہے مگر دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد فقہ اولیٰ ہے جو کہ فقہ ثانیہ سے لہذا معلوم ہو گیا کہ ابلیس بھی فنا ہونے والوں میں شامل ہوگا۔

قَوْلًا: مَذْمُومًا بِالْهَمْزۃ بمعنی معیوباً ایک قراءت میں مذموماً بھی ہے۔

قَوْلًا: وَاللّٰم لِلْاِبْتِدَاءِ لَمَنْ تَبِعَكَ میں لام ابتداء تاکید کے لئے ہے۔

قَوْلًا: وفی الْجُمْلَةِ مَعْنٰی الْجَزَاءِ یہ اضافہ اس سوال کا جواب ہے کہ لَمَنْ تَبِعَكَ شرط بغیر جزاء کے ہے جواب کا حاصل یہ ہے کہ جملہ لا ملئن قائم مقام جزاء ہے لہذا شرط بدون الجزاء کا اعتراض ختم ہو گیا۔

سُئِلَ: مذکورہ جملہ کو قائم مقام جملہ جزاء قرار دینے کے بجائے جزاء قرار کیوں نہیں دیا؟

جوابی: جملہ فعلیہ جب جزاء واقع ہوتا ہے تو اس پر لام داخل نہیں ہوتا اور یہاں لام داخل ہے اسی لئے اس جملہ کو جزاء قرار دینے کے بجائے قائم مقام جزاء قرار دیا ہے۔ (ترویج الادواح)

قَوْلًا: اَوْ مَوْطِنَةً لِلْقِسْمِ یعنی لام قسم محذوف پر دلالت کرنے کے لئے ہے اور وہ لا ملئن الخ ہے اسی اقسام لا ملئن الخ۔

قَوْلُهُ: وَوَرَى (بروزن) فَوَعَلَ مِنَ المَوَارَةِ، اس میں ایک سوال مقدر کے جواب کی طرف اشارہ ہے۔
سُؤَالٌ: جب اول کلمہ میں دو واؤ جمع ہو جاتے ہیں اور ان میں اول مضموم ہو تو اول کو ہمزہ سے بدلنا واجب ہوتا ہے جیسا کہ
 وَوَيَصِلُ میں جو کہ واصل کی تصغیر ہے پہلے واؤ کو ہمزہ سے بدل کر اُوَیَصِلُ کر دیا۔
جَوَابُ: یہ قاعدہ ان دو واؤ میں ہے جو متحرک ہوں تاکہ ثقل کو کم کیا جاسکے، اور یہاں ثانی واؤ ساکنہ ہے لہذا یہاں یہ قاعدہ جاری نہ ہوگا۔

قَوْلُهُ: حَطَّهْمَا، یہ تفسیر لازم معنی کو بیان کرنے کے لئے ہے اسلئے کہ تذلّیہ ارسال الشیء من اعلیٰ الی اسفل کو کہتے ہیں۔
قَوْلُهُ: اِیْ اٰدَمُ وَحَوَّاءُ بِمَا اسْتَمَلْتُمَا النِّخ، یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ اہبطوا جمع کا صیغہ ہے حالانکہ اس کے مخاطب
 آدم علیہ السلام وحواء صرف دو فرد ہیں لہذا اہبطا ہونا چاہئے تھا، جواب کا حاصل یہ ہے کہ مراد حضرت آدم وحواء مع ان کی
 ذریت ہیں لہذا کوئی شبہ نہیں۔

تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحُ

ولقد خلقنکم، خلقنکم میں ضمیر اگر چہ جمع کی ہے مگر مراد اس سے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں حضرت آدم چونکہ اپنی پوری ذریت پر مشتمل ہیں اور ابوالبشر ہیں اسی وجہ سے جمع کی ضمیر سے خطاب فرمایا، انخفش نے کہا ہے کہ ثمرٌ صورٌ ناکم میں ثم بمعنی واؤ ہے، الا تسجد میں لازائدہ ہے اِیْ اَنْ تَسْجُدَ، (تجھے سجدہ کرنے سے کس نے روکا، یا عبارت محذوف ہے یعنی تجھے کس چیز نے اس بات پر مجبور کیا کہ تو سجدہ نہ کرے) (ابن کثیر، فتح القدیر) اور کہا گیا ہے کہ مَنَعَ بمعنی قال ہے الی من قال لك ان لا تسجد اور کہا گیا ہے کہ مَنَعَ بمعنی دعا ہے اِیْ مَا دَعَاكَ اِلٰی اَنْ لَا تَسْجُدَ، شیطان فرشتوں میں سے نہیں تھا بلکہ خود قرآن کی صراحت کے مطابق جنات میں سے تھا (الکہف) لیکن آسمان پر فرشتوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اس سجدہ کے حکم میں شامل تھا جو اللہ نے فرشتوں کو دیا تھا اسی لئے اس سے سجدہ نہ کرنے پر باز پرس ہوئی، اگر وہ اس حکم میں شامل نہ ہوتا تو اس سے باز پرس نہ ہوتی اور نہ وہ راندہ درگاہ ہوتا۔

انسانی تخلیق کا قرآنی نظریہ:

مذکورہ آیت سے تخلیق ابوالبشر کی جو تصویر ابھر کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے پہلے ابوالبشر کی تخلیق کا منصوبہ بنایا، اور مادہ آفرینش تیار کیا، پھر اس مادہ کو انسانی صورت بخشی، پھر جب ایک زندہ ہستی کی حیثیت سے انسان وجود میں آگیا تو اسکو سجدہ کرنے کے لئے فرشتوں کو حکم دیا، اس آیت کی یہ تشریح خود قرآن مجید میں دوسرے مقام پر بیان کی گئی ہے، مثلاً سورہ ص میں ہے، اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهُ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سَجْدَیْنِ “ اس

آیت میں وہی تین مراتب ایک دوسرے انداز میں بیان کئے گئے ہیں، یعنی پہلے مٹی سے ایک بشر کی تخلیق پھر اسکی شکل و صورت اور اعضاء میں تسویہ و اعتدال قائم کرنا پھر اس کے اندر اپنی روح پھونکنا اگرچہ تخلیق انسانی کے اس آغاز کو اس کی تفصیلی کیفیت کے ساتھ کما حقہ ہمارے لئے سمجھنا مشکل ہے، اور نہ ہم اس حقیقت کا پوری طرح ادراک کر سکتے ہیں، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید انسانیت کے آغاز کی کیفیت ان نظریات کے خلاف بیان کرتا ہے جو موجودہ زمانہ میں ڈارون کے تبعین نظریہ ارتقاء کو سائنس کے نام پر پیش کرتے ہیں، ان نظریات کی رو سے انسان غیر انسانی یا نیم انسانی حالت کے مختلف مدارج سے ترقی کرتا ہوا مرتبہ انسانیت تک پہنچا ہے، اور اس ارتقاء کے طویل خط میں کہیں کوئی نقطہ خاص نظر نہیں آتا کہ جہاں سے غیر انسانی حالت کو ختم قرار دیکر نوع انسانی کا نقطہ آغاز تسلیم کیا جائے، اس کے برخلاف قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ انسانیت کا آغاز خالص انسانیت سے ہوا، اس کی تاریخ قطعاً کسی غیر انسانی تاریخ سے کوئی رشتہ نہیں رکھتی وہ اول روز سے انسان بنایا گیا تھا اور خدا نے کامل انسانی شعور کے ساتھ اس کی ارضی زندگی کی ابتداء کی تھی۔

ڈارون کے نظریہ ارتقاء کی حقیقت:

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ قرآنی تصور انسان چاہے اخلاقی حیثیت سے کتنا ہی بلند ہو مگر محض اس تخیل کی خاطر ایسے نظریہ کو کس طرح رد کیا جاسکتا ہے کہ جو سائنٹفک دلائل سے ثابت ہے، لیکن جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں ان سے ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا فی الواقع ڈارونی نظریہ ارتقاء سائنٹفک دلائل سے ثابت ہو چکا ہے؟ سائنس سے محض سرسری واقفیت رکھنے والا تو بے شک اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ ڈارونی نظریہ ایک ثابت شدہ حقیقت بن چکا ہے، لیکن محققین اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ الفاظ کے لمبے چوڑے دعوؤں اور ہڈیوں کے عجیب و غریب ڈھانچوں کے باوجود ابھی تک یہ صرف ایک نظریہ ہی ہے، اور اس کے جن دلائل کو غلطی سے دلائل ثبوت کہا جاتا ہے وہ دراصل محض دلائل امکان ہیں۔

قال فاهبط منها، منها کی ضمیر کا مرجع اکثر مفسرین نے جنت کو قرار دیا ہے اور بعض نے اس مرتبہ کو جو ملکوت اعلیٰ میں سے حاصل تھا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے مقابلہ میں تکبر کرنے والا احترام و تعظیم کا نہیں ذلت و خواری کا مستحق ہے۔

قال انظرنی الی یوم یبعثون، ای امہلنی الی یوم البعث، یوم بعثت تک مہلت طلب کرنے کا مطلب تھا کہ مجھے موت نہ آئے اس لئے کہ یوم بعث کے بعد موت نہیں ہوگی اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی یہ درخواست یہ کہتے ہوئے منظور فرمائی ”اِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی یہ دعاء بعینہ قبول فرمائی، مگر دوسری آیت ”السی یوم الوقت المعلوم“ سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح اولیٰ تک مہلت قبول فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح پوری کائنات پر موت طاری ہوگی ابلیس پر بھی موت طاری ہوگی۔

قالا ربنا ظلمنا انفسنا (الآیۃ) توبہ واستغفار کے یہ وہی کلمات ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تبارک و تعالیٰ

سے دیکھے تھے جیسا کہ سورۃ بقرہ آیت ۳۷ میں صراحت ہے، شیطان نے نافرمانی کا ارتکاب کیا مگر نہ صرف یہ کہ اس پر شرمندہ نہیں ہوا بلکہ اڑ گیا اور اس کے جواز پر عقلی و قیاسی دلائل دینے لگا نتیجتاً وہ راندہ درگاہ اور ہمیشہ کے لئے ملعون قرار پایا، اور حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی غلطی پر ندامت و پشیمانی کا اظہار کیا اور بارگاہ الہی میں توبہ و استغفار کا اہتمام کیا تو اللہ کی رحمت و مغفرت کے مستحق قرار پائے، گناہ کر کے اس پر اصرار کرنا اور صحیح ثابت کرنے کیلئے دلائل پیش کرنا شیطان راستہ ہے اور گناہ کے بعد احساس ندامت سے مغلوب ہو کر بارگاہ الہی میں جھک جانا اور توبہ و استغفار کا اہتمام کرنا بندگان الہی کا راستہ ہے (اللہم اجعلنا منهم)۔

يٰۤاٰدَمُ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلٰیكَمَّزْجًا لِّبَاسًا اٰی خَلَقْنَاهُ لَكُمْ یُوَارِیْ یَسْتُرُ سَوَاتِکُمْ وَرِیْشًا ۝۱۰ هُوَ مَا یُجَمِّلُ بِهِ مِنَ الثِّیَابِ وَلِبَاسُ الثَّقَوٰی الْعَمَلُ الصَّالِحُ اَوِ السَّمْتُ الْحَسَنُ بِالنَّصَبِ عَطْفًا عَلٰی لِبَاسًا وَالرَّفْعُ مَبْتَدَاٌ خَبْرُهُ جَمْلَةٌ ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰهِ دَلٰلِلُ قُدْرَتِهِ لَعَلَّکُمْ یَذَّکَّرُوْنَ ۝۱۱ فِیْؤْمِنُوْنَ فِیْهِ الثَّقَاتُ عَنِ الْخَطَابِ یٰۤاٰدَمُ لَا یَفْتِنَکُمْ یُضِلُّنَّکُمْ الشَّیْطٰنُ اٰی لَا تَتَّبِعُوْهُ فَتَفْتِنُوْا کَمَا اَخْرَجَ اٰبَوَکُمْ مِنْ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ حَالَ عَنْهُمَا لِبَاسُهُمَا لَیَرٰیہُمَا سَوَاتِہُمَا اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَرٰکُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهُ وَجُنُوْدُهُ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ لَلطَّافَةِ اَجْسَادِهِمْ وَعَدَمِ الْوَانِہِم اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیْطٰنَ اَوْلِیَآءَ اَعْوَانًا وَقُرْنَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲ وَلَٰذَآ فَعَلُوْا فَاَحْشَۃٌ کَالشِّرْکِ وَطَوَافِہِم بِالنِّبِیِّتِ عُرَآةٌ قَائِلِیْنَ لَا تَطُوْفُ فِی ثِیَابٍ غَصَبْنَا اللّٰہَ فِیْہَا فَنُہُوْا عَنْہَا قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْہَا اٰبَآءَنَا فَاَقْتَدٰیْنَا بِہِم وَاللّٰہُ اَمْرًا نَّہَا ۝۱۳ اِیضًا قُلْ لَّہُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلٰی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۱۴ اَنہٗ قَالَهٗ اسْتَفْہَامُ اِنْکَارِ قُلْ اَمْرٌ مِّنْیَ بِالْقِسْطِ الْعَدْلُ وَاَقِیْمُوا مَعْطُوْفٌ عَلٰی مَعْنٰی بِالْقِسْطِ اٰی قَالَ اَقْبِسُوْا اَقِیْمُوْا اَوْ قُبْلَہٗ فَاَقْبَلُوْا مُقَدَّرًا وَجْہُکُمْ لِلّٰہِ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ اٰی اَخْلَصُوْا لَہٗ سَجْدَہٗ کُمْ وَاَدْعُوْہُ اَعْبُدُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ۝۱۵ مِّنْ الشِّرْکِ کَمَا بَدَاکُمْ خَلَقَکُمْ وَلَمْ تَکُوْنُوْا شَیْئًا تَعُوْدُوْنَ ۝۱۶ اٰی یُعِیْذُکُمْ اَحْیَآءُ یَوْمَ الْقِیْمَہٗ قَرِیْبًا مِنْکُمْ هٰذِیْ وَقَرِیْبًا حَقٌّ عَلَیْہِہُمُ الضَّلٰلَۃُ اِنَّہُمْ اتَّخَذُوْا الشَّیْطٰنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اٰی غِیْرَہٗ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّہْتَدُوْنَ ۝۱۷ یٰۤاٰدَمُ خُذْ وَاٰزِیْنَتَکُمَا مَا یَسْتُرُ عَوْرَتَکُمَا عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ عِنْدَ الصَّلٰوۃِ وَطَوَافِ وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا مَا شِئْتُمْ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۝۱۸

تَرْجُمہ: اے آدم کی اولاد ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو تمہاری شرمگاہوں کو بھی چھپاتا ہے اور سبب زینت بھی ہے، (ریش) وہ کپڑا کہ جس سے زینت حاصل کی جائے اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے یعنی عمل صالح کا، یا اچھی ہیئت، لباس، لباس پر عطف کرتے ہوئے نصب کے ساتھ ہے اور مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اس کی خبر جملہ ذلک خیر ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یعنی اللہ کے دلائل قدرت میں سے ایک دلیل ہے تاکہ لوگ اس سے نصیحت

حاصل کریں اور ایمان لے آئیں اس میں خطاب سے (غیبت کی جانب) التفات ہے اے بنی آدم کہیں تمہیں شیطان گمراہ نہ کر دے جس طرح تمہارے والدین کو اس نے اپنے فتنے کے ذریعہ ان دونوں کو جنت سے نکلوا دیا تھا یعنی اس کی پیروی نہ کرو ورنہ تم فتنے میں مبتلا ہو جاؤ گے اس حال میں کہ ان کے لباس ان پر سے اتروا دیئے (یُنزَعُ) ابویکم سے حال ہے، تاکہ ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے کو دکھا دے (اور) یقیناً شیطان اور اس کا لشکر تم کو اس طور پھینک دیکھتا ہے کہ تم ان کو ان کے جسموں کے لطیف اور بے رنگ ہونے کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتے، ہم نے شیاطین کو ان لوگوں کا سر پرست معاون اور رفیق بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں مثلاً شرک، بیت اللہ کا ننگے طواف کرنا یہ کہتے ہوئے کہ ہم ان کپڑوں میں طواف نہیں کرتے جن میں ہم اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں، اور جب ان کو اس سے منع کیا جاتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباء (واجداد) کو اسی طریقہ پر پایا ہے اسی وجہ سے ہم ان کی اقتداء کرتے ہیں، اور اللہ نے بھی ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے ان سے کہو اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیا کرتا کیا تم اللہ پر ایسی باتوں کا بہتان لگاتے ہو جن باتوں کا تم علم نہیں رکھتے کہ اس نے وہ بات کہی ہے (یہ) استفہام انکاری ہے، آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے تو راستی و انصاف کا حکم دیا ہے ہر سجدہ کے وقت اللہ ہی کی طرف رخ رکھو یعنی سجدہ خالص اسی کے لئے کرو اقیموا کا عطف بالقسط کے معنی پر ہے، ای قال اقسطوا و اقیموا (یعنی اللہ نے حکم فرمایا کہ انصاف سے کام لو اور اس پر قائم رہو) یا اس سے پہلے فاقبلوا مقدر ہے، اور اسی کی بندگی کرو و شرک سے اس کیلئے دین کو خالص کر کے جس طرح اس نے تمہیں پیدا کیا ہے حالاً کہ تم کچھ نہیں تھے وہ اسی طرح تم کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرے گا تم میں سے ایک فریق کو ہدایت بخشی اور ایک فریق پر گمراہی چسپاں ہو گئی کیونکہ انہوں نے خدا کے بجائے شیطان کو اپنا ولی بنا لیا اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ سیدھی راہ پر ہیں اے اولاد آدم تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت یعنی نماز و طواف کے وقت اپنا لباس جو تمہارے ستر کو چھپائے پہن لیا کرو اور جو چاہو کھاؤ پیو (مگر) حد سے تجاوز نہ کرو اسلئے کہ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حَقِیْقٌ وَ تَحْرِیْکِیْ تَسْہِیْلٌ وَ تَفْسِیْرٌ فِیْ اَوَّلِ

قَوْلِهِ: خَبْرُهُ جُمْلَةٌ، اس میں اشارہ ہے کہ تنہا خیر خبر نہیں ہے بلکہ جملہ ہو کر خبر ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ لباس التقوی، مبتداء محذوف کی خبر ہے، ای ہو لباس التقوی، ای ستر العورة لباس التقوی، اس کے بعد فرمایا اذک خیر۔

قَوْلِهِ: فِيهِ الْتِفَاتٌ، یعنی ظاہر کا تقاضہ لعلکم تذکرون تھا، مگر کلام میں دفع ثقل کے لئے حاضر سے غیبت کی جانب التفات کیا۔

قَوْلِهِ: يُنْزَعُ حَالٌ یہ حال حکائی ہے، جو تمہارے والدین کی حالت سابقہ کو بیان کر رہا ہے، اسلئے کہ نزاع لباس اخراج سے پہلے تھا، مطلب یہ ہے کہ یُنْزَعُ ابویکم سے حال ہے نہ کہ صفت، کیونکہ یُنْزَعُ جملہ نکرہ ہونے کی وجہ سے ابویکم کی صفت

واقع نہیں ہو سکتا اسلئے ابو یکم سے حال قرار دیا گیا۔

قَوْلُهُ: عَلٰی مَعْنٰی الْقِسْطِ اسی قسط کے محل پر عطف ہے لہذا عطف جملہ علی المفرد کا اعتراض واقع نہ ہوگا۔

قَوْلُهُ: مَا يَسْتُرُ عَوْرَتَكُمْ یعنی حال بول کر محل مراد ہے لہذا اب یہ شبہ نہیں ہوگا کہ اخذ زینت ممکن نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: عِنْدَ الصَّلٰوةِ اس میں اشارہ ہے کہ مسجد بول کر ما یفعل فی المسجد مراد ہے یعنی حال بول کر محل مراد ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

یابنی آدمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوَاتِکُمْ وَرِیْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰی.

ربط آیات:

اس سے پہلے رکوع میں حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان رجیم کا واقعہ بیان فرمایا گیا تھا، جس میں اغواءِ شیطانی کا پہلا اثر یہ بیان فرمایا کہ آدم و حواء کا جنتی لباس اتر گیا اور وہ نگے رہ گئے، اور پتوں سے اپنے ستر کو چھپانے لگے زیر تفسیر آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے تمام اولاد آدم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ لباس قدرت کی ایک عظیم نعمت ہے اس کی قدر کرو، اس میں اشارہ ہے کہ ستر پوشی انسان کی فطری ضرورت ہے۔

مذکورہ آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے تین قسموں کے لباس کا ذکر فرمایا ہے، لباس ضرورت، لباس زینت، لباس آخرت، (یعنی لباس تقویٰ) لباس ضرورت کے بارے میں فرمایا ”لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوَاتِکُمْ“ سَوَاتٌ سَوَاءٌ کی جمع ہے ان اعضاء انسانی کو کہا جاتا ہے جن کو انسان فطرۃً چھپانے کی کوشش کرتا ہے اور ظاہر ہونے پر برا اور قابلِ شرم سمجھتا ہے دوسرے قسم کے لباس یعنی لباس زینت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا و ریشا، ریش اس لباس کو کہا جاتا ہے جس کو انسان زیب و زینت اور تکمیل کے طور پر استعمال کرتا ہے، مطلب یہ ہے کہ صرف ستر پوشی کے لئے تو مختصر سا لباس کافی ہوتا ہے مگر ہم نے تمہیں اس سے زیادہ لباس اسلئے عطا کیا کہ تم اس کے ذریعہ زینت و تجمل حاصل کرو ساتھ ہی ساتھ سردی و گرمی سے بچاؤ اور حفاظت کا ذریعہ بھی ہو، اور بیت بھی شائستہ اور پروقار بنا سکو، یہاں انزل لفظ استعمال ہوا ہے مراد عطا کرنا ہے اور لباس تیار کرنے کی سمجھ عطا کرنا ہے، یا اس لئے انزل فرمایا کہ لباس کا خام مادہ آسمان سے نازل ہونے والی بارش ہی سے تیار ہوتا ہے اس میں سبب بول کر مسبب مراد ہے اول قسم کے لباس کو مقدم بیان کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ لباس کا اصل مقصد ستر پوشی ہے اور یہی اس کا عام جانوروں سے امتیاز ہے۔

اغواءِ شیطانی کے بیان کے بعد لباس کا ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ انسان کے لئے ننگا ہونا اور اعضاء مستورہ کا دوسروں کے سامنے کھلنا انتہائی ذلت و رسوائی اور بے حیائی کی علامت اور قسم قسم کے شر و فساد کا مقدمہ ہے۔

انسان پر شیطان کا پہلا حملہ اس کو ننگا کرنے کی صورت میں ہوا:

یہی وجہ ہے کہ شیطان کا انسان پر سب سے پہلا حملہ اسی راہ سے ہوا کہ اس کا لباس اتر گیا، اور آج بھی شیطان اپنے شاگردوں کے ذریعہ جب انسان کو گمراہ کرنا چاہتا ہے تو تہذیب و شائستگی کا نام لے کر سب سے پہلے اس کو برہنہ یا نیم برہنہ کر کے سڑکوں اور گلیوں میں کھڑا کر دیتا ہے، اور شیطان نے جس کا نام ترقی رکھ دیا ہے وہ تو عورت کو شرم و حیاء سے محروم کر کے منظر عام پر برہنہ یا نیم برہنہ حالت میں لے آنے کے بغیر حاصل ہی نہیں ہوتا۔ (معارف)

لباس کی تیسری قسم:

جس کو قرآن حکیم نے لباسُ التقویٰ سے تعبیر کیا ہے بعض قراءتوں میں لباس کے فتح کے ساتھ ہے اس صورت میں انزل لندا کے تحت داخل ہو کر منصوب ہوگا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے ایک تیسرا لباس تقویٰ کا اتارا ہے لباس کے ضمہ کے ساتھ جو مشہور قراءت ہے اس قراءت کی رو سے معنی یہ ہوں گے کہ دو لباسوں کو تو سب جانتے ہیں ایک تیسرا لباس تقویٰ ہے اور یہ سب لباسوں سے بہتر لباس ہے، لباس تقویٰ سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق عمل صالح اور خوف خدا ہے۔ (روح)

لباس التقویٰ کے لفظ سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ظاہری لباس کے ذریعہ ستر پوشی اور زینت و تجمل سب کا اصل مقصد تقویٰ اور خوف خدا ہے جس کا ظہور اس کے لباس میں بھی اس طرح ہونا چاہئے کہ اس میں پوری ستر پوشی ہو اور لباس بدن پر ایسا چست بھی نہ ہو کہ جس میں اعضاء کی ساخت مثل ننگے کے صاف نظر آئے، نیز اس لباس پر فخر و غرور کا انداز بھی نہ ہو کہ لوگ انگشت نمائی کریں، بلکہ تواضع کے آثار نمایاں ہوں نیز اسراف بے جا بھی نہ ہو، عورتوں کو مردانہ اور مردوں کو زنانہ کپڑا پہننا بھی مبغوض ہے، لباس میں کسی قسم کے مخصوص لباس کی نقالی بھی نہ ہو کہ جس میں تخبہ لازم آئے اسلئے کہ یہ ملت سے اعراض اور غدار کی علامت ہے۔

وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً (الآیۃ) اسلام سے پہلے بیت اللہ کا ننگے ہو کر طواف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اس حالت کو اختیار کر کے طواف کرتے ہیں جو اس وقت تھی جب ہمیں ہماری ماؤں نے جنا تھا اور یہ بھی کہتے تھے کہ جس لباس میں ہم اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اس میں طواف کرنا مناسب نہیں سمجھتے اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسی طرح طواف کرنے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید فرمائی کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم دے۔

قُلْ انْكَارًا عَلَيْهِمْ مِّنْ حَرَمَ زِينَةِ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِم مِّنَ اللَّبَاسِ وَالطَّيِّبَاتِ الْمُسْتَلَذَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا بِالِاسْتِحْقَاقِ وَإِنْ شَاءَ كَسَمُ فِيهَا غَيْرُهُمْ خَالِصَةٌ بِهِمْ بِالرَّفْعِ وَالنَّصَبِ

حَالِ يَوْمِ الْقِيَمَةِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٥٠﴾ يَتَذَكَّرُونَ فانهم الْمُتَذَكِّرُونَ بها
 قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ الْكَبَائِرَ كَالرَّزَا مَظْهَرِهَا وَمَاطْنِ أَيْ جَهْرُهَا وَسِرَّهَا وَالْإِثْمَ الْمَعْصِيَةَ وَالْبَغْيَ عَلَى
 النَّاسِ بِغَيْرِ الْحَقِّ هُوَ الظُّلْمُ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزِلْ بِهِ بَإِشْرَآكِهِ سُلْطَانًا حُجَّةً وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٥١﴾ مَنْ
 تَحْرِيمِ مَا لَمْ يُحَرِّمْ وَغَيْرِهِ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ مَدَّةٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٥٢﴾ عَلَيْهِ
 يَبْنِي أَدَمًا فِيهِ إِدْغَامُ نُونٍ إِنْ الشَّرْطِيَّةُ فِي مَا الْمَزِيدَةُ يَأْتِيكُمْ رَسُولٌ مِّنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتٍ مِّنَ الْكِتَابِ
 الشُّرُكِ وَأَصْلَحَ عَمَلَهُ فَلَا تُخَافُوا عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٥٣﴾ فِي الْآخِرَةِ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا فَلَمْ يَأْمَنُوا
 بِهَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٥٤﴾ مَنْ أَيْ لَا أَحَدٌ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا بِنَسْبَةِ الشَّرِيكِ وَالْوَلَدِ
 إِلَيْهِ أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ الْقُرْآنِ أُولَئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُمْ حَظُّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ مَا كُتِبَ لَهُمْ فِي اللُّوحِ الْمَحْفُوظِ مِنْ
 الرِّزْقِ وَالْأَجَلِ وَغَيْرِ ذَلِكَ حَتَّى إِذَا جَاءَهُمْ رَسُولُنَا الْمَلَكَةُ يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا لَهُمْ تَبَكُّيْنَا أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ
 تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنْهُ فُلِمَ نَزَهُمْ وَشَهِدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ عِنْدَ الْمَوْتِ
 أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿٥٥﴾ قَالَ تَعَالَى لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ادْخُلُوا فِي جَهَنَّمَ أَمِيرٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ فِي النَّارِ
 مُتَعَلِّقٌ بِأَذْيَانِهِمْ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ النَّارَ لَعَنَتْ أُخْتَهَا الَّتِي قَبْلَهَا لِضَلَالِهَا بِهَا حَتَّى إِذَا دَارَكُوا نَلَّأَ حَقُّوا
 فِيهَا جَمِيعًا قَالَتْ أَخْرِجُهُمْ وَهُمْ الْإِتْبَاعُ لَوْلَهُمْ أَيْ لِأَجْلِهِمْ وَهُمْ الْمُتَبَوِّغُونَ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ أَضَلُّوا فَأَنِيهِمْ عَذَابًا
 ضَعُفًا مُّضْعَفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ تَعَالَى لِكُلِّ مِنْكُمْ وَهُمْ ضَعُفٌ عَذَابٌ مُّضْعَفٌ وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٥٦﴾ بِالنَّارِ وَالْبَاءِ مَا
 لِكُلِّ فَرِيقٍ وَقَالَتْ أُولَهُمْ لِأَخْرِجُهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْهَا مِنْ فَضْلٍ لَّانَكُمْ لَمْ تَكْفُرُوا بِسَبِينَا فَتَحْنِ وَأَنْتُمْ سَوَاءٌ
 قَالَ تَعَالَى لَهُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٥٧﴾

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) بطور انکار ان سے کہو کہ اللہ کی زینت لباس کو جس کو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا
 فرمایا اور رزق میں سے پاکیزہ لذیذ اشیاء کو کس نے حرام کیا ہے؟ آپ کہئے یہ اشیاء استحقاقی طور پر تو دنیوی زندگی میں ایمان
 والوں کے لئے ہیں اگرچہ غیر مومن بھی اس میں شریک ہو جائیں، حال یہ ہے کہ یہ اشیاء قیامت کے دن مومنوں کے لئے خاص
 ہوں گی (خالصہ) رفع کے ساتھ ہے اور حال ہونے کی وجہ سے نصب بھی ہے، ہم اسی طرح آیات کو غور و فکر کرنے والوں کیلئے
 کھول کھول کر بیان کرتے ہیں اسلئے کہ یہی لوگ ان سے مستفید ہوتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے تو صرف فواحش
 بڑے گناہوں مثلاً زنا کو حرام کیا ہے، خواہ ان کو ظاہری طور پر کیا ہو یا پوشیدہ طور پر اور ہر گناہ کو اور لوگوں پر ناحق ظلم کو (حرام کیا
 ہے) (اور بغی سے مراد) ظلم ہے، اور اس بات کو (حرام کیا ہے) اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ کہ جس کے شرک کی
 اللہ نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی، اور یہ کہ اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کرو کہ جس کو تم نہیں جانتے ایسی چیز کو حرام کرنا کہ جس کو

اس نے حرام نہیں کیا، وغیرہ وغیرہ اور ہر قوم کے لئے (مہلت کی) ایک مدت مقرر ہے پھر جب ان کی مدت آگنچتی ہے تو ایک گھڑی بھر بھی نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے (یعنی ایک لمحہ کی بھی تقدیم و تاخیر نہ ہوگی) اے اولاد آدم! (یاد رکھو) (اٹھا) میں نون شرطیہ کا مازاندہ میں ادغام ہے اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے ایسے رسول آئیں جو تم کو میری آیتیں پڑھکر سنائیں تو جو شخص شرک سے بچے گا اور اپنے عمل کی اصلاح کرے گا تو ان کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ آخرت میں ٹھٹھکیں ہوں گے اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے اور ان کے مقابلہ میں تکبر کریں گے کہ ان پر ایمان نہ لائیں گے یہی اہل دوزخ ہوں گے اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے کہ جو اللہ کی طرف شریک اور ولد کی نسبت کر کے اللہ پر بہتان لگائے یا اس کی آیات قرآن کو جھٹلائے، کوئی نہیں ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ کتاب (لوح محفوظ) میں ہے وہ ان کو مل جائیگا (یعنی) لوح محفوظ میں ان کے لئے جو کچھ رزق و عمر وغیرہ سے لکھا ہے وہ ان کو مل جائیگا، یہاں تک کہ جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی روح قبض کرنے کے لئے آئیں گے تو ان کو لا جواب کرنے کے لئے ان سے کہیں گے وہ کہاں گئے جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر بندگی کرتے تھے؟ وہ کہیں گے وہ سب ہم کو چھوڑ کر غائب ہو گئے کہ ہم ان کو نہیں دیکھ رہے ہیں اور موت کے وقت اپنے کافر ہونے کا اقرار کریں گے اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن فرمائیں گے من جملہ جنوں اور انسانوں کی ان امتوں سے جو سابق میں گذر چکی ہے دوزخ میں داخل ہو جاؤ (فی النار) ادخلوا کے متعلق ہے جس وقت کوئی جماعت دوزخ میں داخل ہوگی اپنی جیسی سابق جماعت پر لعنت کرے گی ان کے ان کو گمراہ کرنے کی وجہ سے، یہاں تک کہ جب سب دوزخ میں جمع ہو جائیں گے تو بعد والے (یعنی) اتباع کرنے والے پہلے لوگوں کے بارے میں کہیں گے اور وہ متبوعین ہوں گے اے ہمارے پروردگار ان لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا سو ان کو دوزخ کا دو گنا عذاب دے، اللہ تعالیٰ فرمایا تم کو اور ان سب کو دو گنا عذاب ہے لیکن تم کو خبر نہیں کہ ہر فریق کو کتنا عذاب ہے؟ (تعلمون) یا اے اور تاء کے ساتھ ہے اور پہلے لوگ پچھلے لوگوں سے کہیں گے تم کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں اس لئے کہ تم نے ہماری وجہ سے کفر نہیں کیا لہذا ہم اور تم برابر ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے سو تم بھی اپنے کئے کا مزہ چکھو۔

حَقِيقَةُ حَرْكِي بِتَسْبِيلٍ وَتَفْسِيرِي فَوَائِدِ

قَوْلًا: انكاراً عَلَيْهِمْ، اس میں اشارہ ہے کہ مَنْ حَرَّمَ میں استفہام انکاری ہے۔

قَوْلًا: مِنَ اللَّبَاسِ اس سے اشارہ کر دیا کہ 'زِينَةُ' سے ذریعہ زینت مراد ہے۔

قَوْلًا: بِالرَّفْعِ، خالصۃ میں دو قراءتیں ہیں رفع اور نصب، رفع کی صورت میں ہی مبتداء کی خبر ثانی ہوگی تقدیر عبارت یہ ہوگی ثابتۃ للذین آمنوا فی الحیلۃ الدنیا خالصۃ یوم القیامۃ اور نصب حال ہونے کی وجہ سے ہوگا، تقدیر عبارت یہ ہوگی انہا ثابتۃ للذین آمنوا حال کو نہا خالصۃ لہم یوم القیامۃ، ثابتہ ظرف کی ضمیر مستتر سے حال ہے۔

قَوْلًا: بِغَيْرِ الْحَقِّ یہ انہی کی تاکید ہے ورنہ ظلم تو ہوتا ہی ناحق ہے۔

قَوْلًا: جملہ، اس میں اشارہ ہے کہ فی اہم، جار مجرور، ادخلوا کے متعلق نہیں ہیں بلکہ کائناتین محذوف کے متعلق ہو کر ادخلوا کی ضمیر سے حال ہے۔

قَوْلًا: لِضَلَالِهَا بِهَا ضَلَالُهَا کی ضمیر اُمۃ کی طرف اور بہا کی ضمیر اخت کی طرف راجع ہے۔

قَوْلًا: تَلَا حَقْوَا اس میں اشارہ ہے کہ اِدَار کُوا باب تفاعل سے ہے، تاء کو دال سے بدل کر تسکین کے بعد دال کو دال میں ادغام کیا گیا ہے اس کے شروع میں ہمزہ وصل داخل کر دیا۔

قَوْلًا: لَا جَلِیْہِم اس میں اشارہ ہے کہ لَا وُلْہِم کا لام اجل کے لئے ہے نہ کہ قسالت کا صلہ اس لئے کہ خطاب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے نہ کہ ان کے ساتھ، لہذا یہ اعتراض ختم ہو گیا کہ لام جب قول کا صلہ واقع ہوتا ہے تو اس کا مدخول قول کا مخاطب ہوتا ہے حالانکہ ہُو لاء اور اَصْلُو نا دونوں غائب کے صیغہ اس کی نفی کرتے ہیں۔

قَوْلًا: مَا لِكُلِّ فَرِیقِ الْخ یہ یعلمون کا مفعول ہے۔

قَوْلًا: فَذُو قُوَا الْعَذَاب، یا تو یہ رؤساء کا کلام ہے یا پھر اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

تَفْسِیْرٌ وَتَشْرِیْحٌ

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ، مطلب یہ ہے کہ اللہ کی جائز اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام و ناجائز کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے، اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں ظاہر ہے وہ گناہ عظیم میں مبتلا ہیں۔

مشرکین مکہ نے طواف کے وقت لباس پہننے کو ناپسندیدہ قرار دے رکھا تھا اسی طرح بعض حلال چیزوں کو بھی تقرب الی اللہ کے طور پر حرام قرار دے رکھا تھا، نیز بعض حلال چیزوں کو اپنے بتوں کے نام پر وقف کر کے چھوڑ دیتے تھے ان کو استعمال میں لانا حرام سمجھتے تھے، حقیقت یہ ہے کہ حلال چیزیں کسی کے حرام کر لینے سے حرام نہیں ہو جاتیں، یہ حلال اور طیب اور زینت کی چیزیں اصلاً اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان ہی کے لئے حلال کی ہیں گو جب ان سے کفار بھی فیضیاب اور متمتع ہوتے ہیں بلکہ بعض دفعہ دنیوی چیزوں اور آسائشوں کے حصول میں کفار مسلمانوں سے زیادہ کامیاب نظر آتے ہیں لیکن یہ بالتبع اور عارضی ہے جس میں اللہ نے نیکوئی مصلحت اور حکمت رکھی ہے، تاہم آخرت کی نعمتیں صرف اہل ایمان کے لئے ہوں گی، اسلئے کہ کافروں پر جس طرح جنت حرام ہوگی اسی طرح ماکولات و مشروبات اور دیگر نعمتیں بھی حرام ہوں گی۔

زینۃ اللہ سے کیا مراد ہے:

لباس فاخرہ کا مراد ہونا تو ظاہر اور مسلم ہی ہے، لیکن اکثر مفسرین سننے اس میں وسعت دیکر جملہ سامان آرائش کو اس میں شامل کیا ہے ای من الثیاب و کل الملبس یتجمل بہ۔ (کشاف، بیضاوی)

امام المفسرین امام رازی نے مزید دقت نظر سے کام لے کر اس کے اندر سواری، زیور، وغیرہ تمام مرغوبات کو داخل کیا ہے بجز ان کے جو کسی نص سے حرام ہوں۔ (کہیں)

امام راغب نے زینت کی تین قسمیں کی ہیں نفسی، بدنی، خارجی، خارجی میں جاہ و مال کو بھی شامل کیا ہے، فقہاء مفسرین نے آیت سے عید اور دعوت وغیرہ کے موقعوں پر خوش پوشی کے استحباب پر استدلال کیا ہے۔ (فرطی)

وَالْبَغْيُ بِغَيْرِ حَقٍّ، کے معنی اپنی حد سے تجاوز کر کے ایسی حدود میں قدم رکھنا جس کے اندر داخل ہونیکا آدمی کو حق نہ ہو، اس تعریف کی رو سے وہ لوگ بھی باغی قرار پائیں گے جو بندگی کی حدود سے نکل کر خدا کے ملک میں خود مختار اندر رویہ اختیار کرتے ہیں اور وہ بھی جو خدا کی خدائی میں اپنی بڑائی کے ڈنکے بجاتے ہیں، اور وہ بھی جو بندگان خدا کے حقوق پر دست درازی کرتے ہیں۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ، ہر قوم کے لئے مہلت کی مدت مقرر ہے، یہ مہلت ہر فرد و قوم کو ملتی ہے اور یہ مہلت آزمائش کے طور پر عطا کی جاتی ہے کہ وہ اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے یا اس کی بغاوت و سرکشی میں مزید اضافہ ہوتا ہے یہ مہلت بعض کو پوری زندگی کے لئے ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ پوری زندگی میں اس کی گرفت نہیں فرماتے، بلکہ آخرت ہی میں مواخذہ فرماتے ہیں اس کی اجل مسلمی قیامت کا دن ہے اور جس کو وہ دنیا ہی میں عذاب سے دوچار کر دیتا ہے ان کی اجل مسلمی وہ ہے جب ان کا مواخذہ فرماتا ہے۔

قوم کی مدت مہلت مقرر کئے جانے کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ ہر قوم کے لئے برسوں اور مہینوں اور دنوں کے لحاظ سے ایک عمر مقرر کی جاتی ہو اور اس عمر کے تمام ہوتے ہی اس قوم کو لازماً ختم کر دیا جاتا ہو، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر قوم کو دنیا میں کام کرنے کا جو موقع دیا جاتا ہے اس کی ایک اخلاقی حد مقرر کر دی جاتی ہے بایں معنی کہ اس کے اعمال میں خیر و شر کا کم سے کم کتنا تناسب برداشت کیا جاسکتا ہے جب تک قوم کی بری صفات اس کی اچھی صفات کے مقابلہ میں تناسب کی اس آخری حد سے فروتر رہتی ہیں اس وقت تک اس کی تمام برائیوں کے باوجود مہلت دی جاتی رہتی ہے اور جب وہ اس حد سے گذر جاتی ہیں تو پھر اس بدکار اور بد صفات قوم کو مزید مہلت نہیں دی جاتی۔

حتیٰ اذا ادارکوا فیہا جمیعاً، (الآیۃ) یعنی اب ایک دوسرے کو طعنہ دینے اور الزام دھرنے سے کوئی فائدہ نہیں، تم سب ہی اپنی اپنی جگہ بڑے مجرم ہو اور تم سب ہی دو گئے عذاب کے مستحق ہو۔

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا فَلَمْ يُؤْمِنُوا بِهَا لَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ إِذَا عُرِجَ بَارُؤُهُمْ إِلَيْهَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَيُهْبَطُ بِهَا إِلَى سَبْعِينَ بِخَلْفِ الْمُؤْمِنِ فَيُفْتَحُ لَهُ وَيُصْعَدُ بِرُوحِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ كَمَا وَرَدَ فِي حَدِيثٍ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلْبِغَ يَدُ خَلِّ الْجَمَلِ فِي سِمِّ الْخِلَاطِ ثَقْبُ الْإِبْرَةِ وَهُوَ غَيْرُ مُمْكِنٍ فَكَذَا دُخُولُهُمْ وَكَذَلِكَ الْجَزَاءُ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ۝ بِالْكَفْرِ لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ فِرَاشٌ وَمِنْ قَوْمٍ عَوَاشٍ أَغْطِيَتْهُ مِنَ النَّارِ جَمْعُ غَاشِيَةٍ وَتَنَوَيْنَهُ عَوْشٌ مِنَ الْيَاءِ الْمَحْدُوفَةِ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

الصَّالِحَاتِ مَبْدَأُ قَوْلِهِ لِأَنَّهُ كَلَّفَ نَفْسًا الْأُسْعَهَاءَ طَاقَتَهَا مِنَ الْعَمَلِ اعْتِرَاضَ بَيْنِهِ وَبَيْنَ خَبَرِهِ وَبِهِ
 أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍ حَقْدٍ كَانَ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا تَجَرُّي مِنْ تَحْتِهِمْ
 تَحْتَ قُصُورِهِمْ الْأَنْهَارُ قَالُوا عِنْدَ الْإِسْتِقْرَارِ فِي مَنَازِلِهِمُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا الْعَمَلِ هَذَا جَزَاؤُهُ
 وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنَّ هَدَانَا اللَّهُ خَذِفَ جَوَابَ لَوْلَا لِدَلَالَةِ مَا قَبْلَهُ عَلَيْهِ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ بِالْبَيِّنَاتِ وَتُودُوا أَنَّ مَخْفَفَةً
 أَيْ أَنَّهُ أَوْ مُفَسِّرَةٌ فِي الْمَوَاضِعِ الْخَمْسَةِ تِلْكَ الْجَنَّةُ أَوْ رُتِمَتْ مَوَاهِبُهَا كَمَا تَعْمَلُونَ ۝ وَنَادَى أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ
 تَقْرِيزًا وَتَبْكِيًا أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا بَيْنَ الشَّوَابِ حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ كُمْ رَبُّكُمْ مِنَ الْعَذَابِ
 حَقًّا قَالُوا نَعَمْ فَإِذَا نَ مُؤَيَّنٌ نَادَى مُنَادٍ بَيْنَهُمْ بَيْنَ الْفَرِيقَيْنِ أَسْمَعْتُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝ الَّذِينَ يَصْدُونَ
 النَّاسَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ دِينِهِ وَيَبْغُونَهَا أَيْ يَطْلُبُونَ السَّبِيلَ عِوَجًا مُعْوَجَةً وَهُمْ بِالْآخِرَةِ لَكُفْرُونَ ۝ وَبَيْنَهُمَا أَيْ
 أَصْحَابُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ حِجَابٌ حَاجِزٌ قَلِيلٌ هُوَ سُورُ الْأَعْرَافِ وَعَلَى الْأَعْرَافِ وَهُوَ سُورُ الْجَنَّةِ رِجَالٌ اسْتَوَتْ
 حَسَنَاتُهُمْ وَسَيِّئَاتُهُمْ كَمَا فِي الْحَدِيثِ يَعْرِفُونَ كُلًّا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ بِسِيمَاهُمْ بَعْلَاءَتِهِمْ وَهِيَ بَيَاضُ
 الْوُجُوهِ لِلْمُؤْمِنِينَ وَسَوَادُهَا لِلْكَافِرِينَ لِرُؤْيَتِهِمْ لَهُمْ إِذْ مَوْضِعُهُمْ عَالٍ وَنَادَى أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَنْ سَلِّمُوا عَلَيْهِمْ قَالُوا
 تَعَالَى لَمْ يَدْخُلُوهَا أَيْ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ الْجَنَّةِ وَهُمْ يَطْمَعُونَ ۝ فِي دُخُولِهَا قَالُوا الْحَسَنُ لَمْ يَطْمَعْهُمْ إِلَّا
 لِكِرَامَةِ يُرِيدُهَا بِهِمْ رَوَى الْحَاكِمُ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا بِهِمْ كَذَلِكَ إِذْ طَلَعَ عَلَيْهِمْ
 رَبُّكَ فَقَالَ قُومُوا أَدْخُلُوا الْجَنَّةَ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَإِذَا أَصْرَفَتْ أَبْصَارُهُمْ أَيْ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ تَلَقَّاءَ جَنَّةَ
 أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِي النَّارِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

الْقَائِلِينَ

۵۸۳

ترجمہ: یقین مانو، جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے مقابلہ میں سرکشی کی کہ ان پر ایمان نہ لائے، اور جب مرنے کے بعد ان کی ارواح کو آسمان کی طرف لیجایا جائیگا تو ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے، بلکہ ان کو جہنم میں اتارا جائیگا بخلاف مومنین کے کہ ان کے لئے دروازے کھولے جائیں گے، اور ان کی روحوں کو ساتویں آسمان کی طرف چڑھایا جائیگا جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، اور وہ لوگ ہرگز جنت میں داخل نہ ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے، اور یہ ناممکن ہے اسی طرح ان کا (جنت میں) دخول بھی ناممکن ہے، کفر کے مجرموں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ان کے لئے آتش دوزخ کا بچھونا اور اوڑھنا ہوگا (غواش) بمعنی آگ کا بچھونا، (غواش) غاشیۃ کی جمع ہے اس کی تنوین یا محذوفہ کے عوض میں ہے، ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے (الصالحات) مبتداء ہے اور لا نکلف نفسا الا وسعها اس کی خبر ہے اور ہم کسی شخص کو اس کی طاقت یعنی قوت عمل سے زیادہ مکلف نہیں بناتے یہ جملہ مبتداء اور خبر کے درمیان جملہ معترضہ ہے اور وہ خبر اول لئلا اصحاب الجنة الخ ہے، یہی لوگ جنتی ہیں اور اس

میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف دنیا میں جو کدورت ہوگی یعنی ان کے درمیان جو کینہ رہا ہوگا، ہم اسے دور کر دیں گے ان کے یعنی ان کے مخلوق کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اپنے مکانات میں سکونت پذیر ہونے کے بعد وہ کہیں گے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس عمل کی توفیق عطا فرمائی یہ اسی کی جزاء ہے اور ہماری بھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ ہمیں نہ پہنچاتا قبل کی دلالت کی وجہ سے لَوْ لَا کا جواب حذف کر دیا گیا، واقعی ہمارے رب کے پیغمبر حق لے کر آئے تھے، اور ان سے پکار کر کہا جائیگا اَنْ مَّخْفَہُ ہے اِنَّہُ یا پانچوں جگہ اَنْ مفسرہ ہے یہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو تمہارے اعمال کے بدلے میں ہے اہل جنت دوزخیوں سے اقرار کرنے اور لا جواب کرنے کے طور پر پکار کر کہیں گے ہم سے ہمارے رب نے ثواب کا جو وعدہ کیا تھا ہم نے تو اس کو حق پایا، تم سے تمہارے رب نے عذاب کا جو وعدہ کیا تھا تم نے بھی اسے واقعہ کے مطابق پایا؟ تو وہ جواب دیں گے، ہاں پھر ایک پکار نے والا دونوں فریقوں کے درمیان پکار کر کہے گا، (یعنی) ان کو سنائے گا، کہ لعنت ہو ان ظالموں پر جو لوگوں کو اللہ کے دین سے روکتے تھے اور دین میں کجی تلاش کرتے تھے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر تھے، اور اہل جنت اور اہل نار دونوں کے درمیان آڑ ہوگی کہا گیا ہے کہ وہ اعراف کی دیوار ہوگی اور اعراف پر کہ وہ جنت کی دیوار ہے بہت سے لوگ ہوں گے کہ جن کی نیکی اور بدی برابر ہوگی، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، وہ ہر جنتی اور دوزخی کو ان کی علامت سے پہچانیں گے اور وہ علامت مومنین کے لئے چہروں کی سفیدی ہوگی اور کافروں کے لئے چہروں کی سیاہی ہوگی، اہل اعراف کے ان کو دیکھنے کی وجہ سے اس لئے کہ وہ اونچی جگہ ہوں گے اور اہل جنت کو اہل اعراف پکار کر کہیں گے تمہارے اوپر سلام ہو اللہ تعالیٰ فرمایگا، ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور وہ جنت میں داخلے کے امیدوار ہوں گے حسن نے کہا ہے ان کے دلوں میں امید صرف اس وجہ سے آئے گی کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کرامت (احسان) کا معاملہ کرنے کا ارادہ کرے گا، اور حاکم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، فرمایا وہ لوگ اسی حال میں ہوں گے کہ اچانک ان پر تیرا رب تجلی فرمایگا اور فرمایگا کہ کھڑے ہو اور جنت میں داخل ہو جاؤ، میں نے تم سب کو معاف کر دیا، اور جب اصحاب اعراف کی نظریں اصحاب نار کی طرف اٹھیں گی تو عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالموں کے ساتھ شامل نہ فرما۔

تحقیق و ترکیب تسمیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: تَنْوِينُهُ عَوَضٌ عَنِ الْبَاءِ یہ ایک سوال کا جواب ہے۔

سُئِلَ: عَوَاشٍ غَيْرُ مَنْصَرَفٍ ہے اس پر تنوین داخل نہیں ہوتی حالانکہ یہاں تنوین داخل ہے۔

جَوَابُهُ: یہ سیبویہ کے نزدیک ہے لہذا کوئی اعتراض نہیں، دلیل دفع یہ ہے کہ غیر منصرف پر تنوین ممکن داخل ہونا منع ہے نہ کہ تنوین عوض۔

سُئِلَ: عَوَاشٍ فِي الْحَالِ جَمْعُ مُنْتَهَى الْجَمْعِ کا صیغہ نہیں ہے لہذا یہ غیر منصرف نہیں ہو سکتا۔

جواب: غواش اگرچہ فی الحال جمع منتہی الجموع کا صیغہ نہیں ہے مگر اصل میں تغلیل سے پہلے جمع منتہی الجموع کا صیغہ تھا اور غیر منصرف ہونا تغلیل پر مقدم ہے لہذا تغلیل سے قبل کی حالت کا اعتبار کیا جائیگا۔

قَوْلُهُ: حُذِفَ جَوَابُ لَوْلَا تَقْدِيرُ عِبَارَتٍ يَهْوُكِي، لَوْلَا هِدَايَةُ اللَّهِ تَعَالَى لَنَا مَوْجُودَةٌ لَشَقَيْنَا وَمَا كُنَّا مَهْتَدِينَ. قَوْلُهُ: أَوْ مَفْسَرَةٌ.

سَيُؤَال: اَنْ مفسره کے لئے ماقبل میں قول کا ہونا ضروری ہے جو یہاں موجود نہیں ہے۔

جواب: قول یا قول کے ہم معنی کا ہونا ضروری ہے، اور یہاں نوذو، قول کے ہم معنی موجود ہے لہذا کوئی اعتراض نہیں۔

قَوْلُهُ: فِي الْمَوَاضِعِ الْخَمْسَةِ، اِنْ فِيهَا اَنْ تَلَكُمُ الْجَنَّةَ هِيَ اَوْ اُخْرَى اَنْ اَفِيضُوا هِيَ۔ لَمَّا يَذْخُلُوْهَا يَهْوُكِي ضَمِيرٌ مِنْهَا هِيَ۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيْحُ

اِنَّ السَّالِفِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا، خدائی عام ضابطہ یہ ہے کہ جو جیسا کرے گا ویسا ہی بھگتے گا، ظاہر ہے کہ اللہ کو کسی بندے سے بندہ ہونے کی حیثیت سے کوئی کد تو ہے نہیں۔

قَوْلُهُ: لَا تَفْتَحْ لَهُمْ ابْوَابَ السَّمَاءِ بَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد از وفات کافر کی روح جب آسمان کی طرف لے جانی جاتی ہے تو اس سے ایسی سخت بدبو نکلتی ہے جیسی دنیا میں مردار کی ہوتی ہے اس پر آسمان کے فرشتے اسے راستہ دینے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولنے سے انکار کر دیتے ہیں (کبیر) آسمانوں کے دروازوں کا کھلنا اور بند ہونا بھی قرآنی تشابہات میں سے ہے، اس کی کیفیت جو بھی ہو مومن کے لئے اس پر اجمالی ایمان ضروری ہے۔

دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مکذبین و منکرین کے اعمال برکت و مقبولیت سے محروم رہیں گے جس کو آسمان کی طرف نہ چڑھنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (کشاف)

حَتَّى يَلْبِغَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ، محاورہ میں اس سے مراد مطلق امر محال کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے یعنی نہ اونٹ سوئی کے ناکے سے نکل سکے گا نہ فلاں فعل ہوگا، اصطلاح میں اس کو تعلیق بالمحال کہتے ہیں یعنی امر کے وجود کو کسی امر محال پر معلق کر دینا۔

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍّ، غَلّ اس کینے اور بغض کو کہا جاتا ہے جو سینوں میں مستور ہوا اللہ اہل جنت پر یہ انعام فرمایا کہ دنیا کی زندگی میں نیک لوگوں کے درمیان اگر کچھ رنجشیں اور کدورتیں اور غلط فہمیاں رہی ہوں گی تو آخرت میں وہ سب دور کر دی جائیں گی ان کے قلوب ایک دوسرے سے صاف اور بے غبار ہو جائیں گے، اور وہ مخلص دوستوں کی طرح جنت میں داخل ہوں گے۔

بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اہل جنت کے درمیان درجات و منازل کا جو تفاوت ہوگا اس پر وہ ایک

دوسرے سے حسد نہ کریں گے پہلے مفہوم کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ جنتیوں کو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائیگا اور ان کے درمیان آپس کی جو زیادتیاں ہوئی ہوں گی ایک دوسرے کو ان کا بدلہ دلا دیا جائیگا حتیٰ کہ جب وہ بالکل پاک صاف ہو جائیں گے تو ان کو جنت میں داخلہ کی اجازت دیدی جائے گی۔ (صحیح بخاری کتاب المظالم)

مثلاً صحابہ کرام کی باہمی رنجشیں جو خطاء اجتہادی پر مبنی تھیں ان کو بھی ایک دوسرے کے دل سے پاک کر دیا جائیگا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، مجھے امید ہے کہ میں، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ”وَنَزَعْنَا مَا فِی صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍّ“ (ابن کثیر)

وقالوا الحمد لله الذي هدانا، یعنی یہ ہدایت کہ جس کی وجہ سے ہمیں ایمان و عمل کی زندگی نصیب ہوئی اور پھر انھیں بارگاہ الہی میں قبولیت کا درجہ بھی حاصل ہوا، یہ اللہ کی خاص رحمت ہے اور اس کا فضل ہے اگر یہ رحمت اور فضل الہی نہ ہوتا تو ہم یہاں تک نہ پہنچ سکتے تھے اسی مفہوم کی یہ حدیث ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا یہ بات اچھی طرح جان لو کہ تم میں سے کسی کو محض اس کا عمل جنت میں نہیں لیا جائیگا جب تک کہ اللہ کی رحمت نہ ہوگی، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ﷺ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں، میں بھی اس وقت تک جنت میں نہ جاؤں گا جب تک کہ رحمت الہی مجھے اپنے دامن میں نہ سمیٹ لے گی۔ (صحیح بخاری کتاب الرفاق)

وَنَادَىٰ اصْحَابُ الْجَنَّةِ اصْحَابُ النَّارِ..... اِلَى..... عَلَى الظَّالِمِينَ، یہی بات نبی ﷺ نے جنگ بدر میں جو کفار مارے گئے تھے اور ان کی لاشیں ایک کنویں میں ڈال دی گئی تھیں انھیں خطاب کرتے ہوئے کہی تھی جس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا تھا، آپ ایسے لوگوں سے خطاب فرما رہے ہیں جو ہلاک ہو چکے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ”اللہ کی قسم میں انھیں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں لیکن اب وہ جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے“۔

(صحیح مسلم، کتاب الحنة)

وعلى الاعراف رجال (الآية) یہ کون لوگ ہوں گے جن کو جنت و دوزخ کے باڈر پر روک لیا جائیگا؟ ان کے بارے میں مفسرین کا خاص اختلاف ہے اکثر مفسرین کے نزدیک اہل اعراف سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی زندگی کا نہ تو مثبت پہلو ہی اتنا قوی ہوگا کہ جنت میں داخل ہو سکیں اور نہ منفی پہلو اتنا خراب ہوگا کہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں اسلئے وہ دوزخ و جنت کے درمیان ایک سرحد پر رہیں گے۔

وَنَادَىٰ اصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا مِّنْ اصْحَابِ النَّارِ يَعْرِفُوهُمْ لَيْسَ يَمُوتُ قَالُوا مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِثْلًا لِّمَنْ جَعَلَهُ الْمَالِ
او كَثُرَتْكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٥٠﴾ اے واستكباركم عن الايمان وَيَقُولُونَ لَهُمْ مُّشِيرِينَ اِلَىٰ ضُعَفَاءِ
المُسْلِمِينَ اَهْلَآءَ الَّذِينَ اَقْسَمْتُمْ لَنَا اَلَهُمَّ لِلّٰهِ رَحْمَةً قَدْ قِيلَ لَهُمْ اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٥١﴾

وَقُرِئَ أُدْخِلُوا بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ وَدَخَلُوا فَجُمْلَةُ النَفْيِ حَالٌ اِیْ مَقُولًا لَهُمْ ذَلِكَ
 وَذَلِكَ اَصْحَبُ النَّارِ اَصْحَبُ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ مِنَ الطَّعَامِ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ حَرَمَهُمَا
 مَنَعَهُمَا عَلَى الْكَافِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا دِیْنَهُمْ لَهَوًا وَّلِعْبًا وَعَزَّزَتْهُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَاَلْیَوْمَ نَنسِفُهُمْ نَتْرُكُهُمْ فِی النَّارِ
 كَمَا اَسْأَلُوْا لِقَاءَ یَوْمِهِمْ هٰذَا بِتَرْكِهِمْ الْعَمَلِ لَهُ وَمَا كَانُوْا بِاٰیَاتِنَا یَحْذَرُوْنَ ۝ اِیْ وَكَمَا جَعَلْنٰهُ وَلَقَدْ جَعَلْنٰهُم اِیْ اَهْلَ
 مَكَّةَ یَكْتُمُ قُرْآنَ فَصْلِنٰهُ بَیِّنًاۤ بِالْاَخْبَارِ وَالْوَعْدِ وَالْوَعْدِ عَلَى عِلْمٍ حَالٌ اِیْ غَالِمِیْنَ بِمَا فُصِّلَ فِیْهِ هٰذِیْ
 حَالٌ مِنَ الْهَاءِ وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝۱۰۱۰ بِهِ هَلْ یَنْظُرُوْنَ مَا یَسْتَنْظِرُوْنَ اِلَّا تَاْوِیْلَهُ عَاقِبَةُ مَا فِیْهِ
 یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُهُ هُوَ یَوْمُ الْقِیَمَةِ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ سَوَّوْهُ مِنْ قَبْلُ تَرَكُوْا الْاِیْمَانَ بِهِ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ
 فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُعْعَةٍ فِیْ شَفَعَاۤ لَنَا اَوْ هَلْ نُرَدُّ اِلَی الدُّنْيَا فَنَعْمَلْ غَیْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ نُوْحِدُ اللّٰهَ وَتَتْرُكُ الشِّرْكَ
 فِیْقَالُ لَهُمْ لَا، قَالَ تَعَالٰی قَدْ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ اِذَا صَارُوْا اِلَی السَّهْلٰكِ وَصَلَ ذَهَبَ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝۱۰۱۱
 مِنْ دَعْوٰی الشَّرِیْكِ.

تَرْجُمَہ:

اور اہل اعراف جنہیوں میں سے بڑے بڑے لوگوں سے جن کو وہ ان کی علامتوں سے پہچانتے ہوں گے
 پکار کر کہیں گے (سوال کریں گے) کہ تمہارا مال کو جمع کرنا یا تمہاری اکثریت اور تمہارا ایمان سے تکبر کرنا آگ سے بچانے میں
 کیا کام آیا؟ اور (اہل اعراف) ضعیف مسلمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دوزخیوں سے کہیں گے، کیا یہ اہل جنت وہی لوگ
 نہیں ہیں جن کے متعلق تم نے قسم کھا کر کہا تھا کہ ان کو خدا کی رحمت کا کچھ بھی حصہ نہ ملے گا؟ ان سے کہہ دیا گیا ہے کہ جنت میں
 داخل ہو جاؤ اس حال میں کہ تمہارے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ غم اُدْخِلُوا، مجہول کے صیغہ کے ساتھ اور دَخَلُوا (ماضی
 معروف) کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور (دونوں) منفیہ جملہ مقولاً کی تقدیر کے ساتھ حال ہیں، حال یہ ہے کہ یہ بات ان سے
 کہہ دی گئی، اور دوزخی جنتیوں سے پکار کر کہیں گے کچھ تھوڑے پانی سے ہمارے اوپر بھی کرم کر دیا جو رزق کھانے کے لئے اللہ
 نے تمہیں دیا ہے اس میں سے کچھ ہماری طرف بھی ڈال دو تو وہ جواب دیں گے یہ دونوں چیزیں اللہ نے کافروں کے لئے حرام
 (ممنوع) کر دی ہیں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تفریح بنا لیا تھا اور جنہیں دنیوی زندگی نے فریب میں مبتلا کر رکھا تھا تو آج
 ہم بھی انہیں بھلا دیں گے (یعنی) ہم ان کو دوزخ میں داخل کر کے چھوڑ دیں گے، جیسا کہ انہوں نے ملاقات کے لئے عمل کو
 ترک کر کے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا، اور جیسا کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے، یعنی جیسا کہ انہوں نے انکار کیا، اور ہم
 نے اہل مکہ کے پاس ایسی کتاب (یعنی) قرآن پہنچا دیا کہ جس میں اخبار اور وعدوں اور وعیدوں کے ہم نے کھول کھول کر بیان کیا
 حال یہ ہے کہ جو اس میں کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے ہم اس کے جاننے والے ہیں حال یہ کہ وہ کتاب ہدایت ہے، ہدٰی
 فَصْلِنٰهُ کی ضمیر مفعولی سے حال ہے، اور وہ اس (قرآن) پر ایمان لانیوالوں کے لئے رحمت ہے، ان لوگوں کو کسی چیز کا انتظار

نہیں صرف قرآن میں بیان کردہ کے انجام کا انتظار ہے، جس دن اس کا آخری نتیجہ آ جائیگا وہ قیامت کا دن ہوگا، جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے یعنی اس پر ایمان کو ترک کئے ہوئے تھے اس روز یوں کہیں گے واقعی ہمارے رب کے رسول سچی باتیں لائے تھے، سوا ب کیا ہمارا کوئی سفارشی ہے کہ جو ہماری سفارش کر دے، یا کیا ہم پھر دنیا میں واپس بھیجے جاسکتے ہیں تاکہ ہم ان اعمال کے برخلاف جنہیں ہم کیا کرتے تھے، دوسرے (نیک) اعمال کریں (یعنی) اللہ کی توحید کے قائل ہو جائیں اور شرک کو ترک کر دیں، تو ان سے کہا جائیگا، نہیں، بے شک ان لوگوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈال لیا جبکہ وہ ہلاکت کی طرف چلے دعوائے شرک کی جو باتیں ان لوگوں نے تصنیف کر رکھی تھیں ان سے غائب ہو گئیں۔

تحقیق و ترکیب تسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: رَجُلًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّارِ، ای الذین کانوا عظماء فی الدنیا فینادونہم، یا ابا جہل بن ہشام ویا ولید بن مغیرۃ ویا فلان ویا فلان و ہم فی النار، اصحاب عراف ان لوگوں کو نام بنام پکار کر کہیں گے کہ تم دنیا میں رؤساء قوم کہلاتے تھے تمہاری جمعیّتیں اور مال و دولت اور وہ جاہ و حشمت کیا ہوئے؟ جن پر تم کو بڑا فخر و غرور تھا، آج ان میں سے تمہارے کچھ بھی کام نہیں آیا۔

قَوْلٌ: اغْنِ عَنْكُمْ۔ ما استفہام تو بخئی ہے ای ائی شی اغنی، اور مانا فیه بھی ہو سکتا ہے، یعنی ان میں سے تمہارے کچھ کام نہیں آتا۔

قَوْلُهُ: استكباراً، اس میں اشارہ ہے کہ 'ما کنتم' میں ما مصدریہ ہے لہذا عدم عائد کا شبہ ختم ہو گیا اور بعض حضرات نے استکباراً کا مطلب بڑا سمجھنا، لیا ہے اور بعض نے اعراض کرنا علامہ سیوطی نے دوسرے معنی مراد لئے ہیں۔

قَوْلُهُ : يَقُولُونَ لَهُمْ، اس سے اشارہ کر دیا کہ اہلِ الخ یہ بھی اہلِ اعراف کا مقولہ ہے۔

قَوْلًا: بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ، یعنی باب افعال سے ماضی مجہول اور دَحْلُوا (ن) سے ماضی معروف ہے یہ دونوں قراءتیں شاذ ہیں جس کی طرف قُریٰ کہہ کر اشارہ کر دیا ہے، ان دونوں قراءتوں کی صحت میں قول کی تقدیر کی ضرورت نہیں ہے، اسلئے کہ بغیر تاویل کے خبر واقع ہو جائیگا۔ (فیہ مافیہ)

قَوْلُهُ: مَنَعَهُمَا، حَرَمَهُمَا، کی تفسیر مَنَعَهُمَا سے کر کے اشارہ کر دیا کہ حَرَمٌ بمعنی مَنَعَ ہے اسلئے کہ حرام و حلال کا محل دنیا ہے نہ کہ آخرت۔

قَوْلًا: نَتْرُكُهُمْ اس میں اشارہ ہے کہ نسیان سے اس کے لازم معنی یعنی ترک مراد ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے نسیان محال ہے۔

قَوْلًا: ای وکما جَعَدُوا، اس اضافہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

يَسْأَلُ: وما كانوا بآيتنا يحدون، کا عطف کما نسوا لفاء، پر درست نہیں ہے اسلئے کہ معطوف علیہ ماضی اور معطوف مضارع ہے۔

جواب: مضارع پر جب کان داخل ہو جاتا ہے تو ماضی بن جاتا ہے، لہذا عطف درست ہے۔
قَوْلُهُ: عَاقِبَةُ مَا فِيهِ، فیہ کی ضمیر کا مرجع قرآن ہے یعنی اب ان کو صرف قرآن میں مذکور وعدوں اور وعیدوں کے انجام کی صداقت ہی کا انتظار ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

نادی اصحاب الاعراف رجالاً، اہل اعراف اہل نار میں سے بڑے بڑے لوگوں کو جن کو وہ ان کی علامتوں سے پہچان لیں گے کہیں گے، دیکھ لیا تم نے، آج نہ تمہارے جتنے کچھ کام آئے اور نہ ساز و سامان جن کو تم بڑی چیز سمجھتے تھے، اور کیا یہ اہل جنت وہی لوگ نہیں ہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ ان کو تو خدا اپنی رحمت میں سے کچھ بھی نہ دے گا، آج انہی سے کہا گیا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ، پھر اہل اعراف سے کہا جائیگا، تم بھی جنت میں داخل ہو جاؤ تم کو کچھ خوف و غم نہیں حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کافروں سے فرمایا کہ جن غریبوں کو تم دنیا میں محروم بتاتے تھے لو اب یہی لوگ جنت میں پہنچ گئے۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے بحوالہ مسلم، کہ آپ ﷺ نے فرمایا دنیا کے بڑے بڑے نافرمان مالدار لوگ قیامت کے دن جب دوزخ میں ڈالے جاویں گے تو دوزخ میں پڑتے ہی فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ دنیا کی جس مالداری نے تم کو آخرت سے غافل رکھا دوزخ کے عذاب کے مقابلہ میں تم کو دنیا کی وہ مالداری کچھ یاد ہے تو وہ لوگ مطمئن کھا کر کہیں گے کہ اس عذاب کے مقابلہ میں ہمیں دنیا کی وہ مالداری ذرا بھی یاد نہیں اسی طرح اہل جنت کو جنت کی نعمتوں کے آگے دنیا کی تنگدستی کچھ یاد نہ آئے گی۔

ونادی اصحاب النار اصحاب الجنة الخ دوزخی جنتیوں سے بھیک مانگنے والوں کی طرح گڑ گڑا کر تھوڑے سے پانی اور کھانے کا سوال کریں گے مگر ان کو کچھ نہ دیا جائیگا، بلکہ جنتی صاف صاف کہہ دیں گے کہ یہ دونوں چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حرام کر دی ہیں۔

الذین اتخذوا دينهم لهوا ولعبا الخ اہل جنت اور اہل دوزخ اور اصحاب اعراف کی اس گفتگو سے کسی حد تک اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عالم آخرت میں انسانی قوتوں کا پیمانہ کس قدر وسیع ہو جائیگا وہاں آنکھوں کی بینائی اتنے بڑے پیمانے پر ہوگی کہ دوزخ و جنت اور اعراف کے لوگ جب چاہیں گے ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے، اور وہاں آواز اور سماعت بھی اس قدر بڑھ جائے گی کہ مختلف دنیاؤں کے لوگ باہمی گفت و شنید کر سکیں گے، یہ اور ایسے ہی بیانات جو ہمیں قرآن میں ملتے ہیں اس بات کا تصور دلانے کے لئے کافی ہیں کہ وہاں زندگی کے قوانین ہماری موجودہ دنیا کے قوانین طبعی سے بالکل مختلف ہوں گے، اگرچہ

ہماری شخصیتیں یہی رہیں گی، جن لوگوں کے دماغ اس عالم طبعی کی حدود میں موجودہ زندگی اور اس کے مختصر پیمانوں سے وسیع تر کسی چیز کا تصور ان میں نہیں سما سکتا وہ قرآن وحدیث کے ان بیانات کو بڑی حیرت واستعجاب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور بسا اوقات ان کا مذاق اڑا کر اپنی خفیف العقلی کا مزید ثبوت بھی دینے لگتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ان بیچاروں کا دماغ جتنا تنگ ہے زندگی کے امکانات اتنے تنگ نہیں ہیں، آجکل کی نئی نئی ایجادات نے تو اس مسئلہ کو حل ہی کر دیا ہے، اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہزاروں میل دور سے اس طرح باتیں کر سکتے ہیں گویا کہ آپ کا مخاطب آپ کے روبرو موجود ہے جس سے آپ بالمشافہ گفتگو کر رہے ہیں، نیز ایسی ایجادات نے کہ جن کے ذریعہ موٹی موٹی دیواروں کے آر پار تاریک رات میں اس طرح دیکھ سکتے ہیں گویا کہ رائی اور مرئی کے درمیان کوئی شئی حائل نہیں ہے، ان نئی ایجادات اور مشاہدات کے بعد بھی قرآنی معلومات کے سلسلہ میں انکار و عناد کا رویہ اختیار کرنا حق اور بے عقلی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

هل ينظرون الا تاويله يوم ياتي تاويله ، الخ یعنی یہ جس انجام کے منتظر تھے اس کے سامنے آ جانے کے بعد اعتراف حق کرنے یا دوبارہ دنیا میں بھیجے جانے کی آرزو اور کسی سفارش کی تلاش، یہ سب بے فائدہ ہوں گی وہ معبودان باطل بھی گم ہو جائیں گے جن کی یہ بندگی کیا کرتے تھے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا لَمْ يَكُنْ ثَمَّ شَمْسٌ وَلَوْ شَاءَ خَلَقَهُنَّ فِي لَمْحَةٍ وَالْعُدُولُ عَنْهُ لَتَعْلَمَنَّ خَلْقَهُ التَّثْبُتُ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ هُوَ فِي اللَّغَةِ سَرِيرُ الْمَلِكِ اسْتَوَاءٌ يَلْقَى بِهِ يُغْشَى اللَّيْلُ النَّهَارُ مُخَفَّفًا وَمُشَدَّدًا أَيْ يُعْطَى كُلًّا مِنْهُمَا بِالْأَخْرِ يُطْلَبُ كُلُّ مِنْهُمَا الْآخِرُ طَلَبًا حَثِيثًا سَرِيعًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالْجُودُ بِالْمَنْصِبِ عَطْفًا عَلَى السَّمَوَاتِ وَالرَّفْعُ مَبْتَدَأُ خَبَرٍ مُسَخَّرٍ مَذَلَّلَاتٍ بِأَمْرِهِ بِقُدْرَتِهِ الْآلَهُ الْخَلْقُ جَمِيعًا وَالْأَمْرُ كُلُّهُ تَبَرُّكُ تَعَاظِمِ اللَّهِ رَبِّ مَالِكِ الْعَالَمِينَ ۝ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا حَالًا تَذَلُّلًا وَخُفْيَةً سِرًّا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ فِي الدُّعَاءِ بِالتَّشَدُّقِ وَرَفْعِ الصَّوْتِ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بِالْبَشَرِ وَالْمَعَاصِي بَعْدَ إِصْلَاحِهَا بِبَعْثِ الرُّسُلِ وَادْعُوهُ خَوْفًا مِنْ عِقَابِهِ وَطَمَعًا فِي رَحْمَتِهِ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ الْمُطِيعِينَ وَتَذَكِيرُ قَرِيبٍ الْمُخْبِرِ بِهِ عَنْ رَحْمَةٍ لِإِضَافَتِهَا إِلَى اللَّهِ تَعَالَى وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ أَيْ مُتَفَرِّقَةً قَدَامَ الْمَطَرِ وَفِي قِرَاءَةٍ بِسُكُونِ الشَّيْنِ تَخْفِيفًا وَفِي أُخْرَى بِسُكُونِهَا وَفَتْحِ النُّونِ مُصَدَّرًا فِي أُخْرَى بِسُكُونِهَا وَضَمِّ الْمَوْحِدَةِ بِدَلِ النُّونِ أَيْ مُبَشِّرًا وَمُسَفِّرًا الْأُولَى نَشُورُ كَرَسُولٍ وَالْآخِرَةُ بَشِيرٌ حَتَّى إِذَا أَقَلَّتْ حَمَلَتِ الرِّيحُ سَحَابًا ثِقَالًا بِالْمَطَرِ سُقْنَهُ أَيْ السَّحَابَ وَفِيهِ التَّفَاتُ عَنْ الْغَيْبَةِ لِبَلَدٍ مَّيَّتٍ لَا نَبَاتَ بِهِ أَيْ لِأَحْيَائِهِ فَأَنْزَلْنَاهُ بِالْبَلَدِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَاهُ بِالماءِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ كَذَلِكَ الْإِخْرَاجُ نُخْرُجُ الْمَوْتَى مِنْ قُبُورِهِمْ بِالْأَحْيَاءِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ فَتُؤْمِنُونَ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ الْعَذْبُ التُّرَابُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ حَسَنًا يَلَذُّ رَيْحُهُ هَذَا مِثْلُ

لِلْمُؤْمِنِينَ يَسْمَعُ الْمَوْعِظَةَ فَيَنْتَفِعُ بِهَا وَالَّذِي خَبَتْ تَرَابُهُ لَا يَخْجُجُ نَبَاتُهُ (الْأَنْكَدَّاءُ عُسْرًا بِمَشَقَّةٍ وَهَذَا مِثْلُ
لِلْكَافِرِ كَذَلِكَ كَمَا بَيَّنَّا مَا ذَكَرَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُشْكِرُونَ ۝ اللَّهُ فِيؤْمِنُونَ

ترجمہ:

درحقیقت تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو دنیا کے دنوں کی مقدار کے اعتبار سے چھ دنوں میں پیدا فرمایا، اسلئے کہ اس وقت سورج نہیں تھا، اگر وہ چاہتا تو ایک لمحہ میں پیدا کر دیتا، اور ایک لمحہ میں پیدا نہ کرنا لوگوں کو بخلت نہ کرنے کی تعلیم دینے کے لئے ہے، پھر (اپنے) تخت شاہی پر جلوہ فرما ہوا (عرش) لغت میں تخت شاہی کو کہتے ہیں، تخت پر جلوہ فرمائی سے مراد اس کی شایان شان جلوہ فرمائی ہے، وہ شب و روز کو ایک دوسرے سے اس طرح چھپا دیتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے جس نے سورج اور چاند اور تارے پیدا کئے جو اس کے حکم کے تابع ہیں (تینوں پر) نصب ہے سموات پر عطف کرتے ہوئے، اور رفع ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے خبر اس کی مسخراث ہے خبر دار رہو! تمام مخلوق اسی کی ہے اور بالکل اسی کا امر ہے اللہ بڑی برکت والا ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، تم اپنے رب کو گڑگڑاتے ہوئے چپکے چپکے پکارو بے شک اللہ تعالیٰ بے احتیاطی کے ساتھ زور زور سے دعاء میں حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا شرک و معاصی کے ذریعہ زمین میں فساد برپا نہ کرو، رسول کی بعثت کے ذریعہ اس کی اصلاح کرنے کے بعد، اس کی سزا اور رحمت کی امید و بیم کے ساتھ اس کو پکارو، بے شک اللہ کی رحمت نیک کردار فرماں بردار لوگوں کے قریب ہے اور (لفظ) قریب کو جو کہ رحمت کا مخبر ہے اللہ کی طرف رحمت کی اضافت کی وجہ سے مذکر لایا گیا ہے اور وہ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے آگے خوشخبری لئے ہوئے بھیجتا ہے یعنی بارش کے آگے آگے بھیلیتی ہوئی، اور ایک قراءت میں شین کے سکون کے ساتھ بطور تخفیف کے اور دوسری قراءت میں شین کے سکون اور نون کے فتح کے ساتھ بطور مصدر کے اور تیسری قراءت میں شین کے سکون اور بجائے نون کے باء کے ضمہ کے ساتھ یعنی خوشخبری دینے والی، اور پہلے کا مفرد نشور بروزن رسول ہے اور دوسرے کا بشیر ہے، پھر جب ہوائیں پانی سے بھرے ہوئے بادل اٹھا لیتی ہیں تم ہم اس بادل کو کسی مردہ (خشک) زمین کی طرف ہانک لیجاتے ہیں اس میں غیبت سے التفات ہے جس میں کوئی گھاس پھوس نہیں ہوتی، اس کو زندہ (سبز) کرنے کے لئے، پھر ہم اس زمین میں پانی برساتے ہیں پھر ہم اس پانی کے ذریعہ ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں، اسی طرح ہم مردوں کو ان کی قبروں سے زندہ کر کے نکالیں گے، تاکہ تم سبق لو اور ایمان لے آؤ اور جو زمین اچھی ہوتی ہے (شور نہیں ہوتی) تو اس سے اپنے رب کے حکم سے خوب پیداوار ہوتی ہے یہ مومن کی مثال ہے کہ وہ نصیحت سنتا ہے پھر اس سے نفع اٹھاتا ہے اور جس زمین کی مٹی خراب ہوتی ہے اس سے خراب پیداوار کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا (اور وہ بھی) بڑی مشقت کے ساتھ، اور یہ کافر کی مثال ہے، اسی طرح جیسا کہ ہم نے مذکورہ مثال بیان کی اللہ کا شکر ادا کرنے والی قوموں کے لئے مثال بیان کرتے ہیں تو وہ ایمان لے آتے ہیں۔

تحقیق و تفسیر تفسیری فوائد

قَوْلًا؛ اِسْتَوَاءٌ یَلِیْقُ بِهِ، اس میں اشارہ ہے کہ استویٰ علی العرش متشابہات میں سے ہے اس کی حقیقی مراد اللہ ہی بہتر جانتا ہے، یَغْشٰی، ای یغشی، چھا جانا، چھپالینا، اسی سے ہے غَشِیَتْهُ الحُمٰی، اس کو بخار آ گیا۔
قَوْلًا؛ حَثِثًا، یہ حث سے مشتق ہے اور یہ طلباً مصدر محذوف کی صفت ہے۔
قَوْلًا؛ بِالنَّدَاقِ، ای اظہار الفصاحة بالتکلف، تَشَدُّقٌ، بتکلف فصاحت ظاہر کرنے کے لئے باچھیں کھولنا، تَشَدُّقٌ بِالکَلَامِ وفیه، بغیر احتیاط کے ہر قسم کی باتیں کرنا۔

قَوْلًا؛ وَتَذْکِیْرٌ قَرِیْبٌ الْمُخْبَرِ بِهِ عَنْ رَحْمَةٍ لِأَصَافَتِهَا إِلَى اللَّهِ، مذکورہ عبارت کا اضافہ ایک سوال کا جواب ہے۔
سُؤَالٌ؛ رَحْمَةُ اللَّهِ، اِنَّ کا اسم ہے اور قَرِیْبٌ اس کی خبر ہے، اسم مؤنث ہے اور خبر مذکر ہے دونوں میں مطابقت نہیں ہے قریبہ ہونا چاہئے؟

جَوَابٌ؛ رَحْمَةُ اللَّهِ، میں مضاف الیہ یعنی لفظ اللہ کی رعایت کی وجہ سے مذکر لائے ہیں، یعنی مضاف کو مضاف الیہ کا حکم دیدیا ہے، دیگر ائمہ لغت والاعراب نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

① زجاج نے کہا کہ رَحْمَةُ عَفْوٍ وَغُفْرَانٍ کے معنی میں ہونے کی وجہ سے رحم کے معنی میں ہے، نحاس نے اس تاویل کو پسند کیا ہے، ② نصر بن شمیل نے کہا ہے کہ رَحْمَةُ مصدر بمعنی رحم ہے، ③ اخفش سعید نے کہا ہے کہ رَحْمَةُ سے مطر مراد ہے، ④ بعض حضرات نے کہا ہے کہ رَحْمَةُ چونکہ مؤنث غیر حقیقی ہے لہذا مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال ہو سکتا ہے۔

(فتح القدیر شوکانی)

قَوْلًا؛ اَقَلَّتْ ای حملت ورفعت اس کا ماخذ اشتقاق اقلال ہے۔

قَوْلًا؛ نَكْدًا، ای الذی لا خیر فیہ، او الذی اشتدَّ وَعَسَرَ۔

قَوْلًا؛ ثَقَالًا۔

سُؤَالٌ؛ ثَقَالًا کو جمع لانے کی کیا وجہ ہے؟

جَوَابٌ؛ اسلئے کہ صحابا معنی صحابہ کی جمع ہے اسلئے کہ معنی میں صحاب کے ہیں۔

تفسیر و تشریح

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ (الآیۃ) یہ چھ دن، اتوار، پیر، منگل، بدھ، جمعرات اور جمعہ ہیں، جمعہ ہی کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، کہتے ہیں کہ ہفتہ کے روز کوئی تخلیق نہیں ہوئی، اسی لئے اسے یوم السبت کہا جاتا ہے، اسلئے کہ سبت کے معنی قطع کے ہیں یعنی اس روز تخلیق کا کام قطع ہو گیا۔

قرآن میں بیان کردہ دن سے کیا مراد ہے؟ ہماری دنیا کا دن جس کی ابتداء طلوع شمس اور انتہاء غروب شمس سے ہوتی ہے یا یہ دن ہزار سال کے برابر ہے جیسا کہ روز قیامت ہوگا، بظاہر دوسری صورت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ ایک تو اس وقت نظام شمسی موجود نہیں تھا آسمان وزمین کی تخلیق کے بعد یہ نظام قائم ہوا، دوسری بات یہ کہ عالم بالا کا واقعہ ہے اسکو دنیا سے کوئی نسبت نہیں ہے، اسلئے اس دن کی اصل حقیقت تو اللہ ہی جانتا ہے اس بارے میں قطعیت کے ساتھ کوئی بات کہنا مشکل ہے، علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ لفظ ”کن“ سے آن واحد میں سب کچھ پیدا کر سکتا ہے اس کے باوجود اس نے ہر چیز کو الگ الگ تدریج کے ساتھ بنایا اس کی بھی اصل حکمت اللہ ہی بہتر جانتا ہے تاہم علماء نے اس کی ایک حکمت لوگوں کو وقار اور تدریج کے ساتھ کام کرنے کا سبق دینا بتلائی ہے اور حدیث پاک میں بھی عجلت کی نسبت شیطان کی طرف فرمائی گئی ہے۔

استواء کے معنی علو اور استقرا کے ہیں سلف نے بلا کیف و بلا تشبیہ یہی معنی مراد لئے ہیں لیکن اس کی کیفیت معلوم نہیں ہے، حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے استواء کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا، استواء کے معنی معلوم ہیں مگر کیفیت نامعلوم ہے۔

ولا تُفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ (الایۃ) ممانعت کا مطلب ہے فساد فی الارض سے ممانعت۔ انسان کا خدا کی بندگی سے نکل کر اپنے نفس کی یاد دوسروں کی بندگی اختیار کرنا اور خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی معاشرت تمدن و اخلاق کو ایسے اصول و قوانین پر قائم کرنا جو خدا کے سوا کسی اور کی رہنمائی سے ماخوذ ہوں، یہی وہ بنیادی فساد ہے جس سے زمین کے نظام میں خرابی کی بے شمار صورتیں رونما ہوتی ہیں، اور اسی فساد کو روکنا قرآن کا مقصد ہے قانون اسلام کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے ہی سے عالم کی اصلاح ہوتی ہے اور مکمل دستور العمل سے انکار و انحراف ہی سے پہلے فساد عقائد اور فساد اعمال و اخلاق پیدا ہوتے ہیں جو جرائم، معاصی، قتل و غارت گری غرضیکہ ہر قسم کے فساد کا باعث ہے جس کی وجہ سے عالم میں فساد برپا ہوتا ہے۔

آداب دعاء:

دعاء میں آداب دعاء و عبودیت کا لحاظ رکھنا بھی آداب دعاء سے ہے دعاء کے آداب کا لحاظ نہ رکھنا بھی دعاء میں حد سے تجاوز کرنا ہے، آداب دعاء میں یہ بھی داخل ہے کہ دعاء محالات عقلیہ و عادیہ کی نہ مانگی جائے، مثلاً یہ کہ اے اللہ تو مجھے دنیا میں خلود نصیب فرمایا میری جوانی لوٹا دے اور نہ معاصی کی طلب و تمنا کی جائے مطلب یہ ہے کہ دعاء اپنی حیثیت اور مرتبہ سے بڑھ کر نہ کی جائے، بلکہ شان عبودیت کے ساتھ لجاجت کے لہجہ میں خشوع قلب کے ساتھ دعاء مانگی جائے، دعاء چلا کر بھی نہ مانگنی چاہئے (نعوذ باللہ) تمہارا پروردگار نہ گراں گوش ہے اور نہ دور، چلا چلا کر دعاء کرنے سے حدیث شریف میں بھی ممانعت آئی ہے صحیح بخاری اور مسلم میں یہ روایت آئی ہے کہ ایک موقع پر لوگ چلا چلا کر زور زور سے دعاء مانگ رہے تھے اس پر آپ نے فرمایا ”جسے تم پکار رہے ہو وہ نہ اونچا سنتا ہے اور نہ وہ دور ہے تو قریب ہے اور خوب سنتا ہے“ حنفیہ نے یہیں سے استدلال کیا ہے کہ نماز

میں سورۃ فاتحہ کے بعد آمین بھی چونکہ دعاء ہے لہذا آمین آہستہ کہنی چاہئے (بھلاص) دعاء کرتے وقت امید و بیم کی کیفیت ہونی چاہئے، اس کے عذاب کا خوف بھی ہو اور اسکی رحمت کی امید بھی اس طرح دعاء کرنے والے کا شمار محسنین میں ہوتا ہے، یقیناً اللہ کی رحمت ایسے لوگوں کے قریب ہے۔

فانزلنا بہ الماء ، جس طرح ہم پانی کے ذریعہ مردہ زمین میں روئیدگی پیدا کر دیتے ہیں اور وہ انواع و اقسام کے غلے اور پھل پھول پیدا کرتی ہے اسی طرح قیامت کے دن تمام انسانوں کو جو مٹی میں شامل ہو کر مٹی ہو چکے ہوں گے ہم دوبارہ زندہ کر دیں گے اور ان کا حساب لیں گے۔

والبلد الطیب یخرج نباتہ ، اس کے حقیقی معنی مراد ہونے کے علاوہ یہ ایک تمثیل بھی ہو سکتی ہے البلد الطیب سے مراد سریع الفہم اور البلد الخبیث سے بطی الفہم یا وعظ و نصیحت قبول کرنے والا دل، اور اس کے برعکس دل، یا قلب مومن اور قلب منافق، نصیحت قبول کرنے والا دل بارش قبول کرنے والی زمین کی طرح ہے اور دوسرا دل اس کے برعکس زمین شور کی طرح ہے جو بارش کے پانی کو قبول ہی نہیں کرتی یا کرتی ہے تو برائے نام جس سے پیداوار بھی نکلی اور برائے نام ہوتی ہے، اسکو ایک حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جو علم و ہدایت دے کر بھیجا ہے اسکی مثال اس موسلا دھار بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسی، زمین کے جو حصے زرخیز تھے انہوں نے پانی کو اپنے اندر جذب کر کے چارہ اور گھاس خوب اگایا، اور اس کے بعض حصے سخت تھے انہوں نے پانی کو تو روک لیا (اندر جذب نہیں کیا) تاہم اس سے بھی لوگوں نے فائدہ اٹھایا، خود بھی پیا، کھیتوں کو بھی سیراب کیا، اور زمین کا کچھ حصہ بالکل سنگلاخ تھا جس نے پانی روکا اور نہ کچھ اگایا، پس یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی اور اللہ نے مجھے جس چیز کے ساتھ بھیجا ہے اس نے اس سے استفادہ کیا خود بھی علم حاصل کیا دوسروں کو بھی سکھایا، اور اس شخص کی بھی مثال ہے جس نے کچھ نہیں سیکھا اور نہ وہ ہدایت ہی قبول کی جس کو دیکر مجھے بھیجا گیا ہے۔ (صحیح بخاری)

لَقَدْ جَوَّابُ قَسَمٍ مَحْذُوفٍ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنَ الْغَيْرِ بِالْجَزْرِ صِفَةً لِّلَّهِ وَالرُّفْعَ بَدَلٌ مِّنْ مَّخَلِّهِ إِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ عِبَدْتُمْ غَيْرَهُ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ قَالَ الْمَلَأُ الْأَشْرَافُ مِّنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ بَيْنَ قَالَ يَقَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالٌ هِيَ أَعْمٌ مِّنَ الضَّلَالِ فَتَفِيهَا أِبْلَغُ مِنْ نَفِيهِ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَبْلَغُكُمْ بِالْخَفِيفِ وَالْتَشْدِيدِ سَلَّطْتُ رَبِّي وَأَنْصَحُ أُرِيدُ الْخَيْرَ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ أَكْذَبْتُمْ أَوْ عَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَلَىٰ لِسَانِ رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنذِرَكُمْ الْعَذَابَ أَنْ لَّنْ تُؤْمِنُوا وَلِنَنْفِقُوا وَلَعَلَّكُمْ تَرْجِعُونَ ۝ بَهَا فَكَذَّبُوهُ فَانْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ مِنَ الْغُرُقِ فِي الْفُلَاكِ السَّفِينَةِ وَأَعْرِفْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا بِالطُّوفَانِ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا كَاذِبِينَ ۝ عَنْ الْحَقِّ

ترجمہ: قسمیہ بات ہے ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، اس نے کہا اے میری قوم، تم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں (لَقَدْ) قسم محذوف کا جواب ہے (غیرہ) کے جر کے ساتھ اللہ کی صفت ہے اور رفع، (اللہ) کے محل سے بدل ہونے کی وجہ سے ہے اگر تم اس کے علاوہ کسی اور کی بندگی کرو گے تو مجھے تمہارے حق میں بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے اور وہ بڑا دن قیامت کا دن ہے، ان کی قوم کے سرداروں نے کہا ہم تم کو صریح غلطی پر دیکھتے ہیں انہوں نے جواب دیا میں کسی گمراہی میں نہیں ہوں ضلالت ضلال سے عام ہے، ضلالت کی نفی ضلال کی نفی سے ابلغ ہے، بلکہ میں رب العلمین کا رسول ہوں، تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں (أُبَلِّغُ) تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے، اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں یعنی تمہارا بھلا چاہتا ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے وہ کچھ معلوم ہے جو تم کو معلوم نہیں، کیا تم تکذیب کرتے ہو اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تمہارے ہی ایک آدمی کے ذریعہ نصیحت آگئی تاکہ تم کو عذاب سے ڈرائے اگر تم ایمان نہ لائے اور تاکہ اللہ (کے عذاب) سے ڈر جاؤ اور تاکہ تقوے کی وجہ سے تم پر رحم کیا جائے مگر وہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے رہے تو ہم نے نوح علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ شستی میں تھے ڈوبنے سے بچالیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم نے ان کو طوفان کے ذریعہ غرق کر دیا یقیناً وہ لوگ حق سے اندھے تھے۔

تحقیق و تخریج تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: جواب قسم محذوف، اس اضافہ سے اشارہ کر دیا کہ لَقَدْ میں لام جواب قسم پر داخل ہے۔
قَوْلُهُ: وَالرَّفْعَ بَدَلٌ مِنْ مَحَلَّةٍ تَقْدِيرِ عبارت یہ ہے، مالکم اللہ من زائدہ ہے اللہ مبتداء ہے اور لکم خبر مقدم ہے۔
قَوْلُهُ: هِيَ أَعْمَرُ مِنَ الضَّلَالِ فَتَقْبِهَا أَبْلَغُ مِنْ نَفْيِهِ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ، کہہ کر حضرت نوح علیہ السلام کی جانب ہر قسم کی ضلالت کی نسبت کی، اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے لیس بی ضلالة، کہہ کر ہر قسم کی گمراہی کی نفی کر دی اور نہ صرف یہ کہ ہر قسم کی گمراہی کی نفی کی بلکہ ولکنی رسول من رب العلمین، کہہ کر یہ دعویٰ بھی کر دیا کہ میں اللہ رب العلمین کی جانب سے عز و شرف کے سب سے بڑے مرتبہ پر جو کہ مرتبہ رسالت ہے فائز ہوں۔
الضَّلَالَةُ أَعْمَرُ مِنَ الضَّلَالِ، اسلئے کہ ضلالة وحدت غیر معینہ پر دلالت کرتی ہے اور فرد غیر معین کی نفی عام ہے بخلاف ضلال کے کہ یہ مصدر ہے جو واحد تشبیہ جمع کو شامل ہے، مصدر کی نفی سے یہ ضروری نہیں کہ بالیقین عام کی نفی ہو جائے، مطلب یہ ہے کہ ضلالة کی نفی ضلال کی نفی کو مستلزم ہے ولا بالعکس اسلئے کہ عام کی نفی خاص کی نفی کو مستلزم ہوتی ہے نہ کہ اس کا عکس اور لیس بی ضلالة، نکرہ تحت اللفی کی وجہ سے عموم کا فائدہ دے رہا ہے۔

قَوْلُهُ: بَهَا، اِیْ بِالتَّقْوٰی۔

تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحُ

رَبط آیات:

سورۃ اعراف کے شروع سے یہاں تک اصول اسلام، توحید، رسالت، آخرت کا مختلف عنوانات سے اثبات اور لوگوں کو اتباع کی ترغیب اور اس کی مخالفت پر وعید و ترہیب اور اس کے ضمن میں شیطان کے مکرو فریب کا بیان تھا، اب یہاں سے آخر سورت تک چند انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور ان کی امتوں کا ذکر ہے، اس رکوع میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کے حالات و مقالات مذکور ہیں۔

سلسلہ انبیاء میں سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں لیکن ان کے زمانہ میں کفر و ضلالت کا مقابلہ نہ تھا نیز ان کی شریعت میں زیادہ تر زمین کی آباد کاری اور انسانی ضروریات کے احکام تھے، کفر و شرک کا مقابلہ حضرت نوح علیہ السلام سے شروع ہوا اور رسالت و شریعت کے اعتبار سے وہ سب سے پہلے رسول ہیں، اس وقت دنیا میں جو انسانی آبادی ہے یہ سب حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے رفقاء سفینہ کی ذریت میں سے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قصص الانبیاء کا آغاز بھی حضرت نوح علیہ السلام ہی سے کیا گیا ہے، حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ اور ان کی قوم کی غرق آبی اور کشتی والوں کی نجات کی پوری تفصیل سورۃ نوح اور سورۃ ہود میں بیان ہوئی ہے، اختصار کے ساتھ اس کا بیان مندرجہ ذیل ہے۔

نوح علیہ السلام کا مختصر قصہ:

قرآن کریم کے اشارات اور بائبل کی تصریحات سے یہ بات متحقق ہو جاتی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم جس سرزمین پر رہتی تھی جس کو آج عراق کے نام سے جانا جاتا ہے بابل کے آثار قدیمہ میں بابل سے قدیم تر کتبات ملے ہیں، ان سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے اس کی جائے وقوع موصل کے نواح میں بتائی گئی ہے، اس کے علاوہ جو روایات کردستان اور آرمینہ میں قدیم ترین زمانہ سے نسلاً بعد نسل چلی آرہی ہیں ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اسی علاقہ میں کسی جگہ ٹھہری تھی، موصل کے شمال میں جزیرہ ابن عمر کے آس پاس آرمینہ کی سرحد پر کوہ اراراط کے نواح میں نوح علیہ السلام کے مختلف آثار کی نشاندہی اب بھی کی جاتی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ:

حضرت نوح علیہ السلام بن لاکم قدیم ترین انبیاء میں سے ہیں صحیح صحیح زمانہ کی تعیین تو دشوار ہے بعض اندازوں کے مطابق ان کا زمانہ ۲۹۴۸ ق م تا ۱۹۵۸ ق م سمجھے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم عراق میں آباد تھی تورات کی کتاب پیدائش

میں ان کا مفصل ذکر باب ۵ سے باب ۹ تک آیا ہے، حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت آدم علیہ السلام تک حسب روایت تورات کل نو پشتوں کا فاصلہ ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام اور محمد ﷺ کے درمیان مشابہت:

قرآن نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان جس معاملہ اور مکالمہ کا ذکر کیا ہے، بعینہ ایسا ہی معاملہ مکہ میں محمد ﷺ اور آپ کی قوم کے درمیان پیش آرہا تھا، جو پیغام حضرت نوح علیہ السلام کا تھا وہی حضرت محمد ﷺ کا تھا، ان کے علاوہ دیگر انبیاء کے جو قصے بیان ہوئے ہیں ان میں بھی یہی دکھایا گیا ہے کہ ہر نبی کی قوم کا رویہ اہل مکہ کے رویہ سے اور ہر نبی کی تقریر محمد ﷺ کی تقریر سے ہو بہو مشابہ ہے، اس سے قرآن یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ انسانی گمراہی ہر زمانہ میں بنیادی طور پر ایک ہی طرح کی رہی ہے اور خدا کے بھیجے ہوئے معلموں کی دعوت بھی ہر عہد اور ہر سرزمین میں یکساں رہی ہے، اور لوگوں کا انجام بھی ٹھیک ایک جیسا ہوا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام سے کچھ پہلے تک تمام لوگ اسلام پر قائم چلے آ رہے تھے، سب سے پہلے تو حید سے اعراف اس طرح آیا کہ اس قوم کے صالح افراد فوت ہو گئے تو ان کے عقیدت مندوں نے ان پر سجدہ گاہیں قائم کر دیں اور ان کی تصویریں بھی آویزاں کر لیں ان کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح ان صالحین کی یاد سے وہ بھی اللہ کا ذکر کریں گے اور ذکر الہی میں ان کے طریقہ پر چلیں گے، وقت گزرنے پر ان تصویروں کے مجسمے بنائے اس کے کچھ عرصہ کے بعد ان تصویروں نے بتوں کی شکل اختیار کر لی اور لوگوں نے ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی، اور قوم کے یہ صالحین و د، سواع، یعوق، یغوث اور نسر معبود بن گئے، ان حالات میں نوح علیہ السلام کو معبود فرمایا جنہوں نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی لیکن تھوڑے سے لوگوں کے سوا کسی نے آپ کی تبلیغ کا اثر قبول نہ کیا، آخر اہل ایمان کے سوا سب کو غرق کر دیا گیا۔

وَأَرْسَلْنَا إِلَىٰ عَادٍ الْاُولٰٓئِ آَخَاهُمْ هُوْدًاۙ قَالَ يٰقَوْمِ احْبُدُوا اللّٰهَ وَخُذُوْهُ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِهٖۙ اَفَلَا تَتَّقُوْنَۙ تَخَافُوْنَہٗ فَتُؤْمِنُوْنَۙ قَالَ الْمَلَاۗلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا مِنْ قَوْمِهٖۙ اِنَّا لَنَرٰکَ فِیۡ سَفَاہَةٍ جَبٰلَۃٍۙ وَاِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَۙ ۝۵ فِیۡ رَسٰلَتِکَ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیۡ سَفَاہَۃٌۙ وَلٰکِنِّیۡ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَۙ ۝۶ اَبَلَعُمُ الْبٰوْجُہِیْنَ رَسٰلَتِیۡ رَبِّیۡ وَاَنَا لَکُمْ نٰصِیْحٌۙ اٰمِیْنٌۙ ۝۷ مَّامُوْنٌ عَلٰی الرِّسَالَةِۙ اَوْ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَبِّکُمْ عَلٰی لِسٰنٍ رَّجُلٍ مِّنْکُمْ لَیْسَ ذِکْرُکُمْ وَاذْکُرُوْۤا اِذْ جَعَلْکُمْ خُلَفَآءَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍۙ وَرَادَّکُمْ فِی الْخَلْقِ بَصۜطَۃًۙ قُوۡۃً وَّطُوْلًا کَانَ طَوِیْلُہُمْ مَّائَۃً ذِرَآعٍ وَّقَصِیْرُہُمْ سِتِّیْنَۙ فَاذْکُرُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ نِعْمَ لَعَلَّکُمْ تَقْلِحُوْنَۙ ۝۸ تَفُوْزُوْنَۙ قَالُوْۤا اٰجِثْنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحٰدَہًۙ وَنَذَرَکَۙ مَا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَاؤُنَاۙ فَاِنَّا بِمَا تَعٰدُنَاۙ بِہٖ مِنَ الْعَذَابِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَۙ ۝۹ فِیۡ قَوْلِکَ قَالَ قَدْ وُقِعَ وَجِبَ عَلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ رِجْسٌۙ غَدَابٌۙ

وَعَصَبٌ أَتَجَادَلُونَنِي فِي أَسْمَاءِ سَمَّيْتُمُوهَا أَي سَمَّيْتُمْ بِهَا أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ أَصْنَانًا تَعْبُدُونَهَا مَا نَزَلَ اللَّهُ بِهَا
 أَي بعبادتها مِنْ سُلْطَانٍ حُجَّةٌ وَبُرْهَانٌ فَانْتَظِرُوا الْعَذَابَ إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ۝۹۰ ذَلِكَ بِتَكْذِيبِكُمْ لِي
 فَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الرِّيحُ الْعَقِيمُ فَانْجَبَتْهُ أَي هُوَذَا وَالَّذِينَ مَعَهُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
 بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا أَي اسْتَصَلَّوْهُمْ وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۝۹۱ عَطَفْتُ عَلَى كَذِبُوا.

۹۱

ترجمہ: اور ہم نے عادِ اولیٰ کی طرف ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو (یعنی) اس کی توحید کا اقرار کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، سو کیا تم اس سے ڈرتے نہیں ہو کہ ایمان لے آؤ، ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا ہم تو تم کو حماقت جہالت میں مبتلا دیکھتے ہیں اور ہم تم کو دعوائے رسالت میں جھوٹا سمجھتے ہیں انہوں نے جواب دیا اے میری قوم میں ذرا بھی حماقت میں مبتلا نہیں، میں تو رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں میں تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں، (ابلاغکم) میں تخفیف و تشدید دونوں قراءتیں ہیں، اور تمہارا سچا خیر خواہ ہوں رسالت کے بارے میں امین ہوں، کیا تمہیں اس بات میں تعجب ہو رہا ہے کہ تمہارے پروردگار کی نصیحت تمہارے پاس تم ہی میں کے ایک شخص کے ذریعہ آئی ہے تاکہ تم کو آگاہ کرے اور اس بات کو یاد رکھو کہ دنیا میں قوم نوح علیہ السلام کے بعد تم کو (انکا) جانشین بنایا ہے اور ذیلِ ڈول میں تمہیں جسامت بھی زیادہ دی یعنی قد آور بنایا اور قوت بخشی ان میں کا دراز ترین شخص سو ہاتھ کا اور پست قد ساٹھ ہاتھ کا تھا، اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ، انہوں نے جواب دیا کہ کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں اور انھیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں، سو اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو، اس نے کہا اچھا تو اب تمہارے اوپر رب کا عذاب اور غضب آبی پڑا کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے گھڑ لئے ہیں یعنی وہ بت جن کی تم بندگی کرتے ہو، جن کے بارے میں اللہ نے نہ کوئی سند اتاری نہ دلیل، سو تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں شامل ہوں، تمہارے مجھے جھٹلانے کی وجہ سے سو ان کے اوپر بے فیض ہوا (آندھی) چلائی گئی چنانچہ ہم نے ہود علیہ السلام کو اور ان مومنین کو جو ان کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور ہم نے ان لوگوں کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ایمان لانے والے نہیں تھے، اس کا عطف کذبوا پر ہے۔

تَحْقِيقُ شُرْكَیْهِ تَسْمِیْلِ تَفْسِیْرِی فَوَائِدُ

قَوْلُهُ: أَرْسَلْنَا، اس میں اشارہ ہے کہ والی عاد کا عطف نوحاً الی قومہ پر ہے اور یہ عطف قصہ علی القصہ کے قبیل سے ہے۔
قَوْلُهُ: الْأُولَى، عاد کی صفت الاولی، لا کر اشارہ کر دیا کہ عاد ثانیہ مراد نہیں ہے اسلئے کہ عاد ثانیہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا نام ہے۔

قَوْلًا: اخاهم هُوْدًا، هُوْدًا، اخاهم سے بدل ہے، جن لوگوں نے عاد کو محلہ (جی) کا نام قرار دیا ہے وہ اس کو منصرف کہتے ہیں اور جو قبیلہ کا نام قرار دیتے ہیں وہ اس کو تانیث اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف کہتے ہیں، عاد دراصل قوم عاد کے جدا کبر کا نام ہے، سلسلہ نسب اس طرح ہے عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح۔

سُئِلَ: حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ میں فقال یا قوم، فاء کے ساتھ کہا اور یہاں قال بغیر فاء کے کہا، اس میں کیا نکتہ ہے؟

جواب: حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو دعوت الی اللہ دینے میں بغیر سستی اور توقف کے مسلسل لگے ہوئے تھے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے قول ”قَالَ رَبِّ انی دعوت قومی لیلًا ونهارًا“ سے معلوم ہوتا ہے لہذا اس کے لئے فاء تعقیبیہ لانا مناسب ہے حضرت ہود علیہ السلام کی یہ صورت حال نہیں تھی اسلئے یہاں فاء کو ترک کر دیا۔

قَوْلًا: من العذاب یہ عائد محذوف کا بیان اور تعدُّنا جملہ ہو کر صلہ ہے، اور صلہ جب جملہ ہوتا ہے تو عائد ہونا ضروری ہوتا ہے مفسر علام نے یہ کہہ کر عائد کو ظاہر کر دیا، من العذاب اسی ضمیر کا بیان ہے۔

قَوْلًا: وَجَبَ.

سُئِلَ: وَقَعَ کی تفسیر وَجَبَ سے کس مصلحت کے پیش نظر کی ہے؟

جواب: تاکہ اللہ تعالیٰ کی خبر میں کذب لازم نہ آئے، اسلئے کہ اس وقت تک عذاب واقع نہیں ہوا تھا۔

قَوْلًا: سَمَّيْتُمُوهَا.

سُئِلَ: سَمَّيْتُمُوهَا، کی تفسیر سَمَّيْتُمُوهَا سے کس مقصد کے پیش نظر کی ہے۔

جواب: سَمَّيْتُمُوهَا میں اسماء کے لئے اسماء ہونا لازم آ رہا ہے اسلئے کہ ہا ضمیر اسماء کی طرف راجع ہے مطلب یہ ہوگا کہ تم نے ناموں کا نام رکھ لیا ہے حالانکہ یہ بے معنی بات ہے، اور جب ہاء پر بقاء داخل کر دیں گے تو یہ اعتراض وارد نہ ہوگا، اس لئے کہ ہا ضمیر اسماء کی طرف راجع ہوگی اور سَمَّيْتُمُوهَا کا مفعول مقدر ہوگا ای سَمَّيْتُمُوهَا مسمیات تلك الاسماء بها۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

قوم عاد کی مختصر تاریخ:

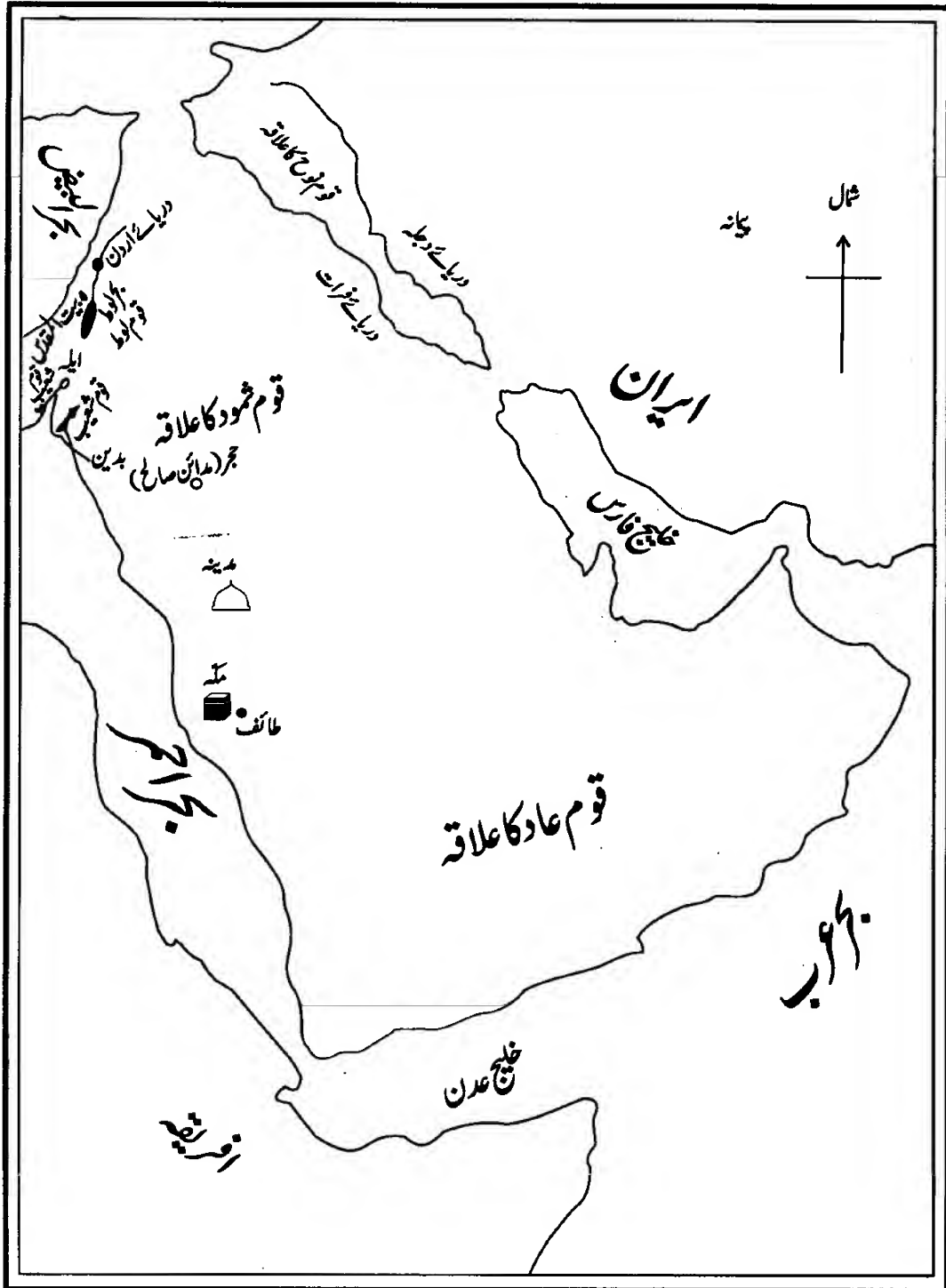
والی عاد اخاهم هُوْدًا، یہ عرب کی قدیم ترین قوم تھی جس کے قصے اہل عرب میں زبان زد عام و خاص تھے، ان کی شوکت و حشمت ضرب المثل تھی، پھر دنیا سے ان کا نام و نشان مٹ جانا بھی ضرب المثل ہو کر رہ گیا، قرآن کی رو سے اس قوم کا اصل مسکن احناف کا علاقہ تھا جو حجاز یمن اور یمامہ کے درمیان الربع الخالی کے مغرب میں واقع ہے یہیں سے پھیل کر ان لوگوں نے یمن کے مغربی سواحل اور عُمان و حضرموت سے عراق تک اپنی طاقت کا سکہ رواں کر دیا تھا، تاریخی حیثیت سے اس قوم کے آثار تقریباً

ناپید ہو چکے ہیں، لیکن جنوبی یمن میں کہیں کچھ پرانے کھنڈرات موجود ہیں جنہیں، عاد کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، حضرموت میں ایک مقام پر حضرت ہود علیہ السلام کی قبر بھی مشہور ہے ۱۸۳۷ء میں ایک انگریز بحری افسر (James.R.wellsted) کو حصن عرب میں ایک پرانا کتبہ ملا تھا جس میں حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر موجود ہے اور عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان لوگوں کی تحریر ہے جو شریعت ہود علیہ السلام کے پیرو تھے۔

حضرت ہود علیہ السلام جس قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے وہ عاد اولی کے نام سے معروف ہے حضرت ہود علیہ السلام اسی قوم کے ایک فرد تھے، یہ قوم اپنی طاقت و قوت میں بے مثال تھی، اس کے افراد غیر معمولی تن و قوت کے ہوتے تھے، ان کے بارے میں قرآن نے ایک جگہ فرمایا ”لم یخلق مثلها فی البلاد“ اپنی اسی غیر معمولی قوت کے گھمنڈ میں مبتلا ہو کہ انہوں نے کہا تھا ”مَنْ اَشَدُّ مَنَاقِفَةً“ ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے انہیں پیدا فرمایا وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے (تم سجدہ) واقعہ کی مزید تفصیل کے لئے سورۃ احقاف کا مطالعہ کیجئے۔



ان قوموں کے علاقے جن کا ذکر سورۃ الاعراف میں آیا ہے



وقف لازم

وَأَرْسَلْنَا إِلَى ثَمُودَ بِرَكِّ الصَّرِفِ مَرَادًا بِهِ الْقَبِيلَةَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ
 قَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَلَى صِدْقِي هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ حَالٌ عَلَيْهَا مَعْنَى الْإِشَارَةِ
 وَكَانُوا سَأَلُوهُ أَنْ يُخْرِجَهَا لَهُمْ مِنْ صَخْرَةٍ عَيْنُوهَا فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمْسُوهَا بِسُوءٍ بَعْفٍ
 أَوْضَرْبٍ فَيَأْخُذْكُمْ عَذَابُ الْيَمِّ ۝ وَادْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ أَسْكَنَكُمْ
 فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا تَسْكُنُوهَا فِي الصَّيْفِ وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا تَسْكُنُوهَا فِي
 الشِّتَاءِ وَنَضْبُهُ عَلَى الْحَالِ الْمُقَدَّرَةِ فَادْكُرُوا الْإِعْلَاءَ اللَّهُ وَلَا تَعْتَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ قَالَ الْمَلَأَ الَّذِينَ
 اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ تَكْبَرُوا عَنِ الْإِيمَانِ بِهِ الَّذِينَ اسْتَضَعَفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَيْ مَنْ قَوْمِهِ بَدَلٌ مِمَّا قَبْلَهُ
 بِإِعَادَةِ الْجَارِ اتَّعَمُّونَ أَنْ صَالِحًا مَرَّسَلٌ مِنْ رَبِّهِ إِلَيْكُمْ قَالُوا نَعَمْ إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝ قَالَ الَّذِينَ
 اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ۝ وَكَانَتِ النَّاقَةُ لَهَا يَوْمٌ فِي الْمَاءِ وَلَهُمْ يَوْمٌ فَمَلُّوا ذَلِكَ
 فَعَقَرُوا النَّاقَةَ عَقَرَهَا فَذَارَ بِأَسْرِهِمْ بَانَ قَتْلَهَا بِسَيْفٍ وَعَتَوَاعِنْ أَمْرٍ مَرَّ بِهِمْ وَقَالُوا يُصْلِحْ أَيْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا
 بِهِ مِنَ الْعَذَابِ عَلَى قَتْلِهَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ فَآخَذَهُمُ الرَّجْفَةُ الزَّلْزَلَةُ الشَّدِيدَةُ مِنَ الْأَرْضِ
 وَالصَّيْحَةُ مِنَ السَّمَاءِ فَاصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُنُومًا ۝ بَارَكِينَ عَلَى الرِّكَبِ مَبْتَتِينَ قَتُولَى أَعْرَضَ صَالِحٌ
 عَنْهُمْ وَقَالَ يَقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رَسُولَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تُحِبُّونَ النَّصِيحِينَ ۝ وَادْكُرُوا لَوْمًا وَيُبَدِّلُ
 مِنْهُ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ أَيْ أَذْبَارَ الرِّجَالِ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ۝ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ
 إِنَّكُمْ بِتَحْقِيقِ الْهَمَزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَةِ وَادْخَالِ الْفَاءِ بَيْنَهُمَا عَلَى الْوَجْهِينِ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ
 النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝ مُتَجَاوِزُونَ الْحَلَالَ إِلَى الْحَرَامِ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا
 أَخْرِجُوهُمْ أَيْ لَوْمًا وَاتَّبَاعَهُ مِنْ قَرِيْبَتِكُمْ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ۝ مِنْ أَذْبَارِ الرِّجَالِ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ
 إِلَّا أَمْرَاتَهُ ۝ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ۝ الْبَاقِينَ فِي الْعَذَابِ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا هُوَ حِجَارَةُ السَّجِيلِ
 فَأَهْلَكَتْهُمْ فَأَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ۝

نہیں

ترجمہ: اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، اگر قبیلہ کا نام ہو تو غیر منصرف ہے، انہوں نے فرمایا اے

میری قوم تم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، میری صداقت پر تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل، معجزہ، آچکی ہے، یہ اونٹنی ہے اللہ کی (آیہ) حال ہے اس کا عامل اسم اشارہ کا معنی (اشیر) ہے انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے ایک خاص پتھر (چٹان) سے جس کو انہوں نے متعین کیا تھا (اونٹنی) نکالنے کا مطالبہ کیا تھا، سو اس کو چھوڑ دو اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے بری نیت قتل و ضرب کے ارادہ سے اس کو ہاتھ بھی نہ لگانا، ایسا نہ ہو کہ کہیں تمہیں دردناک عذاب

آپکڑے اور تم اس وقت کو یاد کرو کہ جب تم کو عاد کے بعد زمین کا مالک بنایا تھا اور تم کو زمین پر رہنے کا ٹھکانہ دیا تھا تو اس کی ہموار زمین میں تم شاندار محل بناتے تھے گرمی کے موسم میں تم ان میں رہائش پذیر ہوتے تھے اور پہاڑوں کو تراش کر مکانات بناتے تھے کہ موسم سرما میں تم ان میں سکونت اختیار کرتے تھے، (بیسوتا) حالِ مقدرہ کے طور پر منصوب ہے سو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اس کی زمین میں فساد برپا مت کرو، ان کی قوم کے تکبر سرداروں نے جنہوں نے صالح علیہ السلام پر ایمان کے مقابلہ میں تکبر کیا کمزور طبقے کے ان لوگوں سے پوچھا جو ایمان لے آئے تھے (آمن منہم) اعادہ جار کے ساتھ، ماقبل یعنی لِلَّذِیْنَ اسْتَغْفِرُوا، سے بدل ہے کیا تم واقعی یہ جانتے ہو کہ صالح علیہ السلام تمہاری طرف اپنے رب کا پیغمبر ہے؟ انہوں نے جواب دیا بے شک جس پیغام کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے اس پر ہم ایمان رکھتے ہیں، تکبر کرنے والوں نے کہا جس کو تم نے مانا ہے ہم تو اس کے منکر ہیں، اور یہ اس لیے کہ ایک دن اونٹنی کے پانی کی باری تھی اور ایک دن ان کے (جانوروں) کے لئے تھا وہ اس سے تنگ آ گئے، تو انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا، قوم کے کہنے سے قد ارنامی شخص نے اس کو مار ڈالا، یعنی اس کو تلوار سے قتل کر دیا، اور پوری سرکشی کے ساتھ اپنے رب کے حکم کی خلاف ورزی کی اور صالح علیہ السلام سے کہہ دیا کہ اے صالح اس کے قتل پر تم جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو اسے لے آؤ، اگر تم واقعی پیغمبروں میں سے ہو، آخر کار ان کو ایک دھلا دینے والے زمینی شدید زلزلے اور آسمانی چیخ نے انہیں آدب و چار اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے یعنی گھٹنوں کے بل مردہ ہو کر، اور صالح علیہ السلام ان کی بستیوں سے یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ اے میری قوم، میں نے اپنے رب کا پیغام تمہیں پہنچا دیا اور میں نے تمہاری بہت خیر خواہی کی لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے، اور لوط علیہ السلام کا ذکر کرو کہ ہم نے ان کو پیغمبر بنا کر بھیجا ڈکڑ لوطا سے اذ قال، بدل ہے اور اس بات کو یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسے بے حیائی کے کام کرتے ہو یعنی مردوں سے ہم جنسی کرتے ہو، کہ جو دنیا میں تم سے پہلے جن و انس میں سے کسی نے نہیں کیا کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت پوری کرتے ہو (ء اِنَّکُمْ) میں دونوں ہمزوں کی تحقیق اور دوسرے کی تسہیل کے ساتھ اور دونوں کے درمیان دونوں صورتوں میں الف داخل کر کے، حقیقت یہ ہے کہ تم حلال سے حرام کی طرف تجاوز کر کے حد سے گزرنے والے لوگ ہو، ان کی قوم کے پاس اس کے علاوہ کوئی جواب نہیں تھا کہ انہوں نے کہہ دیا کہ ان کو (یعنی) لوط کو اور اس کی اتباع کرنے والوں کو اپنی بستی سے نکال دو یہ مردوں سے ہم جنسی کے بارے میں بڑے پاکباز بنتے ہیں، بالآخر ہم نے لوط علیہ السلام کو اور ان کے گھروں کو بجز اس کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں تھی، بچا کر نکال دیا (یعنی) وہ عذاب میں پھنسنے والوں میں تھی، پھر ہم نے ان کے اوپر ایک خاص قسم کی بارش برسائی کہ وہ نلکر ملے پھر تھے چنانچہ ان کے ذریعہ ان کو ہلاک کر دیا سو غور کرو کہ ان مجرموں کا کیسا انجام ہوا!!

تحقیق و تزکیہ سے تہلیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: وَالِیْ نُمُوْدَ اِخَاهُمْ صَالِحًا، اس کا عطف ماقبل پر عطف قصہ علی القصہ کے قبیل سے ہے، ثمود ایک قبیلہ کا نام جو ان کے جدا کبر کے نام پر ہے اسی وجہ سے ثمود غیر منصرف ہے، ان کا نسب اس طرح ہے، ثمود بن عاد بن ارم بن شالخ بن ارفخشذ بن

سام بن نوح، صالح، اخاہم کا عطف بیان ہے حضرت صالح کا شجرہ نسب اس طرح ہے صالح بن عبید بن اُسف بن ماش بن عبید بن حاذر بن ثمود، جن لوگوں نے ثمود قبیلہ کا نام قرار دیا ہے انہوں نے اس کو علییت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف پڑھا ہے اور جن لوگوں نے شخص کا نام کہا ہے وہ اس کو منصرف کہتے ہیں۔

قَوْلُهُ: هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ، جملہ متانفہ ہے مقصد معجزہ کی کیفیت کو بیان کرنا ہے، گویا کہ کہا گیا ما ہذہ البینۃ، جواب دیا ہذہ ناقة اللہ۔

قَوْلُهُ: حَالٌ عَامِلُهَا معنی الاشارة آیۃ، ناقة، سے حال ہے اس کا عامل ہذہ اشیر کے معنی میں ہو کر ہے۔

قَوْلُهُ: سُهولُهَا، سہول سہل کی جمع ہے نرم زمین کو کہتے ہیں۔

قَوْلُهُ: نَصْبُهُ عَلَى الْحَالِ الْمُقَدَّرَةِ، بیوتاً۔ تنحنون سے حال مقدرہ ہے، یعنی تم پہاڑوں کو اسلئے تراشتے ہو کہ تمہارے لئے ان میں رہنا مقدر ہو چکا ہے، اسلئے تراشنا سکونت اختیار کرنے پر مقدم ہے، حالانکہ حال و ذوالحال کا زمانہ ایک ہوتا ہے۔

قَوْلُهُ: تَعْنُوا، (س) عُنَى اور عُنَى سے جمع مذکر حاضر تم فساد کرو۔

قَوْلُهُ: الْمَلَأُ، اسم جمع معرف باللام (ج) املاء سردار، بڑے لوگ۔

قَوْلُهُ: بِأَمْرِهِمْ، یہ اضافہ اس سوال کا جواب ہے کہ قتل کرنے والا قدر نامی ایک شخص تھا اور عقروا میں قتل کی نسبت پوری قوم کی طرف ہے جواب یہ ہے کہ یہ اسناد مجازی ہے قدر کے قتل سے چونکہ پوری قوم متفق تھی اسلئے پوری قوم کی طرف قتل کی نسبت کر دی گئی ہے۔

قَوْلُهُ: هُوَ حِجَارَةُ السَّجِّيلِ، وہ پتھر جس میں قدرے مٹی کو آمیزش ہو، جس کو نکڑ کہتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ سب گِل کا معرب ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیح

وَاللّٰی ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا، قوم ثمود حجاز اور شام کے درمیان وادی القرئی میں رہائش پذیر تھے ۹۷ھ میں تبوک جاتے ہوئے آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کا اس وادی سے گزر ہوا تھا جس پر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا تھا، معذب قوموں کے علاقہ سے جب گزرو تو روتے ہوئے گدرو (بخاری) قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا، اس قوم کو عا د ثانیہ کہا جاتا ہے دراصل قوم عا د ثانیہ اور اولی ارم ہی کی دو شاخیں ہیں یہ قوم بھی عرب کی قدیم ترین قوموں میں سے ہے جو عا د کے بعد سب سے زیادہ مشہور ہے، زمانہ جاہلیت کے اشعار اور خطبوں میں اس قوم کا نام ملتا ہے ایسریا کے کتبات اور یونان، اسکندریہ، اور روم کے قدیم مؤرخین اور جغرافیہ نویس بھی اس کا ذکر کرتے ہیں۔

اس قوم کا مسکن شمالی مغربی عرب کا وہ علاقہ تھا جو آج بھی الحجر کے نام سے معلوم ہے موجودہ زمانہ میں مدینہ اور تبوک کے درمیان حجاز ریلوے پر ایک اسٹیشن پڑتا ہے جسے مدائن صالح کہتے ہیں یہی ثمود کا صدر مقام تھا اور قدیم زمانہ میں حجر

کہلاتا تھا، اب تک وہاں ہزاروں ایکڑ رقبے میں وہ سنگین (پتھر کی) کی عمارتیں موجود ہیں جن کو شمود کے لوگوں نے پہاڑوں میں تراش تراش کر بنایا تھا، اب بھی اس شہر خموشاں کو دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کسی زمانہ میں اس شہر خموشاں کی آبادی چار پانچ لاکھ سے کم نہ ہوگی، نزول قرآن کے زمانہ میں حجاز کے تجارتی قافلے ان آثار قدیمہ کے درمیان سے گذر کرتے تھے، آپ ﷺ بھی جب اس شہر خموشاں سے گذرے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو یہ آثار عبرت دکھائے، ایک جگہ آپ نے ایک کنویں کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا کہ یہی وہ کنواں ہے کہ جہاں حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی، ایک پہاڑی دڑے کو دکھا کر آپ نے فرمایا کہ اسی دڑے سے وہ اونٹنی پانی پینے کے لئے آتی تھی چنانچہ وہ مقام آج بھی فج الناقہ کے نام سے مشہور ہے، جو لوگ ان کھنڈروں میں سیر کرتے پھر رہے تھے آپ نے ان کو جمع فرمایا اور ان کے سامنے ایک خطبہ دیا جس میں شمود کے انجام پر عبرت دلانی اور فرمایا کہ یہ اس قوم کا علاقہ ہے جس پر خدا کا عذاب نازل ہوا تھا، لہذا یہاں سے جلدی گذر جاؤ یہ سیرگاہ نہیں ہے بلکہ رونے کا مقام ہے۔

قوم لوط کی مختصر تاریخ:

ولو طًا اذ قال لقومه (الایۃ) یہ قوم اس علاقہ میں رہتی تھی جسے آجکل شرق اردن کہا جاتا ہے، اور عراق و فلسطین کے درمیان واقع ہے بابل میں اس قوم کا صدر مقام سدوم بتایا گیا ہے جو یا تو بحیرہ مردار (بحر میت) کے قریب کہیں واقع تھا یا بحر میت میں غرق ہو چکا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے حضرت لوط علیہ السلام اپنے چچا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ عراق سے نکلے کچھ مدت تک شام و فلسطین و مصر میں گشت لگا کر دعوت و تبلیغ کے کام میں مصروف رہے، اس کے بعد مستقل منصب رسالت پر فائز ہو کر اسی بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح پر مامور ہوئے۔

یہودیوں کی تحریف کردہ بابل میں حضرت لوط علیہ السلام کی سیرت پر جہاں اور بہت سے دھبے لگائے گئے ہیں ان میں سے ایک دھبہ یہ بھی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لڑکر علاقہ سدوم میں چلے گئے تھے مگر قرآن اس غلط بیانی کی تردید کرتا ہے، قرآن کا کہنا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو اسی علاقہ کے باشندوں کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا گیا تھا، اہل سدوم کو حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم، غالباً اس لئے کہا کہ ان کے ساتھ لوط علیہ السلام کا ازدواجی رشتہ قائم ہو گیا ہو۔

دوسرے مقامات پر اس قوم کے بعض اور اخلاقی جرائم کا بھی ذکر آتا ہے مگر یہاں اس کے سب سے بڑے جرم کے بیان پر اکتفاء کیا گیا ہے جس کی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہوا، اور وہ ہم جنسی کا فعل تھا، یہ قابل نفرت فعل جس کی وجہ سے ان کو مذمت میں شہرت دوام حاصل ہوئی، اس کے ارتکاب سے تو بدکردار انسان کسی زمانہ میں باز نہیں آئے، لیکن یہ فخر یونان کو حاصل ہے کہ اس کے فلاسفہ نے اس گھناؤنے جرم کو اخلاقی خوبی کے مرتبہ تک اٹھانے کی کوشش کی، اور اس کے بعد جو کسری باقی رہ گئی تھی اسے

جدید مغربی تہذیب نے پورا کر دیا یہاں تک کہ بعض مغربی ملکوں کی مجالس قانون ساز نے اسے نہ صرف یہ کہ باقاعدہ جائز قرار دیدیا بلکہ آپس میں شادی کو بھی قانونی حیثیت دیدی، جبکہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہم جنسی قطعی طور پر وضع فطری کے خلاف ہے اور یہ خلاف وضع عمل کرنے والا اپنی اور اپنے معمول کی طبعی ساخت اور نفسیاتی ترکیب کے خلاف جنگ کرتا ہے، اور ایسے مہلک و لاعلاج ”ایڈز“ جیسے امراض میں مبتلا کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے جس کا کوئی علاج ہی نہیں ہے، فطرت صحیحہ سے انحراف اور حدود الہی سے تجاوز کو مغرب کی مہذب قوموں نے انسانوں کا بنیادی حق قرار دیدیا ہے جس کی رو سے کسی کو روکنے کا حق حاصل نہیں ہے چنانچہ اب مغرب میں لواطت کو قانونی تحفظ بھی حاصل ہے اب یہ سرے سے کوئی جرم نہیں رہا۔

لواطت کی سزا:

یہاں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ عمل قوم لوط ایک بدترین گناہ ہے جس کی وجہ سے ایک قوم اللہ کے غضب میں گرفتار ہو چکی ہے، اس کے بعد یہ بات ہمیں نبی ﷺ کی رہنمائی سے معلوم ہوئی کہ یہ ایک ایسا جرم ہے جس سے معاشرہ کو پاک رکھنے کی کوشش کرنا حکومت اسلامی کے فرائض میں ہے اور یہ کہ اس جرم کے مرتکبین کو سخت سے سخت سزا دی جانی چاہئے، حدیث میں جو مختلف روایات حضور ﷺ سے مروی ہیں ان میں سے کسی میں یہ الفاظ ملتے ہیں، ”اقتلوا الفاعل والمفعول بہ“ فاعل اور مفعول کو قتل کر دو۔ کسی میں ان الفاظ کا اضافہ ہے، ”احصنا او لمریحصنا“ شادی شدہ ہوں یا نہ ہوں اور کسی میں یہ الفاظ ہیں، ”فارجمو الاعلیٰ والاسفل، او پروالا اور نیچے والادونوں سنگسار کئے جائیں، لیکن چونکہ آپ ﷺ کے زمانہ میں ایسا کوئی مقدمہ پیش نہیں ہوا، اسلئے قطعی طور پر یہ بات متعین نہ ہو سکی کہ اس کی سزا کس طرح دی جائے صحابہ کرام میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ مجرم تلوار سے قتل کیا جائے اور دفن کرنے کے بجائے اس کی لاش جلادی جائے اسی رائے سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اتفاق فرمایا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ کسی بوسیدہ عمارت کے نیچے کھڑا کر کے وہ عمارت اس پر گرا دی جائے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ یہ ہے کہ بستی کی سب سے اونچی عمارت سے اُسے سر کے بل پھینک دیا جائے اور اوپر سے پتھر برسائے جائیں، فقہاء میں سے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فاعل اور مفعول واجب القتل ہیں خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، شعبی رحمہ اللہ، زہری رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں ان کی سزا رجم ہے سعید بن مسیب رحمہ اللہ، عطاء۔ حسن بصری، رحمہ اللہ، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سفیان ثوری رحمہ اللہ، اور اوزاعی رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ اس جرم میں وہی سزا دی جائے جو زنا کی سزا ہے یعنی شادی شدہ کو رجم اور غیر شادی شدہ کو سو کوڑے مارے جائیں، اور جلاوطن کر دیا جائے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی رائے میں اس پر کوئی حد مقرر نہیں ہے بلکہ یہ فعل تعزیر کا مستحق ہے۔

جیسے حالات اور ضروریات ہوں ان کے لحاظ سے اس کو عبرت ناک سزا دی جائے، امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی

ایک قول اسی کی تائید میں منقول ہے۔

یہ بات بھی معلوم رہنی چاہئے کہ شوہر کے لئے یہ قطعی حرام ہے کہ خود اپنی بیوی کے ساتھ عمل لوط کرے، ابوداؤد میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے ”مَلْعُونٌ مِّنْ أَتَى الْمَرْأَةَ فِي دُبُرِهَا“ عورت سے عمل لوط کرنے والا ملعون ہے، ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضور ﷺ کے یہ الفاظ منقول ہیں، لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى رَجُلٍ جَامَعَ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا، اللہ اس مرد کی طرف ہرگز رحمت کی نظر سے نہ دیکھے گا جو عورت سے اس فعل کا ارتکاب کرے۔

وَأَرْسَلْنَا إِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ لِقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَلَىٰ صِدْقِي فَأَوْفُوا أَيْمَانَكُمْ الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بِالْكَفْرِ وَالْمَعَاصِي بَعْدَ إِصْلَاحِهَا لِيَبْعَثِ الرَّسُلَ ذِكْرًا لِّكُم مَّا كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ مُرِيدِي الْإِيمَانَ فَبَازِرُوا إِلَيْهِ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ طَرِيقٍ تُوعِدُونَ تَخَوِّفُونَ النَّاسَ بِأَخَذِ ثِيَابِهِمْ أَوِ الْمَكْسِ مِنْهُمْ وَتَصُدُّونَ تَضْرِفُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ دِينَهُ مَنَ أَمَنَ بِهِم بَوْعِدْكُمْ إِيَّاهُ بِالْقَتْلِ وَتَبْغُونَهَا تَطْلُبُونَ الطَّرِيقَ عَوَجًا مُّعَوَّجَةً وَادْكُرُوا إِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا فَكَثَرَكُمْ وَأَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝ قَبْلَكُمْ بَيَّنَّا لَهُمْ رُسُلَهُمْ أَيْ أَخْرَأْهُمْ مِنْ الْهَلَاكِ وَلَٰنْ كَانَ طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ أَمْنًا بِأَلَدِي أَرْسَلْتُ بِهِمْ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهِ فَاصْتَرُوا أَنْتَظَرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ بَانْجَاءِ الْمُحَقِّقِ وَأَهْلِ الْمُبْطِلِ وَهُوَ خَيْرُ الْحَكِيمِينَ ۝ أَغْدَلُهُمْ.

ترجمہ: اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے کہا اے میری قوم، تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تمہارے پاس میری صداقت کی تمہارے پروردگار کی طرف سے معجزہ کی شکل میں واضح دلیل آچکی ہے تم ناپ تول پوری پوری کیا کرو لوگوں کو چیزیں کم مت دیا کرو، اور رسولوں کو بھیج کر زمین کی اصلاح کے بعد کفر و معاصی کے ذریعہ زمین میں فساد برپا نہ کرو اسی مذکور میں تمہارے لئے خیر ہے اگر تمہارا ایمان کا ارادہ ہے تو اس کی طرف جلدی کرو اور تم راستوں پر اسلئے نہ بیٹھا کرو کہ لوگوں کو ان کے کپڑے چھین کر یا ان سے ٹیکس وصول کر کے خوف زدہ کرو اور اللہ کے دین پر یقین رکھنے والوں کو قتل کی دھمکی دے کر اللہ کے دین سے روکو اور اس راستہ میں کجی تلاش کرو، وہ زمانہ یاد کرو جب تم تھوڑے سے تھے اللہ نے تمہیں بہت کر دیا، اور آنکھیں کھول کر دیکھو کہ تم سے پہلے رسولوں کی تکذیب کر کے فساد برپا کرنے والوں کا کیا حشر ہوا یعنی ان کا انجام ہلاکت ہوا، اور اگر ایک گروہ تم میں کا اس پر جس کو میں دیکر بھیجا گیا ہوں ایمان لایا ہے اور ایک گروہ ایمان نہیں لایا تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حق پرستوں کو نجات دے کر اور باطل پرستوں کو ہلاک کر کے

ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے، وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

تَحْقِیْقِ تَرْکِیْبِ تَسْبِیْلِ تَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: مدین، یا مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری بیوی قطورا سے ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں یہ بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں اسلئے کہ بنی اسرائیل کا سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے یعقوب بن اسحاق سے ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک نام اسرائیل بھی تھا اس لئے ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی، مدین ایک بستی کا نام ہے اور مدین کی اولاد بھی بنی مدین کہلائی حضرت شعیب علیہ السلام کا تعلق بھی اسی قوم سے ہے حضرت شعیب علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے ہجرت کر کے مدین پہنچ کر حضرت شعیب علیہ السلام کے یہاں قیام کیا اور دس سال کا عرصہ یہیں گزارا، اسی دوران حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی ہوئی۔

قَوْلُهُ: مُرِیْدِی الْاِیْمَانِ، یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سُئِلَ: حضرت شعیب علیہ السلام کے مخاطب مومن نہیں تھے تو ان کو ان کنتم مومنین ماضی کے صیغہ سے کیوں خطاب کیا۔

جَوَابُ: جواب کا حاصل یہ ہے چونکہ حرف شرط بھی صیغہ ماضی کو ماضی سے نہیں نکال سکتا اسلئے مریدی، کا لفظ مقدر ماننا پڑا تاکہ معنی درست ہو جائیں، مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارا ایمان لانے کا ارادہ ہے تو مذکورہ کاموں سے باز آ جاؤ۔

قَوْلُهُ: فَبَا دِرُوا الیہ اس میں اشارہ ہے کہ ان کنتم مؤمنین شرط کی جزاء، محذوف ہے نہ کہ ماقبل کا جملہ جزاء ہے۔

(ترویج الارواح)

قَوْلُهُ: الْمَكْسُ، خراج، ٹیکس، عشر، المکاس، العشار، عشر وصول کرنے والا۔

تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

مدین کی مختصر تاریخ:

انبیاء علیہم السلام کے قصص کا سلسلہ سابقہ آیات سے چل رہا ہے یہ پانچواں قصہ ہے، یہ قصہ حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا ہے۔

مدین کا اصل علاقہ حجاز سے شمال مغرب اور فلسطین کے جنوب میں بحر احمر اور خلیج عقبہ کے کنارے پر واقع تھا، اہل مدین کا تعلق سلسلہ بنی اسرائیل سے نہیں ہے اہل مدین دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے مدین کی اولاد میں سے ہیں،

عرب کے دستور کے مطابق جو لوگ کسی بڑے شخص کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوتے وہ اسی کی طرف منسوب ہو کر بنی فلاں کہلاتے تھے، اس دستور کے مطابق عرب کا بڑا حصہ بنی اسماعیل کہلایا، اور اولاد یعقوب کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہونے والے لوگ بنی اسرائیل کہلائے، اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے مدین کے زیر اثر آنیوالے لوگ بنی مدین کہلائے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت:

حضرت شعیب علیہ السلام جس قوم کی جانب مبعوث کئے گئے تھے قرآن کریم نے کہیں ان کو ”اہل مدین“ اور کہیں ”اصحاب مدین“ کے نام سے ذکر کیا ہے، اور کہیں ”اصحاب ایکہ“ کے نام سے، ایکہ کے معنی جنگل اور بن کے آتے ہیں، بعض مفسرین حضرات نے فرمایا کہ یہ دونوں قومیں الگ الگ تھیں اور دونوں کی بستیاں بھی الگ الگ تھیں حضرت شعیب علیہ السلام پہلے ایک بستی کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے اس قوم کی ہلاکت کے بعد دوسری قوم کی طرف مبعوث ہوئے، دونوں قوموں پر جو عذاب آیا اس کے الفاظ بھی مختلف ہیں اصحاب مدین پر کہیں ”صحیہ“ اور کہیں ”ربھہ“ کا عذاب مذکور ہے اور اصحاب ایکہ پر ”ظلہ“ کے عذاب کا ذکر ہے، اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ اصحاب مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قوم کے نام ہیں مذکورہ تینوں قسم کے عذاب اس قوم میں جمع ہو گئے تھے، پہلے بادل سے آگ برسی پھر اس کے ساتھ سخت آواز چنگھاڑ کی شکل میں آئی پھر زمین میں زلزلہ آیا۔ (ابن کثیر، معارف)

قوم شعیب اور ان کی بدکرداری:

قوم شعیب کی ایک بری خصلت یہ تھی کہ راستوں پر چوراہوں پر جمع ہو کر بیٹھ جاتے اور مسافروں کو لوٹتے اور لوگوں کو ڈرا دھمکا کر حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جانے سے روکتے، راستوں پر بیٹھ کر لوٹ کھسوٹ کرتے بعض مفسرین نے خلاف شرع چنگی اور ٹیکس وغیرہ وصول کرنے کو بھی داخل کیا ہے۔ علامہ قرطبی نے فرمایا جو لوگ راستوں پر بیٹھ کر ناجائز چنگی وصول کرتے ہیں وہ بھی قوم شعیب علیہ السلام کی طرح مجرم ہیں۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ عَنِ الْإِيمَانِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَشْعَبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَنَعُودَنَّ تَرْجِعَنَّ فِي مِلَّتِنَا دِينَنَا وَغَلَبُوا فِي الْخُطَابِ الْجَمْعِ عَلَى الْوَاحِدِ لَانْ شُعَيْبًا لَمْ يَكُنْ فِي بِلَّتِهِمْ قُطْ وَعَلَى نَخْوِهِ أَجَابَ قَالَا نَعُودُ فِيهَا وَلَوْ كُنَّا كَاهِنِينَ ۖ لَهَا اسْتَفْهَامُ انْكَارٍ قَدْ أَقْبَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ بَعْدَ إِذْ نَجَّسَ اللَّهُ مِنْهَا وَمَا يَكُونُ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَعُودَ فِيهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّنَا ۚ ذَلِكَ فَيُخَذِلُنَا وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ

شَيْءٍ عِلْمًا اِی وَسِعَ عِلْمُهُ كُلَّ شَيْءٍ وَمِنْهَ خَالِیْ وَحَالُکُمْ عَلٰی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ اَحْکُمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاحِشِیْنَ ۝ الْحَاکِمِیْنَ وَقَالَ الْمَلَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهِ اِیْ قَالْ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ لَّیْنٌ لَّامٌ قَسَمَ اَتَبْعَتُمْ شُعِبًا اِلَکُمْ اِذَا الْخُسُوفُ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ الزَّلْزَلَةُ الشَّدِیْدَةُ فَاصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جَثْمِیْنَ ۝ بَارِکِیْنَ عَلٰی الرِّکْبِ مَبِیْنِیْنَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا شُعِبًا مَّبْتَدَاً خَبْرُهُ کَانَ مَخْفَفًا وَاَسْمُهَا مَحْذُوْفٌ اِیْ کَانَہُمْ لَمْ یَغْنَوْا یَقِیْمُوْا فِیْہَا فِیْ دِیَارِہُمْ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا شُعِبًا کَاثُوْاہُمْ الْخُسُوفِ ۝ التَّاکِیْدُ بِإِعَادَةِ الْمَوْصُولِ وَغِیْرَہِ لِلرَّدِّ عَلَیْہُمْ فِیْ قَوْلِہُمْ السَّابِقِ قَوْلِیْ اَعْرَضَ عَنْہُمْ وَقَالَ یَقُوْمُ لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ رَّبِّیْ وَنَصَحْتُ لَکُمْ فَلَمْ تُؤْمِنُوْا فَکَیْفَ اَسٰی اَحْزَنُ عَلٰی قَوْمٍ کَافِرِیْنَ ۝ اسْتَفْہَامُ بِمَعْنٰی النَّفٰی۔

تَرْجُمہ: حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے جنہوں نے ایمان کے مقابلہ میں تکبر کیا، کہا اے شعیب ہم تم کو اور ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے ضرور نکال دیں گے، الا یہ کہ تم ہمارے دین (دھرم) میں واپس آ جاؤ، خطاب میں جمع کو واحد پر غلبہ دیا ہے، اسلئے کہ شعیب علیہ السلام ان کے دین پر ہرگز نہ تھے اور اسی (تغلبیب الجمع علی الواحد) کے طور پر شعیب علیہ السلام نے بھی جواب میں فرمایا، کیا ہم اس دین میں لوٹ آئیں اگرچہ ہم اس کو ناپسند کرتے ہوں (یہ) استفہام انکاری ہے واللہ اگر تمہارے دین میں واپس آ گئے تو ہم نے اللہ پر جھوٹی تہمت لگا کی بعد اس کے کہ اللہ نے ہم کو اس سے نجات دی، ہرگز ہمارے لئے روانہ نہیں کہ ہم تمہاری ملت میں لوٹ آئیں الا یہ کہ ہمارے پروردگار اللہ ہی کو یہ منظور ہو کہ وہ ہم کو رسوا کرے ہمارے رب کا علم ہر شئی کو محیط ہے اسی میں میرا اور تمہارا حال بھی شامل ہے، ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اے ہمارے پروردگار تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے، شعیب علیہ السلام کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا یعنی آپس میں ایک دوسرے سے کہا قسم ہے اگر تم نے شعیب علیہ السلام کی بات مان لی تو تم بڑا نقصان اٹھاؤ گے، تو ان کو ایک شدید زلزلہ نے آ پکڑا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے (یعنی) گھٹنوں کے بل مردہ پڑے رہ گئے، جنہوں نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی تھی ان کی یہ حالت ہوئی کہ گویا وہ ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے (الذین کذبوا شعیباً) مبتداء ہے اور کان النخ اس کی خبر ہے، کَانَ خَفَہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے، اِیْ کَانَہُمْ، جنہوں نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی تھی وہ خسارے میں پڑ گئے موصول وغیرہ کا اعادہ کر کے تاکید ہے ان کے قول سابق کی تردید کے لئے، اس وقت شعیب علیہ السلام منہ موڑ کر چلے دیئے، اور آپ نے فرمایا اے میری قوم میں اپنے رب کا پیغام تم کو پہنچا چکا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی پھر بھی تم ایمان نہیں لائے، اب میں کافر لوگوں پر کیسے افسوس کروں جو (قبول حق سے) منکر ہیں، استفہام بمعنی نفی ہے۔

تحقیق و تفسیر تَسْبِيلِ تَفْسِيرِ فَوَائِدِ

قَوْلًا: وَغَلَبُوا فِي الْخِطَابِ الْجَمْعُ عَلَى الْوَاحِدِ، یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔
سُئِلَ: سوال یہ ہے کہ قوم شعیب کے سرداروں کے قول، اَوْ لَتَعُوذُنَّ، سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام دعوائے نبوت سے پہلے اپنے قومی مذہب پر تھے، اسلئے کہ عَوْدِ حالات سابقہ کی طرف لوٹنے کو کہتے ہیں حالانکہ نبی سے کفر کا صدور محال ہے۔
جَوَابُ: جواب کا حاصل یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام پر جو لوگ ایمان لائے تھے وہ چونکہ ایمان لانے سے پہلے اپنے قومی مذہب بت پرستی پر تھے اس لئے ان کے اعتبار سے قوم کے سرداروں نے تغلیباً حضرت شعیب علیہ السلام کو بھی ان کے ساتھ شریک کر کے لَتَعُوذُنَّ، جمع کا صیغہ استعمال کیا، ورنہ شعیب علیہ السلام سے کبھی کفر کا صدور نہیں ہوا۔

قَوْلًا: وَعَلَى نَحْوِهِ اَجَابَ، یہ بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان عدنا فرما کر خود اقرار کر لیا کہ وہ خود بھی قوم کے مذہب پر تھے، اس کا جواب مفسرِ علام نے وعلی نحوہ اجاب کہہ کر دیا ہے، مطلب یہ ہے کہ جس طرح قوم کے سرداروں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو تغلیباً قوم میں شامل کر کے لَتَعُوذُنَّ، کہا تھا، اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی تغلیباً اِنْ عُدْنَا، فرمایا۔

قَوْلًا: فَيُخَذُّلْنَا، اس میں اشارہ ہے کہ يَشَاءُ کا مفعول محذوف ہے اور وہ خذلان ہے نہ کہ مطلق شئی۔

قَوْلًا: اِى وَسِعَ عِلْمُهُ، اس میں اشارہ ہے کہ علماً فاعل سے منقول ہو کر تمیز ہے۔

قَوْلًا: التَّائِيْدُ بِاعَادَةِ الْمَوْصُولِ اس عبارت میں اس شبہ کو دور کر دیا کہ الَّذِينَ كَذَبُوا شُعَيْبًا کہنے کے بجائے، اَنَّهُمْ كَانُوا هُمُ الْخُسْرُوْنَ کہتے تو زیادہ بہتر رہتا عاودہ موصول کی ضرورت نہیں تھی ضمیر کافی تھی، جواب کا حاصل یہ ہے کہ ان کی صفت کفر کی تاکید کے لئے موصول کا اعادہ کیا گیا ہے، ضمیر میں یہ بات نہ ہوتی۔

قَوْلًا: وَغَيْرِهِ لِرَدِّ عَلَيْهِمْ فِي قَوْلِهِمُ السَّابِقِ، یعنی موصول کے اعادہ سے ان کی صفت کفر کی تاکید ہوئی ہے اسی طرح جملہ سابقہ کی طرح اس جملہ کو بھی مستقل اور اسمیہ لاکر سابق جملہ کے مضمون کی مزید تاکید ہو گئی۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا، ان سرداروں کے تکبر اور سرکشی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ انہوں نے صرف ایمان و توحید کی دعوت ہی کو رد نہیں کیا بلکہ اس سے بھی تجاوز کر کے اللہ کے پیغمبروں اور ایمان لانے والوں کو دھمکی دی کہ یا تو اپنے آبائی مذہب میں واپس آ جاؤ نہیں تو ہم تمہیں یہاں سے نکال دیں گے، اہل ایمان کے اپنے سابق مذہب کی طرف واپسی کی بات تو قابل فہم ہے کیونکہ انہوں نے کفر چھوڑ کر ایمان اختیار کیا تھا، لیکن حضرت شعیب علیہ السلام کو بھی ملتِ آبائی کی طرف لوٹنے کی

دعوت اس لحاظ سے دی تھی کہ وہ انہیں بھی دعوت و تبلیغ سے پہلے اپنا مذہب ہی سمجھتے تھے گو حقیقتاً ایسا نہ تھا، یا بطور تغلیب کے ان کو بھی شامل کر لیا ہو، اسلئے کہ پیغمبر بعثت سے پہلے اپنی قوم کے موروثی مذہب کی مخالفت نہیں کرتا سکوت اختیار کرتا ہے اس لئے قوم قدرۃ اس کو بھی اسی مذہب میں شامل سمجھتی ہے۔

فَاخَذْتَهُمُ الرِّجْفُ فَاصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَثْمِينَ ، قرآن کریم میں حضرت شعیب علیہ السلام کی امت کے عذاب کا تذکرہ تین مقامات پر آیا ہے، ایک یہاں یعنی سورۃ اعراف میں زلزلہ کا ذکر ہے ایک سورۃ ہود میں آسمانی چیخ کا ذکر ہے، اور ایک سورۃ شعراء میں عذاب کے بادل کا ذکر ہے جس میں سے آگ برسی تھی، یہ تینوں عذاب ایک ساتھ اس طرح آئے کہ وہ لوگ اپنے گھروں میں تھے تو زلزلہ آیا جب گھروں سے باہر نکلے تو سخت گرمی معلوم ہوئی تو بادل کی شکل کا آسمان پر ایک ٹکڑا نظر آیا جس کا گھنا سایہ تھا پہلے ایک شخص اس سایہ میں گیا اس نے آکر سایہ کی ٹھنڈک کی تعریف کی، لوگ اس کی تعریف سکر اس بادل کے سایہ میں چلے گئے اسی دوران آسمان سے ایک سخت چیخ کی آواز آئی اور پھر اسی بادل سے آگ برسی جس سے سب لوگ ہلاک ہو گئے۔ مدین کی تباہی مدتبائے دراز تک اس پاس کی قوموں میں ضرب المثل رہی ہے چنانچہ زبور میں ایک جگہ آیا ہے کہ ”اے خدا، فلاں فلاں قوموں نے تیرے خلاف عہد کیا ہے لہذا تو ان کے ساتھ وہی معاملہ کر جو تو نے میان کے ساتھ کیا تھا۔“

(۸۳۔۔۹۵)

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ فَكَذَّبُوهُ إِلَّا آخَذْنَا عَاقِبَتَنَا أَهْلَهَا بِآلِسَاءٍ شِدَّةِ الْفَقْرِ وَالضَّرَاءِ الْمَرَضِ لَعَلَّهُمْ يَضُرَّعُونَ ﴿٨٣﴾ يَتَذَلَّلُونَ فَيُؤْمِنُونَ ثُمَّ بَدَّلْنَا أَغْطَيْنَاهُمْ مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْعَذَابِ الْحَسَنَةَ الْغَنَى وَالصَّحَّةَ حَتَّىٰ عَفَوْا كَثُرُوا وَقَالُوا كَفَرْنَا لِلنِّعْمَةِ قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الضَّرَاءُ وَالْشَّرَاءُ كَمَا مَسَّنَا وَهَذِهِ عَادَةُ الذُّهْرِ وَلَيْسَتْ بِعَقُوبَةٍ مِّنَ اللَّهِ فَكُونُوا عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ قَالِ تَعَالَىٰ فَآخَذَهُمُ بِالْعَذَابِ بَغْتَةً فُجَاءَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٨٤﴾ بَوَقَّتْ مَجِيئُهُ قَبْلَهُ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ الْمُكَذِّبِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِمْ وَاتَّقَوْا الْكُفْرَ وَالْمَعَاصِيَ لَفَتَحْنَا بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ بِالْمَطَرِ وَالْأَرْضِ بِالنبَاتِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا الرُّسُلَ فَآخَذْنَاهُمْ عَاقِبَتَنَا هُمُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٥﴾ أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ الْمُكَذِّبُونَ أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا عَذَابًا بَيَاتًا وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٨٦﴾ لَيَأْخُذُنَّ غَافِلُونَ عَنْهُ أَوَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا صُحَّىٰ نَهَارًا وَهُمْ لَا يَحْشَوْنَ ﴿٨٧﴾ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ إِسْتَدْرَاجَهُ إِيَّاهُمْ بِالنِّعْمَةِ وَأَخَذَهُمْ بَغْتَةً فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٨٨﴾

۱۷

تَرْجُمہ: اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے کسی بستی میں نبی بھیجا ہو اور انہوں نے اس کی تکذیب ہو مگر یہ کہ ہم نے اس بستی کے رہنے والوں کو فقر کی سختی اور مرض کی تکلیف میں نہ پکڑا ہوتا کہ وہ عاجزی کرنے لگیں اور ایمان لے آئیں، پھر ہم نے ان کی بد حالی عذاب کو خوشحالی غنی اور صحت سے بدل دیا یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ہوئی (یعنی ان کی جان و مال میں کثرت ہوئی) اور نعمت کی ناشکری کرتے ہوئے کہنے لگے جس طرح ہم پر آئے ہیں ہمارے اسلاف پر بھی اچھے برے دن آتے ہی

رہے ہیں زمانہ کا یہی دستور ہے، یہ اللہ کی جانب سے سزا نہیں ہے لہذا جس مذہب پر تم ہو اسی پر قائم رہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو ہم نے ان کو دفعہ پکڑ لیا ان کو پہلے سے اس کے آنے کی خبر بھی نہ ہوئی اور اگر تکذیب کرنے والے بستی کے لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آتے اور کفر و معاصی سے اجتناب کرتے تو ہم ان پر آسمان کے بارش کی صورت میں اور زمین کے نباتات (رونیدگی) کی شکل میں برکتوں کے دروازے کھول دیتے (لفتح حنا) تخفیف و تشدید کے ساتھ ہے، مگر انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کو گرفت میں لے لیا، کیا پھر بھی ان بستیوں کے تکذیب کرنے والے باشندے اس بات سے مامون ہو گئے کہ ہمارا عذاب ان پر رات میں آجائے کہ وہ سوئے ہوں (یعنی) غافل ہوں اور کیا ان بستیوں کے باشندے اس بات سے بے فکر ہو گئے کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آجائے جبکہ وہ کھیلوں میں مشغول ہوں کیا یہ لوگ اللہ کی چال (یعنی) نعمت کے ذریعہ بتدریج پکڑ اور اچانک پکڑ سے بے خوف ہو گئے ہیں، سو اللہ کی چال سے بجز اس کے کوئی بے خوف نہیں ہوا کہ جس کی شامت آگئی ہو۔

تحقیق و تفسیر کی تسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ، یہ جملہ مستانفہ ہے، مخصوص امتوں کے واقعات بیان کرنے کے بعد یہاں سے اللہ کی عام عادت اور عام دستور کو بیان کیا جا رہا ہے۔

قَوْلُهُ: يَضْرَعُونَ، یہ اصل میں ناء کو ضاد سے بدل کر ضاد کو ضاد میں ادغام کر دیا، يَضْرَعُونَ ہو گیا۔

قَوْلُهُ: اسْتَدْرَاجَهُ اَيَا هُمْ اسْتَدْرَاج کسی کام کو بتدریج کرنا، مکر کے معنی دھوکا، فریب کے ہیں اللہ کی طرف اس کی نسبت کرنا درست نہیں ہے، یہاں مکر سے استدراج بالاستعارہ مراد ہے یعنی بتدریج نعمت و صحت کے ذریعہ ڈھیل دیکر گرفت میں لینا کہ گرفتہ کو احساس نہ ہو۔

قَوْلُهُ: عَفْوًا، (ن) سے عَفُو، بڑھانا ماضی جمع مذکر غائب، اس کے معنی کم ہونے کے بھی آتے ہیں یہ اضداد میں سے ہے عَفْوًا، کثروا نموا فی انفسهم و اموالهم، يقال عفا الذنابات، وعفا الشحم والوبر اذا كثر و يقال، عفا،

کثر، وعفا: درس هو من اسماء الاضداد۔ (اعراب القرآن للدریش)

قَوْلُهُ: الباس اور بؤس فقر و فاقہ، ضرر اور ضرر، جسمانی تکلیف، مرض، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی معنی منقول ہیں۔

تفسیر و تشریح

سابقہ آیات میں پانچ حضرات انبیاء کے واقعات کا بیان ہوا ہے، قرآن کریم کا مقصد واقعات بیان کرنے سے کچھ قصہ خوانی نہیں ہوتا بلکہ واقعہ سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے اس کو عبرت و نصیحت کے لئے بیان کرنا ہوتا ہے، سابق میں ایک ایک

نبی کا الگ الگ واقعہ اور اس کا نتیجہ بیان کرنے کے بعد اب وہ جامع ضابطہ بیان کیا جا رہا ہے جو ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے موقع پر اختیار فرمایا ہے وہ یہ کہ جب کسی قوم میں کوئی نبی بھیجا گیا تو پہلے اس قوم کے خارجی ماحول کو قبول دعوت کے لئے سازگار بنانے کیلئے تنبیہات و ترغیبات سے کام لیا گیا یعنی ان کو فقر و قافہ نیز مصائب و آفات میں مبتلا کیا گیا، تاکہ ان کا دل نرم پڑے اور شیشی و تکبر سے اکڑی ہوئی گردنیں کچھ نرم پڑیں، ان کا غرور و طاقت اور نشہ دولت دور ہو، جب اس سازگار ماحول میں بھی ان کا دل قبول حق کی طرف مائل نہیں ہوتا، تو ان کو خوشحالی کے فتنے میں گرفتار کیا جاتا ہے یہیں سے ان کی بربادی کی تمہید شروع ہوتی ہے، ان کی تنگدستی کو فراخ دستی سے بد حالی کو خوشحالی سے بیماری کو صحت و عافیت سے بدل دیا جاتا ہے، تاکہ وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کریں، مگر جب وہ نعمتوں سے مالا مال ہونے لگتی ہے تو اپنے برے دن بھول جاتی ہے اور ان کے کج فہم رہنما تاریخ کا یہ احمقانہ تصور ذہن میں بٹھا دیتے ہیں کہ حالات کا اتار چڑھاؤ اور قسمت کا بناؤ بگاڑ کسی قادر و حکیم کے انتظام میں اخلاقی بنیادوں پر نہیں ہے بلکہ خارجی اور داخلی اسباب سے کبھی اچھے اور کبھی برے دن آتے ہی رہتے ہیں، لہذا مصائب و آفات کے نزول سے کوئی اخلاقی سبق لینا اور کسی نا صحیح کی نصیحت قبول کر کے خدا کے آگے زاری و تضرع کرنے لگنا بجز ایک طرح کی نفسیاتی کمزوری کے کچھ نہیں یہی وہ احمقانہ ذہنیت ہے جس کا نقشہ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں کھینچا ہے، لا یزال البلاء بالمؤمن حتی ینخرج نقیاً من ذنوبہ، والمنافق مثلاً کمثل الحمار لا یدری فیما ربطہ اہلہ ولا فیمہ ارسلوہ، (ترمذی کتاب الزہد ماجاء فی الصبر علی البلاء المستدرک للحاکم ۴۹۷)، یعنی مصیبت مومن کی تو اصلاح کرتی چلی جاتی ہے، یہاں تک کہ جب وہ اس بھٹی سے نکلتا ہے تو ساری کھوٹ صاف ہو کر نکلتا ہے لیکن منافق کی حالت بالکل گدھے کی سی ہوتی ہے جو کچھ نہیں سمجھتا کہ اس کے مالک نے کیوں اسے باندھا تھا اور کیوں اسے کھول دیا، پس جب کسی قوم کا حال یہ ہوتا ہے کہ نہ مصائب سے اس کا دل خدا کے آگے جھکتا ہے اور نہ نعمتوں پر وہ شکر گزار ہوتی ہے تو ایسی قوم کسی حال میں اصلاح قبول نہیں کرتی ہے۔

آپ کے زمانہ کے حالات اور سورۃ اعراف:

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے جس ضابطہ کا ذکر فرمایا ہے ٹھیک یہی ضابطہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے موقع پر بھی برتا گیا، اور شامت زدہ قوموں کے جس طرز عمل کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے ٹھیک وہی طرز عمل سورۃ اعراف کے نزول کے زمانہ میں اہل مکہ سے ظاہر ہو رہا تھا، حدیث میں عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی متفقہ روایت ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت کے بعد جب قریش کے لوگوں نے آپ کی دعوت کے خلاف سخت رویہ اختیار کرنا شروع کیا تو آپ ﷺ نے دعاء کی کہ خدایا، یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں جیسا ہفت سالہ قحط پڑا تھا ویسے ہی قحط سے ان لوگوں کے مقابلہ میں میری مدد فرما چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں سخت قحط میں مبتلا کر دیا، اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ لوگ مردار کھانے لگے چڑے ہڈیاں تک کھا گئے آخر کار مکہ کے لوگوں نے جن میں ابوسفیان پیش پیش تھا حضور ﷺ سے درخواست کی کہ ہمارے لئے خدا سے

دعاء کیجئے، آپ نے دعاء فرمائی اور آپ کی دعاء کی برکت سے اللہ نے وہ برا وقت ٹال دیا اور پھلے دن آئے تو ان لوگوں کی گردنیں پہلے سے زیادہ اکڑ گئیں، اور جن کے دل کچھ تسکین گئے تھے ان کو بھی اشراق قوم نے یہ کہہ کر ایمان سے روکنا شروع کر دیا کہ میاں یہ تو زمانہ کا اتار چڑھاؤ ہے پہلے بھی آخر قحط آتے ہی تھے، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس مرتبہ ذرا لمبا قحط پڑ گیا لہذا ان چیزوں سے دھوکا کھا کر محمد ﷺ کے پھندے میں نہ پھنس جانا یہ باتیں اس زمانہ میں ہو رہی تھیں جب سورۃ اعراف نازل ہو رہی تھی، اس لئے قرآن مجید کی یہ آیات ٹھیک اپنے موقع پر چسپاں ہیں۔

أَوَلَمْ يَهْدِ يَتَبَيَّنْ لِلَّذِينَ يَرْثُونَ الْأَرْضَ بِالْأُسْكُنَىٰ مِنْ بَعْدِ هَٰلِكَ أَهْلُهَا أَنَّ لَوْنَشَاءَ أَصَابَهُمْ فَاعِلٌ مُخَفَّفَةٌ
وَأَسْمُهَا مُحَذَوْفٌ أَيْ أَنَّهُ بِالْعَذَابِ يَذْنُوبُهُمْ كَمَا أَصَابَهُمْ مِنْ قَبْلِهِمْ وَالنَّهْزَةُ فِي الْمَوَاضِعِ الْأَرْبَعَةِ
لِلتَّوْبِخِ وَالنَّهْزَةُ وَالْوَاوُ الدَّخْلَةُ عَلَيْهَا لِلْعَطْفِ وَفِي قِرَاءَةِ بِسُكُونِ الْوَاوِ فِي الْمَوْضِعِ الْأَوَّلِ عَطْفًا بِأَوْ وَ
نَحْنُ نَطْبِخُ نَحْتِمُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ الْمَوْعِظَةُ سَمَاعٌ تَدْبِيرٌ تِلْكَ الْقُرَى الَّتِي مَرَّ ذِكْرُهَا
نَقْصُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ مِنْ أَثْبَاتِهَا أَخْبَارِ أَهْلِهَا وَلَقَدْ جَلَّاهُمْ رَسُولُهُم بِالْبَيِّنَاتِ الْمُعْجَزَاتِ الظَّاهِرَاتِ
فَمَا كَانُوا لِلْيَوْمِنَا عِنْدَ مَجِيئِهِمْ بِمَا كَذَّبُوا كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ قَبْلَ مَجِيئِهِمْ بَلِ اسْتَمَرُّوا عَلَى الْكُفْرِ كَذَلِكَ
الطَّبْعُ يَطْبِخُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ۝ وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ أَى النَّاسِ مِنْ عَهْدٍ أَى وَفَاءٍ بَعْدَ يَوْمِ أَخْذِ
الْمِيثَاقِ وَإِنْ مُخَفَّفَةٌ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ أَى الرُّسُلِ الْمَذْكُورِينَ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا
الْبَيِّنَاتِ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ قَوْمِهِ فَظَلَمُوا كَفَرُوا بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝ بِالْكَفْرِ مِنْ
أَهْلَاكِهِمْ وَقَالَ مُوسَىٰ لِفِرْعَوْنَ إِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ إِلَيْكَ فَكَذَّبَهُ فَقَالَ أَنَا حَقِيقٌ جَدِيرٌ عَلَىٰ أَنْ
أَيُّ بَانَ لَا أَقُولُ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَفِي قِرَاءَةِ بِتَشْدِيدِ الْبَاءِ فَحَقِيقٌ مُبْتَدَأُ خَبَرِهِ أَنْ وَمَا بَعْدَهُ قَدْ جِئْتُمْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ
رَبِّكُمْ فَارْسِلْ مَعِيَ إِلَى الشَّامِ بَنَىٰ إِسْرَءِيلَ ۝ وَكَانَ اسْتَعْبَادُهُمْ قَالَ فِرْعَوْنُ لَهُ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ عَلَىٰ
دَعْوَاكَ فَأْتِ بِهَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ فِيهَا قَالَتْ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُبِينٌ ۝ حَيَّةٌ عَظِيمَةٌ وَنَزَعَ يَدَهُ
أَخْرَجَهَا مِنْ جَبِيهِ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ ذَاتُ شُعَاعٍ لِلنَّظِيرِينَ ۝ خِلَافٌ مَا كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْأُذْمَةِ.

۴

تَرْجُمہ: اور کیا ان لوگوں پر کہ جو زمین کے سابق مالکان کی ہلاکت کے بعد سکونت کے اعتبار سے زمین کے وارث

بنے یہ بات واضح نہیں ہوئی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کے گناہوں کے سبب عذاب میں پکڑ لیں ان مع اپنے مابعد (لو نشاء) کے بھید کا فاعل ہے اور ان مخففہ عن الثقل ہے اور (ان) کا اسم محذوف ہے تقدیر عبارت اُنَّ ہے، جیسا کہ ہم نے ان سے پہلے والوں کو پکڑ لیا، ہمزہ چاروں جگہ توتخ کے لئے ہے اور جو فاء اور واو اس پر داخل ہیں عطف کے لئے ہیں ایک قرأت میں واو کے سکون کے ساتھ ہے، پہلی جگہ او کے ذریعہ عطف کرتے ہوئے، اور ان کے دلوں پر مہر (بند) لگا دیں کہ وہ نصیحت کو غور و فکر کے

خیال سے نہ سن سکیں اے محمد مذکورہ بستیوں کے باشندوں کے کچھ واقعات ہم آپ کو سنارہے ہیں ان کے رسول ان کے پاس کھلے کھلے معجزے لے کر آئے تھے مگر جس چیز کا پہلے انہوں نے انکار کر دیا پھر وہ اس چیز کے پیش آنے کے بعد اس چیز کو ماننے والے نہیں تھے بلکہ وہ اس کا انکار ہی کرتے رہے، اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور اکثر لوگوں میں ہم نے عہد کا (پاس) نہ پایا یعنی یوم میثاق کے عہد کی وفانہ پائی، اور ہم نے اکثر لوگوں کو حد سے تجاوز کرنے والا ہی پایا اِنْ مَخْفَفٌ عَنْ الثَّقِيلِ ہے، مذکورہ رسولوں کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ہماری نو نشانیاں دے کر فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کے پاس بھیجا تو ان لوگوں نے ان کا انکار کیا تو دیکھئے، کفر کی وجہ سے ان مفسدوں کا کیسا انجام ہوا (یعنی) ان کی ہلاکت، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے فرعون میں رب العلمین کی طرف سے تیری طرف بھیجا ہوا ہوں مگر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا، میرے لئے یہی مناسب ہے کہ بجز جج کے اللہ کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں اور ایک قراءت میں علیٰ کے بجائے علیّ تشدید کے ساتھ ہے، اس صورت میں حقیق مبتداء ہوگا اور اُن اور اس کا مابعد اس کی خبر، میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل لے کر آیا ہوں سو تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ شام بھیج دے اور (فرعون) نے ان کو غلام بنا رکھا تھا، فرعون نے کہا اگر تم اپنے دعوے پر کوئی دلیل لے کر آئے ہو تو پیش کرو، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو، تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ دفعۃً ایک بڑا اثر دھا بن گیا اور موسیٰ علیہ السلام نے (گریبان میں اپنا ہاتھ داخل کر کے) نکالا تو وہ اچانک دیکھنے والوں کی نظر میں اپنے گندم گونی رنگ کے برخلاف روشن چمکدار تھا۔

تحقیق ترکیب تسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: يَتَّبِعْنَ.

سُؤَالٌ: يَهْدِي كاصلاح لام نہیں آتا یہاں، للذین، میں یہد کا صلہ لام استعمال ہوا ہے۔

جَوَابٌ: مفسر علام نے يَهْدِي کی تفسیر يَتَّبِعْنَ سے کر کے اسی شبہ کا جواب دیا ہے، یعنی يَهْدِي يَتَّبِعْنَ کے معنی میں ہے اور يَتَّبِعْنَ کا صلہ لام آتا ہے۔

قَوْلُهُ: بالسكنى.

سُؤَالٌ: لفظ سكنى کا اضافہ کس مقصد سے کیا ہے؟

جَوَابٌ: چونکہ ملک کا تحقق محض سابق قوم کی ہلاکت سے نہیں ہوتا اس کیلئے سکونت اور قبضہ ضروری ہے، اسی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مفسر علام نے لفظ سكنى کا اضافہ کیا ہے۔

قَوْلُهُ: اَنْ فَاعِلٌ، اُن اپنے مابعد سے ملکر يَهْدِي کا فاعل ہے، نَهْدِي نون کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، نون کی قراءت کی صورت میں اللہ فاعل ہوگا، اور نَهْدِي کا مفعول اَنْ لو نشاء اَصْبَنَاهُمْ بَذَنُو بِهِمْ ہوگا، ای اَنَّ الشان هو هذا، اور يَهْدِي، یاء کی قراءت

کی صورت میں فاعل، اَنْ لَوْ نَشَاءُ اَصْبٰنَاھُمْ بِذُنُوْبِھُمْ ہے، (تسہیل) اَنْ مخففہ عن الثقیلہ ہے اس کا اسمُ ضمیر شان محذوف ہے ای اُنَّہ، اور جملہ لَوْ نَشَاءُ اس کی خبر، اَنْ اور اس کا مابعد یُھْدِ کا فاعل ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ یُھْدِ کا فاعل اس میں ضمیر مستتر ہو اور اس ضمیر کا مرجع وہ ہوگا جو سیاق کلام سے مفہوم ہے، ای اَوْلَمْ یُھْدِ ماجری للامم السابقۃ، اس صورت میں اَنْ اور اس کا مابعد بتاویل مصدر ہو کر محل میں مفعول کے ہوگا، پہلی صورت میں تقدیر عبارت یہ ہوگی، اَوْلَمْ یُھْدِ اللّٰہ ویبین للوارثین ما لھم وعاقبۃ امرھم اصابتنا اِیّاھم بِذُنُوْبِھُمْ ویكون المفعول بہ محذوفاً کما قدرناہ، اور ثانی صورت میں تقدیر عبارت یہ ہوگی، اَوْلَمْ یُبدین فی وضح اللّٰہ ماجری للامم اصابتنا اِیّاھم لَوْ نَشَاءُ ذٰلک۔

قَوْلُہ: فی مواضع الاربعۃ ان میں پہلا اَفَامِنْ اهل القرئ ہے اور آخری اَوْلَمْ یُھْدِ ہے، دو فاء کے ساتھ ہیں اور دو واؤ کے ساتھ۔

قَوْلُہ: الْوَاوُ الدَّاحِلَةُ عَلَیْہَا لِلْعَطْفِ.

سُؤَالُہ: ہمزہ استفہام کا حرف عطف پر داخل ہونا منع ہے۔

جَوَابُہ: ممانعت عطف مفرد علی المفرد میں ہے نہ کہ عطف جملہ علی الجملہ میں اسلئے کہ جملہ بعد الجملہ کلام متانف ہوتا ہے۔

تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

اَوْلَمْ یُھْدِ لِلذِّیْنِ یُرِثُوْنَ الْاَرْضَ (الآیۃ) یہاں ایک بات تو یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ جس طرح گذشتہ قوموں کو ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر دیا، ہم چاہیں تو تمہیں بھی تمہاری بد اعمالیوں کے صلہ میں ہلاک کر دیں، دوسری بات یہ بیان فرمائی کہ مسلسل گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے لوگوں کے دلوں پر مہر لگادی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حق کی آواز سننے کے لئے ان کے کان بند ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے نصیحت اور انداز ان کیلئے سب بیکار و بے اثر ہوتے ہیں۔

قوموں کی تاریخ سے سبق:

ہلاک و برباد ہونے والی قوم کی جگہ جو دوسری قوم آتی ہے اس کے لئے اپنی پیش رو قوم کے زوال میں کافی رہنمائی موجود ہوتی ہے اور اگر عقل سے کام لے تو سمجھ سکتی ہے کہ کچھ مدت پہلے جو لوگ اس جگہ داد عیش دے رہے تھے اور جن کی عظمت کا جھنڈا یہاں لہر رہا تھا انھیں فکر و عمل کی کن غلطیوں نے برباد کیا؟ اور یہ بھی محسوس کر سکتا ہے کہ جس بالا اقتدار نے کل انھیں ان کی غلطیوں پر پکڑا تھا اور ان سے یہ جگہ خالی کرائی تھی وہ آج کہیں چلا نہیں گیا، اور نہ اس سے کسی نے یہ مقدرت چھین لی ہے کہ اس جگہ کے موجودہ ساکنین اگر وہی غلطی کریں جو سابق ساکنین کر رہے تھے تو وہ ان سے بھی اسی طرح جگہ خالی نہ کرا سکے گا جس طرح ان سے خالی کرائی تھی۔

وَنُطْبِعُ عَلٰی قُلُوْبِھُمْ فہم لَا یسمعون، جب کوئی قوم تاریخ اور عبرت کا سبق آموز آثار و مشاہدات سے سبق نہیں لیتی

اور اپنے آپ کو خود فریبی میں مبتلا رکھتی ہے تو پھر خدا کی طرف سے بھی انھیں سوچنے سمجھنے اور کسی ناصح کی نصیحت سننے کی توفیق نہیں ملتی خدا کا قانون فطرت یہی ہے کہ جو اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے تو اس کی بینائی تک آفتاب کی روشنی نہیں پہنچ سکتی اور جو خود سننا نہ چاہے بھلا اسے کوئی سنا سکتا ہے؟

وَلَقَدْ جَاءَ تَهْمُرُ سُلْهُم بِالْبَيِّنَاتِ (الآیۃ) اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ جب پیغمبر خدا کا پیغام لے کر اسکے پاس آئے تو وہ اس وجہ سے ان پر ایمان نہیں لائے کہ وہ اس سے قبل حق کی تکذیب کر چکے تھے، یہی جرم ان کے عدم ایمان کا سبب بن گیا، اور ایمان لانے کی توفیق ان سے سب کر لی گئی، اسی کو آئندہ جملے میں مہر لگانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

وَمَا وَجَدْنَا لَكَ تَهْمُرُ مِنْ عَهْدٍ وَان وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَسِقِينَ، اس عہد سے بعض نے عہد الست مراد لیا ہے، جو عالم ارواح میں لیا گیا تھا، اور بعض نے ہر قسم کا عہد مراد لیا ہے، یعنی ان لوگوں نے کسی قسم کے عہد کا پاس لحاظ نہیں کیا، نہ اس فطری عہد کا جس میں پیدائشی طور پر ہر انسان خدا کا بندہ اور پروردہ ہونے کی حیثیت سے بندھا ہوا ہے، نہ اس اجتماعی عہد کا پاس جس میں ہر فرد و بشر انسانی برادری کا ایک رکن ہونے کی حیثیت سے بندھا ہوا ہے، اور نہ اس ذاتی عہد کا پاس جو آدمی مصیبت اور پریشانی کے لمحوں میں یا کسی جذبہ خیر کے موقع پر خدا سے بطور خود باندھا کرتا ہے ان ہی تینوں عہدوں کو توڑنے کو یہاں فسق کہا گیا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ عہد سے مراد عہد الست ہے حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا عہد سے مراد عہد ایمان و طاعت ہے۔

یہاں تک پچھلے انبیاء اور ان کی قوموں کے پانچ واقعات بیان کر کے موجودہ لوگوں کو ان سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے لئے تنبیہات فرمائی گئی ہیں، اس کے بعد چھٹا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جس میں واقعات کے ضمن میں سینکڑوں احکام و مسائل اور عبرت و نصیحت کے بے شمار مواقع ہیں اور اسی لئے قرآن کریم میں اس واقعہ کے اجزاء بار بار دہرائے گئے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ:

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمُ مُوسَىٰ بَالْتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ، یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ شروع ہو رہا ہے، جو مذکورہ انبیاء کے بعد آئے اور بنی اسرائیل کے جلیل القدر انبیاء میں سے ہیں جنہیں فرعون مصر اور اس کی قوم کی طرف دلائل و معجزات دیکر بھیجا گیا تھا، بنی اسرائیل اصالتہً ملک شام کے علاقہ فلسطین میں کنعان کے رہنے والے تھے، حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے مصری وزارت مالیات کے زمانہ میں اپنے خاندان کو مصر بلا لیا تھا، یہ لوگ مصر آ کر آباد ہو گئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے، اسی خاندان بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے فرعون اور اس کی قوم کی ہدایت کے لئے آپ کو معجزے دیکر بھیجا گیا۔

فرعون موسیٰ کون تھا:

فرعون شاہان مصر کا لقب ہے کسی خاص بادشاہ کا نام نہیں ہے، لفظ فرعون کے معنی ہیں سورج دیوتا کی اولاد، قدیم اہل مصر سورج کو جوان کا مہادیو یا رب اعلیٰ تھا، رُغ کہتے تھے اور لفظ فرعون اسی کی طرف منسوب تھا، مصر کا حاکم اور فرمانروا خود کو اسی کا جسمانی مظہر اور نمائندہ ہونے کا دعویدار ہوتا تھا، اسی لئے مصر میں جو خاندان برسرِ اقتدار آتا تھا وہ اپنے آپ کو سورج وئی بنا کر پیش کرتا تھا جیسا کہ ہندوستان میں بھی بہت سے خاندان خود کو سورج وئی اور چندروئی بتاتے ہیں۔

تین ہزار قبل مسیح سے شروع ہو کر عہد سکندر تک فراعنہ کے اکتیس (۳۱) خاندان مصر پر حکمراں رہے ہیں اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا فرعون کون ہے؟ عام مؤرخین عرب اور مفسرین اس کو عمالقہ کے خاندان کا فرد بتاتے ہیں، کسی نے اس کا نام ولید بن ریان بتایا ہے اور کوئی مصعب بن ریان بتاتا ہے ارباب تحقیق کی رائے ہے کہ اس کا نام ریان تھا، ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس کی کنیت ابو مرہ تھی یہ سب اقوال قدیم مؤرخین کی تحقیقی روایات پر مبنی ہیں، مگر اب جدید مصری اثری تحقیقات اور جبری کتبات کے پیش نظر اس سلسلہ میں دوسری رائے سامنے آئی ہے وہ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا فرعون رئیس ثانی کا بیٹا مفتاح ہے جس کا دور حکومت ۲۹۲۲ ق م سے شروع ہو کر ۲۲۵ ق م پر ختم ہوتا ہے۔ (قصص القرآن)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے سلسلہ میں دو فرعونوں کا ذکر آتا ہے ایک وہ جس کے زمانہ میں آپ پیدا ہوئے اور جس کے گھر میں آپ نے پرورش پائی دوسرا وہ جس کے پاس آپ اسلام کی دعوت اور بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ لے کر پہنچے تھے اور جو بالآخر غرق ہوا موجودہ زمانہ کے محققین کا عام خیال یہ ہے کہ پہلا فرعون رئیس (رئیس) دوم تھا اور جس فرعون کا زیر تفسیر آیتوں میں ذکر ہے وہ رئیس دوم کا بیٹا مفتاح تھا، اسی بادشاہ نے بنی اسرائیل کو غلام بنالیا تھا ان پر طرح طرح کے مظالم کرتا تھا جس کی تفصیل سورہ بقرہ میں گذر چکی ہے۔

فرعون اور اس کے درباری امراء نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکرا دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے یہ دوسرا مطالبہ رکھا کہ بنی اسرائیل کو آزاد کر دے تاکہ وہ اپنے آبائی وطن جا کر عزت و احترام کی زندگی بسر کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزے عطا کئے تھے ان میں سے دو عظیم معجزے، معجزہ عصا اور ید بیضاء، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کے سامنے دلیل صداقت کے طور پر پیش کئے تو یہ معجزے دیکھ کر ایمان لانے کے بجائے فرعون اور اس کے درباریوں نے معجزوں کو جادو قرار دیکر کہہ دیا یہ تو بڑا ماہر جادوگر ہے جس سے اس کا مقصد تمہاری حکومت کو ختم کرنا ہے۔

قَالَ الْمَلَأَمِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا السَّحَرُ عَلِيمٌ ۖ فَانْقِ فِي عِلْمِ السِّحْرِ وَفِي الشُّعْرَاءِ إِنَّهُ مِنْ قَوْلِ فِرْعَوْنَ نَفْسِهِ فَكَانَتْهُمْ قَالُوا مَعَهُ عَلَى سَبِيلِ التَّشَاوُرِ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَهُمْ مِنْ أَرْضِهِمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۖ قَالُوا أَرْسِلْهُ وَأَخَاهُ آخِرَ أَسْرَهُمَا وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۖ جَامِعِينَ يَا تَوَكُّ بِكُلِّ سَلْعٍ وَفِي قِرَاءَةِ سَحَابٍ عَلِيمٌ ۖ يُفَضِّلُ مُوسَىٰ فِي عِلْمِ السِّحْرِ فَجَمَعُوا وَجَلَّ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ بَتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَةِ وَإِذَا خَالَ الْفَ بَيْنَهُمَا

عَلَىٰ الْوُجْهِينَ ۖ لَنَّا لَكَاكِرًا اِنْ كُنَّا تَحْنُ الْغُلَبِيْنَ ۝ قَالَ نَعَمْ وَاَنْتُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ قَالُوا اَيُّمُوسَىٰ اِمَّا اَنْ تُلْقَىٰ عَصَاكَ
وَاِمَّا اَنْ تَكُوْنَ نَحْنُ الْمُطْلَقِيْنَ ۝ مَا مَعَنَا قَالِ الْقَوَا ۚ اَمْرٌ لِّلَاذُنِ بِتَقْدِيْمِ الْقَائِمِ تَوْسُلًا بِهِ اِلَى اِظْهَارِ الْحَقِّ
فَلَمَّا اَلْقَوْا حَبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ سَحَرُوا اَعْيْنَ النَّاسِ وَصَرَفُوْهَا عَنْ حَقِيْقَةِ اِدْرَاكِهَا وَاَسْتَرْهَبُوْهُمْ خَوْفُوْهُمْ
حَيْثُ خَيَّلُوْهَا حَيَاتٍ تَسْعَى وَجَهًا وَيُسْعِرُ عَظِيْمًا ۝ وَاَوْحَيْنَا اِلَى مُوسَىٰ اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ بِحَذَبِ
اِخْدَى التَّائِيْنَ مِنَ الْاَصْلِ تَبْتَلِعُ مَا يَأْفِكُوْنَ ۝ يُقَلِّبُوْنَ بِتَمُوِيْهِمْ فَوْقَ الْحَقِّ ثَبَتَ وَظَهَرَ
وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ مِنَ السَّحْرِ فَخَلَبُوْا اَيَّ فِرْعَوْنَ وَقُوْهُ هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صَغِيْرِيْنَ ۝ صَارُوْا ذَلِيْلِيْنَ
وَالْقَى السَّحْرَةَ سَجْدِيْنَ ۝ قَالُوا اَمَّا يَرْبِ الْعَالَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۝ لَعَلِمِهِمْ بَانَ مَا شَاهَدُوْهُ مِنَ الْعَصَا
لَا يَتَّاتَى السَّحْرِ قَالِ فِرْعَوْنُ اَمَنْتُمْ بِتَحْقِيْقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَاِبْدَالِ الثَّانِيَةِ الْفَا يَمْ بِمُوسَىٰ قَبْلَ اَنْ اُذِنَ اَنَا
لَكُمْ اِنْ هٰذَا الَّذِي صَنَعْتُمُوْهُ لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ نَعْلَمُوْنَ ۝ مَا يَنْالُكُمْ مِّنِي
اَلْقَطْعَنَ اَيْدِيكُمْ وَاَرْجُلُكُمْ مِّنْ خِلَافِ اَيِّ يَدٍ كَلَّ وَاحِدِ الْيُمْنَى وَرَجُلَهُ الْبُسْرَى ثُمَّ اَلْصَلْبُ بَيْنَكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝
قَالُوا اِنَّا اِلَى رَبِّنَا بَعْدَ مَوْتِنَا بَايَ وَجْهِ كَانَ مُّقْبِلُوْنَ ۝ رَاجِعُوْنَ فِي الْاٰخِرَةِ وَمَا نَسْتَقِمُّ تَنْكِبُ مِنَّا اِلَّا اَنْ اَمَّا
بَايَتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَ تَنَارُ رَبَّنَا اُفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا ۚ عِنْدَ فِعْلٍ مَا تَوَعَّدُهُ بِنَالِيَّا نَرْجِعَ كِفَارًا وَتَوَقَّفْنَا مُسْلِمِيْنَ ۝

۱۴
ع

ترجمہ: قوم فرعون میں جو لوگ سردار تھے انہوں نے کہا واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے یعنی علم سحر میں ماہر ہے اور سورۃ الشعراء میں یہ قول فرعون کی طرف منسوب ہے، تو ہو سکتا ہے کہ لوگوں نے فرعون کے ساتھ مشورہ کے طور پر کہا ہو، اس کا مقصد تو یہ ہے کہ تم کو تمہارے ملک سے نکال باہر کرے سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو؟ انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ ان کو اور ان کے بھائی کو مہلت دیدیجئے یعنی (فی الحال) ان کے معاملہ کو ملتوی رکھئے، اور شہروں میں جمع کرنے والے ہر کاروں کو بھیج دیجئے کہ وہ آپ کے پاس ہر ماہر جادوگر کو لا کر حاضر کریں اور ایک قراءت میں سحار ہے، کہ علم سحر میں جو فوقیت رکھتے ہوں، چنانچہ وہ جمع ہو گئے، وہ جادوگر فرعون کے پاس آئے اور عرض کیا اگر ہم غالب آ گئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا صلہ (انعام) ملے گا (فرعون نے) کہا، ہاں، اور تم مقررین میں شامل ہو جاؤ گے، (جادوگروں نے) موسیٰ علیہ السلام سے کہا اے موسیٰ (عصاء) تم (پہلے) ڈالتے ہو یا جو ہمارے پاس ہے، ہم ڈالیں، موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا تم ہی ڈالو (اَلْقُوا) امر ان کو پہلے ڈالنے کی اجازت کے لئے ہے تاکہ پہلے ڈالنا اظہار حق کا وسیلہ بنے، (یہ امر حکم کے لئے نہیں ہے) جب انہوں نے اپنی رسیوں اور لکڑیوں کو ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کر دی یعنی آنکھوں کو حقیقت کے ادراک سے روک دیا، اور ان پر خوف طاری کر دیا یعنی ان کو ایسا خوف زدہ کر دیا کہ وہ (ان لکڑیوں اور رسیوں کو) دوڑتے ہوئے سانپ سمجھنے لگے، (اس طرح) انہوں نے ایک بڑا جادو پیش کیا، اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم بھی اپنا عصاء ڈالو، تو اچانک اس نے ان کے بنائے ہوئے گورک دھندے کو نگلنا شروع کر دیا (تلقف) اصل میں ایک تاء کے حذف کے ساتھ ہے معنی میں نگلنے کے ہے، (ما یا فکون) مراد جو وہ ہاتھ کی صفائی سے پیش کر

رہے تھے، حق ثابت اور ظاہر ہو گیا اور جو جادو انہوں نے پیش کیا تھا وہ جاتا رہا چنانچہ فرعون اور اس کی قوم موقع ہی پر ہار گئی، اور (خوب) ذلیل ہو کر واپس ہوئے یعنی خوب ذلیل و (خوار) ہوئے، اور جادوگر سجدہ میں گر گئے (جادوگر) کہنے لگے ہم رب العلمین پر ایمان لائے جو موسیٰ علیہ السلام و ہارون کا بھی رب ہے ان کو اس بات کا علم ہونے کی وجہ سے کہ جو کچھ انہوں نے عصا (موسیٰ) سے مشاہدہ کیا وہ جادو کے ذریعہ ممکن نہ تھا، فرعون کہنے لگا کہ کیا تم میری اجازت کے بغیر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے ہو، بے شک یہ ایک خفیہ سازش تھی جس کو تم نے اس شہر میں عملی جامہ پہنایا تا کہ تم شہر کے باشندوں کو اس سے بے دخل کر دو، اچھا تو اب تم کو عنقریب وہ نتیجہ معلوم ہو جائیگا، جو میری طرف سے ظاہر ہونے والا ہے، میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کٹا دوں گا یعنی ہر ایک کا دایاں ہاتھ اور بایاں پیر، پھر تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا انہوں نے جواب دیا بہر حال ہم کو مرنے کے بعد جس حالت میں بھی ہو اپنے رب کی طرف آخرت میں پلٹنا ہے اور تو جس بات پر ہم سے انتقام لینا چاہتا ہے اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارے رب کی نشانیاں جب ہمارے سامنے آئیں (واضح ہو گئیں) تو ہم نے انکو مان لیا، اے ہمارے رب تو ہمارے اوپر صبر کا فیضان کر جب (فرعون) اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنائے تا کہ ہم حالت کفر کی طرف نہ پلٹ جائیں، اور ہم کو (دنیا سے) اس حال میں اٹھا کہ ہم فرمانبردار ہوں۔

تَحْقِيقُ وَتَرْكِيهِ تَسْبِيلِ وَتَفْسِيرِ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: عَلَى سَبِيلِ التَّشَاوُرِ، اس اضافہ کا مقصد سورۃ شعراء اور یہاں کے مضمون میں تطبیق دیکر تعارض کو دور کرنا ہے، آخر امر ہا، ای لا تعجل فی قتلہ۔

قَوْلُهُ: مَا مَعْنَا، اس میں اشارہ ہے کہ الملقین کا مفعول محذوف ہے۔

قَوْلُهُ: تَسْوِئًا، یہ اس سوال کا جواب ہے کہ بحر جو کہ ایک ممنوع اور ناپسندیدہ چیز ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا کیوں حکم دیا؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ امر نہ بطور ادب ہے اور نہ بطور حکم ہے بلکہ یہ امر برائے اجازت ہے اور اس اجازت کا مقصد بھی یہ ہے کہ اس کے ذریعہ باطل کا ابطال اور حق کا اظہار ہو، یا فکون، یہ افک (ض) سے جمع مذکر غائب ہے یعنی پلٹنا، الافک صرف الشیء عن وجہہ۔

قَوْلُهُ: اَرْجِهْ، یہ ار جء سے واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے، اس کو ڈھیل دے اس میں ہنمیر مفعولی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی راجع ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیح

قال الملائم قوم فرعون ان هذا لسحر عليم، لفظ ملائ، کسی قوم کے با اثر سرداروں کے لئے بولا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ قوم کے سردار معجزات دیکھ کر کہنے لگے یہ تو بڑا ماہر جادوگر معلوم ہوتا ہے۔

سحر اور معجزہ میں فرق:

اہل بصیرت اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ جادو سے جو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں وہ اسباب طبعیہ کے تحت ہوتی ہیں فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ عام لوگوں کو معلوم نہیں ہوتے اسلئے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ کام بغیر کسی سبب ظاہری کے ہو گیا، بخلاف معجزہ کے کہ اس میں اسباب طبعیہ کا مطلق کوئی دخل نہیں ہوتا وہ براہ راست قدرت حق کا فعل ہوتا ہے اسی لئے قرآن کریم میں اس کو حق تعالیٰ کا طرف منسوب کیا گیا ہے، ”وَلٰكِن اللّٰهُ دَمِي“۔

اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ اور سحر کی حقیقتیں بالکل مختلف ہیں حقیقت شناس کیلئے تو کوئی التباس کی وجہ نہیں عوام الناس کو التباس ہو سکتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس التباس کو دور کرنے کیلئے بھی ایسے امتیازات رکھ دیئے ہیں کہ جس کی وجہ سے لوگ دھوکہ سے بچ جائیں۔ (معارف)

یرید اَنْ یُخْرِجَکُمْ مِنْ اَرْضِکُمْ، فرعون کے درباریوں اور قوم کے سرداروں نے کہا کہ یہ شخص عجیب و غریب ساحرانہ کرشمے دکھا کر عوام کو اپنی طرف مائل کر کے اور انجام کار ملک میں اثر و رسوخ کے ذریعہ ملک میں اقتدار حاصل کرنا چاہتا ہے، اور بنی اسرائیل کی آزادی اور حمایت کا نام لے کر قبطیوں کو جو یہاں کے اصل باشندے ہیں ان کے ملک وطن مصر سے بے دخل کر کے خود قابض ہونا چاہتا ہے، ان سب حالات کو پیش نظر رکھ کر مشورہ دو کہ کیا ہونا چاہئے؟ باہمی مشورہ کے بعد یہ طے ہوا کہ فرعون سے یہ درخواست کی جائے کہ ان دونوں (موسیٰ و ہارون علیہ السلام) کے معاملہ میں جلدی نہ کی جائے، ان کا بہترین توڑ اور مؤثر جواب یوں ہو سکتا ہے کہ پورے ملک سے فن سحر کے ماہرین کو بلا کر جمع کیا جائے، ان سے ان کا مقابلہ کرایا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، ساحران فرعون نے ”اِنَّ لَنَا جَوْا“ کہہ کر پہلے ہی قدم پر جتلا دیا اور زبان حال سے کہہ دیا کہ ہم تو طالب دنیا ہیں اور فن سحر ہم نے سیکھا ہی دنیا کمانے کے لئے ہے لہذا آپ بتائیں اگر ہم غالب آگئے جیسا کہ ہم کو یقین ہے تو ہمیں کچھ انعام و اکرام بھی ملے گا؟ اس کے جواب میں فرعون نے کہا، انعام اکرام ہی نہیں بلکہ تم میرے مقررین خاص میں شامل ہو جاؤ گے۔

وَالْقٰی السَّحْرَةَ سَجْدَیْنِ، عصاء موسیٰ جب سانپ بن کر ان کی تمام رسیوں کو نگل گیا اور سارا بنانا یا کھیل ختم کر دیا جس سے جادو گروں کو تنبیہ ہوا کہ یہ سحر سے بالاتر کوئی اور حقیقت ہے، آخر کار فرعون کے لوگ اور خود فرعون بھرے مجمع میں شکست کھا کر اور ذلیل و خوار ہو کر میدان مقابلہ سے لوٹے، اور جادو گر خدا کی نشانی دیکھ کر بے اختیار سجدہ میں گر پڑے کہتے ہیں کہ موسیٰ و ہارون علیہ السلام نے سجدہ شکر ادا کیا اسی وقت جادو گر بھی سر بسجود ہو گئے، الْقٰی السَّحْرَةَ، کا لفظ بتلا رہا ہے کہ کوئی قوی حال جادو گروں پر ایسا طاری ہوا جس کے بعد بجز خشوع و خضوع اور استسلام کے کوئی چارہ نہیں رہا، رحمت الہیہ کا کیا کہنا جو لوگ ابھی پیغمبر خدا سے نبرد آزمائی کر رہے تھے سجدہ سے سر اٹھاتے ہی اولیاء اللہ اور عارف باللہ بن گئے۔

جو کچھ ہوا، فرعون کے لئے بڑا حیران کن اور غیر متوقع اور تعجب خیز تھا اس لئے اسے اور تو کچھ نہیں سوچا اس نے یہی کہہ دیا، کہ تم سب آپس میں ملے ہوئے ہو، تم نے ہمارے خلاف خفیہ سازش کی ہے تمہارا مقصد ہمارے اقتدار کا خاتمہ ہے، اچھا

اس کا انجام عنقریب معلوم ہو جائیگا، یعنی جانب مخالف سے ایک ہاتھ اور ایک پیر کاٹ کر اور پھر سولی پر چڑھا کر تمہیں نشانِ عبرت بنادیا جائیگا۔

وَقَالَ الْمَلَأَمِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ لَهُ أَتَذَرُ تَتْرُكُ مُوسَى وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بِالْذُّعَاءِ إِلَى مُخَالَفَتِكَ وَيَذَرُكَ وَالْهَتَاكَ وَكَانَ صَنَعَ لَهُمْ أَصْنَانًا صِغَارًا يَعْبُدُونَهَا وَقَالَ أَنَا رَبُّكُمْ وَرَبُّهَا قَالَ أَنَا رَبُّكُمْ الْأَعْلَى قَالَ سَنُقَاتِلُكَ بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيفِ أَبْنَاءَهُمُ الْمُؤَدِّينَ وَنَسْتَقِي نِسَاءَهُمْ كِفَعَلْنَا بِهِمْ مِنْ قَبْلُ وَلَنَا قَوْفُهُمْ فَهَرُونَ ۝ قَادِرُونَ فَفَعَلُوا بِهِمْ ذَلِكَ فَشَكَّى بَنُو إِسْرَائِيلَ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا عَلَى آذَاهُمْ إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا يَعْطِيهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُحْمُودَةِ ۝ اللَّهُ قَالُوا قَوْمُ مُوسَى أُوذِينَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِنَا وَفِي بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَلَى رَبِّكُمْ أَنْ يَهْلِكَ عَدُوُّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۝ فِيهَا

ترجمہ: فرعون کی قوم کے سرداروں نے فرعون سے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یوں ہی چھوڑے رکھے گا کہ تیری مخالفت کی دعوت دے کر ملک میں فساد پھیلائیں، اور تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دیں ان کے لئے چھوٹے بت بنارکھے تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے، اور فرعون اس بات کا مدعی تھا کہ میں تمہارا بھی رب ہوں اور ان بتوں کا بھی، اور اسی وجہ سے اس نے کہا میں تمہارا بڑا رب ہوں، فرعون نے کہا میں ان کے بیٹوں کو قتل کراؤں گا (سَنُقَاتِلُكَ) تشدید اور تخفیف کے ساتھ ہے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھوں گا، جیسا کہ ہم ان کے ساتھ ایسا پہلے بھی کر چکے ہیں اور یقیناً ہم ان کے اوپر قدرت رکھتے ہیں، فرعون نے ان کے ساتھ بھی معاملہ کیا چنانچہ بنی اسرائیل نے شکایت کی موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور ان کی ایداء رسائی پر صبر کرو زمین اللہ کی ملک ہے وہ اس کو اپنے بندوں میں جس کو چاہے وارث بنائے، عطا فرمائے، اور بہتر انجام اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ہے، موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لوگوں نے کہا تمہارے آنے سے پہلے بھی ہم ستائے جاتے تھے اور تمہارے آنے کے بعد بھی ستائے جا رہے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ وقت قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو زمین میں خلیفہ بنائے پھر وہ دیکھے کہ تم زمین میں کیسا عمل کرتے ہو؟

تحقیق و تہذیب تسبیح تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: وَيَذَرُكَ اس کا عطف یُفْسِدُوا پر ہے، اَنْذَرُ موسیٰ میں استفہام انکاری ہے، مقصد فرعون کو موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کے خلاف بھڑکانا ہے، اور وَيَذَرُكَ میں واو معیت کے لئے ہے اور يَذَرُكَ واو کے بعد ان مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے جواب استفہام ہونے کی وجہ سے۔

قَوْلًا، يَذْرُكُ، يَذْرُ، وَذَرُ سے مضارع واحد مذکر غائب یہ اصل میں يَذْرُ تھا (ض) مضارع کا عمومی تلفظ (س) سے کیا جاتا ہے بمعنی چھوڑے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بقیہ قصہ مذکور ہے جس کی تفصیل اس سے پہلے رکوع میں گذر چکی ہے، فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر متحیر رہ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کچھ ایسا مرعوب ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو ایک لفظ بھی نہ کہہ سکا، سارا غصہ جادو گروں پر اتارا، اس پر قوم کے سرداروں کو کہنا پڑا، اَتَذَرُ مُوسٰی وَقَوْمَهُ الْخ، کیا آپ موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو یوں ہی چھوڑے رہیں گے کہ وہ آپ کو اور آپ کے معبودوں کو چھوڑ کر ملک میں فساد برپا کرتے پھریں، اس پر مجبور ہو کر فرعون نے کہا سَنَقْتِلُ ابْنَانَهُم الْخ یعنی ان کے معاملہ میں ہمیں کچھ زیادہ فکر نہیں، ہم ان کے لئے یہ کام کریں گے کہ ان میں جو لڑکا پیدا ہوگا اس کو قتل کر دیں گے، صرف لڑکیوں کو زندہ رکھیں گے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کی قوم کچھ عرصہ بعد مردوں سے خالی ہو جائیگی، صرف عورتیں رہ جائیگی، جو ہماری خدمتگار باندیاں بن کر رہیں گی، قوم کے سرداروں کے متنبہ اور آگاہ کرنے کے بعد فرعون نے یہ تو کہا کہ ہم بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر دیں گے، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام دہارون علیہ السلام کے بارے میں اس وقت بھی ایک لفظ اس کے منہ سے نہیں نکلا وجہ یہ تھی کہ اس معجزہ اور واقعہ نے فرعون کے دل و دماغ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سخت ہیبت طاری کر دی تھی۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ فرعون جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتا تو پیشاب خطا ہو جاتا۔ (معارف)

قتل ابناء کے قانون کا دوسری مرتبہ نفاذ:

بنی اسرائیل کو کمزور کرنے کیلئے قتل ابناء کا ظالمانہ قانون اب دوسری مرتبہ نافذ کیا گیا، اس کا پہلا دور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے زمانہ میں ہو چکا تھا جبکہ کانہوں نے فرعون سے کہا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہو نیوالا ہے جس کے ہاتھ پر ملک کی بربادی اور تیری ہلاکت ہوگی اور دوسری مرتبہ قتل ابناء کا اس وقت حکم دیا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے اور فرعون مقابلہ میں شکست کھا گیا۔

بنی اسرائیل کی گھبراہٹ اور موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں فریاد:

جب فرعون کو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں شکست فاش ہو گئی تو موسیٰ علیہ السلام کو تو کچھ نہ کہہ سکا مگر بنی اسرائیل پر غصہ اتارا کہ ان کے لڑکوں کو قتل کر کے عورتوں کو باقی رکھنے کا قانون بنادیا تو بنی اسرائیل کو اس سے تشویش ہوئی گھبرائے ہوئے حضرت

موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے بھی ہمارے اوپر یہ عذاب ڈھایا جا چکا ہے اور اب مبعوث ہوئیے بعد پھر وہی عذاب ڈھایا جائیو والا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پدرانہ شفقت اور پیغمبرانہ حکمت کے مطابق اس بلا سے نجات حاصل کرنے کے لئے ان کو دو چیزوں کی تلقین فرمائی ایک دشمن کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا دوسرے کشود کار تک صبر و ہمت سے کام لینا، اس کا ثمرہ اور نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ صرف یہ کہ تمہاری پریشانی اور مصیبت کا خاتمہ ہو جائیگا بلکہ تم اس ملک کے مالک بھی بن جاؤ گے اور دلیل کے طور پر فرمایا، ”إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ“ مطلب یہ کہ ساری زمین اللہ کی ہے وہ جس کو چاہے گا زمین کا وارث و مالک بنائیگا، یہ بات طے ہے کہ انجام کار کامیابی و کامرانی متقیوں ہی کو ہوتی ہے۔

وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ بِالسَّحَابِ وَنَقَصْنَا مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذْكُرُونَ ۝ يَتَعَزَّوْنَ فِيْؤْمِنُونَ
فَإِذَا جَاءَهُمُ الْمَسْنَةُ الْخَضْبُ وَالْغَنَى قَالُوا لَنَا هَذِهِ ۚ أَيْ نَسْتَحِقُّهَا وَلَمْ يَشْكُرُوا عَلَيْهَا وَإِنْ نَصَبْنَاهُمْ سَبِيلَهُ
جَدْبَ وَبَلَاءَ يَظُنُّوْنَ يَتَشَاءُمُوا بِمُوسَىٰ وَمَنْ مَّعَهُ ۚ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ إِلَّا إِنَّمَا ظَنُّهُمْ شُؤْنُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ
يَأْتِيهِمْ بِهِ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ أَنْ مَا يُصِيبُهُمْ مِنْ عِنْدِهِ وَقَالُوا لِمُوسَىٰ مَهْمَا تَأْتِيَنِي مِنْ آيَةٍ
لِتَسْحَرْنَا بِهَا ۚ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ۝ فَدَعَا عَلَيْهِمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَهُوَ مَاءٌ دَخَلَ بُيُوتَهُمْ وَوَصَلَ
إِلَى حُلُوقِ الْعَالِيَيْنَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ وَالْجَرَادَ فَآكَلَ زُرْعَهُمْ وَثَمَارَهُمْ كَذَلِكَ وَالْقُمَّلَ السُّوسَ أَوْنُوعَ مِنَ
الْقَرَادِ فَتَتَّبَعُ مَا تَرَكَ الْجَرَادُ وَالضَّفَادِعَ فَمَلَأَتْ بُيُوتَهُمْ وَطَعَامَهُمْ وَالدَّمَ فِي بَيَاهِهِمْ آيَةٌ مُفَصَّلَتٌ
مِّنْ آيَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا عَنِ الْإِيمَانِ بِهَا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ۝ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ الْعَذَابُ
قَالُوا لِمُوسَىٰ اذْعُنَا نَارَكَ بِمَا عَاهَدَ عِنْدَكَ ۚ مَنْ كَشَفَ الْعَذَابَ عَنَّا إِنْ آمَنَّا لَكِنْ لَا مَقْصِدَ كَشَفَتْ عَنَّا الرِّجْزُ
لَكُمْ مِّنْ لَّكَ وَلَوْ رُسُلًا مَّعَكَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا بِدُعَاءِ مُوسَىٰ عَنْهُمْ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُمْ بِالْغَوْه
إِذَا هُمْ يَنْكُتُونَ ۝ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ وَيُصِرُّونَ عَلَىٰ كُفْرِهِمْ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ الْبَحْرِ الْمَلْحِ
بِأَنَّهُمْ سَبَبَ انْهَم كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ۝ لَا يَتَذَكَّرُونَ وَأَوْمَرْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا
يُسْتَضْعَفُونَ بِالْإِسْتِعْبَادِ وَهُوَ بَنُو إِسْرَءِيلَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا بِالماءِ وَالشَّجَرِ صَفَةً
لِّلْأَرْضِ وَهِيَ الشَّامُ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ وَهِيَ قَوْلُهُ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا الْخ
عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ بِمَا صَبَرُوا ۚ عَلَىٰ أَذَىٰ عَدُوِّهِمْ وَدَمَرْنَا أَهْلَكُنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ مِنَ الْعِمَارَةِ
وَمَا كَانُوا يَغْرِشُونَ ۝ بِكسر الرءاء وضمها يرفعون من النبيان وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَءِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا
فَمَرُّوا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ بِضِمِّ الْكَافِ وَكُسْرُهَا عَلَىٰ أَصْنَافِهِمْ يُقِيمُونَ عَلَىٰ عِبَادَتِهَا
قَالُوا لِمُوسَىٰ اجْعَلْ لَّنَا إِلَٰهًا صَنَمًا نَعْبُدُهُ ۚ كَمَا لَهُمُ الْإِلَٰهَةُ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ۝ حَيْثُ قَابَلْتُمْ نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

بِمَا قُلْتُمُوهُ إِنَّ هَؤُلَاءِ مُمْتَرٌّ هَٰلِكَ مَا هُمْ فِيهِ وَبَطِلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾ قَالَ أَغَيَّرَ اللَّهُ أَبْنِيَكُمْ ۖ أَلَا مَعْبُودًا وَاصِلُهُ
 أَبْنِي لَكُمْ ۖ وَهُوَ فَضْلُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۱۵﴾ فِي زَمَانِكُمْ بِمَا ذَكَرَهُ فِي قَوْلِهِ ۚ وَ أَذْكَرَ لَذَّائِبِكُمْ ۖ وَفِي قِرَاءَةِ أَنْجَاكُمْ
 مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ يُكَلِّفُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ۖ أَشَدَّهُ وَهُوَ يُقَتِّلُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ
 يَسْتَبْقُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَلِكُمْ الْإِنجَاءُ وَالْعَذَابُ ۖ بَلَاءٌ ۖ أَنْعَامٌ وَأَبْتِلَاءٌ ۖ مِنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿۱۶﴾ أَفَلَا تَتَعَبُطُونَ
 فَتَنْتَهُنَّ عَنْ مَا قُلْتُمْ ۚ

ترجمہ:

ہم نے فرعون کے لوگوں کو قحط اور پیداوار کی کمی میں (کئی سال تک) مبتلا رکھا، تاکہ وہ نصیحت قبول کر کے
 ایمان لے آئیں، (مگر ان کا حال یہ تھا) جب خوشحالی شادابی اور مالداری کا زمانہ آجاتا تو کہتے ہم اسی کے مستحق ہیں، اور اس پر
 اللہ کا شکر نہ کرتے، اور جب ان پر بدحالی خشک سالی اور مصیبت کا زمانہ آتا تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھیوں پر
 نحوست کا الزام دھرتے (حالانکہ) حقیقت یہ ہے کہ ان کی نحوست اللہ کے پاس ہے اسی کی طرف سے آتی ہے لیکن ان میں سے
 اکثر لوگ اس بات سے ناواقف تھے کہ جو کچھ آتا ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے آتا ہے، انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تم
 ہم کو مسحور کرنے کے لئے کیسی بھی نشانی لاؤ ہم آپ کی بات کا یقین کرنے والے نہیں موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے بددعا
 کر دی، تو ہم نے ان پر طوفان بھیجا، اور وہ اسقدر پانی تھا کہ ان کے گھروں میں داخل ہو گیا اور بیٹھے ہوئے لوگوں کے گلے تک
 پہنچ گیا، اور یہ صورت حال سات دنوں تک رہی، اور ٹڈیاں بھیجیں جو ان کی کھیتوں اور پھلوں کو کھا گئیں، اور سرسریاں بھیجیں یا
 مراد چچڑی کی کوئی قسم ہے، مطلب یہ کہ ٹڈیوں سے جو کچھ بچا وہ سرسریوں نے صاف کر دیا، اور مینڈک بھیجے جو ان کے گھروں
 اور کھانوں میں بھر گئے، اور ان کے پانیوں میں خون کی آمیزش کر دی (یہ سب) کھلے کھلے معجزے تھے، ان معجزوں پر ایمان
 لانے سے اعراض کیا اور یہ تھے ہی مجرم لوگ، اور جب ان پر بلا نازل ہوتی تو کہتے اے موسیٰ علیہ السلام آپ ہمارے لئے اپنے
 رب سے اس عہد کے ذریعہ کہ جس کا اس نے آپ سے عہد کیا ہے کہ اگر ہم ایمان لے آئیں تو ہم سے بلاء کو ہٹا دے گا دعاء کیجئے
 لہٰذا میں لام قسم کے لئے ہے، اگر آپ ہم سے اس بلا کو نال دیں گے تو ہم آپ پر ضرور ایمان لے آئیں گے اور ضرور بنی اسرائیل
 کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے اور جب ہم موسیٰ علیہ السلام کی دعاء سے ایک محدود وقت جس تک ان کو بہر حال وہ عذاب پہنچنا
 تھا پہنچنے کے بعد ہٹا دیتے تو فوراً ہی اپنے عہد کو توڑ دیتے اور اپنے کفر پر مصر رہتے، پھر ہم نے ان سے انتقام لیا تو ہم نے ان کو
 دریائے شور میں غرق کر دیا، اس وجہ سے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان سے غفلت برتتے تھے، یعنی ان میں غور و فکر نہیں
 کرتے تھے، اور ان کی جگہ ہم نے ان لوگوں کو جن کو کمزور بنا کر رکھا تھا یعنی غلام بنا رکھا تھا، اور وہ بنی اسرائیل تھے اس سرزمین کے
 مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا جسے ہم نے پانی اور درختوں کے ذریعہ برکتوں سے مالا مال کر رکھا تھا، (الَّتِي بَارَخْنَا فِيهَا) ارض
 کی صفت ہے اور وہ ملک شام ہے، اس طرح بنی اسرائیل کے حق میں تیرے رب کا وعدہ خیر ان کے دشمن کی ایذاء رسانی پر صبر کی

بدولت پورا ہو گیا، اور وہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا قول، وَتُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا الْخ ہے، فرعون اور اس کی قوم جو بلند و بالا عمارتیں بناتی تھی اس کو ہم نے برباد کر دیا، (يعرشون) راء کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ، اونچی عمارتیں بنانا، اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا تو ان کا ایک ایسی قوم پر گزر ہوا جو اپنے چند بتوں سے لپٹے پڑے تھے (يعكفون) کاف کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ، یعنی ان کی عبادت پر قائم تھے، کہنے لگے اے موسیٰ ﷺ ہمارے لئے بھی کوئی ایسا معبود (یعنی) بت بنادے جس کی ہم بندگی کریں جیسے ان لوگوں کے ہیں، موسیٰ ﷺ نے فرمایا تم لوگ بڑی جہالت کی بات کرتے ہو اسلئے کہ تم اپنے اوپر نعمتوں کے صلہ میں ایسی باتیں کرتے ہو، یہ لوگ جس کام میں لگے ہوئے، ہیں وہ یقیناً تباہ کیا جاوے گا، اور جو کچھ کر رہے ہیں وہ سراسر باطل ہے موسیٰ ﷺ نے کہا کیا میں اللہ کے سوا تمہارے لئے کوئی اور معبود تلاش کروں (ابغیکم) کی اصل ابغی لکم تھی، حالانکہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں اپنے زمانہ کی قوموں پر فضیلت دے رکھی ہے جس (فضیلت) کو اپنے قول وَاذَنْجِبْنَكُمْ میں ذکر کیا ہے، اور (اللہ فرماتا ہے) وہ وقت یاد کرو کہ جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات دی اور ایک قراءت میں انجکم ہے، جو تم کو تکلیف میں مبتلا کئے ہوئے تھا اور تم کو بدترین عذاب (کامزا) پکھار رہا تھا اور وہ یہ تھا کہ تمہارے بیٹوں کو قتل کر رہا تھا اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ رہا تھا اور اس نجات یا عذاب میں تمہارے رب کی جانب سے ابتلاء انعام عظیم ہے یا ابتلاء ہے کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے کہ ان باتوں سے باز آ جاؤ جو تم نے کہیں۔

تَحْقِيقُ تَرْكِيكِ تَسْبِيلِ تَفْسِيرِي فَوَائِدِ

قَوْلًا: سَنِينَ، سَنَةً کی جمع ہے سال، قَطْع، خشک سالی۔

قَوْلًا: نَسْتَحَقُّهَا، ہم اس کے مستحق ہیں اس میں اشارہ ہے کہ لَنَا هَذِهِ میں لام استحقاق کا ہے۔

قَوْلًا: مَهْمًا، اصل ماماء، مکرر تھا پہلا ماشرطیہ دوسرا تاکید کے لئے ہے ثقل کو ختم کرنے کے لئے پہلے کے الف کو ہاء سے بدل دیا مَهْمًا ہو گیا۔

قَوْلًا: يَنْشَأُنْمُونُ، يَطْيَرُ، کی تفسیر بتشاء مون سے کر کے اشارہ کر دیا کہ يَطْيَرُ، طیران سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ تَطْيَرُ، سے ماخوذ ہے، اس کے دو معنی آتے ہیں نصیب خواہ خیر ہو یا شر، یعنی خوش نصیبی اور بد نصیبی دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے دوسرے معنی تشاؤم، کے ہیں اس کے معنی نحوست کے ہیں مفسر علام نے يَطْيَرُ کی تفسیر تشاؤم سے کر کے معنی کی تعیین کر دی۔

قَوْلًا: هُمْ بِالْعُوهِ الْخ ای الی نہایۃ من الزمان۔

قَوْلًا: اِذَا هُمْ يَهْمُ لَمَّا کا جواب ہے۔

قَوْلًا: عَبْرًا، یہ اس سوال کا جواب ہے کہ جَاوَزَ کا صلہ باء نہیں آتا اسلئے کہ جاوز متعدی بنفسہ ہے حالانکہ یہاں باء صلہ ہے۔

جواب: جواب یہ ہے کہ جَاوَزَ، عَبَرَ کے معنی کو متضمن ہے لہذا اس کا صلہ باء لانا درست ہو گیا۔
قَوْلُہَا: ہو، ہو، مقتدر مان کر اشارہ کر دیا کہ نَقْتُلُوْنَ جملہ مستانفہ ہے ماقبل پر اس کا عطف نہیں ہے۔

تَفْسِیْرٌ وَتَشْرِیْحٌ

وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ، یہ گرفت اس وقت ہوئی جب فرعون اور فرعون کی حکومت کی طرف سے اسرائیلیوں کی مخالفت اور سختی ان پر بڑھتی ہی چلی گئی، تفسیری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قحطیات سال تک مسلسل رہا، آیت میں دو لفظ آئے ہیں سنین اور نقص ثمرات حضرت عبداللہ بن عباس اور قتادہ سے مروی ہے کہ خشک سالی کے عذاب کا تعلق تو دیہات والوں کے لئے تھا اور پھلوں کی کمی شہر والوں کے لئے تھی، کیونکہ عموماً غلہ دیہات میں اور باغات شہر میں ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ نہ کھیت باقی رہے اور نہ باغات، عذاب کے اس ابتدائی جھٹکے سے بھی ان کو کوئی تنبیہ نہیں ہوئی، بلکہ اس موجودہ مصیبت اور ہر مصیبت کے بارے میں کہنے لگے یہ نحوست موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی وجہ سے ہے اور جب خوشحالی اور آرام و راحت کے دن آتے تو کہنے لگتے کہ یہ تو ہمارا حق ہے ہمیں ملنا ہی چاہئے تھا۔

طائر، لغت میں پرندہ کو کہتے ہیں عرب میں پرندوں کے دائیں یا بائیں جانب اترنے یا گزرنے سے اچھی یا بری فال لیتے تھے اسلئے مطلق فال کو بھی طائر کہنے لگے، مطلب یہ ہے کہ فال اچھی یا بری سب اللہ کی طرف سے ہے، اس عالم میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ سب اللہ کی قدرت و مشیت سے ہوتا ہے، اس میں نہ کسی کی نحوست کا دخل ہے اور نہ برکت کا، یہ سب جالبوں کی خام خیالیاں ہیں۔

بالآخر فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تمام معجزوں کو سحر کہہ کر نظر انداز کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ آپ کتنی ہی علامتیں اپنی نبوت کی پیش کر کے ہم پر اپنا جادو چلانا چاہیں تو سن لیجئے ہم کبھی آپ پر ایمان لانے والے نہیں۔

وَوَعَدْنَا بِالْبَیْءِ وَدُونِہَا مُوسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً یُّکَلِّمُہٗ عِنْدَ اٰتِہَا بَانَ یُضَوِّمُہَا وَہی ذُو الْقَعْدَةِ فَصَاۡمَہَا فَلَمَّا تَمَّتْ اَنْکَرُ خُلُوْفٍ فِیْہِ فَاسْتَاٰکَ فَاَمَرَ اللّٰہُ بَعْشَرَةً اٰخَرٰی لِیُکَلِّمَہٗ بِخُلُوْفٍ فِیْہِ کَمَا قَالَ وَاَتَمَمْنَا بِعَشْرِیْنَ مِّنْ ذٰی الْحِجَّةِ فَتَمَّرَ مِیْقَاتِ رَبِّہٖمْ وَقْتُ وُعْدِہٖ بِکَلَامِہٖ اِیَّاهُ اَرْبَعِیْنَ حَالَ لَیْلَةٍ تَمِیِیْزُ وَقَالَ مُوسٰی لِاٰخِیْہٖ هٰرُونَ عِنْدَ ذَہَابِہٖ اِلَی الْجَبَلِ لِلْمُنَاجَاةِ اَخْلُقْنِیْ کُنْ خَلِیْقَتِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ اَمْرَہُمْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۰﴾ بِمُؤَافَقَتِہُمْ عَلٰی الْمَعَاصِیْ وَلَمَّا جَاءَ مُوسٰی لِمِیْقَاتِنَا اٰیَ لِلْوَقْتِ الَّذِی وَعَدْنَاۤہُ بِالْکَلَامِ فِیْہِ وَکَلِمَہٗ رَبُّہٗ لَا وَاسْطَہٗ کَلَامًا یَسْمَعُہٗ مِنْ کُلِّ جِہٖہٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْ نَفْسَکَ اَنْظُرْ اِلَیْکَ قَالَ لَنْ تَرٰنِیْ اٰی لَا تَقْدِرُ عَلٰی رُؤِیَّتِیْ وَالتَّعْبِیْرُ بِہٖ دُوْنَ لَنْ اَرٰی یُفِیْذُ اِمْکَانَ رُؤِیَّتِہٖ تَعَالٰی

وَلَكِنْ أَنْظِرْ إِلَى الْبَعْلِ الَّذِي هُوَ أَقْوَى مِنْكَ فَإِنْ اسْتَقَرَّ نَبَتٌ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَوْنِي أَيْ تَنْبُتُ لِرُؤُوسِي
وَالْأَفْلا طَاقَةٌ لَكَ فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ أَيْ ظَهَرَ مِنْ نُورِهِ قَدْ رُضِضَ أَنْجَمُهُ الْخَنْصَرُ كَمَا فِي حَدِيثٍ صَحَّحَهُ
الْحَاكِمُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا بِالْقَضْرِ وَالْمَدِّ أَيْ مَدَّ كُوكَا مُسْتَوِيًا بِالْأَرْضِ وَخَرَّ مُوسَى صَحْقًا مَغْشِيًا عَلَيْهِ
لِهَوْلِ مَا رَأَى فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَنَكَ تَنْزِيهِهَا لَكَ تَبَّتْ إِلَيْكَ بَيْنَ سُؤَالِ مَالِمٍ أَوْ مَرْبٍ
وَإِنَّا أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فِي زَمَانِي قَالَ تَعَالَى لَهُ يُمُوسَى إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ اخْتَرْتُكَ عَلَى النَّاسِ أَهْلَ
زَمَانِكَ بِرِسَالَتِي بِالْجَمْعِ وَالْأَفْرَادِ وَيَكَلِّمُنِي أَيْ تَكَلِّمُنِي إِيَّاكَ فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ مِنَ الْفَضْلِ
وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ لَا نَعْبُدُكَ وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَنْوَاجِ أَيْ الْوُجُوهِ التَّوْرَةَ وَكَانَتْ مِنْ سِدْرِ الْجَنَّةِ أَوْ زَبَرٍ جَدِيدٍ أَوْ
زُمُرِدٍ سَبْعَةٍ أَوْ عَشْرَةٍ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَخْتِاجُ إِلَيْهِ فِي الدِّينِ مَوْعِظَةٌ وَتَفْصِيلٌ لِكُلِّ شَيْءٍ بَدَلٌ مِنَ الْجَارِ
وَالْمَجْرُورِ قَبْلَهُ فَخُذْهَا قَبْلَهُ قُلْنَا مَقْدَرًا بِقُوَّةٍ بِجِدِّ وَاجْتِهَادٍ وَأَمْرُ قَوْمِكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا سَأَوْرِيكُمْ دَارَ
الْفَاسِقِينَ ۝ فَرَعُونَ وَاتَّبَاعُهُ وَهِيَ مِصْرُ لَتَغْتَبِرُوا بِهِمْ سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِي دَلَائِلَ قُدْرَتِي مِنَ الْمَصْنُوعَاتِ
وغيرها الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ بَانَ أَخَذْلَهُمْ فَلَا يَتَفَكَّرُونَ فِيهَا وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ
لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ طَرِيقِ الرُّشْدِ الْهَدْيِ الَّذِي جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا يَسْلُكُوهُ
وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ النِّجَى الضَّلَالِ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذَلِكَ الصَّرْفُ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ۝ تَقَدَّمَ
مِثْلُهُ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءَ الْآخِرَةِ الْبَعْثِ وَغَيْرِهِ حِطَّتْ بَطَلَتْ أَحْمَأَلَهُمْ مَا عَمِلُوا فِي الدُّنْيَا
مِنْ خَيْرٍ كَصَلَةِ رَحِمٍ وَصَدَقَةٍ فَلَا ثَوَابَ لَهُمْ لِعَدَمِ شَرْطِهِ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا جِزَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ مِنْ
التَّكْذِيبِ وَالْمَعَاصِي.

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ کیا کہ اس مدت کے پورا ہونے کے بعد وہ اس سے کلام
کرے گا (وَاعْذُنَا) الف اور بغیر الف (وَعِدْنَا) ہے بایں طور کہ موسیٰ علیہ السلام مذکورہ مدت میں روزہ رکھے اور وہ ذوالقعدہ کا
مہینہ تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس مدت کے روزے رکھے جب (تیس دن) پورے ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو
اپنے منہ کی بوسے کراہت محسوس ہوئی، تو آپ نے مسواک کر لی، تو اللہ نے دوسرے دس دن کا حکم دیا تا کہ موسیٰ منہ کی بوسے
ساتھ اللہ سے ہمکلام ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہم نے اس میں دن کی مدت کو ذی الحجہ کے مزید دس کے ساتھ پورا کر دیا
تو ہمکلامی کے اسکے رب کے وعدہ کی چالیس رات مدت پوری ہو گئی اربعین (میقات) سے حال ہے، لیکن تمیز ہے، پہاڑ پر
مناجات کیلئے جاتے وقت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون سے فرمایا، میری قوم میں میری جانشینی کے فرائض انجام دینا اور
ان کی معاملات کی اصلاح کرتے رہنا اور معاصی پر موافقت کر کے مفسدوں کی اتباع نہ کرنا اور جب موسیٰ ہمارے وقت مقرر پر

یعنی اس وقت پر کہ جو ہم نے اس سے ہمکاری کے لئے مقرر کیا تھا، آئے اور اس کے رب نے اس سے بلا واسطہ کلام کیا ایسا کلام کہ جو ہر سمت سے سنائی دیتا تھا، تو (موسیٰ) نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار آپ مجھے اپنا دیدار کرا دیں تاکہ میں آپ کو دیکھ لوں، ارشاد ہوا تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے، یعنی تم مجھے دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتے اور (لَنْ تَرَانِیْ) کی تعبیر اللہ تعالیٰ کے امکان رویت کا فائدہ دے رہی ہے نہ کہ 'لَنْ اُرِیْ' لیکن تم اس پہاڑ کو دیکھو جو کہ تم سے قوی تر ہے اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے، یعنی تم میرے دیدار کے لئے ثابت رہ سکو گے، ورنہ تم میں اس کی سکت نہیں، جب اسکے رب نے پہاڑ پر بجلی فرمائی یعنی اس کا نور چھوٹی انگلی کے نصف پورے کے برابر ظاہر ہوا، جیسا کہ حدیث میں ہے، (اور) حاکم نے اس (حدیث) کو صحیح قرار دیا ہے تو اس پہاڑ کے پر نیچے اڑا دیئے (دُتُّا) قصر اور مد کے ساتھ ہے یعنی ریزہ ریزہ زمین کے برابر کر دیا، اور موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ دیکھا اس کی ہولناکی کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر گئے، پھر جب موسیٰ علیہ السلام ہوش میں آئے تو عرض کیا آپ کے لئے (ہر نقص) سے پاکی ہے میں ہر ایسے سوال کرنے سے کہ جس کا مجھے حکم نہیں دیا گیا آپ کے حضور توبہ کرتا ہوں، اور میں اپنے زمانہ کے اول ایمان لانیوالوں میں ہوں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا، اے موسیٰ میں نے تجھ کو تیرے زمانہ کے تمام لوگوں میں اپنی رسالت اور ہمکاری کے لئے منتخب کیا ہے (رسالاتی) جمع و افراد کے ساتھ ہے، یعنی میرے تجھ سے کلام کرنے کیلئے، تو جو کچھ میں نے تم کو ازراہ فضل دیا ہے اس کو لو، اور میری نعمتوں کا شکر ادا کرو، اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے تورات کی چند تختیوں میں جو کہ جنت کے پیری کے درخت کی یاز برد کی یا زمر کی سات یادیں تھیں ہر قسم کی نصیحت جن کی دین میں ضرورت ہوتی ہے اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی (موعظۃ اور تفصیلاً) اپنے ماقبل جار مجرور (کے محل) سے بدل ہے، (ہم نے کہا) ان کو پوری قوت اور کوشش سے تھام لو (فخذھا) سے پہلے قلنا مقدر ہے، اور اپنی قوم کو حکم دو کہ اس کے اچھے (یعنی عزیمت) کے احکام کو تھام لیں، میں عنقریب تم کو حد سے تجاوز کرنے والوں (یعنی) فرعون اور اسکی اتباع کرنے والوں کے گھر دکھاؤنگا اور وہ مصر ہے تاکہ تم اس سے عبرت حاصل کرو، اپنی آیتوں میں مصنوعات وغیرہ اپنے دلائل قدرت سے ایسے لوگوں کو برگشتہ ہی رکھوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں بایں طور کہ میں ان کو ذلیل کر دوں گا پھر وہ ان دلائل میں غور و فکر نہ کر سکیں گے، اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر وہ ہدایت کا طریقہ دیکھیں جو اللہ کی طرف سے آیا ہے تو وہ اس کو نہ اپنائیں یعنی اس پر نہ چلیں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنائیں اور یہ برگشتی اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ اس سے غافل تھے اسی جیسی آیت سابق میں گذر چکی ہے، اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات یعنی بعث وغیرہ کو جھٹلایا تو ان کے دنیا میں کئے ہوئے اعمال خیر مثلاً صلہ رحمی اور صدقہ اکارت گئے انکو کچھ اجر نہ ملے گا اسکی شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے ان کو اسی کی سزا دی جائے گی جو وہ کیا کرتے تھے تکذیب و معاصی وغیرہ۔

تَحْقِيقُ وَتَرْكِیْبُ تَسْمِیْلِ تَفْسِیْرِیْ فَوَائِدُ

قَوْلُهُ : بِالْفِ وَدُونَهَا، جب الف کے ساتھ ہوگا تو باب مُفاعِلہ ہوگا، وَوَاعَدْنَا، میں واو استینافیہ ہے، کلام متانف ہے سورۃ بقرہ میں جو ”وَإِذْ وَاعَدْنَا مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً“ فرمایا تھا یہ اس کی تفصیل ہے، وَوَاعَدْنَا مُوسَىٰ، فعل بافاعل اور مفعول بہ ہے اور ثلثین مفعول بہ ثانی ہے ثلثین کا مضاف محذوف ہے تقدیر یہ ہے تمام ثلثین لَيْلَةً، لَيْلَةً تَمِيزٌ ہے، اَتَمَمْنَاهَا، کا عطف واعدنا پر ہے۔

قَوْلُهُ : وَقْتُ وَعَدِهِ، میقات کی تفسیر وقت سے کر کے اشارہ کر دیا کہ میقات سے حال ہے۔
قَوْلُهُ : وَقَالَ مُوسَىٰ لَا خَبِيْهَ هٰرُونَ وَآوُتَرْتِیْبٌ وَعَقِیْبٌ کے لئے نہیں ہے اس لئے کہ مذکورہ مقولہ جبل پر جانے سے پہلے کا ہے۔

قَوْلُهُ : بِكَلَامِهِ اَيَاهُ، یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔
سُئِلَ : سوال یہ ہے کہ میقات رَبِّہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رب کا وقت حالانکہ رب کا کوئی وقت نہیں ہے۔

جَوَابُهُ : جواب کا حاصل یہ ہے کہ مضاف محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے وقت کلام ربہ ایاہ۔
قَوْلُهُ : حَالٌ، تقدیر عبارت یہ ہوگی فتم بالغا هذا العدد، لہذا عدم صحت حمل کا اعتراض ختم ہو گیا۔
قَوْلُهُ : مِنْ كُلِّ جِهَةٍ، اس اضافہ کا مقصد کلام قدیم اور کلام حادث میں فرق بیان کرنا ہے، کہ کلام حادث کے لئے جہت ہوتی ہے کلام قدیم کے لئے نہیں اس لئے کہ قدیم کی کوئی متعین جہت نہیں وہ ہمہ جہت ہے۔
قَوْلُهُ : نَفْسَكَ، اس میں اشارہ ہے کہ اُرْنِیْ کا مفعول ثانی محذوف ہے لہذا فعل قلب کا ایک مفعول پراقتصار لازم نہیں آتا۔

قَوْلُهُ : وَالتَّعْبِیْرُ بِهِ دُونَ لَنْ اُرْنِیْ یُفِیْدُ اِمْكَانَ رُؤِیْتِهِ تَعَالٰی، اس عبارت کے اضافہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ لَنْ تَرَانِیْ، اور لَنْ اُرْنِیْ، میں کیا فرق ہے؟ فرق یہ ہے کہ لَنْ تَرَانِیْ امکان رُؤِیْتِهِ تَعَالٰی پر دلالت کرتا ہے اس لئے کہ لَنْ تَرَانِیْ سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم رویت کی علت رائی میں ہے نہ کہ مرئی میں اور وہ علت عدم قوت اور عدم صلاحیت ہے اور اگر لَنْ تَرَانِیْ کے بجائے لَنْ اُرْنِیْ ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ عدم رویت کی علت مرئی میں ہے، رائی کی عدم صلاحیت کو صلاحیت میں اور عدم قوت کو قوت سے بدلا جاسکتا اس لئے کہ رائی ممکن اور حادث ہے اور ممکن و حادث تصرف کو قبول کرتا ہے بخلاف مرئی کے کہ وہ قدیم ہونے کی وجہ سے تصرف کو قبول نہیں کر سکتا۔

قَوْلُهُ : مَذْكُوكًا، اس میں اشارہ ہے کہ دُغَا مصدر مد کو دُغَا کے معنی میں ہے لہذا دُغَا کا حمل جبل پر درست ہے۔
قَوْلُهُ : تَكْلِیْمِیْ اَيَّاكَ، کا مقصد تخصیص کو بیان کرنا ہے اس لئے کہ مطلق کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: بَدَلٌ مِنَ الْجَارِ وَالْمَجْرُورِ قَبْلَهُ، یعنی موعظۃ، تفصیلاً مِنْ کل شیء کے محل سے بدل ہے، اسلئے کہ من کل شیء کتبنا کا مفعول ہے جس کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔

قَوْلُهُ: بِأَحْسَنِهَا، یعنی عزیمت پر عمل کو لازم پکڑو نہ کہ رخصت پر، مطلب یہ ہے کہ تورات میں عزیمت رخصت مباح فرض واجب، سب ہیں مگر تم رخصت پر عمل کرنے کے بجائے عزیمت پر عمل کرنا، مثلاً صبر، تحمل، درگزر وغیرہ۔

قَوْلُهُ: ذَلِكَ، مبتداء ہے اور بانہم، اس کی خبر ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

وَوَاعَدْنَا مُوسَىٰ الْخ، مصر سے نکلنے، فرعون اور لشکر فرعون کے غرق ہونے کے بعد جب بنی اسرائیل کی غلامانہ پابندیاں ختم ہو گئیں اور انھیں ایک خود مختار قوم کی حیثیت حاصل ہو گئی تو اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ بنی اسرائیل کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کوئی کتاب انھیں دیدی جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تیس (۳۰) راتوں کے لئے کوہ طور پر بلایا جس میں دس راتوں کا اضافہ کر کے چالیس کر دیا گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جاتے وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو جو ان کے بھائی تھے اور نبی بھی اپنا جانشین مقرر کر دیا، کہ وہ بنی اسرائیل کی ہدایت و رہنمائی اور اصلاح کا کام کرتے رہیں، یہ اس سلسلہ کی پہلی طلبی تھی اور اس کے لئے پہلے تیس دن اور پھر دس دن کا اضافہ کر کے چالیس دن کر دیا گیا، مقصد یہ تھا کہ پورا ایک چلہ پہاڑ پر گزاریں اور روزے رکھ کر شب و روز عبادت اور تفکر و تدبر کر کے دل و دماغ کو یکسو کر کے اس قول ثقیل کے اخذ کرنے کی استعداد اپنے اندر پیدا کریں جو ان پر نازل کیا جانے والا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس ارشاد کی تعمیل میں کوہ سینا جاتے وقت بنی اسرائیل کو اس مقام پر چھوڑا تھا جو موجودہ نقشہ میں بنی صالح اور کوہ سینا کے درمیان وارد الشیخ کے نام سے موسوم ہے اس وادی کا وہ حصہ جہاں بنی اسرائیل نے پڑاؤ کیا تھا، آجکل میدان الراحة کہلاتا ہے، وادی کے ایک سرے پر وہ پہاڑ واقع ہے جہاں مقامی روایت کے اعتبار سے حضرت صالح علیہ السلام شمود کے علاقے سے ہجرت کر کے تشریف لے آئے تھے، آج وہاں ان کی یادگار میں ایک مسجد بنی ہوئی ہے دوسری طرف ایک اور پہاڑ جبل ہارون نامی ہے کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی سے ناراض ہو کر جا بیٹھے تھے، تیسری طرف کوہ سینا کا بلند پہاڑ ہے جس کا بالائی حصہ اکثر بادلوں سے ڈھکا رہتا ہے جس کی بلندی ۸۳۰۹ فٹ ہے، اس پہاڑ کی چوٹی پر آج تک زیارت گاہ عام بنی ہوئی ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چلہ کیا تھا اس کے قریب ایک مسجد اور ایک گرجا گھر بنا ہوا ہے اور پہاڑ کے دامن میں رومی قیصر جسنین کے زمانہ کی ایک خانقاہ آج تک موجود ہے۔

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا، جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے، اور وہاں اللہ تعالیٰ نے ان سے براہ راست گفتگو فرمائی، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خدا کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا، اور اپنے اس شوق کا اظہار ربِّ اَرِنْسِ کہہ کر کیا، جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ لسن ترانسی، تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا، معترزلہ نے اس سے

استدلال کرتے ہوئے کہا لن، نفی کی تاکید کیلئے ہے یعنی دیدار سے ہمیشہ کی نفی مراد ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ دنیا میں ممکن ہے اور نہ آخرت میں۔

دیدار الہی کا مسئلہ:

معتزلہ کا مذکورہ مسلک صحیح احادیث کے خلاف ہے جو متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ روز قیامت اہل ایمان اللہ کا دیدار کریں گے اور جنت میں بھی دیدار الہی سے مشرف ہوں گے، تمام اہل سنت کا بھی عقیدہ ہے مذکورہ نفی روایت کا تعلق صرف دنیا سے ہے دنیا کی کوئی انسانی آنکھ اللہ کو دیکھنے پر قادر نہیں ہے لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ ان آنکھوں میں اتنی قوت و صلاحیت پیدا فرمادیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے جلوہ کو برداشت کر سکیں گی۔

فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا، یعنی طور سیناء رب کی تجلی کو برداشت نہ کر سکا اور موسیٰ علیہ السلام بہ ہوش ہو کر گر پڑے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ ”روز قیامت سب لوگ بے ہوش ہوں گے اور جب ہوش میں آئیں گے تو میں ہوش میں آنے والوں میں سب سے پہلا شخص ہوں گا، میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ تھامے کھڑے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آئے یا انھیں کوہ طور کی بے ہوشی کے بدلے میں محشر کی بے ہوشی سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔“

(صحیح بخاری تفسیر سورۃ اعراف صحیح مسلم)



فخذھا بقوة وأمر قومك يا خذوا باحسنھا سأریکم دار الفسقین ، یعنی رخصتوں کی تلاش میں نہ رہو جیسا کہ سہولت پسندوں کا حال ہوتا ہے عزیزیتوں پر عمل کرو، مقام دار سے مراد یا تو انجام یعنی ہلاکت ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ فاسقوں کے ملک پر تمہیں حکمرانی عطا کروں گا، اور اس سے مراد ملک شام ہے جس پر اس وقت عمالقہ کی حکمرانی تھی جو اللہ کے نافرمان تھے۔ (ابن کثیر)

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ اِیْ بُعْدِ ذَٰهَابِهِ اِلَى الْمُنَاجَاةِ مِنْ حُلِيِّهِمْ الَّذِی اسْتَعَارُوْهَا مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ لَعَلَّہٗ عَرَسَ فِیْہِیْ عِنْدَہُمْ عِجَلًا صَاغَہ لَہُمْ مِنْہُ السَّامِرِیَّ جَسَدًا بَدَلُ لَحْمًا وَدُمًا لَّہٗ حَوَارِ اِیْ صَوْتُ یُسْمَعُ اِنْقَلَبَ کَذٰلِکَ بَوْضَعُ التُّرَابِ الَّذِی اخَذَہُ مِنْ خَافِرِ فَرَسٍ جَبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ فَمِہٖ فَاَنَّ اَثَرَ الْحَیَاةِ فِیْمَا یُوضَعُ فِیْہِ وَمَفْعُوْلُ اتَّخَذَ الثَّانِیَ مَحْذُوْفٌ اِیْ اِلَہَا اَلْمُرُوْا اَنَّهُ لَا یُکَلِّمُہُمْ وَلَا یَهْدِیْہُمْ سَبِیْلًا فَکِیْفَ یَتَّخِذُ اِلَہَا اِتَّخَذُوْہُ اِلَہًا وَکَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ۝۱۰۱ بِاتَّخَاذِہٖ وَلَمَّا سَقَطَ فِیْ اَیْدِیْہُمْ اِیْ نَدَسُوْا عَلٰی عِبَادَتِہٖ وَرَاَوْا اِیْ عَلِمُوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا بِہَا وَذٰلِکَ بَعْدَ رُجُوْعِ مُوسٰی قَالُوْا لَیْن لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَیَغْفِرْ لَنَا بِالْبَیْءِ وَالتَّاءِ فِیْمَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝۱۰۲ وَلَمَّا رَاجَعَ مُوسٰی اِلٰی قَوْمِہٖ غَضَبَانَ مِنْ جَہَنِّہُمْ اَسْفًا شَدِیْدَ الْحُزْنِ قَالَ لَہُمْ یٰسَمَآ اِیْ یُسَّسَ خِلَافَہٗ خَلَفْتُمُوْنِیْ ہَا مِنْ بَعْدِیْ خِلَافَتُکُمْ ہٰذِہٖ حِیْثُ اَشْرَکْتُمْ اَعْمَلْتُمْ اَمْرًا بِکُمْ وَالْقَیِّ اَلْاَوَاحِ اَلْوَاخِ التَّوْرَۃُ غَضَبًا لِّرَبِّہٖ فَتَکَسَّرَتْ وَاَخَذَ بِرَاسِ اَخِیْہٖ اِیْ بِشَعْرَہٖ بَیْمِیْنِہٖ وَلِحِیَّتِہٖ بِشِمَالِہٖ یَجْرُؤُ اِلَیْہٗ غَضَبًا قَالَ اِبْنُ اَمْرِ بِکَسْرِ الْمِیْمِ وَفَتْحِہَا اَرَادَ اَتٰی وَذَکَّرُہَا اَعْطَفَ لِقَلْبِہٖ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَکَادُوْا قَارِبُوْا یَقْتُلُوْنِیْ فَلَا تُشْمِتْ تَفْرِخْ بِیْ اَلْاَعْدَاءَ بِاِهَانَتِکَ اِیَّآیْ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظَّٰلِمِیْنَ ۝۱۰۳ بِعِبَادَةِ الْعِجَلِ فِی الْمُوْا اخَذَہٗ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ مَا صَنَعْتُ بِاِخِی وَلَا تَجْعَلْ لِّیْ اَشْرَکَہٗ فِی الدَّعَآءِ اِرْضَآءَ لَہٗ وَدَفْعًا لِّلشَّمَاتِہٖ بِہٖ وَاَدْخِلْنَا فِی رَحْمَتِکَ کَانَتْ اَرْحَمَ الرَّحِیْمِ ۝۱۰۴

ترجمہ: اور موسیٰ کی قوم (بنی اسرائیل) نے موسیٰ کے مناجات کے لئے جانے کے بعد ان زیورات سے جن کو وہ فرعون کی قوم (قبطیوں) سے شادی کے بہانے عاریۃ لے آئے تھے، پھر وہ ان ہی کے پاس رہ گئے تھے، گوشت پوست (خون) کے بچھڑے کا ایک پتلا (معبود) سامری نے ان کے لئے اس زیور کا بنادیا، جسداً، عجلاً سے بدل ہے معنی میں گوشت اور خون کے ہے اس کی بیل کے جیسی آواز تھی جو سنی جاتی تھی، اس طرح قلب ماہیت پتلے کے منہ میں اس مٹی کے ڈالنے کی وجہ سے ہو گئی جس کو سامری نے جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے لے لیا تھا، اس مٹی کا اثر زندگی ہر اس شئی پر ظاہر ہوتا تھا، جس میں وہ الہی جاتی، اتخذاً کا مفعول محذوف ہے اور وہ الہا ہے، کیا انھیں نظر نہیں آتا کہ وہ نہ ان سے بولتا ہے؟ نہ کسی معاملہ میں ان کی رہنمائی کرتا ہے اس کو کس طرح معبود بنایا جاسکتا ہے، مگر پھر بھی انہوں نے اس کو معبود بنالیا، اس کو معبود

بنا کر بڑی نا انصافی کا کام کیا، اور جب وہ پچھڑے کی بندگی پر نادم ہوئے اور ان کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ درحقیقت اس کی وجہ سے گمراہ ہو گئے ہیں اور یہ موسیٰ علیہ السلام کے واپس آنے کے بعد ہوا، تو کہنے لگے، اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہم سے درگزر نہ کیا تو ہم یقیناً زیاں کاروں میں ہو جائیں گے، اور (ادھر) جب موسیٰ علیہ السلام ان پر غصے اور شدید غم میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے تو ان سے فرمایا تم لوگوں نے میرے بعد بہت بڑی جانشینی کی، تمہاری یہ جانشینی کہ تم شرک میں مبتلا ہوئے کیا تم سے اتنا صبر نہ ہو سکا کہ اپنے رب کے حکم کا انتظار کر لیتے؟ اور جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھیں، (یعنی) خدا کے لئے غصہ میں تو رات کی تختیاں (ایک طرف رکھ دیں) جو ٹوٹ گئیں، اور اپنے بھائی کے سر کے بال دائیں ہاتھ سے اور ان کی ڈاڑھی بائیں ہاتھ سے پکڑ کر غصہ میں اپنی طرف کھینچتے (ہارون علیہ السلام) نے کہا اے میرے بھائی ان لوگوں نے مجھے کمزور پایا (یعنی مجھے دبایا) اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالیں، پس تم اپنی طرف سے میری توہین کر کے دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دو، اور مجھ کو پچھڑے کی بندگی کرنے کی وجہ سے مواخذہ میں ظالم لوگوں میں شمار نہ فرمائیں، (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا اے میرے رب جو میں نے اپنے بھائی کے ساتھ کیا اسے معاف فرما اور میرے بھائی کو معاف فرما، دعاء میں اپنے بھائی کو ان کو خوش کرنے اور دشمنوں کی خوشی کو دفع کرنے کیلئے شریک کر لیا، اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

تحقیق ترکیب تسبیح تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: حُلِيٍّ، حُلِيٍّ کی جمع ہے، جیسا کہ تُدِيُّ تُدِيٍّ کی جمع ہے، حُلِيٍّ اصل میں حُلُوٌّ تھا، واو اور یاء ایک جگہ جمع ہوئے ساکن واو کو یاء کیا اور یاء کو یاء میں ادغام کر دیا، اور یاء کی رعایت سے لام کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا، حُلِيٍّ ہو گیا۔

قَوْلُهُ: صَاغَهُ لَهُمُ السَّامِرِيُّ، سامری صاغ کا فاعل ہے اور ضمیر عجلًا کی طرف راجع ہے لہم کی ضمیر قوم کی طرف راجع ہے اور منہ کی ضمیر سونے کے زیورات کی طرف راجع ہے، مطلب یہ ہے کہ سامری نے سونے کے زیورات سے قوم بنی اسرائیل کیلئے ایک پچھڑا ڈھال دیا۔

تَبَيَّنَتْ: جلالین کے نسخوں میں صَاغَهُ کے بجائے صَاغَهُمْ ہے جو زلت قلم معلوم ہوتی۔

قَوْلُهُ: جَسَدًا، بَدَلٌ۔

سَوَّالٌ: عَجَلًا کا بدل جَسَدًا لانے کی کیا ضرورت پیش آئی؟

جَوَابٌ: اس بدل سے یہ شبہ دور کر دیا کہ ہو سکتا ہے عجل نقش علی الحائط کے طور پر بنایا ہو اور جب اس کا بدل جَسَدًا آگیا تو معلوم ہو گیا پتلا بنایا تھا نہ کہ نقش بردیوار۔

قَوْلُهُ: لَحْمًا وَدَمًا اس میں اشارہ ہے کہ یہ پچھڑا حقیقی پچھڑے کے مانند گوشت پوست اور خون وغیرہ سے مرکب تھا، (مگر یہ تفسیر مرجوح ہے)۔

قَوْلٌ : وَمَفْعُولٌ اتَّخَذَ الثَّانِي مَحْذُوفٌ اِی الِهَا اس میں اشارہ ہے کہ اتَّخَذَ بمعنی صَنَعَ نہیں ہے کہ ایک مفعول پر اقتصار جائز ہو اسلئے کہ مطلق صَنَعَ اس کو معبود بنائے بغیر سزائے مذکور کا مستحق نہیں ہو سکتا لہذا اخذ کا مفعول ثانی جو کہ الہا ہے محذوف ہے۔

قَوْلٌ : اِی نَدِمُوا ، وَلَمَّا سَقِطَ فِیْ اَیْدِیْہِم ، محاورہ میں اس کے معنی نادم ہونے کے ہیں ، سَقِطَ فِیْ اَیْدِیْہِم ، اِی ندموا ، (جوہری) تَقُولُ ، العرب لكل نادم علی امر ، قد سَقِطَ فِیْ یَدِہ (معالم)۔

قَوْلٌ : بئسَ خِلَافَةً یہ بئسما میں ما نکرہ کی تیز ہے۔

قَوْلٌ : خَلَفْتُمُونِی ہا۔

سَوَالٌ : ہا، مقدر ماننے کی کیا ضرورت ہے؟

جَوَابٌ : یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ ہا، موصولہ یا موصوفہ ہے اور خلفتہ موصی اس کا صلہ یا صفت ہے حالانکہ صلہ اور صفت جب جملہ ہو تو عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے، ہا، مقدر مان کر اشارہ کر دیا کہ عائد محذوف ہے۔

قَوْلٌ : خِلَافَتُکُمْ ہِذِہ ، یہ مخصوص بالذم محذوف ہے۔

قَوْلٌ : غَضَبًا لِّرَبِّہ یہ غضب ممنوع سے اعتذار ہے، یعنی مطلقاً غضب ممنوع ہے مگر اللہ کے لئے عداوت محبوب ہے کہا جاتا ہے الحب فی اللہ والبغض فی اللہ خدا ہی کیلئے محبت اور خدا ہی کے لئے عداوت۔

قَوْلٌ : ذِکْرُہَا اَعْطَفُ لِقَلْبِہ ، یہ اس سوال کا جواب ہے کہ، یا بن امّ، سے معلوم ہوتا ہے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی نہیں ہیں، حالانکہ دونوں حقیقی بھائی ہیں، اس کا جواب دیا کہ ماں جائے کہنا دل کو زیادہ نرم کرنے والا ہے بہ نسبت اس کے عکس کے یعنی یا بن ام میں زیادہ قربت و شفقت معلوم ہوتی ہے بہ نسبت یا بن ابی کے۔

تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْح

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسٰی مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ خُلَیْئِہِمۡ عَجَلًا جَسَدًا لِّہٖ خَوَار ، یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کی طلبی پر کوہ سینا پر گئے ہوئے تھے، اور حضرت موسیٰ تیس دن میں واپسی کا وعدہ کر کے گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے مزید دس دن کا اضافہ فرمادیا، قوم بنی اسرائیل پہاڑ کی تیلیٹی میں میدانِ راحہ میں ٹھہری ہوئی تھی۔

ابھی موسیٰ علیہ السلام کو وہ طور ہی پر تھے کہ پیچھے سامری نامی ایک شخص نے جس کا نام بھی موسیٰ تھا اور منافق تھا قوم کا سونا جمع کر کے ایک زرین گوسالہ بنا لیا جس میں اس نے حضرت جبریل علیہ السلام کے سُم کے نیچے کی مٹی ڈال دی، اس معبود زریں کی یہ کیفیت تھی کہ وہ محض ایک جسد تھا بے جان، ایک قالب تھا بے روح، ایک جسم تھا بے حیات، اس سے ایک آواز نکلتی تھی نکھرے کی آواز کے مشابہ، کہتے ہیں کہ اس مٹی کے اثر سے اس میں کچھ حیات کے آثار نمودار ہو گئے تھے جس کی وجہ سے وہ ہمیں بھیس کرنے لگا تھا، نہ اس میں حس تھی اور نہ حرکت، ایسی آواز تو مٹی کے کھلونوں میں بھی معمولی صنعت گری سے پیدا ہو جاتی ہے، آجکل صنعتی اور تکنیکی دور میں تو کھلونے نہ صرف مختلف قسم کی آواز نکالتے ہیں بلکہ عجیب و غریب حرکت بھی کرتے اور چلتے پھرتے ہیں،

مطلب یہ کہ وہ زین پچھڑا واقعی جاندار نہیں تھا، بعض محققین نے اس کی صراحت کی ہے۔

كَانَ جَسَدًا مِنْ ذَهَبٍ لَا رُوحَ فِيهَا كَانِ يَسْمَعُ مِنْهُ صَوْتُ (معالم) بعض مفسرین نے یہاں ایک بحث یہ چھیڑ دی ہے کہ یہ پچھڑا حرکت بھی کرتا تھا یا نہیں اللہ جزائے خیر عطا فرمائے صاحب روح المعانی کو کہ انہوں نے یہ خوب لکھ دیا کہ لیست ہذہ المسئلۃ من الہمات، یہ سرے سے کوئی اہم بات ہی نہیں، سامری نے اس پچھڑے کے ذریعہ بنی اسرائیل کو گمراہ کر دیا اور قوم کو یہ سمجھا دیا کہ موسیٰ علیہ السلام مجبوری کی تلاش میں کوہ طور پر گئے ہیں اور معبود یہاں آگیا ہے۔

سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ، یہ عربی محاورہ ہے اس کے معنی نادم ہونا ہے، یہ ندامت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی کے بعد ہوئی، جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو زجرو تو بیخ کی جیسا کہ سورہ توبہ میں ہے یہاں اسے مقدم اس لئے کر دیا گیا ہے کہ ان کا فعل اور قول جمع ہو جائے۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے آکر دیکھا کہ قوم گو سالہ پرستی میں لگی ہوئی ہے تو سخت غضبناک ہوئے، گو بنی اسرائیل کے گمراہ ہو جانے کی خبر بذریعہ وحی پہاڑ ہی پر دیدی گئی تھی، مگر جب اپنی نظروں سے قوم کی گمراہی کو دیکھا تو دینی غیرت اور ایمانی حرارت بھڑک اٹھی اور بے خودی کی کیفیت میں تورات کی تختیاں جو کوہ طور سے اپنے ہمراہ لائے تھے جلالت میں اس طور پر رکھیں کہ دیکھنے والوں کو ایسا محسوس ہوا کہ انہوں نے نیچے پھینک دیں، جس کے لئے قرآن نے القسیٰ کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی ڈال دینے کے ہیں اور اگر ڈال بھی دیں ہوں تو اس میں بے ادبی کی کوئی بات نہیں اسلئے کہ یہ واقعہ دینی حمیت اور غیرت کی وجہ سے بے خودی اور بے اختیاری کے عالم میں پیش آیا۔

خَالِكًا: حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے لیکن یہاں حضرت ہارون علیہ السلام نے ماں جائے اسلئے کہا کہ اس لفظ میں پیار اور نرمی کا پہلو زیادہ ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام کا عذر:

حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنا یہ عذر پیش کیا جس کی وجہ سے وہ اپنی قوم کو شرک میں مبتلا ہونے سے باز رکھنے میں ناکام رہے، حضرت ہارون علیہ السلام فرماتے ہیں، اے میرے پیارے ماں جائے بھائی میری بات تو سن لیجئے، میں نے تو اپنی والی بہت کوششیں کی لیکن یہ ظالم و سرکش جب خدا کے خلاف گردن کشی میں باک نہیں رکھتے؟ تو میری پرواہ کب کرتے؟ میری ایک نہ چلی اور جب میں نے زیادہ روک ٹوک کرنی چاہی تو بغاوت پر آمادہ ہو گئے، میری جان بچ گئی یہی بہت ہے۔

توریت میں حضرت ہارون علیہ السلام پر گو سالہ سازی کا الزام:

کہاں عصمت انبیاء کا یہ قرآنی مقام اور کہاں توریت کی تصریحات کہ اس بت پرستی کے بانی اور باعث ہی معاذ اللہ حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔

قرآن کی براءت:

یہاں قرآن نے حضرت ہارون علیہ السلام کی ایک بہت بڑے الزام سے براءت کی ہے جس کو یہود نے زبردستی حضرت ہارون علیہ السلام پر چسپاں کر رکھا تھا بائبل میں پچھڑے کی پرستش کا واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے۔

جوموسیٰ کو پہاڑ سے اترنے میں دیر لگی تو بنی اسرائیل نے بے صبر ہو کر حضرت ہارون سے کہا کہ ہمارے لئے ایک معبود بنا دو، اور حضرت ہارون نے ان کی فرمائش کے مطابق سونے کا ایک ٹچھڑا بنا دیا، جسے دیکھتے ہی بنی اسرائیل پکار اٹھے کہ اے بنی اسرائیل یہی تیرا وہ خدا ہے جو تجھے ملک مصر سے نکال لایا ہے پھر حضرت ہارون نے اس کیلئے ایک قربان گاہ بنائی اور اعلان کر کے دوسرے روز تمام بنی اسرائیل کو جمع کیا اور اس کے آگے قربانیاں چڑھائیں۔ (خروج باب ۳۲ آیت ۱-۶)

قرآن مجید میں متعدد جگہ پر اس غلط بیانی کی تردید کی گئی ہے۔

یہاں بھی گوسالہ سازی اور گوسالہ پرستی کی نسبت بنی اسرائیل کی طرف کرتے ہوئے فرمایا ”وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ حَلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَهُ خُور“۔

بظاہر یہ بات بڑی حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل جن لوگوں کو پیغمبر مانتے ہیں ان میں کسی کو انہوں نے داغدار کئے بغیر نہیں چھوڑا ہے اور داغ بھی ایسے سخت لگائے ہیں جو اخلاق و شریعت کی نگاہ میں بدترین جرائم شمار ہوتے ہیں مثلاً شرک، جادوگری، زنا، جھوٹ، دغا بازی اور ایسے دوسرے شدید معاصی جن سے آلودہ ہونا پیغمبر تو درکنار ایک معمولی مومن اور شریف انسان کے لئے بھی سخت شرمناک ہے، یہ بات بجائے خود بڑی عجیب ہے لیکن بنی اسرائیل کی اخلاقی تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت اس قوم کے معاملہ میں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے یہ قوم جب اخلاقی و مذہبی انحطاط میں مبتلا ہوئی اور عوام سے گذر کر ان کے خواص تک کو حتیٰ کہ علماء و مشائخ اور دینی منصب داروں کو بھی گراہیوں اور بد اخلاقیوں کا سیلاب بہا لے گیا تو ان کے مجرم ضمیر نے اپنی اس حالت کے لئے عذر تراشنے شروع کئے اور اسی سلسلہ میں انہوں نے وہ تمام جرائم جو خود کرتے تھے انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب کر ڈالے تاکہ یہ کہا جاسکے کہ جب نبی تک ان چیزوں سے نہ بچ سکے تو بھلا اور کون بچ سکتا ہے، اس معاملہ میں یہودیوں کا حال ہندوؤں سے ملتا جلتا ہے ہندوؤں میں بھی جب اخلاقی انحطاط انتہاء کو پہنچ گیا تو وہ لٹریچر تیار ہوا جس میں دیوی دیوتاؤں کی، رشیوں، مینوں اور اوتاروں کی، غرض جو بلند کردار آئیڈیل (نمونے) قوم کے سامنے ہو سکتے تھے ان سب کی زندگیاں بد اخلاقی کے تارکول سے سیاہ کر ڈالی گئیں تاکہ یہ کہا جاسکے کہ جب ایسی ایسی عظیم ہستیاں ان قبائح میں مبتلا ہو سکتی ہیں تو بھلا ہم معمولی انسان ان میں مبتلا ہوئے بغیر کیسے رہ سکتے ہیں۔

قَالَ إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعَذَّبُوا بِالْآثَرِ بِقَتْلِهِمْ أَنْفُسَهُمْ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ الَّتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَكَذَلِكَ جَزَيْنَاهُمْ نَجْرَى الْمُفْتَرِينَ ۖ عَلَى اللَّهِ بِالْإِشْرَافِ

وغيرہم **وَالَّذِينَ كَفَرُوا السَّيِّئَاتِ لَمَّا تَابُوا رَجَعُوا عَنْهَا مِنْ بَعْدِهَا وَآمَنُوا بِاللّٰهِ اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا اٰی التَّوْبَةِ لَغَفُورٌ**
لَهُمْ رَحِيمٌ ۵۰ **وَلَمَّا سَكَتَ سَكَنَ عَنْ مُوسَى الْغَضُّ اخَذَ الْاَلْوَاحَ** ۵۱ **الَّتِي اَلَقَاهَا فِي سُجُنِهَا اٰی مَا نُسِخَ**
فِيهَا اٰی كُتِبَ هُدًى مِنَ الضَّلَالَةِ وَرَحْمَةً لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ۵۲ **يَخَافُونَ وَاَدْخَلَ اللّٰمَ عَلَى الْمَفْعُولِ**
لِتَقْدِبِهِ وَلِاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ اٰی مِنْ قَوْمِهِ سَبْعِينَ رَجُلًا مِمَّنْ لَّمْ يَعْبُدُوا الْعِجْلَ بِاَمْرِ تَعَالٰی اَلْمُيَقَّاتِ اٰی
الْوَقْتِ الَّذِي وَعَدْنَاهُ اٰتِيَانِهِمْ فِيهِ لِيَعْتَذِرُوا مِنْ عِبَادَةِ اَصْحَابِهِمُ الْعِجْلَ فَخَرَجَ بِهِمْ فَلَمَّا اخَذَهُمُ الرِّحْمَةُ
الزَّلْزَلَةُ الشَّدِيدَةُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ لَانَهُمْ لَمْ يُزَايِلُوا قَوْمَهُمْ حِينَ عَبَدُوا الْعِجْلَ قَالَ
وَهُمْ غَيْرُ الَّذِينَ سَأَلُوا الرُّوْيَةَ وَاَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ قَالَ مُوسَى رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِنْ قَبْلِ اٰی قَبْلِ خُرُوجِي
بِهِمْ لِيُعَايِنَ بَنُو اِسْرَآئِيلَ ذَلِكَ وَلَا يَتَّبِعُونِي وَاٰی اٰی اَنْهٰ لَكُمْ اِمَّا فَعَلَ الشُّفَهَاءُ مِنَّا اسْتَفْهَامٌ اسْتِعْطَابٌ اٰی
لَا تُعَذِّبْنَا بِذَنْبٍ غَيْرِنَا اِنْ مَا هِيَ اٰی الْفِتْنَةِ النَّبِیِّ وَقَعَتْ فِيهَا الشُّفَهَاءُ اَلَا فَنَتَّكُ اِبْتِلَاؤُكَ
تُضِلُّ بِهِمَا مَنْ تَشَاءُ اَضْلَالَهُ وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ هٰذَا اٰیَةُ اَنْتَ وَلِيْنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ۵۳ وَاَكْتُبَ
اَوْجِبَ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً اِنَّا هٰذَا نَبَا اِلَيْكَ قَالَ تَعَالٰی عَذَابِيْ اُصِيبُ بِهِ
مَنْ اَشَاءُ تَغْذِيْبُهُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فِي الدُّنْيَا فَسَاكُنْهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ
الزَّكٰوةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِاٰيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ۵۴ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الَّذِیْ حَمَّداً صَلٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْاِنْجِلِ بِاسْمِهِ وَصِفَتِهِ يَامُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَيُجِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ مَا حَرَّمَ فِی شَرْعِهِمْ وَيُخَوِّعُهُمْ اَلِخْبِیْثِ مِنَ الْمُنِیَّةِ وَنَحْوَهَا
وَيَضَعُ عَنْهُمْ اَصْرَهُمْ یَقْلَهُمُ وَالْاَغْلَالَ الشَّدَائِدَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ كَقَتْلِ النَّفْسِ فِی التَّوْبَةِ وَقَطْعِ اَثَرِ
النَّجَاسَةِ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهِ مِنْهُمْ وَعَزَّرُوْهُ وَقَرُّوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَهُ اٰی الْقِرَآنِ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۵۵

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے گوسالہ کو معبود بنایا ان پر ان کے رب کی طرف سے غضب عذاب اور ذلت دنیوی

زندگی ہی میں پڑے گی، چنانچہ خود کو قتل کرنے کا حکم دیکر عذاب میں مبتلا کئے گئے، اور قیامت تک کے لئے ان پر ذلت مسلط کر دی

گئی، اور جیسی ہم نے ان کو سزا دی ویسی ہی شرک وغیرہ کے ذریعہ اللہ پر افتراء کرنے والوں کو سزا دیتے ہیں اور جن لوگوں نے

بد اعمالیاں کیں پھر وہ بد اعمالیوں کے بعد بد اعمالیوں سے باز آ گئے اور اللہ پر ایمان لے آئے بے شک تمہارا رب اس توبہ کے بعد

ان کو معاف کرنے والا ان پر رحم کرنا والا ہے اور جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو ان سختیوں کو اٹھا لیا جن کو ڈال دیا تھا جن

کی تحریر میں یعنی جو ان میں لکھا ہوا تھا گمراہی سے ہدایت تھی، ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور مفعول

(لربہم) پرلام داخل کر دیا اس کے مقدم ہونے کی وجہ سے، اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے اللہ تعالیٰ سے حکم کے ان لوگوں میں سے جنہوں نے بچھڑے کی پرستش نہیں کی تھی، ستر آدمیوں کو منتخب کیا، تاکہ وہ ہمارے مقرر کردہ اس وقت پر حاضر ہوں جس پر ان کو آنے کے لئے کہا گیا ہے تاکہ اپنے رفقاء کی گوسالہ پرستی کی معذرت کریں، چنانچہ وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ روانہ ہوئے، جب ان لوگوں کو ایک سخت زلزلہ نے آ پکڑا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کی قوم نے گوسالہ پرستی کی تھی تو ان لوگوں نے اُن سے قطع تعلق نہیں کیا (ان میں گھلے ملے رہے) اور (حضرت ابن عباس) نے فرمایا یہ ان لوگوں کے علاوہ ہیں جنہوں نے خدا کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا، اور ان کو بجلی کی کڑک نے پکڑ لیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے میرے پروردگار اگر آپ چاہتے تو انہیں اور مجھے پہلے ہی یعنی ان کو میرے ساتھ لے کر نکلنے سے پہلے ہلاک کر سکتے تھے، تاکہ بنی اسرائیل ان کی ہلاکت کا خود مشاہدہ کر لیتے اور مجھ پر تہمت نہ رکھتے، کیا آپ اس تصور میں جو ہمارے چند نادانوں نے کئے ہم سب کو ہلاک کر دیں گے؟ استفہام طلب رحمت کے لئے ہے یعنی دوسروں کے قصور کی وجہ سے ہمیں ہلاک نہ کر، یہ تو آپ کی جانب سے آزمائش تھی جس میں آپ نے نادانوں کو مبتلا کر دیا، اس کے ذریعہ آپ جس کو گمراہ کرنا چاہیں گمراہ کریں اور جس کی ہدایت چاہیں ہدایت دیں ہمارے سر پرست تو آپ ہی ہیں، پس ہمیں معاف کر دیجئے اور ہم پر رحم فرمائیے آپ سب سے بڑھکر معاف کرنے والے ہیں اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی مقدر کر دیجئے، اور آخرت میں بھی بھلائی مقدر کر دیجئے ہم نے آپ کی طرف رجوع کر لیا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میرا عذاب ہر اس شخص کو پہنچے گا جس کو میں عذاب دینا چاہوں گا اور میری رحمت دنیا میں ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اسے میں آخرت میں ان لوگوں کے حق میں مقدر کر دوں گا جو پرہیزگاری اختیار کریں گے زکوٰۃ دیں گے اور ہماری آیتوں پر ایمان لائیں گے (یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے) جو رسول نبی امی محمد ﷺ کی پیروی اختیار کریں گے جن کا ذکر ان کے پاس تورات اور انجیل میں ان کے نام اور صفت کے ساتھ لکھا ہوا ہے اور جو ان کو امر بالمعروف کریں گے اور ان کو برائیوں سے روکیں گے ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے جن کو ان کی شریعت میں حرام کر دیا گیا ہے اور ان پر خبیث چیزوں کو حرام کرتا ہے (مثلاً) مردار وغیرہ، اور ان کے اوپر سے انکے بوجھ کو اتارتا ہے (جو ان پر لدے ہوئے تھے) اور بندشوں کو کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے جیسا کہ توبہ کے لئے قتل نفس کرنا اور نجاست کے اثر (یعنی مقام نجاست) کو کاٹنا، لہذا جو لوگ ان میں سے اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی حمایت و نصرت کریں گے اور اس نور قرآن کی پیروی کریں گے جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہی فلاح پانے والے ہیں۔

تحقیق و تفسیر کی تہذیب و تفسیری فوائد

قَوْلُہٗ: مَا نُنَسِخْ فِیْہَا، اس میں اشارہ ہے کہ مصدر بمعنی مفعول ہے جیسے خطبہ بمعنی مخطوب، لہذا معنی درست ہیں۔
قَوْلُہٗ: کُتِبَ، اس لفظ کا اضافہ تعین معنی کے لئے ہے اسلئے کہ نسخ کے متعدد معنی آتے ہیں، مثلاً اٹھانا، مٹانا، تبدیل کرنا، نقل

کرنا، یہاں لکھنے کے معنی میں ہے۔

قَوْلًا: وَأَدْخَلَ اللَّامَ عَلَى الْمَفْعُولِ، یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ رَهَبَ متعدی بنفسہ ہوتا ہے لہذا اس کے مفعول پر لام داخل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی حالانکہ یہاں اس کے مفعول پر جو کہ لِسَرَبْہِم ہے لام داخل ہے، جواب کا حاصل یہ ہے کہ فعل کا مفعول جب فعل پر مقدم ہو جاتا ہے تو فعل عمل میں ضعیف ہو جاتا ہے اسی وجہ سے اس کے مفعول پر لام داخل کر دیا جاتا۔ (ترویج الارواح)

قَوْلًا: مِنْ قَوْمِهِ، یہ ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض: یہ ہے کہ اختارَ لازم ہے، نہ کہ متعدی بنفسہ، اور اختارَ قَوْمَهُ میں متعدی بنفسہ استعمال ہوا ہے من قومہ کہہ کر اس کا جواب دیا کہ یہ حذف والیصال کے قبیل سے ہے حرف جر کو حذف کر کے فعل کو قوم سے متصل کر دیا، اور یہ طریقہ جو صرف چند افعال میں سنا گیا ہے ان ہی میں سے اختارَ، امرَ، زوجَ، استغفرَ، صدقَ، عادَ، انبأَ ہیں۔

قَوْلًا: وَإِیَّایَ، اس کا عطف اھلکَہُمْ کی ہم ضمیر پر ہے۔

قَوْلًا: تُبْنَا، مفسرِ علام نے ہُذْنَا کی تفسیر تُبْنَا سے کر کے بتا دیا کہ ہُذْنَا، هَاذِ یُھُوذُ سے مشتق ہے جس کے معنی رجوع کرنے تو بہ کرنے کے ہیں نہ ہدیٰ بھدی ہدایۃ بمعنی دلالت کرنا، رہنمائی کرنا سے۔

قَوْلًا: الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ اس میں تین ترکیبیں ہیں، اول الذین یتبعون مبتداء، یا مَرُھم اس کی خبر، دوسری ترکیب الذین یتبعون مبتداء مقدر کی خبر تقدیر عبارت یہ ہوگی ہم الذین یتبعون، تیسری ترکیب، الذین یتبعون، الذین یتقون سے بدل کل ہو۔

تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيِّئًا لَّهُمْ غَضَبٌ مِنْ رَبِّهِمْ، دنیا میں ذلت کے علاوہ ایک غضب تو یہ ضروری قرار پایا کہ توبہ کے لئے قتل نفس ضروری قرار دیا گیا، جن لوگوں نے اخلاص کے ساتھ توبہ کر لی ان کے لئے اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے، اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں آخرت میں ان کو کوئی سزا نہ ملے گی اور جنہوں نے توبہ نہ کی ان کو آخرت میں تو سزا ملے گی دنیا میں بھی ان سے مواخذہ ہوگا، جیسا کہ سامری چونکہ اس نے توبہ نہیں کی تھی جس کی وجہ سے دنیا میں بھی غضب کا مستحق ہوا کہ لامس اس کہتا ہوا جانوروں کے ساتھ زندگی بھر پھرتا رہا اگر کوئی اس کو یادہ کسی کو چھو دیتا تھا تو دونوں بخار میں مبتلا ہو جاتے تھے۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ یہ خاصیت آج تک اس کی نسل میں پائی جاتی ہے، (معارف) سفیان بن عیینہ نے فرمایا جو لوگ دین میں بدعت اختیار کرتے ہیں وہ بھی اسی افتراء علی اللہ کے مجرم ہو کر اس سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْإِلَاحَ وَفِي نُسخَتِهَا هَدَى، نُسخةٌ بوزن فُعْلَة، بمعنی مفعول اس اصل کو کہتے ہیں جس سے نقل کیا جاتا ہے، اور نقل شدہ کو بھی نسخہ کہہ دیا جاتا ہے، یہاں نسخہ سے یا تو تورات کی وہ اصل تختیاں مراد

ہیں جن پر توریت لکھی ہوئی تھی، یا وہ تختیاں مراد ہیں جو اصل تختیوں کے ٹوٹنے کے بعد دوسری عطا کی گئی تھیں، روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کو بجلت رکھا تھا تو وہ ٹوٹ گئی تھیں، پھر اللہ نے ان کو کسی دوسری چیز میں لکھا ہوا، عطا فرمایا اس کو نسخہ کہا گیا ہے۔ (معارف)

وَ اخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم خداوندی سے کوہ سینا پر اپنے ہمراہ لیجانے کے لئے ستر آدمیوں کو منتخب کیا، یہ آدمی کون تھے انہیں روایات مختلف ہیں۔

بنی اسرائیل کے منتخب کردہ ستر آدمی کون تھے؟

ان ستر آدمیوں کی تعیین میں مفسرین کا اختلاف ہے، ایک رائے یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے تورات کے احکام انہیں سنائے تو انہوں نے کہا، ہم کیسے یقین کر لیں کہ یہ کتاب واقعی اللہ کی طرف سے ہے، ہم تو جب تک خود اللہ کو کلام کرتے ہوئے نہ سن لیں تسلیم نہ کریں گے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ستر سربرآوردہ لوگوں کا انتخاب کیا اور انہیں اپنے ہمراہ کوہ طور پر لے گئے، وہاں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلام ہوئے جسے ان لوگوں نے بھی سنا، لیکن وہاں انہوں نے ایک نیا مطالبہ کر دیا کہ ہم تو جب تک اللہ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں گے یقین نہ کریں گے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ ستر آدمی وہ ہیں جو پوری قوم کی طرف سے پچھڑے کی عبادت کے جرم عظیم کی توبہ اور معذرت کے لئے کوہ طور پر لیجائے گئے تھے اور وہاں جا کر انہوں نے اللہ کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔

تیسری رائے یہ ہے کہ یہ ستر آدمی وہ ہیں کہ جنہوں نے بنی اسرائیل کو پچھڑے کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا تھا لیکن انہیں منع نہیں کیا اور نہ ان سے قطع تعلق کیا بلکہ ان ہی میں گھلے ملے رہے۔

چوتھی رائے یہ ہے کہ یہ ستر آدمی وہ ہیں جنہیں اللہ کے حکم سے کوہ طور پر لے جانے کیلئے چنا گیا تھا وہاں جا کر انہوں نے اللہ سے دعائیں کیں، جن میں ایک دعاء یہ تھی کہ، یا اللہ ہمیں تو وہ کچھ عطا فرما جو نہ تو اس سے قبل تو نے کسی کو عطا کیا اور نہ آئندہ کسی کو عطا کرنا، اللہ تعالیٰ کو یہ دعاء پسند نہیں آئی جس پر وہ زلزلے کے ذریعہ ہلاک کر دیئے گئے، زیادہ تر مفسرین دوسری رائے کے قائل ہیں، انہوں نے وہی قصہ قرار دیا جس کا ذکر سورۃ بقرہ آیت ۵۶ میں آیا ہے جہاں ان پر صاعقہ (بجلی کی کڑک) کے ذریعہ موت واقع ہونے کا ذکر ہے، اور یہاں ربحۃ (زلزلے) سے موت کا ذکر ہے مگر اس کی تطبیق ممکن ہے، ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی عذاب آئے ہوں اوپر سے بجلی کی کڑک اور نیچے سے زلزلہ، بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعاء کے بعد کہ اگر ان کو ہلاک کرنا ہی تھا تو اس سے قبل اس وقت سب کے سامنے ہلاک کر دیتا جب یہ گویا سالہ پرستی میں مصروف تھے، میں اس الزام سے بھی بری ہو جاتا اب قوم کہے گی کہ موسیٰ نے ان کو کوہ طور پر لیجا کر قتل کر دیا ہے، غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعاء قبول فرمائی اور ان کو زندہ کر دیا۔

قال عذابی اصیب بہ من اشاء ورحمتی وسیعت کل شیء مطلب یہ ہے کہ میرا عذاب صرف اسی کو پہنچے گا جس کو

چاہوں گا ہر گنہگار کو پہنچنا ضروری نہیں ہے، اور وہ وہ لوگ ہوں گے کہ جو تندر اور سرکشی اختیار کریں گے اور توبہ نہ کریں گے۔ اور رحمت کی وسعت کا مطلب یہ ہے کہ رحمت خداوندی دنیا میں مومن و کافر، فاسق و صالح، فرمانبردار اور نافرمان سب کو پہنچتی ہے اور سب ہی اس سے فیضیاب ہو رہے ہیں، حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ کی رحمت کے سو (۱۰۰) حصے ہیں یہ اس کی رحمت کا ایک حصہ ہے کہ جس سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے اور وحشی جانور اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہیں اور اس نے اپنی رحمت کے ننانوے حصے اپنے پاس رکھے ہیں۔ (صحیح مسلم وابن ماجہ)

الذین يتبعون الرسول النبي الأمي الذي يجذونه مكتوباً عندهم في التوراة والانجيل.

آپ کے اوصاف توراۃ اور انجیل میں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاء کا جواب سابقہ آیت میں دیدیا گیا ہے، اب اس کے بعد موقع کی مناسبت سے فوراً ہی بنی اسرائیل کو محمد ﷺ کی اتباع کی دعوت دی گئی ہے، سابقہ آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاء کے جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ یوں تو اللہ کی رحمت ہر چیز اور ہر شخص کے لئے وسیع ہے، لیکن مکمل نعمت و رحمت کے مستحق وہ لوگ ہوں گے جو ایمان و تقویٰ اور زکوۃ وغیرہ کے مخصوص شرائط کو پورا کریں گے، اس آیت میں ان لوگوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو ان شرائط پر پورے اترنے والے ہوں گے، اس ضمن میں آنحضرت ﷺ کی چند خصوصیات و علامات و کمالات کا بھی ذکر فرمایا۔

رسول اُمّی سے کیا مراد ہے؟

اس جگہ رسول اور نبی کے دو لقبوں کے ساتھ ایک تیسری صفت امی بھی بیان کی گئی ہے امی، ام کی طرف منسوب ہے، مطلب یہ کہ بچہ جب رحم مادر سے دنیا میں آتا ہے تو وہ اُن پڑھنا خواندہ ہوتا ہے، اسی نسبت سے عرب میں امی اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو، اگرچہ یہ لفظ کسی شخص کے لئے صفت مدح نہیں ہے بلکہ ایک عیب سمجھا جاتا ہے، مگر رسول اللہ ﷺ کے علوم و معارف اور خصوصیات و حالات و کمالات کے ساتھ امی ہونا آپ کے لئے بڑی صفت کمال بن گئی ہے ایک ایسے شخص کا جس نے کسی کے سامنے زانوئے تلمذ نہ کیا ہو علوم و معارف کا دریا بہا دینا اور ایسے بیش بہا علوم اور بے نظیر حقائق و معارف کا صدور اس کا ایک کھلا ہوا معجزہ ہے جس سے کوئی معاند و مخالف بھی انکار نہیں کر سکتا، خصوصاً جبکہ آپ کی عمر شریف کے چالیس سال مکہ میں سب کے سامنے اس طرح گزرے ہوں کہ کسی سے ایک حرف پڑھنا نہ سیکھا، ٹھیک چالیس سال پورے ہونے پر آپ کی زبان مبارک پر وہ کلام جاری ہوا جس کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کی مثال لانے سے پوری دنیا عاجز ہو گئی، تو ان حالات میں آپ کا امی ہونا آپ کے رسول من جانب اللہ ہونے اور قرآن کے کلام الہی ہونے پر ایک بڑی شہادت ہے اسلئے امی ہونا اگرچہ دوسروں کے لئے کوئی صفت مدح نہیں مگر رسول اللہ ﷺ کے لئے بہت بڑی صفت مدح و کمال ہے۔ (معارف)

آپ کو امی رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ توریت میں آپ کی علامت امی ہونا لکھا ہوا تھا اگر آپ امی نہ ہوتے تو یہود کو یہ

کہنے کا موقع مل جاتا کہ یہ آخری نبی نہیں ہے اس لئے کہ آخری نبی کی علامت اور شناخت یہ لکھی ہے کہ وہ امی ہوگا، آیت میں چوتھی صفت، رسول اللہ ﷺ کی یہ بیان فرمائی کہ وہ لوگ آپ کو تورات میں لکھا ہوا پائیں گے، یہاں یہ نہیں فرمایا کہ تورات میں آپ کی صفات کو لکھا ہوا پائیں گے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تورات وانجیل میں آپ کی صفات و علامات کو ایسی وضاحت سے پائیں گے کہ ان صفات و علامات کو دیکھنا گویا خود آنحضرت ﷺ کو دیکھنا ہے اور تورات وانجیل کی تخصیص یہاں اسلئے کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل ان ہی دو کتابوں کے قائل تھے ورنہ آپ کی صفات و علامات زبور میں بھی موجود تھیں۔

یہ گفتگو چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہو رہی ہے اسلئے انجیل کا ذکر پیش گوئی کے طور پر ہوگا ورنہ تو انجیل اس زمانہ میں موجود نہیں تھی۔

تورات وانجیل میں آپ ﷺ کی صفات و علامات:

موجودہ توریت وانجیل بے شمار تحریفات کے سبب اگرچہ قابل اعتماد نہیں رہیں اس کے باوجود اب بھی ان میں ایسے کلمات پائے جاتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ پر صادق آتے ہیں، اگر یہ بات واقعہ کے خلاف ہوتی تو اس زمانہ کے یہود و نصاریٰ کے لئے تو اسلام کے خلاف ایک بہت بڑا ہتھیار ہاتھ آ جاتا کہ اس کے ذریعہ قرآن کی تکذیب کر سکتے تھے، لیکن اس وقت کے یہود و نصاریٰ نے بھی اس کے خلاف کوئی اعلان نہیں کیا یہ خود اس بات پر شاہد ہے کہ اس وقت تورات وانجیل میں آپ کی صفات و علامات موجود تھیں، جس کی وجہ سے ان کے منہ پر مہر سکوت لگ گئی تھی۔

خاتم الانبیاء ﷺ کی جو صفات تورات وانجیل میں لکھی تھیں ان کا کچھ بیان تو قرآن مجید میں بحوالہ تورات وانجیل آیا ہے اور کچھ روایات حدیث میں ان حضرات سے منقول ہے جنہوں نے اصل تورات وانجیل کو دیکھا ہے اور ان میں آنحضرت ﷺ کا ذکر مبارک پڑھ کر مسلمان ہوئے۔

بیہقی کی ایک روایت:

بیہقی نے دلائل النبوة میں نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ اتفاق سے بیمار ہو گیا، تو آپ اس کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ اس کا باپ اس کے سر ہانے کھڑا ہوا تو تورات پڑھ رہا ہے آنحضرت ﷺ نے اس سے کہا اے یہودی میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی ہے کیا تو تورات میں میرے حالات اور صفات اور میرے ظہور کا بیان پاتا ہے؟ اس نے انکار کیا، تو بیٹا بولا یا رسول اللہ یہ غلط کہتا ہے تورات میں ہم آپ کا ذکر اور صفات پاتے ہیں، اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود

نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اب یہ لڑکا مسلمان ہے، اس کے انتقال کے بعد اس کی (اسلامی طریقہ پر) تجہیز و تکفین کریں اس کی قوم کے حوالہ نہ کریں۔

ایک دوسری روایت:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ایک یہودی کا قرض تھا اس نے آکر اپنا قرض طلب کیا آپ نے فرمایا، اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے کچھ مہلت دیدو یہودی نے شدت کے ساتھ مطالبہ کیا اور کہا کہ میں آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک میرا قرض ادا نہ کرو، آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہیں اختیار ہے میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں گا، چنانچہ آپ ﷺ اسی جگہ بیٹھ گئے اور ظہر، عصر، مغرب و عشاء اور اگلے دن صبح کی نماز آپ نے اسی جگہ پڑھی، صحابہ کرام یہ ماجرا دیکھ کر رنجیدہ اور غضبناک ہو رہے تھے اور آہستہ آہستہ یہودی کو دھمکا رہے تھے، مقصد یہ تھا کہ آپ کو چھوڑ دے رسول اللہ اس کوتاہی گئے، دریافت فرمایا کیا کرتے ہو تب انہوں نے صورت حال بتائی آپ نے فرمایا میرے رب نے منع فرمایا ہے کہ کسی معاہدہ وغیرہ پر ظلم کروں، یہودی یہ سب دیکھ اور سن رہا تھا، صبح ہوتے ہی یہودی نے کہا، ”أشهد ان لا إله الا الله واشهد انك رسول الله“ مشرف باسلام ہونے کے بعد اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے اپنا آدھا مال اللہ کے راستہ میں دیدیا اور قسم خدا تعالیٰ کی کہ اس وقت جو کچھ میں نے کیا اس کا مقصد صرف یہ جانچنا تھا کہ تورات میں جو آپ کی صفات بیان کی گئی ہیں وہ آپ میں صحیح طور پر موجود ہیں یا نہیں میں نے تورات میں آپ کے متعلق یہ الفاظ پڑھے ہیں۔

محمد بن عبد اللہ، ان کی ولادت مکہ میں ہوگی اور ہجرت طیبہ کی طرف اور ملک ان کا شام ہوگا نہ وہ سخت مزاج ہوں گے نہ وہ سخت بات کرنے والے نہ بازاروں میں شور کرنے والے، اور وہ فحش و بے حیائی سے دور ہوں گے، (نوٹ) ملک سے مراد حکومت ہے۔ (مظہری بحوالہ دلائل النبوة، معارف)

مزید تفصیل کے لئے جمالین کی جلد ششم دیکھئے۔

قُلْ خُطَابَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَمُوتُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ الْقُرْآنِ
وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٠٠﴾ تَرْتَدُّونَ وَمِنْ قَوْمِ مُوسَى أُمَّةٍ جَمَاعَةٌ يَهْدُونَ النَّاسَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿١٠١﴾
فِي الْحَكَمِ وَقَطَعْنَاهُمْ فَرَقْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ حَالًا أَسْبَاطًا بَدَلًا مِنْهُ أَيْ قَبَائِلَ أُمَّةً بَدَلًا مِمَّا
قَبْلَهُ وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى إِذِ اسْتَسْقَاهُ قَوْمُهُ فِي النَّبِيِّ أَنْ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَضْرَبَهُ فَأَنْبَجَسَتْ أَنْفُجَرَتْ
مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا بَعَدَ الْأَسْبَاطِ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ سَبِيلَ مَسْجِدِهِمْ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ

فِي التَّيِّهِ مِنْ حَرِّ الشَّمْسِ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنِّ وَالسَّلَوىٰ هُمَا التُّرَنَجَبِينُ وَالطَّيْرُ السَّمَانِي بِتَخْفِيفِ
الْمِيمِ وَالْقَصْرِ وَقُلْنَا لَهُمْ كَلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٥٠﴾ وَ
اذْكُرْ إِذْ قِيلَ لَهُمْ اسْكُنُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ وَكَلَامُهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا أَمْرُنَا
حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ ائِىَ بَابِ الْقَرْيَةِ سَجْدًا سُجُودًا إِنْجَنَاءَ تَغْفِرَ بِالنُّونِ وَبِالتَّاءِ مَبْنِيًّا لِلْمَفْعُولِ
لَكُمْ خَطِيئَتُكُمْ سَنَرِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥١﴾ بِالطَّاعَةِ ثَوَابًا فَهَذَا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ
فَقَالُوا حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ وَدَخَلُوا يَرْحَفُونَ عَلَىٰ أَسْتَاهِهِمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رَجْزًا عَذَابًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا
يَظْلِمُونَ ﴿٥٢﴾

۲۰

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے یہ نبی ﷺ کو خطاب ہے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جس
کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی موت دیتا ہے سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس
کے رسول نبی امی پر، جو اللہ پر اور اس کے کلمات قرآن پر ایمان رکھتا ہے، اور اس کا اتباع کرو تا کہ تم ہدایت پر آ جاؤ، اور
موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کرتی اور اسی کے مطابق فیصلہ میں
انصاف کرتی ہے اور ہم نے بنی اسرائیل کو بارہ حصوں میں تقسیم کر کے بارہ قبیلے بنادئے (اثننتی عشرة) حال ہے اور (اسباطا)
(اثننتی) سے بدل ہے، اسباط بمعنی قبائل ہے (أُمَمًا) ما قبل سے بدل ہے، (یعنی بدل سے بدل ہے) اور جب موسیٰ
علیہ السلام کی قوم نے میدان تیرہ میں موسیٰ علیہ السلام سے پانی طلب کیا تو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے عصا
کو پتھر پر مارو چنانچہ انہوں نے عصا پتھر پر مارا تو فوراً اس سے بارہ چشمے قبیلوں کی تعداد کے مطابق پھوٹ نکلے ہر قبیلے نے
اپنے پانی پینے کی جگہ متعین کر لی مقام تیرہ میں دھوپ کی تپش سے بچانے کے لئے ہم نے ان پر بادل کا سایہ کیا اور ہم نے
ان کے لئے من و سلویٰ اتارا اور وہ ترنجبین اور بیڑیں تھیں، اور ہم نے ان سے کہا پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں بخشی
ہیں لیکن انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا بلکہ خود اپنا ہی نقصان کرتے رہے، اور اس وقت کو یاد کرو جب ان سے کہا
گیا اس بستی بیت المقدس میں جا کر رہو اور وہاں حسب منشا جو چاہو کھاؤ اور یہ کہتے جانا ہماری توبہ ہے اور بستی کے
دروازے میں جھکے جھکے داخل ہونا ہم تمہاری خطاؤں کو معاف کر دیں گے (نغفر) نون کے ساتھ ہے اور مجہول کی
صورت میں تاء کے ساتھ ہے اور ثواب کے لئے اطاعت کے ذریعہ نیک رویہ رکھنے والوں کو ہم مزید دیں گے، لیکن
ان میں سے ظالموں نے اس بات کو جو ان کو بتائی گئی تھی دوسری بات سے بدل دیا چنانچہ حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ کہنے لگے (اور
سرنگوں داخل ہونے کے بجائے) سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے تو ہم نے ان پر ان کے ظلم کی پاداش میں
آسمانی عذاب بھیج دیا۔

حَقِيقَةُ تَرْكِ كَيْفِ تَسْمِيْلٍ وَ تَفْسِيْرِ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: اَلِيكُم جَمِيعًا، اَلِيكُم كِي ضَمِيرٌ سَعَالِ هِـ۔

قَوْلُهُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يَحْيٰى وَيُمِيتُ يَهْ لَهٗ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سَعَالِ هِـ۔

قَوْلُهُ: اَسْبَاطًا بَدَلُ، اَسْبَاطًا، اِنْتَنِ عَشْرَةَ سَعَالِ هِـ بَدَلِ هِـ نَهْ كَهْ تَمِيزُ جَمِيسَا كَهْ بَعْضُ نَهْ كَهَا هِـ اَسْلَهْ كَهْ دَسْ سَعَالِ اُوپر كِي تَمِيزُ مَفْرُودَاتِي هِـ۔

قَوْلُهُ: فَضْرَبَهُ، اِسْ مِيسْ اِشَارَهْ هِـ كَهْ كَلَامِ مِيسْ اِخْتَصَارِ هِـ، مَطْلَبِ يَهْ هِـ كَهْ اَللّٰهُ نَهْ جَمِيسْ هِـ پَتھر پَر عَصَا مَارَنَهْ كَا حَكْمِ دِيَا تُو فَوْرًا هِـ مَوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ نَهْ عَصَا پَتھر پَر مَارَا۔

قَوْلُهُ: سَبَطُ مِنْهُمْ، اِسْ اَضَافَهْ كَا مَقْصِدِ اِسْ شَبْهْ كُو دَفْعِ كَرْنَا هِـ كَهْ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اِنَاسٍ، سَعَالِ مَعْلُومِ هُوتَا هِـ كَهْ بَنِي اِسْرَآئِيلَ كَهْ ہر فرد كِيلَهْ چَشْمَهْ پھوٹ پڑا تھَا اور ہر فرد نَهْ اِپنَا چَشْمَهْ مَتَعِنِ كَر لِيَا تھَا، حَالَانَكَهْ يَهْ صُورَتِ نَہِيسْ تھِي، جَوَابِ يَهْ هِـ كَهْ اِنَاسْ سَعَالِ بَنِي اِسْرَآئِيلَ كَهْ بَارَهْ قَبِيلَهْ مَرَادِ ہِيسْ ہر قَبِيلَهْ نَهْ اِپنَا چَشْمَهْ مَتَعِنِ كَر لِيَا۔

قَوْلُهُ: وَقَلْنَا لَهُمْ، اِگر اِسْ جملَهْ كُو مَحْذُوفِ نَهْ نَا مَاجَا تُو بَلَا وَجِبَ التَّفَاتِ مِّنَ الْحَكْمِ اِلَى الْغَيْبِ لَازِمِ آيِگَا حَالَانَكَهْ اِسْ كِي كُوئی ضرورتِ نَہِيسْ اِسْ التَّفَاتِ سَعَالِ بَچْنَهْ كَهْ لَهْ قَلْنَا لَهُمْ مَحْذُوفِ مَآنَا هِـ۔

قَوْلُهُ: اَمْرُنَا، اَمْرُنَا كَا اَضَافَهْ، اِيكِ سَوَالِ مَقْدَرِ كَا جَوَابِ هِـ۔

سُؤَالٌ: يَهْ ہِے قَالِ كَا مَقُولَهْ جملَهْ ہُوا كَر تَا ہِے مَگر يہَاں حِطَہْ مَفْرُودِ ہِے اِسْ كِي كِيَا تَا وِیلِ ہُو سَكْتِي هِـ۔

جَوَابُہِ: حِطَہْ، مَبْتَدَاً مَحْذُوفِ كِي خَبَرِ ہِے، مَبْتَدَاً خَبَرِ سَعَالِ كَر جملَهْ ہُو كَر مَقُولَهْ ہِے لہٰذا اب كُوئی اِعْتِرَاضِ نَہِيسْ، مَگر يہَاں اِسْ بَاتِ كَا خِيَالِ رَہِے، كَهْ اَمْرُنَا مَقْدَرِ مَآنَنَهْ كَهْ بَجَا تُو مَسْلَلْتُنَا مَقْدَرِ ہونا چاہئے، اَسْلَهْ كَهْ اَمْرُنَا مَقْدَرِ مَآنَنَهْ كِي صُورَتِ مِيسْ تَقْدِيرِ عِبَارَتِ يَهْ ہُو گِي، اَمْرُنَا اِنَ نَحْطُ فِیْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ اِسْ كَا تَرْجَمَهْ ہُو گَا ہمارا كام اِسْ قَرْيَهْ مِيسْ دَاخِلِ ہونا ہِے، آگے مَغْفَرَتِ كَا ذَكْرِ ہِے حَالَانَكَهْ دَخُولِ قَرْيَهْ اور مَغْفَرَتِ كَا كُوئی جَوْرُ مَعْلُومِ نَہِيسْ ہوتا، بَہْتَرِ ہوتا كَهْ اَمْرُنَا مَقْدَرِ مَآنَنَهْ كَهْ بَجَا تُو مَسْلَلْتُنَا مَقْدَرِ مَآنَنَهْ تُو اِسْ صُورَتِ مِيسْ تَقْدِيرِ عِبَارَتِ مَسْلَلْتُنَا حِطَہْ ہُو گِي، اِسْ كَا مَطْلَبِ ہُو گَا ہماري دُرُخَوَاسَتِ مَعَانِي ہِے، قُولُوا كَا قَائِلِ چُونَكَهْ اَللّٰهُ ہِے لہٰذا حِطَہْ اِسْ كَا مَقُولَهْ ہُو گَا، اب مَعْنٰ يَهْ ہوں گے اَللّٰهُ تَعَالٰی نَهْ بَنِي اِسْرَآئِيلَ كُو حَكْمِ دِيَا كَهْ تَمْ مَلِكِ شَامِ مِيسْ مَعَانِي كِي دُرُخَوَاسَتِ كَر تے ہوئے عَاجِزِي اور سَرِگُوں ہُو كَر دَاخِلِ ہونا تُو ہَمِ تَہْمَارِي لَغْزَشُوں كُو مَعَافِ كَر دِيسْ گے، مَگر بَنِي اِسْرَآئِيلَ نَهْ اِسْ ہِدَايَتِ كُونَهْ مَآنَا اور اَللّٰهُ كِي بَتَائِي ہُوئی بَاتوں كُو بَدَلِ دِيَا، حِطَہْ كَهْ بَجَا تُو حَبَّةُ فِیْ شَعْبِرَةٍ كَر لِيَا اور سَرِگُوں دَاخِلِ ہونَهْ كَهْ بَجَا تُو سَرِينوں كَهْ بَلِ گھسْتے ہوئے دَاخِلِ ہوئے۔

قَوْلُهُ: بِالسَّاءِ مَبْنِيًّا لِلْمَفْعُولِ، يَعْنِي تَغْفِرُ مِيسْ اِيكِي قِرَآءَتِ تَغْفِرُ مَجْہُولِ كَهْ صَيْغَهْ كَهْ سَا تَہْ بَہِی ہِے مَگر اِسْ صُورَتِ مِيسْ خَطِيبَتُكُم، نَائِبِ فَاعِلِ ہونَهْ كِي وَجہِ سَعَالِ مَرْفُوعِ ہُو گَا۔

قَوْلُهُ: يَزْحَفُونَ، (ف) آہستہ آہستہ سرین کے بل سرکنا۔

قَوْلُهُ: اسْتَاهَمُوا، اسْتَاهُوا، سَتَهُ، کی جمع ہے سرین کو کہتے ہیں۔

قَوْلُهُ: فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ تَبْدِيلَ كَوْنِهِمْ دُخَانٍ مُّطْبُوعٍ، (ف) آہستہ آہستہ سرین کے بل سرکنا۔
ضروری ہے ان میں سے ایک مٹروک ہوگا اور دوسرا مٹروک ہوگا۔ اس پر باء داخل ہوتی ہے اور مٹروک پر باء داخل نہیں ہوتی، یا یوں کہہ لیجئے کہ لفظ بَدَّلَ، دو کی طرف متعدی ہوتا ہے ایک کی طرف باء کے ذریعہ اور دوسرے کی طرف بغیر باء کے، جس پر باء داخل ہوتی ہے وہ مٹروک ہوتا ہے اور دوسرا مٹروک، اس سے معلوم ہوا کہ کلام میں حذف ہے، تقدیر عبارت یہ ہے۔ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا بِالَّذِي قَبِلَ لَهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا، یہ آیت بھی رسالت محمدیہ کی عالم گیر رسالت کے اثبات میں بالکل واضح ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میں کائنات کے انسانوں میں سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ آپ پوری نوع انسانی کے نجات دہندہ اور رسول ہیں، اب نجات اور ہدایت نہ عیسائیت میں ہے نہ یہودیت میں نہ کسی اور مذہب میں۔

وَمَنْ قَوْمُ مُوسَىٰ اٰمَةً يَهْتَدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُونَ، اس سے مراد یا تو وہ چند لوگ ہیں جو یہودیت سے نکل کر اسلام میں داخل ہو گئے تھے مثلاً عبد اللہ بن سلام اور ان کے رفقاء، یا پھر وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کو سالہ پرستی سے محفوظ رہے تھے ان کی تعداد کو سالہ پرستی کرنے والوں کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔

آپ ﷺ کی رسالت عامہ کے برخلاف ہر نبی کی رسالت علاقائی یا قومی رہی ہے، یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے فرد تھے حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک صاحبزادے لاوی کی نسل سے تھے، لہذا آپ کی رسالت بنی اسرائیل کے لئے مخصوص تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف جو کہ قبلی تھی کیوں بھیجا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت قومی یا علاقائی نہیں تھی۔

جواب: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اصالۃً صرف دو باتوں کے لئے بھیجا گیا تھا ایک تو یہ کہ توحید کے قائل ہو جائیں اور صرف خدائے واحد کی عبادت کریں، دوسرا مقصد بنی اسرائیل کو فرعون کی قید غلامی سے چھڑانا تھا، چنانچہ یہی دو باتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی قوم کے سامنے پیش کیں، اب رہا تو رات پر عمل کا مسئلہ تو یہ خالص بنی اسرائیل کے لئے تھا اس لئے کہ تورات مقام تیہ میں عطا کی گئی اور فرعون اس سے پہلے ہی غرق دریا ہو چکا تھا۔ (جمل)

وَ اَوْ حَيْنَا اِلٰی مُوسٰی اِذِ اسْتَسْقٰہ قَوْمہ (الآیۃ) سابق میں ان احسانات کا ذکر تھا جن کا تعلق انتظام سے تھا، اب مزید تین احسانوں کا ذکر ہے، ایک یہ کہ جزیرہ نمائے سینا یا بانی علاقہ میں ان کے لئے پانی کے انتظام کا غیر معمولی مسئلہ جو کہ

دشوار ترین کام تھا غیر معمولی طریقہ پر حل کیا، دوسرے دھوپ سے بچانے اور سر چھپانے کا مسئلہ بھی کم اہم نہیں تھا اس لئے اس کو اللہ تعالیٰ سے دعاء کر کے اس طرح حل کرایا کہ بادل نے ان کے لئے سائبان اور خیمہ کا کام دیا تیسری بات یہ کہ خوراک کا مسئلہ بھی بڑا اہم تھا اس کا انتظام بھی من و سلویٰ کے نزول کی شکل میں کیا گیا، ظاہر ہے کہ مذکورہ تین بنیادی ضرورتوں کا بروقت اگر انتظام نہ کیا جاتا تو قوم جن کی تعداد چھ لاکھ تک پہنچ گئی تھی اس بے آب و گیاہ علاقہ میں بھوک اور پیاس سے ختم ہو جاتی، آج بھی اگر کوئی شخص وہاں جائے تو دیکھ کر حیران رہ جائیگا کہ اگر یہاں چھ لاکھ انسانوں کا ایک قافلہ اچانک آٹھ گھرے تو اس کے لئے پانی، خوراک، سایہ کا آخر کیا انتظام ہو سکتا ہے؟ اگر کوئی حکومت کسی علاقہ میں پانچ چھ لاکھ فوج لے جانا چاہے تو اس کے لئے سامان رسد کے انتظام میں منتظمین کو در دسرا حق ہو جاتا ہے، جزیرہ نمائے سینا کے طبعی اور معاشی جغرافیہ کو دیکھتے ہوئے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اتنی بڑی تعداد کیلئے ایسے میدانی علاقہ میں کہ جہاں خورد و نوش کا سامان کس طرح آنا فانا انتظام ہو گیا جبکہ مصر کی طرف سے دریا حائل ہونے کی وجہ سے رسد کا راستہ منقطع تھا، اور دوسری طرف اس جزیرہ نما کے مشرق اور شمال میں عمالقہ کے قبیلے اس کی مزاحمت پر آمادہ تھے، ان امور کو پیش نظر رکھ کر صحیح طور پر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان چند مختصر آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے جن احسانات کا ذکر فرمایا ہے، وہ درحقیقت کتنے بڑے احسانات تھے اور اس کے باوجود یہ کتنی بڑی احسان فراموش قوم تھی کہ اللہ کے فضل و کرم کی ایسی صریح نشانیاں دیکھ لینے پر بھی یہ قوم مسلسل ان نافرمانیوں اور غدریوں کی مرتکب ہوتی رہی جن سے اس کی تاریخ بھری پڑی ہے۔

وَسَأَلَهُمْ يَا مُحَمَّدُ تَوْبِيخًا عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ مُجَاوِرَةً الْبَحْرَ الْقُلْزُومَ وَهِيَ أَيْلَةُ مَاوَقَعَ بِأَهْلِهَا إِذْ يَعْدُونَ وَيَعْتَدُونَ فِي السَّبْتِ بِصَيْدِ السَّمَكِ الْمَسُورِينَ بِتَرْكِهِ فِيهِ إِذْ ظَرَفَ لِيَعْدُونَ تَأْنِيَهُمْ حِينَ تَأْتِيهِمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَعًا ظَاهِرَةً عَلَى الْمَاءِ وَيَوْمَ لَا يَسْتَيْتُونَ لَا يُعْظَمُونَ السَّبْتَ أَيْ سَائِرِ الْأَيَّامِ لَا تَأْتِيهِمْ ابْتِلَاءٌ مِنَ اللَّهِ كَذَلِكَ نَبَلَوْهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ ولما صَادُوا السَّمَكِ افْتَرَقَتْ الْقَرْيَةُ اثْنَلَا ثَلَاثًا صَادُوا مَعَهُمْ وَثَلَاثٌ نَهَوْهُمْ وَثَلَاثٌ أَمْسَكُوا عَنِ الصَّيْدِ وَالنَّهْيِ وَإِذْ عَطَفَتْ عَلَى إِذْ قَبْلَهُ قَالَتْ أُمَّةٌ مِنْهُمْ لَمْ تَصِدْ وَلَمْ تَنْهَ لِمَنْ نَهَى لَمْ تَعْظُونَ قَوْمًا إِلَّا اللَّهُ مَهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا مَوْعِظَتُنَا مَعَذَرَةٌ نَعْتَذِرُ بِهَا إِلَى رَبِّكُم لَوْلَا نُنْسِبُ إِلَى تَقْصِيرِ فِي تَرْكِ النَّهْيِ وَلَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ ۝ الصَّيْدَ فَلَمَّا نَسُوا تَرْكُوا مَا ذَكَّرُوا وَعِظُوا بِهِ فَلَمْ يَرْجِعُوا أَجْبِنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِالْأَعْتَادِ بِعَذَابٍ نَبِيٍّ شَدِيدٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ فَلَمَّا عَتَوْا تَكَبَّرُوا عَنْ تَرْكِ مَا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝ صَاغِرِينَ فَكَانُوا هَذَا تَفْصِيلٌ لِمَا قَبْلَهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مَا أَدْرَى مَا فَعَلَ بِالْفِرْقَةِ السَّاكِتَةِ وَقَالَ عِكْرِمَةُ لَمْ تُهْلِكْ لَانْهَا كَرِهَتْ مَا فَعَلُوهُ وَقَالَتْ لَمْ تَعْظُونَ الْخَ وَرَوَى الْحَاكِمُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِنَّهُ رَجَعَ إِلَيْهِ وَأَعْجَبَهُ وَإِذْ تَأَذَّنَ أَعْلَمَ رَبُّكَ لِيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ

ای الیہود اِلٰی یَوْمِ الْفِیْئَةِ مَنْ یَسُوْهُمْ سُوًّا الْعَذَابُ بِالَّذِیْ وَاَخَذَ الْجَزِیَّةَ فَبَعَثَ عَلَیْهِمْ سُلَیْمٰنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَبَعْدَهُ بُحْتُ نَصْرَ فَقَتَلَهُمْ وَسَبَّاهُمْ وَضَرَبَ عَلَیْهِمُ الْجَزِیَّةَ فَكَانُوا یُؤَدُّوْنَهَا اِلَی الْمَجُوسِ اِلٰی اَنْ بُعِثَ نَبِیُّنَا صَلٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَضَرَبَهَا عَلَیْهِمْ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِیْعُ الْعِقَابِ لِمَنْ عَصَا وَانَّكَ اَنْفَقُوْرٌ لِّاَهْلِ طَاعَتِهِ رَحِیْمٌ ۝۱۷۱ بِهْمُ وَقَطَعْنَهُمْ فَرَقْنَهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا فَرَقًا مِنْهُمْ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ نَاسٌ دُوْنَ ذٰلِكَ الْكُفَّارُ وَالْفَاسِقُوْنَ وَبَلَوْنَهُمْ بِالْحَسَنٰتِ بِالْغَمِّ وَالسَّیِّاَتِ الْقَمِّ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝۱۷۲ عَنْ فِسْقِهِمْ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتٰبَ التَّوْرَةَ عَنْ اَنْبِیَیْهِمْ یَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰی اِیْ حُطَامَ هٰذَا الشَّیْءِ الدِّنِّیْ اِی الدُّنْیَا مِنْ حَلَالٍ وَحَرَامٍ وَیَقُولُوْنَ سَیَعْفُرُنَا مَا فَعَلْنَا وَانْ یَاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ یَاْخُذُوْهُ الْجَمْلَةُ حَالٌ اِی یَرْجُوْنَ الْمَغْفِرَةَ وَهَمْ عَائِدُوْنَ اِلَی مَا فَعَلُوْهُ مُصِرُّوْنَ عَلَیْهِ وَلَیْسَ فِی التَّوْرَةِ وَغَدِ الْمَغْفِرَةِ مَعَ الْاِضْرَارِ اَلَمْ یُؤَخِّدْ اَسْتَفْهَامُ تَقْرِیْرِ عَلَیْهِمْ مِیثَاقَ الْكِتٰبِ الْاِضَافَةُ بِمَعْنٰی فِی اَنْ لَا یَقُولُوْا عَلٰی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا عَطْفٌ عَلٰی یُؤَخِّدُ قَرَأَ وَا مَا فِیْهِ فَلِمَ كَذَبُوْا عَلَیْهِ بِیَسْنَةِ الْمَغْفِرَةِ اِلَیْهِ مَعَ الْاِضْرَارِ وَالَّذِیْنَ الْاُخْرٰی خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ الْحَرَامَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۷۳ بِالْبَیْءِ وَالتَّاءِ اِنَّهَا خَیْرٌ فِیْؤُتْرُهَا عَلٰی الدُّنْیَا وَالَّذِیْنَ یَمْسِكُوْنَ بِالتَّشْدِیْدِ وَالتَّخْفِیْفِ بِالْكِتٰبِ مِنْهُمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَاَصْحَابِهِ اِنَّا لَاضِیْعُ اَجْرِ الْمُصْلِحِیْنَ ۝۱۷۴ الْجَمْلَةُ خَیْرٌ، الَّذِیْنَ وَفِیْهِ وَضَعَ الظَّاهِرُ مَوْضِعَ الْمَضْمَرِ اِیْ اَجْرُهُمْ وَ اِذْ كَرَّ اِذْ تَنَقَّضَ الْجَبَلُ رَفَعْنَاهُ مِنْ اَصْلِهِ فَوَقَّعَهُمْ كَاَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا اَنَّهُمْ اَقْبَعُ یَوْمَهُمْ سَاقِطٌ عَلَیْهِمْ بِوَعْدِ اللّٰهِ اِیَّاهُمْ بِوُقُوعِهِ اِنْ لَمْ یَقْبَلُوْا اَحْكَامَ التَّوْرَةِ وَكَانُوا اَبْوَاهُ لِقَبْلِهَا فَقَبِلُوْا قُلْنَا لَهُمْ خُذُوْا مَا اَتٰیكُمْ بِیَقُوْۤهٍ جِدِّ وَاجْتِهَادٍ وَاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ بِالْعَمَلِ بِه لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۱۷۵

ترجمہ: اے محمد ﷺ تو بیخدا ان سے اس بستی کا حال پوچھو جو بحر قلزم کے قریب واقع تھی کہ اس کے باشندوں پر کیا گذری؟ اور وہ بستی ایک تھی، جبکہ وہ ہفتہ کے روز مچھلی کے شکار کے بارے میں تجاوز کر رہے تھے، حالانکہ اس دن میں شکار نہ کرنے کے مامور تھے، اور مچھلیاں ہفتہ کے دن ابھر ابھر کر پانی کی سطح پر آتی تھیں اذ، بعدوں کا ظرف ہے اور ہفتہ کے علاوہ دنوں میں جن کی وہ ہفتہ کے دن کے مانند تعظیم نہیں کرتے تھے، یعنی ہفتہ کے علاوہ بقیہ دنوں میں اللہ کی طرف سے آزمائش کے طور پر نہیں آتی تھیں، حد سے تجاوز کرنے والوں کی ہم اسی طرح آزمائش کرتے ہیں، اور جب انہوں نے ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار کر لیا تو وہ بستی تین فرقوں میں تقسیم ہو گئی، ان میں سے ایک تہائی نے ان کے ساتھ شکار کیا، اور ایک تہائی نے ان کو منع کیا اور ایک تہائی نے نہ شکار کیا اور نہ (شکار کرنے والوں کو) منع کیا، اور جب ان میں سے اس فریق نے جس نے نہ شکار کیا اور نہ (دوسروں) کو منع کیا ان لوگوں سے کہا جنہوں نے منع کیا، تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو؟ جن کو اللہ ہلاک کرنے والا ہے، یا ان کو سخت عذاب دینے والا ہے اذ ماقبل کے اذ پر معطوف ہے، تو انہوں نے جواب دیا ہماری نصیحت عذر خواہی کے لئے ہے جس کو ہم تیرے رب کے حضور پیش کریں گے تاکہ ترک نہی کی کوتاہی ہماری طرف منسوب نہ کی جائے اور تاکہ وہ شکار سے باز

آجائیں، آخر کار جب وہ ان نصیحتوں کو بالکل ہی فراموش کر گئے جو ان کو کی گئی تھیں تو وہ باز نہ آئے، تو ہم نے ان لوگوں کو چالیا جو ان کو برائی سے روکتے تھے اور ہم نے ان لوگوں کو جنہوں نے تعدی کر کے ظلم کیا سخت عذاب میں پڑ لیا اس لئے کہ وہ حکم عدولی کیا کرتے تھے، پھر جب انہوں نے منہی عنہ کے ترک پر سرکشی دکھائی تو ہم نے ان سے کہا ذلیل بندر ہو جاؤ، تو وہ بندر ہو گئے، اور یہ ماقبل کی تفصیل ہے، (یعنی فلما میں فاء تفصیلیہ ہے نہ کہ تعقیبیہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، میں نہیں جانتا کہ سکوت اختیار کرنے والے فرقہ کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا؟ اور عمرؓ نے کہا وہ ہلاک نہیں کئے گئے اسلئے کہ انہوں نے تعدی کرنے والوں کے فعل کو ناپسند کیا، اور کہا لِمَ تَعْظُونَ قَوْمًا الْخ، اور حاکم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے توقف کے بعد حاکم کے قول کی طرف رجوع کیا، اور اس کو پسند فرمایا، اور یاد رکھو جبکہ تیرے رب نے اعلان فرمایا کہ وہ ان یہود پر قیامت تک ایسے لوگ مسلط کرتا رہے گا جو ان کو ذلت کے ساتھ اور ٹیکس (جزیہ) عائد کر کے سخت عذاب میں مبتلا کرتے رہیں گے چنانچہ ان پر سلیمان علیہ السلام کو مسلط فرمایا، اور اس کے بعد بخت نصر کو تو اس نے ان کو قتل کیا اور قید کیا، اور ان پر (جزیہ) ٹیکس عائد کیا، جس کو وہ مجوسیوں کو ادا کرتے تھے یہاں تک کہ ہمارے نبی محمد ﷺ مبعوث کئے گئے تو آپ نے بھی ان پر جزیہ عائد کیا، یقیناً تیرا رب اپنی نافرمانی کرنے والے کو سزا دینے میں تیز دست ہے، اور اہل طاعت کے لئے غفور و رحیم بھی ہے، اور ہم نے ان کو زمین کے ٹکڑے کر کے مختلف گروہ بنادیا ان میں سے کچھ نیک ہوئے اور کچھ اس کے برعکس کا فر اور فاسق ہوئے، اور ہم نے ان کو نعمت و نعمت کے ذریعہ اچھے برے حالات کے ذریعہ آزمائش میں مبتلا کیا تاکہ وہ اپنے فسق سے باز آجائیں، پھر اگلے لوگوں کے بعد ایسے ناخلف جانشین ہوئے جو اپنے آباء سے کتاب (یعنی) تورات کے وارث ہوئے کہ وہ اسی دنیائے دنی کے فائدے سمیٹ رہے ہیں، یعنی اس دنیائے دنی کی حقیر چیز خواہ حلال یا حرام (سمیٹ رہے ہیں) اور کہہ دیتے ہیں کہ ہماری حرکتوں کو معاف کر دیا جائیگا اور اگر اسی جیسی متاع دنیا دوبارہ سامنے آتی ہے تو پھر اسے لپک کر لے لیتے ہیں اور ویسقولون الخ جملہ حالیہ ہے، یعنی حال یہ کہ وہ مغفرت کی امید رکھتے ہیں حالانکہ وہ اپنی حرکتوں کا بار بار اعادہ کرتے ہیں، اور اس پر اصرار کرتے ہیں اور تورات میں اصرار کے ہوتے ہوئے مغفرت کا کوئی وعدہ نہیں ہے، کیا ان سے کتاب کا عہد نہیں لیا جا چکا استفہام تقریری ہے، اضافت بمعنی فی ہے، کہ وہ اللہ کے بارے میں وہی بات کہیں جو حق ہو (اور کیا) انہوں نے کتب میں جو کچھ ہے اس کو نہیں پڑھا دَرَسُوا کا عطف یوَحْذُ پر ہے، تو پھر اصرار کے باوجود اس کی طرف مغفرت کی نسبت کر کے بہتان کیوں باندھتے ہیں، اور دار آخرت تو حرام سے بچنے والوں ہی کے لئے بہتر ہے کیا وہ اس کو سمجھتے نہیں ہیں کہ دار آخرت بہتر ہے، بقاء اور ثناء کے ساتھ، کہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دیں اور ان لوگوں کا جو ان میں سے کتاب کو تھامے ہوئے ہیں (بمسکون) تشدید و تخفیف کے ساتھ ہے، اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں جیسا کہ عبد اللہ بن سلام اور ان کے رفقاء، یقیناً ہم نیک کردار لوگوں کا اجر ضائع نہ کریں گے، یہ جملہ، السدین کی خبر ہے، اور اس میں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو لایا گیا ہے، ای اجروہم، اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے پہاڑ کو جڑ سے اکھاڑ کر ان کے اوپر اس طرح چھادیا تھا گویا کہ وہ چھتری

ہے اور وہ اس بات کا یقین کئے ہوئے تھے کہ وہ ان کے اوپر آپڑے گا، اللہ کے ان سے اس (پہاڑ) کو (ان کے اوپر) ڈال دینے کا وعدہ کرنے کی وجہ سے، اگر وہ تورات کے احکام کو قبول نہ کریں گے، اور وہ ان (احکام) کے گراں (مشکل) ہونے کی وجہ سے (قبول کرنے سے) انکار کر چکے تھے، چنانچہ انہوں نے (اس وقت) قبول کر لیا، اور ہم نے ان سے کہا تھا کہ جو کتاب ہم نہیں دے رہے ہیں اسے مضبوطی کے ساتھ تھامو، یعنی کوشش اور محنت سے، اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اسے عملی طور پر یاد رکھو تو قیام ہے کہ تم (غلط روی سے) بچے رہو گے۔

تَحْقِيقُ تَرْكِيْبِ تَسْبِيْلٍ وَتَفْسِيْرِ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: وَاسْتَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ، آپ ﷺ کو چونکہ اہل قریہ کے حالات معلوم تھے اس لئے سوال برائے علم کا کوئی مقصد نہیں ہے، اسی لئے اس سوال کو سوار، توبخ و تفریع قرار دیا ہے۔

قَوْلُهُ: حَاضِرَةَ الْبَحْرِ، ای بجوار البحر، اس قریہ کے بارے میں اقوال مختلف ہیں، بعض نے ایلکۃ کہا ہے اور بعض نے طبریہ، اور بعض نے مدین اور بعض نے ایلیا، اور کہا گیا ہے کہ شام میں ساحل بحر کے قریب مراد ہے کہا جاتا ہے، کذبت بحضرة الدار ای بقربها۔ (فتح القدیر، شوکانی)

قَوْلُهُ: شُرْعًا یہ شارع کی جمع ہے بمعنی ظاہر ہوتا۔

قَوْلُهُ: مَوْعِظَتُنَا، یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ مَعْدِرَةٌ قالوا کا مقولہ ہے اور مقولہ کا جملہ ہونا ضروری ہوتا ہے حالانکہ معذرة مفرد ہے اس کا جواب دیا کہ یہ قالوا کا مقولہ نہیں ہے بلکہ مبتداء محذوف کی خبر ہے، اور وہ موعظتنا ہے، اور یہ معذرة کی رفع کی قراءت کی صورت میں ہے اور نصب کی صورت میں فعل محذوف کا مفعول لہ ہوگا تقدیر عبارت یہ ہوگی، عظناهم معذرة ای لمعذرة۔

قَوْلُهُ: وَهَذَا تَفْصِيلٌ، یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال، یہ کہ فَلَمَّا عَتَوْا پر فاء داخل ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پہلے سزا دی مگر انہوں نے پھر بھی سرکشی کی، اس کی سزا میں ان کو بندروں کی شکل میں مسخ کر دیا، حالانکہ ان کو صرف یہی مسخ کا ایک عذاب دیا گیا اس کے علاوہ کوئی عذاب نہیں دیا گیا اور فَلَمَّا میں فاء تفصیل کی ہے نہ کہ تعقیب کی۔

قَوْلُهُ: أَمَّا يَأْتِ قَطْعُنَا کی ضمیر سے حال ہے یا قَطْعُنَا کا مفعول ثانی ہے۔

قَوْلُهُ: نَاسٌ مِنْهُمْ خبر مقدم ہے دون ذلك موصوف محذوف کی صفت ہے اور وہ مبتداء ہے، تقدیر عبارت یہ ہے ومنہم ناس قوم دون ذلك۔

قَوْلُهُ: الْجُمْلَةُ حَالٌ وَأَنْ يَأْتِيَهُمْ عَرْضٌ مثله یا خذوه، یہ جملہ یقولون کی ضمیر سے حال ہے، اور یقولون بمعنی یعتقدون ہے۔

تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقُرْبَةِ، هُمْ ضَمِیر سے مراد یہود ہیں، اس میں یہود کو یہ بتانا ہے کہ اس واقعہ کا علم نبی ﷺ کو بھی ہے جو آپ کی صداقت کی دلیل ہے کیونکہ اس کا علم آپ ﷺ کو اللہ کی طرف سے وحی ہی کے ذریعہ ہو سکتا تھا، قسریۃ، کی تعیین میں اختلاف ہے جس کو تحقیق و ترکیب کے زیر عنوان بیان کر دیا گیا ہے دیکھ لیا جائے۔

رابط آیات:

جاری رکوع سے پہلے رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بقیہ قصہ کا بیان تھا اس رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کی غلط کاریوں کا ذکر ہے اور ان کے انجام بد کا بیان ہے۔

اِذْ یَعْبُدُوْنَ فِی السَّبْتِ اِذْ تَاْتِیْهِمْ حِیْنَئِذْ یَوْمِ سَبْتِهِمْ شُرْعًا (الایۃ) محققین کی غالب رائے اس مقام کے بارہ میں یہ ہے کہ یہ مقام ایلۃ یا ایلات، یا ایلوت تھا، جہاں اب اسرائیل کی یہودی ریاست نے اسی نام کی ایک بندرگاہ بنائی ہے، اس کے قریب ہی اردن کی مشہور بندرگاہ عقبہ واقع ہے۔

جس واقعہ حِیْثَان کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے اس کے متعلق یہودی کتب مقدسہ میں کوئی ذکر نہیں ملتا مگر قرآن میں جس انداز سے اس واقعہ کو یہاں اور سورہ بقرہ میں بیان کیا گیا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے دور میں بنی اسرائیل بالعموم اس واقعہ سے واقف تھے اور یہ حقیقت ہے کہ مدینہ کے یہودیوں نے جو نبی ﷺ کی مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے قرآن کے اس بیان پر قطعاً کوئی اعتراض نہیں کیا۔

یوم السبت (شنبہ) ہفتہ کے دن کو کہتے ہیں، یہ دن بنی اسرائیل کے نزدیک مقدس قرار دیا گیا تھا، اور آج بھی مقدس مانا جاتا ہے، اس روز کوئی دنیوی کام نہیں کیا جاتا تھا، جانوروں، لونڈیوں، غلاموں غرضیکہ ہر قسم کا دنیوی کام موقوف رکھا جاتا تھا، اور جو شخص اس کی خلاف ورزی کرتا تھا وہ واجب القتل سمجھا جاتا تھا، لیکن آگے چل کر بنی اسرائیل نے اس قانون کی خلاف ورزی شروع کر دی۔

یوم السبت میں مچھلی پکڑنے کا واقعہ:

قرآن کریم کے واقعہ حِیْثَان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بستی میں تین قسم کے لوگ تھے ایک وہ جو بلا خوف و خطر دھڑلے سے احکام الہی کی خلاف ورزی کر رہے تھے دوسرے وہ جو خود تو خلاف ورزی نہیں کرتے تھے مگر اس خلاف ورزی کو خاموشی سے بیٹھے دیکھ رہے تھے، اور جو لوگ روک ٹوک کر رہے تھے ان سے کہتے تھے کہ ان کم بختوں کو نصیحت کرنے سے کیا فائدہ؟ تیسرے وہ لوگ جو حدود اللہ کی کھلم کھلا اس خلاف ورزی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے وہ اس خیال سے کہ شاید

ہماری نصیحت سے یہ لوگ احکامِ الہی کی خلاف ورزی سے باز آجائیں، اور ہم اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں اس صورت حال میں جب اس بستی پر اللہ کا عذاب آیا تو قرآن مجید کا بیان ہے کہ ان تینوں فریقوں میں سے صرف تیسرا فریق ہی اس عذاب سے محفوظ رہا، بعض مفسرین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے گروہ کے متعلق بتلائے عذاب ہونے کی تصریح کی ہے مگر دوسرے گروہ کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے لہذا اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ نجات پانے والوں میں تھے یا مبتلائے عذاب ہونے والوں میں، امام ابن کثیر کا رجحان اس طرف ہے کہ مبتلائے عذاب صرف پہلا گروہ ہوا باقی دونوں گروہ نجات پانے والوں میں تھے۔

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لِيُبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (الآيَةَ) تَأَذَّنَ، ایذان سے ہے اسی کے معنی خبردار کرنے اور آگاہ کرنے کے ہیں، لِيُبْعَثَنَّ، میں لام تاکید ہے جو قسم کے معنی کا فائدہ دیتا ہے، یعنی قسم کھا کر نہایت تاکید کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ وہ ان پر قیامت تک ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو ان کو سخت عذاب میں مبتلا کرتا رہے گا، چنانچہ یہودیوں کی پوری تاریخ اسی ذلت و مسکنت اور غلامی کی تاریخ ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دی ہے، اسرائیل کی موجودہ ریاست قرآن کی بیان کردہ حقیقت کے خلاف نہیں اسلئے کہ وہ قرآن کے بیان کردہ استثناء، وحبس من الناس کا مظہر ہے جو قرآنی بیان کردہ حقیقت کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس کا مؤید ہے۔

اسرائیل کی موجودہ ریاست سے مغالطہ:

چند سالوں سے فلسطین کے ایک حصہ پر ان کے قبضہ و اقتدار و اجتماع سے دھوکا نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ اجتماع تو ان کا اس جگہ آخری زمانہ میں ہونا چاہئے تھا، کیونکہ صادق و مصدوق رسول کریم ﷺ کی احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ قرب قیامت آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے نصاریٰ سب مسلمان ہو جائیں گے، اور یہود سے جہاد کر کے ان کو قتل کر دیں گے، فلسطین میں بنی اسرائیل کو جمع کیا گیا ہے تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے قتل کرنے میں آسانی ہو۔

قضیہ قدس اور اس کا تاریخی پس منظر:

شام اور فلسطین کو بے شمار انبیاء کرام کی سرزمین ہونے کا شرف حاصل ہے فلسطین وہ خطہ قدس ہے کہ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حبرون کو اپنی تبلیغی دعوت کا مرکز بنایا اور بیت اللہ (کعبہ) کی تعمیر کے چالیس سال بعد بیت المقدس کی بنیاد ڈالی حضرت اسحق و یعقوب علیہ السلام نے اسی سرزمین میں توحید اور حق و صداقت کی آواز بلند کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ارض موعود یہی سرزمین تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش ہونے کا شرف اسی سرزمین کو حاصل ہے اسی سرزمین میں واقع مسجد اقصیٰ سے حضرت محمد ﷺ سفر معراج پر تشریف لے گئے ہجرت کے ابتدائی دور میں یہی مسجد مسلمانوں کا قبلہ رہی۔

فلسطین اور مسلمان:

اس دور کی طاقتور ترین (سپر پاور) رومی سلطنت تھی جس کا حکمران ہرقل اپنے دور کا سب سے بڑا سپہ سالار سمجھا جاتا تھا، شام و فلسطین اسی کے زیر اقتدار تھے، جنگ یرموک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اسی کے دور میں لڑی گئی تھی، یہ جنگ حضرت خالد بن ولید کی سالاری میں لڑی گئی، حضرت خالد بن ولید نے اپنی جنگی صلاحیتوں کا خوب خوب مظاہرہ کیا جس کی وجہ سے صرف چالیس ہزار مسلمانوں نے ایک لاکھ سے زیادہ رومی فوجوں کو شکست دیکر پسپائی پر مجبور کر دیا، جب قیصر روم (ہرقل) کو رومی افواج کی پسپائی کی خبر ملی تو بصد رنج و غم اپنی سلطنت کو الوداع کہہ کر قسطنطنیہ کا رخ کیا، ملک شام کی فتح کے ساتھ ہی بیت المقدس مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

عیسائیوں کی شرط کے مطابق حضرت عمر نے ۱۶ھ میں بیت المقدس کا وہ مشہور سفر کیا جس میں آپ اور آپ کا غلام باری باری اونٹ پر سفر کرتے تھے اور بیت المقدس میں داخلے کے وقت غلام کے سوار ہونے کی باری تھی۔

فلسطین اور بنو امیہ و بنو عباس:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد بنو امیہ اور اس کے بعد بنو عباس کا دور آیا اس دور میں فلسطین مسلمانوں کے قبضے میں رہا، اس کے بعد سلجوقیوں کے دور میں ملک شاہ کے انتقال کے بعد سلجوقیوں کا زوال شروع ہو گیا، جس کی وجہ سے شام اور ایشائے کوچک ایک بار پھر چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گیا۔

صلیبی جنگوں کی ابتداء:

یہی وہ دور ہے کہ جب صلیبی جنگیں لڑی گئیں، عیسائیوں نے مسلمانوں کی کمزوری اور خانہ جنگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے صلیبی جنگوں کا سلسلہ شروع کر دیا، ان جنگوں میں یورپ کے علاوہ جرمنی، فرانس، اٹلی کی ایک زبردست فوج بیت المقدس کی بازیابی کے لئے روانہ ہوئی، مسلمانوں کی خانہ جنگی اور کمزوری نے مسلمانوں کو شکست سے دوچار کر دیا جس کی وجہ سے پورا ساحلی علاقہ نیز بیت المقدس ۵۴۲ھ میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا، اس جنگ میں تقریباً ستر ہزار مسلمان شہید ہوئے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی اور بیت المقدس کی بازیابی:

۵۴۳ھ تا ۵۴۴ھ عماد الدین زنگی نے بیت المقدس کو واپس لینے کی کوشش کی مگر وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے، ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے حوز الدین زنگی نے اپنے والد عماد الدین زنگی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بیت المقدس کو قبضہ

فرنگ سے آزاد کرنے کی کوشش کی مگر وہ بھی مقصد میں کامیابی سے پہلے ہی اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

مصر کی فتح کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی کو وہاں کا حاکم مقرر کیا گیا سلطان بڑی خوبیوں اور صلاحیتوں کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خدا ترس مجاہد بھی تھا، نور الدین زنگی کے انتقال کے بعد ان کی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے پوری سلطنت صلاح الدین ایوبی کے قبضہ میں آئی، سلطان کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو فتح بیت المقدس تھی چنانچہ حطین کے میدان میں اسلامی اور رومی فوجوں کا مقابلہ ہوا، سلطان کو فتح و کامرانی نصیب ہوئی، ایک طویل زمانہ کے بعد بیت المقدس پھر مسلمانوں کے قبضے میں آگیا، جس کی وجہ سے عیسائی دنیا میں کھل بلی مچ گئی۔

پہلی جنگ عظیم اور خلافت عثمانیہ:

پہلی جنگ عظیم سے پہلے فلسطین خلافت عثمانیہ کا ایک حصہ تھا، جرمل اللنسی کی سپہ سالاری میں انگریزی فوجیں بیت المقدس میں داخل ہو گئیں اور انگریزی سپہ سالار نے اعلان کر دیا کہ صلیبی جنگ آج بھی جاری ہے، پہلی جنگ عظیم کے بعد برطانیہ نے عربوں سے آزاد مملکت کا وعدہ کیا تھا مگر یہ وعدہ سراسر فریب تھا، اسی زمانہ میں فرانس اور برطانیہ نے خفیہ معاہدہ کے تحت عرب علاقوں کو آپس میں تقسیم کر لیا۔

صیہونی عزائم اور سقوط بیت المقدس:

فلسطین کی تقسیم اور اسرائیل کا قیام دنیا کی تاریخ کا ایک نہایت افسوسناک اور تاریک باب ہے اور مسلمانوں کے لئے ایک رستا ہوا ناسور بھی، صیہونی درندوں نے فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ ظلم و بربریت کی وہ داستان رقم کی ہے جس کا تصور بھی محال ہے، اور یہ کارروائی گزشتہ نصف صدی سے تاہنوز جاری ہے نومبر ۱۹۱۷ء میں خلافت عثمانیہ (ترکی) کی شکست کے بعد برطانیہ کے خارجہ امور کے سکریٹری مسٹر بالفور (Mr Balfore) نے حکومت برطانیہ کی طرف سے ایک اعلان کیا جو اعلان بالفور کے نام سے مشہور ہے، اس اعلان کے مطابق صیہونی لیڈروں سے وعدہ کیا گیا تھا کہ فلسطین میں یہودیوں کو ایک علیحدہ وطن دیا جائیگا، کونسل آف لیگ آف نیشنز (اس وقت کی اقوام متحدہ) نے ۲۲ جولائی ۱۹۲۰ء کی فلسطین پر قانونی حکومت کا اختیار برطانیہ کو دیدیا اسی اختیار کے ساتھ یہودیوں نے دنیا کے کونے کونے سے فلسطین کی طرف نقل مکانی شروع کر دی ۱۹۴۷ء میں جرمل اسمبلی میں تقسیم فلسطین کی قرارداد منظور کی گئی ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء میں برطانیہ نے مکمل طور پر دست برداری کا اعلان کر دیا اور اسی تاریخ کو اسرائیلی ریاست کا اعلان کر دیا گیا، اسی وقت سے اسرائیل اپنی توسیع پسند پالیسی پر گام زن ہے۔

۱۹۴۸ء میں جب یہودی ریاست قائم ہوئی تو اس کا رقبہ صرف پانچ ہزار تین سو مربع میل تھا اور اس کی حدود میں پانچ لاکھ یہودی اور پانچ لاکھ چھ ہزار عرب آباد تھے اب یہ رقبہ ۳۳ ہزار مربع میل ہو گیا ہے، ۱۹۴۹ء اگست ۱۹۴۹ء میں مسجد اقصیٰ

میں آتش زنی کا واقعہ پیش آیا جس میں سلطان صلاح الدین ایوبی کا بنوایا ہوا بیش قیمت منبر بھی جل گیا تھا اس واقعہ نے پوری اسلامی دنیا میں غم و غصہ کی لہر دوڑادی، آتش زنی کا یہ واقعہ مسجد اقصیٰ کو منہدم کرنے کی صیہونی سازش کا ایک حصہ تھا، اس کے بعد یہود نے جب مسجد اقصیٰ کی دیواروں کے قریب ہیکل سلیمانی کے آثار معلوم کرنے کے لئے کھدائی شروع کی تو ان شبہات کو مزید تقویت پہنچی کہ یہودی مسجد اقصیٰ کو کسی نہ کسی بہانہ سے گرا کر اس کی جگہ ہیکل سلیمانی از سر نو تعمیر کرنا چاہتے ہیں جس کا نقشہ انجینیروں نے تیار کر لیا ہے۔



وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ (الآية) یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس تورات لائے اور اس کے احکام ان کو سنائے تو انہوں نے حسب عادت عمل کرنے سے انکار کر دیا جس وقت اللہ تعالیٰ نے ان پر پہاڑ بلند کیا کہ تم پر گرا کر تمہیں کچل دیا جائیگا، جس سے ڈرتے ہوئے انہوں نے تورات پر عمل کرنے کا عہد کر لیا، بعض کہتے ہیں کہ رفع جبل کا یہ واقعہ ان کے مطالبہ پر پیش آیا جب انہوں نے کہا کہ ہم تورات پر عمل اس وقت کریں گے جب اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر پہاڑ کو بلند کر کے دکھائے، مگر پہلی بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

معانی القرآن

وَإِذْ كَرَّأَ حِينَ أَخَذَرْتُكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ طُغُورِهِمْ بَدَلُ اشْتِمَالٍ بِمَا قَبْلَهُ بِإِعَادَةِ الْجَارِ دَرِيَّتَهُمْ بَانَ أَخْرَجَ بَعْضُهُمْ مِنْ صُلْبٍ بَعْضٍ مِنْ صُلْبِ آدَمَ نَسْلًا بَعْدَ نَسْلِ كَنُحُومًا يَتَوَلَّوْنَ الدُّوْنَ كَالذَّرِّ بُنْعَمَانِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَنُصِبَ لَهُمْ دَلَائِلُ عَلَى رُبُوبِيَّتِهِ وَرَكِبَ فِيهِمْ عَقْلًا وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ قَالَ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ إِنَّتَ رَبُّنَا شَهِدْنَا ذَلِكَ وَالْأَشْهَادُ أَنْ لَا تَقُولُوا بِالْبَيَاءِ وَالتَّاءِ فِي الْمَوْضِعِينَ أَيْ الْكَفَّارُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا التَّوْحِيدِ غَافِلِينَ ۝ لَا نَعْرِفُهُ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ أَيْ قَبْلَنَا وَكُنَّا ذَرِيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ فَاقْتَدَيْنَا بِهِمْ أَفْتَهَلِكُنَا تَعَذِّبُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ۝ مِنْ آبَائِنَا بِتَأْسِيسِ الشِّرْكِ الْمَعْنَى لَا يُمَكِّنُهُمُ الْاِحْتِجَاجُ بِذَلِكَ مَعَ إِشْهَادِهِمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالتَّوْحِيدِ وَالتَّذْكِيرِ بِهِ عَلَى لِسَانِ صَاحِبِ الْمُعْجَزَةِ قَائِمٍ مَقَامَ ذِكْرِهِ فِي النَّفُوسِ وَكَذَلِكَ تَفْصِيلُ الْآيَاتِ نُبَيِّنُهَا بِمَثَلِ مَا بَيَّنَّا الْمَيْثَاقَ لِيَتَذَكَّرُوا وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ عَنْ كُفْرِهِمْ وَأَتْلُ يَا مُحَمَّدُ عَلَيْهِمُ أَيْ الْيَهُودَ نَبَأَ خَبَرِ الَّذِي أَتَيْنَاهُ أَيْتِنَا فَأَنْسَلَخَ مِنْهَا خَرَجَ بِكُفْرِهِ كَمَا تَخْرُجُ الْحَيَّةُ مِنْ جِلْدِهَا وَهُوَ بِلَعْمِ بَنٍ بَاغُورًا مِنْ عُلَمَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ سُئِلَ أَنْ يَدْعُو عَلَى مُوسَى وَتَنْ مَعَهُ وَأَهْدِي إِلَيْهِ شَيْءَ فَدَعَا فَأَتَقَلَّبَ عَلَيْهِ وَانْدَلَعَ لِسَانُهُ عَلَى صَدْرِهِ فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَادْرَكَهُ فَصَارَ قَرِينَهُ فَكَانَ مِنَ الْعَوْنِ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ إِلَى مَنَازِلِ الْعُلَمَاءِ بِهَا بَانَ نَوْفَقُهُ لِلْعَمَلِ وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ سَكَنَ إِلَى الْأَرْضِ أَيْ الدُّنْيَا وَمَالَ إِلَيْهَا وَأَتَّبَعَ هَوَاهُ فِي دُعَائِهِ إِلَيْهَا فَوَضَعْنَاهُ فَمَثَلُهُ صِفَتُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلَ عَلَيْهِ بِالطَّرْدِ وَالزَّجْرِ يَلْهَثُ يَدْعُو لِسَانَهُ أَوْ تَتْرُكُهُ يَلْهَثُ وَلَيْسَ غَيْرُهُ مِنَ الْحَيَوَانَاتِ كَذَلِكَ وَجَمَلْنَا الشَّرْطَ خَالَ أَيْ لَاهِنًا ذَلِيلًا بِكُلِّ خَالَ وَالْقَصْدُ التَّشْبِيهُ فِي الْوَضْعِ وَالْحَسَنَةُ بَقَرِيَّةُ الْفَاءِ الْمُشْعِرَةُ بِتَرْتِيبِ مَا بَعْدَهَا عَلَى مَا قَبْلَهَا مِنَ الْمَيْلِ إِلَى الدُّنْيَا وَاتِّبَاعِ الْهَوَىٰ بِقَرِينَةِ قَوْلِهِ ذَلِكَ الْمَثَلُ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ عَلَى الْيَهُودِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ يَتَذَكَّرُونَ فِيهَا فَيُؤْمِنُونَ سَاءَ بَسْمٌ مَثَلًا الْقَوْمُ أَيْ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَتِنَا وَأَنْفُسُهُمْ كَانُوا يَظْلَمُونَ ۝ بِالتَّكْذِيبِ مَنْ يَهْدِي اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدَىٰ وَمَنْ يُضِلِلْ فَلَا وَلِيكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنَّةِ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا الْحَقُّ وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا دَلَائِلُ قُدْرَةِ اللَّهِ تَعَالَىٰ بِصَرَاعَتِهِ وَلَهُمْ أُذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا الْآيَاتِ وَالْمَوَاعِظُ سَمَاعٌ تَذَكُّرٌ وَاتِّعَازٌ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ فِي غَدَمِ الْفَقْهِ وَالْبَصْرِ

والاستماع بَلْ هُمْ أَضَلُّ مِنْ الْأَنْعَامِ لِأَنَّهُمْ تَطْلُبُ مَنَافِعَهَا وَتَهْرُبُ مِنْ مَضَارِّهَا وَهَؤُلَاءِ يُقَدُّونَ عَلَى النَّارِ مُعَانَدَةً أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٠﴾ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ وَالتَّسَعَةُ وَالتَّسْعُونَ الْوَارِدُ بِهَا الْحَدِيثُ وَالْحُسْنَىٰ مُؤَنَّثُ الْأَحْسَنِ فَادْعُوهُ سَمُوهُ بِهَا وَذَرُّوا أَنْتَرَكُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ مِنَ الْحَدِّ وَلَحَدٌ يَمِيلُونَ عَنِ الْحَقِّ فِي أَسْمَائِهِمْ حَيْثُ اشْتَقُّوا مِنْهَا أَسْمَاءٌ لِأَلِهَتِهِمْ كَاللَّاتِ مِنَ اللَّهِ وَالْعُزَّىٰ مِنَ الْعَزِيرِ وَمَنَاةٌ مِنَ الْمَنَاةِ سَيَجْزُونَ فِي الْآخِرَةِ جَزَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١﴾ وَهَذَا قَبْلَ الْأَمْرِ بِالْقِتَالِ وَمَنْ خَلَقْنَا أُمَّةً يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿١٢﴾ هُمْ أُمَّةٌ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا فِي حَدِيثٍ.

۲۲
۱۱

ترجمہ: اور یاد کرو اس وقت کو کہ تیرے رب نے جب اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا، مِنْ ظُهُورِهِمْ اپنے ما قبل (من بنی آدم) سے اعادہ جار کے ساتھ بدل ہے بایں طور کہ وادی نعمان میں عرفہ کے دن بعض کو بعض کی پشت سے صلب آدم سے چیونٹی کی شکل میں نکالا نسل بعد نسل اس کے مطابق کہ جس طرح پیدا ہوں گے اور اپنی ربوبیت پر ان کے لئے دلائل قائم کئے اور ان کے اندر عقل کو ترتیب دیا، اور خود ان کو ان کے اوپر شاہد بنایا (اللہ) نے فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب نے جواب دیا بے شک آپ ہمارے رب ہیں اور یہ گواہ بنانے کا کام اس لئے کیا تا کہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ دو کہ ہم تو اس توحید سے بے خبر تھے یعنی ہمیں اس کا علم نہیں تھا، یا یہ نہ کہنے لگو کہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے آباء نے کیا تھا دونوں جگہ یاء اور تاء کے ساتھ، (یاء کی صورت میں) کفار مراد ہوں گے، اور ہم تو بعد کو ان کی ذریت سے پیدا ہوئے جس کی وجہ سے ہم نے ان کی اقتداء کی پھر کیا آپ ہمیں ان کے قصور کی پاداش میں سزا دیتے ہیں جو ہمارے آباء میں سے غلط کار لوگوں نے شرک کی بنیاد ڈال کر کیا مطلب یہ ہے کہ ان کو اپنی ذات پر گواہ بنانے کے بعد اس قسم کا احتجاج ممکن نہ رہے گا اور صاحب معجزہ (نبی ﷺ) کی زبانی یاد دلانا خود ان کے دلوں میں یاد رہنے کے قائم مقام ہے اور ہم اسی طرح نشانیاں واضح طور پر بیان کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے عہد الست کو بیان کیا تا کہ ان میں غور و فکر کریں تا کہ وہ کفر سے باز آجائیں اے محمد ﷺ یہود کو اس شخص کی خبر سناؤ جس کو ہم نے اپنی نشانیاں (کرامات) عطا کی تھیں تو وہ کفر کی وجہ سے ان کرامات سے نکل گیا جس طرح سانپ اپنی کینچلی سے نکل جاتا ہے اور وہ علماء بنی اسرائیل میں سے بلعم بن باعورا تھا، اس سے درخواست کی گئی کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے لئے بددعاء کر دے اور اس کو کچھ ہدیہ بھی دیا گیا چنانچہ اس نے بددعاء کر دی مگر وہ بددعاء اسی پر پلٹ گئی، اور اس کی زبان نکل کر اس کے سینے پر لٹک گئی، پھر شیطان نے اس کا پیچھا کیا چنانچہ اس کو پالیا اور اس کا دوست بن گیا، تو وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہو گیا، اگر ہم چاہتے تو ان آیات کی بدولت اسے اعلیٰ درجات پر فائز کر دیتے اس طریقہ پر کہ اس کو عمل کی توفیق عطا کر دیتے، مگر وہ پستی، یعنی دنیا کی طرف جھک کر رہ گیا، اور اس کی طرف مائل ہو گیا اور خواہشات کی طرف بلانے میں اپنی خواہش کی پیروی کی تو ہم نے بھی اس کو پست (ذلیل) کر دیا، تو اس کی مثال اس کتے جیسی ہو گئی کہ اگر تو دھنکار کے ذریعہ اس پر سختی کرے تو زبان لٹکائے رہے، اور اگر تو چھوڑ دے تب بھی زبان لٹکائے رہے، کتے کے علاوہ کسی جانور میں یہ خاصیت نہیں

ہے اور دونوں شرطیں جملے حال ہیں یعنی لاھٹا ذلیلا، حال یہ کہ وہ زبان لٹکائے ہر حال میں ذلیل ہے اور مقصد پستی اور ذلت میں تشبیہ دینا ہے (اور) قرینہ فاء ہے جو کہ مشعر ہے اپنے مابعد کے ماقبل پر جو کہ دنیا کی طرف میلان اور خواہش کی اتباع ہے، مرتب ہونے کی وجہ سے اس کے قول ذلک المثل کے قرینہ سے، یہ مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، تو آپ یہود کو قصے سنائیے تاکہ ان میں غور و فکر کریں اور ایمان لے آئیں، اور ان لوگوں کی مثال جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، بری مثال ہے، وہ لوگ تکذیب کی وجہ سے اپنا ہی نقصان کرتے ہیں اللہ جس کو ہدایت کرتا ہے وہی ہدایت یافتہ ہے، اور جس کو بے راہ کرے وہی زیاں کاروں میں سے ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے بہت سے جن وانس کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے ان کے ایسے قلوب ہیں کہ ان سے حق کو سمجھتے نہیں ہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل کو عبرت کی نظر سے دیکھتے نہیں ہیں، اور ان کے کان ہیں مگر ان کے ذریعہ وہ آیات کو اور نصیحتوں کو تدبر اور نصیحت کے لئے سنتے نہیں ہیں یہ لوگ نہ سمجھنے اور نہ دیکھنے اور نہ سننے میں جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گذرے ہیں اسلئے کہ جانور اپنے منافع کو طلب کرتا ہے اور مضرت رساں چیزوں سے (دور) بھاگتا ہے، اور یہ لوگ تو عناد کی وجہ سے جہنم کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے ہوئے ہیں اور اللہ کے ننانویں اچھے اچھے نام ہیں جو حدیث میں وارد ہوئے ہیں، حُسْنٰی اَحْسَنُ کی مؤنث ہے، لہذا اس کو ان ہی ناموں سے پکارو اور ان کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں کجروی اختیار کرتے ہیں یہ اَلْحَدَّ اور لَحَدَّ سے مشتق ہے اس طور پر کہ انہوں نے اللہ کے ناموں سے اپنے معبودوں کے نام بنائے ہیں، مثلاً لات، اللہ سے اور العزى، عزیز سے اور منات مَنَان سے عنقریب آخرت میں وہ اس کا بدلہ پا کر رہیں گے جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں، یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے کا ہے، اور ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے مطابق ہدایت اور حق ہی کے مطابق انصاف کرتی ہے اور وہ محمد ﷺ کی امت ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔

تَحْقِيقُ تَرْكِيبِ تَسْبِيلٍ وَ تَفْسِيرِ فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: بَدَلُ اشْتِمَالِ مِمَّا قَبْلَهُ، یعنی من ظہور ہم، بنی آدم سے بدل الاشتمال ہے، یہ قول کواشی کی اتباع میں ہے، صاحب کشاف نے کہا ہے کہ بدل البعض عن الكل ہے، اور یہی ظاہر ہے، جیسا کہ ضربت زیداً ظہرہ، اس کو کسی نے بدل الاشتمال نہیں کہا ہے، تقدیر عبارت یہ ہوگی ”وَ اِذَا اخَذَ رِثْلُكَ مِنْ ظَهْوَرِ بَنِي اٰدَمَ“۔

قَوْلُهُ: مِنْ صُلْبِ بَعْضٍ مِنْ صُلْبِ اٰدَمَ، من صلب بعض موصوف ہے اور من صلب آدم صفت ہے، یعنی نکالا ذریت کو صلب بعض سے جو کہ صلب آدم ہے۔

قَوْلُهُ: نَسْلًا بَعْدَ نَسْلِ، یعنی اسی ترتیب سے دنیا میں ظہور ہونے والا تھا، یعنی اول حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے آدم کی بلا واسطہ ذریت کو نکالا اور پھر ذریت آدم کی پشت سے ان کی ذریت کو نکالا۔

قَوْلُهُ: قَالَ، لفظ قال کو اس وجہ سے مقدر مانا کہ بلا ضرورت التفات عن الغیبت الی التكلم لازم نہ آئے۔

قَوْلُهُ: اَنْتَ رَبُّنَا، یہ اضافہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے کہ بلی، قالو کا مقولہ ہے اور مقولہ کے لئے جملہ ہونا ضروری ہے چہ جائیکہ بلی، حرف مقولہ واقع ہو، جواب یہ ہے کہ عبارت میں حذف ہے تقدیر عبارت یہ ہے بلی انت ربنا، لہذا اب کوئی اشکال نہیں۔

قَوْلُهُ: وَالْاَشْهَادُ، لِاَشْهَادُ اور لام کی تقدیر سے اشارہ کر دیا کہ ان تقولوا، شہدنا کا مفعول لہ ہے۔ (تسہیل)

قَوْلُهُ: شَهِدْنَا، اس میں تین احتمال ہیں، ① یہ کہ ملائکہ کا کلام ہو کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ذریت آدم کے اقرار پر گواہ بنایا ہو، اس صورت میں وقف بلسی پر ہوگا، ② یہ بھی احتمال ہے کہ ذریت کا کلام ہو اس صورت میں معنی ہوں گے ہم نے اس کا اقرار کیا، شہادت دی، اس صورت میں بلی پر وقف درست نہ ہوگا بلکہ شہدنا پر ہوگا، ③ اللہ تعالیٰ کا کلام ہو، ای شہدنا علی اقرار کم کراہۃ ان تقولوا، اولئلا تقولوا، یعنی ہم نے تم سے اس لئے اقرار لیا تا کہ تم لا علمی کا عذر نہ کر سکو یا اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ تم لا علمی کا عذر کرو۔

قَوْلُهُ: الْمَعْنَى لَا يُمَكِّنُهُمُ الْاِخْتِجَاجُ بِذَلِكَ مطلب یہ ہے کہ ذریت آدم سے اقرار لینے کے بعد ان کے پاس لا علمی اور غفلت کا عذر باقی نہیں رہے گا وہ یہ نہ کہہ سکیں گے، یا اللہ الغلیمین اس عہد و میثاق کے بارے میں ہمیں کوئی علم نہیں تھا جس کی وجہ سے ہم غفلت میں رہے۔

قَوْلُهُ: وَالتَّذْكِيرُ بِهِ عَلَى لِسَانِ صَاحِبِ الْمُعْجِزَةِ قَائِمٌ مَقَامَ ذِكْرِهِ فِي النُّفُوسِ یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ روز ازل میں لیا ہوا اقرار دنیا میں آنے کے بعد نسیا منسیا ہو گیا اب کسی کو بھی عہد الست یاد نہیں ہے تو ایسے عہد سے کیا فائدہ کہ جو یاد ہی نہ ہو اور نہ اس کی وجہ سے مواخذہ ہی ہونا چاہئے۔

جَوَابُهُ: اس بھولے ہوئے عہد الست کو ہی یاد دلانے کے لئے انبیاء کرام کو مبعوث کیا جاتا ہے جو مسلسل اس عہد کو یاد دلاتے رہتے ہیں، لہذا اب عدم مواخذہ کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: التَّذْكِيرُ مُبْتَدَأٌ ہے اور قائم مقام ذکرہ فی النفوس اس کی خبر ہے۔

قَوْلُهُ: سَكَنَ، اس میں اشارہ ہے کہ اَخْلَدَ، خلود سے مشتق نہیں ہے جس کے معنی دوام کے ہیں بلکہ اَخْلَدَ بمعنی مَال ہے، اَخْلَدَ اِلَى الارض، اِی مَالِ الْاَيُّهَا۔

قَوْلُهُ: فِی دَعَائِهِ الْاَيُّهَا اِی دَعَاءِ الْهَوٰی اِیَاہ، یعنی خواہش نفس نے بلعام کو دنیا کی طرف بلایا، اس میں مصدر مضاف فاعل ہے۔

قَوْلُهُ: فَوَضَعْنَاهُ، اِی ذَلَّلْنَاهُ۔

قَوْلُهُ: اَوْ اِنْ تَتْرُكُهُ، بعض نسخوں میں اِنْ، چھوٹا ہوا ہے جو کہ کاتب کا سہو ہے، مفسر علام نے، اِنْ مقدر مان کر اشارہ کر دیا کہ اس کا عطف تحمل پر ہے نہ کہ اِنْ تحمل پر لہذا تنو کہ کا جزم ظاہر ہو گیا۔

قَوْلُهُ: جُمَلْنَا الشَّرْطِ حَالٌ، یعنی معطوف اور معطوف علیہ دونوں جملے حال ہیں مطلب یہ ہے کہ کتا ہر حال میں لاہٹ رہتا ہے خواہ حالت شدت ہو یا راحت۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحُ

عالم ارواح میں عہد الست:

جیسا کہ متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ آدم علیہ السلام کی تخلیق کے موقع پر پیش آیا تھا اس وقت جس طرح فرشتوں کو جمع کر کے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا گیا تھا اور زمین پر انسانی خلافت کا اعلان کیا گیا تھا، اسی طرح نسل آدم کو بھی جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی اللہ تعالیٰ نے وجود و شعور بخش کر اپنے سامنے حاضر کیا تھا اور ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار و شہادت لی تھی، اول حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے بلا واسطہ پیدا ہونے والی ذریت کو نکالا اور ان سے عہد الست لیا اس کے بعد آدم کی ذریت کی پشت سے اس کے بعد ان کی پشت سے علیٰ ہذا القیاس تا قیامت نسل بعد نسل، پیدا ہونے والی ذریت کو نکالا اور ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا اور اس عہد پر خود ان کو اور ملائکہ کو اور پوری کائنات کو گواہ بنایا اس کی تفصیل ایک روایت میں اس طرح آئی ہے کہ وادی نعمان میں عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ نے ذریت آدم سے عہد و میثاق لیا، آدم کی پشت سے ان کی ہونیوالی تمام اولاد کو نکالا اور ان کو اپنے سامنے پھیلا یا اور ان سے پوچھا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا ”بلی شہدنا“۔ (مسند احمد، حاکم)

عہد الست کی غرض:

أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا (الآیۃ) اس آیت میں وہ غرض بیان کی گئی جس کے لئے ازل میں پوری نسل آدم سے اقرار لیا گیا تھا اور وہ یہ کہ انسانوں میں سے جو لوگ اپنے خدا سے بغاوت کریں گے وہ اپنے اس جرم کے پوری طرح ذمہ دار ہوں گے، انھیں اپنی صفائی میں نہ تو لاعلمی کا عذر پیش کرنے کا موقع ملے گا اور نہ وہ سابق نسلوں پر اپنی گمراہی کی ذمہ داری ڈال کر خود بری الذمہ ہو سکیں گے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا (الآیۃ) اس آیت میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا عبرت ناک واقعہ مذکور ہے، بنی اسرائیل کا ایک بڑا عالم اور مشہور مقتدا علم و معرفت کے اعلیٰ معیار پر ہونے کے باوجود دفعہ گمراہ ہو گیا۔

بلعم بن باعوراء کے واقعہ کی تفصیل:

مذکورہ آیت میں نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ تم یہود کو اس شخص کا قصہ سناؤ جس کو اللہ نے اپنی نشانیاں دی تھیں مگر وہ ان نشانیوں سے اس طرح نکل گیا جس طرح سانپ کینچلی سے نکل جاتا ہے ائمہ تفسیر سے اس بارے میں مختلف روایتیں مذکور ہیں جن میں زیادہ مشہور اور جمہور کے نزدیک قابل اعتماد وہ روایت ہے جو ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کی

ہے اس روایت میں اس شخص کا نام بلعم بن باعوراء آیا ہے، اور بعض نے بلعام بن باعرنام بتایا ہے، یہ ملک شام میں بیت المقدس کے قریب کنعان کا رہنے والا تھا، ایک روایت میں اس کو اسرائیلی بتایا گیا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی بعض کتابوں کا علم حاصل تھا قرآن کریم میں جو اس کی صفت بیان ہوئی ہے وہ ”الذی اتیناہ آیتنا“ ہے اس سے اسی علم کی طرف اشارہ ہے، غرق فرعون اور ترک مصر کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو جبارین قوم علاقہ سے جہاد کرنے کا حکم دیا اور جبارین نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کا لشکر لے کر قریب پہنچ چکے ہیں، جبارین کو اس کی فکر ہوئی جمع ہو کر بلعم بن باعوراء کے پاس آئے اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام سخت آدمی ہیں اور ان کے ساتھ ایک بہت بڑا لشکر ہے وہ ہمارے ملک پر قبضہ کرنے اور ہم کو ہمارے ملک سے بے دخل کرنے کے لئے آئے ہیں آپ اللہ سے دعاء کریں کہ ان کو ہمارے ملک سے واپس کر دے، بلعم بن باعوراء کو اسم اعظم معلوم تھا وہ اس کے ذریعہ جو دعاء کرتا وہ قبول ہوتی تھی۔

بلعم نے اول تو معذرت کی اور کہا وہ اللہ کے نبی ہیں ان کے ساتھ فرشتوں کا لشکر ہے میں ان کے خلاف بددعاء کیسے کر سکتا ہوں؟ اگر میں ایسا کروں گا تو میرا دین اور دنیا دونوں برباد ہو جائیں گی، مگر قوم نے بے حد اصرار کیا تو بلعم نے کہا اچھا تو میں اس معاملہ میں استخارہ کر کے اپنے رب کی مرضی معلوم کر لوں اس نے استخارہ کیا استخارہ میں معلوم ہوا کہ ایسا ہرگز نہ کرنا، اس نے قوم سے کہا مجھے بددعاء کرنے سے منع کر دیا گیا ہے، اس وقت جبارین نے ایک بہت بڑا تحفہ بلعم کو پیش کیا اس نے قبول کر لیا اس کے بعد جبارین کا اصرار بہت زیادہ بڑھ گیا، بعض روایات میں ہے کہ اس کی بیوی نے مشورہ دیا کہ رشوت قبول کر لیں اور ان کا کام کر دیں، بیوی کی رضا جوئی اور مال کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا، اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لئے بددعاء کرنی شروع کر دی۔

قدرت الہیہ کا عجیب کرشمہ:

اس وقت قدرت الہیہ کا عجیب کرشمہ یہ ظاہر ہوا کہ وہ کلمات بددعاء جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لئے کہنا چاہتا تھا اس کی زبان سے وہ الفاظ بددعاء قوم جبارین کے لئے نکلے، جبارین چلا اٹھے کہ تم تو ہمارے لئے بددعاء کر رہے ہو، بلعم نے جواب دیا یہ میرے اختیار میں نہیں ہے میری زبان اس کے خلاف پر قادر نہیں، نتیجہ یہ ہوا کہ اس قوم پر تباہی آئی اور بلعم کو یہ سزا ملی کہ اس کی زبان لٹک کر سینے پر آگئی، اب اس نے جبارین سے کہا میری تو دنیا و آخرت تباہ ہو گئی اب میری دعاء کی قبولیت سلب کر لی گئی، لیکن میں تمہیں ایک تدبیر بتاتا ہوں جس کے ذریعہ تم موسیٰ اور اس کی قوم پر غالب آ سکتے ہو، وہ یہ کہ تم اپنی حسین لڑکیوں کو آراستہ کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دو اور ان کو یہ تاکید کر دو کہ بنی اسرائیل میں کوئی بھی ان کے ساتھ جو کچھ بھی کرنا چاہے منع نہ کریں، بلعم بن باعوراء کی یہ شیطانی چال ان کی سمجھ میں آگئی، اور اس پر عمل کیا گیا، بنی اسرائیل کا ایک بڑا شخص جس کا نام شمعون بن یعقوب بتایا گیا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کا سپہ سار بھی تھا اسے ایک عورت بہت پسند آئی وہ اسے لیکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میرا خیال یہ ہے کہ آپ اس

عورت کو حرام سمجھیں گے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ مجھ پر بھی حرام ہے اور تجھ پر بھی، اس نے یہ بات سنتے ہی قسم کھا کر کہا کہ میں آپ کی اطاعت نہیں کروں گا، اور اپنے خیمہ میں لے جا کر فعل بد کا مرتکب ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں طاعون بھیج دیا جس کے نتیجہ میں ستر ہزار آدمی ہلاک ہو گئے۔

بعض مفسرین نے اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں امیہ بن صلت کا نام لیا ہے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود تھا، اس کے علاوہ بعض مفسرین نے شان نزول کے سلسلہ میں اور نام بھی لئے ہیں مگر یہ بات طے ہے کہ علی بن طلحہ کی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر کے باب میں بڑی معتبر روایت ہے، ابن جریر نے بھی اپنی تفسیر میں اس آیت کا یہی شان نزول بیان کیا ہے لہذا یہی شان نزول صحیح ہے۔ (معارف، احسن التفاسیر، فتح القدیر شوکانی)

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ ، (الآیۃ) لَهَيْتُ (س) لَهَيْتُ، پیاسا ہونا، کتے کا ہانپتے وقت زبان نکالنا کتے کی یہ عادت ہوتی ہے کہ تم اسے ڈانٹو ڈپوڈراؤ یا اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو زبان نکالے ہی رہتا ہے۔

کتے کے ساتھ جس شخص کو تشبیہ دی گئی ہے یہ وہی شخص ہے جس کا ذکر سطور بالا میں ہوا ہے اللہ نے اس کو جو علم، معرفت عطا کیا تھا اس کا تقاضہ یہ تھا کہ اس رویہ سے بچتا جس کو وہ غلط سمجھتا تھا اور وہ طرز عمل اختیار کرتا جو اسے معلوم تھا کہ صحیح ہے، لیکن وہ دنیا کے فائدوں، لذتوں اور آرائشوں کی طرف جھک پڑا، خواہشات نفس کے تقاضوں کا مقابلہ کرنے کے بجائے اس نے ان کے آگے سپرڈال دی دنیا کی حرص و طمع سے بالاتر ہونے کے بجائے وہ اس حرص و طمع سے ایسا مغلوب ہوا کہ ان تمام حدود کو توڑ کر نکل بھاگا جن کی نگہداشت اس کو خود کرنی چاہئے تھی جب وہ اپنی اخلاقی کمزوری کی وجہ سے حق سے منہ موڑ کر بھاگا تو شیطان جو قریب ہی اس کی گھات میں لگا ہوا تھا اس کے پیچھے لگ گیا اور برابر اسے ایک پستی سے دوسری پستی کی طرف دھکیلتا رہا یہاں تک کہ ظالم نے اسے ان لوگوں کے زمرے میں پہنچا کر ہی دم لیا جو اس کے دام فریب میں پھنس کر پوری طرح اپنی متاع عقل و ہوش گم کر چکے ہیں۔

کتے کے ساتھ تشبیہ دینے کا مقصد یہ ہے کہ کتے کی جو خصلتیں ہوتی ہیں وہ سب اس میں جمع ہو جاتی ہیں، کتے کی ہر وقت لنگی ہوئی زبان اور ٹپکتی ہوئی رال، نہ بجھنے والی آتش حرص، کبھی سیر نہ ہونے والی نیت کا پتہ دیتی ہے ہم اپنے محاورہ میں بھی ایسے شخص کو جو دنیا کی حرص میں اندھا ہو رہا ہو، دنیا کا کتا، کہتے ہیں، کتے کی جبلت کیا ہے؟ حرص و آز، چلتے پھرتے اس کی ناک سو نگنے ہی میں لگی رہتی ہے کہ شاید کہیں سے بوئے طعام آجائے، کتا پوری دنیا کو صرف پیٹ ہی کے نظریہ سے دیکھتا ہے، کہیں کوئی بڑی لاش پڑی ہو جو کئی کتوں کے لئے کافی ہو تو ایک کتا اس میں سے صرف اپنا حصہ لینے پر ہی اکتفاء نہیں کرتا بلکہ اسے صرف اپنے ہی لئے مخصوص رکھنا چاہتا ہے اور کسی دوسرے کتے کو اس کے پاس بھٹکنے نہیں دیتا، اس شہوت شکم کے بعد کوئی چیز اس پر غالب ہے تو وہ شہوت فرج ہے، اپنے سارے جسم میں سے صرف شر مگاہ ہی وہ چیز ہے جس سے وہ دل چسپی رکھتا ہے اور اسی کو سونگھنے اور چاننے میں مشغول رہتا ہے، اس تشبیہ کا مدعا یہ ہے کہ دنیا پرست آدمی جب علم و ایمان کی رسی تزا کر بھاگتا ہے

اور نفس کی اندھی خواہشات کے ہاتھ میں اپنی باگیں تھام دیتا ہے تو پھر کتے کی حالت کو پہنچے بغیر نہیں رہتا۔

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا الْقُرْآنِ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ نَأْخُذُهُمْ قَلِيلًا قَلِيلًا مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٠٠﴾ وَأُمْلَى لَهُمْ
أُسْهِلُ لَهُمْ ﴿١٠١﴾ إِن كِيدِيٍّ مِّثْلِي ۖ شَدِيدٌ لَا يُطَاقُ أَوْ لَمْ يَقْدِرُوا فَيَعْلَمُوا مَا بِصَاحِبِهِمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِّنْ جُنْدٍ جُنُونَ إِنَّ مَا هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿١٠٢﴾ بَيْنَ الْإِنذَارِ أَوْ لَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَفِي
مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ لَا بَيَانَ لِمَا فَيَسْتَدِلُّوا عَلَى قُدْرَةِ صَانِعِهِ وَخِدَائِيَّتِهِ وَفِي أَنَّ إِيَّاهُ عَلَى أَنْ يَكُونَ قَدْ اقْتَرَبَ
قُرْبَ آبَاجِهِمْ فَيَمُوتُوا كِفَارًا فَيَصِيرُوا إِلَى النَّارِ فَيَبَادِرُوا إِلَى الْإِيمَانِ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ إِي الْقُرْآنِ
يُؤْمِنُونَ ﴿١٠٣﴾ مَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَيَذَرُهُمْ بِالْبِئْسَاءِ وَالنَّوْنِ مَعَ الرِّفْعِ اسْتِيفَانًا وَالْجَزْمِ عَطْفًا عَلَى مَحَلِّ مَا
بَعْدَ الْفَاءِ فِي طُعْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١٠٤﴾ يَتَرَدَّدُونَ تَحْخِيرًا يَسْأَلُونَكَ إِي أَهْلَ مَكَّةَ عَنِ السَّاعَةِ الْقِيَامَةِ إِيَّانَ مَتَى مُرْسِلَهَا قُلْ
لَهُمْ إِنَّمَا عِلْمُهَا مَتَى تَكُونُ عِنْدِي لَا أُبْلِغُهَا يُظْهِرُهَا لَوْ قَهَّ السَّلَامُ بِمَعْنَى فِي (لَا هُوَ تَقَلَّتْ عَظُمَتْ
فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ عَلَى أَهْلِهَا لِهَوْلِهَا لَا تَلْتَكِمُ الْأَبْنَتَةُ فَجَاءَ يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ خَفِيٌّ مُبَالِغٌ فِي السُّوَالِ عَنْهَا حَتَّى
عَلِمَتْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ تَاكِيدٌ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٠٥﴾ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَهُ تَعَالَى قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا
أَحْبَبَهُ وَلَا ضَرًّا أَذْفَعُهُ (لَا مَشَاءَ اللَّهِ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ مَا غَابَ عَنِّي (لَسْتَ تَدْرِي مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنَى السُّوءِ) مِنْ
فَقْرٍ وَغَيْرِهِ لَا حِزَازِي عَنْهُ بِاجْتِنَابِ الْمَضَارِ إِنَّ مَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ بِالنَّارِ لِلْكَافِرِينَ وَبَشِيرٌ بِالْجَنَّةِ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١٠٦﴾

عند اللہ

عند اللہ

ترجمہ:

اہل مکہ میں سے جن لوگوں نے ہماری آیتوں یعنی قرآن کو جھٹلایا ہم ان کو بدرجہ گرفت میں لے رہے
ہیں، اس طریقہ پر کہ ان کو خبر بھی نہیں اور ان کو میں مہلت دیتا ہوں بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے، جس کا کوئی توڑ نہیں،
کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا؟ کہ جان لیتے کہ ان کے رفیق محمد ﷺ کو کسی قوم کا جنون نہیں، وہ تو صرف صاف صاف ڈرانے
والا ہے کیا ان لوگوں نے آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور (دیگر) ان چیزوں میں جن کو اللہ نے پیدا کیا ہے (من شیء) ما کا
بیان ہے، کہ اس کے بنانے والے کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر استدلال کرتے، اور اس بات میں کہ ممکن ہے کہ ان کی موت
کا وقت قریب ہی آگاہ ہو کہ وہ حالت کفر ہی میں مرجائیں اور آگ میں پہنچ جائیں، لہذا ایمان کی طرف سبقت کرنی چاہئے، پھر
قرآن کے بعد کوئی بات پر ایمان لائیں گے، جس کو اللہ گمراہ کر دے تو اس کو کوئی ہدایت پر نہیں لاسکتا اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کی
گمراہی میں حیرانی سے بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتا ہے یا اور ان کی صورت میں بطور استیناف رفع کے ساتھ، اور جزم کے ساتھ مابعد
الفاء کے محل پر عطف کی وجہ سے، اہل مکہ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ ان
سے کہہ دیجئے کہ قیامت کب واقع ہوگی۔ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر وہی ظاہر کر سکتا
ہے وہ آسمانوں اور زمین والوں پر اس کی ہولناکی کی وجہ سے بڑا بھاری وقت ہوگا وہ (قیامت) تم پر اچانک آپڑے گی، یہ لوگ
آپ سے قیامت کے متعلق اس طرح سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اس کی تحقیق کر چکے ہیں حتیٰ کہ آپ کو اس کا علم ہو گیا آپ

کہد دیجئے کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے یہ تاکید ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے، آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات کے لئے کسی نفع کا جسکو میں حاصل کر سکوں اختیار نہیں رکھتا اور نہ نقصان کا کہ اس کو دفع کر سکوں مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ چاہے، اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع جمع کر لیتا، اور مجھے فقر وغیرہ کی کوئی تکلیف نہ پہنچتی میرے اس نقصان سے بچ جانے کی وجہ سے، بسبب مضر چیزوں سے اجتناب کے میں تو کافروں کو آگ سے ڈرانے والا ہوں اہل ایمان کو جنت کی خوشخبری دینے والا ہوں۔

تحقیق و ترمیم کی تسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: نَسْتَدْرِجُ کی تفسیر نَاخِذُ سے کر کے معنی مرادی کی جانب اشارہ کر دیا، استدراج کے لغوی معنی درجہ بدرجہ چڑھنا (الاستعداد درجۃ بعد درجۃ) چونکہ کفار کے لئے کوئی اصعاد نہیں ہے اسلئے اس کے مرادی معنی مراد ہیں یعنی بدرجہ گرفت کرنا۔

قَوْلُهُ: اَمْهَلُهُمْ، یہ اضافہ بھی مرادی معنی کو بیان کرنے کے لئے ہے، اسلئے کہ اُمْلٰی کے معنی املاء کرانے کے ہیں جو کہ یہاں مراد نہیں ہیں۔

قَوْلُهُ: فَيَعْلَمُونَ یہ ایک سوال کا جواب ہے۔

سُئِلَ: فَيَعْلَمُونَ مقرر ماننے کی کیا ضرورت پیش آئی؟

جواب: فَيَعْلَمُونَ مقرر مان کر اشارہ کر دیا کہ مَا بِصَاحِبِهِمْ، يَعْلَمُونَ مقرر کا مفعول ہے نہ کہ یتفکروا اس لئے کہ یتفکروا، لازم ہے اسکو مفعول کی ضرورت نہیں ہے حالانکہ مفعول موجود ہے، لہذا اعتراض ختم ہو گیا کہ یتفکروا مفعول کی طرف متعدی نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: جُنُودٌ، جنۃ کی تفسیر جنون سے کر کے اشارہ کر دیا کہ جنۃ سے قوم جن مراد نہیں ہے اسلئے کہ یہ کفار کے جواب میں واقع ہے کفار کہا کرتے تھے اِن صَاحِبِکُمْ لَمَجْنُونٌ، اگر جنۃ سے قوم جن (جنات) مراد لی جائے تو سوال اور جواب میں مطابقت نہیں رہے گی۔

قَوْلُهُ: وَفِي اس تقدیر کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ ہے مَا خَلَقَ اللّٰهُ کَا عَظْفِ مَلٰکُوتٍ پر ہے نہ کہ قَرِیْبَ (الارض) پر اس لئے کہ اس صورت میں معنی درست نہ رہیں گے۔

قَوْلُهُ: اٰی اَنَّهُ، اس تقدیر میں اشارہ ہے کہ اُن مَخْفٰہٍ عَنِ الثَّقِیْلَہِ ہے نہ کہ مَصْدَرِیہ جیسا کہ بعض حضرات کا خیال ہے، اس لئے کہ اُن مَصْدَرِیہ افعال غیر متصرفہ پر داخل نہیں ہوتا اس لئے کہ ان کے مصادر نہیں ہوتے۔

قَوْلُهُ: فَيَتَبَادَرُوا یہ اَوَّلَمْ یَنْظُرُوا کا جواب ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

قَوْلُهُ: مَعَ الرَّفْعِ اسْتِیْنَاظًا، اٰی وَهُوَ نَذَرُهُمْ۔

قَوْلُهُ: وَبِالْجَزْمِ عَطْفًا عَلَى مَحَلِّ مَا بَعْدَ الْفَاءِ، یہ نذر ہم میں دوسری ترکیب کی طرف اشارہ ہے، نذر میں دو اعراب ہیں رفع بوجہ استیناف کے اور جزم بسبب جواب نہیں، لا ہادی لہ جواب شرط ہونے کی وجہ سے محلاً مجزوم ہے۔

سُئِلَ: محل پر عطف کیا لفظ پر نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس لئے کہ اس صورت میں فعل کا اسم پر عطف لازم آتا ہے جو کہ مستحسن نہیں ہے، تقدیر عبارت یہ ہے مَنْ يَضِلُّ اللَّهُ فَلَا يَهْدِيهِ أَحَدٌ وَنَذَرَهُمْ۔

قَوْلُهُ: مُرْسَلًا، (رُسَاءٌ، سے مصدر میسی ہے بمعنی استقرار و اثبات، مجرد، رَسَاءٌ، بمعنی ثبت، رَسَتْ السَّفِينَةُ اِی وَقَفَتْ عَنِ الْجَرَى۔

قَوْلُهُ: حَفِيٌّ، سوال میں مبالغہ کرنے والا یعنی مسئلہ کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرنے والا، جو ایسا مبالغہ کرتا ہے وہ حقیقت حال سے واقف ہو جاتا ہے، اور اسی سے احفاء الشارب ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

وَالَّذِينَ كَذَبُوا بِالْآيَاتِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ، سابق رکوع کی آخری آیت میں اس امتِ اجابت کی دو خصوصیتیں بیان کی گئی تھیں ایک قیادت و رہنمائی دوسرے اختلاف کے وقت قانونِ شریعت کے مطابق عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا، اگر غور کیا جائے تو یہ دونوں باتیں کسی بھی قوم یا جماعت کی فلاح و کامرانی کی ضامن ہو سکتی ہیں۔ امت محمدیہ کی تمام دیگر امتوں پر فضیلت و فوقیت کا راز اور ان کا طغرائے امتیاز یہی حق پرستی ہے صحابہ و تابعین کی پوری زندگی اس کی آئینہ دار ہے۔

وَالَّذِينَ كَذَبُوا بِالْآيَاتِ الخ دوسری آیت میں اس شبہ کا جواب ہے کہ جب قومی ترقی کا مدار حق پرستی اور حق و انصاف کی پیروی پر ہے تو دوسری غیر مسلم قومیں جو حق سے سراسر دور ہیں وہ کیوں دنیا میں پھولتی پھلتی نظر آتی ہیں، وَالَّذِينَ كَذَبُوا سے اسی کا جواب ہے یعنی ہم اپنی آیات کے جھٹلانے والوں کو اپنی حکمت و رحمت کی بناء پر دفعہ نہیں پکڑتے بلکہ آہستہ آہستہ تدریجاً پکڑتے ہیں جس کی ان کو خبر بھی نہیں ہوتی اس لئے دنیا میں کفار و فجار کی دولت و ثروت جاہ و عزت سے دھوکا نہ کھائیں کیونکہ وہ ان کے لئے کوئی بھلائی کا سامان نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی طرف سے استدراج (ڈھیل) ہے۔

وَأَمْسَى لَهُمْ إِنْ كِيدَى مَتِينٌ مجرموں اور فاسقوں اور جھٹلانے والوں اور مجرموں کو بسا اوقات فوراً سزا نہیں ملتی، بلکہ دنیوی عیش و فراخی کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، حتیٰ کہ خدائی سزا سے بے خوف و بے فکر ہو کر ارتکابِ معاصی پر اور زیادہ دلیر ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ انتہائی سزا کے مستحق ہو جاتے ہیں، یہی خدا کی ڈھیل اور استدراج ہے وہ حماقت و سفاہت سے سمجھتے ہیں کہ ہمارے اوپر مہربانی ہو رہی ہے۔

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ، یہ آیت اس بات پر کہ نبی ﷺ عالم الغیب نہیں، عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے صریح دلیل ہے علم و جہالت کی انتہاء ہے کہ اس کے باوجود اہل بدعت آپ ﷺ کو معروف معنی میں

عالم الغیب باور کرانے کی سعی بے سود کرتے ہیں اغلب یہ ہے کہ اس طبقے کے پڑھے لکھے اور سمجھدار کہلانے والے لوگ اس کی حقیقت سے بخوبی واقف ہیں صرف اپنی قوم و برادری میں ساکھ قائم رکھنے یا اپنے دنیوی مفاد کے لئے قوم کے سامنے اور اسٹیجوں پر دعوائے بلا دلیل کرتے ہیں جب ہزار ہا تاریخی واقعات آپ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کی نفی کرتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ وصال کے وقت آپ کو علم غیب کلی عطا کیا گیا تھا اول تو وصال کے وقت علم غیب کا فائدہ کیا؟ اور جب ان کو بتایا جاتا ہے کہ حدیث میں موجود ہے کہ وصال کے آخری ایام میں جب آپ کو غشی سے افاقہ ہوتا تھا تو آپ ﷺ دریافت فرماتے کہ کیا نماز ہوگئی؟ اس سے بھی عالم الغیب ہونے کی نفی ہوتی ہے؟ اہل بدعت نے جب دیکھا کہ یہ داؤ بھی بے کار گیا تو کہہ دیا کہ بعد از وصال میدان حشر میں آپ کو علم غیب کلی عطا ہوگا، مگر جب وہ حدیث سامنے آئی جو سابق میں گذر چکی ہے کہ آخرت میں تمام مخلوق پر بے ہوشی طاری ہو جائے گی تو آپ نے فرمایا کہ ہوش میں آنیوالوں میں سب سے پہلا شخص میں ہوں گا، مگر جب میری نظر عرش پر پڑے گی تو موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایا پکڑے کھڑے ہوں گے میں نہیں جانتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بے ہوشی طاری نہیں ہوئی کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تجلی الہی کے دیدار کی وجہ سے ایک دفعہ دنیا میں بے ہوش ہو چکے تھے، یا بے ہوش ہوئے مگر وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے، یہ ترکیب بھی کام نہ آئی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کے لئے علم غیب ثابت کرنے کی اور کوئی صورت سوچیں، یہ سب کوتاہ علموں کی باتیں ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اہل علم و دانش کے نزدیک یہ کوئی اہم مسئلہ ہی نہیں ہے۔

لکن اکثر الناس لا يعلمون، اکثر لوگ اتنی موٹی سی بات بھی نہیں سمجھتے، رسول بہر حال بندہ اور مخلوق ہوتا ہے، اس کو اللہ کی کسی بھی صفت میں اللہ کا شریک سمجھنا جہل محض اور الحاد محض اور رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہنا ایسا ہی مضحکہ خیز دعویٰ ہے جیسے قادر مطلق کہنا (تفسیر ماجدی ملخصاً) وحی کے ذریعہ بعض مغیبات پر واقف ہو جانا علم غیب نہیں ہے۔

هُوَ اَيُّ اللّٰهِ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ اَيُّ اٰدَمَ وَجَعَلَ خَلْقَ مِنْهَا زَوْجَهَا حَوَاءَ لَيْسَتَنَّ اَيْهَا وَيَا لَهَا فَلَمَّا تَغَشَّيْهَا جَامَعَهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيًّا هُوَ النُّطْفَةُ فَمَرَّتْ بِهٖ ذَهَبَتْ وَجَاءَتْ لَخْفَتِهٖ فَلَمَّا اَثْقَلَتْ بِكَبْرِ الْوَلَدِ فِي بَطْنِهَا وَاَشْفَقَا اِنْ يَكُوْنَ بِهِيْمَةٍ دَعَا اللّٰهُ رَبَّهُمَا اَلَيْنَ اَتَيْنَا وَلَدًا صَالِحًا سَوِيًّا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ ﴿١٠﴾ لَكَ عَلَيْهِ فَلَمَّا اٰتَاهُمَا وَلَدًا صَالِحًا جَعَلَا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ وَفِي قِرَاءَةِ بِكْسَرِ الشَّيْنِ وَالتَّنْوِيْنِ اَيُّ شَرِيْكَائِ فَيَمَّا اٰتَاهُمَا بِتَسْمِيَّتِهٖ عَبْدَ الْحَارِثِ وَلَا يَنْبَغِيْ اِنْ يَكُوْنَ عَبْدًا اِلَّا لِلّٰهِ وَلَيْسَ بِاَشْرَافٍ فِي الْعِبَادِيَّةِ لِعِصْمَةِ اٰدَمَ وَرَوَى سِرَّةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا وَلَدْتُ حَوَاءَ طَافَ بِهَا ابْلِيسُ وَكَانَ لَا يَعْيشُ لَهَا وَلَدٌ فَقَالَ سَمِيْهِ عَبْدَ الْحَارِثِ فَانْهَ يَعْيشُ فَسَمَّيْتُهُ فَعَاشَ فَكَانَ ذَلِكَ مِنْ وَحْيِ الشَّيْطَانِ وَاَمْرِهِ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيْحٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَسَنٌ غَرِيبٌ فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿١١﴾ اَيُّ اَهْلِ مَكَّةَ بِهِ مِنَ الْاَصْنَافِ وَالْجَمَلَةِ مُسَبِّحَةٌ عَطَفَتْ عَلٰى خَلْقِكُمْ وَمَا بَيْنَهُمَا اعْتِرَاضٌ اَيُّرْكُوْنَ بِهٖ فِي الْعِبَادَةِ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿١٢﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُوْنَ اَلَهُمْ اَيُّ لِعَابِدِيْنِهِمْ

نَصْرًا وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَصْرِوْنَ ۝ بِمَنْعِهَا مِمَّنْ أَرَادَ بِهِمْ سُوءٌ مِنْ كَسْرٍ أَوْ غَيْرِهِ وَالِاسْتِفْهَامُ لِلتَّوْبِيخِ ۝ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ
 اِىِ الْاَصْنَامِ إِلَى الْهُدَى لَا يُتَّبِعُوْكُمْ بِاَلْتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ اَدْعَوْتُكُمْ اِلَيْهِ اَمْ اَنْتُمْ صُمُتُوْنَ ۝
 عَنْ دُعَائِهِمْ لَا يَتَّبِعُوْهُ لَعَدَمِ هَمَاعِهِمْ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادًا مَمْلُوْكَةً
 اَمْثَلَكُمْ فَاَدْعُوْهُمْ فَلَيْسَتْ جَبِيْنًا لَّكُمْ دُعَائِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فِى اَنْهَا اَلِهَةٌ ثُمَّ بَيَّنَّ غَايَةَ عَجْزِهِمْ
 وَفَضَلَ عَابِدِيْهِمْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَمْشُوْنَ بِهَا اَمْ بَلْ اَلَهُمْ اَيْدٍ جَمْعُ يَدٍ يَبْطِشُوْنَ بِهَا اَمْ بَلْ اَلَهُمْ
 اَعْيُنٌ يَّبْصُرُوْنَ بِهَا اَمْ بَلْ اَلَهُمْ اِذَا اَنْ يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۝ اِسْتِفْهَامُ اِنْكَارِ اِىِ لَيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ مِمَّا
 هُوَ لَكُمْ فَكَيْفَ تَعْبُدُوْنَهُمْ وَانْتُمْ اَنْتُمْ حَالًا مِنْهُمْ قُلْ لَهُمْ يٰ مُحَمَّدُ اَدْعُوْا شُرَكَاءَكُمْ اِلَى هَلَاكِي
 ثُمَّ كَيْدُوْنَ فَلَا تُنْظَرُوْنَ ۝ تُمَهِّلُوْنَ فَاِنِّىْ لَا اُبَالِيْ بِكُمْ اِنْ وَلِيَّ اللّٰهُ يَتَوَلَّى الَّذِى نَزَلَ الْكِتٰبُ ۝ الْقِرٰنُ
 وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۝ بِحِفْظِهِ ۝ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا اَنْفُسَهُمْ يَصْرِوْنَ ۝ فَكَيْفَ
 اُبَالِيْ بِهِمْ وَلَنْ تَدْعُوْهُمْ اِىِ الْاَصْنَامِ اِلَى الْهُدَى لَا يَسْمَعُوْا وَتَرْهُمْ اِىِ الْاَصْنَامِ يٰ مُحَمَّدُ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ اِىِ
 يُقَابِلُوْنَكَ كَالنَّاظِرِ ۝ وَهُمْ لَا يَبْصُرُوْنَ ۝ خَذِ الْعَفْوَ اِىِ الْيُسْرِ مِنْ اَخْلَاقِ النَّاسِ وَلَا تَبْحَثْ عَنْهَا
 وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ الْمَعْرُوْبِ وَاعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ۝ فَلَا تُقَابِلُهُمْ بِسَفِيْهِهِمْ وَاِمَّا فِىهِ اِذْغَامٌ نَوْنٍ اِنْ الشَّرْطِيَّةُ
 فِى مَا الزَّائِدَةُ يَنْزَعُكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْعٌ اِىِ اِنْ يَضْرُفُكَ عَمَّا اُبْرَزَتْ بِهِ صَارَفٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ جَوَابُ الشَّرْطِ
 وَجَوَابُ الْاَمْرِ مَحْذُوْفٌ اِىِ يَدْفَعُهُ عَنْكَ اِنَّهُ سَمِيْعٌ لِّقَوْلِ عٰلِمٍ ۝ بِالْفِعْلِ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ
 اَصَابُهُمْ طٰفٌ وَفِى قِرَاةٍ طَائِفٌ اِىِ شَيْءٌ اَلَمْ بِهِمْ مِنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا عِقَابَ اللّٰهِ وَتَوَابَهُ ۝ فَاِذَا هُمْ مُبْصِرُوْنَ ۝
 الْحَقُّ مِنْ غَيْرِهِ فَيَرْجِعُوْنَ وَاِخْوَانُهُمْ اِىِ اِخْوَانُ الشَّيَاطِيْنَ مِنَ الْكُفٰرِ يَمْدُوْهُمْ الشَّيْطٰنُ فِى الْغَىِّ ثُمَّ هُمْ
 لَا يَبْصُرُوْنَ ۝ يَكْفُوْنَ عَنْهُ بِالْبَصْرِ كَمَا يُبْصِرُ الْمُتَأَفُّونَ ۝ وَاِذَا الْمَتٰتِيْهِمْ اِىِ اَهْلَ مَكَّةَ بِاَيِّهِمْ مِمَّا افْتَرَحُوْهُ
 قَالُوْا اَوْلَا هَلَّا اجْتَبَيْتَهَا اَنْشَأَتْهَا مِنْ قَبْلِ نَفْسِكَ قُلْ لِهٖ اِنَّمَا اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰى اِلَىَّ مِنْ رَبِّىْ لَيْسَ لِيْ اَنْ
 اَتٰى مِنْ عِنْدِ نَفْسِيْ شَيْءٌ هٰذَا الْقِرٰنُ بَصٰٓئِرٌ حٰجِجٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا قُرِئَ
 الْقُرٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَاَنْصِتُوْا عَنِ الْكَلَامِ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ نَزَلَتْ فِى تَرْكِ الْكَلَامِ فِى الْخُطْبَةِ وَغَيْرِ عَنْهَا
 بِالْقِرٰنِ لَاشْتِمَالِهَا عَلَيْهِ وَقِيلَ فِى قِرَاةِ الْقِرٰنِ مُطْلَقًا وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِى نَفْسِكَ اِىِ سِرًّا تَضَرُّعًا تَذَلُّلًا
 وَخِيْفَةً خَوْفًا مِنْهُ وَفَوْقَ السَّرِّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ اِىِ قَضْدًا بَيْنَهُمَا بِالْغُدُوِّ وَالْاَصَالِ اَوَائِلُ
 النَّهَارِ وَاَوَاخِرُهُ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ اِىِ الْمَلٰٓئِكَةُ لَا يَسْكُرُوْنَ
 عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْبِحُوْنَهُ يُنَزِّلُوْنَهُ عَمَّا لَا يَلِيْقُ بِهِ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۝ اِىِ يَخْضُوْنَهُ بِالْخُضُوْعِ

وَالْعِبَادَةُ فَكُونُوا بِمِثْلِهِمْ.

ترجمہ: وہ یعنی اللہ ہی ہے جس نے تم کو ایک جان یعنی آدم علیہ السلام سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا
 ڈاء کو پیدا کیا تاکہ اس سے سکون حاصل کرے اور اس سے الفت کرے، چنانچہ جب اس کو ڈھانپ لیا یعنی اس سے مجامعت کی،
 تو اس کو ہلکا سا حمل رہ گیا، اور اس بات سے خوفزدہ ہوئے کہ وہ (حمل) کوئی جانور نہ ہو تو انہوں نے اپنے رب اللہ سے دعاء کی،
 اگر آپ ہمیں نیک صحیح سالم بچہ عطا فرمائیں تو ہم اس پر آپ کے شکر گزار ہوں گے، چنانچہ جب ان کو صحیح سالم اولاد دیدی تو
 دونوں (بیوی) نے (اللہ کے) عطا کردہ بچے کا نام عبدالحارث رکھ کر خدا کا شریک قرار دیدیا، اور ایک قراءت میں شین کے کسرہ
 اور (کاف) کی تین کے ساتھ ہے (شُرک) ہے حالانکہ یہ قطعاً درست نہیں کہ خدا کے علاوہ کسی کا بندہ ہو، اور یہ (شرکت فی
 التسمیہ ہے) شرک فی العبادت نہیں ہے حضرت آدم علیہ السلام کے معصوم ہونے کی وجہ سے، اور (حضرت) سرہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
 نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا، جب ڈاء نے بچہ جنا تو الیس نے ان کے پاس چکر لگا نا شروع
 کر دیا، اور ڈاء کا بچہ زندہ نہیں رہتا تھا الیس نے ڈاء سے کہا تم اس کا نام عبدالحارث رکھو تو وہ زندہ رہے گا، چنانچہ ڈاء نے اس کا
 نام (عبدالحارث) رکھ دیا تو وہ بچہ زندہ رہا، اور یہ سب کچھ شیطان کے اشارہ اور اس کے حکم سے ہوا، اس کو حاکم نے روایت کیا
 ہے اور صحیح کہا ہے، اور ترمذی نے حسن غریب کہا ہے سو اللہ تعالیٰ اہل مکہ کے اس کے ساتھ بتوں کو شریک کرنے سے پاک ہے،
 اور (فتعلی اللہ عما یشرکون) جملہ مسیہ ہے اور خلق کم پر عطف ہے، اور دونوں کے درمیان جملہ معترضہ ہے، کیا وہ
 عبادت میں اس کا ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے، اور وہ خود مخلوق ہیں اور وہ اپنے عبادت کرنے والوں کی
 کسی قسم کی مدد نہیں کر سکتے اور نہ خود کو بچا سکتے ہیں اس شخص سے جو ان کو بدعتی سے توڑنے وغیرہ کا ارادہ کرے، اور استفہام تو تیغ
 کے لئے ہے، اور اگر تم بتوں کو ہدایت (رہنمائی) کے لئے پکارو تو وہ تمہاری بات نہ مانیں (یتبعوکم) تشدید اور تخفیف کے
 ساتھ ہے تمہارے لئے برابر ہے کہ تم ان کو رہنمائی کے لئے پکارو یا ان کو نہ پکارو، ان کے نہ سننے کی وجہ سے تمہاری پکار کی طرف
 کان نہ دھریں گے اللہ کو چھوڑ کر جن کی تم بندگی کرتے ہو وہ بھی تمہارے جیسے بندے ہیں سو تم ان کو پکار کر دیکھ لو، ان کو چاہئے کہ
 تمہاری پکار کا جواب دیں اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ وہ معبود ہیں پھر بتوں کے انتہائی عجز اور ان کے عابدوں کی ان
 پر فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا، کیا ان کے پیر ہیں جن سے وہ چل سکیں؟ یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑ سکیں؟ اید، ید
 کی جمع ہے، یا ان کے آنکھ ہیں جن سے وہ دیکھ سکیں یا ان کے کان ہیں کہ جن سے وہ سن سکیں، (سب جگہ) استفہام انکاری ہے
 یعنی مذکورہ چیزوں میں سے ان کے پاس ایک بھی نہیں ہے جو تمہارے پاس ہیں، تو پھر تم ان کی بندگی کس بناء پر کرتے ہو حالانکہ تم
 ان سے حالت کے اعتبار سے (بہر حال) بہتر ہو اے محمد ﷺ ان سے کہو میری ہلاکت کے لئے اپنے شرکاء کو بلا لو پھر میرے
 بارے میں تدبیر کرو اور مجھے مہلت مت دو، میں تمہاری کچھ پروا نہیں کرتا ہوں، بے شک میرا مددگار اللہ ہے جس نے کتاب
 (یعنی) قرآن نازل کیا اور وہ اپنی نگرانی میں نیک لوگوں کی حفاظت کرتا ہے اور جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر بندگی کرتے ہو وہ تمہاری
 مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنی ہی مدد پر قادر ہیں، تو میں ان کی کیوں پروا کروں؟ اور اگر تم بتوں کو رہنمائی کے لئے پکارو تو وہ نہ سنیں

اور اے محمد تم اگر ان بتوں کو دیکھو ایسا معلوم ہوگا کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں یعنی دیکھنے والے کے مانند آپ کے روبرو ہیں، حالانکہ وہ کچھ نہیں دیکھتے آپ درگزر کو اختیار کریں (یعنی) لوگوں کے اخلاق کے بارے میں سہل انگیزی سے کام لیجئے (ان کے عیوب) کی کھود کرید میں نہ پڑیئے، اور نیکی کا حکم کیجئے، اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کیجئے، اور ان کی حماقت کا مقابلہ نہ کیجئے، اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے یعنی اگر آپ کو مامور بہ سے کوئی برگشتہ کرنے والا برگشتہ کرے تو اللہ کی پناہ طلب کیجئے (اما) میں مازاندہ میں نون شریطہ کا ادغام ہے، (فاستعذ باللہ) جواب شرط ہے، اور جواب امر محذوف ہے اور وہ یدفعہ عندک ہے، بلاشبہ وہ بات کا سننے والا عمل کا دیکھنے والا ہے بلاشبہ وہ لوگ جو خدا ترس ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی خطرہ لاحق ہوتا ہے تو وہ اللہ کی سزا اور ثواب کو یاد کرنے لگتے ہیں اور ایک قراءت میں (طیف) کے بجائے طائف ہے، یعنی اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیش آتا ہے، تو وہ دفعۃً حق اور ناحق کو دیکھنے لگتے ہیں (یعنی دونوں میں امتیاز کرنے لگتے ہیں) تو وہ اس وسوسہ سے باز آجاتے ہیں، اور کفار میں سے جو شیطان کے بھائی بند ہوتے ہیں شیاطین ان کو گمراہی میں گھسیٹ لیتے ہیں پھر وہ (شیطان کے بھائی بند) اس گمراہی سے آنکھ کھلنے یعنی آگاہ ہونیکے باوجود باز نہیں آتے، جیسا کہ متقی دیدہ بینا سے کام لیتے ہیں، اور جب آپ اہل مکہ کے سامنے ان کا تجویز کردہ (فرمانشی) معجزہ نہیں لاتے تو کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ اپنی طرف سے کیوں نہ لائے؟ آپ ان سے کہہ دیجئے میں تو صرف اس حکم کی اتباع کرتا ہوں جو میرے پاس میرے رب کی طرف سے بھیجا جاتا ہے میرے اختیار میں نہیں کہ میں کچھ بھی اپنی طرف سے لاسکوں، یہ قرآن لوگوں کے لئے تمہارے رب کی جانب سے دلائل ہیں، اور ہدایت ہے اور رحمت ہے ایمان لانے والوں کے لئے اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کو غور سے سنا کر داور بات چیت بند کر کے خاموش ہو جایا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے یہ آیت خطبہ کے وقت ترک کلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور خطبہ کو قرآن سے اس لئے تعبیر کر دیا ہے کہ خطبہ قرآن پر مشتمل ہوتا ہے، اور کہا گیا ہے کہ مطلقاً قرآن کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور (اے مخاطب) اپنے رب کو چپکے چپکے عاجزی اور اللہ سے خوف کے ساتھ یاد کیا کر، یعنی زیر زبان سے اوپر اور جہری الکلام سے نیچے، یعنی سراور جہر کے درمیان کا قصد کرتے ہوئے صبح وشام یعنی اول دن میں اور آخر دن میں، اور اللہ کے ذکر سے غفلت کرنے والوں میں مت ہو، بلاشبہ وہ مخلوق یعنی جو تیرے رب کے پاس ہے اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتی اور جو چیز اس کی شایان شان نہیں اس سے اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور اس کے لئے سجدہ کرتی ہے اور عاجزی اور عبادت کے لئے اس کو خالص کرتی ہے سو تم بھی ان کے جیسے ہو جاؤ۔

حَقِيقَةُ تَرْكِ تَسْبِيلِ تَفْسِيرِ فَوَائِدِ

وَجَعَلَ مِنْهَا، ضمیر مجرور نفس کی طرف راجع ہے باعتبار لفظ کے اور لیسکن کی ضمیر بھی نفس کی طرف راجع ہے باعتبار معنی کے، اور مراد نفس سے آدم علیہ السلام ہیں۔

قَوْلًا: وَفِي قِرَاءَةِ بَكْسِرِ الشَّيْنِ وَالنَّوَيْنِ اى شَرِيكًا، یہ شُرکاء میں دوسری قراءت کا بیان ہے، شرکاء شریک کی جمع ہے مگر مراد مفرد ہی ہے اس کا قرینہ دوسری قراءت ہے اور وہ شُرکاء ہے شین کے کسرہ اور راء کے سکون کے اور کاف کی تنوین کے ساتھ۔

قَوْلًا: اى شَرِيكًا، اس اضافہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ شُرکاء مصدر اسم فاعل شَرِيكًا کے معنی میں ہے تاکہ حمل درست ہو سکے۔

قَوْلًا: جَعَلًا لَهُ، جَعَلًا میں ضمیر تثنیہ کی طرف راجع ہے؟ بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ آدم وحواء کی طرف راجع ہے، لیکن محقق قول یہ ہے کہ بنی آدم میں سے ہر نفس اور زوج نفس مراد ہے، بعض تابعین سے بھی یہی قول منقول ہے قال الحسن وقتادة الضمير فى جعلًا عائدا الى النفس وزوجه من ولد آدم لا الى آدم وحواء (بصا ص) جعل الزوج والزوجة شرکاء (کبیر عن القفال) امام رازی نے قفال کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ قصہ بطور تمثیل کے مشرکین کی عام حالت کو بیان کر رہا ہے، اور اس تفسیر کو بہت ہی پسند فرمایا ہے ہذا جواب فی غایۃ الصحۃ والسداد (کبیر) اور محققین نے یہ بھی کہا ہے کہ آیت میں ضمیر کو آدم وحواء کی طرف راجع کرنے کی کوئی تائید نہ قرآن سے ملتی ہے نہ حدیث صحیح سے اور ایسے قصے پیغمبروں کے لائق نہیں۔ (بحر، بیضاوی)

قَوْلًا: بِتَسْمِيَتِهِ اى بِتَسْمِيَةِ الْوَلَدِ، حارث، بتسمیہ شرکاء بمعنی شریک کے متعلق ہے۔

قَوْلًا: وَلَيْسَ بِاِشْرَاكِكَ فِى الْعُبُوْدِيَّةِ لِعَصْمَةِ اَدَمَ اس اضافہ کا مقصد انبیاء کی عصمت کا دفاع ہے۔

قَوْلًا: الْعُبُوْدِيَّةِ، زیادہ بہتر ہوتا کہ العبودیۃ کے بجائے العبادۃ یا معبودیۃ فرماتے۔ (حاشیہ جلالین)

قَوْلًا: اَهْلُ مَكَّةَ۔ اس میں اس بات کی تائید ہے کہ جَعَلًا کا مرجع آدم وحواء نہیں ہے بلکہ ہر نفس اور اس کا زوج ہے، اور اس کا قرینہ اللہ تعالیٰ کا قول فتعالی اللہ عما یشرکون ہے یشرکون، صیغہ جمع کے ساتھ لایا گیا ہے حالانکہ آدم وحواء جمع نہیں ہیں۔

قَوْلًا: وَالْجُمْلَةُ مُسَبَّبَةٌ، یعنى فتعالی اللہ عما یشرکون، اس کا عطف خَلَقَکُمْ من نفسٍ واحده پر ہے، معطوف علیہ معطوف کا سبب ہے، یعنی جن چیزوں کو تم اس کا شریک ٹھہراتے ہو وہ اس سے بڑی ہے اس لئے کہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے اور مخلوق خالق کی شریک نہیں ہو سکتی گویا کہ اس میں فاء تعقیبیہ کے فائدہ کی طرف اشارہ ہے، درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔

قَوْلًا: يُقَالُ بِلَوْلَاكَ اس میں اشارہ ہے کہ کلام بطور تشبیہ ہے، لہذا اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ اصنام سے دیکھنا ممکن نہیں ہے۔

قَوْلًا: طَیْفٌ، اس سے یہ بھی احتمال ہے کہ طَیْفٌ، طیفًا سے اسم فاعل ہو، اى طاف به الخیال، طائف و سوسہ، خطرہ۔

قَوْلًا: اَلْمَرْبُومِ اى مَسَّ بِهِمْ۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِيحِ

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ (الآية) سابق میں ابوالبشر اور اُمّ البشر کی تخلیق کا بیان تھا، اب یہاں عام مردوزن کی پیدائش کا بیان ہے، اس کو اصطلاح میں التفات عن الخاص الی العام کہتے ہیں اور قرآن کریم کا یہ عام اور پسندیدہ اسلوب بیان ہے ان آیات میں حسن بصری وغیرہ کی رائے کے مطابق خاص آدم وحواء کا نہیں بلکہ عام انسانوں کی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتداء میں هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا مِنْ بَطْنٍ تَمْتَحِنُ اَدَمَ وَحَوَّاءَ كَاذَرْتَهَا مَكْرًا اس کے بعد مطلق مرد و عورت کے ذکر کی طرف منتقل ہو گئے، اور ایسا ہوتا ہے کہ شخص کے ذکر سے جنس کے ذکر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں مثلاً، وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَا هَارُوجًا مَّا لِلشَّيَاطِينِ، میں جن ستاروں کو مصابیح فرمایا گیا وہ ٹوٹنے والے ستارے نہیں جن سے رجم شیاطین ہوتا ہے مگر شخص مصابیح سے جنس مصابیح کی جانب کلام کو منتقل کر دیا گیا، اس تفسیر کے مطابق ”جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ“ میں کوئی اشکال نہیں، مگر اکثر سلف سے منقول ہے کہ ان آیتوں میں حضرت آدم وحواء کا واقعہ مذکور ہے۔

احادیث کی روشنی میں آیات کی تفسیر:

جب آدم وحواء علیہما السلام کو زمین پر اتار دیا گیا اور زمین پر بود و باش شروع کر دی تو ایک روز حضرت آدم وحواء سے ہم بستر ہوئے، حواء کو حمل رہ گیا جب تک حمل ابتدائی مرحلے میں رہا تو حضرت حواء کو کوئی گرانی نہیں ہوئی اور باسانی چلتی پھرتی رہیں، مگر جب زمانہ گزرنا گیا تو حمل میں بتدریج اضافہ ہوتا رہا جس کی وجہ سے حواء کو ثقل محسوس ہونے لگا، اس سے یہ بات سمجھ میں آگئی کہ حواء کو علوق ہو گیا، اور ایک روز ہماری جنس کا بچہ پیدا ہونے والا ہے بھر دونوں حضرات دعائیں کرنے لگے اے اللہ اگر تو ہمیں صالح صحیح سالم تندرست بچہ دے گا تو ہم بہت شکر گزار ہوں گے، حمل کے دوران ابلیس نے حضرت حواء کے پاس آنا جانا شروع کر دیا، ایک روز ابلیس نے حضرت حواء سے کہا کہ جب تمہارا بچہ پیدا ہو تو اس کا نام میرے نام پر رکھنا، حواء نے معلوم کیا تیرا کیا نام ہے؟ ابلیس نے اپنا غیر معروف نام بتایا یعنی حارث، جب بچہ پیدا ہوا تو اس کا نام عبدالحارث رکھا، اگر مفسرین نے جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فیما آتاہما، کی یہی تفسیر کی ہے، ترمذی، امام احمد، ابی حاتم وغیرہ محدثین نے اس موقع پر سمرہ بن جندب کی حدیث بیان فرمائی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا، حواء کا کوئی بچہ زندہ نہ رہتا تھا، اس مرتبہ جو حمل رہا تو ابلیس نے آکر کہا، اگر اس بچہ کا نام عبدالحارث رکھو گے تو یہ بچہ زندہ رہے گا، غرضیکہ ابلیس کے بہکانے سے حواء نے ایسا کیا، اس میں حضرت آدم علیہ السلام کا کوئی قصور نہیں تھا، اور بعض مفسرین نے آیت کے اس ٹکڑے کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ یہ آیت مشرکین مکہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اسلئے کہ مشرکین مکہ اپنے بچوں کا نام غیر اللہ کے نام پر مثلاً عبدالعزیٰ، عبد الشمس وغیرہ رکھا کرتے تھے اس قسم کے نام رکھنا بھی شرک میں داخل ہے، سمرہ بن جندب کی روایت جو ابھی اوپر گزری ہے، اس کی سند میں ایک راوی عمر بن ابراہیم مصری ہے جس کو بعض

علماء نے ضعیف کہا ہے لیکن ابن معین نے اس کو ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے، اسی واسطے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی صحیح حدیث ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی عمر میں سے چالیس سال حضرت داؤد علیہ السلام کو دیئے مگر پھر اس اقرار پر قائم نہ رہے اس کا ذکر آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ حضرت آدم کا اقرار پر قائم نہ رہنا اس بات کا ایک نمونہ تھا کہ ان کی اولاد میں بھی یہ بات پائی جائے گی، اس حدیث سے ان مفسرین کے قول کی تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عبادت میں تو نہیں مگر نام رکھنے میں شرک شیطان کے بہکانے سے حواء سے ظہور میں آیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگردوں میں سے سعید بن جبیر اور عکرمہ کے قول کا حاصل یہ ہے کہ شیطان نے یہ نام حواء کو خواب میں سکھایا تھا اور حضرت حواء نے اپنا یہ خواب حضرت آدم علیہ السلام سے بیان کیا حضرت آدم علیہ السلام نے یہ نام رکھنے سے منع فرمایا، لیکن اس لڑکے سے پہلے دولڑکے فوت ہو چکے تھے، اس لئے شیطان نے حواء کو یہ پٹی پڑھائی کہ اب کی دفعہ جو لڑکا پیدا ہو اس کا نام عبدالحارث رکھنا تو وہ لڑکا زندہ رہیگا اور عمر دراز ہوگا، اولاد کی محبت کے جوش میں حواء نے اس بچہ کا نام عبدالحارث رکھ دیا، حضرت آدم چونکہ پہلے ہی منع کر چکے تھے اس لئے بچہ کے پیدا ہونے اور اس نام کے رکھے جانے کے بعد اس نام کی انہوں نے کچھ کرید نہ کی یہ بات اللہ تعالیٰ کو ناپسند آئی اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور حواء دونوں کا نام اس قصہ میں ذکر فرمایا، اس آیت کی تفسیر کو علماء نے بہت مشکل قرار دیا ہے، لیکن سلف میں سے قتادہ اور سفیان ثوری کا یہ قول جب مد نظر رکھا جائے کہ تفسیر کے باب میں سعید بن جبیر اور عکرمہ کے قول کا بڑا اعتبار ہے اور سعید بن جبیر اور عکرمہ کے قول کے مطابق آیت کی تفسیر کی جائے تو آیت کی تفسیر میں کوئی دشواری باقی نہیں رہتی۔

(مخلصہ احسن التفاسیر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ الْاَنْفَالِ الْمَدَنِيَّةُ وَهِيَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ آيَةً وَعِشْرُونَ حُكْمًا

سورۃ الانفال مدنیہ اوِ اِلَّا وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الْاَيَاتُ السَّبْعُ فمکیہ
خمسُ اوِ ستُ اوِ سبعُ وِ سبعون اِیۃً.

سورۃ انفال مدنی ہے مگر وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ سے سات آیتیں ملتی ہیں، ۷۵ یا ۷۶
یا ۷۷ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ لَمَّا اَخْتَلَفَ الْمُسْلِمُونَ فِیْ غَنَائِمٍ بَدَرَ فَقَالَ الشُّبَّانُ هٰی
لَنَا لَا نَا بَاشَرْنَا الْقِتَالَ وَقَالَ الشُّیُوخُ كُنَّا رَدَّا لَكُمْ تَحْتَ الرّٰیَاتِ وَلَوْ اَنْكَشَفْتُمْ لَفِئْتُمْ الْبِنَا فَلَ تَسْتَاثِرُوا بِهَا
نَزَلَ یَسْأَلُوْنَكَ یَا مُحَمَّدُ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عَنِ الْاَنْفَالِ الْغَنَائِمِ لَمَنْ هِیَ قُلْ لِّهِمْ
الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۝ یَجْعَلَانِہَا حِیْثُ شَاءَ اَفَقَسَمَہَا صلی اللّٰہ علیہ وسلم عَلٰی السَّوَاءِ رَوَّاهُ الْحَاكِمُ
فِی الْمُسْتَدْرِکِ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ اِیْ حَقِیْقَۃً مَا بَیْنَكُمْ بِالْمَوَدَّةِ وَتَرَکِ النِّزَاعِ
وَاطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ حَقًّا اِنَّہُمْ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکَامِلُوْنَ الْاِیْمَانَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ اِیْ وَعِیْدُہٗ
وَجِلَّتْ خَافَتْ قُلُوْبُہُمْ وَاِذَا تَلٰیَتْ عَلَیْہُمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْہُمْ اِیْمَانًا تَصَدِیْقًا وَعَلٰی رِیْبِہُمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۝ بِہِ یَتَّقُوْنَ لَا
بَغِیْرَہِ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ یَاتُوْنَ بِهَا بِحَقُوْقِہَا وَمِمَّا رَزَقْنٰہُمْ اَعْطٰیْنٰہُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ فِی طَاعَۃِ اللّٰہِ اَوَّلِیْکَ
الْمَوْصُوْفُوْنَ بِمَا ذُکِرَ ہُمْ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا صَدَقَا بِلَا شَکِّ لَہُمْ دَرَجَتٌ مِّنَ الْجَنَّةِ
عِنْدَ رَبِّہُمْ وَمَغْفِرَۃٌ وَرِزْقٌ کَرِیْمٌ ۝ فِی الْجَنَّةِ کَمَا اَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْ بَیْتِکَ بِالْحَقِّ مُتَعَلِّقٌ بِاَخْرَجَ
وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکَرِہُوْنَ ۝ الْخُرُوْجُ وَالْجُمْلَةُ حَالٌ مِّنْ کَافٍ اَخْرَجَکَ وَکَمَا، خَبِرُ مَبْتَدَأٌ مَّحْذُوْبٌ اِیْ
ہَذَہِ الْحَالُ فِی کَرَاهَتِہُمْ لَہَا مِثْلُ اِخْرَاجَکَ فِی حَالِ کَرَاهَتِہُمْ وَقَدْ کَانَ خَیْرًا لِّہُمْ فَکَذٰلِکَ اِیْضًا وَذٰلِکَ

ان اباسُفَیَّانَ قَدِمَ بَعِیْرٌ مِّنَ الشَّامِ فَخَرَجَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاصْحَابُهُ لِيَعْنُمُوهَا فَعَلِمَتْ قَرِیْشٌ فَخَرَجَ ابوجہلٌ وَمُقَاتِلُوْا مَكَّةَ لِيَذُبُوْا عَنْهَا وَهَمَّ النَّفِیْرُ اَخَذَ ابوسُفَیَّانَ بِالْعِیْرِ طَرِیْقَ السَّاحِلِ فَتَنَجَّتْ فَقِيلَ لَا بَیْ جَہْلٍ اِرْجِعْ فَاَبَیْ وَسَارَ اِلَیْ بَدْرِ فَشَاوَرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهُ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَنِيْ اِخْدٰی الطَّائِفَتَيْنِ فَوَافَقُوْهُ عَلٰی قِتَالِ النَّفِیْرِ وَكَرِهَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ وَقَالُوْا لَمْ نَسْتَعِذْ لَهُ كَمَا قَالَ تَعَالٰی يُجَادِلُوْكَ فِی الْحَقِّ الْقِتَالِ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ ظَهَر لَّهُمْ كَأَنَّمَا يَسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۵ اِلَیْهِ عِیَانًا فِی كِرَاهَتِهِمْ لَهُ وَ اذْكَرَ اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِخْدٰی الطَّائِفَتَيْنِ الْعِیْرِ اَوِ النَّفِیْرِ اَنَّهُمَا لَكُمْ وَتُؤَدُّوْنَ تُرِیْدُوْنَ اَنْ غَیْرَ ذٰلِكَ الشُّوْكَهٗ اِی الْبَاسِ وَالسَّلَاحِ وَهِيَ الْعِیْرُ تَكُوْنُ لَكُمْ لِقِلَّةِ عُدْدِهَا وَعَدْدِهَا بِخِلَافِ النَّفِیْرِ وَيُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ يُخَيِّقَ الْحَقَّ يُظْهِرُهُ بِكَلِمَتِهِ السَّابِقَةِ بِظُهُورِ الْاِسْلَامِ وَيَقْطَعُ دَابِرَ الْكُفْرِیْنَ ۶ اَخْرَجَهُم بِالْاِسْتِیْصَالِ فَامْسَرُّكُمْ بِقِتَالِ النَّفِیْرِ لِيُخَيِّقَ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ يُمَحِّقُ الْبَاطِلَ الْكُفْرَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۷ السُّمْرُ كُوْنُ ذٰلِكَ اُذْ كُرَّ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ تَطْلُبُوْنَ مِنْهُ الْغَوْثَ بِالنَّصْرِ عَلَيْهِمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اٰی اِیْ بَانِیْ مُمِیْدُكُمْ مُعِیْنُكُمْ بِاٰلِیْ مِنْ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِیْنَ ۸ مُتَتَابِعِیْنَ یُرِدُّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَعَدَّهُمْ بِهَا اَوَّلًا ثُمَّ صَارَتْ ثَلَاثَةُ الْاَلْفِ ثُمَّ خَمْسَةٌ كَمَا فِی اِلْ عِمْرَانَ وَقُرِئَ بِاِلْفٍ كَافِلِسٍ جَمْعٌ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِی الْاِمْدَادَ اِلَّا لِبَشَرٍ وَلِتَطْمَیْنُ بِهِ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۹

ترجمہ: میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے جب بدر کے مال غنیمت (کی تقسیم) کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف ہوا، تو جوانوں نے کہا یہ ہمارا حق ہے اسلئے کہ ہم نے براہ راست قتال کیا ہے اور بوڑھوں نے کہا پرچموں کے تحت ہم تمہارے مددگار تھے اگر (خدا خواستہ) تم کو شکست ہو جاتی تو تم ہمارے پاس پلٹ کر آتے لہذا تم مال غنیمت کے بارے میں ترجیح کا دعوانہ کرو، اے محمد ﷺ لوگ آپ سے مال غنیمت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا کون مستحق ہے آپ ان سے کہہ دو مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا ہے وہ جس کو چاہیں دیں چنانچہ آپ ﷺ نے اس مال غنیمت کو جوانوں اور بوڑھوں کے درمیان مساوی طریقہ پر تقسیم کر دیا، اس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے، تم لوگ اللہ سے ڈرو اور آپس کے تعلقات درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم سچے مومن ہو کامل اہل ایمان تو وہی لوگ ہیں جب ان کے سامنے اللہ کی وعید ذکر کی جاتی ہے تو ان کے دل خوف سے لرز جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کی تصدیق میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں، یعنی اسی پر اعتماد کرتے ہیں نہ کہ اس کے علاوہ کسی اور پر جو نماز قائم کرتے ہیں یعنی نماز کو اس کے حقوق کے ساتھ ادا کرتے ہیں، اور جو (مال) ہم نے ان کو

عطا کیا ہے اس میں سے اللہ کی اطاعت میں خرچ کرتے ہیں ایسے ہی لوگ جو مذکورہ صفات کے ساتھ متصف ہیں بلا شک سچے
 مومن ہیں ان کے لئے جنت میں ان کے رب کے پاس بڑے رُتبے ہیں اور مغفرت ہے اور جنت میں بہترین رزق ہے (مال
 غنیمت کے بارے میں جو اختلاف ہے وہ ایسا ہی ہے) جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کو گھر (مدینہ) سے حق کے ساتھ
 نکالا (بالحق) اُخْرَجَ کے مستحق ہے، اور واقعہ ہے کہ مومنین کی ایک جماعت اس نکلنے کو گراں سمجھ رہی تھی جملہ اُخْرَجَ
 کی ضمیر کاف سے حال ہے اور کَمَا، ہذہ مبتداء محذوف کی خبر ہے، یعنی مال غنیمت کے معاملہ کی موجودہ حالت کراہت
 میں ویسی ہے جیسی کہ آپ کے (مدینہ) سے نکالنے کی حالت، اور جس طرح اس (نکلنے) میں ان کے لئے خیر تھی اسی طرح
 اس میں بھی خیر ہے، اور ان کا یہ (مدینہ سے) نکلنا اس وقت ہوا کہ جب ابوسفیان تجارتی قافلہ لیکر شام سے نکلا، تو آپ
 ﷺ اور آپ کے اصحاب اس (قافلہ) کا مال غنیمت لینے کے لئے نکلے، اس (کارروائی) کا علم قریش کو ہو گیا، تو ابو جہل
 اور مکہ کے جنگ باز نکلے تاکہ تجارتی قافلہ کا دفاع کریں اور یہ جنگی لشکر تھا، اور ابوسفیان تجارتی قافلے کو ساحل کے راستہ سے
 نکال لے گیا چنانچہ وہ (تجارتی قافلہ) بچ کر نکل گیا، ابو جہل سے کہا گیا کہ واپس چلو مگر اس نے انکار کر دیا، اور بدر کی طرف
 روانہ ہوا، ادھر آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا اور آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو جماعتوں میں سے
 ایک کا وعدہ فرمایا ہے لہذا اکثر جنگی لشکر سے مقابلہ کرنے کے لئے متفق ہو گئے، اور کچھ لوگوں نے اس رائے کو ناپسند کیا، اور
 عذر یہ پیش کیا کہ ہم نے اس کے لئے تیاری نہیں کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ سے یہ لوگ حق یعنی قتال، کے
 بارے میں جھگڑتے ہیں بعد اس کے کہ اس کا حق ہونا ان پر ظاہر ہو گیا گویا کہ وہ موت کی طرف پھینچ کر لے جائے جا رہے
 ہیں حال یہ کہ وہ موت کو کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں ان کے قتال کو ناپسند کرنے کی وجہ سے، اور اس وقت کو یاد کرو
 جب اللہ تعالیٰ تم سے دو جماعتوں میں غیر و نفیر (تجارتی قافلہ اور جنگی لشکر) سے ایک کا وعدہ کر رہا تھا کہ ان میں سے ایک
 جماعت تمہارے ہاتھ لگے گی، اور تم یہ چاہتے تھے کہ کمزور جماعت تم کو ملے، ان کے تعداد اور ہتھیاروں میں کم ہونے کی وجہ
 سے یعنی بغیر قوت اور بغیر ہتھیار والی جماعت اور وہ تجارتی قافلہ تھا، بخلاف جنگی لشکر کے، مگر اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ اپنی سابقہ
 باتوں کے ذریعہ حق کو ظاہر کر دے اسلام کو غلبہ دے کر اور کافروں کی جزا بالکل کاٹ دے لہذا تم کو جنگی لشکر سے قتال کا
 حکم دیا، تاکہ وہ حق کو محقق کرے اور باطل کفر کو مٹا دے اگرچہ مشرک اس کو ناپسند کریں اور اس وقت کو یاد کرو کہ جب تم
 اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے یعنی اللہ سے مشرکین پر نصرت طلب کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تم کو جواب دیا کہ میں
 مسلسل ایک ہزار فرشتوں سے مدد کروں گا، جو مسلسل چلے آ رہے ہوں گے، اولاً ان سے ہزار کا وعدہ کیا، پھر تین اور پھر
 پانچ ہزار ہو گئے جیسا کہ آل عمران میں ہے، اور (آلْف) کو آلف پڑھا گیا ہے جیسا کہ فُلُس کی جمع اَفْلُس ہے، اور اس
 امداد کی اللہ تعالیٰ نے خوشخبری کے طور پر خبر دی اور تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے
 ہوتی ہے یقیناً اللہ زبردست اور دانا ہے۔

تحقیق و ترکیب کے تسہیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: سُورَةُ الْاِنْفَالِ بترکیب اضافی مبتداء ہے اس کی دو خبر ہیں اول مَذْنِيَّةٌ اور دوسری خَمْسُ الْخ، مبتداء خبر سے مل کر مستثنیٰ منہ اور الا حرف استثنیٰ ویمکر بک مستثنیٰ، اور او بیان اختلاف کے لئے ہے، اگرچہ سورت کے عنوان میں سات آیتوں کو مکی کہا گیا ہے مگر صحیح بات یہ ہے کہ پوری سورت مدنی ہے۔

قَوْلُهُ: عَنِ الْاِنْفَالِ، اِنْفَالٌ نَقْلٌ بَرُوزٌ سَبَبٌ کی جمع ہے بمعنی زائد، اور سکون فا کے ساتھ بھی کہا گیا ہے اس کے معنی بھی زائد کے ہیں، مال غنیمت چونکہ سابقہ امتوں کے لئے حلال نہیں تھا صرف اسی امت کے لئے بطور خصوصیت حلال کیا گیا ہے اس لئے نفل سے تعبیر کیا گیا،

سُئِلَ: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاِنْفَالِ، میں يسئلونك کا صلہ عَنْ لایا گیا ہے حالانکہ یہ فعل متعدی بنفسہ ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے سَأَلْتُ زَيْدًا مَالًا۔

جَوَابُهُ: اگر سوال تعین و توضیح کے لئے ہو تو سوال متعدی عَنْ کے ساتھ ہوگا اور اگر بمعنی طلب ہوگا تو متعدی بنفسہ ہوگا، جو لوگ یہاں سوال کو طلب کے لئے مانتے ہیں وہ عَنْ کو زائدہ قرار دیتے ہیں۔

قَوْلُهُ: لَوْ اَنْكَشَفْتُمْ، اى انھز مٹم و انتشر تم، اگر تم شکست کھاتے اور منتشر ہوتے۔

قَوْلُهُ: فَلَا تَسْتَأْذِنُوا، اى فلا تختاروا، یعنی تمہاری بیان کردہ دلیل کی وجہ سے تم کو ترجیح نہیں دی جاسکتی، ایثار کے معنی ہیں ترجیح دینا، مال غنیمت کو نفل کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جہاد کا اصل مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہے، اور حصول مال شئی زائدہ ہے۔

قَوْلُهُ: لِمَنْ هِيَ اس میں اشارہ ہے مال غنیمت کا حکم معلوم کرنا مقصود ہے نہ کہ اس کی ذات اس لئے کہ ذات سب کو معلوم ہے۔

قَوْلُهُ: اى حَقِيقَةً مَا بَيْنَكُمْ، یہ ذات بینکم کی تفسیر ہے اس میں یہ بتایا گیا ہے ذات بمعنی حقیقت ہے اور بین بمعنی وصل ہے، اور لغت کے مطابق ہے، بخلاف اس کے کہ جنہوں نے حال یا حالت لیا ہے اس لئے کہ یہ معنی لغت اور استعمال دونوں کے خلاف ہیں، حاصل معنی یہ ہیں کونوا مجتمعین علی امر اللہ ورسولہ بالمؤاساة والمساعدة فیما رزقکم اللہ۔

قَوْلُهُ: الْكَامِلُونَ اس قید کے اضافہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سُئِلَ: اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا کلمہ حصر کے ساتھ فرمایا ہے کہ مومن وہی ہے کہ جن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے قلوب خوفِ خدا سے لرز اٹھیں، تو ایسے افراد تو بہت کم ہوں گے۔

جَوَابُهُ: یہ مومن کامل کی صفت ہے نہ کہ مطلق مومن کی۔

قَوْلُهُ: تصدیقاً، اس اضافہ کا مقصد ایک سوال کا جواب ہے۔

سُئِلَ: یہ ہے کہ آپ کا مسلک ہے کہ ایمان میں کمی زیادتی نہیں ہوتی حالانکہ زاد تہم ایمانہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔

جَوَابُ: جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں ایمان سے مراد تصدیق و طمانینت قلب ہے اور اس میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔
قَوْلُهُ: بِهِ يَتَّقُونَ لَا يَغْتَرِبُ اس اضافہ کا مقصد تقدیم متعلق کے قاعدہ کو بیان کرنا ہے جو کہ حصر ہے یعنی تجھ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں نہ کسی غیر پر۔

قَوْلُهُ: الْخُرُوجُ، ای خروج جک و خرو جہم، یہ بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ حال جب جملہ ہوتا ہے تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے حالانکہ یہاں کوئی عائد نہیں ہے جواب کا حاصل یہ ہے کہ تقدیر عبارت خروج جک و خرو جہم ہے لہذا اب کوئی اعتراض نہیں۔

قَوْلُهُ: كَمَا، خبر مبتداء محذوف الخ اس جملہ کا مقصد دونوں جملوں میں مشابہت کو بیان کرنا ہے یعنی مال غنیمت کی تقسیم پر ناپسندیدگی کا اظہار ویسا ہی ہے جیسا کہ خروج الی النفر (لشکر) کی طرف نکلنا ناپسندیدہ تھا، حالانکہ جس طرح ان کے حق میں خروج بہتر تھا اسی طرح مال غنیمت کی تقسیم میں بھی خیر ہے۔

قَوْلُهُ: عُدُّهَا، ای اسبابہا۔

قَوْلُهُ: بِالْفِ یعنی الف کو الف کے ساتھ یعنی الف بھی پڑھا گیا الف پر مد اور لام پر ضمہ بروزن اَفْلُسُ، یعنی جس طرح فِلْسُ کی جمع اَفْلُسُ آتی ہے اسی طرح اَلْفُ کی جمع اَلْفُ آتی ہے، اَلْفُ کی اصل اَأْلَفُ تھی دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل دیا اَلْفُ ہو گیا۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحِ

سورت کے مضامین:

یہ پوری سورت تحقیقی قول کے مطابق مدنی ہے اگرچہ اس میں سات آیتیں اس واقعہ سے متعلق ہیں جو مکہ میں پیش آیا تھا مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مکہ واقعہ کے متعلق آیات کا نزول بھی مکہ ہی میں ہو، یہ ہو سکتا ہے کہ مکہ واقعہ کی یاد دہانی کے لئے اس واقعہ سے متعلق آیات کا نزول مدینہ میں ہو، جن آیات سبع کو مکہ کہا گیا ہے ان میں کی آخری آیت ”بما کنتم تکفرون“ ہے۔

رابط آیات:

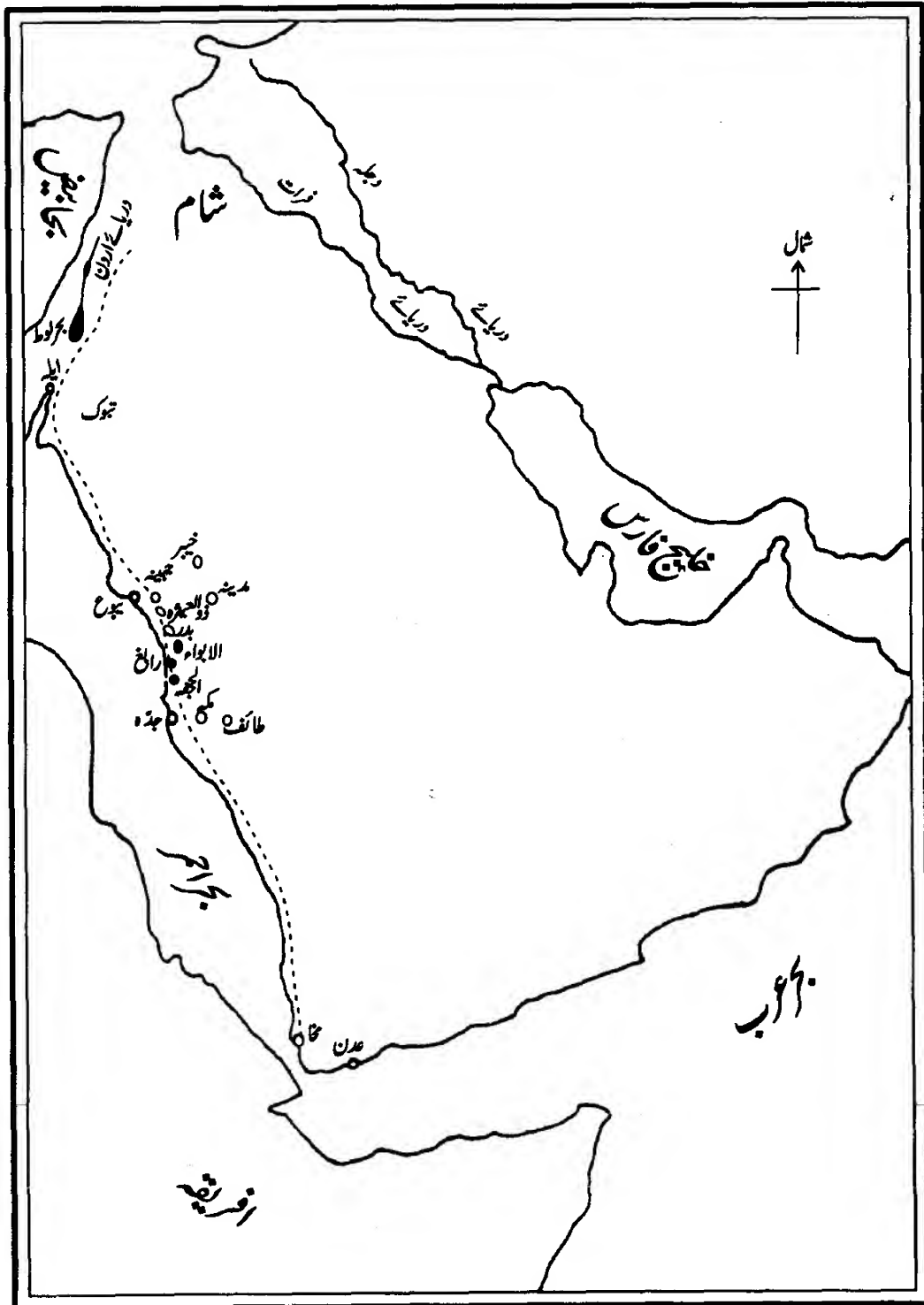
اس سے پہلی سورت یعنی سورۃ اعراف میں مشرکین اور اہل کتاب کے جہل و عناد اور کفر و فساد کا تذکرہ اور اس کے متعلق مباحث کا بیان تھا، اس سورت میں زیادہ تر مضامین غزوہ بدر کے موقع پر انھیں لوگوں کے انجام بد، ناکامی، اور ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کامیابی کے متعلق ہیں جو مسلمانوں کے لئے احسان و انعام اور کافروں کے لئے عذاب و انتقام تھا، اور چونکہ اس انعام کا بڑا سبب مسلمانوں کا خلوص اور للہیت اور ان کا باہمی اتفاق تھا، اور یہ اخلاق و اتفاق نتیجہ ہے اللہ اور

اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت کا اسی لئے سورت کی ابتداء میں تقویٰ اور اطاعتِ حق اور ذکر اللہ اور توکل وغیرہ کی تعلیم دی گئی ہے۔

معلوم ہوا کہ آیت میں مذکور تین باتوں پر عمل کے بغیر ایمان مکمل نہیں، اس سے تقویٰ، اصلاح ذات البین اور اللہ اور رسول کی اطاعت کی اہمیت واضح ہے، خاص طور پر مال غنیمت کی تقسیم میں ان تینوں امور میں عمل نہایت ضروری ہے، اسلئے کہ مال کی تقسیم میں باہمی نزاع کا شدید اندیشہ رہتا ہے اس کی اصلاح کے لئے اصلاح ذات البین پر زور دیا اور چونکہ ہیرا پھیری کا امکان رہتا ہے اسلئے تقوے کا حکم دیا، اس کے باوجود کوئی کوتاہی ہو جائے تو اس کا حل اللہ اور اس کی اطاعت میں مضمر ہے۔



قریش کی تجارتی شاہراہ



اہل ایمان کی چار صفات:

ان آیات میں اہل ایمان کی چار صفات بیان کی گئی ہیں، ① اہل ایمان اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، ② اللہ کا ذکر سن کر اللہ کی جلالت و عظمت سے ان کے دل لرزنے لگتے ہیں، ③ تلاوت سے ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، ④ اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں، یعنی ظاہری اسباب اختیار کرنے کے بعد اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں یعنی اسباب سے اعتراض و گریز نہیں کرتے اسلئے کہ اسباب کو اختیار کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے بھی دیا ہے، لیکن اسباب ظاہری کو ہی سب کچھ نہیں سمجھتے بلکہ ان کا یقین اللہ کی ذات پر ہی ہوتا ہے، وہ اللہ کی مدد و اعانت حاصل کرنے سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں ہوتے، آگے مومنین کی مزید صفات کا تذکرہ ہے اور ان صفات کے حاملین کے لئے اللہ کی طرف سے سچے مومن ہونے کا سرٹیفکٹ اور مغفرت و رحمت الہی اور رزق کریم کی نوید ہے۔

جنگ بدر کا پس منظر:

جنگ بدر جو ۲ھ میں ہوئی یہ مشرکوں کے ساتھ مسلمانوں کی پہلی جنگ تھی، اس کے علاوہ یہ جنگ بغیر تیاری اور بغیر منصوبہ بندی کے اچانک ہوئی تھی، نیز بے سروسامانی کی وجہ سے بعض مسلمان اس کے لئے ذہنی طور پر تیار بھی نہیں تھے، مختصر اس کا پس منظر اس طرح ہے کہ ابوسفیان (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی قیادت و سرکردگی میں ایک تجارتی قافلہ شام سے مال تجارت لے کر مکہ جا رہا تھا، ادھر صورت حال یہ تھی کہ مسلمان مکہ سے مدینہ ہجرت کرتے وقت اپنا بہت سا سامان مکہ چھوڑ آئے تھے جس پر اہل مکہ نے قبضہ کر لیا تھا اور بہت سا سامان لوٹ بھی لیا تھا، اس کے علاوہ کافروں کی قوت و شوکت کو توڑنا بھی مقصداً وقت تھا، ان تمام باتوں کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے اس قافلہ پر حملہ کر دیا اور مسلمان اسی نیت و ارادے سے نکل پڑے، ادھر ابوسفیان کو بھی اس کی اطلاع مل گئی چنانچہ انہوں نے ایک تو اپنا راستہ بدل دیا اور معروف راستہ کو چھوڑ کر ساحل سمندر کے کنارے کنارے غیر معروف راستہ سے قافلہ کو نکال لے گیا، دوسری بات یہ کہ اس واقعہ کی اطلاع مکہ بھوادے، جس کی بنا پر ابو جہل ایک ہزار کا مسلح لشکر لے کر اپنے تجارتی قافلے کی حفاظت کے لئے چل پڑا نبی کریم ﷺ کو جب اس صورت حال کا علم ہوا تو صحابہ کرام کے سامنے پوری صورت حال رکھ دی، اور اللہ کا وعدہ بھی بتلادیا کہ ان دونوں (تجارتی قافلہ اور جنگی لشکر) میں سے ایک تمہیں ضرور حاصل ہوگی تاہم بعض صحابہ نے جنگ کے معاملہ میں تردد کا اظہار کیا، اور تجارتی قافلہ کے تعاقب کا مشورہ کیا جبکہ دیگر اکثر صحابہ نے آپ کی معیت میں لڑنے اور بھرپور تعاون کا یقین دلایا، اسی پس منظر میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

کَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ، یعنی جس طرح مال غنیمت کی تقسیم کا معاملہ مسلمانوں کے درمیان

اختلاف و نزاع کا باعث بنا تھا، پھر اسے اللہ اور اس کے رسول کے حوالہ کر دیا گیا تو اسی میں مسلمانوں کی بہتری تھی، اسی طرح آپ کا مدینہ سے تجارتی قافلہ کے ارادہ سے نکلنا اور بعد میں تجارتی قافلے کے بجائے لشکر قریش سے مقابلہ ہو جانا، گو بعض طبائع کو وقتی حالات کے پیش نظر ناگوار تھا، لیکن اس میں بھی بالآخر فائدہ مسلمانوں ہی کا ہونے والا تھا۔

غزوہ بدر کے واقعہ کی تفصیل:

غزوہ بدر اسلام میں سب سے بڑا اور اہم غزوہ ہے اس لئے کہ اسلام کی عزت و شوکت کی ابتداء اور کفر و شرک کی ذلت کی ابتداء بھی اسی غزوہ سے ہوئی۔

اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے اسلام کو بلا ظاہری اسباب کے محض غیب سے قوت حاصل ہوئی اور کفر و شرک کے سر پر ایسی کاری ضرب لگی کہ کفر کے دماغ کی ہڈی چور چور ہو گئی، میدان بدر اس کا اب تک شاہد عدل موجود ہے، اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے اس دن کو قرآن کریم میں ”یوم الفرقان“ فرمایا یعنی حق و باطل کے درمیان امتیاز کا دن۔

واقعات کی ترتیب کچھ اس طرح ہے، شعبان ۲ھ (فروری یا مارچ ۶۲۳ء) میں قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ جس کے ساتھ تقریباً پچاس ہزار اشرفی کا مال تھا اور قافلہ کی حفاظت کے لئے تیس چالیس مسلح محافظ تھے یہ قافلہ شام سے مال تجارت لے کر مکہ کے لئے واپس ہو رہا تھا جب ابوسفیان جو کہ سالار قافلہ تھا مدینہ کے اس علاقہ میں پہنچا جو مسلمانوں کی زد میں تھا چونکہ مال زیادہ تھا اور محافظ کم تھے اور سابق حالات کی بنا پر خطرہ قوی تھا اسلئے سالار قافلہ ابوسفیان نے اس علاقہ میں پہنچتے ہی جب اس کو یہ علم ہوا کہ محمد ﷺ نے اپنے اصحاب کو قافلہ پر چھاپہ مارنے کا حکم دیدیا ہے تو فوراً ہی ایک شخص ضمضم غفاری کو اجرت دیکر مکہ روانہ کر دیا اور کہلادیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو اپنے قافلہ کی خبر لیں اور اپنے سرمایہ کو بچانے کی کوشش کریں، ضمضم غفاری نے مکہ پہنچتے ہی قدیم دستور کے مطابق اپنے اونٹ کے کان کاٹے اس کی ناک چیر دی کجاوہ کو الٹ کر رکھ دیا اور اپنی قمیص کو آگے پیچھے سے پھاڑ کر شور مچانا شروع کر دیا ”یا معشر القریش اللطیمہ اللطیمہ امو الکمر مع ابی سفیان قد عرض نہا محمد فی اصحابہ لا اری ان قدر کوہا، الغوث الغوث“۔

تَرْجُمَہ: قریش والو اپنے قافلہ کی خبر لو تمہارے مال جو ابوسفیان کے ساتھ ہیں محمد ﷺ اپنے آدمیوں کو لیکر ان کے درپے ہو گیا ہے، مجھے امید نہیں کہ تم انھیں پاسکو گے، دوڑ دوڑو، مدد کے لئے دوڑو۔

اس اعلان کی وجہ سے پورے مکہ میں ہيجان برپا ہو گیا، قریش کے تمام بڑے بڑے سردار جنگ کے لئے تیار ہو گئے تقریباً ایک ہزار جنگجو، جن میں چھ سوزرہ پوش تھے اور دو سو سواروں کا ایک رسالہ بھی تھا پوری شان و شوکت کے ساتھ لڑنے کے لئے روانہ ہوا، ان کے پیش نظر صرف یہی کام نہیں تھا کہ اپنے قافلہ کو بچالائیں بلکہ وہ اس ارادہ سے نکلے تھے کہ اس آئے دن کے خطرہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں۔

اسلامی لشکر کی روانگی:

۱۲ رمضان ۲ھ کو رسول اللہ ﷺ مدینہ سے اپنے ۳۱۳ جاں نثاروں کے ہمراہ روانہ ہوئے، بے سرو سامانی کا یہ عالم تھا کہ اتنی جماعت میں صرف دو گھوڑے ستر اونٹ تھے ایک گھوڑا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوام کا اور ایک حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا اور ایک ایک اونٹ دو دو اور تین تین آدمیوں کے حصہ میں تھا، ابولبابہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آنحضرت ﷺ کے سواری میں شریک تھے، جب آنحضرت ﷺ کے پیدل چلنے کی باری آتی تو حضرت ابولبابہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما عرض کرتے کہ آپ سوار ہو جائیں ہم پیدل چل لیں گے تو آپ فرماتے تم چلنے میں مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو۔

(سیرۃ مصطفیٰ)

لشکر کا معاینہ:

بیر ابی لبابہ پر پہنچ کر آپ نے لشکر کا معاینہ فرمایا، جو کم عمر تھے ان کو واپس کر دیا مقام روحاء میں پہنچ کر ابولبابہ بن عبدالمند رکو مدینہ کا حاکم مقرر فرما کر واپس کر دیا۔

قریش کی روانگی کی اطلاع اور صحابہ کرام سے مشورہ اور حضرات صحابہ

کی جاں نثارانہ تقریریں:

جب آپ مقام صفراء پر پہنچے سب سے پہلے اور عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن کو قریشی لشکر کے حالات معلوم کرنے کے لئے آپ نے پہلے روانہ فرما دیا تھا، آکر خبر دی کہ قریشی لشکر روانہ ہو چکا ہے، اس وقت آپ نے مہاجرین و انصار کو مشورہ کے لئے جمع فرمایا، اور قریش کی اس شان سے روانگی کی خبر دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہار جاں نثاری فرمایا اور بسر و چشم آپ کے اشارہ کو قبول کیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کھڑے ہوئے انہوں نے بھی نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہار جاں نثاری فرمایا۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاں نثارانہ تقریر:

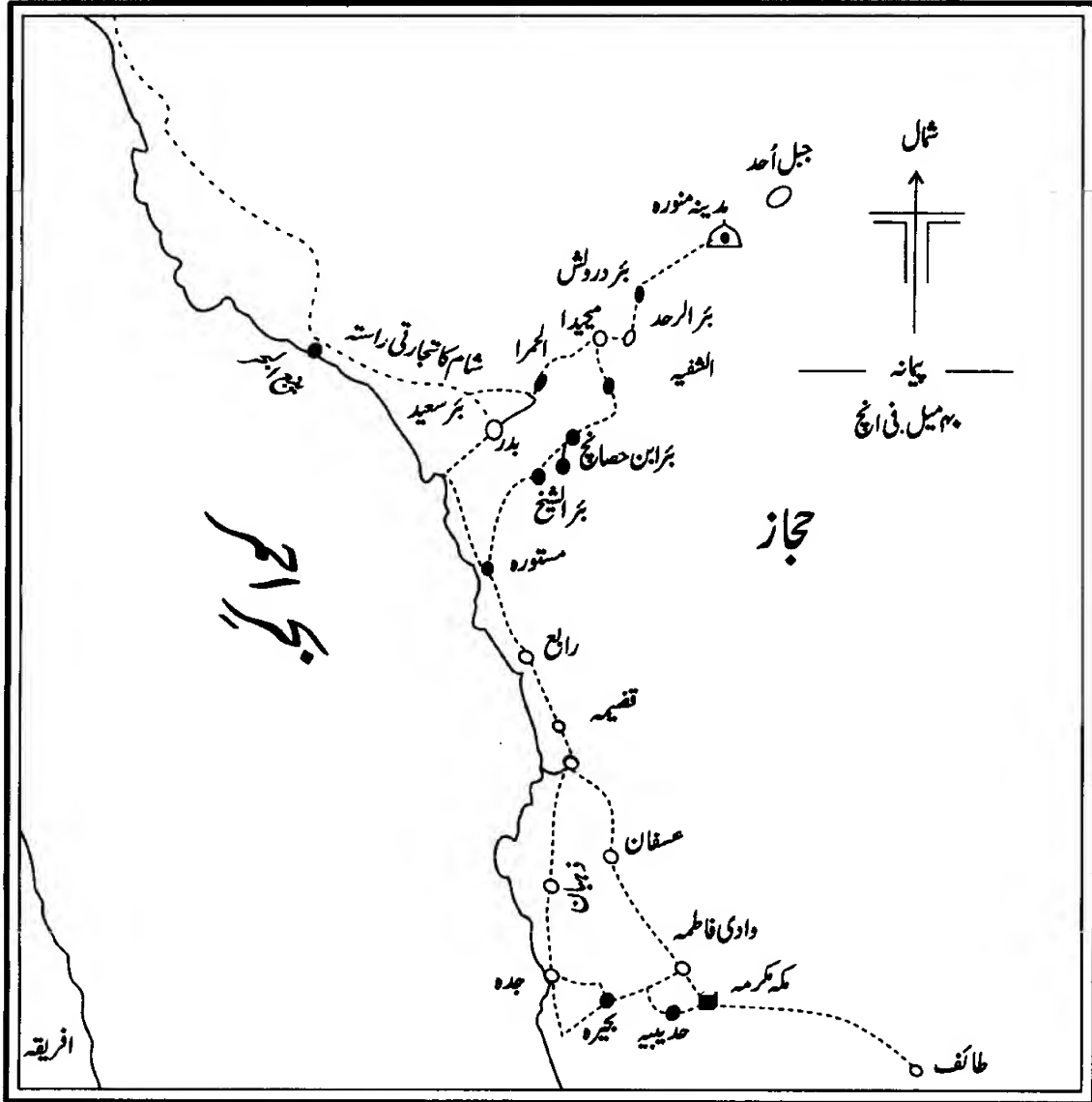
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت مقداد کھڑے ہوئے اور عرض کیا، امضِ لِمَا أَمَرَكَ اللَّهُ فَإِنَّا مَعَكَ حِينَمَا أَحْبَبْتَ لَا نَقُولُ لَكَ كَمَا قَالَ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسَى إِذْ هَبْتَ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتَلَا إِنَّا هُنَا قَاعِدُونَ وَلَكِنْ أَذْهَبَ

انت وربك انا معكما مقاتلون مادامت عين منا تطرف.

تیکڑ چکڑ: یا رسول اللہ! جدھر کو آپ کا رب آپ کو حکم دے رہا ہے اسی طرف چلے ہم آپ کے ساتھ ہیں جس طرف بھی آپ چاہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ کہنے والے نہیں ہیں، کہ جاؤ تم اور تمہارا خدا دونوں لڑو، ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں چلے آپ اور آپ کا خدا لڑیے ہم آپ کے ساتھ جانیں لڑا دیں گے جب تک ہم میں سے ایک آنکھ بھی گردش کر رہی ہے۔



مدینہ سے بدر تک کے راستہ کا نقشہ



اس نقشے میں قافلوں کے دورستے دکھائے گئے ہیں جو مکہ سے بدر ہوتے ہوئے شام کی طرف جاتے ہیں۔ نیز وہ راستہ بھی دکھایا گیا ہے جو مدینے سے بدر کی طرف آتا ہے۔



چونکہ انصار نے بیعت عقبہ میں صرف اس کا عہد کیا تھا کہ جو دشمن آپ پر حملہ آور ہوگا اس وقت ہم آپ کے حامی اور مددگار ہوں گے، مدینہ سے باہر جا کر آپ کے ساتھ جنگ کرنے کا وعدہ نہ تھا، اسی کی یاد دہانی کے لئے حضرت مقداد نے عرض کیا کہ ہم جاں نثاری اور کسی بھی قربانی کیلئے تیار ہیں مگر جنگ کا فیصلہ انصار کے مشورہ کے بغیر نہیں ہونا چاہئے۔

آنحضرت ﷺ نے اپنا سوال پھر دہرایا، اس پر سعد بن معاذ اٹھے اور عرض کیا شاید حضور کا روئے سخن انصار کی طرف ہے، فرمایا، ہاں، حضرت سعد بن معاذ نے ایک زوردار جاں نثارانہ تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں بھی کودنے کا حکم فرمائیں گے تو ہم میں کا ایک فرد بھی پیچھے نہ رہے گا، اور بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سے وہ کچھ دکھو دے جسے دیکھ کر آپ کرا نکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔

ان تقریروں کے بعد فیصلہ ہو گیا کہ قافلہ کے بجائے قریشی لشکر ہی کے مقابلہ پر چلنا چاہئے، مگر یہ کوئی معمولی فیصلہ نہ تھا۔

دونوں لشکر آمنے سامنے:

قریشی لشکر مقام بدر پہلے پہنچ کر پانی کے چشمہ اور بہتر جگہ پر قابض ہو چکا تھا، مسلمانوں کا لشکر چونکہ بعد میں پہنچا اس لئے پانی کا چشمہ اور بہتر جگہ پر قابض نہ ہو سکا، ۱۸ رمضان المبارک کو فریقین کا مقابلہ ہوا، نبی ﷺ نے دیکھا کہ تین کافروں کے مقابلہ میں ایک مسلمان ہے اور وہ بھی پوری طرح مسلح نہیں تو آپ ﷺ نے خدا کے سامنے دعاء کے لئے ہاتھ پھیلائے اور انتہائی خضوع و زاری کے ساتھ عرض کرنا شروع کیا۔

اللھم هذه القریش قد اتت بخيلائها تحاول ان تكذب رسولك اللهم فنصرک الذی وعدتني، اللھم ان تهلك هذه العصابة اليوم لا تعبد.

ترجمہ: خدا یا، یہ ہیں قریش جو اپنے سامان غرور کے ساتھ آئے ہیں تاکہ تیرے رسول کو جھوٹا ثابت کریں، خداوند! بس اب آجائے تیری مدد جس کا تو نے وعدہ کیا تھا، اے خدا اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہو گئی تو روئے زمین پر پھر تیری عبادت نہ ہوگی۔

آپ کے لئے عرشہ سازی اور جنگ کی تیاری:

جنگ کی تیاری کے بعد آپ کے لئے ایک ٹیلے پر جہاں سے پورا میدان کا راز نظر آتا تھا ایک چھپر بنایا گیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت عمر سے راوی ہیں کہ آپ ﷺ اسی شب ہم کو میدان کا راز کی طرف لے کر چلے تاکہ اہل مکہ کی قتل گاہیں ہم کو دکھلائیں چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ فلاں کا مقتل ہے اور یہ فلاں کا مصرع ہے اور یہ فلاں کی قتل گاہ انشاء اللہ۔

مشرکین کے مقتولین بدر کی لاشوں کو کنویں میں ڈلوانا:

مشرکین مکہ کے مقتولین کی تعداد اگرچہ ستر تھی مگر صرف ۲۴ سردار ایک کنویں میں ڈالے گئے باقی مقتولین کہیں اور ڈلوادیے گئے، آپ نے تین شب بدر میں قیام فرمایا، تیسرے روز آپ سواری پر سوار ہو کر چلے صحابہ کی ایک جماعت بھی آپ کے ساتھ چلی آپ اس کنویں پر جا کر کھڑے ہوئے جس میں سرداران قریش کی لاشیں ڈالی گئی تھیں اور آپ نے نام بنام پکار کر فرمایا، یا عتبہ یا شیبہ یا امیہ یا اباجہل اس طرح نام لے لے کر پکارا اور یہ فرمایا تم کو یہ اچھا معلوم نہ ہوا کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے، بلاشبہ جس چیز کا ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا ہم نے اس کو حق پایا کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدہ کو حق پایا۔

مال غنیمت کی تقسیم:

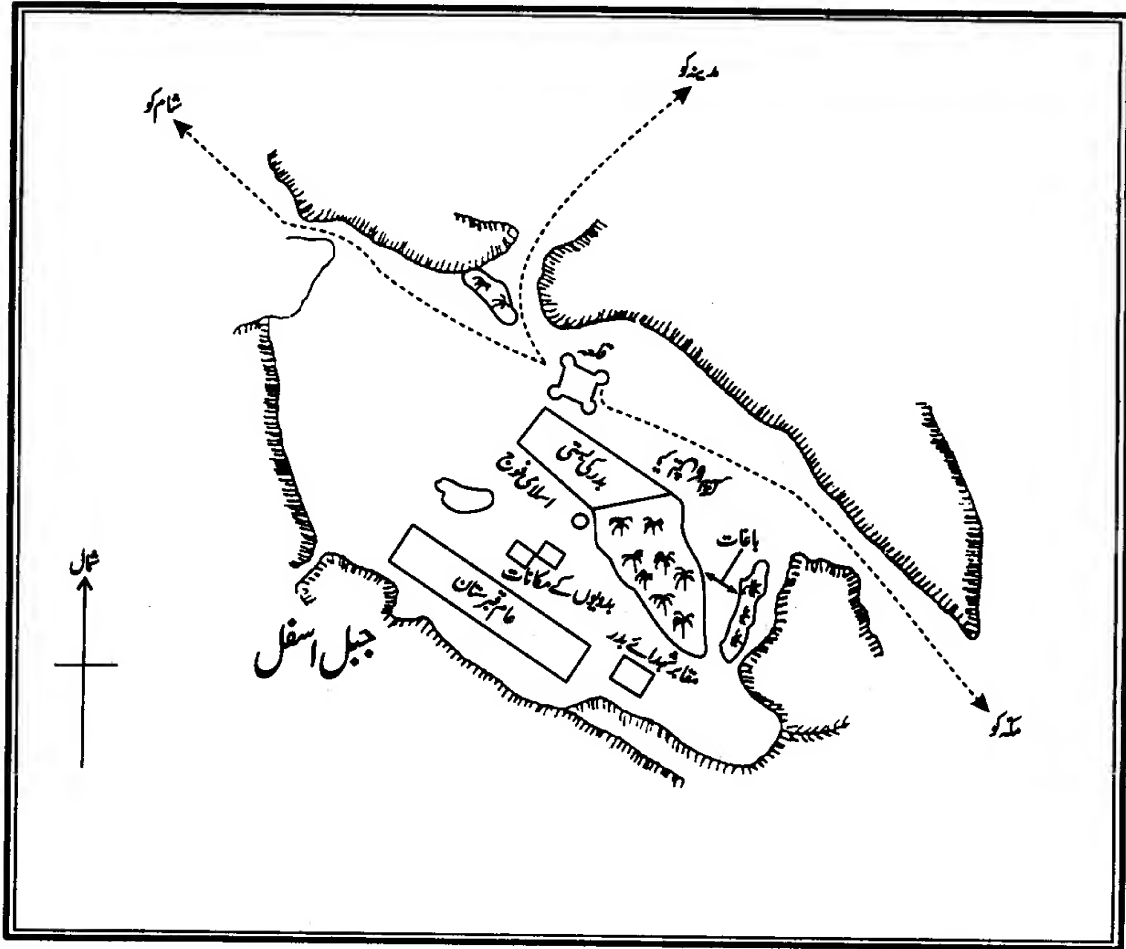
آپ تین روز قیام کرنے کے بعد مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئے اور مال غنیمت عبد بن کعب کے سپرد فرمایا اور مقام صفراء میں پہنچ کر مال غنیمت کی تقسیم فرمائی، ہوز مال غنیمت کے تقسیم کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اصحاب بدر مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں مختلف الرائے ہو گئے، جو ان یہ کہتے تھے کہ مال غنیمت ہمارا حق ہے کہ ہم نے قتال میں براہ راست حصہ لیا اور کافروں کو قتل کیا، بوڑھے یہ کہہ رہے تھے کہ ہماری تدبیر اور پشت پناہی سے فتح حاصل ہوئی ہے لہذا مال غنیمت میں ہمارا بھی حصہ ہے ایک تیسرا فریق جو کہ آنحضرت ﷺ کی حفاظت و صیانت میں مشغول تھا اس کا کہنا تھا کہ اگر سب لوگ جنگ میں شریک ہو جاتے تو ہو سکتا تھا کہ دشمن پلٹ کر آپ ﷺ کو گزند پہنچا دیتا اگر آپ کو گزند پہنچ جاتی تو یہ تمام فتح و کامرانی بے سود ہوتی لہذا ہم نے چونکہ اہم کام انجام دیا ہے لہذا مال غنیمت میں ہمارا بھی برابر کا حصہ ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ:

مقام صفراء میں پہنچ کر آپ نے یہ مال مساوی طور پر تقسیم فرمادیا، شریک جنگ حضرات کے علاوہ آپ نے ان آٹھ حضرات کو بھی حصہ دیا جو آپ کے حکم یا اجازت سے غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے، ان حضرات میں عثمان غنی بھی شامل تھے، تفصیل کے لئے سیرۃ المصطفیٰ کی طرف رجوع کریں۔



نقشہ جنگ بدر



أَذْكُرْ إِذْ يُخَشِّكُمُ النَّعَاسُ أَمْنَهُ أُنْمَا حَصَلَ لَكُمْ مِنَ الْخَوْفِ مِنْهُ تَعَالَى
وَيُنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ مِنَ الْأَخْذَاتِ وَالْجَنَابَاتِ وَيُدْهَبَ عَنْكُمْ رَجَزُ الشَّيْطَانِ وَسُوسَتُهُ
الْيَكُم بَانِكُمْ لَوْ كُنْتُمْ عَلَى الْحَقِّ مَا كُنْتُمْ ظَمَاءً مُخْذِئِينَ وَالْمُشْرِكُونَ عَلَى الْمَاءِ وَلَيَرْبِطَ يَحْبِسَ
عَلَى قُلُوبِكُمْ بِالْيَقِينِ وَالصَّبْرِ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ❶ ۝ أَنْ تَسُوْخَ فِي الرَّمْلِ إِذْ يُوحَىٰ رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ الَّذِينَ
أَمَدَّبَهُمُ الْمُسْلِمِينَ أَلَيْ إِي بَانِي مَعَكُمْ بِالْعَوْنِ وَالنَّصْرِ فَثَبَّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا بِإِلْغَاءِ وَالتَّشْيِيرِ
سَأَلْنِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرَّعْبَ الْخَوْفَ فَاصْبِرُوا فَوْقَ الْأَعْيَاقِ إِي الرُّءُوسِ وَاصْبِرُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ❷ ۝
إِي أَطْرَافَ الْيَدَيْنِ وَالرَّجْلَيْنِ فَكَانَ الرَّجُلُ يَقْصِدُ ضَرْبَ رَقَبَةِ الْكَافِرِ فَتَسْقُطُ قَبْلَ أَنْ يُصِلَ سَيْفُهُ إِلَيْهِ
وَرَمَاهُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبْضَةٍ مِنَ الْحَصَى فَلَمْ يَبْقَ مُشْرِكٌ إِلَّا دَخَلَ فِي غَيْبِهِ مِنْهَا شَيْءٌ
فَهَزُّوا ذَلِكَ الْعَذَابَ الْوَاقِعَ بِهِمْ بِأَلَّهُمْ شَاقُوا خَالَفُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ
شَدِيدُ الْعِقَابِ ❸ ۝ لَهُ ذَلِكَ الْعَذَابُ فَذُوقُوهُ إِي أَيُّهَا الْكُفَّارُ فِي الدُّنْيَا وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ فِي الْآخِرَةِ
عَذَابٌ النَّارِ ❹ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا الْقِيَتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا إِي مُجْتَمِعِينَ كَانَهُمْ لِكَثْرَتِهِمْ يَزْحَفُونَ
فَلَا تُؤَلُّوهُمْ الْأَذْبَارُ ❺ ۝ مِنْهُمْ يَمِينٌ وَمَنْ يُؤَلَّهُمْ يَوْمَئِذٍ إِي يَوْمَ لِقَائِهِمْ دُبرَةً الْأَمْتَحِرًا مُنْعَطِفًا لِقِتَالِ بَانٍ
يُريهِمْ الْفَرَّةَ مَكِيدَةً وَهُوَ يُرِيدُ الْكِرَّةَ أَوْ مَخِيزًا مُنْضَمًّا إِلَى فُتَّةٍ جَمَاعَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَسْتَنْجِدُ بِهَا
فَقَدْ بَاءَ رَجَعَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ❻ ۝ الْمَرْجِعُ هِيَ وَهَذَا مَخْصُوصٌ بِمَا أَذَالَهُم
يَزِدُّ الْكَفَّارَ عَلَى الضَّعْفِ فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ بِذَرِّ بَقُوتِكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ بِنَصْرِهِ إِيَّاكُمْ وَمَا رَمَيْتَ يَا مُحَمَّدُ
أَعْيُنَ الْقَوْمِ إِذْ رَمَيْتَ بِالْحَصَى لِأَنَّ كَفًّا مِنَ الْحَصَا لَا يَمْلَأُ عَيْنُونَ الْجَيْشِ الْكَثِيرِ بِرَمِيَّةٍ بَشَرٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَأَى
بِإِيضَالِ ذَلِكَ إِلَيْهِمْ فَعَلَ ذَلِكَ لِيُقَهِّرَ الْكَافِرِينَ وَلِيُبَلِّغَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً عَطَاءَ حَسَنًا هُوَ الْغَنِيمَةُ
إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ لَا قَوْلَ لَهُمْ عَلَيْهِمْ ❷ ۝ بِأَحْوَالِهِمْ ذَلِكَ الْبَلَاءُ حَقٌّ وَأَنَّ اللَّهَ مُؤْمِنٌ مُضْعِفٌ
كَيْدَ الْكَافِرِينَ ❸ ۝ إِنْ تَسْتَفْتِحُوا إِيهَا الْكُفَّارُ تَطْلُبُوا الْفَتْحَ إِي الْقَضَاءَ حَيْثُ قَالَ ابْجِهْلِ مِنْكُمْ إِلَيْهِمْ أَيْنَا
كَانَ أَقْطَعَ لِلرَّحِمِ وَأَتَانَا بِمَا لَا نَعْرِفُ فَاجْنُ الْعِدَّةَ إِي أَهْلِكُهُ فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ الْقَضَاءُ بِهَلَاكِ مَنْ
هُوَ كَذَلِكَ وَهُوَ ابْجِهْلِ وَمَنْ قُتِلَ مَعَهُ دُونَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِينَ وَإِنْ تَنَهَّوْا عَنِ
الْكُفْرِ وَالْحَرْبِ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَإِنْ تَعَوَّدُوا لِقِتَالَ النَّبِيِّ نَعْدَةً لِنَصْرِهِ وَلَكِنْ تُغْنِي تَدْفَعُ عَنْكُمْ فَوَيْتَكُمْ جَمَاعَتَكُمْ
شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ❹ ۝ بِكُسْرٍ إِنْ اسْتَيْنَافًا وَفَتْحَهَا عَلَى تَقْدِيرِ اللَّامِ.

ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے اس خوف سے جو تم کو درپیش تھا غنودگی کی شکل میں تم پر
سکون اور بے خوفی طاری کر رہا تھا اور آسمان سے تمہارے اوپر پانی برسا رہا تھا تاکہ تم کو حدت اصغر اور حدت اکبر سے پاک کرے

اور تم سے اس شیطانی وسوسہ کو دور کرے کہ اگر تم حق پر ہوتے تو تم (اس طرح) پیاسے اور بے طہارت نہ ہوتے اور مشرک پانی پر قابض نہ ہوتے اور تاکہ تمہارے قلوب کو یقین و صبر کے ساتھ مضبوط کرے اور تاکہ بارش کے ذریعہ تمہارے قدموں کو جمادے کہ ریت میں نہ دھنسیں، (اور اس وقت کو یاد کرو) جب تمہارا رب ان فرشتوں سے کہہ رہا تھا جن کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد فرمائی مدد اور نصرت کے ساتھ میں تمہارے ساتھ ہوں (اور) ائی، اصل میں بآسانی ہے، تم اہل ایمان کو مدد اور بشارت کے ذریعہ ثابت قدم رکھو، میں کافروں کے دل میں ابھی خوف ڈالے دیتا ہوں پس تم ان کی گردنوں پر یعنی سروں پر ضرب لگاؤ اور اس کی پور پور پر چوٹ لگاؤ یعنی دست و پا کے اطراف پر، چنانچہ (مسلمان) مرد جب کافر کی گردن پر ضرب لگانے کا قصد کرتا تھا تو اس کی تلوار کا فریک پہنچنے سے پہلے ہی اس کی گردن (تن سے جدا ہو کر) گر جاتی تھی، اور آپ ﷺ نے ان کی طرف ایک مٹھی خاک نہیں پھینکی مگر یہ کہ اس کا کچھ نہ کچھ حصہ ہر مشرک کی آنکھ میں نہ پہنچا ہو چنانچہ مشرکوں کو شکست ہو گئی، یہ عذاب جو ان پر واقع ہوا اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے اللہ اس کے لئے سخت گیر ہے، اس کے لئے یہ عذاب ہے، سوائے کافر و دنیا ہی میں اس عذاب کا مزا چکھو، اور بالیقین کافروں کے لئے آخرت میں عذاب مقرر ہے اے ایمان والو جب تم کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ حال یہ کہ وہ اپنی کثرت کی وجہ سے آہستہ آہستہ سرک رہے ہوں تو بھی ان سے شکست خوردہ ہو کر پیٹھ مت پھيرو، اور جو شخص مقابلہ کے دن ان سے پیٹھ پھیرے گا مگر یہ کہ جنگی چال کے طور پر ہو بایں طور کہ ان کو چال کے طور پر فرار دکھائے حال یہ کہ وہ پلٹ کر حملہ کا ارادہ رکھتا ہو، یا مسلمانوں کی جماعت سے مدد لینے کے لئے جاننے کے طور پر تو وہ اس (وعید) سے مستثنیٰ ہے (اس کے علاوہ) جس نے ایسا کیا تو وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور اس کی قرار گاہ نہایت بُری ہے اور یہ اس صورت کے ساتھ خاص ہے کہ کفار (کی تعداد) مسلمانوں کے مقابلہ میں دو گنا سے زیادہ نہ ہو، (حقیقت یہ ہے) کہ بدر میں تم نے ان کو اپنی قوت سے قتل نہیں کیا لیکن اللہ نے تمہاری مدد کر کے ان کو قتل کیا، اور اے محمد ﷺ قوم کی آنکھوں میں آپ نے نہیں پھینکا جبکہ آپ نے کنکریاں پھینکیں اس لئے کہ ایک انسانی مٹھی کنکریاں ایک بڑے لشکر کی آنکھوں کو نہیں بھر سکتیں، لیکن ان کنکریوں کو ان تک پہنچا کر درحقیقت اللہ نے پھینکا اور اس نے یہ اسلئے کیا تاکہ کافروں کو مغلوب کر دے، اور تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے بہتر صلہ دے اور وہ (مال) غنیمت ہے یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کا سننے والا ان کے احوال کو جاننے والا ہے اور یہ عطاء صلہ حق ہے، اور اللہ تعالیٰ کافروں کی چالوں کو کمزور کرنے والے ہیں اے کافرو اگر تم فتح کا فیصلہ چاہتے ہو، اسلئے کہ تم میں سے ابو جہل نے کہا تھا اے ہمارے اللہ ہم میں سے جو زیادہ قطع رحمی کرنے والا ہو اور ہمارے پاس ایسی چیز لایا ہو جس کو ہم نہیں جانتے تو اس کو تو آئندہ کل ہلاک کر دے تو تمہارے پاس فیصلہ آ گیا اس کو ہلاک کر کے جو ایسا ہے اور وہ ابو جہل ہے اور وہ ہے جو اس کے ساتھ قتل کیا گیا، نہ کہ محمد ﷺ اور مومنین، اور اگر تم کفر و قتال سے باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے اور اگر تم نبی کے ساتھ جنگ کا اعادہ کرو گے تو ہم تمہارے اوپر اس کی فتح کا اعادہ کریں گے اور تمہاری

جمعیت تمہارے ذرا بھی کام نہ آئے گی گو کتنی ہی زیادہ ہو اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے ان کے کسرہ کے ساتھ استیناف کی صورت میں اور فتح کے ساتھ لام کی تقدیر کی صورت میں۔

تَحْقِيقُ وَتَرْكِيبُ تَسْبِيلٍ وَتَفْسِيرِي فَوَائِدُ

قَوْلُهُ: اَذِغْشِيْكُمْ، یہ اذکر فعل محذوف کا ظرف ہے یا سابق اذ یعد کم کا بدل ہے۔
قَوْلُهُ: اَمْنًا، اَمْنَةً کی تفسیر اَمْنًا سے کر کے اشارہ کر دیا کہ اَمْنَةً مصدر ہے یقال اَمْنَةً وَاَمْنًا وَاَمَانَةً، نہ کہ جمع جیسا کہ بعض حضرات نے کہا ہے، اور اَمْنَةً یُغْشِيْكُمْ کا مفعول نہ بھی ہو سکتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے سکون کے لئے تم پر غنودگی طاری کر رہا تھا۔

قَوْلُهُ: مِنْهُ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔

قَوْلُهُ: بِه ای بالماء۔

قَوْلُهُ: اَنْ تَسُوْخَ ای مِنْ اَنْ تَسُوْخَ، ای تدخُلَ۔

قَوْلُهُ: لَهُ۔

سُؤَالُ: مفسر علام نے لہ کیوں مقدر مانا؟

جواب: مَنْ مبتداء متضمن بمعنی شرط ہے اور یَشَاقِقِ اللّٰہُ ورسولہ فان اللّٰہُ شدید العقاب، جملہ ہو کر مبتداء کی خبر ہے، اور خبر جب جملہ ہوتی ہے تو ضمیر عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے جو کہ یہاں نہیں ہے، اسی لئے مفسر علام نے لہ کی ضمیر کو مقدر مانا ہے۔

قَوْلُهُ: الْعَذَابُ، ذالکم مبتداء، العذاب اس کی خبر محذوف، مفسر علام نے العذاب مان کر اسی ترکیب کی طرف اشارہ کیا ہے، اور اسم اشارہ ذالکم، کو مبتداء محذوف کی خبر بھی قرار دیا جاسکتا ہے ای العذاب ذالکم، لہذا ذالکم فذوقوہ، میں انشاء کے خبر واقع ہونے کا اعتراض ختم ہو گیا۔

قَوْلُهُ: فذوقوہ، فاء شرطیہ ہے، ذوقوہ، شرط محذوف کی جزاء ہے ای اِنْ کَانَ کَذٰلِکَ فذوقوہ۔

قَوْلُهُ: وَاَنَّ الْکَافِرِیْنَ، اس کا عطف ذلک پر ہے، اور و اعلموا مقدر کی وجہ سے منصوب بھی ہو سکتا ہے۔

قَوْلُهُ: رَحْفًا، (ف) کا مصدر ہے بھیڑ کی وجہ سے آہستہ آہستہ چلنا، بچہ کی طرح سرکنا۔

قَوْلُهُ: مُتَحَرِّفًا، متعطفًا، پلٹ کر حملہ کرنا۔ (الی الکفر بعد الفی)۔

قَوْلُهُ: مُتَحَرِّزًا، (تفعّل) سے اسم فاعل، مڑ کر اپنی جماعت کی طرف آنیوالا تاکہ ساتھیوں کی مدد لیکر دوبارہ حملہ کر سکے، اصل مادہ حَوَزٌ، ہے۔

قَوْلُهُ: يَسْتَنْجِدُوا، اِسْتَنْجَادٌ مَدْرُوبٌ كَرْنَا۔

قَوْلُهُ: هِيَ مَخْصُوصٌ بِالْذِمِّ هِيَ۔

قَوْلُهُ: فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ، فاء جزائیه یہ شرط محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے، اِنْ اَفْتَخَرْتُمْ بِقَتْلِهِمْ فَاَنْتُمْ لَمْ تَقْتُلُوْهُمْ۔

قَوْلُهُ: لِبَيْبِي، اِیْ یُعْطِی اللّٰهَ تَعَالٰی الْمُؤْمِنِیْنَ اِعْطَاءً حَسَنًا۔

قَوْلُهُ: حَقٌّ، اِس میں اشارہ ہے کہ، ذالکُم الابلاء، مبتداء ہے حَقٌّ خبر محذوف ہے۔

تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

اِذْ یُعْشِبُکُمُ النُّعَاسُ جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ قریشی لشکر نے بدر پہلے پہنچ کر جنگی اعتبار سے بہتر جگہ منتخب کر لی تھی اور پانی کے چشمہ پر بھی قابض ہو گئے غرضیکہ ظاہری اسباب کے اعتبار سے قریشی لشکر کو فوقیت حاصل تھی تعداد کے اعتبار سے مسلمانوں کی بہ نسبت تین گنے نیز آلات حرب کے اعتبار سے نہایت مضبوط غرضیکہ وہ لوگ ظاہری اسباب کے اعتبار سے مطمئن تھے، ادھر اسلامی لشکر کا یہ حال تھا کہ تعداد کے اعتبار سے دشمن کے مقابلہ میں ایک تہائی سواری کی یہ حالت کہ کل دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے، اور چند زرہیں، موقع کے لحاظ سے بھی کوئی اطمینان بخش جگہ نہ تھی ریگستانی نشیبی علاقہ جس میں انسانوں اور جانوروں کا چلنا پھرنا دشوار، گردوغبار کی مصیبت الگ پانی کی قلت، پینے کے لئے پانی ناکافی تھا چہ جائیکہ غسل و طہارت کے لئے۔

حباب بن منذر کا مشورہ:

جس مقام پر آنحضرت ﷺ نے قیام فرمایا تھا، حباب بن منذر نے جو کہ اس علاقہ سے واقف تھے اس مقام کو جنگی اعتبار سے نامناسب سمجھ کر آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ جو مقام آپ نے اختیار فرمایا ہے اگر یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے تو ہمیں کچھ کہنے کا کوئی اختیار نہیں اور اگر محض رائے اور مصلحت کے پیش نظر اختیار فرمایا گیا ہے تو بتائیں آپ نے فرمایا نہیں، یہ کوئی حکم خداوندی نہیں اس میں تغیر و تبدل کیا جاسکتا ہے تب حضرت حباب بن منذر نے عرض کیا کہ پھر تو یہ بہتر ہے کہ اس مقام سے آگے بڑھ کر کئی سرداروں کے لشکر کے قریب ایک پانی کا مقام ہے اس پر قبضہ کر لیا جائے، وہاں ہمیں افراط کے ساتھ پانی مل جائیگا، آنحضرت ﷺ نے اس مشورہ کو قبول فرمایا اور وہاں جا کر پانی پر قبضہ کیا ایک حوض پانی کے لئے بنا کر اس میں پانی کا ذخیرہ جمع کر لیا۔ (احسن التفاسیر)

اس کام سے مطمئن ہونے کے بعد حضرت سعد بن معاذ کے مشورہ سے آپ کے لئے ایک پہاڑی پر جہاں سے پورا میدان جنگ نظر آتا تھا ایک عریش (چھپر) بنا دیا گیا جس میں آپ ﷺ اور آپ کے یار غار حضرت صدیق اکبر رات بھر مشغول دعا رہے۔

میدان بدر میں صحابہ پر غنودگی:

یہ اس رات کا واقعہ ہے جس کی صبح کو بدر کی لڑائی پیش آئی اسی رات کو باران رحمت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی، اس بارش سے تین فائدے ہوئے ایک یہ کہ مسلمانوں کو پانی کافی مقدار میں مل گیا مسلمانوں نے حوض بنا کر پانی کافی ذخیرہ کر لیا، دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ بارش کی وجہ سے ریت جم گیا جس کی وجہ سے ایک تو گرد و غبار کی تکلیف سے نجات ملی دوسرے یہ کہ ریت جم کر چلنے پھرنے کے قابل ہو گئی مشرکین کا لشکر چونکہ نشیب کی طرف تھا اسلئے وہاں کچھڑ اور پھسلن ہو گئی جس کی وجہ سے بارش قریشی لشکر کے لئے زحمت ثابت ہوئی۔

شیطان کی ڈالی ہوئی نجاست:

شیطان کی ڈالی ہوئی نجاست سے مراد ہر اس اور گھبراہٹ کی وہ کیفیت تھی جس میں مسلمان ابتداءً مبتلاء تھے اور قسم قسم کے خیالات ان کے دلوں میں آرہے تھے، دشمن اپنی تعداد، تیاری نیز جنگی اعتبار سے بہتر مقام پر فائز اور پانی پر قابض ان سب باتوں کے پیش نظر مسلمانوں کے دلوں میں خیالات اور ساؤس کا پیدا ہونا ایک طبعی امر تھا اور اس پر طرہ یہ ہوا کہ بعض مسلمانوں کو غسل کی حاجت ہو گئی جس کی وجہ سے فجر کی نماز حالت جنابت میں پڑھنی پڑی اس وقت شیطان نے مسلمانوں کے دلوں میں یہ دوسوہ ڈال کر شکوت و شبہات پیدا کر دیئے کہ تم سمجھتے ہو کہ محمد ﷺ تمہارے نبی ہیں اور تم اللہ کے محبوب اور دوست ہو حالانکہ تم بے وضو اور جنابت کی حالت میں نماز پڑھ رہے ہو اگر تم حق پر ہوتے تو پھر ان سب پریشانیوں کا کیا سبب ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ایسی زور دار بارش عطا فرمائی کہ وادی بہہ پھنی۔ (فتح القدیر شوکانی عن ابن عباس)

ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد کا ذکر سابقہ آیت میں گذر چکا ہے اس آیت میں مسلمانوں پر غنودگی طاری کرنے کا ذکر ہے اس غنودگی کا اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں کے دلوں میں جو طبعی خوف و ہراس تھا وہ سب جاتا رہا تعجب و تکان ختم ہو گئی جس کی وجہ سے اطمینان اور کامیابی کا پختہ یقین حاصل ہو گیا۔

نکتہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جنگ میں نیند اللہ کی طرف سے امن ہے اور نماز میں اٹھنا شیطان کا دوسوہ ہے۔

خَاتَمُ: سورۃ آل عمران میں گذر چکا ہے کہ احد کے میدان میں بھی لشکر اسلام پر غنودگی طاری کر دی گئی تھی لیکن وہ غنودگی لڑائی گزر جانے کا رنج و غم رفع کرنے کے لئے تھی اور بدر میں لڑائی سے پہلے اللہ تعالیٰ نے لشکر اسلام پر غنودگی طاری کر کے دشمنوں کی تعداد کے زیادہ ہونے کا خوف اور شکست کھا جانے کا اندیشہ نیز شیطانی دوسوہ سب جاتے رہے۔

میدان سے راہ فرار:

وَمَنْ يُولِهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبْرَهُ إِلَّا مَتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ (الآية) دشمن کے شدید دباؤ پر پسپائی ناجائز نہیں ہے جبکہ اس کا مقصد اپنے عقیم مرکز کی طرف پلٹنا یا اپنی ہی فوج کے کسی دوسرے حصے سے جا ملنا ہو، البتہ جو چیز حرام ہے وہ فرار ہے جو کسی جنگی مقصد سے نہیں بلکہ جان بچانے کی غرض سے ہو، اس فرار کو بڑے گناہوں میں شمار کیا گیا ہے چنانچہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ”تین گناہ ایسے ہیں جن کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی“ ایک شرک دوسرے والدین کے حقوق کی حق تلفی تیسرے میدان جہاد فی سبیل اللہ سے فرار، اسی طرح ایک اور حدیث میں جس میں سات بڑے گناہ شمار کرائے ہیں ان میں ایک قتال فی سبیل اللہ سے فرار بھی ہے میدان جہاد سے فرار کے گناہ ہونے کی صرف یہ وجہ نہیں ہے کہ یہ ایک بزدلانہ فعل ہے بلکہ اس وجہ سے کہ ایک شخص کافر کا فرار بسا اوقات پوری بٹالین کو اور ایک بٹالین کا فرار پوری پلٹن کو اور ایک پلٹن کا فرار پوری فوج کو بدحواس کر کے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر سکتا ہے اور جب ایک مرتبہ فوج میں بھگدڑ مچ جاتی ہے تو کہا نہیں جاسکتا کہ تباہی کس حد پر جا کر رہ گئی۔

ان تستفتحوا فقد جاءكم الفتح مکہ سے روانہ ہوتے وقت مشرکین مکہ نے کعبہ کے پردے پکڑ کر دعاء کی تھی کہ خدایا دونوں فریقوں میں سے جو بہتر ہے اس کو فتح عطا فرما، اور ابو جہل نے خاص طور پر یہ کہا تھا، خدایا ہم میں سے جو برسر حق ہو اسے تو فتحمندی عطا فرما، اور جو برسر ظلم اور صلہ رحمی کا قطع کرنے والا ہو اسے رسوا کر دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی منہ مانگی مراد حرف بحرف پوری فرمادی، اور فیصلہ کر کے بتا دیا کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا تَعْرِضُوا عَنْهُ بِمُخَالَفَةٍ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿١﴾ الْقُرْآنَ وَالْمَوَاعِظَ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢﴾ سَمَاعٌ تَدْبِرُ وَاتِّعَاضُ وَهُمْ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُشْرِكُونَ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الضُّمُّ عَنْ سَمَاعِ الْحَقِّ الْبُكْمُ عَنِ النُّطْقِ بِهِ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٣﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا صَاحِبِ سَمَاعِ الْحَقِّ لَأَسْمَعَهُمْ سَمَاعٌ تَفْهَمُ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ فَرَضًا وَقَدْ عَلِمَ أَنْ لَا خَيْرَ فِيهِمْ لَتَوَلَّوْا عَنْهُ وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٤﴾ عَنْ قُبُولِهِ عِنَادًا وَجُحُودًا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ بِالطَّاعَةِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ مِنْ أَمْرِ الدِّينِ لَأنَّهُ سَبَبُ الْحَيَاةِ الْإِبْدِيَّةِ وَعَلِمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ فَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُؤْمِنَ أَوْ يَكْفُرَ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَآيَةُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٥﴾ فَيُجَازِيكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ وَأَنْتُمْ تَخْفَوْنَ أَنْ إصَابَتِكُمْ لَا تُصِيبُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً بَلْ تَعْلَمُهُمْ وَغَيْرَهُمْ وَاتَّقُوا هَٰؤُلَاءِ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٦﴾ لَمَنْ خَالَفَهُ وَأَذْكَرُوا إِذَا أَنْتُمْ قَلِيلٌ مَسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ أَرْضَ مَكَّةَ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ يَأْخُذُكُمُ الْكُفْرُ بِسُرْعَةٍ فَأُولَٰئِكَ إِلَى الْمَدِينَةِ وَأَيَّدَكُمْ قَوْمٌ يَنْصِرُهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ بِالْمَلِكَةِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ الْغَنَائِمِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٧﴾ نِعْمَةٌ وَنَزَلَ فِي

ابی لُبَابَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ وَقَدْ بَعَثَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ لِيَنْزِلُوا عَلَى حُكْمِهِ فَاسْتَشَارُوهُ فَاسْتَأْذَنَ إِلَيْهِمْ أَنَّهُ الذَّبْحُ لِأَنَّ عِيَالَهُ وَمَالَهُ فِيهِمْ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَلَا تَحُونُوا أَمْنِيَّتَكُمْ مَأْوَئِكُمْ عَلَيْهِ مِنَ الَّذِينَ وَغَيْرِهِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ** ۝ **وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ** بِكُمْ صَادَّةٌ عَنْ **أُمُورِ الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ** ۝ فَلَا تَقُونُوهُ بُمْرَاعَةً لِأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَالْخِيَانَةِ لِأَجْلِهِمْ.

۴۷۷

ترجمہ:

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس کے حکم کی مخالفت کر کے اس سے سرتابی نہ کرو حالانکہ تم قرآن اور نصیحت سنتے ہو، اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا ہم نے سنا حالانکہ وہ غور و فکر اور نصیحت حاصل کرنے کے طور پر نہیں سنتے اور وہ منافق اور مشرک ہیں یقیناً اللہ کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ لوگ ہیں جو حق سننے سے بہرے اور حق کہنے سے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے اگر اللہ ان میں حق بات سننے کی صلاحیت جانتا تو ضرور انہیں حق سننے کی توفیق دیتا، اور اگر (صلاحیت کے بغیر) بالفرض ان کو سنوایا اور اس کے علم میں یہ بات ہے کہ ان میں کوئی خیر نہیں ہے تو وہ اس کے قبول کرنے سے عناد یا انکار کے طور پر منہ پھیر لیتے اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر اطاعت کے ساتھ بلیک کہو، جب وہ تمہیں اس امر دین کی طرف پکاریں جو تمہیں زندگی بخشنے والا ہے اسلئے کہ وہ حیات ابدی کا سبب ہے اور خوب سمجھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حاکم ہے لہذا کسی کی طاقت نہیں کہ اس کے ارادہ کے بغیر ایمان لا سکے یا کفر کر سکے، اور اسی کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے سو وہ تم کو تمہارے اعمال کا صلہ دے گا، اور اس کے فتنے سے بچو اگر وہ تم پر آپڑے تو اس کی شامت (بلا) تم میں سے ظالموں ہی تک محدود نہ رہے گی بلکہ ان کو اور ان کے علاوہ کو بھی لپیٹ میں لے لے گی، اور اس فتنہ سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ مُذْکَرُ (برائی) کے سبب پر نکیر کرے (یعنی نبی عن المنکر کرے) اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ اس کی مخالفت کر نیوالے کو سخت سزا دینے والا ہے اس وقت کو یاد کرو کہ جب تم مکہ کی سرزمین میں قلیل تعداد میں تھے کمزور سمجھے جاتے تھے اور تم ڈرتے رہتے تھے کہ ہمیں لوگ (یعنی) کفار اچک نہ لیجائیں (یعنی ہلاک نہ کر دیں) تو تم کو مدینہ میں ٹھکانہ دیا تو تم کو بدر کے دن اپنی نصرت سے ملائکہ کے ذریعہ تقویت دی اور تم کو مال غنیمت کے ذریعہ حلال رزق دیا تاکہ تم اس کی نعمت کا شکر ادا کرو اور (آئندہ آیت) ابولبابہ بن منذر کے بارے میں نازل ہوئی، جبکہ ان کو نبی ﷺ نے بنی قریظہ کے پاس بھیجا تھا (تاکہ بنی قریظہ کو) قلعہ سے اتر آنے پر آمادہ کریں، تو (بنی قریظہ نے) ابی لبابہ سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے اشارہ کر دیا کہ تمہارا انجام ذبح ہے، (اس افشاء راز کی وجہ یہ تھی) کہ ان کے اہل و عیال اور مال ان کے پاس تھے، اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ تم ان امانتوں میں خیانت کرو جن پر تمہیں امین بنایا گیا ہے خواہ وہ بات دین کی ہو یا اسکے علاوہ کی، حال یہ کہ تم اس کو جانتے ہو، اور بخوبی سمجھ لو کہ تمہارے اموال اور اولاد تمہارے لئے فتنہ (آزمائش) ہیں جو امور آخرت سے تم کو روکنے والے ہیں، اور یقیناً اللہ کے پاس اجر عظیم ہے، لہذا اس کو مال، اولاد اور ان کے لئے خیانت کی وجہ سے ہاتھ سے نہ جانے دو۔

تحقیق و تکیف تسمیل و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: تُعْرِضُوا، تَوَلَّوْا کی تفسیر تعرضوا سے کر کے اشارہ کر دیا کہ تَوَلَّوْا حذف تاء کے ساتھ مضارع ہے نہ کہ ماضی، لہذا یہ اعتراض ختم ہو گیا کہ ماضی پر بلا تکرار لا کا داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: لَا يَعْقِلُونَ اِی الْحَقِّ.

قَوْلُهُ: قَدْ عَلِمَ اَنْ لَا خَيْرَ فِيْهِمْ اس اضافہ کا مقصد ایک اعتراض کو دفع کرنا ہے اعتراض یہ ہے کہ مذکورہ آیت میں قیاس اقرانی سے استدلال کیا ہے جس کا نتیجہ نکلتا ہے، لو علم الله فيهم خيرا لتَوَلَّوْا، اور یہ محال ہے۔

قیاس اقرانی:

لَوْ عَلِمَ اللهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَا سَمِعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا، نتیجہ نکلے گا، لو علم الله خيرا لتَوَلَّوْا، یعنی اگر ان کے اندر اللہ کے علم میں کوئی خیر ہوتی تو وہ ضرور اعراض کرتے، و هذا محال۔

جواب: صحیح نتیجہ کے لئے حد اوسط کا متحد ہونا ضروری ہے اگر حد اوسط مختلف ہوگا تو نتیجہ صحیح نہیں نکلے گا، یہاں حد اوسط مختلف ہے، اسلئے کہ اسماع اول سے سماع فہم الموجب للہدایۃ مراد ہے اور دوسرے اسماع سے اسماع مجرد مراد ہے۔

قَوْلُهُ: اِنْ اَصَابَتْكُمْ اس عبارت کا اضافہ کر کے اشارہ کر دیا کہ لا تصیبَنَّ الذین الخ شرط محذوف کا جواب ہے اور یہ ان لوگوں پر رد بھی ہے جنہوں نے کہا ہے کہ لا تصیبَنَّ فتنة کی صفت ہے۔

تفسیر و تشریح

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ الخ، سابق میں فرمایا گیا کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے اب ایمان والوں کو ہدایت دی جا رہی ہے کہ تمہارا معاملہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کیسا ہونا چاہئے جس سے تم خدا کی نصرت و حمایت کے مستحق ہو، تو اس آیت میں بتلادیا گیا کہ ایک مومن صادق کا کام یہ ہے کہ ہمتن خدا اور رسول کا فرمانبردار ہو، احوال و حوادث خواہ کتنا ہی اس کا منہ پھیرنا چاہیں مگر خدا کی باتوں کو جب وہ سن چکا ہو اور تسلیم کر چکا ہو تو قولاً و فعلاً کسی حال میں ان سے نہ پھرے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ، یہاں سننے سے مراد وہ سننا ہے جس کو قبول کرنا اور ماننا کہتے ہیں، اس آیت میں اشارہ ان منافقوں کی طرف ہے جو زبان سے تو ایمان کا اقرار کرتے تھے مگر احکام کی اطاعت سے منہ موڑ جاتے تھے، سن لینے کے باوجود عمل نہ کرنا کافروں کا شیوہ ہے، تم اس رویہ سے بچو، اگلی آیت میں ایسے ہی لوگوں کو بہرہ اور گونگا بدترین خلاق قرار دیا گیا ہے اگر ان میں اللہ تعالیٰ کوئی خیر و خوبی دیکھتا تو ضرور انھیں سکر سمجھنے کی توفیق عطا کرتا چونکہ ان کے اندر خیر یعنی طلب صادق ہی نہیں اسلئے وہ فہم صحیح سے بھی محروم ہیں، پہلے سماع سے مراد سماع نافع ہے جسے مفتر علام نے سماع فہم کہا ہے،

اور دوسرے سماع سے مطلق سماع مراد ہے یعنی بالفرض اگر اللہ تعالیٰ انھیں حق بات سنوا بھی دے تو چونکہ ان کے اندر حق کی طلب ہی نہیں اس لئے وہ بدستور اس سے اعراض ہی کریں گے۔

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً، لَا تُصِيبَنَّ، کے نون تاکید کے بارے میں نحاۃ کا اختلاف ہے، فزائنہ نے کہا ہے کہ یہ قائل کے قول ”انزل عن الدابة لَا تَطْرَحَنَّكَ“ کے مثل ہے یہ جواب امر ہے بصورت نہی، ای اِنْ تَنْزِلُ عَنْهَا لَا تَطْرَحَنَّكَ، یعنی اگر تو اتر آئیگا تو وہ نہیں گرائے گا، اور اسی طرح کا اللہ تعالیٰ کا قول ”ادخلوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطُمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ“ ای اِنْ تَدْخُلُوا لَا يَحْطُمَنَّكُمْ، اس میں نون اسلئے داخل ہے کہ اس میں معنی جزاء ہیں۔

پہلی آیت میں ایسے گناہ سے خاص طور پر بچنے کی تاکید کی گئی ہے جس کا وبال اور عذاب صرف گناہ کرنے والوں پر محدود نہیں رہتا بلکہ ناکردہ گناہ لوگ بھی اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں، وہ کونسا گناہ ہے؟ اس میں علماء تفسیر کے متعدد اقوال ہیں، بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ گناہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جدوجہد کو ترک کر دینا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ کسی جرم اور گناہ کو اپنے ماحول میں قائم نہ رہنے دیں کیونکہ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا یعنی جرم و گناہ کو دیکھتے ہوئے باوجود قدرت کے منع نہ کیا تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب عام کر دیں گے جس سے نہ گنہگار بچیں گے اور نہ بے گناہ۔

اور بے گناہ سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو اصل گناہ میں ان کے شریک نہیں مگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر دینے کے گنہگار وہ بھی ہیں، اس لئے یہاں یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ ایک کے گناہ دوسرے پر ڈالنا بے انصافی ہے اور قرآنی فیصلے ”لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى“ کے خلاف ہے کیونکہ گنہگار اپنے اصل گناہ کے وبال میں اور بے گناہ ترک امر بالمعروف کے گناہ میں پکڑے گئے، کسی کا گناہ دوسرے پر نہیں ڈالا گیا۔

وہ گناہ جس کے وبال میں ناکردہ گناہ لوگ بھی پھنس جاتے ہیں وہ اجتماعی فتنے اور جرائم ہیں جو دبائے عام کی طرح ایسی شامت لاتے ہیں جس میں صرف گناہ کرنے والے ہی گرفتار نہیں ہوتے بلکہ وہ لوگ بھی مارے جاتے ہیں جو گنہگار معاشرہ میں رہنا گوارا کرتے رہے ہوں، مثال کے طور پر اس کو یوں سمجھئے کہ جب تک کسی شہر میں گندگی کہیں کہیں انفرادی طور پر پڑی ہو اس کا اثر محدود رہتا ہے اور اس سے وہ مخصوص افراد ہی متاثر ہوتے ہیں جنہوں نے اپنے جسم اور اپنے گھر کو گندگی سے آلودہ کر رکھا ہو، لیکن جب گندگی عام ہو جاتی ہے اور کوئی گروہ بھی پورے شہر میں ایسا نہیں ہوتا جو اس خرابی کو روکے اور صفائی کا انتظام کرنے کی کوشش کرے تو پھر زمین اور فضا اور ہوا اور پانی غرضیکہ ہر چیز میں سمیت پھیل جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں جو وبا آتی ہے اس کی لپیٹ میں گندگی پھیلانے والے اور گندہ رہنے والے اور گندے ماحول میں زندگی بسر کرنے والے سب ہی آجاتے، اسی طرح اخلاقی نجاستوں کا حال ہے اگر وہ انفرادی طور پر بعض افراد میں موجود ہیں اور صالح معاشرہ کے رعب سے دبی رہیں تو ان کے نقصانات محدود رہتے ہیں لیکن جب معاشرہ کا اجتماعی ضمیر کمزور ہو جاتا ہے، جب اخلاقی برائیوں کو دبا کر رکھنے کی طاقت اس میں نہیں رہتی، اور جب اچھے لوگ اپنی انفرادی نیکیوں پر قانع اور اجتماعی برائیوں پر ساکت و صامت ہو جاتے ہیں اور صورت حال

یہاں تک خراب ہو جاتی ہے کہ نیکی بدی کے آگے منہ چھپائے پھرنے لگتی ہے تو ایسی صورت میں مجموعی طور پر پورے معاشرہ کی شامت آ جاتی ہے اور ایسا فتنہ عام برپا ہوتا ہے جس میں بچنے کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے امام بغوی نے شرح السنہ اور معالم میں بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود و صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص جماعت کے گناہ کا عذاب عام لوگوں پر نہیں ڈالتے جب تک کہ ایسی صورت حال پیدا نہ ہو جائے کہ وہ اپنے ماحول میں گناہ ہوتا ہوا دیکھیں اور ان کو یہ قدرت بھی ہو کہ اس کو روک سکیں اس کے باوجود انہوں نے اس کو روکا نہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا عذاب ان سب کو گھیر لیتا ہے۔

برائی روکنے پر قدرت کے باوجود نہ روکنے والے بھی گنہگار ہیں:

صحیح بخاری میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قانونی حدود توڑنے والے گنہگار ہیں اور جو لوگ ان کو دیکھ کر مدد نہ کرنے والے ہیں یعنی باوجود قدرت کے ان کو گناہ سے نہیں روکتے ان دونوں طبقوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بحری جہاز کے دو طبقے ہوں اور نیچے کے طبقہ والے اوپر آ کر اپنی ضروریات کے لئے پانی لیتے ہوں جس سے اوپر والے تکلیف محسوس کرتے ہوں نیچے والے یہ حالت دیکھ کر یہ صورت اختیار کریں کہ کشتی کے نچلے حصہ میں سوراخ کر کے اس سے اپنے لئے پانی حاصل کریں اور اوپر کے لوگ ان کی اس حرکت کو دیکھیں اور منع نہ کریں تو ظاہر ہے کہ پانی پوری کشتی میں بھر جائیگا اور جب نیچے والے غرق ہوں گے تو اوپر والے بھی ڈوبنے سے نہ بچیں گے۔

ان روایات کی روشنی میں حضرات مفسرین نے آیت کا مطلب یہ قرار دیا کہ اس آیت میں فتنہ سے مراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ترک کر دینا ہے۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ اس گناہ سے مراد ترک جہاد کا گناہ ہے مگر جہاد بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی کے لئے ہوتا ہے لہذا دونوں مصداق ایک ہی ہیں۔

امانتوں میں خیانت سے کیا مراد ہے؟

امانتوں میں خیانتوں سے مراد وہ تمام ذمہ داریاں ہیں جو کسی پر اعتماد کر کے اس کے سپرد کی جائیں، خواہ وہ عہد وفا کی ذمہ داری ہو یا اجتماعی معاہدات کی یا راز دارانہ گفتگو کی یا عہدہ اور منصب کی جو کسی شخص پر بھروسہ کرتے ہوئے جماعت یا فرد اس کے حوالہ کر دے۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ، انسان کے اخلاص میں جو چیز عام طور پر خلل ڈالتی ہے اور جس کی وجہ سے انسان اکثر منافقت غداری اور خیانت میں مبتلا ہوتا ہے وہ اپنے مالی مفاد اور اپنی اولاد کے مفاد سے اس کی حد سے بڑھی ہوئی

دلچسپی ہوتی ہے اسی لئے فرمایا کہ یہ مال اور اولاد جس کی محبت میں گرفتار ہو کر تم عموماً راستی سے ہٹ جاتے ہو دراصل یہ دنیا کی امتحان گاہ میں تمہارے لئے سامان آزمائش ہے جسے تم بیٹایا بیٹی کہتے ہو حقیقت کی زبان میں وہ امتحان کا ایک پرچہ ہے اور جسے تم جانداد یا کاروبار کہتے ہو وہ بھی درحقیقت ایک دوسرا پرچہ امتحان ہے، یہ چیزیں تمہارے حوالہ کی ہی اس لئے لگی ہیں کہ ان کے ذریعہ سے تمہیں جانچ کر دیکھا جائے کہ تم کہاں تک حقوق وحدود کا لحاظ کرتے ہو؟

شان نزول:

مذکورہ آیت کا مضمون تو عام ہے سب مسلمانوں کو شامل ہے، مگر اس کے نزول کا واقعہ اکثر مفسرین کے نزدیک حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن منذر کا قصہ ہے جو غزوہ بنی قریظہ میں پیش آیا، آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ نے بنو قریظہ کے قلعہ کا اکیس روز تک محاصرہ جاری رکھا جس سے عاجز ہو کر انہوں نے وطن چھوڑ کر ملک شام چلے جانے کی درخواست کی آپ نے ان کی شرارتوں کے پیش نظر اس کو قبول نہیں فرمایا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ صلح کی صورت ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارے بارے میں جو فیصلہ کریں اس پر راضی ہو جاؤ، بنو قریظہ نے درخواست کی کہ سعد بن معاذ کے بجائے ابولبابہ کو یہ کام سپرد کیا جائے، کیونکہ ابولبابہ کے اہل وعیال اور جانداد بنی قریظہ میں تھے بنو قریظہ کو ان سے یہ توقع تھی کہ وہ ان کے بارے میں رعایت کریں گے، آپ نے ان کی درخواست پر حضرت ابولبابہ کو بھیج دیا، بنی قریظہ کے مردوزن ان کے گرد جمع ہو کر رونے لگے اور یہ پوچھا کہ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کے حکم پر قلعہ سے اتر آئیں تو کیا ہمارے معاملہ میں کچھ نرمی فرمائیں گے، ابولبابہ کو معلوم تھا کہ ان کے معاملہ میں نرمی برتنے کی رائے نہیں ہے، کچھ تو ان لوگوں کی گریہ و زاری کی وجہ سے اور کچھ اپنے اہل وعیال کی محبت سے متاثر ہو کر اپنے گلے پر تلوار کی طرح ہاتھ پھیر کر اشارۃً بتلادیا کہ ذبح کئے جاؤ گے گویا اس طرح آنحضرت ﷺ کا راز فاش کر دیا۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسجد میں خود کو مسجد کے ستون سے باندھنا:

مال اور اولاد کی محبت میں یہ کام کر تو گزرے مگر فوراً ہی تنبیہ ہوا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خیانت کی، جب وہاں سے واپس ہوئے تو اس درجہ ندامت سوار ہوئی کہ آپ ﷺ کی خدمت میں لوٹنے کے بجائے سیدھے مسجد میں پہنچے اور مسجد کے ایک ستون کے ساتھ خود کو باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی میں اسی طرح بندھا رہوں گا، چاہے اس حالت میں موت ہی آجائے چنانچہ سات روز تک نماز اور حاجت ضروریہ کے علاوہ ستون سے بندھے رہے، کھانا پینا بھی ترک کر دیا یہاں تک کہ غشی طاری ہو جاتی تھی، رسول اللہ ﷺ کو اول جب اس کی اطلاع ملی تو فرمایا کہ اگر وہ اول ہی میرے پاس آجاتے تو میں اس کے لئے استغفار کرتا اور توبہ قبول ہو جاتی اب جبکہ وہ یہ کام کر گزرے تو اب قبولیت توبہ نازل ہونے کا انتظار کرنا ہی پڑے گا، چنانچہ سات روز کے بعد آخر شب میں آپ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں، بعض حضرات نے ان کو خوشخبری سنا کر کھولنا چاہا مگر ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب تک خود آنحضرت ﷺ مجھے اپنے

دست مبارک سے نہ کھولیں گے میں کھلنا پسند نہ کروں گا چنانچہ آپ جب صبح کی نماز کے وقت مسجد میں تشریف لائے تو اپنے دست مبارک سے ان کو کھولا آیت مذکورہ میں جو خیانت کرنے اور مال و اولاد کی محبت سے مغلوب ہونے کی ممانعت کا ذکر آیا ہے اس کا اصل سبب یہ واقعہ ہے۔ (واللہ اعلم) (معارف)

وَنَزَلَ فِي تَوْبَتِهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ تَتَّقُوا اللَّهَ بِالْإِيمَانِ وَغَيْرِهِمْ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ مَا تَخَافُونَ فَتَنَحُونُ وَيَكْفُرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ وَاذْكُرُوا بِمَحْمَدٍ لَدَيْكُمْ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقَدْ اجْتَمَعُوا لِلْمُشَاوَرَةِ فِي شَايِكِ بَدَارِ النَّدْوَةِ لِيُنْثَبِتُوكَ يُوثِقُوكَ وَيَحْبِسُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ كُلُّهُمْ قَتَلَهُ رَجُلٌ وَاحِدٌ أَوْ يُخْرِجُوكَ مِنْ مَكَّةَ وَيَمْكُرُونَ بِكَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ بِهِمْ بِتَدْبِيرِ أَمْرِكَ بَانَ أَوْحَى إِلَيْكَ مَا دَبَّرُوهُ وَأَمَرَكَ بِالْخُرُوجِ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرُومِينَ ۝ أَعْلَمُهُمْ بِهِ وَإِذَا تَتَلَّى عَلَيْهِمُ آيَاتِنَا الْقُرْآنَ قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا ۚ قَالَ هَذَا نَضْرِبُ النُّضْرَيْنِ الْحَارِثَ لِأَنَّهُ كَانَ يَأْتِي الْجَبِرَةَ يَتَجَرَّ فَيُشْتَرَى كُتِبَ أَخْبَارُ الْأَعَاجِمِ وَيُحَدِّثُ بِهَا أَهْلَ مَكَّةَ إِنَّ مَا هَذَا الْقُرْآنُ إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَإِذَا قَالُوا اللَّهُمَّ إِنَّ كَانَ هَذَا الَّذِي يَقْرَأُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْحَقُّ الْمُنَزَّلَ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا جَارًا مِنَ السَّمَاءِ أَوْ اثْبِتْنَا بَعْدَ آيِ الْيَمِّ ۝ مَوْلَاهُ عَلَى انْكَارِهِ قَالَهُ النَّضْرُ وَغَيْرُهُ اسْتَهْزَأُوا بِهَا مَا أَنَّهُ عَلَى بَصِيرَةٍ وَجَزَمَ بِبُطْلَانِهِ قَالَ تَعَالَى وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِمَا سَأَلُوهُ وَأَنْتَ فِيهِمْ لَأَنَّ الْعَذَابَ إِذَا نَزَلَ عَمَّ وَلَمْ تُعَذِّبْ أُمَّةً إِلَّا بَعْدَ خُرُوجِ نَبِيِّهَا وَالْمُؤْمِنِينَ مِنْهَا وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ حَيْثُ يَقُولُونَ فِي طَوَافِهِمْ غُفْرَانُكَ غُفْرَانُكَ وَقِيلَ لَهُمُ الْمُؤْمِنُونَ الْمُسْتَضْعِفُونَ فِيهِمْ كَمَا قَالَ تَعَالَى لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَمَا لَهُمْ إِلَّا يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِالسَّيْفِ بَعْدَ خُرُوجِكَ وَالْمُسْتَضْعِفِينَ وَعَلَى الْقَوْلِ الْأَوَّلِ هِيَ نَاسِخَةٌ لِمَا قَبْلَهَا وَقَدْ عَذَّبَهُمْ بِبَدْرِ وَغَيْرِهِ وَهُمْ يَصُدُّونَ يَمْنَعُونَ النَّبِيَّ وَالْمُسْلِمِينَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ يَطُوفُوا بِهِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ كَمَا زَعَمُوا إِنَّ مَا أَوْلِيُوهُ إِلَّا الْمُشَقُّونَ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ إِنْ لَا وِلَايَةَ لَهُمْ عَلَيْهِ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً صَفِيرًا وَتَصْفِيًا أَيْ جَعَلُوا ذَلِكَ مَوْضِعَ صَلَاتِهِمْ الَّتِي أُبْرُوا بِهَا فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِبَدْرِ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي حَرْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ فِي عَاقِبَةِ الْأَمْرِ عَلَيْهِمْ خَسْرَةٌ نَدَامَةٌ لِفَوَاتِهَا وَفَوَاتٍ مَا قَصَدُوهُ ثُمَّ يُخْلَبُونَ فِي الدُّنْيَا وَالَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِلَى جَهَنَّمَ فِي الْآخِرَةِ يُحْشَرُونَ ۝ يُسَاقُونَ لِيُمَيِّزَ مُتَعَلِّقٌ بِتَكُونُ بِالْتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ أَيْ يُفَصِّلُ اللَّهُ لِلْحَيْثُ الْكَافِرَ مِنَ الطَّيِّبِ الْمُؤْمِنِ وَيَجْعَلُ الْحَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ فَيُرْكَمُهُ جَمِيعًا يَجْمَعُهُ مُتَرَكَبًا بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ فَيَجْعَلُهُ فِي جَهَنَّمَ أُولَئِكَ هُمُ الْخَسِرُونَ ۝

اور حضرت ابولبابہ بن عبدالمند رکی توبہ کی قبولیت کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم خدا ترسی اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے اور اس چیز کے درمیان جس سے تم خوف رکھتے ہو ایک فیصلے کی چیز عطا کرے گا تو تم نجات پا جاؤ گے، اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اللہ بڑے فضل والا ہے اور اے محمد وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب کافر تمہارے خلاف تدبیریں سوچ رہے تھے اور آپ کے بارے میں مشورہ کے لئے دارالندوہ میں جمع ہوئے تھے، تاکہ تمہیں قید کریں، یعنی آپ کو باندھ لیں اور محبوس کر لیں، یا سبیل کر آپ کو قتل کر دیں یعنی متحد ہو کر مثل ایک قاتل کے آپ کو قتل کر دیں، یا مکہ سے آپ کو نکال دیں، وہ تو آپ کے بارے میں تدبیر کر رہے تھے، اور اللہ آپ کے معاملہ میں ان کے ساتھ تدبیر کر رہا تھا بایں صورت کہ اس نے بذریعہ وحی ان کی تدبیر کی آپ کو خبر دیدی اور آپ کو (مکہ سے) نکلنے کی اجازت دیدی، اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے (یعنی) تدبیر کے بارے میں ان سے زیادہ جاننے والا ہے، جب ان کو ہماری آیتیں قرآن سنائی جاتی تھیں تو کہتے تھے ہاں سن لیا ہم نے، اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسی ہی باتیں بنا کر لاسکتے ہیں، یہ بات نصر بن حارث نے کہی تھی، چونکہ وہ تجارت کے سلسلہ میں حیرہ جایا کرتا تھا اور عجیبوں کی تاریخ کی کتابیں خرید لاتا تھا، اور وہ اہل مکہ کو سنایا کرتا تھا، یہ قرآن محض پہلے لوگوں کی من گھڑت کہانیاں ہیں (اور وہ بات بھی یاد رہے) جو انہوں نے کہی تھی اے اللہ اگر یہ جس کو محمد پڑھتے ہیں آپ کے پاس سے نازل کردہ ہے تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی دردناک عذاب ہمارے اوپر لے آئیے اس کے انکار پر دردناک عذاب نازل کر دے، یہ بات نصر بن حارث یا کسی دوسرے نے استہزاء کہی یا یہ تاثر دینے کے لئے کہی کہ وہ علی وجہ البصیرت یہ بات کہہ رہا ہے یا قرآن کے بطلان کا یقین رکھتے ہوئے کہی (اس وقت تو) اللہ ان پر ان کا مطلوبہ عذاب نازل کرنے والا نہ تھا جبکہ آپ ان کے درمیان موجود تھے اسلئے کہ عذاب جب نازل ہوتا ہے تو عمومی ہوتا ہے، اور کسی امت کو عذاب نہیں دیا گیا مگر ان کے نبی اور مومنین کو وہاں سے نکال کر، اور نہ اللہ کا یہ قاعدہ ہے کہ لوگ استغفار کر رہے ہوں اور وہ ان کو عذاب دیدے جبکہ وہ اپنے طواف کے دوران ہم تجھ سے مغفرت طلب کرتے ہیں ہم تجھ سے مغفرت طلب کرتے ہیں کہہ رہے ہوں اور کہا گیا ہے کہ مراد وہ کمزور مومنین ہیں جو ان میں رہ رہے تھے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ”لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا“ یعنی اگر وہ وہاں سے ٹل گئے ہوتے تو ہم ان میں سے منکرین حق کو دردناک عذاب دیتے، لیکن اب آپ کے اورضعفاء مسلمین کے نکلنے کے بعد کیوں نہ ان کو اللہ تلوار کے ذریعہ عذاب کا مزا چکھائے اول قول (یعنی کفار کے حالت طواف میں استغفار کرنے کی صورت میں) یہ آیت ماقبل کی آیت کے لئے ناخ ہے چنانچہ (اہل مکہ کو) بدر وغیرہ میں عذاب دیا گیا، جبکہ وہ نبی ﷺ اور مسلمان کو مسجد حرام میں طواف کرنے سے روک رہے ہیں حالانکہ وہ مسجد حرام کے (جائز) متولی نہیں ہیں، جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے، اس کے (جائز) متولی تو صرف اہل تقویٰ ہی ہو سکتے ہیں، لیکن اکثر لوگ اس بات کو کہ ان کو اس پر ولایت حاصل نہیں ہے نہیں جانتے

بیت اللہ کے پاس ان لوگوں کی نماز بس سیٹیاں بجانا اور تالیاں پیٹنا ہے، یعنی اس عمل کو انہوں نے نماز کے قائم مقام کر لیا تھا جس کے وہ مامور تھے، لو اب بدر میں انکار حق کی پاداش میں عذاب کا مزا چکھو بلاشبہ یہ کافر اپنے مالوں کو نبی ﷺ سے لڑنے میں صرف کر رہے ہیں تاکہ اللہ کے راستہ سے روکیں ابھی اور خرچ کریں گے پھر یہ انجام کار مال کے ضائع ہونے اور مقصد حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ان کے لئے ندامت ہوگی پھر وہ دنیا میں مغلوب کئے جائیں گے اور پھر یہ کافر آخرت میں جہنم کی طرف گھیر کر لائے جائیں گے، تاکہ اللہ کافر کو مومن سے ممتاز کر دے (لیمینز) تخفیف اور تشدید کے ساتھ تکون کے متعلق ہے، اور ہر قسم کی گندگی کو ملا کر جمع کرے پھر اس پلندے کو جہنم میں پھینک دے یہی لوگ اصلی دیوالیہ ہیں۔

تَحْقِيقُ وَتَرْكِيْبُ تَسْبِيْلٍ وَتَفْسِيْرِيْ فَوَائِدُ

قَوْلًا: بِدَارِ النَّدْوَةِ، دار الندوہ کرقریش کے جدا بعد قصی بن کلاب نے بنایا تھا۔
قَوْلًا: بِتَذْبِيْرٍ اَمْرِكَ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یمکر اللہ، بطور مجاز مرسل کے استعمال ہوا ہے، مکر ذکر کر کے اس کا رد مقصد ہے۔
قَوْلًا: وَعَلَى الْقَوْلِ الْاَوَّلِ هِيَ نَاسِخَةٌ، لہذا آیت سابقہ اور لاحقہ میں اب کوئی تعارض نہیں۔

تَفْسِيْرُ وَتَشْرِیْحُ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا انْتَقُوا اللَّهَ، اس آیت میں سابقہ آیت کے مضمون کی تکمیل ہے اس کا مضمون یہ ہے جو شخص عقل کو طبیعت پر غالب رکھ کر اس آزمائش میں ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و محبت کو سب چیزوں پر مقدم رکھے اسی کو قرآن و سنت کی اصطلاح میں متقی کہتے ہیں اس آیت میں ایک لفظ فرقان آیا ہے، اس کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں مثلاً ایسی چیز سے حق و باطل کے درمیان فرق کیا جاسکے، مطلب یہ ہے کہ تقوے کی بدولت دل مضبوط، بصیرت تیز، جس سے انسان کو ہر ایسے موقع پر جب عام انسان التباس اور اشتباہ کی وادیوں میں بھٹک رہے ہوں صراط مستقیم کی توفیق مل جاتی ہے علاوہ ازیں فتح، نصرت، نجات، مخرج، ہدایت، کسوٹی، اور یہ سارے ہی معنی مراد ہو سکتے ہیں، کیونکہ تقوے سے یقیناً یہ سارے معنی حاصل ہو سکتے ہیں، بلکہ اس کے ساتھ تکفیر سینات، مغفرت ذنوب اور فضل عظیم بھی حاصل ہوتا ہے۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا (الآیة) یہ اس موقع کا ذکر ہے کہ قریش کا یہ اندیشہ یقین کی حد کو پہنچ چکا تھا کہ محمد ﷺ بھی مدینہ چلے جائیں گے، اس سے پہلے ایک ایک دودو کر کے بہت سے صحابہ مدینہ پہنچ چکے تھے، اس وقت وہ آپس میں کہنے لگے کہ اگر یہ شخص مکہ سے نکل گیا تو پھر خطرہ ہمارے قابو سے باہر ہو جائیگا چنانچہ انہوں نے اس معاملہ میں آخری فیصلہ کرنے کے لئے دار الندوہ میں تمام رؤسائے قوم کا ایک اجتماع کیا اور اس امر پر باہم مشورہ کیا کہ اس خطرہ کا سد باب کس طرح کیا جائے ایک فریق کی رائے یہ تھی کہ اس شخص کو بیڑیاں پہنا کر قید کر دیا جائے اور زندگی بھر رہا نہ کیا جائے، لیکن اس رائے کو قبول نہ کیا گیا،

کیونکہ کہنے والوں نے کہا کہ اگر ہم نے اسے قید کر دیا تو اس کے جو ساتھی قید سے باہر ہیں وہ برابر اپنا کام کرتے رہیں گے اور موقع پاتے ہی اپنی جان پر کھیل کر چھڑا لیجائیں گے، دوسرے فریق کی رائے یہ تھی کہ اس کو اپنے یہاں سے نکال دو جب ہمارے یہاں سے چلا جائیگا تو پھر ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کیا کرتا ہے؟ لیکن اس رائے کو یہ کہہ کر رد کر دیا گیا کہ یہ شیریں کلام اور جادو بیان شخص ہے دلوں کو موہ لینے میں اس کو بلا کا کمال حاصل ہے اگر یہ یہاں سے نکل گیا تو نہ معلوم عرب کے کن کن قبیلوں کو اپنا پیرو بنالے گا اور پھر کتنی قوت حاصل کر کے قلب عرب کو اپنے اقتدار میں لانے کے لئے تم پر حملہ آور ہوگا، آخر میں ابو جہل نے یہ رائے پیش کی کہ ہم اپنے تمام قبیلوں میں سے تیز دست نوجوان منتخب کریں اور یہ سب مل کر یکبارگی محمد ﷺ پر حملہ آور ہوں اور قتل کر ڈالیں اس طرح ان کا خون تمام قبیلوں پر تقسیم ہو جائیگا، اور بنو عبد مناف کے لئے ناممکن ہوگا کہ سب سے لڑکیں اسی لئے مجبوراً خون بہا پر فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے، اس رائے کو سب نے پسند کیا، قتل کے لئے تیز دست نوجوان مقرر ہو گئے حتیٰ کہ جو رات اس کام کے لئے تجویر کی گئی تھی اس میں ٹھیک وقت پر قاتلوں کا گروہ اپنی ڈیوٹی پر پہنچ گیا اور گھر کے باہر کھڑا رہا کہ آپ گھر سے باہر نکلیں تو آپ کا کام تمام کر دیا جائے، آپ ﷺ نے گھر سے باہر نکلتے وقت ایک مٹھی خاک لی اور شاہت الوجہ کہتے ہوئے ان کی طرف پھینک کر بڑے اطمینان کے ساتھ ان لوگوں کے درمیان سے نکل کر چلے گئے۔

وَإِذَا تَلَّى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا، نضر بن حارث جو ایک جرب زبان تیز طرار قسم کا شخص تھا، اسی نے کہا تھا کہ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا قرآن بنا کر پیش کر سکتے ہیں، یہ وہی شخص ہے جس کو بدر کی لڑائی میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا تھا باوجود اس کے کہ بدر کے دیگر قیدی مذہبیہ لے کر رہا کر دیئے گئے تھے مگر نضر بن حارث کو نبی ﷺ نے قتل کر دیا تھا کہ وہ قرآن مجید کی شان میں ناشائستہ اور سخت الفاظ کہا کرتا تھا، تجارت کے سلسلہ میں یہ شخص عجبی ممالک کا اکثر سفر کیا کرتا تھا جس کی وجہ سے رستم و اسفندار کی داستانیں اس کو خوب یاد تھیں قرآن کے مقابلہ میں مشرکوں کو وہ داستانیں سنایا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ بتاؤ میرے قصے اچھے ہیں یا قوم عاد و ثمود کے وہ قصے جنہیں محمد ﷺ سنایا کرتے ہیں اور کہا کرتا تھا اگر میں چاہوں تو ایسا قرآن بنا کر لاسکتا ہوں، اسی پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

آگے کی آیت میں پتھر برسنے اور عذاب آنے کی خواہش کا جو ذکر ہے صحیح بخاری و مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ یہ خواہش ابو جہل نے کی تھی اور تفسیر ابن ابی حاتم میں سعید بن جبیر کی روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواہش بھی نضر بن حارث ہی کی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواہش ابو جہل اور نضر بن حارث دونوں نے کی تھی۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ، ابو جہل اور نضر بن حارث نے جب یہ دعاء مانگی کہ یا اللہ یہ دین جس کی طرف محمد ﷺ ہم کو دعوت دے رہے ہیں اگر حق ہے تو ہم پر تو آسمان سے پتھر برسا دے یا عذاب الیم نازل فرما دے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب تک تو تم لوگوں پر عذاب نازل ہو چکا ہوتا لیکن دو سبب سے تم پر عذاب نازل نہیں ہوا، ہجرت سے پہلے تو نبی وقت تم میں موجود تھے نبی کی ہجرت کے بعد ضعیف اہل ایمان جو ہجرت نہیں کر سکے تھے وہ مکہ میں تھے جو ہمیشہ اللہ سے مغفرت کی دعاء کرتے رہتے تھے صلح حدیبیہ کے بعد رفتہ رفتہ وہ لوگ بھی مکہ سے نکل آئے تھے، اب تم پر بدر میں عذاب آیا بدر میں

ستر بڑے بڑے سردار مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اور آخر کار مکہ بھی فتح ہو گیا، ان بعض میں مفسر علام بھی شامل ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ خود مشرکین مکہ طواف کے وقت غفرانک کہ کر مغفرت چاہا کرتے تھے مگر اس تفسیر کے مطابق یہ آیت آئندہ آیت سے منسوخ ہوگی، مگر یہ قول صحیح نہیں ہے، اسلئے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی سورۃ انفال حنا کی آیت ”لولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنات“ میں صراحت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہجرت کے بعد عذاب کے روکنے کا سبب ضعیف مسلمان تھے، ترمذی میں حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ نبی کا وجود اور نبی کے بعد لوگوں کا استغفار کرنا عذاب الہی سے بچنے کے دو سبب ہیں اس حدیث سے بھی اسی تفسیر کی تائید ہوتی ہے جس کو قول صحیح کہا ہے ترمذی کی سند میں اگرچہ ایک راوی اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر ضعیف ہے لیکن صحیح بخاری و مسلم میں عبد اللہ بن مسعود کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ کو اپنے ایماندار بندہ کی توبہ و استغفار سے بڑی خوشی ہوتی ہے اس حدیث سے ابو موسیٰ اشعری کی روایت کو تقویت ہو جاتی ہے۔

وَمَا لَهُمْ آلًا يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ، جب آپ مکہ مکرمہ میں تشریف رکھتے تھے تو یہ آیت اتری تھی وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ، یعنی جب تک اللہ کا رسول ان میں ہے اللہ ان پر عذاب نازل نہ کرے گا، اور جب آپ مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے تشریف لے آئے تو یہ آیت اتری وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک ان کفار پر عذاب نازل نہیں کرے گا کیونکہ کچھ لوگ ابھی ایسے باقی ہیں جو استغفار کرتے ہیں یہ وہ ضعیف مسلمین تھے جو مکہ میں مجبوراً رہ گئے تھے، جب یہ لوگ بھی مکہ سے رفتہ رفتہ نکل گئے تو یہ آیت ”وَمَا لَهُمْ آلًا يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ“ الخ نازل ہوئی، جس میں فرمایا، اب کیوں نہ اللہ ان پر عذاب نازل کرے جبکہ وہ مسجد حرام کا راستہ روک رہے ہیں۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مَكَاءً وَتَصَدِيَةً، تفسیر ابن جریر تفسیر سدی اور تفسیر واجدی میں حضرت ابن عمر اور عکرمہ وغیرہ سے جوشان نزول اس آیت کا بیان کیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو نماز پڑھتا دیکھ کر نماز میں خلل ڈالنے کے لئے سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مشرکین مکہ چونکہ اپنے آپ کو بیت اللہ کا جائز اور مستحق متولی سمجھتے تھے اور اسی وجہ سے وہ مسلمانوں کو کعبہ کے طواف اور اس میں نماز پڑھنے سے روکتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ کعبہ نماز اور طواف کے لئے ہے، طواف میں تو یہ لوگ اللہ کے نام کے ساتھ بتوں کا نام لیتے ہیں اور خود نماز کے قائل نہیں اور مسلمانوں کو بیت اللہ میں نماز پڑھنے سے روکتے ہیں اور خلل ڈالنے کے لئے تالیاں اور سیٹیاں بجاتے ہیں بھلا ایسے لوگ کیونکر بیت اللہ کے متولی ہو سکتے ہیں، تو لیت کیلئے متقی ہونا شرط ہے صحیح معنی میں تو لیت کے حقدار مسلمان ہیں جو صحیح معنی میں متقی ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدَّوْا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ، جب مشرکین مکہ کو پھر میں شکست ہوئی اور ان کے شکست خوردہ اصحاب مکہ واپس گئے ادھر سے ابوسفیان بھی اپنا تجارتی قافلہ لیکر مکہ پہنچ گیا تو کچھ لوگ جن کے باپ بیٹے یا بھائی اس جنگ میں مارے گئے تھے، اور ان کا مال تجارت میں بھی حصہ تھا ابوسفیان کے پاس گئے اور ان سے درخواست کی کہ ہمارا مال

مسلمانوں سے انتقام لینے میں استعمال کریں مسلمانوں نے ہمیں بڑا سخت نقصان پہنچایا ہے اس لئے ان سے انتقامی جنگ ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں یا اسی کردار کے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ بے شک یہ لوگ اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکنے کے لئے اپنا مال خرچ کر لیں لیکن ان کے حصہ میں سوائے خسران و خذلان محرومی و مغلوبیت کے کچھ نہ آئے گا۔

[illegible]

قَبْلَ الْبَحَامِ الْحَرْبِ فَلَمَّا اتَّخَمَ اِرْهَمُ اِيَّاهُمْ بِمَثَلِيهِمْ. کما فی الِ عمرَان لِيَقْضِيَ اللَّهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا وَاَلِي
اللَّهُ تَرْجِعُ تَصَيِّرُ الْأُمُورَ ۝

۵۷

ترجمہ: (اے نبی) ان کافروں سے مثلاً ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے کہو اگر اب بھی کفر سے اور نبی ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے سے باز آجائیں تو جو کچھ پہلے ہو چکا ان سے درگزر کر دیا جائیگا اور اگر پچھلی روش کا اعادہ کیا تو پہلے لوگوں کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے یعنی ہلاک کرنے کا ہمارا قانون اس میں جاری ہو چکا، ہم ایسا ہی ان کے ساتھ کریں گے اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان کا فساد (عقیدہ) شرک ختم ہو جائے اور مکمل دین اللہ وحدہ ہی کا ہو جائے اور اس کے غیر کی بندگی نہ کی جائے، اور اگر یہ لوگ کفر سے باز آجائیں تو ان کے اعمال کا دیکھنے والا اللہ ہے تو وہ ان کے اعمال کا صلہ دے گا، اور اگر ایمان سے روگردانی کریں تو یقین مانو کہ اللہ تمہارا مددگار ہے، اور تمہارا کارساز ہے اور وہ بہترین کارساز اور تمہارا بہترین مددگار ہے، اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جو کچھ تم مال غنیمت کے طور پر حاصل کرو یعنی کافروں سے جبراً حاصل کرو اس کا پانچواں حصہ اللہ کا ہے اس میں وہ جو چاہے حکم کرے اور رسول کا ہے نبی ﷺ کے قریبداروں کا ہے اور وہ بنی ہاشم اور (بنی) مطلب ہیں اور یتیموں کا ہے یعنی ان یتیم مسلمان بچوں کا ہے جن کے آباء فوت ہو چکے ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ حاجتمند بھی ہیں، اور مسکینوں کا ہے یعنی حاجتمند مسلمانوں کا ہے، اور مسافر کا ہے (یعنی) جو مسلمان سفر کرنے سے مجبور ہو گیا ہو، یعنی اس کے مستحق نبی ﷺ ہیں اور مذکورہ چاروں قسمیں اس کے مطابق ہیں نبی ﷺ تقسیم فرماتے تھے، اس طریقہ پر کہ ہر ایک کے لئے خمس کا پانچواں حصہ ہے اور باقی چار خمس مجاہدین کے لئے ہیں اگر تم اللہ اور اس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے محمد ﷺ پر فرشتے اور آیات فرقان کے دن اتارا جس دن کہ مسلمانوں اور کفار کی مڈبھیڑ ہوئی یعنی بدر کے دن جو حق اور باطل میں فرق کرنے والا تھا، تو تم (خمس کو) حق سمجھ کر ادا کرو، اور 'مسا' کا عطف اللہ پر ہے اور اللہ ہر شئی پر قادر ہے اسی (مقدور) میں سے تمہاری قلت کے باوجود اور ان کی کثرت کے باوجود تمہارا غلبہ ہے جبکہ تم مدینہ سے پاس والے کنارے پر تھے اذیوم سے بدل ہے، اور (الْعُدُوۃ) عین کے ضمہ اور اس کے کسرہ کے ساتھ ہے (مراد) وادی کی جانب اور وہ مدینہ سے دور والے کنارہ پر تھے اور قافلہ تم سے نیچے کی طرف ساحل کی جانب تھا اور اگر تم اور قریشی لشکر قتال کے لئے وقت مقرر کرتے تو یقیناً تم وقت مقرر سے تخلف کرتے لیکن تمہارے کو بغیر وقت مقرر کئے مقابلہ کر دیا تاکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو کر گزرے جس کا ہونا اس کے علم میں طے ہو چکا ہے اور وہ اسلام کا غلبہ اور کفر کو مٹانا ہے تاکہ جو کفر کرے ہلاک ہو تو وہ ایسی ظاہر دلیل کے ساتھ ہلاک ہو کہ جو اس پر قائم ہو چکی ہے اور وہ (دلیل) مومنین کا قلت کے باوجود (کافروں) کے بڑے لشکر پر غلبہ حاصل کرنا ہے اور جو زندہ رہے (ایمان لائے) تو دلیل کے ساتھ زندہ رہے یقیناً خدا سننے والا جاننے والا ہے (اور اے نبی) اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ خواب میں تم کو ان کی تعداد کم دکھا رہا تھا چنانچہ جب آپ نے اس کی خبر اپنے اصحاب کو دی تو وہ خوش ہوئے، اور اگر تمہیں ان کی تعداد

زیادہ دکھا دیتا تو تم ہمت ہار جاتے اور لڑائی کے معاملہ میں اختلاف شروع کر دیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ہمت ہارنے اور اختلاف سے بچالیا، وہ یقیناً دلوں کے حال کا جاننے والا ہے اور یاد کرو اس وقت کو اے مومنو! کہ جب تمہاری ان سے مڈبھیڑ ہوئی تو تمہاری نظر میں (دشمن) کو کم کر کے دکھایا، ستر یا سو، حالانکہ وہ ہزار تھے تاکہ تم پیش قدمی کرو اور لڑائی سے پسپائی اختیار نہ کرو اور یہ سب کچھ مڈبھیڑ ہونے سے پہلے ہوا، اور اب مقابلہ آرائی شروع ہو گئی تو کافروں کو مسلمانوں کی تعداد اپنے سے دو گنی دکھائی، جیسا کہ (سورۃ) آل عمران میں ہے تاکہ جو بات ہوئی تھی اللہ اسے ظہور میں لائے اور (انجام کار) سارے معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

تَحْقِيقُ تَرْكِيبِ تَسْبِيلِ تَفْسِيرِي فَوَائِدِ

قَوْلُهُ: اِی سُنْتُنَا فِیْهِمْ، اس میں اشارہ ہے کہ سنۃ الاولین میں مصدر کی اضافت مفعول کی جانب ہے اسلئے کہ اصل میں سننتنا فیہم ہے۔

قَوْلُهُ: تَوْجَدُ، تَکُونُ کی تفسیر توجہ سے کر کے اشارہ کر دیا کہ کان تا مہ ہے لہذا اس کو خبر کی ضرورت نہیں ہے۔
قَوْلُهُ: فَاَعْلَمُوا، ذَلْکَ، اس میں اشارہ ہے کہ ان شرطیہ کی جزاء محذوف ہے اور وہ اعلیٰ ذلک ہے اس کے حذف پر ما قبل کا فاعل مودا دلالت کر رہا ہے اور بعض حضرات نے کہا فامثلاً، جزاء محذوف ہے اور یہی زیادہ مناسب ہے اسلئے کہ اب مطلب ہوگا، اِنْ کُنْتُمْ اَمَنْتُمْ مَسْئَلَةَ الْخُمْسِ فَاَمْتَلُوا ذَلْکَ، اس لئے کہ علم میں تو مومن اور کافر دونوں برابر ہے۔

قَوْلُهُ: فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہُ، فاء جزائیہ ہے، اُنّما میں ما، موصولہ متضمن بمعنی شرط ہے اور فَاَنَّ لِلّٰہِ متضمن بمعنی جزاء ہے، نفعی رَحِمَ اللّٰهُ تَعَالٰی نے اِنَّ، ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور نے فتح کے ساتھ، اس صورت میں اَنْ اور اس کا مابعد مبتداء ہوگا اور اس کی خبر محذوف ہوگی تقدیر عبارت یہ ہوگی، ”فواجب اَنْ لِلّٰہِ خُمُسہ“ دوسری ترکیب یہ ہو سکتی ہے خُمُسہ مبتداء اس کی خبر محذوف ہوگی ای ثابت۔

تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

اس رکوع کی پہلی آیت ”قُلْ لِلّٰہِ الدِّیْنُ کَفَرُوا اِنْ یَنْتَهِوْا یُغْفَرْ لَہُمْ الْخِیْرُ“ میں کفار سے پھر ایک مربیانہ خطاب ہے جس میں ترغیب ہے اور ترہیب بھی، ترغیب اس کی ہے کہ اگر وہ ان تمام افعال شنیعہ کے بعد جو انہوں نے اب تک اسلام کی مخالفت اور ذاتی زندگی میں کئے ہیں توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں تو پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، اور ترہیب یہ ہے کہ اگر وہ اب بھی باز نہ آئے تو سمجھ لیں کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کو کوئی نیا قانون بنانا یا سوچنا نہیں پڑے گا پہلے زمانہ کے کافروں کے لئے جو قانون جاری ہو چکا وہی ان پر بھی جاری ہوگا، کہ دنیا میں ہلاک و برباد ہوئے اور آخرت میں عذاب کے مستحق۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہُ لِلّٰہِ، اس آیت کے دو جزء ہیں ایک سلبی اور دوسرا ایجابی، سلبی جزء تو یہ ہے کہ فتنہ باقی نہ رہے اور ایجابی جزء یہ ہے کہ دین مکمل طور پر اللہ کا ہو جائے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں قتال

و جدال کی اجازت صرف ان ہی دو مقاصد کیلئے ہے دوسرے کسی مقصد کے لئے اجازت نہیں ہے۔
اس آیت میں دو لفظ قابل غور ہیں ایک لفظ فتنہ دوسرا لفظ دین، عربی لغت کے اعتبار سے یہ دونوں لفظ متعدد معنی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

ائمہ تفسیر صحابہ و تابعین سے اس جگہ فتنہ کے دو معنی منقول ہیں ایک یہ کہ فتنہ سے مراد شرک و کفر اور دین سے مراد اسلام لیا جائے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی تفسیر منقول ہے اس تفسیر پر آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ مسلمانوں کو کفار سے اس وقت تک قتال کرنا چاہئے جب تک کہ کفر ختم ہو کر اس کی جگہ اسلام نہ آجائے، اس صورت میں یہ حکم صرف اہل مکہ اور اہل عرب کے لئے مخصوص ہوگا دوسری تفسیر جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ فتنہ سے مراد اس جگہ وہ ایذا اور مصیبت ہے جس کا سلسلہ کفار مکہ کی طرف سے مسلمانوں پر ہمیشہ جاری رہا تھا، جب تک وہ مکہ میں تھے تو ہر وقت ان کے زمرہ میں پھنسے رہتے تھے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ آنے کے بعد بھی ان کے خوف نے پیچھا نہ چھوڑا اور بار بار مدینہ پر حملہ آور ہونے کے منصوبے بنائے اور ان کو عملی جامہ پہنایا حتیٰ کہ مسلمان خطرہ کے پیش نظر رات کو ہتھیار بند ہوتے تھے، اس کے مقابل دین کے معنی قہر و غلبہ کے ہیں، اس صورت میں آیت کی تفسیر یہ ہوگی کہ مسلمانوں کو کفار سے اس وقت تک قتال کرتے رہنا چاہئے جب تک کہ مسلمان مظالم سے محفوظ نہ ہو جائیں، اور دین اسلام کا غلبہ نہ ہو جائے، کہ وہ غیروں کے مظالم سے مسلمانوں کی حفاظت کر سکے۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنَ مَّالِ الْغَنِيمَةِ، یہاں سے مال غنیمت کی تقسیم کا قانون بیان ہو رہا ہے، جس کے بارے میں ابتداء میں کہا گیا تھا کہ یہ اللہ کا انعام ہے اور اس کے بارے میں فیصلہ کرنا اللہ کا اختیار ہے اب وہ فیصلہ بیان کر دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جنگ ختم ہونے کے بعد تمام سپاہی ہر طرح کا مال غنیمت لا کر اپنے امام کے سامنے رکھ دیں اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھیں پھر اس مال میں سے پانچواں حصہ ان مقاصد کے لئے نکال لیا جائے جو آیت میں بیان ہوئی ہیں، اور باقی چار حصے ان مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جائے جنہوں نے جہاد میں حصہ لیا، ہے، چنانچہ اس آیت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ جنگ ختم ہونے کے بعد اعلان فرمایا کرتے تھے کہ اِنَّ هَذِهِ غَنَائِمُكُمْ اِنَّهٗ لَيْسَ لِي فِيهَا اِلَّا نَصِيبِي مَعَكُمْ الْخُمْسُ وَالْخُمْسُ مَرْدُوْدٌ عَلَيْكُمْ فَادْوَا الْخَيْطَ وَالْمَخِيْطَ وَاكْبِرْ مِنْ ذٰلِكَ وَاَصْغُرْ وَلَا تَغْلُوْا فَاِنَّ الْغُلُوْلَ عَارٌ وَّنَارٌ۔

ترجمہ: یہ غنائم تمہارے ہی لئے ہیں میری اپنی ذات کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے بجز خمس کے اور وہ خمس بھی تمہارے ہی اجتماعی مصارف پر خرچ کر دیا جاتا ہے لہذا ایک ایک سوئی اور ایک ایک تاگ تک لا کر رکھ دو کوئی چھوٹی یا بڑی چیز چھپا کر نہ رکھو کہ ایسا کرنا شرمناک بھی ہے اور خطرناک بھی۔

مال غنیمت صرف امت محمدیہ کے لئے حلال ہوا ہے:

مال غنیمت کسی نبی کے زمانہ میں حلال نہ تھا، بلکہ مال غنیمت کو ایک جگہ جمع کیا جاتا تھا اور آسمان سے آگ آ کر جلا جاتی تھی، اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مال غنیمت اس امت کے لئے حلال کیا ہے، مال غنیمت کے پانچ حصے کئے جائیں جن میں

سے چار حصے غازیوں میں تقسیم کر دیئے جائیں ایک حصہ جو باقی رہا اس کے پھر پانچ حصے کئے جائیں ان میں سے ایک حصہ آنحضرت ﷺ کا دوسرا آپ کے قرابت داروں کا تیسرا یتیموں کا چوتھا مسکینوں کا، پانچواں حصہ ضرورت مند مسافروں کا، اللہ کا نام محض تبرک کے لئے ہے، اللہ اور رسول کا ایک ہی حصہ ہے۔

مال غنیمت میں نفل کا حکم:

مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے کسی کو کوئی چیز لینے کی اجازت نہیں تھی، البتہ آپ ﷺ کو اجازت تھی کہ اگر کوئی چیز آپ کو پسند آئے تو آپ اس کو لے سکتے ہیں چنانچہ آپ نے بعض اوقات اپنی پسندیدہ چیز تقسیم سے پہلے لی بھی ہے اس پسند فرمودہ شے کو نفل کہا جاتا ہے، مسند احمد اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بدر میں حاصل ہونے والے مال غنیمت میں سے ایک تلوار پسند فرما کر بطور نفل کے لے لی تھی یہ تلوار ذوالفقار کہلائی، ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی نفل کے طور پر تھیں، غزوہ خیبر میں آپ نے مال غنیمت میں سے ان کو اپنے لئے پسند فرمالیا تھا حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (احسن التفاسیر)

مال غنیمت میں ذوی القربی کا حصہ:

ذوی القربی سے مراد بنی ہاشم اور بنی مطلب ہیں بنی نوفل اور بنی عبدالمطلب اگرچہ آپ کے چچا کی اولاد ہیں مگر یہ لوگ ذوی القربی میں شامل نہیں، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر فرمایا، بنی ہاشم اور بنی مطلب دونوں ایک ہیں۔ آپ ﷺ کے پانچویں حصہ میں آپ کے اہل قرابت کا حصہ رکھا گیا ہے، لیکن اس بات میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ذوی القربی کا یہ حصہ کس کو پہنچتا ہے؟ ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ نبی ﷺ کے بعد یہ حصہ منسوخ ہو گیا، دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد یہ حصہ اس شخص کے اقرباء کو پہنچے گا جو حضور ﷺ کی جگہ خلافت کی خدمت انجام دے گا، تیسرے گروہ کے نزدیک یہ حصہ خاندان نبوت کے فقراء میں تقسیم کیا جاتا رہے گا۔

خمس ذوی القربی:

اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں کہ فقراء ذوی القربی کا حق خمس غنیمت میں دوسرے مصارف یعنی یتیم، مسکین، ابن سبیل سے مقدم ہے اسلئے کہ فقراء ذوی القربی کی امداد زکوٰۃ و صدقات سے نہیں ہو سکتی دیگر مصارف کی امداد زکوٰۃ و صدقات سے بھی ہو سکتی ہے (معارف) البتہ اغنیاء ذوی القربی کو اس میں سے دیا جائیگا یا نہیں اس میں امام ابوحنیفہ کا فرمان یہ ہے کہ خود آنحضرت ﷺ بھی ذوی القربی کو عطا فرماتے تھے تو اس کی دو بنیادیں تھیں ایک ان کی حاجت مندی اور فقر، دوسرے اقامت دین اور دفاع عن الاسلام میں آپ کی نصرت و امداد، دوسرا سبب تو وفات نبوی کے ساتھ ختم ہو گیا صرف پہلا سبب فقر و حاجت مندی رہ گیا اس کی بنا پر

تاقیامت ہر امام و امیر ان کو دوسروں پر مقدم رکھے گا، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی منقول ہے۔ (قرطبی)

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدُوِّ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدُوِّ الْقُصْوَى، عُدُوَّةٌ مِثْلُ عَيْنٍ بِرَتْنٍ اِغْرَابِ هِيَ اس كَعَمْنِي هِي اِيك جَانِبْ، دُنْيَا اَدْنَى سَعْنَا هِي جَس كَعَمْنِي هِي قَرِيبْ تَرْ، اَخْرَت كَعْمَقَابِلَه مِثْلِ اس دُنْيَا كُو دُنْيَا اس لَعْنِي كَعْتِهِي هِي كِه يَه اَخْرَت كَعْمَقَابِلَه مِثْلِ قَرِيبْ تَرْ هِي، اَوْر قُصْوَى، اَقْصَى سَعْنَا هِي اس كَعَمْنِي هِي بَعِيدْ تَرْ۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنِ بَيْتِنَا لَيْحٍ اِيْمْنِي عَلِي وَجْهْ اَلْبَصِيرَتِ يَه بَات ثَابِتْ هُو جَانِي كَع جُوزَنْدَه رَهَا اس كُوزَنْدَه هِي رَهْنَا چَاهِي تَهَا اَوْر جُو هَلَاكْ هُو اَسْ هَلَاكْ هِي هُونَا چَاهِي تَهَا، يِهَا زَنْدَه رَهْنِي اَوْر مَرْنِي وَاَلُوں سَعْنَا اَفْرَادْ مَرَا اَنْهِيں هِيں، بَلَكِه اِسْلَامْ اَوْر كُفْرْ مَرَادْ هِيں، مَطْلَبْ يَه هِي كِه يِهَا مَوْتْ وَحْيَات سَعْنَا اس كَع ظَاهِرِي مَعْنِي مَرَا اَنْهِيں هِيں، بَلَكِه مَعْنُو مَوْتْ وَحْيَات يَا هَلَاكْتْ وَنَجَاتْ مَرَادْ هِي مَعْنُو حْيَاتْ اِسْلَامْ وَاِيْمَانْ هِي اَوْر مَوْتْ، شَرَكْ وَكُفْرْ۔

اس آیت میں محاذ جنگ کا نقشہ بتایا گیا ہے مسلمان عدوۃ الدنیا کے پاس تھے اور کفار عدوۃ القصویٰ کے پاس، مسلمانوں کا مقام میدان کے اس کنارہ پر تھا جو مدینہ سے قریب تھا اور کفار کا پڑاؤ میدان کے دوسرے کنارہ پر جو مدینہ سے بعید تھا، اور ابوسفیان کا تجارتی قافلہ جس کی وجہ سے یہ جہاد کھڑا کیا گیا تھا وہ کفار کے لشکر سے قریب اور مسلمانوں کے لشکر کی زد سے باہر تین میل کے فاصلہ پر سمندر کے کنارے چل رہا تھا، اس نقشہ جنگ کے بیان سے مقصد یہ بتلانا ہے کہ جنگی اعتبار سے مسلمان بالکل بے موقع غلط جگہ پر ٹھہرے تھے جہاں سے دشمن پر قابو پانے بلکہ اپنی جان بچانے کا بھی کوئی امکان بظاہر نہیں آتا تھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُتِلْتُمْ فَمِنْهُمْ جَمَاعَةٌ كَافِرَةٌ فَاتَّبِعُوا لِقَاتِهِمْ وَلَا تَنْهَرُوا وَلَا ذَكُّوا اللَّهَ كَثِيرًا أَدْعُوهُ بِالْغَلَبِ لَكُمْ تَقْلِيحُونَ ۝ تَفُوزُونَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا تَخْلِفُوا فِيمَا بَيْنَكُمْ فَتَفْشَلُوا تَجْبُونُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ قُوتُكُمْ وَذُلَّتْكُمْ وَأَصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ بِالْغَلَبِ وَالْعَوْنِ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ لِيَمْنَعُوا غَيْرَهُمْ وَلَمْ يَرْجِعُوا بَعْدَ نَجَاتِهَا بَطَرًا وَرِثَاءَ النَّاسِ حَيْثُ قَالُوا لَا نَرْجِعُ حَتَّى نَشْرَبَ الْخُمُورَ وَنَنْحَرَ الْجُرُوزَ وَتَضْرِبَ عَلَيْنَا الْقِيَانُ بِدَرٍ فَيَتَسَامَعُ بِذَلِكَ النَّاسُ وَيَصْدُونُ النَّاسَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ يَمَّا يَمْلِكُونَ بِالْيَأْسِ وَالنَّاءِ مُحِيطٌ ۝ عَلِمَا فَبَجَازِيَهُمْ بِهِ وَادْكُرْ اَدْزِينَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَبْلِسُ اَعْمَالَهُمْ بَانَ شَجَعَهُمْ عَلَي لِقَاءِ الْمُسْلِمِينَ لَمَّا خَافُوا الْخُرُوجَ مِنْ اَعْدَائِهِمْ بَنِي بَكْرٍ وَقَالَ لَهُمْ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَلَئِنْ جَاءَ لَكُمْ مِنْ كِنَانَةٍ وَكَانَ اَتَاهُمْ فِي صُورَةِ سُرَاقَةٍ بَنِي مَالِكٍ سَيِّدِ تِلْكَ النَّاحِيَةِ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ الْمُسْلِمَةُ وَالْكَافِرَةُ وَرَأَى الْمَلِكَةُ وَكَانَ يَدُهُ فِي يَدِ الْعَارِثِ بْنِ هِشَامٍ تَكْصَرُ رَجْعَ عَلَى عَقْبَيْهِ هَارِبًا وَقَالَ لَمَّا قَالُوا لَهُ اَتَخَذْنَا عَلَى هَذِهِ الْحَالِ اِلَيَّ بَرِيٍّ مَعَكُمْ مِنْ جَوَارِكُمْ اِنِّي اَرَى مَا لَا تَرَوْنَ مِنَ الْمَلِكَةِ اِنِّي اَخَافُ اللَّهَ اَنْ يَهْلِكَ بَنِي وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

تَرْجَمَہ: اے ایمان والو! جب تمہاری کسی کافر جماعت سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ان سے قتال کے لئے ثابت قدم رہو، بزدلی نہ دکھاؤ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو اور اس سے نصرت کی دعاء کرو، توقع ہے کہ تمہیں کامیابی نصیب ہوگی، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تو تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، تمہاری شوکت و طاقت جاتی رہے گی، صبر سے کام لو، یقیناً اللہ نصرت و اعانت کے ذریعہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور ان جیسے نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اپنے قافلے کو بچانے کے لئے اترتے ہوئے لوگوں کو (شان و سامان) دکھاتے ہوئے نکلے تھے، اور قافلے کے بچ نکلنے کے بعد وہ لوٹ کر نہیں آئے (جب ان سے کہا گیا کہ واپس چلو) تو انہوں نے کہا ہم اس وقت تک واپس نہیں ہوں گے جب تک کہ (میدان بدر میں) شراب نوشی نہ کر لیں، اور اونٹوں کو ذبح نہ کر لیں، اور گانے بجانے والی لونڈیاں گابجانہ لیں، اور لوگ ہماری بہادری کی تعریف نہ کریں اور وہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس کا علمی احاطہ کئے ہوئے ہے (تعملون) یا اے اور تاء کے ساتھ ہے، اللہ اس کا ضرور صلہ دے گا، اس وقت کو یاد کرو جب شیطان ابلیس نے ان کی نظروں میں ان کے اعمال کو خوشنما کر کے دکھایا تھا بایں صورت کہ مسلمانوں سے بھڑ جانے پر ان کو اس وقت ہمت دلائی جب ان کو اپنے دشمن بنی بکر سے بغاوت کا اندیشہ ہوا، اور ان سے کہا کہ آج تم پر کوئی غالب آئیوالا نہیں، اور کنانہ (بنی بکر) کی طرف سے میں تمہارا مددگار ہوں، اور ابلیس ان کے پاس اس علاقہ کے سردار سراقہ بن مالک کی صورت میں آیا تھا، اور جب دونوں جماعتوں (یعنی) مسلمانوں اور کافروں کا مقابلہ ہوا، اور ابلیس نے فرشتوں کو دیکھا تو بھاگتے ہوئے اپنے پاؤں پھر گیا، اور ابلیس کا ہاتھ حارث بن ہشام کے ہاتھ میں تھا اور جب مشرکوں نے ابلیس سے کہا کیا تم ہم کو اس حالت میں چھوڑتے ہو؟ تو ابلیس نے جواب دیا میں تمہاری مدد کرنے سے بری (معذور) ہوں، اس لئے کہ میں فرشتوں کو دیکھ رہا ہوں جن کو تم نہیں دیکھ رہے، مجھے خدا سے ڈر لگتا ہے یہ کہ وہ مجھے ہلاک کر دے گا، اور خدا بڑی سخت سزا دینے والا ہے۔

تحقیق و ترمیم تفسیری فوائد

قَوْلًا: فِتْنَةً، فِتْنَةٌ بمعنی جماعت یہ اسم جمع ہے اس کا لفظ کوئی واحد نہیں ہے (جمع) فِتْنَاتٌ۔
قَوْلًا: قُوَّتُكُمْ وَدَوْلَتُكُمْ لفظ ریح قوۃ اور دولۃ کے لئے مستعار ہے، دَوْلۃ بمعنی حرب و غلبہ استعمال ہوتا ہے دَوْلٌ، دَوْلۃ، دال کے ضمہ کے ساتھ بمعنی مال، اس کی جمع دَوَلٌ، دال کے ضمہ کے ساتھ۔
قَوْلًا: وَتَضْرِبَ عَلَيْنَا الْقِيَانُ ضرب العود و الطنبور، طبلہ و ستار بجانا۔
قَوْلًا: الْقِيَانُ، (واحد) قَيْنۃ، الجوارى المغنیات گائیوالی باندیاں۔
قَوْلًا: بَدْرٌ، اس کا تعلق سابق تینوں افعال کے ساتھ ہے۔

قَوْلَهُمْ: فَيَتَسَامَعُ بِذَلِكَ اِي فَيَسْمَعُوْا عَلَيْهِم بِالشَّجَاعَةِ، یعنی ان کی بہادری کی تعریف کریں۔

تَفْسِيْرُ وَتَشْرِیْح

جنگی آداب و ہدایات:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً، مسلمانوں کو جنگ کے سلسلہ میں پانچ ہدایتیں دی جا رہی ہیں، اور وہ آداب بتائے جا رہے ہیں جن کو مقابلہ کے وقت ملحوظ رکھنا ضروری ہے سب سے پہلی ہدایت جو کہ فتح و کامرانی کا نشان ہے یہ کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت ثابت قدمی اور استقلال ہے کیونکہ اس کے بغیر میدان جنگ میں ٹھہرنا ممکن ہی نہیں ہے تاہم اس سے تحریف و تجویز کی دونوں صورتیں مستثنیٰ ہوں گی جن کی وضاحت سابق میں گذر چکی ہے کیونکہ بعض دفعہ ثابت قدمی کے لئے تحریف یا تجویز ناگزیر ہوتا ہے، دوسری ہدایت یہ کہ اللہ کی طرف کثرت سے متوجہ رہے اور اگر مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو تو کثرت کی وجہ سے ان کے اندر عجب و غرور پیدا نہ ہو بلکہ اصل توجہ اللہ کی امداد پر رہے، تیسری ہدایت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے ظاہر بات ہے کہ ان نازک حالات میں اللہ اور رسول کی اطاعت نہایت ضروری ہے اگرچہ اطاعت ہر حال میں ضروری ہے مگر میدان جنگ میں اس کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے ایسے موقع پر تھوڑی سی نافرمانی بھی اللہ کی مدد سے محرومی کا باعث بن سکتی ہے، چوتھی ہدایت یہ کہ آپس میں اختلاف نہ کرو اس سے تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور پانچویں ہدایت یہ کہ حالات کتنے بھی سخت ہوں کتنے ہی کٹھن مراحل سے گذرنا پڑے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے، آپ ﷺ نے فرمایا ”لوگو دشمن سے مڈ بھڑکی آرزو نہ کرو اور اللہ سے عافیت مانگا کرو تاہم جب کبھی دشمن سے مقابلہ کی نوبت آئی جائے تو صبر سے کام لو (یعنی جم کر لڑو) اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے۔“ (صحیح بخاری کتاب الجہاد)

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِطَرَاوٍ رِثَاءَ النَّاسِ مُشْرِكِينَ مَكَهْ جَبْ مَكَهْ سَلْ تَوَاتِرَاتِي هُوَ بَرْ
فخر و غرور کے ساتھ نکلے مسلمانوں کو اس شیوہ سے منع کیا جا رہا ہے۔

لشکر کفار کی بدر کی طرف روانگی:

کفار کا لشکر مکہ سے اس شان سے نکلا تھا کہ گانے بجانے والی لونڈیاں ساتھ تھیں، جگہ جگہ ٹھہر ٹھہر کر رقص و سرود اور شراب نوشی کی محفلیں سجاتے جا رہے تھے اور جو قبیلے اور قریہ راستہ میں ملتے تھے ان پر اپنی طاقت و شوکت اور اپنی کثرت تعداد اور اپنے ساز و سامان کا رعب جماتے تھے اور ڈینگیں مارتے تھے کہ بھلا ہمارے مقابلہ میں کون سراٹھا سکتا ہے۔

کفار کے نکلنے کا مقصد یہ نہ تھا کہ حق و انصاف کا جھنڈا بلند ہو، بلکہ اس لئے نکلے تھے کہ ایسا نہ ہونے پائے، اور وہ واحد

جماعت جو اس مقصد عظیم کے لئے دنیا میں اٹھی ہے اس کو ختم کر دیا جائے تاکہ حق و انصاف کے پرچم کو اٹھانے والا دنیا میں کوئی نہ رہے، اس پر مسلمانوں کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تم کہیں ایسے نہ بن جانا، تمہیں اللہ نے ایمان اور حق پرستی کی نعمت دی ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ تمہارے اخلاق میں پاکیزگی ہو تمہارا مقصد جنگ بھی پاک ہو۔

یہ ہدایت آج بھی باقی ہے:

یہ ہدایت اسی زمانہ کے لئے نہ تھی آج کے لئے بھی ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے، کفار کی فوجوں کا جو حال اس وقت تھا وہی آج بھی ہے قحبہ خانے اور فواحش کے اڈے اور شراب کے پیپے ان کے ساتھ جزء لاینفک کی طرح لگے رہتے ہیں، بے شرمی کے ساتھ وہ عورتوں اور شراب کا زیادہ سے زیادہ راشن مانگتے ہیں، اور فوج کے سپاہیوں کو خود اپنی ہی قوم سے یہ مطالبہ کرنے میں باک نہیں ہوتا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو بڑی سے بڑی تعداد میں ان کی شہوتوں کا کھلونا بننے کے لئے پیش کرے پھر بھلا دوسری قوم ان سے کیا امید رکھ سکتی ہے کہ اس کو اپنی اخلاقی گندگی کی سنڈ اس بنانے میں کوئی کسر اٹھا رکھیں گے، بوسینیا ہرزے گووینا میں جو کچھ ہوا وہ اس کی تازہ مثال ہے، رہا ان کا تکبر اور تفاخر تو ان کے ہر سپاہی کی چال ڈھال اور انداز گفتگو میں وہ نمایاں دیکھا جاسکتا ہے، ان اخلاقی نجاستوں سے زیادہ ناپاک ان کے مقاصد جنگ ہیں ان میں سے ہر ایک نہایت مکاری کے ساتھ دنیا کو یقین دلاتا ہے کہ اس کے پیش نظر انسانیت کی فلاح اور دہشت گردی کے خاتمہ کے سوا کچھ نہیں ہے مگر درحقیقت ان کے پیش نظر ایک فلاح انسانیت ہی نہیں باقی سب کچھ ہے، ان کی جنگ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ خدا نے اپنی زمین میں جو کچھ تمام انسانوں کے لئے پیدا کیا ہے اس پر تنہا ان کی قوم متصرف ہو اور دوسرے اس کے نوکر چاکر اور غلام اور دست نگر بن کر رہیں، پس اہل ایمان کو قرآن کی یہ دائمی ہدایت ہے کہ ان فساق و فجار کے طور طریقوں سے بھی بچیں اور ان ناپاک مقاصد میں بھی اپنی جان و مال کھانے سے پرہیز کریں جن کے لئے یہ لوگ لڑتے ہیں۔

مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوسفیان اپنا تجارتی قافلہ لے کر مسلمانوں کی زد سے بچ نکلے تو ابو جہل کے پاس قاصد بھیجا کہ اب تمہارے آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، واپس آ جاؤ اور قریشی سرداروں کی بھی یہی رائے تھی مگر ابو جہل اپنے کبر و غرور اور شہرت پرستی کے جذبہ سے قسم کھا بیٹھا کہ ہم اس وقت واپس نہ ہوں گے جب تک چند روز مقام بدر میں پہنچ کر اپنی فتح کا جشن نہ منالیں، جس کے نتیجے میں وہ اور اس کے بڑے بڑے ساتھی وہیں ڈھیر ہو گئے اور ایک گڑھے میں ڈال دیئے گئے۔

واذ زین لهم الشيطان اعمالهم (الآیۃ) ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ جب قریش مکہ کا لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے مکہ سے روانہ ہوا تو ان کے دلوں پر ایک خطرہ اس کا سوار تھا کہ ہمارے قریب میں قبیلہ بنو بکر بھی ہمارا دشمن ہے تو ایسا نہ ہو کہ ہم مسلمانوں کے مقابلہ میں جائیں اور یہ دشمن قبیلہ موقع پا کر ہمارے گھروں، عورتوں، بچوں پر چھاپہ مار دے تو اچانک شیطان سراقہ بن مالک کی صورت میں اس طرح سامنے آیا کہ اس کے ہاتھ میں جھنڈا اور اس کے ساتھ ایک دستہ بہادر فوج کا ہے سراقہ اس علاقہ اور قبیلہ کا بڑا سردار تھا جس سے حملہ کا خطرہ تھا، شیطان نے

آگے بڑھ کر قریشی جوانوں کے لشکر سے خطاب کیا اور دو طرح سے فریب میں مبتلا کر دیا اول یہ کہ لا غالب لکم الیوم من الناس یعنی آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اسلئے کہ مجھے دونوں فریقوں کی قوت کا اندازہ ہے، اس لئے تمہیں یقین دلانا ہو کہ تم ہی غالب رہو گے اور دوسری یہ بات کہی کہ انسی جار لکم، یعنی تم کو بکری کی جانب سے جو خطرہ لاحق ہے میں اس کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ ایسے نہ ہوگا میں تمہارا حامی ہوں، شیطان نے اس ترکیب سے مشرکین مکہ کو ان کے مقتل کی طرف دھکیل دیا۔

غزوہ بدر میں چونکہ قریشی لشکر کی پشت پناہی کے لئے ایک شیطانی لشکر بھی آگیا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلہ میں فرشتوں کا ایک لشکر جبریل و میکائیل کی قیادت میں بھیج دیا، مگر جب شیطان نے جو سراقہ بن مالک کی شکل میں تھا، جبریل امین اور ان کے ساتھ فرشتوں کا لشکر دیکھا تو گھبرا اٹھا اس وقت اس کا ہاتھ ایک قریشی جوان حارث بن ہشام کے ہاتھ میں تھا فوز اس سے ہاتھ چھڑا کر بھاگنا چاہا حارث نے کہا یہ کیا کرتے ہو؟ اس نے سینہ پر مار کر حارث کو گرا دیا اور اپنے شیطانی لشکر کو لیکر بھاگ کھڑا ہوا، حارث نے اسے سراقہ سمجھتے ہوئے کہا کہ اے عرب کے سردار سراقہ! تو نے تو یہ کہا تھا کہ میں تمہارا حامی اور مددگار ہوں اور عین میدان جنگ میں یہ حرکت کر رہے ہو تو شیطان نے جواب دیا ”انسی بری منکم انی اری مالا ترون انی اخاف اللہ“ یعنی میں تمہارے معاہدہ سے بری ہوں کیونکہ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے (مراد فرشتوں کا لشکر تھا) شیطان کی پسپائی کے بعد مشرکین مکہ کا جو حشر ہونا تھا ہو گیا، جب باقی ماندہ لوگ مکہ پہنچے تو ان میں سے کسی کی ملاقات سراقہ بن مالک سے ہوئی تو اس نے سراقہ کو ملامت کی کہ جنگ بدر میں ہماری شکست اور سارے نقصان کی ذمہ داری تجھ پر ہے تو نے عین میدان جنگ میں پسپا ہو کر ہمارے جوانوں کی ہمت توڑ دی اس نے کہا میں نہ تمہارے ساتھ گیا تھا اور نہ تمہارے شکی کام میں شریک ہوا (یہ سب روایتیں ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں نقل کی ہیں)۔

اِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ ضَعُفَ اعْتِقَادُهُمْ اِنَّ الْمُسْلِمِينَ دَيْنُهُمْ اِذْ خَرَجُوا مَعِ قَلْبَتِهِمْ يُقَاتِلُونَ الْجَمْعَ الْكَثِيرَ تَوَهُمًا اِنَّهُمْ يُنْصَرُونَ بِسَبَبِهِ فَقَالَ تَعَالٰی فِیْ جَوَابِهِمْ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ يَشْفِقْ بِهِ يَغْلِبْ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِهِ حَكِيْمٌ ۝ فِیْ صُنْعِهِ وَكَوْنِیْ بِاَمَامِهِ اِذْ يَتَوَكَّلُ بِالْبِیْءِ وَالنَّاءِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ حَالَ وُجُوْهِهِمْ وَاَدْبَارُهُمْ بِمَقَامِعٍ مِّنْ حَدِیْدٍ وَیَقُولُوْنَ لَهُمْ ذُوْ قُوَّةٍ اَدَّابَ الْحَرِیْقِ ۝ اِی النَّارِ وَجَوَابُ لَوْ لَرَأَيْتَ اَمْرًا عَظِیْمًا ذٰلِكَ التَّعْذِیْبُ بِمَا قَدَّمْتَ اَیْدِیْكُمْ غَبْرَ بَهَا دُونَ غَبْرِهَا لَانْ اَكْثَرَ الْاَفْعَالِ تَزَاوَلُ بَهَا وَاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلٰمٍ اِیْ بِذِیْ ظُلْمٍ لِّلْعَبِیْدِ ۝ فِیْعَذِیْبُهُمْ بِغَيْرِ ذَنْبٍ ذَا بٌ هُوَ لَآءِ كَذٰبٍ كَعَادَةِ اِلْ فِرْعَوْنَ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِالْعِقَابِ بِذُنُوْبِهِمْ جُمْلَةً كَفَرُوا وَمَا بَعْدَ هَا مُفْسِرَةٌ لِّمَا قَبْلَهَا اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَلٰی مَا یُرِیْدُهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ ذٰلِكَ اِیْ تَعْذِیْبُ الْكَفَرَةِ بِاَنَّ اِیْ سَبَبِ اَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكْ مُغَیِّرًا لِّعَمَلِهِمْ اَعْمَٰهًا عَلٰی قَوْمٍ مُّبَدَّلًا لِّهَا بِالْبَقْمَةِ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا لِمَا بِاَنْفُسِهِمْ یُبَدِّلُوْا نِعْمَتَهُمْ كَفَرًا كَتَبَدِّلُ كَفَارٍ مَّكَّةَ اِطْعَامِهِمْ مِنْ جُوعٍ وَاَمْنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ وَبَعَثَ اِلٰی صِلٰی اللّٰهِ

عليه وسلم اليهم بالكفر والصدع عن سبيل الله وقتال المؤمنين **وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ** ۝ كَذَابِ آلِ قُرْعُونَ ۝
وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ قُرْعُونَ قَوْمَهُ مَعَهُ وَكُلٌّ مِنَ الْأُمَمِ الْمُكَذِّبَةِ
كَانُوا ظَالِمِينَ ۝ وَنَزَلَ فِي قُرَيْظَةَ ۝ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنْهُمْ أَنْ
لَا يَعِينُوا الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ ۖ عَاهَدُوا فِيهَا **وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ** ۝ اللَّهُ فِي غَدْرِهِمْ فَإِمَّا
فِيهِ إِذْغَامٌ نُونٍ ۖ ان الشرطية في ما الزائدة **تَنْقَضُ عَنْهُمْ تَجِدْنَهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ فِرْقَ بَعْضِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ مِنْ**
الْمُخَارِبِينَ بِالتنكيل بهم والعقوبة **لَعَلَّهُمْ** اى الذين خلفهم **يَذْكُرُونَ** ۝ يَتَعَطُّونَ بِهِمْ
وَلَمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ غَاثُوكَ خِيَانَةً فِي الْعَهْدِ بَأْمَارَةٍ تُلَوِّحُ لَكَ فَإِنِذْ اطْرَحْ عَهْدَهُمَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ
حَالٍ اى مستوياً انت وهم فى العلم بِنَقْضِ الْعَهْدِ بَانَ تَعْلِمُهُمْ بِهِ لئلاَّ يَتَّهِمُوكَ بِالْغَدْرِ
إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِبِينَ ۝

۱۰۰

ترجمہ:

اور جبکہ منافقین اور وہ لوگ کہ جن کے قلوب میں ضعف اعتقاد کا روگ لگا ہوا تھا کہہ رہے تھے کہ ان
مسلمانوں کو تو ان کے دین نے خط میں مبتلا کر رکھا ہے اس لئے کہ اپنی قلت تعداد کے باوجود ایک بڑی جماعت کے ساتھ لڑنے
کے لئے اس خام خیالی کی وجہ سے کہ دین کے سبب سے ان کی مدد کی جائے گی نکل پڑے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں
فرمایا حالانکہ اگر کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ غالب ہوگا یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے امر پر غالب اور اپنی صنعت میں با حکمت ہے کاش
اے محمد تم اس حالت کو دیکھ سکتے جبکہ فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں (یتوفی) یا اور اتنا کہ ساتھ ہے، ان کے منہ پر اور
ان کے کولہوں پر لوہے کے تھوڑوں سے مارتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں آگ میں جلنے کا مزہ چکھو، اور لوگو کا جواب، لَرَأَيْتَ
أَمْرًا عَظِيمًا، مجذوف ہے، یہ تمہارے ان اعمال کے سبب سے ہے جن کو تم پیشگی مہیا کر چکے ہو ہاتھوں سے نہ کہ دیگر اعضاء سے
تعبیر اس لئے کیا ہے کہ اکثر اعمال میں ہاتھوں سے شرکت ہوتی ہے، ورنہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے کہ ان کو بغیر
کسی تصور کے سزا دے یہ معاملہ ان کے ساتھ اسی طرح پیش آیا جس طرح فرعون کے اور ان سے پہلے لوگوں کے ساتھ پیش آیا کہ
انہوں نے اللہ کی آیتوں کو ماننے سے انکار کیا تو اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کی سزا میں پکڑ لیا جملہ، کُفِّرُوا، اور اس کا بعد اس
کے ماقبل کے لئے مفسرہ ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بارے میں قوی ہے اور سخت عذاب والا ہے یہ کافروں کو عذاب
دینا اس وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور نہیں کہ کسی قوم پر نعمتوں کا انعام فرمانے کے بعد اس کو نعمت (زحمت) سے بدل دے
جب تک وہ قوم اپنے طرز عمل کو خود ہی نہ بدل دے، (یعنی) اپنے اوپر نعمتوں کے مقتضی (شکر) کو ناشکری سے بدل دیں، جیسا
کہ کفار مکہ نے بدل دیا، (تو اللہ نے) ان کی شکم سیرگی کو فاقہ سے اور ان کے امن کو خوف سے اور نبی ﷺ کی بعثت کو (جو کہ اعظم
نعمت ہے) انکار سے اور راہ خدا سے روکنے سے اور مومنین کے ساتھ قتال کرنے سے (بدل دیا) اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے

والا (اور) جاننے والا ہے آل فرعون اور ان سے پہلوں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا وہ اسی ضابطہ کے مطابق پیش آیا، کہ انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ان کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر دیا، اور قوم فرعون کو مع فرعون کے غرق کر دیا بے شک یہ تکذیب کرنے والی تمام قومیں ظالم تھیں، اور آئندہ آیت بنی قریظہ کے بارے میں نازل ہوئی، یقیناً اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے والی مخلوق میں سب سے بدتر وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے کفر کیا پھر وہ ایمان نہیں لائے (خصوصاً) ان میں سے وہ لوگ جن سے آپ نے معاہدہ کیا یہ کہ وہ مشرکین کی مدد نہ کریں گے پھر وہ بار بار اپنے اس عہد کو توڑتے ہیں جو انہوں نے آپ سے کیا اور وہ عہد توڑنے میں خوف خدا نہیں رکھتے پھر اگر تم ان پر میدان جنگ میں قابو پا جاؤ تو ان کی عذاب اور سزا کے ذریعہ ایسی خبر لو کہ وہ لوگ جو ان کے پیچھے ہیں ان سے عبرت حاصل کر لیں اور اگر (اے محمد) تمہیں کسی قوم سے جس نے تم سے معاہدہ کیا ہے ایسی علامات کے ذریعہ جو آپ کو معلوم ہوں معاہدہ میں خیانت کا اندیشہ ہو تو آپ ان سے معاہدہ کو برابری کے طریقہ پر توڑ دیجئے (علی سوا) یہ نابذ اور مذہبوز، دونوں سے حال ہے حال یہ کہ نقض عہد میں جانکاری کے اعتبار سے دونوں برابر ہوں (یعنی نقض عہد کا دونوں کو علم ہو) بایں صورت کہ آپ ان کو فتح عہد کی اطلاع کر دیں تاکہ وہ آپ کو بدعہدی کے ساتھ متہم نہ کریں، اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

تحقیق و ترکیب تسبیح و تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: يَغْلِبُ، اس میں اشارہ ہے کہ (مَنْ يَتَوَكَّلْ) کی جزاء محذوف ہے اور وہ يَغْلِبُ ہے، اس حذف پر بعد والا جملہ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ، دلالت کر رہا ہے۔

قَوْلُهُ: وَلَوْ تَرَىٰ يَا مُحَمَّدٌ ﷺ.

يَسْأَلُ: تَرَىٰ، مضارع کا صیغہ ہے جو حال و استقبال پر دلالت کرتا ہے اور اِذَا يَتَوَكَّلُ، ماضی پر دلالت کرتا ہے اسلئے کہ اِذَا مضارع کو ماضی کے معنی میں کر دیتا ہے لہذا دونوں جملوں میں منافات ہے۔

جَوَابُهُ: لَوْ مضارع کو ماضی کے معنی میں کر دیتا ہے لہذا دونوں جملوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: حَالٌ، یعنی يَضْرِبُونَ، ملائکہ سے، بِاللَّذِينَ كَفَرُوا سے حال ہے نہ کہ صفت۔

قَوْلُهُ: مَقَامِعَ مَقْمَعَةٍ، کی جمع ہے ہتھوڑا، گرز، بروزن مِکْنَسَةٌ.

قَوْلُهُ: يَقُولُونَ لَهْمُ اس میں ایک سوال مقدر کے جواب کی طرف اشارہ ہے۔

يَسْأَلُ: ذَوْقُوا کا عطف يَضْرِبُونَ پر ہے، اور یہ عطف انشاء علی الخبر ہے جو کہ مستحسن نہیں ہے دوسرا اعتراض یہ کہ ایک ہی جملہ میں غائب اور حاضر کا اجتماع ہو رہا یہ بھی مستحسن نہیں ہے۔

جَوَابُهُ: ذَوْقُوا سے پہلے بقولون محذوف ہے جیسا کہ مفسر علام نے صراحت کر دی ہے، لہذا دونوں اعتراض دفع ہو گئے،

لَوْ کے جواب کو ہولناکی کی عظمت و ہیبت کو ثابت کرنے کے لئے حذف کر دیا ہے، جس کو مفسر علام نے لَرَأَيْتَ امراً عظيماً کہہ کر ظاہر کر دیا ہے۔

قَوْلُهُ: دَابُّ هَؤُلَاءِ اس میں اشارہ ہے کہ کذاب آل فرعون مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے محل میں رفع کے ہے، لہذا کلام کے ناتمام ہونیکا اعتراض ختم ہو گیا، اور یہ اعتراض بھی ختم ہوا کہ یہاں شبہ کے بغیر تشبیہ لازم آرہی ہے۔

قَوْلُهُ: جُمْلَةُ كَفَرُوا مُفَسَّرَةٌ لِمَا قَبْلَهَا، یہ بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ مسلسل جملے کے درمیان وَالَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلِهِمْ کو کس مقصد کے لئے فاصل لایا گیا، جواب یہ ہے کہ یہ ماقبل کے جملہ کی تفسیر ہی ہے لہذا یہ فصل بالاجنبی نہیں جو اعتراض واقع ہو۔

قَوْلُهُ: بِالْغَنَمَةِ یہ انتقام سے اسم ہے۔

قَوْلُهُ: اِطْعَامِهِمْ اس میں اشارہ ہے کہ ما بانفسہم سے مراد انعامات مثلاً کھانا وغیرہ مراد ہیں نہ کہ حالات لہذا یہ اعتراض ختم ہو گیا کہ قریش اور آل فرعون کے لئے حالات مرضیہ تھے ہی نہیں کہ ان کو حالات نامرضیہ سے بدل دیا گیا۔ (ترویج الارواح)

قَوْلُهُ: تَجَدَّنَّهُمْ ای تظفر نھم وتغلبنھم۔

قَوْلُهُ: بِالْتَّنْكِيلِ، (تفعیل) عبرتاک سزا دینا۔

قَوْلُهُ: اَنْتَ وَهُمْ اس میں اشارہ ہے کہ مستویۃ، نابذ اور منبوذ (یعنی فاعل اور مفعول) دونوں سے حال ہے۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْحُ

اِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ الخ اس آیت میں منافقین مدینہ اور مشرکین نیز ان مسلمانوں کا جن کے دلوں میں ابھی اسلام راسخ نہیں ہوا تھا کا ایک مشترکہ مقولہ نقل کیا گیا ہے جو بظاہر مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان پر ترس کھا کر کہا گیا ہے ”غَرَّهم هَؤُلَاءِ دِينُهُمْ“ ان بیچاروں کو دین کے جوش جنون نے دیوانہ کر دیا ہے کہ مٹھی بھر مسلمان قریش کے بھاری اور مسلح لشکر سے ٹکرانے کے لئے نکل پڑے ہیں ان بیچاروں کو دین کے جوش جنون نے موت کے منہ میں دھکیل دیا ہے، اس معرکہ میں ان کی تباہی یقینی ہے شاید کہ اس نبی نے کچھ ایسا افسوس ان پر پھونک دیا ہے کہ ان کی عقل خط ہو گئی ہے۔

تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جب مسلمانوں کی فوج کفار کی فوج سے قریب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں کی نظر میں اور کافروں کو مسلمانوں کی نظر میں کم کر کے دکھایا، تو مشرک کہنے لگے کہ یہ مسلمان اپنے دین پر مغرور ہو کر اپنی قلت تعداد کے باوجود لڑنے کے لئے نکل آئے ہیں، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ”وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ“ یعنی جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے یاد رکھو وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے، ”ذَلِكَ بَانَ اللَّهُ لِمُرِيكِ مَغِيرًا نِعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَى قَوْمٍ“ الخ یعنی جب تک کوئی قوم اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کی نعمتوں کا غیر مستحق نہ بنا لے اللہ اس سے اپنی نعمت سلب نہیں کیا کرتا، اس آیت

میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عام قانون یہ ہے کہ جب کسی قوم پر اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں مبذول کرتا ہے اور وہ قوم ان نعمتوں کی قدر نہ کرے اور ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے بجائے ان کی ناشکری پر اتر آئے اور منعم و محسن کے سامنے جھکنے کے بجائے تکبر کا انداز اختیار کرے سر تسلیم خم کرنے کے بجائے سرکشی کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے ناشکروں سے وہ نعمت چھین لیتا ہے اور ان نعمتوں کو زحمتوں میں بدل دیتا ہے، قوم فرعون اور ان سے پہلی قوموں نے بھی جب اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو ان نعمتوں کو ان سے سلب کر کے ان کو مصیبتوں میں مبتلا کر دیا گیا۔

ذالک بآئ اللہ لکرمک مغیراً نعمۃ الخ اللہ تعالیٰ نے اعطاء نعمت کے لئے کوئی ضابطہ بیان نہیں فرمایا نہ ان کے لئے کوئی قید لگائی نہ ان کو کسی اچھے عمل پر موقوف رکھا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو سب سے پہلی نعمت جو خود ہمارا وجود ہے اور اس میں قدرت حق جل شانہ کی عجیب صنعت گری سے ہزاروں نعمتیں ودیعت رکھی گئی ہیں یہ نعمتیں ظاہر ہے کہ اس وقت عطا ہوئیں جب کہ نہ ہم تھے اور نہ ہمارا کوئی عمل، اگر حق تعالیٰ کے انعامات و احسانات بندوں کے نیک اعمال کے منتظر رہا کرتے تو ہمارا وجود ہی قائم نہ ہوتا۔

حق تعالیٰ کی نعمت و رحمت تو اس کے رب العالمین اور رحمن و رحیم ہونے کے نتیجہ میں خود بخود ہے البتہ اس نعمت و رحمت کو قائم رہنے کا ایک ضابطہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جس قوم کو اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دیتے ہیں اس سے اس وقت تک واپس نہیں لیتے جب تک وہ اپنے حالات اور اعمال کو بدل کر خود کو ان نعمتوں کا غیر مستحق قرار نہ دے لے، حالات کے بدلنے سے مراد یہ ہے کہ اچھے اعمال اور حالات کو بدل کر بُرے اعمال اور بُرے حالات اختیار کرے یا یہ کہ اللہ کی نعمتیں مبذول ہونے کے بعد جب اعمال بد اور گناہوں میں مبتلا تھا نعمتوں کے ملنے کے بعد ان سے زیادہ بُرے اعمال میں مبتلا ہو جائے۔

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو قوموں کا ذکر پچھلی آیات میں آیا ہے یعنی کفار قریش اور آل فرعون ان کا تعلق اس آیت سے اس بنا پر ہے کہ یہ لوگ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ملنے کے وقت بھی کچھ اچھے حالات میں نہیں تھے سب کے سب مشرک و کافر تھے لیکن انعامات کے بعد یہ لوگ اپنی بد عملیوں اور شرارتوں میں پہلے سے زیادہ دلیر اور بے باک ہو گئے: آل فرعون نے بنی اسرائیل پر طرح طرح کے مظالم شروع کر دیئے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ اور مخالفت پر آمادہ ہو گئے جو ان کے پچھلے جرائم میں ایک نہایت قبیح اضافہ تھا جس کے ذریعہ انہوں نے اپنے حالات مزید برائی کی طرف ڈال دیئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی نعمت کو نعمت و عذاب سے بدل دیا، اسی طرح مشرکین مکہ اگرچہ مشرک و بد عمل تھے لیکن اس کے ساتھ ان میں کچھ اچھے اعمال مثلاً صلہ رحمی، مہمان نوازی، حجاج کی خدمت، بیت اللہ کی تعظیم وغیرہ بھی تھے، اللہ تعالیٰ نے ان پر دین و دنیا کے دروازے کھول دیئے دنیا میں ان کی تجارتوں کو فروغ دیا اور ایسے ملک میں جہاں کسی کا تجارتی قافلہ سلامتی سے نہ گذر سکتا تھا ان لوگوں کے تجارتی قافلے ملک شام و یمن میں جاتے اور کامیاب آتے تھے جس کا ذکر سورۃ لایلیف میں بھی ہے۔

اور دین کے اعتبار سے انھیں وہ عظیم نعمت عطا ہوئی جو پچھلی کسی قوم کو نصیب نہیں ہوئی کہ سید الانبیاء خاتم النبیین ﷺ ان میں مبعوث ہوئے اللہ تعالیٰ کی آخری اور جامع کتاب قرآن ان میں بھیجی گئی۔

مگر ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ان انعامات کی شکر گزاری اور قدر کرنے اور اس کے ذریعہ اپنے حالات کو درست کرنے کے بجائے پہلے سے بھی زیادہ گندے کر دیئے کہ صلہ رحمی کو چھوڑ کر مسلمان ہو جانے والے بھائی بھتیجوں پر وحشیانہ مظالم کرنے لگے، مہمان نوازی کے بجائے مسلمانوں پر آب و دانہ بند کرنے کے عہد نامے لکھے گئے، حجاج کی خدمت کے بجائے مسلمانوں کو حرم میں داخل ہونے سے روکنے لگے، یہ وہ حالات تھے جن کو کفار قریش نے بدلا، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو قمقموں اور اپنے انعام کو انتقام کی صورت میں تبدیل کر دیا کہ وہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوئے، اور جو ذات رحمۃ للعالمین بن کر آئی تھی اسی کے ذریعہ انہوں نے اپنی موت و ہلاکت کو دعوت دے دی۔ (معارف)

مدینہ کے یہود سے معاہدہ:

الَّذِينَ عٰهَدْتَ مِنْهُمْ، اس آیت میں خاص طور سے یہود کی طرف اشارہ ہے، نبی ﷺ نے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے ان ہی کے ساتھ حسن جوار اور باہمی تعاون و مددگاری کا معاہدہ کیا تھا اور اپنی حد تک پوری کوشش کی تھی کہ ان سے خوشگوار تعلقات قائم رہیں، نیز دینی حیثیت سے بھی آپ یہود کو مشرکین کی بہ نسبت اپنے قریب سمجھتے تھے اور ہر معاملہ میں مشرکین کے بالمقابل اہل کتاب کو ترجیح دیتے تھے، لیکن ان کے علماء اور مشائخ کو تو حید خالص اور اخلاق صالحہ کی وہ تبلیغ اور اعتقادی و عملی گمراہیوں پر وہ تنقید اور اقامت دین حق کی وہ سعی جو نبی ﷺ کر رہے تھے ایک آن نہ بھائی تھی اور ان کی پیہم کوشش یہ تھی کہ یہ نئی تحریک کسی طرح کامیاب نہ ہونے پائے اس مقصد کے لئے وہ مدینہ کے منافق مسلمانوں سے ساز باز کرتے تھے اسی کیلئے وہ اوس و خزرج کے لوگوں میں ان کی پرانی عداوتوں کو بھڑکاتے تھے جو اسلام سے پہلے ان کے درمیان کشت و خون کی موجب ہوا کرتی تھیں، اسی کے لئے قریش اور دوسرے مخالف اسلام قبیلوں سے ان کی خفیہ سازشیں چل رہی تھیں اور یہ سب حرکات اس معاہدہ دوستی کے باوجود ہو رہی تھیں جو نبی ﷺ اور ان کے درمیان لکھا جا چکا تھا، جب جنگ بدر واقع ہوئی تو ابتداء میں ان کا خیال تھا کہ قریش کی پہلی ہی چوٹ اس تحریک کا خاتمہ کر دے گی لیکن جب نتیجہ ان کی توقعات کے خلاف نکلا تو ان کے سینوں کی آتش حسد اور زیادہ بھڑک اٹھی، انہوں نے اس اندیشہ سے کہ بدر کی فتح کہیں اسلام کی طاقت کو ایک مستقل خطرہ نہ بنادے اپنی مخالفانہ کوششوں کو تیز کر دیا حتیٰ کہ ان کا ایک لیڈر کعب بن اشرف (جو قریش کی شکست سنتے ہی چیخ اٹھا تھا کہ آج زمین کا پیٹ ہمارے لئے اس کی پیٹھ سے بہتر ہے) خود مکہ گیا، اور وہاں اس نے ہجیان انگیز مرثیہ کہہ کر قریش کو انتقام کا جوش دلایا، اس پر بھی ان لوگوں نے بس نہ کی، یہودیوں کے قبیلے بنی قینقاع نے معاہدہ حسن جوار کے خلاف ان مسلمان عورتوں کو چھیڑنا شروع کر دیا جو ان کی بستی میں کسی کام سے جاتی تھیں، جب نبی ﷺ نے ان کو اس حرکت پر ملامت کی تو انہوں نے جواب میں دھمکی دی کہ یہ قریش نہیں ہیں، ہم لڑنے مرنے والے لوگ ہیں اور لڑنا مرنا جانتے ہیں جب ہمارے مقابلہ میں آؤ گے تب پتہ چلے گا کہ مرد کیسے ہوتے ہیں۔

معادہ صلح کو ختم کرنے کی صورت:

وَأَمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو جنگ و صلح کے قانون کی ایک اہم دفعہ بتلائی ہے جس میں معادہ کی پابندی کی خاص اہمیت کے ساتھ یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ اگر کسی وقت معادہ کے دوسرے فریق کی طرف خیانت یعنی عہد شکنی کا خطرہ پیدا ہو جائے تو یہ ضروری نہیں کہ ہم معادہ کی پابندی کو بدستور قائم رکھیں لیکن یہ بھی جائز نہیں کہ معادہ کو علی الاعلان ختم کئے بغیر ہم فریق ثانی کے خلاف کوئی اقدام کریں، بلکہ صحیح صورت یہ ہے کہ فریق مخالف کو صاف صاف بتادیں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اب معادہ باقی نہیں رہا، تاکہ فتح معادہ کا جیسا علم ہم کو ہے ویسا ہی اس کو بھی ہو جائے اور وہ اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ معادہ اب بھی باقی ہے، اسی فرمان الہی کے مطابق آپ ﷺ نے اسلام کی بین الاقوامی معادہ صلح کا یہ مستقل اصول قرار دیا تھا کہ ”مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحِلُّنْ عَقْدُهُ حَتَّى يَنْقُضِي أَمْدُهَا أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ“ (جس کا کسی قوم سے معادہ ہوا سے چاہئے کہ معادہ کی مدت ختم ہونے سے پہلے عہد کا بند نہ کھولے ورنہ تو ان کا عہد برابری کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی طرف پھینک دے) مطلب یہ ہے کہ جس قوم کے ساتھ معادہ صلح ہو چکا ہے اس کے مقابلہ میں کوئی جنگی اقدام کرنا خیانت میں داخل ہے اور اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، اگرچہ یہ خیانت دشمن کافروں ہی کے حق میں کی جائے وہ بھی جائز نہیں یہ ہے اسلام کا عدل و انصاف کہ خیانت کرنے والے دشمن کے بھی حقوق کی حفاظت کی جاتی ہے اور مسلمانوں کو ان کے مقابلہ میں اس کا پابند کیا جاتا ہے کہ عہد کو واپس کرنے سے پہلے کوئی تیاری بھی ان کے خلاف نہ کریں۔

(مظہری)

ایفائے عہد کا ایک عجیب واقعہ:

ابوداؤد، ترمذی، نسائی، امام احمد بن حنبل نے سلیم بن عامر کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ کا ایک قوم یعنی رومیوں سے ایک خاص مدت تک کے لئے ناجنگ معادہ تھا، معادہ کی میعاد ختم ہونے کے قریب تھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ارادہ فرمایا کہ اس معادہ کے ایام میں اپنا لشکر اور سامان جنگ رومی قوم کے قریب پہنچا دیں تاکہ معادہ کی میعاد ختم ہوتے ہی دشمن پر اچانک حملہ کر دیں مگر عین اس وقت جب حضرت امیر معاویہ کا لشکر اس طرف روانہ ہو رہا تھا کہ ایک عمر رسیدہ شخص گھوڑے پر سوار بڑے زور سے یہ نعرہ لگا رہا ہے ”اللہ اکبر اللہ اکبر وفاء لا غدر“ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم کو معادہ کی پابندی کرنی چاہئے اس کی خلاف ورزی نہ کرنی چاہئے، آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی قوم سے صلح یا ناجنگ معادہ ہو جائے تو چاہئے کہ ان کے خلاف نہ کوئی گرہ کھولیں اور نہ باندھیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی گئی دیکھا تو اعلان کرنے والے حضرت عمر بن عباسہ صحابی تھے، حضرت امیر معاویہ نے فوراً ہی اپنی فوج کو واپس بلا لیا۔

بلا اعلان حملہ کرنے کی اجازت کی صورت:

یہاں یہ بات بھی جان لینی ضروری ہے کہ اسلامی قانون صرف ایک صورت میں بلا اعلان حملہ کرنے کی اجازت دیتا ہے اور وہ صورت وہ ہے کہ فریق مخالف علی الاعلان معاہدہ کو توڑ چکا ہو اور اس نے ہمارے خلاف صریح طور پر معاندانہ کارروائی کی ہو، اس صورت میں یہ ضروری نہیں رہتا کہ ہم اسے آیت مذکورہ بالا کے مطابق نسخ معاہدہ کی اطلاع دیں بلکہ ہمیں اس کے خلاف بلا اعلان جنگی کارروائی کرنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے، فقہاء اسلام نے یہ استثنائی حکم نبی ﷺ کے اس فعل سے نکالا ہے کہ قریش نے جب بنی خزاعہ کے معاملہ میں صلح حدیبیہ کو علانیہ توڑ دیا تو آپ نے پھر انھیں نسخ معاہدہ کی اطلاع کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی، بلکہ بلا اعلان مکہ پر چڑھائی کردی، لیکن اگر ہم کسی موقع پر اس قاعدہ استثنائی سے فائدہ اٹھانا چاہیں تو ضروری ہے کہ وہ تمام حالات ہمارے پیش نظر رہیں جن میں نبی ﷺ نے یہ کارروائی کی تھی۔

وَنَزَلَ فِيمَن أَفْلَتْ يَوْمَ بدر وَلَا يَحْسَبَنَّ يَا مُحَمَّدُ الَّذِينَ كَفَرُوا سُبْقُوا اللَّهَ أَي فَاتَوْهُ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ۝ لَا يَفُوتُونَهُ فِي قِرَاءَةِ التَّحْتَانِيَةِ فَاَلْمَفْعُولُ الْاَوَّلُ مَحْذُوفٌ أَي أَنْفُسُهُمْ وَفِي أُخْرَى بَفَتْحٍ أَنَّ عَلَى تَقْدِيرِ اللّٰمِ وَأَعِدُّوْا لَهُمْ لِقَاتِهِمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الرَّسْمِي رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ مَصْدَرٌ بِمَعْنَى حَبْسِهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَرْهَبُونَ تَخَوُّفُونَ بِهِ بِهْ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ أَي كَفَّارَ مَكَّةَ وَأَخْرَجَ مِنْ دُونِهِمْ أَي غَيْرِهِمْ وَهُمْ الْمُنَافِقُونَ أَوِ الْيَهُودُ لَا تَعْلَمُونَهُمْ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يُوفِّكُمُ الْبِرَّ جَزَاؤُهُ وَأَنْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ ۝ تَنْقُضُونَ مِنْهُ شَيْئًا وَإِنْ جَعَلُوا مَالُوا لِلْسَّلَامِ بِكَسْرِ السِّينِ وَفَتْحِهَا الصَّلَاحِ فَاجْتَنَحْ لَهَا وَغَايَهِمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ هَذَا مَنْسُوخٌ بِأَيَةِ السَّيْفِ وَمُجَاهِدٌ مَخْصُوصٌ بِأَهْلِ الْكِتَابِ إِذْ نَزَلَتْ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ يُقِ بِهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْلَّوْلُ الْعَلِيمُ ۝ بِالْفِعْلِ وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ بِالصَّلَاحِ لَيْسْتَ عَلَيْهِمْ لَكَ فَإِنْ حَسِبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيْدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ۝ وَالْفَجَمُ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ بَعْدَ الْإِخْلَافِ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ بِقُدْرَتِهِ إِنَّهُ عَزِيزٌ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ حَكِيمٌ ۝ لَا يَخْرُجُ شَيْءٌ عَنْ حِكْمَتِهِ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسِبَكَ اللَّهُ وَحَسْبُكَ مَنْ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

تَرْجُمہ: آئندہ آیت ان (مشرکین) کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے یوم بدر میں راہ فرار اختیار کی تھی، اے محمد ﷺ تم ہرگز یہ نہ سمجھو کہ یہ کافر اللہ (کی پکڑ) سے بچ کر نکل جائیں گے، یہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور نہ اس سے بچ کر نکل سکتے ہیں، اور ایک قراءت میں (لا یحسبن) یا تختانیہ کے ساتھ (یحسبن) کا مفعول اول محذوف ہے اور وہ

أَنفُسُهُمْ، ہے اور ایک قراءت میں أَنَّهُمْ ہمزہ کے فتح اور لام کی تقدیر کے ساتھ ہے ای لَا نَهُمْ اور ان سے جنگ کے لئے مقدور بھرقوت مہیا رکھو، آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ تیر اندازی ہے (رواہ مسلم) اور (تیار) بندھے رہنے والے گھوڑے، (رباط) مصدر ہے بمعنی اللہ کے راستہ میں محبوس رکھنا، (تاکہ) تم اس کے ذریعہ اللہ کے اور اپنے دشمن کفار مکہ کو خوف زدہ کر سکو، اور ان کے علاوہ دوسروں کو بھی، یعنی ان کے غیر کو، اور وہ منافقین اور یہود ہیں، جن کو تم نہیں جانتے، اللہ ان کو جانتا ہے اور جو کچھ تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرو گے تم کو اس کا پورا پورا اجر دیا جائیگا اور تمہارے اوپر ظلم نہ کیا جائیگا، کہ اس اجر میں سے کچھ کم دیا جائے، اور (اے محمد ﷺ) اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہو جائے سلم، سین کے کسرہ اور فتح کے ساتھ، بمعنی صلح، تو آپ بھی اس کے لئے آمادہ ہو جائیے، اور ان سے معاہدہ کر لیجئے، ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا یہ حکم آیت سیف سے منسوخ ہے، اور مجاہد نے کہا یہ آیت اہل کتاب کے ساتھ مخصوص ہے، اس لئے کہ یہ بنی قریظہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور اللہ پر بھروسہ کرو یقیناً وہ باتوں کا سننے والا (اور) کاموں کا جاننے والا ہے اور اگر وہ (صلح سے) دھوکے کا ارادہ رکھتے ہوں تاکہ وہ آپ کے مقابلہ کی تیاری کر سکیں، تو یقیناً تمہارے لئے اللہ کافی ہے، وہی تو ہے جس نے اپنی مدد اور مومنین کے ذریعہ آپ کی تائید کی اور عداوت کے بعد ان کے دلوں کو جوڑ دیا، اور اگر تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے قلوب کو نہیں جوڑ سکتے تھے لیکن اللہ نے اپنی قدرت سے ان کے دلوں کو جوڑ دیا بے شک وہ اپنے حکم پر غالب با حکمت ہے کوئی شئی اس کے حکم سے خارج نہیں اے نبی تمہارے لئے اور تمہاری اتباع کرنیوالے مومنین کیلئے اللہ کافی ہے۔

تَحْقِيقُ شَرْكِيٍّ تَسْبِيْحٍ تَفْسِيْرِيٍّ فَوَائِدُ

قَوْلُهُ: أَفَلَيْتَ، (افعال) رہا ہونا، چھوڑنا، راہ فرار اختیار کرنا، انفلاق البطن، پیٹ چلنا (اسہال) انفلات الریح، ہوا خارج ہونا، انفلت الشیء فلئت، ای بغتہ، اچانک نکلتا۔

قَوْلُهُ: لَا تَحْسَبَنَّ، یہ آپ ﷺ کو خطاب ہے متعدی بدو مفعول ہے اول الذین کفروا ہے اور ثانی سَبَقُوا جملہ ہو کر ہے، اللہ، سَبَقُوا کا مفعول ہے، قرینہ مقام کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے جس کو مفسر علام نے ظاہر کر دیا ہے، اور ایک قرأت میں تَحْسَبَنَّ، یاء کے ساتھ ہے اس صورت میں یَحْسَبَنَّ کا مفعول اول محذوف ہوگا، ای لَا یَحْسَبَنَّ الذین کفروا انفسہم سابقین اللہ، ایک قراءت میں أَنَّهُمْ ہمزہ کے فتح کے ساتھ ہے اس صورت میں لام مقدر ہوگا ای لَا نَهُمْ۔

قَوْلُهُ: مُصَدِّرٌ، رِباط الخیل میں، رِباط مصدر بمعنی مفعول ہے ای الخیل المربوط، جہاد کے لئے تیار بندھے رہنے والے گھوڑے، رِباطٌ کا عطف قوۃ پر عطف مصدر علی المصدر ہے۔

قَوْلًا: فَاجْنَحْ لَهَا.

سَوَال: لَهَا کی ضمیر سَلَم کی طرف راجع ہے جو کہ مذکر ہے، اور ضمیر مَوْنُث ہے ضمیر اور مرجع میں مطابقت نہیں ہے۔

جَوَاب: سَلَم کی نفیض یعنی حَرْب کا اعتبار کرتے ہوئے ضمیر کو مَوْنُث لایا گیا ہے حَرْب مَوْنُث سماعی ہے۔

قَوْلًا: كَا فَيْك، یہ ایک سوال کا جواب ہے۔

سَوَال: سوال یہ ہے کہ حَسْبُكَ اللہ، میں مصدر کا حمل ذات پر لازم آ رہا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

جَوَاب: مصدر بمعنی اسم فاعل ہے لہذا اب کوئی اعتراض نہیں، مفسر علام نے حَسْبُكَ کی تفسیر کافیک سے کر کے اشارہ کر دیا کہ مصدر بمعنی اسم فاعل ہے۔

قَوْلًا: الْإِخْنُ الْإِخْنَةُ، کی جمع ہے پوشیدہ دشمنی، کینہ، أَحْنَأُ (س) پوشیدہ دشمنی رکھنا۔

تَفْسِيرُ وَتَشْرِیْح

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا الْخ، اس آیت میں اس واقعات کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اہل کفر تو تمہارے اور تمہارے دین کے دشمن رہیں گے ہی، حق و باطل، کفر و ایمان کا معرکہ قیامت تک جاری رہنے والا ہے، لہذا تم اس سے مقابلہ کے لئے ہمیشہ تیار رہو، اس کی طرف سے ہرگز غفلت نہ برتو، اور اپنے پاس وہ سامان رکھو جس سے ان پر بہت طاری ہوتی رہے اور ان کے دل دلتے رہیں۔

مطلب یہ کہ تمہارے پاس ایک مستقل فوج ہمہ وقت تیار رہنی چاہئے تاکہ بوقت ضرورت فوراً جنگی کارروائی کر سکو، یہ نہ ہو کہ خطرہ سر پر آنے کے بعد گھبراہٹ میں جلدی جلدی رضا کار اور اسلحہ و سامان رسد جمع کرنے کی کوشش کرو اور اس دوران دشمن اپنا کام کر جائے۔

دشمن کے مقابلے کی تیاری:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ الْخ میں سامان حرب و ضرب سے اپنی مقدور بھر ہر وقت تیار رہنے کی کھلی تاکید بلکہ حکم ہے آیت میں، قُوَّة، کا لفظ استعمال ہوا ہے یہ لفظ ہر قسم کی قُوَّة کو عام ہے خواہ عَدَدِی قوت ہو یا آلات حرب کی، یہاں تک کہ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ بڑھے ہوئے ناخن بھی اس میں داخل ہیں (ماجدی) اگرچہ حدیث شریف میں قُوَّة کی تفسیر تیر اندازی سے کی گئی ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الامارہ باب فضل الرمی والحث علیہ)

چونکہ آنحضرت ﷺ کے دور میں تیر اندازی ایک بڑا جنگی ہتھیار اور نہایت اہم فن تھا جس طرح اس دور میں گھوڑے جنگ کے لئے ناگزیر ضرورت تھے لیکن اس ترقی یافتہ اور مشین و سائنسی دور میں ان کی وہ افادیت نہیں رہی اسلئے وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ کے تحت آج کل کے جنگی ہتھیار مثلاً میزائل، راکٹ، ٹینک، جنگی جہاز اور بم کی تیاری ضروری ہے۔

صاحب روح المعانی کی صراحت:

صاحب روح المعانی نے اس آیت کے تحت بدوق کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا ہے اگر مرحوم آج بقید حیات ہوتے تو مشینی گنوں اور طیاروں اور ٹینکوں، جنگی جہازوں اور ہائیڈروجن بموں اور ایٹم بموں وغیرہ کا عجب نہیں کہ ذکر کر دیتے، ایسی ہی تصریح رشید رضا مصری کے یہاں ملتی ہے۔

واطلاق الرمی فی الحدیث یשמّل کل ما یُرمی بہ العدو من سهمٍ او قذیفۃ من جنیقٍ او طیارۃٍ او بندوقیۃٍ او مدفعٍ وغیر ذلک، وإن لم یکن کل هذا معروفاً فی عصرہ صلی اللہ علیہ وسلم فان اللفظ یشتملہ. (المنار)

فالواجب علی المسلمین فی هذا العصر بنص القرآن صنع المدافع بانواعها والبنادق والدبابات والطائرات وانشاء السفن الحربیۃ بانواعها. (المنار)

آیت کا خلاصہ:

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی حکومت کو ہمہ وقتی تیاری دشمنوں سے مقابلہ کی رکھنی چاہئے، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ مذکورہ تمام ساز و سامان عملاً کیونکر ممکن ہے؟ جب تک کہ خود مسلمانوں کے پاس انجینیر اور دیگر ماہرین فن نہ ہوں۔

وآخرین من دونہم، لا تعلمونہم اللہ یعلمہم، اس آیت میں اشارہ ہے ان کافروں کے علاوہ جن سے تمہارا سابقہ پڑتا رہتا ہے ان کے علاوہ اور بھی تو میں ہیں جو تمہارے علم میں نہیں، مگر اللہ کے علم میں ہیں کہ کبھی ان سے تمہاری مڈبھیڑ ہوگی اس میں مجوسی اور روم کی سبھی تو میں تو شامل ہیں ہی ان کے علاوہ قیامت تک آنیوالی تمام صیہونی قوتیں بھی شامل ہیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے گرامی:

حضرت نے فرمایا ان آیتوں میں جو تدابیر حرب و سیاست بتائی گئی ہیں ان سے صاف دلالت اس امر پر ہو رہی ہے کہ یہ سیاسی تدبیریں بڑے سے بڑے کمالات باطنی کے بھی منافی نہیں، جیسا کہ غالی و ناقص صوفیہ نے خیال کیا ہے۔ (ماجدی)

انفاق فی سبیل اللہ:

وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَخَفِ النَّفْسُ كُفْرًا خَرَجَ كَرْنًا فِي تَنَاقُلٍ كِيٍّ بَرِيٍّ وَجِبَاسٍ خِيَالٍ سَيِّئٍ
ہوتی ہے کہ یہ مال ضائع ہو رہا ہے اور اس کے معاوضہ میں کچھ حاصل نہ ہوگا، اس آیت نے اس خیال کی جڑ ہی کاٹ دی، اور

اطمینان دلایا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کا مال ضائع نہ جائیگا بلکہ وہاں (آخرت) میں پہنچ کر اس سے کہیں زیادہ اجر پائیں گے۔

وَأَنْ جَنَحُوا لِلْإِسْلَامِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ یعنی اگر حالات جنگ کے بجائے صلح کے متقاضی ہوں اور دشمن مائل بہ صلح ہو تو صلح کر لینے میں کوئی حرج نہیں اگر صلح سے دشمن کا مقصد دھوکا اور فریب ہو تب بھی گھبرانے کی ضرورت نہیں اللہ پر بھروسہ رکھیں یقیناً اللہ تعالیٰ دشمن کے فریب سے بھی محفوظ رکھے گا، لیکن صلح کی یہ اجازت ایسے حالات میں ہے کہ جب مسلمانوں کا پہلو کمزور ہو اور صلح میں اسلام اور مسلمانوں کا مفاد ہو لیکن جب معاملہ اس کے برعکس ہو تو اس صورت میں صلح کے بجائے دشمن کی قوت و شوکت کو توڑنا ہی ضروری ہے ”وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كَلَهُ اللَّهُ“۔

(انفال)

مسلمانوں کی بین الاقوامی پالیسی بزدلانہ نہ ہونی چاہئے:

خلاصہ یہ ہے کہ بین الاقوامی معاملات میں مسلمانوں کی پالیسی بزدلانہ نہ ہونی چاہئے، بلکہ خدا کے بھروسہ پر بہادرانہ اور دلیرانہ ہونی چاہئے دشمن جب گفتگوئے مصالحت کی خواہش ظاہر کرے بے تکلف اس کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔

وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمُ، الخ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ اور مومنین پر جو احسانات فرمائے ان میں ایک بڑے احسان کا ذکر ہے وہ یہ کہ نبی ﷺ کی مومنین کے ذریعہ مدد فرمائی وہ آپ کے دست و بازو اور محافظ و معاون بن گئے، مومنین پر یہ احسان فرمایا کہ ان کے درمیان پہلے جو عداوت تھی اسے محبت و الفت میں تبدیل فرمادیا پہلے جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اب ایک دوسرے کے جاں نثار بن گئے، خصوصیت کے ساتھ اللہ کا یہ فضل اوس و خزرج کے معاملہ میں تو سب سے زیادہ نمایاں تھا، یہ دونوں قبیلے دو ہی سال پہلے تک ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اور مشہور جنگ بُعاث کو کچھ زیادہ دن نہیں گزرے تھے جس میں اوس نے خزرج کو اور خزرج نے اوس کو گویا صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا تہیہ کر لیا تھا، ایسی شدید عداوتوں کو دو تین سال میں گہری دوستی اور برادری میں تبدیل کر دینا اور ان متنافر اجزاء کو جوڑ کر ایسی بنیان مرسوص بنا دینا جیسی نبی ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرام کی تھی یقیناً انسان کی طاقت سے بالاتر تھا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ لِلْكَفَّارِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ طَبَرُونَ يَعْلَبُوا مَائَتِينَ مِنْهُمْ وَإِنْ يَكُنْ بِالْبُيُوتِ وَالْبُيُوتِ مَائَتُهُمْ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِهِمْ إِي بِسَبَبِ انْهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝ وَهَذَا خَبْرٌ بِمَعْنَى الْأَمْرِ إِي لِيُقَاتِلَ الْعَشْرُونَ مِنْكُمْ الْمَائَتِينَ وَالْمَائَةُ الْأَلْفُ وَيُثَبِّتُوا لَهُمْ ثُمَّ نُسِخَ لَمَّا كَثُرُوا بِقَوْلِهِ أَلَّنْ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا بِضَمِّ الضَّادِ وَفَتْحِهَا عَنْ قِتَالِ عَشْرَةِ أَمْثَالِكُمْ فَإِنْ يَكُنْ بِالْبُيُوتِ

وَالْتَأْتِیْكُمْ مَائَةٌ صَابِرَةٌ یَغْلِبُوا مِائَتَیْنِ مِنْہُمْ وَإِنْ یَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ یَغْلِبُوا أَلْفَیْنِ یَاذُنَ اللّٰهِ بِأَرَادَتِهِ وَهُوَ خَبْرٌ بِمَعْنٰی الْأَمْرِ لِتُقَاتِلُوا مِثْلَیْكُمْ وَتَنْتَبِھُوا لَہُمْ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝۵۱ بَعُوْنِہٖ وَنَزَلَ لَمَّا أَخَذُوا الْفِدَآءَ مِنْ أُسْرِیْ بَدْرِ مَا كَانَ لِنَبِیِّ أَنْ یَكُوْنَ بِالتَّآءِ وَالْبِیَآءِ لَہٗ أُسْرِیْ حَتّٰی یُنْجَحْنَ فِی الْأَرْضِ یُبَالِغُ فِی قَتْلِ الْكُفَّارِ تَرْیَدُونَ أِیَّهَا الْمُؤْمِنُونَ عَرَضَ الدُّنْیَا ۝۵۲ حُطَامَہَا بِأَخِذِ الْفِدَآءِ وَاللّٰهُ یُرِیْدُ لَكُمْ الْآخِرَۃَ أِیْ ثَوَابِہَا بِقَتْلِہُمْ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝۵۳ وَهَذَا مَسْخُوحٌ بِقَوْلِهِ فَمَا مَنَّا بَعْدُ وَأَمَّا فِدَآءٌ لَّوَلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ بِأَحْلَالِ الْغَنَآئِمِ وَالْأُسْرِیِّ لَكُمْ لَمْ تَكُنْ فِیْمَا أَخَذْتُمْ مِنَ الْفِدَآءِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۵۴ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِیْمٌ ۝۵۵

۹

ترجمہ: اے نبی! مومنین کو کفار سے جہاد کرنے کا شوق دلاؤ، اگر تم میں بیس صبر کرنے والے ہوں گے تو ان میں سے دوسو پر غالب رہیں گے، اور اگر تم میں سو صبر کرنے والے ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب رہیں گے اس سبب سے کہ وہ نا سمجھ لوگ ہیں (بکن) یا اور تاء کے ساتھ ہے، اور یہ خبر بمعنی انشاء ہے یعنی تم میں سے بیس کو دوسو کے ساتھ قتال کرنا چاہئے، اور سو کو ہزار کے ساتھ، اور ان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہو، پھر جب (مسلمانوں) کی تعداد زیادہ ہوگئی تو اللہ کے قول (الذین) سے مسوخ کر دیا گیا، (اچھا) اب اللہ تمہارا بوجھ ہلکا کرتا ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں نا توانی ہے اپنے سے دس گنا سے مقابلہ کرنے میں، (ضعفًا) ضاد کے ضمہ اور فتح کے ساتھ ہے، پس اگر تم میں سے صابر سو ہوں گے تو ان کے دوسو پر اللہ کے حکم سے غالب رہیں گے یہ خبر بمعنی امر ہے، یعنی اپنے سے دو گنا کا مقابلہ کرو، اور ان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہو، اللہ مدد کے ذریعہ صابرین کے ساتھ ہے (آئندہ آیت) اس وقت نازل ہوئی کہ جب بدر کے قیدیوں کا فدیہ لے لیا، کسی نبی کے لئے یہ زیبا نہیں کہ اس کے ہاتھ میں قیدی ہوں (بکن) یا اور تاء کے ساتھ، جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو اچھی طرح چل نہ دے یعنی کافروں کے قتل میں مبالغہ نہ کر لے، اے مومنو تم فدیہ لے کر دنیا کا حقیر مال چاہتے ہو اور اللہ تمہارے لئے آخرت یعنی اس کا ثواب چاہتا ہے اور اللہ زور آور، طاقتور ہے اور یہ اِمَّا مَنَّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءٌ سے مسوخ ہے، اور اگر اللہ کا نوشتہ غنائم کے حلال ہونے اور قیدیوں کے (فدیہ) کے تمہارے لئے حلال ہونے کا پہلے سے نہ لکھا گیا ہوتا تو جو فدیہ تم نے لیا اس کی پاداش میں تم کو بڑی سزا دی جاتی، لہذا جو مال تم نے غنیمت کے طور پر لیا ہے اسے کھاؤ کہ وہ حلال اور پاک ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو یقیناً اللہ درگزر کرنے والا ہے۔

تَحْقِیْقُ وَتَرْكِیْبُ تَسْبِیْلِ وَتَفْسِیْرِ فَوَائِدِ

قَوْلًا: خَبْرٌ بِمَعْنٰی الْأَمْرِ یہ ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض: یہ ہے کہ مَائَةٌ یَغْلِبُونَ الْفَاۡمِنَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا میں خبر دی گئی ہے کہ ایک سو صابر مسلمان ایک ہزار کافروں

پر غالب ہو جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی خبر میں کذب یعنی خلاف واقعہ ہونیکا امکان و احتمال نہیں ہے حالانکہ بعض اوقات مساوی ہونے کی صورت میں کافر بھی غالب آتے ہیں۔

جواب: خبر بمعنی امر ہے اور امر میں کذب کا احتمال نہیں ہوتا۔

قَوْلُهُ: اَللّٰنَ حَقَّقَ اللّٰهُ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ علم بالضعف کو الآن کے ساتھ مقید کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم بالجاذبہ نہیں ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ کا علم حادث کے ساتھ بے شک متعلق ہے لیکن قبل الوقوع اس اعتبار سے کہ سَیَقَعُ اور واقع ہونے کے بعد اس اعتبار سے ہے کہ بانہ یقع۔

قَوْلُهُ: الحُطَامُ بِالضَّمِّ، حقیر شی، قلیل مال، ریزہ و شکستہ۔

قَوْلُهُ: اِیْ ثَوَابَهَا، حذف مضاف میں اس سوال کا جواب ہے کہ نفس آخرۃ تو ہر ایک کے لئے ثابت ہے پھر سرید لکم الآخرة کی کیا تخصیص ہے۔

جواب: آخرت تو سب کے لئے ہے مگر آخرت صرف مومنین ہی کے لئے ہے۔

تَفْسِیْرُ وَتَشْرِیْحِ

یَاٰیہَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ (الآیۃ) تحریض کے معنی ترغیب اور شوق دلانے کے ہیں چنانچہ اسی کے مطابق نبی ﷺ جنگ سے پہلے صحابہ کو جنگ کی ترغیب دیتے اور اس کی فضیلت بیان فرماتے تھے، جیسا کہ بدر کے موقع پر جب مشرکین اپنی بھاری تعداد اور بھرپور وسائل کے ساتھ میدان میں آ موجود ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

جہاد کی فضیلت:

ایسی جنت میں جانے کیلئے کھڑے ہو جاؤ جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، ایک صحابی عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، اس پر بخ نبخ کہا یعنی خوشی کا اظہار کیا اور یہ امید ظاہر کی کہ میں بھی جنت میں جانیوالوں میں سے ہوں گا؟ آپ نے فرمایا تم جنت میں جانے والوں میں سے ہو گے، چنانچہ انہوں نے اپنی تلوار کی میان توڑ ڈالی اور کھجوریں نکال کر کھانے لگے پھر جو بچیں وہ ہاتھ سے پھینک

دیں، اور کہا ان کے کھانے تک زندہ رہا تو یہ تو طویل زندگی ہوگی، پھر آگے بڑھے اور داد شجاعت دینے لگے حتیٰ کہ عروس شہادت سے ہمکنار ہو گئے **وَقَالَهُ اللَّهُ تَعَالَى**۔ (صحیح مسلم کتاب الامارہ)

ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین آیت نمبر ۶۵ اور ۶۶ میں مسلمانوں کے لئے ایک جنگی قانون کا ذکر ہے کہ مسلمان کو کس حد تک دشمن کے مقابلہ میں جتنا فرض اور اس سے ہٹنا گناہ ہے، اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آ جائیں گے اور اگر سو ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب آ جاؤ گے یہ عنوان اگرچہ خبر کا ہے مگر مقصد حکم ہے کہ سو مسلمانوں کو ایک ہزار کے مقابلہ میں بھاگنا جائز نہیں، خبر کا عنوان رکھنے میں مصلحت یہ ہے کہ مسلمانوں کے دل اس خوشخبری سے مضبوط ہو جائیں۔

اس کے بعد کی آیت میں اس حکم کو آئندہ کے لئے منسوخ کر کے دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ اب اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں ہمت کی کمی ہے تو اگر تم میں کے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب آ جائیں گے، اس کا مقصد بھی یہ ہے کہ سو مسلمانوں کو دو سو کے مقابلہ سے بھاگنا جائز نہیں ہے، پہلی آیت میں ایک مسلمان کو دس کے مقابلہ سے گریز ناجائز تھا، اس آیت میں ایک کو دو کے مقابلہ میں گریز ممنوع قرار دیا گیا ہے اور یہی آخری حکم ہے جو ہمیشہ کے لئے جاری اور باقی ہے۔

یہاں بھی امر کو بعنوان خبر اور خوشخبری بیان فرمایا ہے جس میں اشارہ ہے کہ ایک مسلمان کو دو کافروں کے مقابلہ میں جتنے کا حکم معاذ اللہ کوئی ظلم یا تشدد نہیں بلکہ مسلمانوں میں ان کے ایمان کی وجہ سے وہ قوت رکھدی ہے کہ ان میں ایک کم از کم دو کے برابر تو ہوتا ہی ہے۔

مگردونوں جگہ اس فتح و نصرت کی خوشخبری کو ثابت قدمی کی شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔

ما کان لنبی ان یکن له اُسْرٰی (الایۃ) آیات مذکورہ کا تعلق غزوہ بدر کے ایک خاص واقعہ سے ہے لہذا ان کی تفسیر سے پہلے مختصر طور پر اس واقعہ کو بیان کرنا ضروری ہے۔

غزوہ بدر کے واقعہ کا خلاصہ:

واقعہ یہ ہے کہ غزوہ بدر اسلام میں سب سے پہلا غزوہ ہے اور یہ غزوہ اچانک پیش آیا تھا، اس وقت تک جہاد سے متعلق احکام کی تفصیل قرآن میں نازل نہیں ہوئی تھی مثلاً جہاد میں اگر مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آ جائے تو اس کا کیا کیا جائے، دشمن کے سپاہی قبضے میں آ جائیں تو ان کا کیا کیا جائے۔

مال غنیمت سابق انبیاء کی شریعتوں میں حلال نہیں تھا بلکہ پورا مال جمع کر کے ایک جگہ رکھ دیا جاتا تھا دستور الہی کے مطابق

آسمان سے آگ آتی اور اسے جلا کر خاک کر دیتی، جہاد کے مقبول ہونے کی یہی علامت سمجھی جاتی تھی اگر آسمانی آگ جلانے کے لئے نہ آئے یہ جہاد کے نامقبول ہونے کی علامت سمجھی جاتی تھی۔

صحیح بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کفار سے حاصل ہونے والا مال غنیمت کسی کے لئے حلال نہیں تھا مگر امت مرحومہ کے لئے حلال کر دیا گیا، مال غنیمت کا اس امت کیلئے حلال ہونا اللہ تعالیٰ کے علم میں تو تھا مگر غزوہ بدر کے واقعہ تک اس کے متعلق کوئی وحی آنحضرت ﷺ پر اس کے حلال ہونے کے متعلق نازل نہیں ہوئی تھی۔

لَوْ لَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ (الآیۃ) لَوْ لَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ (یعنی نوشتہ الہی) سے کیا مراد ہے؟ اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، صاحب روح المعانی نے اس کے چار معنی لکھے ہیں۔

۱) ان لا يعذب قوما قبل تقديم ما يُبَيِّن لهم امراً او نهياً، یعنی اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس کے اوامرو نواہی کے احکام واضح کرنے سے پہلے عذاب نہیں دیں گے یعنی یہ بات لوح محفوظ پر لکھی ہوئی ہے۔

۲) او مخطی فی مثل هذا الا جتہاد، یعنی لوح محفوظ میں یہ بات بھی لکھی ہوئی ہے کہ اجتہادی مسائل میں خطی (خطا کرنے والے) سے مواخذہ نہیں ہوگا جیسا کہ غزوہ کے مال غنیمت کے بارے میں اجتہادی غلطی ہوئی۔

۳) اس جماعت (قوم) کو (عمومی) عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائیگا جس میں آنحضرت ﷺ ہوں گے یہ بات لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے ”ان لا يعذبهم ورسول الله ﷺ فيهم“۔

۴) اہل بدر کو عذاب نہیں دیا جائیگا، ان لا يعذب اهل بدر رضى الله تعالى عنهم قدروى الشيخان وغيرهما، کما فی قصۃ حاطب بن ابی بلتعہ وکان قد شہد بدرًا۔

۵) وقيل هو أنّ الفدية التي اخذوها ستصير حلالاً لهم، یعنی لوح محفوظ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ قیدیوں کا فدیہ لینا تمہارے لئے عنقریب حلال کر دیا جائیگا، واعترض بأن هذا لا يصلح أن يعد من موانع مساس العذاب فإنّ الحِلَّ اللاحق لا يرفع حكم الحرمة السابقة كما ان الحرمة اللاحقة، في الخمر مثلاً لا ترفع حكم الاباحية السابقة، كما يدل عليه قوله سبحانه ”لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ“۔

(روح المعانی ص ۵۰ سورۃ انفال)

نمبر پانچ کی تاویل جس کو صاحب روح المعانی نے اخیر میں اور قبل سے بیان کیا ہے جو ضعف کی طرف مشیر ہے، اکثر مفسرین نے مذکورہ آیت کی جو تاویل و تفسیر حضرت ابن عباس کی روایت کی بنا پر کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ بدر میں قریشی لشکر کے جو لوگ گرفتار ہوئے تھے ان کے بارے میں بعد میں مشورہ ہوا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ حضرت ابو بکر

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُ اور دیگر بہت سے صحابہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُم کی رائے یہ تھی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اور حضرت عمر اور سعد بن معاذ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُم کی رائے یہ تھی کہ قتل کر دیا جائے، نتیجہ یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُ کی رائے کو پسند فرما کر فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں بطور عتاب نازل فرمائیں مگر یہ بات حل طلب رہ جاتی ہے کہ اس آیت کی تاویل کی صورت کیا ہوگی لولا کَتَبَ مِنَ اللّٰهِ سَبَقَ، یعنی نوشتہ الہی اگر پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا ”کا کیا مطلب ہوگا؟ روح المعانی نے اس جملہ کے پانچ مطلب بیان کئے ہیں کسی نے کہا کہ اس سے مراد تقدیر الہی ہے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی یہ ارادہ کر چکا تھا کہ مسلمانوں کے لئے یہ غنائم حلال کر دے گا۔

اس پر صاحب روح المعانی تحریر فرماتے ہیں ”واعترض بان هذا لا يصلح ان يعد من موانع مساس العذاب الخ“، یعنی آئندہ حلال کرنے کا ارادہ فرمانا نزول عذاب کے لئے مانع نہیں ہو سکتا اسلئے کہ حل لاحق حرمت سابقہ کے حکم کو مرتفع نہیں کر سکتا (یعنی) ہونے والی بیوی (مگنیر) قبل از نکاح اسلئے حلال نہیں ہو سکتی کہ وہ آئندہ بیوی ہونے والی ہے، اور یہ ایسا ہی ہے کہ جیسا حرمت لاحقہ (آئندہ حرام ہونے والی) اباحۃ سابقہ کو مرتفع نہیں کر سکتی یعنی شراب چونکہ حرام ہونے والی ہے لہذا حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے اس کی اباحت ختم ہو جائے ایسا نہیں ہوتا، خلاصہ یہ ہے کہ آئندہ حلال ہونے والی شئی کا قبل انحلت استعمال موجب عذاب نہیں ہو سکتا، جیسا کہ حرمت سے پہلے جن لوگوں نے شراب پی اس وجہ سے کہ شراب آئندہ حرام ہونے والی ہے مستحق عقاب نہیں ہوں گے صاحب روح المعانی نے اس اشکال کے چند جوابات لکھے ہیں جو تکلف سے خالی نہیں ہیں، مشہور تاویل کے مطابق صحابہ کرام کا ایسی چیز کو لینا لازم آتا ہے جس کی حلت کے لئے ابھی تشریحی حکم نہیں آیا اس تاویل کو اختیار کرنے کے لئے سب سے بڑی وجہ حضرت ابن عباس رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُم کی صحیح روایت ہے مگر خبر واحد ہے۔

لولا کتاب من اللّٰہ سبق، کی ایک دوسری تاویل جس کی رو سے مندرجہ بالا قباحات لازم نہیں آتی، وہ یہ ہے کہ جنگ بدر سے پہلے سورہ محمد میں جنگ کے متعلق جو ابتدائی ہدایات دی گئی تھیں ان میں فرمایا گیا تھا ”فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الرِّبَاطَ فَأَمَّا مَنَّا بَعْدَ وَأَمَّا فِدَاءٌ حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا۔“

(آیت ۱۴)

اس ارشاد میں جنگی قیدیوں سے فدیہ لینے کی اجازت تو دیدی گئی تھی لیکن اس کے ساتھ شرط یہ لگائی گئی تھی کہ پہلے دشمن کی طاقت کو اچھی طرح کچل دیا جائے پھر دشمن کو گرفتار کرنے کی کوشش کی جائے اس فرمان کی رو سے مسلمانوں نے بدر میں جو لوگ گرفتار کئے اور اس کے بعد ان سے جو فدیہ وصول کیا وہ تھا تو اجازت کے مطابق، مگر غلطی یہ ہوئی کہ دشمن کی طاقت کو کچل دینے کی جو شرط مقدم رکھی گئی تھی اسے پورا کرنے میں کوتاہی کی گئی، جب قریش کی فوج بھاگ نکلی تو مسلمانوں کا ایک بڑا گروہ غنیمت لوٹنے اور کفار کے آدمیوں کو پکڑنے میں لگ گیا اور بہت کم آدمیوں نے دشمن کا کچھ دور تک تعاقب کیا حالانکہ اگر مسلمان پوری طاقت

سے ان کا تعاقب کرتے تو قریش کی طاقت کا اسی روز خاتمہ ہو گیا ہوتا، اسی پر اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا اور یہ عتاب نبی ﷺ پر نہیں ہے بلکہ مسلمانوں پر ہے، گویا کہ اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ تم لوگ ابھی نبی کی منشاء اچھی طرح نہیں سمجھتے ہو، نبی کا اصل کام یہ نہیں کہ فدے اور غنائم وصول کر کے خزانے بھرے بلکہ اس کے نصب العین سے جو چیز براہ راست تعلق رکھتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ کفر کی طاقت ٹوٹ جائے مگر تم لوگوں پر بار بار دنیا کا لالچ غالب ہو جاتا ہے، پہلے دشمن کی اصل طاقت یعنی لشکر پر حملہ کرنے کے بجائے قافلہ پر حملہ کرنا چاہا، پھر دشمن کا سر کچلنے کے بجائے مال غنیمت لوٹنے میں اور قیدی پکڑنے میں لگ گئے، پھر غنیمت کی تقسیم پر جھگڑنے لگے، اگر ہم پہلے فدے وصول کرنے کی اجازت نہ دے چکے ہوتے تو اس پر تمہیں سخت سزا دیتے، خیر اب جو کچھ تم نے کیا ہے وہ کھالو مگر آئندہ ایسی روش سے بچتے رہو جو خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔

ترمذی، نسائی وغیرہ کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس حدیث کی تائید ہوتی ہے، کہ جب صحابہ کرام کا بدر کے قیدیوں سے فدے لینے کا ارادہ مضبوط ہو گیا تو حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا کہ اگر ان ستر قیدیوں سے فدے لیا جائیگا تو اسلام کی پہلی لڑائی میں یہ فدے اللہ کی مرضی کے موافق نہیں ہے اسلئے اس فدے کا معاوضہ یہ ہوگا کہ آئندہ لڑائی میں لشکر اسلام کے ستر آدمی شہید ہوں گے چنانچہ تیرہ مہینے بعد احد کی لڑائی میں اس کا ظہور ہوا کہ اس لڑائی میں لشکر اسلام کے ستر آدمی شہید ہوئے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ وَفِي قِرَاءَةِ مِنَ الْأَسْرَىٰ إِنَّ يَعْلَمُ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا إِيْمَانًا وَإِخْلَاصًا
تُؤْتِكُمْ اللَّهُ خَيْرًا مِّمَّا أَخَذَ مِنْكُمْ مِنَ الْفِدَاءِ بَأَن يُضْعِفَهُ لَكُمْ فِي الدُّنْيَا وَيُثَبِّتَكُمْ فِي الْآخِرَةِ وَيَغْفِرَ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ
وَاللَّهُ عَفْوٌ رَحِيمٌ ۝ وَإِنْ يُرِيدُوا أَيْ الْأَسْرَىٰ خِيَانَتُكَ بِمَا أَظْهَرُوا مِنَ الْقَوْلِ فَقَدْ خَالَوُا اللَّهَ مِنْ قَبْلِ بَدْرِ بِالْكَفْرِ
فَأَمَكْنَ مِنْهُمْ بِبَدْرِ قِتْلًا وَأَسْرًا فَلْيَتَوَقَّعُوا مِثْلَ ذَلِكَ إِنْ عَادُوا ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِخَلْقِهِ حَكِيمٌ ۝ فِي صُنْعِهِ
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَهُمْ الْمُهَاجِرُونَ وَالَّذِينَ آوَوْا النَّبِيَّ وَنَصَرُوا وَهُمْ
الْمُتَنَصِّرُونَ أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ فِي النُّصْرَةِ وَالْإِزْثِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ بِكَسْرِ
الْوَاوِ وَفَتْحِهَا مِنْ شَيْءٍ فَلَا ارْثَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ وَلَا نَصِيبَ لَهُمْ فِي الْغَنِيمَةِ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَهَذَا مَنسُوخٌ
بِآخِرِ السُّورَةِ وَإِنْ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ لَهُمْ عَلَى الْكُفَرِ الْأَعْلَىٰ قَوْمٌ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ عَهْدٌ فَلَا
تَنْصُرُوهُمْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَفْضُوا عَهْدَهُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ فِي النُّصْرَةِ
وَالْإِزْثِ فَلَا ارْثَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ إِلَّا تَفْعَلُوهُ إِي تَوَلَّى الْمُؤْمِنِينَ وَقَطَعَ الْكُفَرِ تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ۚ بِقُوَّةِ
الْكَفْرِ وَضَعْفِ الْإِسْلَامِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ
حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ فِي الْجَنَّةِ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدُ إِي بَعْدَ السَّابِقِينَ إِلَى الْإِيْمَانِ وَالْهَجْرَةِ

وَهَاجِرُوا وَاجَاهِدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنْكُمْ أَيُّهَا الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ وَأُولَٰئِكَ الْأَحْكَامُ ذُو الْقَرَابَاتِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي الْآرثِ مِنَ التَّوَارِثِ بِالْإِيمَانِ وَالْهَجْرَةِ الْمَذْكُورَةِ فِي الْآيَةِ السَّابِقَةِ فِي كِتَابِ اللَّهِ السُّورَةِ الْمَحْفُوظَةِ إِنَّ اللَّهَ يُكَلِّمُ شَيْءًا عَزِيزًا وَمِنْهُ حِكْمَةُ الْمِيرَاثِ.

ترجمہ: اے نبی ان لوگوں سے کہو جو تمہارے قبضہ میں قید ہیں اور ایک قراءت میں اَسْرَیٰ ہے اگر اللہ تمہارے دلوں میں کوئی خیر دیکھے گا (یعنی ایمان و اخلاص) تو جو کچھ تم سے فدیہ کے طور پر لیا ہے اس سے زیادہ دے گا اس طور پر کہ دنیا میں تم کو اس کا دو گنا دے گا اور آخرت میں تم کو ثواب دے گا، اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا، اللہ بڑا غفور رحیم ہے اور اگر یہ قیدی اپنی کہی ہوئی بات (اظہار اسلام) میں خیانت کرتے ہیں تو یہ لوگ بدر سے پہلے اللہ کے ساتھ کفر کر کے خیانت کر چکے ہیں آخر اس نے تم کو ان پر بدر میں قتل و قید کے ذریعہ قدرت دیدی اگر انہوں نے پھر ایسی حرکت کی تو ان کو ایسی ہی توقع رکھنی چاہئے، اللہ اپنی مخلوق کے بارے میں باخبر اور اپنی صنعت کے بارے میں باحکمت ہے جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنی جان و مال سے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا اور وہ مہاجرین ہیں، اور جن لوگوں نے نبی کو ٹھکانہ دیا اور مدد کی اور وہ انصار ہیں وہی دراصل ایک دوسرے کے نصرت اور ارث میں ولی ہیں اور وہ لوگ جو ایمان تو لائے لیکن ہجرت نہیں کی تمہاری ان کے ساتھ کوئی ولایت نہیں (ولایۃ) واؤ کے کسرہ اور فتح کے ساتھ ہے، لہذا ان کے اور تمہارے درمیان نہ تو ارث ہے اور نہ ان کا مال غنیمت میں کوئی حصہ ہے، یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں، اور یہ حکم آخر سورت سے منسوخ ہے، البتہ اگر وہ تم سے دین کے بارے میں مدد طلب کریں تو تمہارے اوپر لازم ہے کہ کفار کے مقابلہ میں ان کی مدد کرو سوائے ان لوگوں کے مقابلہ کے کہ ان کے اور تمہارے درمیان عہد و میثاق ہے تو ان کے مقابلہ میں (مسلمانوں کی) مدد نہ کرو اور ان سے کئے ہوئے عہد کو نہ توڑو، جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے خوب دیکھتا ہے اور کفار آپس میں ایک دوسرے کے نصرت اور ارث میں ولی ہیں لہذا تمہارے اور ان کے درمیان کوئی ارث نہیں ہے اگر تم ایسا نہ کرو گے یعنی اگر تم مومنین کی حمایت اور کافروں سے قطع تعلق نہ کرو گے تو ملک میں کفر کی قوت اور اسلام کے ضعف سے زبردست فساد برپا ہو جائیگا، اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد پہنچائی یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کیلئے مغفرت ہے اور جنت میں عزت کی روزی ہے اور جو لوگ ایمان و ہجرت کی طرف سبقت کرنے والوں کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ملکر جہاد کیا تو اے مہاجر و انصار وہ تم میں سے ہیں اور قرآن بتا رہا ہے ارث اور تو ارث میں ایمان اور سابقہ آیت میں ہجرت مذکورہ کی وجہ سے بعض بعض سے اولیٰ ہیں اللہ کی کتاب لوح محفوظ میں یقیناً اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اور اسی میں سے میراث کی حکمت ہے۔

تحقیق و تفسیر تفسیری فوائد

قَوْلُهُ: بِآخِرِ السُّورَةِ اِی، واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض.

قَوْلُهُ: مِنْ بَعْدِ اِی بعد الحديبية وقبل الفتح.

تفسیر و تشریح

شان نزول:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ أَكْثَرُ مَفْزَعٍ أَمْ لِلَّهِ وَاللَّهِ الْعَلِيمُ الْغَنِيُّ
بارے میں نازل ہوئی، بدر کے قیدیوں میں دیگر مشرکین کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے چچا بھی قید کر لئے گئے
تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ جنگ بدر کے موقع پر جنگی خرچ کے لئے اپنے ہمراہ تقریباً سات سو سونے کی گنیاں (اشرفیاں)
ساتھ لے کر چلے تھے اور ابھی وہ خرچ ہونے نہ پائی تھیں کہ گرفتار کر لئے گئے۔

جب فدیہ دینے کا وقت آیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ عرض کیا کہ میرے ساتھ جو سونا تھا جسے لوٹ
لیا گیا ہے اس کو میرے فدیہ کی رقم میں لگا لیا جائے آپ ﷺ نے فرمایا ”جو مال آپ کفر کی امداد کے لئے لائے تھے وہ تو
مسلمانوں کا مال غنیمت بن گیا فدیہ اس کے علاوہ ہوگا اور آپ نے یہ بھی فرمایا اپنے دو بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن
حارث کا فدیہ بھی ادا کریں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر اتنا مالی بار مجھ پر ڈالا گیا تو مجھے قریش سے بھیک مانگنی
پڑے گی میں بالکل فقیر ہو جاؤں گا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کیا آپ کے پاس وہ مال موجود نہیں جو مکہ سے روانگی کے وقت
آپ نے اپنی بیوی ام فضل کے حوالہ کیا تھا، حضرت عباس نے پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا جبکہ وہ مال میں نے رات کی تاریکی اور
تنہائی میں اپنی بیوی کو دیا تھا اور کوئی تیسرا آدمی اس سے واقف نہیں، آپ نے فرمایا مجھے میرے رب نے اس کی پوری تفصیل
بتلا دی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ سن کر آنحضرت ﷺ کے سچے رسول ہونے کا یقین ہو گیا، اس سے پہلے وہ
آنحضرت ﷺ کے دل سے معتقد تھے مگر کچھ شبہات تھے جو اللہ تعالیٰ نے اس وقت رفع فرمادیئے، حضرت عباس درحقیقت اسی
وقت مسلمان ہو گئے تھے مگر چونکہ ان کا بہت سا روپیہ قریش مکہ کے ذمہ قرض تھا، اگر وہ اسی وقت اپنے مسلمان ہونیکا اعلان
کر دیتے تو سارا روپیہ مارا جاتا اسلئے اعلان نہیں کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کا کسی سے اظہار نہیں فرمایا، فتح مکہ سے پہلے
انہوں نے آنحضرت ﷺ سے مکہ سے ہجرت کی اجازت چاہی مگر آپ نے مشورہ یہی دیا کہ ابھی ہجرت نہ کریں۔

حضرت عباس کہتے ہیں کہ اللہ پاک نے میرے اسلام لانے کے بعد اپنا وعدہ مجھ سے پورا کر دیا اور فرمایا کہ اس وقت میرے پاس ۲۰ غلام ہیں جن کے ہاتھوں میں میرا سارا کاروبار ہے اور وہ مختلف مقامات پر کاروبار کرتے ہیں اور کسی کا کاروبار ۲۰ ہزار درہم سے کم کا نہیں ہے اور اس پر مزید یہ انعام ہے کہ مجھے حجاج کو آب زمزم پلانے کی خدمت مل گئی ہے جو میرے نزدیک ایسا گرانقدر کام ہے کہ سارے اہل مکہ کے اموال بھی اس کے مقابلہ میں بیچ سمجھتا ہوں، اور میں امید کرتا ہوں کہ آخرت میں خدا مجھے اس سے بھی زیادہ عطا کرے گا، مستدرک حاکم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک صحیح حدیث اسی مضمون کی ہے اس سے حضرت ابن عباس کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے مستدرک حاکم میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے پاس بحرین کا مال آیا جس کی مقدار اسی ہزار درہم تھی تو آپ نے فرمایا، اس کو مسجد میں پھیلا دو، اور آپ نماز میں مشغول ہو گئے، نماز سے فراغت کے بعد آپ نے ہر شخص کو جو بھی نظر آیا کسی کو محروم نہیں رکھا اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور کہا مجھے بھی اس میں سے کچھ دیجئے میں نے ایک وقت اپنا اور اپنے بھتیجوں کا فدیہ دیا تھا، آپ نے فرمایا لے لو، انہوں نے لپیں بھر بھر کر مال لینا شروع کر دیا اور اپنی چادر میں اس کو باندھ کر اٹھانے لگے تو نہیں اٹھا سکے، تو کہنے لگے کسی کو حکم دیجئے کہ وہ اٹھوا دے آپ نے فرمایا، نہیں، پھر کہا تو آپ ہی اٹھوا دیں، آپ نے فرمایا، نہیں، آخر انہوں نے اس میں سے کچھ کم کر دیا باقی کا ندھے پر رکھ کر لے کر چلے گئے، آنحضرت ان کو دیکھ کر تعجب کر رہے تھے جب وہ کچھ دور چلے گئے اور نظروں سے پوشیدہ ہو گئے تو آنحضرت بھی وہاں سے اٹھے اس وقت ایک درہم بھی باقی نہیں رہا تھا۔

قائد کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح جب مرتد ہو کر مشرکوں سے مل گیا تو یہ آیت نازل ہوئی ”ان یُريدوا خيانتك فقد خانوا الله من قبل“ یہ عبداللہ بن سعد ہی ہے جو مسلمان ہو کر کچھ دنوں تک کاتب وحی رہا اور بعد میں مرتد ہو کر مدینہ سے مکہ جا کر مشرکین مکہ سے جا ملا، فتح مکہ کے وقت جن آٹھ مردوں اور چھ عورتوں کو قتل کرنے کا حکم ہوا تھا ان میں عبداللہ بن سعد بھی تھا لیکن یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور کے رشتہ کا بھائی تھا، اسلئے حضرت عثمان نے اس کی سفارش کی اور آنحضرت ﷺ نے سفارش منظور فرما کر عبداللہ کا اسلام قبول فرمایا، آیت کے الفاظ عام ہیں لہذا آیت کا مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن سعد کی طرح جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ خیانت کرے گا وہ بد عہدی کے جرم میں پکڑا جائیگا۔

فایکذا: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عقیل، جعفر اور حارث کی اولاد کو بنی ہاشم کہتے ہیں۔

ان الذین هاجروا وجاهدوا باموالهم وانفسهم فی سبیل اللہ الخ، مدینہ میں آپ ﷺ کے ساتھ دو قسم کے مسلمان تھے ایک تو وہ لوگ تھے جنہوں نے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کو اپنا وطن بنالیا تھا یہ مہاجر کہلائے ہیں اور دوسرے وہ لوگ جو مدینہ کے اصل باشندے تھے اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے تھے، ان لوگوں نے ہجرت سے پہلے آنحضرت ﷺ کو مکہ میں آکر مدینہ آنے کی دعوت دی تھی اور ہر طرح کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا کہ جان و مال سے دریغ نہ کریں گے،

اگر کفار آپ پر حملہ آور ہوں گے تو ہم آپ کا دفاع کریں گے، یہ لوگ انصار کہلائے ہیں، ان حضرات نے اپنے دینی بھائی مہاجرین کی جان و مال سے خوب مدد کی اپنے گھروں میں جگہ دی جن کی بیویاں نہ تھیں ان کے نکاح کرائے ان دونوں گروہ انصار و مہاجرین کی شان میں مذکورہ آیتیں نازل ہوئی ہیں، ان ہی کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں، اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان مواخات یعنی بھائی بندی کرا دی تھی یہ دینی رشتہ خونی اور نسبی رشتہ سے بھی زیادہ مضبوط ثابت ہوا، جب آیت ”اولوا الارحام بعضهم اولیٰ ببعض“ نازل ہوئی تو وراثت کا یہ عارضی انتظام ختم ہو گیا اور وراثت کا قانون نسبی اور ازدواجی رشتہ پر مقرر ہو گیا، یہ روایت بخاری شریف میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔

ترک کا اصل مالک کون؟

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ اور حکمت بالغہ کی وجہ سے مرنے والے انسان کے چھوڑے ہوئے مال کا مستحق اسی کے قریبی عزیزوں رشتہ داروں کو قرار دیا ہے حالانکہ اصل حقیقت یہ تھی کہ جس کو جو کچھ دنیا میں ملا ہے وہ سب اللہ کی ملک حقیقی تھا، اس کی طرف سے زندگی بھر استعمال کرنے، نفع اٹھانے کے لئے انسان کو دے کر عارضی مالک بنا دیا گیا تھا، اس لئے تقاضائے عقل و انصاف تو یہ تھا کہ مرنے والے کا ترکہ اللہ تعالیٰ کی ملک کی طرف لوٹ جاتا، جس کی عملی صورت اسلامی بیت المال میں داخل کرنا تھا، جس کے ذریعہ مخلوق خدا کی پرورش اور تربیت ہوتی ہے مگر ایسا کرنے میں ایک تو ہر انسان کے طبعی جذبات کو ٹھیس لگتی جبکہ وہ جانتا کہ میرا مال میرے بعد نہ میری اولاد کو ملے گا نہ ماں باپ اور بیوی کو اور پھر اس کا نتیجہ بھی طبعی طور پر لازمی تھا کہ کوئی شخص اپنا مال بڑھانے اور اس کو محفوظ رکھنے کی فکر نہ کرتا صرف اپنی زندگی کی حد تک ضروریات جمع رکھنے سے زائد کوئی شخص محنت و جانفشانی نہ کرتا، اور یہ ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ پورے انسانوں اور شہروں کے لئے ملکی اور قومی پیداوار گھٹ جانے کی وجہ سے پوری قوم اور پورے ملک کے لئے تباہی کا باعث ہوتا، اس لئے حق تعالیٰ شانہ نے میراث کو انسان کے رشتہ داروں کا حق قرار دیدیا، بالخصوص ایسے رشتہ داروں کا حق جن کے فائدہ ہی کے لئے وہ اپنی زندگی میں مال جمع کرتا اور طرح طرح کی محنت مشقت اٹھاتا تھا۔

اسلام میں دو قومی نظریہ:

اس کے ساتھ ساتھ اسلام نے اس اہم مقصد کو وراثت کی تقسیم میں سامنے رکھا جس کے لئے انسان کی تخلیق ہوئی، یعنی اللہ کی اطاعت و عبادت اور اس کے لحاظ سے پورے عام انسان کو دو الگ الگ قومیں قرار دے دیا مومن اور کافر قرآنی آیت ”خلقکم فممنکم کافر و ممنکم مؤمن“ کا یہی مطلب ہے، اسی دو قومی نظریہ نے نسبی اور خاندانی رشتوں کو میراث کی حد تک قطع کر دیا

کہ کسی مسلمان کو کسی کافر رشتہ دار کی میراث سے کوئی حصہ نہ ملے گا اور نہ کسی کافر کو کسی مسلمان رشتہ دار کی وراثت میں کوئی حق ہوگا، پہلی دو آیتوں میں یہی مضمون بیان ہوا ہے، اور یہ حکم دائمی اور غیر منسوخ ہے۔

اس کے علاوہ ایک دوسرا حکم مسلمان مہاجر اور غیر مہاجر دونوں کے آپس میں وراثت کا ہے جس کے متعلق پہلی آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ مسلمان جب تک مکہ سے ہجرت نہ کرے اس وقت تک اس کا تعلق بھی ہجرت کرنے والے مسلمانوں سے وراثت کے بارے میں منقطع ہے، نہ مہاجر مسلمان اپنے غیر مہاجر مسلمان رشتہ دار کا وارث ہوگا اور نہ غیر مہاجر کسی مہاجر مسلمان کی وراثت سے کوئی حصہ پائیگا، ظاہر ہے کہ یہ حکم اس وقت تک تھا جب تک کہ مکہ فتح نہیں ہوا تھا فتح مکہ کے بعد تو خود رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمادیا تھا، لا ہجرو بعد الفتح، یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور اہل تحقیق کے نزدیک یہ حکم بھی دائمی اور غیر منسوخ ہے مگر حالات کے تابع بدلا جاسکتا ہے، جن حالات میں نزول قرآن کے وقت یہ حکم آیا تھا اگر کسی زمانہ میں یا کسی ملک میں پھر ویسے ہی حالات پیدا ہو جائیں تو پھر یہی حکم جاری ہو جائیگا۔ (معارف)

توضیح مزید:

مزید توضیح اس کی یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ہر مسلمان مرد و عورت پر مکہ سے ہجرت کو فرض عین قرار دیا گیا تھا، اس حکم کی تعمیل میں ہجر محدود چند مسلمانوں کے سب ہی مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے، اور اس وقت مکہ مکرمہ سے ہجرت نہ کرنا اس بات کی علامت بن گیا تھا کہ وہ مسلمان نہیں، اسی لئے اس وقت غیر مہاجر کا اسلام بھی مشتبہ تھا، جسکی وجہ سے مہاجر و غیر مہاجر کی باہمی وراثت کو قطع کر دیا گیا تھا۔

اس تقریر سے یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ مہاجر و غیر مہاجر میں قطع وراثت کا حکم درحقیقت کوئی جداگانہ حکم نہیں بلکہ وہ پہلا حکم ہے جو مسلم اور غیر مسلم میں قطع وراثت کو بیان کرتا ہے فرق اتنا ہے کہ اس علامت کفر کی وجہ سے وراثت سے تو محروم کر دیا گیا مگر محض اتنی علامت کی وجہ سے اس کو کافر نہیں قرار دیا جب تک کہ اس سے صریح اور واضح طور پر کفر کا ثبوت نہ ہو جائے۔

اور غالباً اسی مصلحت کے پیش نظر یہاں غیر مہاجر کا ایک اور حکم ذکر کر دیا گیا ہے کہ اگر وہ مسلمان سے امداد و نصرت کے طالب ہوں تو مہاجر مسلمان کو ان کی امداد کرنا ضروری ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ غیر مہاجر مسلمانوں کو بالکل کافروں کی صف میں نہیں رکھا بلکہ ان کا یہ اسلامی حق باقی رکھا گیا ہے کہ ضرورت کے وقت ان کی امداد کی جائے، اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں اور ہر قوم کے مقابلہ میں ان کی امداد کرنا مسلمان پر لازم کر دیا گیا ہے، اگرچہ وہ قوم کہ جس

کے مقابلہ پر ان کو امداد مطلوب ہے اس سے مسلمانوں کا کوئی ناجنگ معاہدہ بھی ہو چکا ہو، حالانکہ اصول اسلام میں عدل و انصاف اور معاہدہ کی پابندی ایک اہم فریضہ ہے اس لئے اسی آیت میں ایک استثنائی حکم یہ بھی ذکر کر دیا گیا کہ اگر غیر مہاجر مسلمان مہاجر مسلمانوں سے کسی ایسی قوم کے مقابلہ پر مدد طلب کریں جس سے مسلمانوں نے ناجنگ معاہدہ کر رکھا ہے تو پھر اپنے دینی بھائی مسلمان کی امداد بھی معاہدہ کفار کے مقابلہ میں جائز نہیں۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا جس وقت رسول اللہ ﷺ نے کفار مکہ سے صلح کر لی اور شرائط صلح میں یہ بھی داخل تھا کہ مکہ سے جو شخص اب مدینہ جایگا اس کو رسول اللہ ﷺ واپس کر دیں عین اسی معاملہ میں صلح کے وقت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو کفار مکہ نے قید کر کے طرح طرح کی تکلیفوں میں ڈالا ہوا تھا کسی طرح حاضر خدمت ہو گئے اور اپنی مظلومیت کا اظہار کر کے رسول اللہ ﷺ سے مدد کے طالب ہوئے آنحضرت ﷺ جو رحمت عالم بن کر آئے تھے ایک مظلوم مسلمان کی فریاد سے کتنے متاثر ہوئے ہوں گے، اس کا اندازہ کرنا بھی ہر شخص کے لئے آسان نہیں مگر اس تاثر کے باوجود آیت مذکورہ کے حکم کے مطابق ان کی مدد کرنے سے عذر فرما کر واپس کر دیا۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يهاجروا، مہاجر و انصار کے علاوہ یہ تیسرے فریق کا ذکر ہے یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمان تو ہو گئے مگر ہجرت نہیں کی، مہاجر اور غیر مہاجر کے مابین مالی وراثت جاری نہ ہوگی، البتہ ہجرت کرنے کے بعد آپس میں مالی وراثت جاری ہوگی ہجرت کا وجوب گو بعد فتح مکہ باقی نہیں رہا، تاہم دار الکفر سے ہجرت کرنا، ہمیشہ اولیٰ اور موجب اجر ہے وقد کسانت الہجرة فرضاً حين هاجر النبي ﷺ الى ان فتح النبي ﷺ مكة. (حصاص، ماجدی)

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بعضهم اولياء بعض، یہاں ولایت کے معنی اشتراک عداوت کے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین قریش آپس میں شدید دشمن تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی عداوت میں سب ایک ہو گئے تھے اور یہ صورت حال آج تک چلی آرہی ہے غیر تو میں کیسی ہی ایک دوسرے کی دشمن ہوں لیکن اسلام کے مقابلہ میں سب ایک ہو جاتی ہیں۔

(ماجدی)

لفظ ولی چونکہ ایک عام مفہوم رکھتا ہے جس میں وراثت بھی داخل ہے اور معاملات کی ولایت و سرپرستی بھی اس لئے اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافر آپس میں ایک دوسرے کے وارث سمجھے جائیں گے اور تقسیم وراثت کا جو قانون ان کے مذہب میں رائج ہے ان کے درمیان اسی کو نافذ کیا جائیگا، نیز ان کے یتیم بچوں کا ولی، لڑکیوں کے نکاح کا ولی بھی ان ہی میں سے ہوگا، مطلب یہ کہ ان کے عائلی مسائل اسلامی حکومت میں محفوظ رکھے جائیں گے۔

اَلَا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةً فِي الْاَرْضِ وفساد کبیر، اگر اس فقرے کا تعلق، وَالَّذِينَ كَفَرُوا بعضهم اولياء بعض سے مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح کفار ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں اگر تم اے اہل ایمان، آپس میں ایک

دوسرے کی حمایت نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ و فساد عظیم برپا ہوگا، الا تفعلوه تکن فتنة الخ کا تعلق اگر مذکورہ تمام احکام کے ساتھ ہو جو آیت ۷۲ سے یہاں تک بیان ہوئے ہیں تو اس ارشاد کا مطلب یہ ہوگا مثلاً یہ کہ مہاجرین و انصار کو آپس میں ایک دوسرے کا ولی ہونا چاہئے جس میں باہمی امداد و اعانت بھی داخل ہے اور وراثت بھی، دوسرے یہ کہ اس وقت کے مہاجر و غیر مہاجر کے درمیان وراثت کا تعلق نہ ہونا چاہئے مگر دینی رشتہ کی بنیاد پر امداد و نصرت کا تعلق اپنی شرائط کے ساتھ باقی رہنا چاہئے، تیسرے یہ کہ کفار آپس میں ایک دوسرے کے اولیاء ہیں ان کے قانون و ولایت و وراثت میں کسی قسم کی دخل اندازی مسلمان کو نہیں کرنی چاہئے۔

اگر ان احکام پر عمل نہ کیا گیا تو زمین میں فتنہ و فساد پھیل پڑے گا، یہ تنبیہ غالباً اس لئے کی گئی ہے کہ جو احکام اس جگہ بیان ہوئے ہیں وہ عدل و انصاف اور امن عامہ کے لئے بنیادی اصول کی حیثیت رکھتے ہیں، کیونکہ ان آیات نے یہ واضح کر دیا کہ باہمی امداد و اعانت اور وراثت کا تعلق جیسے رشتہ داری پر مبنی ہے ایسے ہی اس میں مذہبی اور دینی رشتہ بھی قابل لحاظ ہے بلکہ نسبی رشتہ پر دینی رشتہ کو ترجیح حاصل ہے اسی وجہ سے مسلمان کا فر کا اور کا فر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ آپس میں نسبی رشتہ سے باپ اور بیٹے یا بھائی ہی کیوں نہ ہوں، اس کے ساتھ ہی مذہبی تعصب اور عصبیت جاہلیت کی روک تھام کرنے کے لئے یہ بھی ہدایت دے دی گئی ہے کہ مذہبی رشتہ اگر چہ قوی اور مضبوط ہے مگر معاہدہ کی پابندی اس سے بھی زیادہ مقدم اور قابل ترجیح ہے، مذہبی تعصب کے جوش میں معاہدہ کی خلاف ورزی جائز نہیں اسی طرح یہ ہدایت بھی دیدی گئی کہ کفار آپس میں ایک دوسرے کے ولی اور وارث ہیں ان کی شخصی ولایت و وراثت میں مداخلت نہ کی جائے دیکھنے میں تو یہ جزئی احکام اور فروعی مسائل ہیں مگر درحقیقت امن عالم کے لئے عدل و انصاف کے بہترین اور جامع بنیادی اصول ہیں اسی لئے اس جگہ ان احکام کو بیان فرمانے کے بعد ایسے الفاظ سے تنبیہ فرمائی گئی جو عام طور پر دوسرے احکام کے لئے نہیں کی گئی کہ اگر تم نے ان احکام پر عمل نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور فساد برپا ہو جائیگا، ان الفاظ میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ یہ احکام فتنہ و فساد روکنے میں خاص دخل و اثر رکھتے ہیں، تیسری آیت میں مکہ سے ہجرت کرنے والے مہاجرین اور ان کی مدد کرنے والے انصار کی تعریف کی گئی ہے اور ان کے سچا مسلمان ہونے کی شہادت اور ان کی مغفرت اور باعزت روزی کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

چوتھی آیت والذین آمنوا من بعد وھاجرو الخ مہاجرین کے مختلف طبقات کا حکم بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ ان میں بعض لوگ مہاجرین اولین ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ سے پہلے ہجرت کی اور بعض دوسرے درجہ کے مہاجر ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ کے بعد ہجرت کی جس کی وجہ سے ان کے اخروی درجات میں فرق ہوگا مگر احکام دنیا میں ان کا حکم بھی وہی ہے جو مہاجرین اولین کا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض یہ سورۃ انفال کی آخری آیت ہے اس میں قانون میراث کا ایک جامع ضابطہ بیان فرمایا گیا ہے جس کے ذریعہ اسی عارضی حکم کو منسوخ کر دیا گیا جو اوائل ہجرت میں مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات کے ذریعہ ایک دوسرے کا وارث بننے کے متعلق جاری ہوا تھا۔

الحمد للہ سورۃ انفال کی تفسیر و تشریح آج بروز جمعہ بوقت نوبہ صبح بتاریخ یکم شعبان ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۴ء کو پوری ہوئی، اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ سورۃ توبہ کی تفسیر و تشریح کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

یکم شعبان ۱۴۲۵ھ جمعہ

محمد جمال

استاذ دارالعلوم دیوبند ہند

بسم اللہ